عبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل
تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

قوت القلوب (اردو)

مترجم جلد دوم

مصنف: امام اجل حضرت سیدنا شیخ ابو طالب مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی
المتوفی ۳۸۶ھ

المدینۃ العلمیۃ
(دعوت اسلامی)
شعبہ تراجم کتب

مُصَنِّف

اِمام اَجَلّ حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

پیش کش: مجلسِ اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ وعلی الك واصحابك یاحبیب اللہ

نام کتاب : قُوتُ الْقُلُوب (اردو) مترجم (جلد دوم)

مؤلف : اِمام اَجل حضرتِ سیِّدُنا شیخ اَبُوطَالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

مترجمین : مَدَنی عُلَما (شعبہ تَراجِمِ کُتُب)

سن طباعت : رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بمطابق اپریل 2015ء

تعداد :

قیمت :

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- کراچی: شہید مسجد، کھارادر — فون: 021-32203311
- لاھور: داتادربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ — فون: 042-37311679
- سردارآباد: (فیصل آباد) امین پور بازار — فون: 041-2632625
- کشمیر: چوک شہیداں، میر پور — فون: 058274-37212
- حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن — فون: 022-2620122
- ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ — فون: 061-4511192
- اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال — فون: 044-2550767
- راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ — فون: 051-5553765
- خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ — فون: 068-5571686
- نواب شاہ: چکرا بازار، نزد MCB — فون: 0244-4362145
- سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ — فون: 071-5619195
- گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ — فون: 055-4225653
- پشاور: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail.ilmia@dawateislami.net

اجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

”فیضانِ قُوتُ القلوب جاری رہے گا“ کے 23 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”23 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ۔ یعنی مسلمان کی نیّت اسکے عمل سے بہتر ہے۔[1]

دو مَدَنی پھول: (۱) بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و (۲) صلوٰۃ اور (۳) تَعَوُّذ و (۴) تَسْمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیتوں پر عمل ہو جائے گا)۔ (۵) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (۶) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور (۷) قبلہ رُو مُطالَعَہ کروں گا۔ (۸) قرآنی آیات اور (۹) اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۱۰) جہاں جہاں **اللہ** کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (۱۱) جہاں جہاں **سرکار** کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور (۱۲) جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه اور رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه پڑھوں گا۔ (۱۳) اس کتاب کا مُطالَعہ شروع کرنے سے پہلے اسکے مُؤلّف اور دیگر بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۱۴) (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضرورت خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۱۵) (اپنے ذاتی نسخے کے) **یادداشت** والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۱۶) اولیا کی صِفات اپناؤں گا۔ (۱۷) اپنی اِصلاح کے لیے اس کِتاب کے ذریعے علم حاصِل کروں گا۔ (۱۸) دوسروں کو یہ کِتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۹) اس حدیثِ پاک تَهَادَوْا تَحَابُّوْا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں مَحبَّت بڑھے گی۔[2] پر عمل کی نِیَّت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کِتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۲۰) اس کِتاب کے مُطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۲۱) **اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش** کے لئے روزانہ **فکرِ مدینہ** کرتے ہوئے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پر کیا کروں گا اور ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذِمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور (۲۲) عاشقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کیا کروں گا۔ (۲۳) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

---

[1] ...... المعجم الكبير للطبرانی، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲

[2] ...... مؤطا امام مالك، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیہ

از: شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعَدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **المدینۃ العلمیہ** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شُعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شُعبۂ درسی کُتُب (۳) شُعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تراجم کتب (۵) شُعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

المدینۃ العلمیہ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اَشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بَشُمول **المدینۃ العلمیہ** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سَبَب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھئے

اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کا شُمار ان ذی قدر اوّلین اَصحابِ تَصَوُّف میں ہوتا ہے جنہوں نے مَعْرِفَتِ باری تعالیٰ کے اَنمول موتیوں کو صفحاتِ قِرطاس پر بکھیر دیا تاکہ رہتی دنیا تک ان اَنمول موتیوں کی قدر کرنے والے اَصحابِ نظر رب اکبر عَزَّوَجَلَّ کے قُرب سے سرشار ہوں۔ زیرِ نظر کتاب یعنی قُوْتُ الْقُلُوب میں موجود ایسے ہی نایاب موتیوں کی چمک دمک صدیوں سے اَصحابِ نظر کو بھاتی اور وَرطۂ حیرت میں ڈالتی آرہی ہے، مگر یاد رکھئے! موتی ہمیشہ گہرے سمندر میں غوطہ لگانے والوں کو ہی ملتے ہیں اور ساحِل پر کھڑے ہو کر ڈوبتے سورج کے پر لطف نظاروں میں کھو جانے والے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ پندرھویں صدی کی عظیم علمی ورُوحانی شخصیت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه کی خواہش وفیضانِ نظر سے اس کتاب کا ترجمہ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کی **مجلس المدينة العلميه** میں شروع ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ! اس ترجمہ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس جلد میں آپ پڑھیں گے:

- اِسلام میں سب سے پہلے کون سی قولی وفعلی بدعتیں پیدا ہوئیں؟
- بدْعتوں کی روک تھام کے لیے اَسلاف کے اَقدامات
- عِلْمِ ایمان ویقین کی تمام عُلُوم پر فضیلت
- آثار واَخبار کے نقل کرنے کی فضیلت
- توبہ کے فرائض، فضائل اور تائبین کے اَوصاف کا بیان
- مَقامِ صَبر کی شرح اور صابرین کے اَوصاف
- مَقامِ شکر کی شرح اور شاکرین کے اَوصاف
- مَقامِ رجا کی شرح اور اہلِ رجا کے اَوصاف
- مَقامِ خوف کی شرح اور خائفین کے اَوصاف
- سَلْبِ ایمان کے مُتَعَلِّق اَسلاف کے اَقوال
- مَقامِ زہد کی شرح اور زاہدین کے اَحوال
- زُہد کی حقیقت، زہد کے اَحکام کی تفصیل اور وزاہد کے اَوصاف کا بیان

✿ مَقامِ تَوَکُّل کی شرح اور مُتَوَکِّلِین کے اَحْوال واَوصاف

✿ مَقاماتِ تَوَکُّل ✿ اَسباب واَوَاسِط کا بیان ✿ کسب ومَعاش کا تذکرہ

✿ مُتَوَکِّل کے لیے عِلاج کرنے اور نہ کرنے کا بیان

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ سے ہر عربی کِتاب کا ترجمہ کم وبیش 16 مراحل سے گزرتا ہے، جن میں ترجمہ، تقابل، نظر ثانی، تقابلِ آیات وترجمہ، فارمیٹنگ، پروف ریڈنگ، تخریج، تفتیش تخریج، مُفید وناگزیر حواشی، آیاتِ قرآنیہ کی پیسٹنگ، شَرْعی تفتیش، مُشکِل اَلفاظ کی تسہیل واِعراب (از اردو لغت کبیر) اور فائنل پروف ریڈنگ وغیرہ ایسے کٹھن اور جاں سوز مَراحِل شامل ہیں، پیشِ نَظر ترجمہ کو آپ تک پہنچانے کے لئے شعبہ تَراجِمِ کُتُب (عربی سے اُردو) اور اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کے جن مَدَنی عُلَمائے کرام نے مذکورہ مراحِل طے کرنے کے لئے مُسَلسَل کوششیں اور کاوِشیں کی ہیں ان کے اَسمائے گرامی یہ ہیں: ابرار اختر القادری، محمد گل فراز عطاری اَلمدنی، فاروق احمد عطاری اَلمدنی سَلَّمَہُمُ الْغَنِی۔ نیز اس کِتاب کی شرعی تفتیش دارُالافتا کے نائب مفتی محمد حسان رضا عطاری المدنی اور سینئر متخصص ابو مصطفٰی محمد ماجِد رضا عطاری المدنی زِیْدَ عِلْمُھُمَا نے فرمائی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں بالخصوص مفتیانِ عِظام اور عُلَمائے کِرام کی خدمتوں میں تحفۃً پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور **ہمیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنے کے لئے مَدَنی اِنعامات پر عمل اور مَدَنی قافلوں** میں سَفَر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مَجالِس بَشُمول **مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ** کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب (مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

قولی وفعلی بدعات

پہلی بدعت

پہلے زمانے میں لوگ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے: کیا حال چال ہیں؟ اس سے مُراد یہ پوچھنا ہوتا کہ "مُجاہدہ وصبر میں اپنے نَفس کے مُتَعلّق اور ایمان وعِلْمِ یقین کی زیادتی میں دل کی حالت کے مُتَعلّق کچھ بتایئے؟" بسا اَوقات وہ یہ مُراد لیتے کہ "پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے اپنے مُعاملہ کی خبر دیجئے؟" اور یہ بھی بتایئے کہ "دنیا وآخرت کے اُمُور کی اَنْجام دہی میں آپ کی حالت کیسی ہے؟ ان میں زِیادَتی ہوئی یا کمی؟" اس طرح وہ اپنے دِلوں کے اَحْوال کا تذکرہ کرتے، اپنے عُلوم پر عَمَل کی کیفیات بیان کرتے اور اس بات کا بھی ذِکرِ خیر کرتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں حُسْنِ مُعاملہ کی دَولَت عطا فرمائی اور ان کے لیے کیسے کیسے مَفاہیم عَیاں (ظاہر) کئے۔ اس سے ان کا مقصود مَحض اِنعاماتِ باری تعالیٰ کو شُمار کرنا اور اس پر شکر بجالانا ہوتا تاکہ ان کا یہ عَمَل ان کے لیے مَعْرِفَت وحُسْنِ مُعاملہ میں زِیادَتی کا سَبَب بن جائے۔

ہائے افسوس! یہ زمانہ آگیا

ایک بُزرگ فرماتے کہ ہمارے اکثر عُلوم اور وِجْدانی کیفیات کا تَعَلُّق ان اُمُور سے ہوتا جو ہم ایک دوسرے سے ملاقات کے بعد باہمی تبادلۂ خیال سے حاصِل کرتے، مگر (افسوس!) آج ان اُمُور کو کوئی نہیں جانتا، انہیں یکسر فَرامَوش کر دیا گیا ہے۔ آج کل لوگ ایک دوسرے سے مل کر حال چال معلوم کرتے ہیں تو ان کی مُراد اُمُورِ دنیا اور اسبابِ حِرْص وہَوا کے مُتَعلّق پوچھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہر شخص اپنے پروردگار جلیل کی شِکایَت اسی کے بندۂ پُر تقصیر سے کرتا ہے، اس کے اَحْکام سے ناراضی کا اِظْہار کرتا ہے، اس کے فیصلے سے بَراءَت ظاہِر کرتا ہے اور یوں وہ اپنے نَفْس کے ساتھ ساتھ اپنی بداَعمالیاں تک بھول جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی شخص کے مُتَعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ (پ۱۵، الکھف:۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اور اس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے۔

اور دوسری جگہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ (پ۳۰، العدیت:۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

غافِل اور جاہِل ہونے کا سَبَب

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ انسان اپنے ربّ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا، مَصائِب تو شُمار کرتا ہے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں بھول جاتا ہے۔ ایسا اس کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافِل اور جاہِل ہونے کے سَبَب ہے۔

دوسری بدعت

آج کل لوگوں کا ایک دوسرے سے ملاقات کے وَقْت یہ پوچھنا بھی بِدعَت ہے: كَيْفَ اَصْبَحْتَ وَكَيْفَ اَمْسَيْتَ؟ یعنی آپ نے صُبْح کیسے کی؟ اور آپ کی شام کیسی رہی؟[1] کیونکہ بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين جب ایک دوسرے سے ملتے تو (سب سے پہلے) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه کہتے تھے۔

جو سلام نہ کرے اس سے بات نہ کرو

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو سلام سے پہلے باتیں کرنا شروع کر دے اسے جواب مَت دو۔[2]

اس بدعَت کا آغاز کب ہوا؟

اس بِدعَت کا آغاز طاعُون کے زمانے میں ہوا۔ جب شام کے علاقے عَمْوَاس میں طاعُون پھیلا جس میں کثیر لوگ مَوت کا شِکار ہو گئے تو اس وَقْت ایک شخص صُبْح کے وَقْت اپنے کسی دوست سے ملتا تو پوچھتا: صُبْح کیسے

---

[1] ......موجودہ زمانے میں بھی یہ بدعَت بہُت زیادہ عام ہے۔ کیونکہ آج کل کَيْفَ اَصْبَحْتَ؟ (یعنی صبح کیسے کی؟) اور کَيْفَ اَمْسَيْتَ؟ (یعنی آپ کی شام کیسی رہی؟) کے بجائے جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو مغربی تہذیب کی پیروی میں سب سے پہلے سلام کرنے کے بجائے Good Morning اور Good Afternoon وغیرہ کہتے ہیں جو دُرُست نہیں۔

[2] ......عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب من بدأ بالکلام قبل السلام، ص ۱۰۹، حدیث: ۲۱۴

ہوئی؟ اور جب شام کو ملتا تو پوچھتا کہ شام کیسے ہوئی؟ کیونکہ اس زمانے میں ایک شخص صُبح کو ہوتا تو شام کو نہ ہوتا اور شام کو زندہ ہوتا مگر صُبح نہ ہوتا۔ پس آج بھی یہ جُملے ایک دوسرے سے پوچھے جاتے ہیں مگر ان کا سَبَب بھلا دیا گیا ہے۔ ان جُملوں کے آغاز کے مُتَعَلِّق جاننے والے مُتَقَدِّمِین ان سے کلام کے آغاز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا احمد بن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا ابو بکر بن عَیَّاش رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے جب یہ پوچھا کہ آپ نے صُبح یا شام کیسے کی؟ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کوئی جواب نہ دیا، بلکہ اِرشَاد فرمایا: ہمیں اس بِدْعَت سے دور ہی رہنے دو۔ حضرت سَیِّدُنا احمد بن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ایک شیخ سے جب پوچھا کہ آپ کی صُبح کیسے ہوئی؟ تو انہوں نے پہلے تو کوئی توجّہ نہ دی، پھر اِرشَاد فرمایا: صُبح کیسے ہوئی؟'' یہ کیسا جُملہ ہے؟ (جب بھی کسی سے ملو تو سب سے پہلے) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرو۔

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان باہم ملتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے، بخدا اُس وَقْت دِل سَلامَت تھے، مگر (افسوس!) آج یہ کہا جاتا ہے: تمہاری صُبح کیسے ہوئی؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تندُرُست رکھے اور تمہاری شام کیسی رہی؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں عافیت عطا فرمائے۔ اگر ہم بھی لوگوں کی اِن باتوں پر عَمَل کرنے لگیں تو یہ (پختہ) بدعَت ہو گی، خبر دار! اس کے بجالانے میں کوئی عزت (یعنی ثواب) نہیں۔ خواہ (ہماری مخالفت کی بنا پر) ایسا کرنے والے ہم پر ناراض ہی ہوں۔

تیسری بدعَت

لوگوں میں ایک بِدْعَت یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ جب کسی کو خط لکھتے ہیں تو پہلے اس شخص کا نام لکھتے ہیں جس کی جانِب خط لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ سنّت یہ ہے کہ پہلے اپنا نام لکھا جائے یعنی یہ لکھا جائے کہ یہ خط فلاں کی طرف سے فلاں کی جانِب ہے۔[1] چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِین فرماتے ہیں کہ

[1] ...... دورِ حاضِر میں بھی اس بِدْعَت کا عام مُشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کل ہمارے مُعاشَرے میں نوجوان نسل کو بچپن ہی

ایک بار میں کچھ عرصہ گھر سے دُور رہا تو اپنے والدِ محترم کو خط لکھا جس کے آغاز میں میں نے ان کا نام لکھ دیا تو انہوں نے کچھ یوں جواب اِرسال فرمایا: جب بھی مجھے خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھا کرو، اگر آئندہ تم نے اپنے نام سے پہلے میرا نام لکھا تو میں تمہارا خط پڑھوں گا نہ جواب دوں گا۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی مکتوبات میں پہلے اپنا نام ہی لکھا کرتے تھے خواہ وہ مکتوب بارگاہِ رِسالَت میں ہی بھیجا جاتا۔ جیسا کہ) حضرت سَیِّدُنا علاء بن حَضْرَمی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے بارگاہِ رِسالَت میں ایک مکتوب لکھا، اس میں انہوں نے پہلے اپنا نام کچھ یوں ذکر کیا: مِنَ الْعَلَاءِ بْنِ حَضْرَمِیّ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم۔[1]

اس بدعت کا آغاز کس نے کیا؟

منقول ہے کہ اس بِدْعَت کا آغاز زیاد نے کیا تو عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام نے اسے عیب جانا اور اسے ابن اُمَیّہ کی بدعات میں شُمار کیا۔ مگر خُلَفا و اُمَرا کے خطوط میں آج یہی بِدْعَت نظر آتی ہے حالانکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِین خطوط میں مکتوب اِلَیہ (یعنی جس کی جانب خط لکھا جائے اس) سے پہلے اپنا نام ذکر کیا کرتے تھے۔

چوتھی بدعت

(آج کل جب) کوئی شخص اپنے کسی دوست کے گھر جاتا ہے تو اس کے خِدْمَت گاروں سے کہتا ہے: اے خادم! اے کنیز!" (یعنی بلا اِجازَت گھر میں داخل ہو کر خادمین سے باتیں کرنے لگتا ہے) حالانکہ ایسا کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

سے نصابی کتب میں سنّت کے برعکس خطوط لکھنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِین نے ہر دور میں سنّتوں کے اِحیا اور بدعتوں کے قلع قمع کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ دورِ حاضر میں یادگارِ اَسلاف پندرھویں صدی کی عظیم علمی و رُوحانی شخصیت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا ہر قول و فعل سنّتوں کے تابع ہے۔ چنانچہ خطوط نویسی میں آپ کے سنّت کے مطابق لکھے گئے بے شُمار مکتوبات میں سے چند ایک کی ہلکی سی جھلک مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والی مختلف کُتُب و رسائل میں مُلاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً آپ کی حیاتِ مُبارکہ کے روشن اَوراق پر مشتمل رسالے **حقوقُ العباد کی احتیاطیں** میں آپ کے چند مکتوبات دیکھے جاسکتے ہیں۔

[1] ......مسند احمد، حدیث العلاء بن الحضرمی، ۷/۱۷، حدیث: ۱۹۰۰۸

اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی مُخالَفت کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اِجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ (پ۱۸، النور:۲۷)

آیتِ مبارکہ کی تفسیر

مُفَسِّرِیْنِ کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں اِجازَت مانگنے سے مُراد دروازے پر دستک دینا، کھانسنا یا ایسی ہی کوئی حرکت کرنا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دروازے پر کوئی موجود ہے۔ نیز سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان بھی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے گھر جائے تو پہلے تین مرتبہ سلام کرے، اگر اِجازَت مِل جائے تو داخِل ہو، ورنہ واپس چلا جائے۔[1]

اجازت نہ ملنے پر اسلاف کا طریقہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کے دروازے پر دستک دیتے، پھر تین مرتبہ سلام کرتے اور ہر مرتبہ سلام کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرتے، اگر داخِل ہونے کی اِجازَت ملتی تو داخِل ہوتے (ورنہ لوٹ جاتے)۔ بعض اوقات گھر والا کسی عُذر کی وجہ سے ان کا اس وَقْت گھر آنا پسند نہ کرتا تو جواب دیتا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو عافیت عطا فرمائے، ابھی لَوٹ جایئے، میں مَصروف ہوں۔ تو وہ واپس چلے جاتے اور بُرا مانتے نہ ان کے دِل میں کوئی بدگمانی پیدا ہوتی۔

بَسا اَوقات صاحبِ خانہ (یعنی گھر والے) کا "لوٹ جایئے" کہنا بہتر ہوتا ہے، کیونکہ اِجابَت (جواب دینے) اور تزکیہ (دل کی طہارت) کے لیے یہی اَفضل ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے۔ (پ۱۸، النور:۲۸)

---

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب کم مرة یسلم... الخ، ۴/۴۴۴، حدیث: ۵۱۸۱، بتغیر

بعض اَوقات صاحِبِ خانہ (یعنی گھر والے) کے ایک بار واپس لوٹانے کے بعد اسی دن دو یا تین مرتبہ واپس آتے اور پھر چلے جاتے مگر ہر بار دِل میں کچھ بُرا گمان نہ کرتے۔ ہمارے زمانے میں کسی سے ایسا کیا جائے تو یقیناً بُرا محسوس کرے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دن دوبارہ واپس ہی نہ آئے۔

عُلَما کی بارگاہ میں حاضِری کے آداب

عُلَما کی بارگاہ میں انتہائی اَہَم کام کے علاوہ لوگ حاضر نہ ہوتے بلکہ ان کے دروازے کے سامنے بیٹھ جاتے یا مَساجِد میں بیٹھ کر اِنتِظار کرتے کہ وہ نماز کی خاطِر باہَر نکلیں گے کیونکہ وہ لوگ عِلْم کی عَظمت اور عُلَما کی شان جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابُو عُبَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالِم کے دروازے پر حاضِر ہو کر کبھی بھی دستک نہیں دی بلکہ ان کے گھر جا کر دروازے پر بیٹھ جاتا ہوں اور اِنتِظار کرتا ہوں کہ وہ خود باہَر تشریف لائیں[1] کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ (پ ۲۶، الحجرات: ۵)

حضرت سَیِّدُنا **عبدُاللہ** بن عَبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کو کئی بار دیکھا گیا کہ آپ) کسی اَنصاری کے دروازے پر کھڑے ہوتے، (تیز) ہوائیں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر چل رہی ہوتیں، آپ کے پاس سے کوئی گزرنے والا جب عَرْض کرتا: اے **رسول اللہ** کے چچازاد! آپ یہاں (اس حال میں) کیوں تشریف فرما ہیں؟ تو آپ فرماتے: میں اس گھر والے کے نکلنے کا اِنتِظار کر رہا ہوں۔ پھر جب وہ صحابی باہَر نکلتے (تو آپ کو دیکھ کر) فرماتے: اے **رسول اللہ** کے چچازاد! اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں خود حاضِر ہو جاتا؟ آپ فرماتے: نہیں! میں آپ کی خِدمت میں حاضِر ہونے کا زیادہ حقدار تھا۔[2] پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس صحابی سے وہ حدیثِ مُبارَکہ پوچھتے جس کے مُتَعَلِّق آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ صحابی ایک ایسی حدیث رِوایَت کرتے ہیں جو خود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنی۔

---

[1] ......تفسیر کشاف، الحجرات، تحت الآیۃ: ۵، ۳۵۹/۴

[2] ......معجم کبیر، ۲۴۴/۱۰، حدیث: ۱۰۵۹۲

پانچویں بدعت

یہ بھی بِدْعَت ہے کہ بندہ کسی ایسے خاص مسئلہ میں اپنے مسلمان بھائی کی حالت کے بارے میں خوب چھان بین کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ چنانچہ،

کسی کی نجی زندگی میں مداخلت ناجائز ہے

حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شادی کی اور جب زوجہ کے پاس رات گزارنے کے بعد دن کو باہَر نکلے تو ایک شخص نے آپ سے عَرْض کی: اے ابو عبد **اللّٰہ**! آپ کیسے ہیں؟ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: اچھا ہوں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تو وہ بولا: آپ کیسے ہیں اور رات کیسی گزری؟[1] ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ ہیں: آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غصے سے فرمایا: تم ایسا سوال کیوں پوچھتے ہو جس کا جواب چھپانا پڑے، تمہیں گھر سے باہَر کی باتیں پوچھنی چاہئیں اور صرف ظاہِری اُمُور کے مُتَعَلِّق پوچھنا ہی کافی ہے۔

دلچسپ اندازِ تفہیم

حضرت سلیمان بن مِہران اَعمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک شخص نے ان کے گھر میں پوچھا: اے ابو محمد! آپ کیسے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ خیریت سے ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کا حال کیسا ہے؟ فرمایا: عافیت میں ہوں۔ جب اس نے یہ پوچھا کہ آپ نے رات کیسے گزاری؟ تو آپ (کو یہ سوال بڑا ناگوار گزرا مگر آپ نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اسے سمجھانے کے لیے کہ ایسے سُوال نہیں کیے جاتے آپ) نے بُلند آواز سے اپنی کنیز کو پکارا کہ بستر اور تکیہ لے کر آؤ۔ جب وہ یہ چیزیں لے آئی تو فرمایا: اسے بچھا کر لیٹ جاؤ یہاں تک کہ میں بھی تیرے پہلو میں لیٹ جاؤں تاکہ ہم اپنے بھائی کو دِکھا سکیں کہ میں نے رات کیسے گزاری ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ (آج کل) ایک شخص اپنے دوست سے ملتا ہے تو اس سے ہر شے کے مُتَعَلِّق پوچھ ڈالتا ہے یہاں تک کہ گھر میں مَوجُود مرغی تک کی خیریت معلوم کرلیتا ہے لیکن اگر اس کا

---

[1] ....حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۴ سلمان الفارسی، ۱/۲۴۴، حدیث: ۶۰۰، بتغیر قلیل

دوست اس سے ایک درہم مانگ لے تو وہ نہیں دیتا۔ جبکہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتے تو صِرف یہ کہتے کہ آپ کیسے ہیں؟ یا فرماتے کہ "**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ **آپ کو سلامت رکھے**" اور اگر ان کا بھائی ان سے کچھ مال کا سوال کرتا تو فوراً عطا فرما دیتے۔

چھٹی بدعت

بندے کا اپنے بھائی سے راستے میں جاتے ہوئے یہ پوچھنا کہ کہاں جا رہے ہو؟ یا کہاں سے آ رہے ہو؟ بھی بِدْعَت ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین اس طریقہ کو ناپسند کرتے اور یہ طریقہ نہ صِرف خِلافِ سنّت اور خِلافِ اَدَب ہے بلکہ تَجَسُّس اور تَحَسُّس میں شُمار ہوتا ہے، کیونکہ تَحَسُّس سے مُراد ہے جگہ کا سراغ لگانا اور تَجَسُّس کا مطلب ہے خبریں معلوم کرنا۔ یہ سوال چونکہ دونوں چیزوں کے مُتَعَلِّق ہوتا ہے اور بعض اوقات بندہ پسند نہیں کرتا کہ اس کا بھائی یہ جانے کہ وہ کہاں جا رہا ہے یا کہاں سے آ رہا ہے۔

دوسروں کو جھوٹ بولنے پر مجبور مت کرو

حضرت سَیِّدُنا مجاہد و عطا رَحْمَةُ اللّٰهِ تعالٰی علیہما اس بات کو اچھا نہ سمجھتے بلکہ فرماتے کہ جب اپنے بھائی سے راستے میں ملو تو یہ پوچھو کہ کہاں سے آیا ہے؟ نہ یہ پوچھو کہ کہاں جا رہا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ سچ بولے تو تمہیں اچھا نہ لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول دے۔ تو اس کے جھوٹ بولنے کا سَبَب تم بنو گے۔[1]

قرآنِ کریم خریدنا اور بیچنا

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین قرآنِ کریم کی خرید و فروخت کو بھی ناپسند جانتے اور بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین بیچنے کو خریدنے سے زیادہ ناپسند کرتے۔

نئے ایجاد کردہ عُلوم

آج کل لوگ ایسے بہُت سے عُلوم حاصِل کرنے لگے ہیں جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کے زمانہ میں نہ تھے۔ مثلاً عِلْمِ کلام؛ عِلْمِ جَدَل؛ قِیاس؛ نَظر و فِکر، رائے اور عَقْلی دلائل کے ساتھ سُنَنِ رسول پر اِسْتِدلال؛

---

[1] ......مصنف لابن ابی شیبة، کتاب الادب، باب الرجل یلقی الرجل یسالہ من حیث جاء، ۲۵۷/۶، حدیث: ۱

قرآن وسنّت کے ظاہر پر قیاس، رائے اور عقلی عُلُوم کو ترجیح دینا (یہ سب عُلوم بدْعَت ہیں)۔

نیز حالتِ وَجد کے ذریعے حاصل ہونے والے اِشاروں کا اِظْہار کرنا کہ ان کے عُلُوم جانتا ہو نہ ان کی تفاصیل سے آگاہ ہو اور ایسا کرنے سے مقصود سامعین کو حیرت میں مبتلا کرنا اور عاملین کو گمراہ کرنا ہو (تو یہ بھی بدْعَت ہے)۔ کیونکہ وِجدانی کیفیات سے آگاہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام وِجدانی کیفیت کا اِظْہَار تو کرتے مگر وَجد سے حاصل ہونے والے اِشاروں کو چھپاتے۔ نیز لوگوں کو انکے نفع کی باتیں تو بتاتے مگر نقصان دہ باتیں چھپالیتے۔ اس لیے کہ وِجدانی کیفیات لوگوں کے دلوں کے اَحْوال ہیں جن کا چھپانا افضل ہے۔ یہ عُلوم انہی سالکین و عاملین کا حصّہ ہیں جو ان عُلوم کا اِظْہَار مقصود ہوتا تو مقصود ظاہر کرتے مگر وِجدان کو پوشیدہ رکھتے کیونکہ یہی ان کا سِرّ (یعنی راز) ہے جس کی وجہ سے وہ تصنّع، بناوٹ اور دعویٰ سے محفوظ رہے۔ انہوں نے سامعین کو ان کا حصّہ عطا کیا اور جس شے کا ان سے تعلّق نہ تھا اس سے اُنہیں دُور رکھا۔ انہوں نے دونوں مُعاملوں میں عَدْل سے کام لیا اور دونوں حالتوں میں اَفضل رہے۔ مگر اس (جاہِل صُوفی) نے اس بات کو نہ جانا اور (مقصود کے بجائے) وِجدان کو ظاہر کر دیا جو نقصان کے زیادہ قریب اور سلامتی سے دُور ہے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) جو تفصیل جانتا ہو نہ تفسیر، اس کے لیے خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی سنّت کے مُطابِق کلام نہ کر سکتا ہو تو اس کی خاموشی اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بہُت قریب کر دے گی۔ چنانچہ،

ایسے ہی ایک شخص کے مُتَعَلّق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ (پ۲۸، الطلاق: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللّٰہ نے دیا اللّٰہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے۔

فُقَرا سے خود کو ممتاز جاننے والے متکبر لوگ عُلومِ مَعْرِفت کا اِظْہَار کر کے اپنا مقام و مَرتبہ نہیں بناتے کہ ان کے اُنس اور اَحْوال کے اعتبار سے اَسباب ان کی طرف رُخ کر لیں۔ بلکہ ان کا یہ طَرْزِ عَمَل دنیا (ومال دینا چاہنے) کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو آخِرَت چاہنے والوں کے لیے سَخْت نقصان دِہ اور دِین میں ملمع سازی

کرنے کے اعتبار سے بہت آسان ہے۔

حقیقت شریعت کے مخالف نہیں

عِلْمِ شریعت کی مُخالَفَت کرتے ہوئے عِلْمِ توحید (یعنی طریقت) کے مُتَعَلِّق کلام کرنا بھی بِدعَت ہے اور یہ کہنا بھی بِدعَت ہے کہ حقیقت، عِلْم کے مُخالِف ہے۔ کیونکہ حقیقت عِلْم کا ہی دوسرا نام ہے، نیز یہ شریعت کا ایک راستہ بھی ہے، جب شَریعَت کا تعلُّق حقیقت سے ہے تو حقیقت، شَریعَت کے مُنافی کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ حقیقت ہی عِلْمِ شَریعَت کو لازِم کرتی ہے۔ بِلاشُبہ حقیقت عَزِیمت اور ایک مشکل اَمر ہے جبکہ عِلْمِ ظاہِر رُخصت اور وُسعَت کا حامِل ہے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جو شخص عِلْمِ ظاہِر کے قَواعِد اور اُصُول جانے بغیر عِلْمِ باطِن کے مُتَعَلِّق کلام کرے تو اس کا کلام شَریعَت میں اِلْحاد (یعنی کُفر، اُصُولِ اِسلام سے اِنکار یا اِنْحِراف؛ لَامَذہبیت و دَہرِیَّت) اور کتاب وسنّت میں مُداخلت شُمار ہو گا۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ میں نے (اپنے زمانے کے) شطحیات[1] میں مبتلا جس شخص کے مُتَعَلِّق غور و فِکر

---

[1]...... حضرت سَیِّدُنا عبد المصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی شَطْحِیَّات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صَحْو (ہشیاری) و سُکَر (مدہوشی) صُوفیہ کرام کی یہ دو مشہور کیفیات ہیں۔ اکثر صوفیہ تو ایسے گزرے ہیں کہ مَعرِفَتِ الٰہی و وِصالِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو مِنْجَانِبِ اللہ ایسے وسیع ظرف سے نوازا گیا کہ کیفیات و اَحوال سے مَغْلُوب ہو کر دامَن ہوش و خرَد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری و ہوشیاری میں ایک لمحہ کے لیے بھی فُتور نہیں پیدا ہوا۔ یہ لوگ اَرْبابِ صَحْو کہلاتے ہیں۔ اور بعض وہ مشائخ ہیں جو بادۂ عرفانِ الٰہی سے اس درجہ مَخْمُور و سرشار ہو جاتے ہیں کہ غلبۂ اَحوال و کیفیات میں دامَنِ عقل و ہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دُنیائے بیداری و ہشیاری سے بیزار ہو کر مستی و مدہوشی کے عالَم میں رہتے ہیں۔ ان بُزرگوں کو اَرْبابِ سُکَر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہی مُؤَخَّرُ الذِّکْر بُزرگوں سے کبھی کبھی عالَمِ سُکَر و مستی میں بلااختیار بعض ایسے کلمات سرزد ہو جاتے ہیں جو بظاہر خلافِ شریعت ہوتے ہیں، ایسے ہی کلمات و مَقالات کو اِصطِلاحِ صُوفیہ میں **شطحیات** کہتے ہیں۔ وہ بُزرگ جن سے **شطحیات** سرزد ہوئیں بہت قلیل تعداد میں ہوئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ **شطحیات** سرزد ہونے کے بعد جب ان کے ہوش و حَواس بجا ہوئے ہیں تو انہوں نے نہ صرف ان اقوال سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے بلکہ اظہارِ بیزاری و اِستِغفار بھی کیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ اصحابِ عرفان و صاحبانِ وِجدان میں سے اکثر و بیشتر اہلِ صَحْو (ہشیاری) ہیں اور اس جماعتِ عالیہ میں سے کچھ لوگ صاحبانِ سُکَر (مدہوشی) بھی ہوئے ہیں کہ کبھی کبھی غلبۂ حال و جراَتِ وِصال میں ان سے کلام **شطحیات** نکل گئے ہیں لیکن اس حال و کیفیت کے دَفع ہوتے ہی یہ لوگ اسی وَقت اِستِغفار کرتے تھے اور اپنے اَصحاب کو حکم دیتے تھے کہ جب بھی اگر دوبارہ کوئی شطح آمیز کلام ہم سے سرزد ہو تو اس کے تدارُک میں تم لوگ کوشش کرو۔" (لطائف اشرفی) **شطحیات** کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حزم

کیا تو پایا کہ ایسا شخص جاہِل اور مغرور ہے یا وہ ایک ناکام مذہبی رہنما ہے یا ایسی باتیں ظاہر کرنے والا ہے جن کی کچھ حقیقت نہیں۔ کِتاب و سنّت سے وسوسوں کا حل تلاش کئے بغیر دینی مُعامَلات میں کلام کرنا بھی ایک بِدْعَت ہے حالانکہ ان وسوسوں کی تفصیل جاننا اور جو بات کِتاب و سنّت سے ثابِت نہ ہو اس کی نفی کرنا لازِم ہے۔ کیونکہ جب ایسے لوگوں کا دعویٰ تو مَحبّت کا ہو مگر اس صِفَت کا اِنکار کرنے والے ہوں جو سنّت نے بیان کی ہے اور نہ ہی انہیں مَوصُوف کا مُشاہَدَہ حاصِل ہو تو ایسے بندوں کی وِجدانی کیفیات گمراہی پر اور مُشاہَدات باطِل اور جھوٹ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے مُتعلّق ہر کوئی جان لیتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت جانے بغیر مَعْرِفَت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔

آدابِ دعا

دُعا میں ایسے جُملوں سے دُعا مانگنا بھی بِدعَت ہے جن کے آخِر میں ہم قافیہ اَلفاظ ہوں۔ ایسی دُعا قرآنِ کریم سے ثابِت ہے نہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے۔ بلکہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو دُعا میں حد سے بڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کی جو مختصر اور جامِع دعائیں بیان فرمائی ہیں صِرف انہی کی پابندی کا حکم دیتے۔ چنانچہ،

واحتیاط لازِم ہے، ردّ وانکار اور ان بزرگوں پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الامکان تاویل ضَروری ہے کیونکہ یہ سب بزرگانِ دین واھل اللہ اور صاحبانِ مَعْرِفَت تھے، بِلاشُبہ ان میں کا ہر ہر فرد نمونۂ سنّت و جَلوَۂ آفتابِ شریعَت تھا۔ ان اکابرِ ملّت بزرگوں پر زبانِ طَعن دراز کرنا یقیناً بہت بڑی گستاخی اور زبردست محرومی ہے۔ اسکے مُتعلّق حضرت مخدوم جہانگیر اشرف قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ارشاد سنئے: جماعتِ صُوفِیَہ کا قانونِ مُسلّم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشائخ کے شطحیات کو نہ تو رَدّ کرنا چاہئے نہ قبول کرنا چاہئے کیونکہ اس مَشْرَب کا تعلّق مَقامِ وُصول کیساتھ ہے۔ یہ ان مَقاصِد میں سے نہیں ہیں جہاں عَقل کچھ کام آسکے۔ ہاں البتہ! کچھ صُوفیوں نے الفاظِ **شطحیات** کی شَرْح میں اچھی اچھی تاویلیں کی ہیں اور ایسے مُناسِب مَطلَب و محمل بیان کئے ہیں کہ ایک حد تک ان کو عَقل کے اِدراک و عِلْم کے قابِل کہا جاسکتا ہے۔ (لطائف اشرفی) ظاہِر ہے کہ جو شخص اس درجہ مغلوبُ الحال ہو چکا ہو کہ اس کو دُنیائے عَقل و ہَوش سے کوئی سَروکار ہی نہ ہو اور عَین مدہوشی کے عالَم میں بلااختیار و اِرادہ اس سے کچھ کلمات صادِر ہو گئے ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ ہوش و حَواس بجا ہونے کے بعد وہ ان کلمات سے نہ صرف لاعلمی بلکہ بیزاری کا اِظْہار واِسْتِغْفار کرتا ہو۔ بلاشُبہ ایسا شخص مَرْفُوعُ القَلَم اور حُدودِ شَریعَت سے آزاد ہے ایسے شخص سے کوئی شَرْعی مُواخِذہ کرنا در حقیقت شریعَت سے لاعلمی ہے:

سجدۂ روضہ ہو کہ در کا طَواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے (معمولاتُ الابرار، ص ۸۳)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اِیَّاکُمْ وَالسَّجْعَ فِی الدُّعَآءِ۔ یعنی دُعا میں سَجع [1] سے بچو۔ [2] اور یہی دعا مانگنا کافی ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ۔ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے جنّت اور جنّت کے قریب کر دینے والے قول و عمل کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ اور اس کے قریب کر دینے والے قول و عمل سے پناہ مانگتا ہوں۔ [3] ایک فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ہے کہ عنقریب ایک قوم دُعا اور طہارت میں حد سے تجاوُز کر جائے گی۔ [4]

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مُغَفَّل** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو دُعا مانگتے ہوئے سنا جو دُعا میں خوب منہمک تھا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! (اسلام میں) نئے نئے کام کرنے اور دُعا میں حد سے بڑھنے سے بچو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ﴿۵۵﴾ (پ ۸، الاعراف: ۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب سے دُعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

ایک قول کے مُطابق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دُعا میں حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور دُعا میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ بندہ حد درجہ دعا میں ڈوب جائے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کی مغفِرت، رحمت

---

[1]......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 326 صفحات پر مشتمل کتاب **فضائلِ دُعا** صفحہ 84 پر ہے: دعا میں سَجع اور تکلّف سے بچے کہ باعثِ شُغلِ قلب وزوالِ رِقّت ہے۔ (یعنی دعا میں جان بوجھ کر ہم قافیہ وہم وزن جُملے استعمال نہ کئے جائیں کہ اس سے یکسوئی ختم ہوتی ہے اور رِقّت جاتی رہتی ہے) **قَالَ الرِّضَا**: اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُعاؤں میں سَجع کا آنا، سَجع کا آنا ہے نہ کہ سَجع کا لانا اور محذور مُسَجَّع کرنا ہے نہ کہ مُسَجّع ہونا کہ مشوّشِ خاطر وہی ہے نہ کہ یہ، ولہٰذا حضرت مُصَنِّف عَلّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے لفظِ **تکلّف** زیادہ فرمایا۔ (یعنی دعا میں جس سَجع سے بچنے کا حکم ہے اس سے مراد قصداً اپنے کلام کو ہم وزن وہم قافیہ کرنا ہے کیونکہ ممانعت کی وجہ دھیان بٹنا اور یکسوئی ختم ہونا ہے اور اگر کسی کا کلام بلا تکلّف مُسَجّع (یعنی ہم وزن وہم قافیہ) ہو تا ہو تو یہ ہر گز منع نہیں؛ لہٰذا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو مُسَجّع دعائیں منقول ہیں وہ ہر گز ہر گز اس ممانعت کے تحت داخل نہیں کہ وہ بلا تکلّف ہیں اسی وجہ سے مُصنّف مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے لفظِ **تکلّف** کی قید کا اضافہ فرمایا ہے۔)

[2]......بخاری، کتاب الدعوات، باب مایکرہ من السجع فی الدعاء، ۴/۲۰۰، حدیث: ۶۳۳۷، بتغیر قلیل

[3]......ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، ۴/۲۷۱، حدیث: ۳۸۴۶

[4]......ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب الاسراف فی الماء، ۱/۶۸، حدیث: ۹۶

مسند احمد، مسند المدنیین، حدیث عبداللہ بن مغفل المزنی، ۵/۶۲۹، حدیث: ۱۶۸۰۱

اور توبہ پر مشتمل جن دعاؤں کی خبر دی ہے ان مشہور و معروف دعاؤں کو چھوڑ دے۔

منقول ہے کہ اَبدال اور عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کوئی بھی سات سے زیادہ کلمات سے دعا نہیں کرتے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے بُزرگانِ دین کے اس قول کی تصدیق قرآنِ کریم میں اس طرح پائی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں اپنے بندوں کی جن دعاؤں کا ذکر کیا ہے ان میں کہیں بھی کسی ایک ہی مَقام پر سات سے زائد کلمات ذکر نہیں فرمائے اور وہ سات کلمات بھی صِرف سورۂ بقرہ کے آخر میں ہیں۔[1] ورنہ قرآنِ کریم میں متفرق مقامات پر صرف دو۲، تین۳، چار۴ اور پانچ۵ کلمات پر مشتمل دعائیں ہی مذکور ہیں۔ چنانچہ،

ایک بزرگ کسی قصّہ گو کے پاس سے گزرے جو خوب ڈوب کر خوبصورت و ہم قافیہ اَلفاظ سے دعا کر رہا تھا تو آپ نے اسے جھڑکتے ہوئے اِرشاد فرمایا: تو ہلاک و برباد ہو! بارگاہِ خداوندی میں مُبالَغہ کر رہا ہے! میں گواہی دیتا ہے کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا حبیب عجمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کو دعا مانگتے دیکھا اور انہوں نے ان کلمات سے زیادہ دعا نہ مانگی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا جَیِّدِیْنَ، اَللّٰھُمَّ لَا تُفْضِحْنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِلْخَیْرِ۔ یعنی یا**اللہ**! ہمیں عمدہ بنا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں قِیامت کے دن رُسوا و ذلیل نہ کرنا، اے **اللہ**! ہمیں بھلائی کی توفیق عطا فرما۔ (ان کی یہ دعا سن کر) ہر طرف لوگ رونے لگتے جبکہ ہم سب ان کی دعا کی قبولیت و برکت کو خوب جانتے تھے۔[2]

---

[1] .... سورۂ بقرہ کی وہ آیتِ مُبارَکہ یہ ہے: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٝ وَ اغْفِرْ لَنَا ٝ وَ ارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۠ (پ۳، البقرۃ:٢٨٦) ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو اور ہمیں مُعاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

[2] .... فضائلِ دعا صفحہ 83 پر ہے: دعا جامع، قَلِیْلُ اللَّفظ و کَثِیْرُ المَعنٰی ہو، تطویلِ بے جا سے احتراز کرے۔ یعنی دعا میں کلام کو بلا ضرورت طویل کرنے سے پرہیز کرے اور ایسے الفاظ استعمال کرے جن کے مفہوم میں وُسعت ہو، مثلاً: رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (پ۲، البقرۃ:٢٠١) کہ اس مختصر سے کلام میں دونوں جہاں کی بھلائیاں مانگ لی گئیں اور زہے نصیب! یہی پرہیز عام گفتگو میں بھی ہو کہ فُضُول گفتگو سے آدمی کا وَقار ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ محشر میں ہر ہر لفظ کو پڑھ کر سنانا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ۔

حاجت وعاجزی کی زبان سے مانگو

حضرت سَیِّدُنا بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرمایا کرتے تھے کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زبانِ حاجت سے مانگو نہ کہ زبانِ حِکمت سے" اور حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے کہ "محتاجی اور عاجزی کی زبان سے دعا مانگو نہ کہ فصاحت وچرب زبانی سے۔"

تلاوتِ قرآن میں مُتَفَرِّق بدعتیں

تلاوتِ قرآن میں چھینا جھپٹی کرنا

چند اَفراد کا اس طرح مِل کر قرآنِ کریم کی تِلاوَت کرنا گویا کہ وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے ہوں (بِدْعَت ہے)۔ یعنی ایک شخص تِلاوَت کر رہا ہو اور دوسرا اس سے اگلی آیت فوراً اس طرح پڑھنے لگے کہ پہلا ابھی خَتم بھی نہ کر پایا ہو، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی (کے منہ) سے کوئی چیز چھین لینا۔ کیونکہ اس طرح تِلاوَتِ قرآن میں خُشوع وخُضوع اور ہیبت (وعَظمتِ الٰہی) کا لحاظ نہیں رکھا جاسکتا۔ حالانکہ تِلاوَتِ قرآن حُزن وسُکون اور خُشُوع وخُضُوع کا تقاضا کرتی ہے۔

دو۲ قراءتوں کے مطابق تلاوت کرنا

قاری کا دو۲ قاریوں کی قراءت کے مُطابِق تِلاوَت کرنا بھی بِدْعَت ہے۔ کاش! دل کی غفلت کی بنا پر وہ ایک ہی قاری کی قراءت کے مُطابِق تِلاوَت کرتا تو زیادہ بہتر تھا جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی خِدْمَت میں جب یہ عَرْض کی گئی کہ فلاں دو۲ قاریوں کی قراءت کے مُطابِق تِلاوَت کرتا ہے تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: آہ! ضَرورت تو اس بات کی ہے کہ دو۲ قاری ایک ہی قراءت کے مُطابِق تِلاوَت کریں۔

تلاوت میں لَحن

تِلاوَتِ قرآنِ کریم میں ایک بِدْعَت یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ تِلاوَت میں اس طرح لَحن کیا جاتا ہے کہ تِلاوَت کی سمجھ آتی ہے نہ اِعراب کا لحاظ رکھا جاتا ہے یعنی چھوٹی مد کی جگہ بڑی اور بڑی مد کی جگہ چھوٹی مد

پڑھی جاتی ہے، اِظہار[1] کی جگہ اِدْغام[2] اور اِدْغام کی جگہ اِظہار کیا جاتا ہے۔ ایسا لَحن کو بر قرار رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے اور لفظوں کے بگاڑ اور ان کی حقیقت کے بدَل جانے کی کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ پس یہ ایک بِدْعت ہے اور ایسی تِلاوَت سننا بھی مکروہ[3] ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابن داود حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عَرْض کی: میں تِلاوَت میں مصروف ایک شخص کے پاس سے گزروں تو کیا اس کے پاس بیٹھ جاؤں؟ تو انہوں نے پوچھا: کیا وہ لحن میں تِلاوَت کرتا ہے؟ میں نے عَرْض کی: جی ہاں! تو فرمایا: ایسے شخص کے پاس مَت بیٹھو کہ اس طرح تِلاوَت کرنے نے اس کا بِدْعَتی ہونا ظاہر کر دیا ہے۔[4]

---

[1] ....اِظْہار سے مُراد یہ ہے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف آجائے تو اظہار ہوگا یعنی نون ساکن اور تنوین میں غنہ نہیں کریں گے۔ حروفِ حلقی چھ ہیں اور وہ یہ ہیں: ء، ھ، ع، ح، غ اور خ۔ (مدنی قاعدہ، ص۲۱)

[2] ....نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ یرملون میں سے کوئی حرف آجائے تو ادغام ہوگا۔ را اور لام میں بغیر غنہ کے اور باقی چار حروف میں غنہ کے ساتھ۔ حروفِ یرملون چھ ہیں اور وہ یہ ہیں: ی، ر، م، ل، و اور ن۔ (مدنی قاعدہ، ص۲۶)

[3] ....لَحن کے ساتھ قرآن پڑھنا حَرام ہے اور سُننا بھی حرام۔ (بہارِ شریعت، قراءت میں غلطی ہو جانے کا بیان، حصہ سوم، ۱/۵۷)

[4] ....معلوم ہوا جب ایک بدعت کے اپنانے کی وجہ سے کسی کے پاس بیٹھنا منع ہے تو جس کے عقائد میں ہی بگاڑ ہو یعنی بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کے متعلق حکم کیا ہوگا؟ چنانچہ **ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** کے صفحہ نمبر 277 پر ہے کہ جب اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت سے یہ عرض کی گئی کہ **اکثر لوگ بد مذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟** تو ارشاد فرمایا: حَرام ہے اور بد مذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ۔ انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ (مسلم، مقدمہ، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء...الخ، ص۹، حدیث:۷) اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے، اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ (نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجّال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ (ابو داود، کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴/۱۵۷، حدیث:۴۳۱۹ ملخصاً) حدیث میں ہے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ (مستدرک، کتاب الھجرۃ، ذکر اسماء اھل الصفۃ، ۳/۵۵۶، حدیث:۴۳۵۰ ملتقطاً) سیدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حَلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے مَحبَّت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شرحُ الصُّدور میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا

اَذان میں لَحن

اَذان میں لَحن [1] بھی ایک بِدْعَت ہے اور اَذان میں ایسا کرنا حد سے تجاوُز کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے ایک مُؤَذِّن نے عَرْض کی: میں **الله** عَزَّوَجَلَّ کے لیے آپ سے مَحبَّت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: مگر میں **الله** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تمہیں پسند نہیں کرتا۔ عَرْض کی: اے ابو عبد الرحمٰن! وہ کیوں؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ تو اَذان میں (لحن کرتے ہوئے) حَد سے تجاوُز کرتا ہے اور اس پر اُجْرت [2] (بھی) لیتا ہے۔ [3]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کے استاذِ محترم) حضرت سَیِّدُنا ابو بکر آجری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے کہ **میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں میرے لیے کوئی مُناسِب جگہ نہ رہی، کیونکہ لوگ ہر شے میں بِدعتیں اپنانے لگے تھے یہاں تک کہ قرآنِ کریم اور اذان بھی بِدعتوں سے محفوظ نہ رہے۔** (حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی اپنے استاذِ محترم کے قول کی وَضاحَت میں فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی اہلِ بغداد کے) بِدْعَتوں کے اپنانے سے مُراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو چند اَفراد مل کر

وقت آیا، لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے، ہر گز نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور، باب مایقول الانسان . . . الخ، ص ۳۸)

[1] ...... کلماتِ اَذان میں لحن حرام ہے، مثلاً **الله** یا اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یوہیں اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔ یوہیں کلمات اَذان کو قَوَاعدِ موسیقی پر گانا بھی لحن و ناجائز ہے۔ (بہارِ شریعت، اذان کا بیان، حصہ سوم، ۱/ ۴۶۸) اگر اَذان غلط کہی گئی مثلاً لحن کے ساتھ تو اس کا جواب نہیں بلکہ ایسی اَذان سُنے بھی نہیں۔ (المرجع السابق، ص ۴۷۴)

[2] ...... بہارِ شریعت، جلد اول صفحہ 475 پر ہے: متقدمین نے اَذان پر اجرت لینے کو حرام بتایا، مگر متاخرین نے جب لوگوں میں سستی دیکھی، تو اجازت دی اور اب اسی پر فتویٰ ہے، مگر اَذان کہنے پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے، وہ انہیں کے لیے ہیں جو اجرت نہیں لیتے۔ خالصاً للہ عَزَّوَجَلَّ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں، ہاں اگر لوگ بطورِ خود مؤذّن کو صاحبِ حاجت سمجھ کر دے دیں تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے اور یہ اُجرت نہیں۔

[3] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۲۰۵، حدیث: ۱۳۰۵۹

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب البغی فی الاذان الاجر علیه، ۱/ ۳۵۸، حدیث: ۱۸۵۶

مصنف ابنِ ابی شیبه، کتاب الاذان والاقامة، باب من کره للمؤذن . . . الخ، ۱/ ۲۵۸، حدیث: ۴

چھینا جھپٹی کے انداز میں پڑھتے اور اَذان میں لحن کرتے۔ (مزید اپنے استاذِ محترم کے مُتعلِّق فرماتے ہیں کہ) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ۳۰۰ ھ میں مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعْظِیْماً تشریف لائے تھے۔

سَلَف صالحین کی مخالفت

مِنْ جُملہ بعد والوں نے جن بِدْعَتوں کو اپنایا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے طریقوں کی مُخالَفَت کیا کرتے، یعنی جن باتوں میں بزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے آسانی سے کام لیا یہ ان میں سختی کرتے اور جن باتوں میں سختی کی یہ آسانی سے کام لیتے۔

اس مُعاملے میں یہ لوگ خَوارِج کی مِثْل ہیں جنہوں نے صغیرہ گناہوں میں شدّت اپنائی اور آثار و سُنَن اور ترکِ مذہب میں آسانی و رُخصت پر عَمَل کیا یہاں تک کہ سب سے جدا ہو کر رہ گئے۔ نیز جن باتوں میں سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے آسانی سے کام لیا اور بعد والوں نے سختی برتی ان میں سے چند یہ ہیں:

﴿1﴾ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے مختلف طُرُق لکھنا۔

﴿2﴾ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے طُرُق واَسانِید کا تعاقُب کرنا۔

﴿3﴾ اَحادِیثِ مُبارَکہ کے اَلفاظ میں خوب چھان بین کرنا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابن عَون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے تین۳ اشخاص یعنی حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کو دیکھا کہ وہ مَعانی میں رُخصت سے کام لیتے تھے۔ جبکہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی ایک کثیر تعداد اَحادیثِ مُبارَکہ کے مَعانی و مَفاہیم میں وُسْعَت سے کام لیتی اگرچہ اَلفاظ وہ مفہوم اَدا نہ بھی کرتے۔ چنانچہ اس اعتبار سے جن اُمُور میں سختی سے کام لیا گیا ان میں یہ دو۲ اُمُور بھی شامل ہیں: حُروف کو نِکھار نِکھار کر الگ الگ پڑھنا اور پڑھنے والے کا اپنی مَرضی سے ایک مفْہوم مُراد لے لینا گویا کہ یہ اس پر فرض ہو۔

---

[1] ...... یہ تینوں کام کرنے میں اگر تفاخر اور دِکھاوا و دنیا کا حُصُول مقصود ہو تو منع ہیں اور اگر مقصود احادیث کی خِدْمَت ہو اور نیک نیتی سے کئے جائیں تو ان میں کوئی حرج نہیں، یہ مُحدِّثِین کِرام کا طریقہ کار رہا ہے۔ (دار الافتاء اہلسنت)

علومِ عربیہ و علمِ نحو اَسلاف کی نظر میں

قِیاس اور نظر و فِکر کی گہرائی اور عُلُومِ عَرَبِیَّہ و نَحْو میں مَہارَت حاصِل کرنا بھی بعد کے زمانے کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا فرمان ہے: ہم نے کلام میں اس قدر فَصَاحَت سے کام لیا کہ کوئی غَلَطی نہ کی مگر اَعمال میں غَلَطیاں کرتے رہے۔ اے کاش! ہم کلام میں غَلَطِیاں کرتے اور اَعمال میں فَصاحَت سے کام لیتے۔ حضرت سَیِّدُنا قاسِم بن مُخَیْمِرَہ کے پاس عربیت (عربی زبان میں ماہِر ہونے) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا: اس کا آغاز فخر و غُرور اور اَنْجام بَغاوَت و سرکشی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ عِلْمِ نَحْو دِل سے خُشوع نکال دیتا ہے۔ جبکہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود کو تمام لوگوں سے برتر دیکھنا چاہے اسے عربی زبان میں مَہارَت حاصِل کرنا چاہئے۔

سلف صالحین کے برعکس بعد والوں کا شدت اختیار کرنا

(سَلَف صالحین کے برعکس) بعد والوں نے جن مُعامَلات میں شدّت سے کام لیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ پانی کے ساتھ ہی طَہارَت حاصِل کرتے۔ ﴿۲﴾ کپڑوں کو خوب پاک صاف رکھتے۔
- ﴿۳﴾ جُنُبی کا پسینہ لگ جاتا یا حیض والی عورت کا لِباس چھو لیتے تو اکثر و بیشتر غسل کرتے۔
- ﴿۴﴾ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بَول و بَراز (یعنی گوبر اور پیشاب) کے مُعاملے میں بھی سختی برتتے (یعنی بدن یا لباس پر تھوڑی سی مقدار بھی لگ جانے کی صورت میں اسے ناپاک جانتے اور غسل کرتے)۔
- ﴿۵﴾ خُون کی تھوڑی سی مِقدار بھی دھو ڈالتے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن ان تمام مُعامَلات میں رُخصَت پر عَمَل کرتے تھے۔

سلف صالحین کے برعکس بعد والوں کا نرمی اختیار کرنا

جن مُعامَلات میں سَلَف صالحین سختی سے کام لیتے اور بعد کے لوگ نرمی سے، ان میں سے چند یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ اَسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رِزْقِ حَلال کماتے مگر ہر دَم اسی کام میں مَصروف نہ رہتے۔
- ﴿۲﴾ فضول باتوں سے بچتے۔ ﴿۳﴾ باطِل باتوں سے دُور رہتے۔ ﴿۴﴾ غیبت اور چُغلی کرتے نہ سنتے۔

﴿۶﴾ مُبالَغہ آمیزی وبد گمانی سے پرہیز کرتے، کیونکہ بد گمانی غیبت وچُغلی میں شرکت کا باعث بنتی ہے تو مُبالغہ آمیزی کمی بیشی کا سبب بنتی ہے، یعنی مُعاملہ بُرا ہو تو اسے بڑھاچڑھاکر پیش کیا جاتا ہے اور اچھّا ہو تو اس میں کمی کر دی جاتی ہے۔

﴿۷﴾ نیز سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين جھوٹ، لَہْو ولَعِب، باطِل لوگوں کی صحبت، لالَچ وتَعَصُّب کی راہ پر چلنے اور دنیا کی شدید حرص میں مُبتَلا ہونے سے بچنے میں شِدّت اِختِیار کرتے مگر بعد کے لوگ ان تمام مُعامَلات میں آسانی سے کام لیتے۔

حمام میں چادر کے بغیر جانا

بعد کے لوگوں میں جو بدعتیں پیدا ہوئیں ان میں عورتوں کا بلاضَرورت حَمّام میں جانا بھی ہے اور مردوں کا بغیر چادَر باندھے (بَرَہنہ) حَمّام میں جانا بھی بعد کی پیداوار ہے جو کہ فِسْق ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِى سے نبیذ پینے والے ایسے شخص کے مُتَعَلّق پوچھا گیا جسے نشہ نہ ہوتا ہو کہ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! پڑھ لی جائے۔ مگر جب یہ عَرْض کی گئی کہ جو شخص حَمّام میں چادَر باندھے بغیر داخِل ہو تو کیا اس کے پیچھے بھی پڑھ لی جائے؟ تو فرمایا: نہیں! ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِى اس قول کی وَضاحَت میں فرماتے ہیں) نبیذ پینے سے اگر نشہ نہ ہو تو اس کی حُرمَت میں اِختِلاف پایا جاتا ہے مگر چادَر کے بِغَیر حَمّام میں داخِل ہونا بِالْاِجْماع حَرام ہے۔ بلکہ ایک عالِم صاحِب یہاں تک فرمایا کرتے کہ حَمّام میں داخِل ہونے والے شخص کو دو۲ چادَروں کی ضَرورت ہوتی ہے، ایک چادَر چہرہ چھپانے کے لیے اور دوسری شَرْم گاہ چھپانے کے لیے۔ اگر چادَریں نہ ہوں تو حَمّام میں داخِل ہو کر گناہوں سے محفوظ نہیں رہا جاسکتا۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرمایا کرتے تھے کہ حَمّام ان آسائشوں میں سے ایک ہے جو بعد کے لوگوں نے ایجاد کیں۔[1] حَمّام میں ایک ناپسندیدہ بات یہ بھی ہے کہ کسی شخص کو ایک مسلمان شخص کی شَرْم گاہ پر نُورہ (بال صَفا پاوڈر) لگانے کی ذِمّہ داری سپُرد کی جائے۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الطهارة، باب من كان لا يدخل الحمام ويكرهه، ۱ / ۱۳۲، حديث: ۲

عُلَمائے سَلَف کا وَعظ میں بیٹھنے کا طریقہ

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا وعظ و نصیحت کی مجلس میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہوتا کہ بعض گھٹنے کھڑے کر لیتے اور بعض قدموں پر بیٹھ کر کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زمانے سے عِلْمِ تَصَوُّف کی باتیں کرنے والے ہر شخص کا یہی طریقہ رہا ہے، حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا بھی یہی طریقہ رہا اور انہوں نے ہی سب سے پہلے اس عِلْم کے مُتَعَلِّق اِظْہارِ خَیال کیا۔ اس طرح کُرسی و مِنْبَر کے وُجُود سے پہلے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے زمانے سے لے کر حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کے زمانے تک عُلَمائے کِرام کا طریقہ یہی رہا۔ جیسا کہ مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھٹنے کھڑے کر کے تشریف فرما ہوتے اور اپنے دَستِ مُبارَک گھٹنوں پر لپیٹ کر حلقہ بنالیتے۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قدموں پر تشریف فرما ہو کر کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے۔

مشائخ میں سب سے پہلے کرسی پر بیٹھ کر کس نے بیان کیا؟

صُوفی بُزرگوں میں سب سے پہلے کرسی پر بیٹھ کر جنہوں نے بیان کیا وہ مِصر میں حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہیں۔ بَغْداد میں حضرت سَیِّدُنا ابو حمزہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کی پیروی کی مگر باقی تمام مَشائخ نے ان کے اس فِعْل کو معیوب سمجھا کیونکہ یہ مَعْرِفَت اور یقین کی باتیں کرنے والے عارِفین کا طریقہ نہ تھا بلکہ چارزانو (پھیل کر) بیٹھنا نَحْو و لُغَت کے عُلَما اور دوسرے دُنیادار مفتیوں کا طریقہ تھا اور متکبر لوگ بھی اسی طرح پھیل کر بیٹھتے حالانکہ تَواضُع یہ ہے کہ سُکڑ کر بیٹھا جائے۔

❀❀❀❀❀❀

---

[1] ......بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید، ۴/۱۸۰، حدیث: ۶۲۷۲

ابو داود، کتاب الادب، باب فی جلوس الادب، ۴/۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۶

اچھے و بُرے اور جدید و قدیم عُلوم کی وَضاحت

کُل عُلوم کی تعداد

کُل عُلوم کی تعداد 9 ہے۔ ان میں سے چار مَسْنُون ہیں جن سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام آگاہ تھے اور پانچ عُلوم بعد کے زمانے کی پیداوار ہیں جو اَسلاف کے زمانے میں نہ تھے۔

چار مشہور عُلوم یہ ہیں:

﴿1﴾ ایمان کا عِلْم ﴿2﴾ قرآن کا عِلْم

﴿3﴾ سُنَن و آثار کا عِلْم ﴿4﴾ فتاویٰ واَحکام کا عِلْم

بعد میں پیدا ہونے والے پانچ عُلوم یہ ہیں:

﴿1﴾ نَحو اور عَروض ﴿2﴾ قِیاس ﴿3﴾ فقہ میں جَدَل

﴿4﴾ نظر و فِکر کے اعتبار سے عَقلی عِلْم

﴿5﴾ حدیثِ پاک کی عِلّتوں اور مختلف طُرُق جاننے، نیز راویوں اور ان سے منقول روایات و آثار کا ضُعْف جاننے وغیرہ کا عِلْم، یہ عِلْم انہی لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اس کے اہل ہوں، پھر ان سے ان کے شاگرد ہی یہ عِلْم حاصِل کرتے ہیں۔

قصّہ گوئی بدعت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین قصّے بیان کرنے کو بِدْعَت سمجھتے، لوگوں کو اس سے روکتے اور قصّے بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھنا بھی اَچھا نہ سمجھتے۔

قصّہ گو افراد کے مُتَعَلّق عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے کثیر اَقْوال مروی ہیں۔ مثلاً

﴿1﴾ فلاں آدمی کتنا اچھا ہے، اے کاش! وہ قصّہ گو نہ ہوتا۔

﴿2﴾ حِکایات بیان کرنے والے عارِفین قصّہ گو فقہا کی مِثْل ہیں۔

﴿3﴾ عُلَمائے کرام میں قصّہ گو اَفراد کسی شہر کے رہنے والوں میں سیاہ فام لوگوں کی طرح ہیں۔

عِلْمِ دین کی حقیقت سے ناواقفیت کا نتیجہ

دین کے بدلے دنیا کھانا اور ایسا دُرُشت سمجھ کر کرنا، نیز دنیا کے بدلے عِلْم بیچنا اور عام لوگوں کے لیے سجنا سَنْوَرنا بعد کے زمانے میں پیدا ہونے والے اُمُور میں بہُت قبیح ہیں اور ان کا فساد ہر ظاہِری عِلْم جاننے والے پر ظاہِر ہے۔ مگر ایسے لوگوں کو ہمارے زمانے میں جاہِل وناقِص لوگ عُلَما وفُضَلا سمجھتے ہیں۔ اس کا سَبَب متقدمین کے طریقوں سے واقفیت کا کم ہونا اور عِلْمِ دین کی حقیقت جاننے والی بصیرت کا نہ ہونا ہے۔

کلام کی سات اقسام

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک کلام کی سات اَقسام ہیں اور عِلْم بھی اس کی ہی ایک قسم ہے اور باقی چھ اَقسام لَغْو و مَرْدُود ہیں۔ انہیں وہی شخص حاصِل کرتا ہے جو حقیقت جانتا ہے نہ عِلْم و جَہالَت میں فرق کر سکتا ہے۔

عربوں کا ایک مقُولہ ہے کہ ہر گری ہوئی شے کے لیے ایک اٹھانے والا ہوتا ہے اور ہر کہی گئی بات کو کوئی نقل کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ،

وہ چھ اقسام یہ ہیں:

﴿1﴾ اِفک (الزام تراشی ودھوکہ دہی) ﴿2﴾ حماقت ﴿3﴾ خطا

﴿4﴾ گمان ﴿5﴾ زُخْرُف (جھوٹ سے آراستہ کلام) اور ﴿6﴾ وسوسہ

کلام کی ان چھ اَقسام کے نام عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے بیان کئے ہیں اور انہوں نے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بیان کردہ وضاحَت کے مُطابِق ان اَقسام کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی کتاب کی حِفاظَت کا حکم دینے کے علاوہ اپنے دین اور بندوں پر گواہ بھی بنایا ہے۔

علم سے مراد

کلام کی ساتویں قسم ایسی ہے جو ان چھ سے جُدا ہے اور یہ کسی مَذمُوم صِفَت سے مُتَّصِف نہیں۔ لہٰذا عِلْم سے مُراد وہ شے ہے:

- جو قرآن وسنّت کی نَص (دلیل) سے ثابِت ہو یا قرآن وسنّت اس پر دلیل ہوں۔
- وہ شے قرآن وسنّت سے مُستَنبط ہو یا قولاً اور فعلاً اس کا نام اور مَفہوم قرآن وسنّت میں مَوجُود ہو۔
- تاویل اگر اِجماع سے خارِج نہ ہو تو وہ بھی عِلْم میں شامِل ہے۔
- اِستِنْباط جب قرآن سے ہو، اس کا شاہِد مجمل ہو اور نَص بھی اس کے مُخالِف نہ ہو تو وہ بھی عِلْم ہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَسْعُود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ آج تم ایسے زمانے میں ہو جس میں خواہشِ نَفْس عِلْم کے تابع ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عِلْم خَواہشِ نَفْس کے تابع ہو گا۔

زُخْرُف سے مراد

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دُنیا کی آسائش اور عَقْل کی آب و تاب کو قرآنِ کریم میں زُخْرُف کا نام دیا ہے۔ چنانچہ آسائشاتِ دنیا کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا (پ ۲۵، الزخرف: ۳۴، ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (پ۸، الانعام: ۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بناوٹ کی بات دھوکے کو۔

جس طرح ایک جاہِل شخص دنیاوی دھوکے میں مبتلا ہو کر باطِل سے آراستہ بناوٹی باتوں کو پسند کرتا ہے، اسی طرح ایک جاہِل دنیادار لوگوں سے ایک شے کی حقیقت چھپاتے ہوئے اس پر سونے (Gold) کا پانی چڑھا کر فائدہ حاصِل کرتا ہے۔ چنانچہ کسی شے کی مُلَمَّع سازی سے مُراد یہ ہے کہ اس شے پر سونے کا پانی اس طرح چڑھایا جائے کہ وہ سونے جیسی ہو جائے اور نادان لوگ اور بچے اسے اَصْلی سونا سمجھیں۔ جبکہ باتوں کی مُلَمَّع سازِی سے مُرادیہ ہے کہ عِلْم سے بھرپور باتوں کی طرح جھوٹ اور باطِل سے آراستہ باتیں کی جائیں کہ سننے والے جاہِل لوگ انہیں عِلْمی باتیں ہی گمان کریں۔

ایک قول کے مُطابِق چونکہ زُخرُف سے مُراد سونا(Gold) ہے، لہٰذا فریب کی بات کو اس (نقلی) سونے سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی اَصل پر قائم نہیں رہتا مگر عُلمائے رَبَّانِیِّین اور حقیقت جاننے والے زاہِدین اس کی حقیقت جان لیتے ہیں کیونکہ انبیا و صِدّیقین سونے کو پتھر و مِٹّی جیسا سمجھتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے کہ لوگ عِلْم چھوڑ کر باغ لگانے لگے ہیں۔ ان میں عِلْم کس قدر کم ہو گیا ہے کہ (اِشاعَتِ عِلْم کیلئے اب) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد و نصرت مطلوب ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام مالِک بن اَنَس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ گزشتہ زمانے میں لوگ ان اُمُور کے مُتَعَلِّق نہیں پوچھتے تھے جن کے مُتَعَلِّق آج کل لوگ پوچھتے ہیں اور نہ عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام اکثر اُمُور میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حَرام ہے اور یہ حلال ہے، بلکہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے پایا کہ یہ مستحب ہے اور یہ مکروہ ہے۔ حضرت سَیِّدُنا امام مالِک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّازِق سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ جواب دینے میں بہُت زیادہ تَوَقُّف سے کام لیتے اور اکثر یہ فرما دیتے کہ مجھے معلوم نہیں، کسی اور سے معلوم کرو۔ چنانچہ ایک بار کسی شخص نے حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے عَرض کی: آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ فلاں شخص سے کوئی بات پوچھی جائے تو وہ اس کے حَلال و حَرام ہونے کے مُتَعَلِّق فوراً بتا دیتا ہے اور اپنے عِلْم کے مُطابِق قطعی حکم لگاتا ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا امامِ مالِک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّازِق سے جب کوئی سُوال پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرا اس بارے میں خَیال یہ ہے۔ اس پر حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے فرمایا: تیرا ستیاناس! مجھے فلاں شخص کے اپنے عِلْم کے مُطابِق قطعی حکم بیان کرنے کے بجائے امامِ مالک کا یہ جواب دینا زیادہ پسند ہے کہ میرا اس کے مُتَعَلِّق خیال یہ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ہِشام بن عُروہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ آج کے دَور میں لوگوں سے ان باتوں کے مُتَعَلِّق مَت پوچھا کرو جو انہوں نے ایجاد کر رکھی ہیں، کیونکہ ان باتوں کے جوابات بھی انہوں نے تیار کر رکھے ہیں۔ بلکہ ان سے سنّتوں کے مُتَعَلِّق پوچھا کرو کیونکہ یہ سنّتیں نہیں جانتے۔

حضرت سَیِّدُنا شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی جب لوگوں کی نئی نئی باتیں اور خواہشات دیکھتے تو فرماتے: اس مَسْجِد میں بیٹھنا مجھے اس جیسے دوسرے مَقامات پر بیٹھنے سے زیادہ محبوب تھا مگر جب سے یہ ریاکار لوگ اس میں

بیٹھنے لگے ہیں مجھے یہاں بیٹھنا بہت بُرا لگنے لگا ہے، کیونکہ میں (ان کے ساتھ) اس میں بیٹھنے سے کُوڑے کے ڈھیر پر بیٹھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ مزید فرماتے کہ یہ لوگ تم سے جو سُنَن و آثار بیان کریں ان پر تو عمل کرو مگر جو باتیں اپنی رائے سے بیان کریں ان پر لکیر پھیر دو اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ان پر پیشاب کر دو۔

کم گوئی

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین عقلی عُلوم سے ناواقف رہنے اور کلام نہ کرنے کو پسند کرتے تھے اور سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی کم گوئی کا تذکرہ حیا کے ساتھ کرتے ہوئے اسے ایمان کا ایک حِصّہ قرار دیا ہے۔

کم گوئی و فضول گوئی کے متعلق چار فرامینِ مصطفےٰ

﴿1﴾ حیا اور کم گوئی اِیمان کے دو شعبے ہیں اور فحش گوئی اور زیادہ باتیں کرنا نِفاق کے دو شعبے ہیں۔[1]

﴿2﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا ابلیغ ہو اور زبان سے باتوں کو اس طرح لپیٹے جیسے گائے گھاس کو زبان سے لپیٹتی ہے۔[2]

﴿3﴾ کم گوئی سے مُراد زبان کی خاموشی ہے نہ کہ دِل کی۔[3]

﴿4﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے کامل بیان کو ناپسند فرمایا ہے۔[4]

پس عِلْمی مَہارت یہ ہے کہ دِل کے عِلْم کا تعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ہو اور زبان کے عِلْم کا بیان سے کیونکہ دل کو کم گوئی کی دولت شہادت و یقین سے حاصِل ہوتی ہے اور کم گوئی و طویل خاموشی کو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین پسند کرتے تھے جو آج کے دور میں ایک عیب ہے۔[5]

---

[1] ......ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی العی، ۳/۴۱۴، حدیث: ۲۰۳۴

[2] ......ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی الفصاحة والبیان، ۴/۳۸۸، حدیث: ۲۸۵۳
معجم اوسط، ۶/۳۵۱، حدیث: ۹۰۳۰، الخلاء بدله الكلأ

[3] ......دارمی، مقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، ۱/۱۳۹، حدیث: ۵۰۹

[4] ......معجم کبیر، ۸/۱۶۶، حدیث: ۷۶۹۵

[5] ...... موجودہ دور میں یادگارِ اسلاف شخصیت شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس

سنّت کا بدعت اور بدعت کا سنّت بن جانا

عُلَمائے متقدّمین نے مُنافقین کے عُلوم اور بِدعتی باتوں کی جو مذمّت بیان کی ہے آج کل کے بعض متکلمین اسے نہیں جانتے بلکہ وہ ایسی بِدعتی باتوں کو ہی سنّت سمجھتے ہیں اور آج کل ایسی باتیں کرنے والوں کو ہی عالِم سمجھا جاتا ہے۔ (افسوس صد افسوس!) آج کے دور میں نیکی بُرائی بن چکی ہے اور بُرائی نیکی۔ سنّت بِدعت شمار ہوتی ہے اور بِدعت سنّت۔ آخری زمانے کے عُلَما کے یہی اَوصاف مختلف روایات میں مروی ہیں۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ فالتو بکواس کرنے والوں اور خوب باچھیں موڑ کر باتیں کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس پر یہ وَصف غالب ہو وہ عِلْمُ الرَّأْيِ وَالْمَعْقُوْل کے مُتعلّق خوب باچھیں موڑ کر باتیں کرتا ہے، اس کا دِل مُشاہدۂ یقین اور عِلمِ ایمان سے خالی ہوتا ہے جو کہ نِفاق کے قریب اور حقیقتِ ایمان سے دُور ہونے کی علامت ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں بھلائی کی کوئی بات ڈالی

عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اَسلاف کی اس سنّت یعنی کم گوئی کو دیگر بَہُت سی باتوں کے علاوہ از سرِ نو زندہ کر دیا ہے۔ آپ نے کم گوئی کی عادت اپنانے کو زبان کے قفلِ مدینہ کا نام دیا اور اپنی تحریروں، بیانات اور مدنی مذاکروں میں اکثر اس کی ترغیب بھی دلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 505 صَفحات پر مشتمل کتاب غیبت کی تباہ کاریاں صَفْحَہ 177 پر فرماتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بے سوچے سمجھے بول پڑنا بے حد خطرناک نتائج کا حامل ہو سکتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہمیشہ ہمیشہ کی ناراضی کا باعث بن سکتا ہے۔ یقیناً زَبان کا قُفلِ مدینہ لگانے یعنی اپنے آپ کو غیر ضَروری باتوں سے بچانے ہی میں عافیّت ہے۔ خاموشی کی عادت ڈالنے کیلئے کچھ نہ کچھ گفتگو لکھ کر یا اشارے سے کر لیا کرنا بے حد مُفید ہے کیونکہ جو زیادہ بولتا ہے عُموماً خطائیں بھی زیادہ کرتا ہے، راز بھی فاش کر ڈالتا ہے۔ غیبت و چُغلی اور عیب جُوئی جیسے گناہوں سے بچنا بھی ایسے شخص کیلئے بَہُت دُشوار ہوتا ہے بلکہ بک بک کا عادی بعض اوقات معاذَ اللہ کُفریات بھی بک ڈالتا ہے! اللہُ رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ ہم پر رحم فرمائے اور ہماری زَبان کو لگام نصیب کرے کہ یہ ذکرُ اللہ سے غافل رہ کر فُضُول بول بول کر دل کو بھی سخت کر دیتی ہے۔ اللہُ غنی عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی مکّی مَدنی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: فُحش گوئی سخت دِلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے۔ (ترمذی، ۳/۴۰۶، حدیث: ۲۰۱۶)

[1] ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق، ۱/۳۵۱، حدیث: ۴۸۲، مفهوماً

جائے تو وہ اس پر عَمَل نہ کرے جب تک کہ اسے وہی بات کسی خبر و اَثر سے معلوم نہ ہو جائے اور جب اس کے دل کی بات کسی خبر یا اَثر کے مُوافِق ہو جائے تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ میں نے اپنے دل میں پیدا ہونے والے کسی خیال کو اس وَقْت ہی قبول کیا جب اس کے بارے میں کتاب و سنّت سے کوئی صحیح گواہی مل گئی۔

حضرت سَیِّدُنا اَبُو محمد سہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے: بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وَقْت ہی رَسائی حاصِل کرتا ہے جب اس میں یہ چار صِفات پائی جائیں:

﴿1﴾ سنّت کے مُطابِق فرائض کی اَدائیگی۔

﴿2﴾ وَرَع و تقویٰ کے اعتبار سے رزقِ حلال کھانا۔

﴿3﴾ ظاہِر و باطن میں جو اشیا منع ہیں ان سے بچنا۔

﴿4﴾ مذکورہ تمام اَعمال کی بجا آوری میں آنے والی مشکلات پر صبر کرنا یہاں تک کہ خالِقِ حقیقی سے جا ملے۔

بدعتوں کی روک تھام کے لیے اسلاف کے اقدامات

طُلوعِ فجر سے طُلوعِ آفتاب کے درمیان باتیں کرنا

جو شخص طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات کرتا تو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین اسے بُرا جانتے اور باتیں کرنے والوں کو مَسْجِد سے باہر نکال دیتے، یوں مَساجِد میں نمازیوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے علاوہ کوئی بھی شخص باقی نہ رہتا۔

دین میں چھوٹی سی چھوٹی نئی بات سے بھی بچنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کے دلوں میں چونکہ سنّت اور ایمان کی عَظَمت موجود تھی اور وہ نیکی کی حقیقت سے بھی خوب آگاہ تھے لہٰذا وہ دینی مُعاملے میں کسی چھوٹے سے اِعْتِراض اور اِسلام میں ہلکی سی بِدْعَت کو بھی بَہُت بڑی جراَت خَیال کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مُغَفَّل** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو اِمام کے پیچھے قراَت کرتے ہوئے سنا

تو اِرشَاد فرمایا: اے میرے بیٹے! بدْعَت سے بچ! اے میرے بیٹے بدْعَت سے ڈر![1]

چرب زبانی و مسجع کلام سے ممانعت

حضرت سَیِّدُنا سَعد بن اَبی وَقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عمر نامی شہزادے اپنے والِد کی خدمَت میں کسی ضَرورت کے تحت حاضِر ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو مُسَجَّع کلام کرتے ہوئے سن کر اِرشَاد فرمایا: یہ طریقہ تجھے مجھ سے دُور کر دے گا اور میں کبھی بھی تیری کوئی ضَرورت پوری نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں نے رَحمَتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشَاد فرماتے سنا ہے کہ چَرْب زَبانی سے زیادہ بُری شے کسی شخص کو نہیں دی گئی۔[2] رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن رَواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مسلسل تین۳ بار مُسَجَّع کلام کرتے ہوئے سنا تو اِرشَاد فرمایا: اے ابنِ رواحہ! سجع سے بچو![3]

معلوم ہوا مسجع کلام دو۲ سے زائد کلمات پر مشتمل ہوتا ہے۔ جانِ جہان، سرورِ کون و مکان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو جنین (عورت کے پیٹ کے بچے کو مارنے) کی دِیَت ادا کرنے کا حکم اِرشَاد فرمایا تو اس نے عَرض کی: ہم اس بچے کی دِیَت کیسے ادا کریں جس نے کچھ کھایا نہ پیا، رویا نہ چیخا چلایا؟ اس کی دِیَت نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کیا یہ دیہاتیوں کی طرح مسجع کلام ہے؟[4]

نمازِ عید و استسقاء کا خطبہ منبر پر دینا

مروی ہے کہ جب مَرْوَان نے عید گاہ میں نمازِ عید کے لیے مِنْبَر بنوایا تو حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مَرْوَان! یہ کیسی بِدْعَت ہے؟ بولا: یہ بِدْعَت نہیں، بلکہ اس سے بہتر ہے جو آپ جانتے ہیں۔ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو چکی ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ آواز سب تک پہنچے۔

---

[1] ......ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم، ۱/۲۷۷، حدیث: ۲۴۴

[2] ......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/۳۳۹، حدیث: ۶۷۰۳

[3] ......اعلام النبوۃ للماوردی، الباب العشرون، ص ۲۵۴، بتغیر قلیل

[4] ......ابو داود، کتاب الدیات، باب دیة الجنین، ۴/۲۵۲، حدیث: ۴۵۶۸

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم کبھی بھی اس سے بہتر شے نہیں لاسکتے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہارے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ فرما کر چل دیئے اور اسکے ساتھ نمازِ عید ادا نہ کی۔[1] معلوم ہوا نمازِ عید اور نمازِ استسقاء کا خطبہ منبر پر دینا بدعت ہے۔[2] سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دونوں خطبے زمین پر کمان یا عصا سے ٹیک لگا کر اِرشَاد فرمایا کرتے تھے۔[3]

نمازِ مغرب ستارے طلوع ہونے تک مؤخر کرنا

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار نمازِ مَغرِب اتنی دیر سے ادا فرمائی کہ ایک سِتارہ طُلوع ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک غلام آزاد کیا۔ حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے بھی ایک بار ایسا ہی کیا اور آپ نے اپنے نانا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے عَمَل سے دلیل پکڑی۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے مُتعلّق مروی ہے کہ ایک بار انہیں نمازِ مَغرِب میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ دو ستارے طُلوع ہو گئے تو انہوں نے دو غلام آزاد کئے۔ (ان ذی قدر شخصیات کے اس عَمَل کی وجہ یہ رِوایَت ہے) سرکارِ ابد قرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبو دار ہے: میری اُمَّت اس وَقْت تک دین پر ثابِت قدم رہے گی جب تک کہ یہودیوں کی مُشابہت میں نمازِ مَغرِب کو سِتاروں کے طُلوع ہونے تک اور عیسائیوں کی مُشابہت میں نمازِ فجر کو سِتاروں کے منتشر ہو جانے تک مُؤخّر نہ کرے گی۔[4]

بدعتیوں سے دوری ہی بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا یُوسف بن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا

---

[1] ......مسند حارث، کتاب الفتن، باب فیمن یامر بالمعروف فلا یتبع، ۲/۷۶۹، حدیث: ۷۷۰

[2] ......مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: (حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نماز عید پہلے پڑھتے خطبہ بعد میں مگر خطبۂ عید منبر پر نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں نہ تو عید گاہ میں منبر بنا نہ مسجد نبوی سے وہاں پہنچایا گیا، اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ عید گاہ کا منبر بدعت حسنہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ وہاں منبر بنانا جائز ہے مگر شہر سے لے جانا ممنوع و مکروہ، وہاں کے منبر کا موجد مروان ابن حکم ہے۔ (مراۃ المناجیح، ۲/۳۵۶)

[3] ......ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یخطب علی قوس، ۱/۴۰۶، حدیث: ۱۰۹۶

[4] ......مسند احمد، ۷/۳۸، حدیث: ۱۹۰۸۹ بتغیر

معجم کبیر، ۸/۸۰، حدیث: ۱۸۰۷۴ بتغیر

فرمان ہے کہ اپنا دینی مُعاملہ کسی بے دین شخص کے سپُرد مَت کرو۔

حضرت سَیِّدُنا **وَکیع** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع فرماتے ہیں کہ بِدْعتی سے دینی مسئلہ پوچھنا زِنا سے بدتر ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کا **عبید اللّٰہ** بن موسیٰ عَبْسی کے ہاں بہُت زیادہ آنا جانا تھا۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس کا بِدْعتی ہونا معلوم ہوا، مثلاً آپ سے عرض کی گئی کہ وہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے افضل مانتا ہے[1] اور ایک قول کے مُطابِق یہ بتایا گیا کہ اس نے حضرت سَیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تذکرہ غیر موزوں الفاظ میں کیا تو حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے اس کے پاس نہ صِرف جانا چھوڑ دیا بلکہ اس سے جتنی اَحادیث حاصِل کی تھیں سارا مُسَوَّدہ چاک کر دیا اور اس سے کوئی حدیث رِوایت نہ کی۔

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی کہ آپ کے نزدیک حضرت سَیِّدُنا وکیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْبَدِیْع سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے زیادہ مُشابہ ہیں یا **عبید اللّٰہ**؟ تو آپ نے اِرشاد فرمایا: وکیع خواہ بدکاری (جیسے گناہِ کبیرہ) کا اِرْتِکاب کر بیٹھیں۔ (تب بھی سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے زیادہ مُشابہ اور **عبید اللّٰہ** سے زیادہ بہتر ہیں، کیونکہ بدعتی ہونا زانی ہونے سے زیادہ بدتر ہے)

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا علی بن مدینی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کے مُتعلّق رِضائے الٰہی کے لیے ایک جملہ لکھا کہ میں ان سے ایک حرف بھی رِوایت نہ کروں

---

[1] ......انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بعد سب سے افضل امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں، ان کے بعد امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق، پھر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی اور پھر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ یہی مذہب اہلسنّت ہے اور صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا اِشارہ بھی اسی کی جانب ہے، البتہ متاخرین عُلَمائے اہلسنّت میں سے بعض نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اَفضل قرار دیا اور بعض نے اس بارے میں توقّف سے بھی کام لیا۔ جیسا کہ علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی نے اتحاف السادۃ المتقین میں قدرے تفصیل کے ساتھ اور حضرت سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے شرح عقائد نسفیہ میں اجمالاً ذکر کیا ہے۔ (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الثالث، الاصل التاسع، ۲/۳۵۷، شرح عقائد نسفیہ مع حاشیہ، ص ۳۱۹)

گا۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے ان کے کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر کیا۔

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم حربی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں کہ میں 70 سال فُقَہا و مُحَدِّثِین کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اور عُلَمائے لُغَت کی صحبت میں رہا مگر میں نے ان سے کبھی بھی ان مَسائل کے مُتَعَلِّق کوئی بات نہ سنی جن کے مُتَعَلِّق آج کل گفتگو کی جاتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے کافی پریشان کرتی ہے کہ جب عِلْمِ کلام وجدَل جاننے والے (انجان) لوگ میری محفل میں آکر مجھ سے اس عِلْم کے مُتَعَلِّق کوئی سوال پوچھتے ہیں کیونکہ میں اس عِلْم کے مُتَعَلِّق کچھ جانتا ہوں نہ اسے اچھا سمجھتا ہوں اور نہ اس عِلْم کے ماہِرین کے اَقوال نقل کرتا ہوں، اگر میں (اپنی محفل میں موجود ایسے) کسی شخص کو پہچان لوں تو اس سے بات کرتا ہوں نہ اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے شاگرد حضرت سَیِّدُنا اَبُو ثَور رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے جب سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[1] ۔[2] کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی اپنی صُورت پر پیدا فرمایا۔ جب حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کو ان کا یہ قول معلوم ہوا

---

[1] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مراۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جملہ کی چار شرحیں ہیں۔ صورت بمعنی ہیئت و شکل ہے یا بمعنی صِفَت، اور ضمیر کا مرجع یا آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں یا اللہ تعالیٰ، لہٰذا اس جُملہ کے چار معنٰی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو انکی شکل و ہیئت پر پیدا فرمایا کہ جس شکل میں انہیں رہنا تھا انہیں اَوّل ہی سے وہ شکل دی دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بڈھا وغیرہ۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو ان کی صِفَت پر پیدا کیا کہ وہ اوّل ہی سے عالم عارِف، سمیع و بصیر وغیرہ تھے دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ جاہِل پیدا ہوتے ہیں پھر بعد میں ہوش عَقْل وغیرہ حاصِل کرتے ہیں۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صُورت پر پیدا فرمایا، خود فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۳۰، التین: ۴) اس لیے کوئی شخص دوزخ میں شکلِ انسانی سے نہ جاوے گا کہ یہ شکل خدا کو پیاری ہے یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی صِفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں اپنا علم، اپنا تَصَرُّف، اپنی سمع، اپنی قدرت وغیرہ بخشی۔ (مراۃ المناجیح، ۶/ ۳۱۲)

[2] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن ضرب الوجہ، ص ۱۴۰۸، حدیث: ۱۱۵ (۲۶۱۲)

مسند احمد، ۳/ ۲۱۰، حدیث: ۸۲۹۸

تو آپ سخت ناراض ہوئے اور ابو ثور سے اپنا ناطہ توڑ لیا اور اِرشاد فرمایا کہ وہ ہلاک و برباد ہو! آدم کی کون سی صُورت پر اسے پیدا کیا گیا؟ ایسا شخص برباد ہو! جو کہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آدم کو کسی مِثال پر پیدا کیا ہے۔ اگر اس حدیث کا یہی مطلب ہے تو اس کی وَضاحَت کرنے والی ایک دوسری حدیث: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰن [1] (یعنی بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو رحمٰن کی صُورت پر پیدا فرمایا) کا جواب کیا ہو گا؟ جب ابو ثور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تک یہ بات پہنچی تو وہ فوراً حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی بارگاہ میں حاضِر ہوئے اور مَعْذِرَت کرتے ہوئے قسم اٹھائی کہ میرا یہ عقیدہ نہیں بلکہ ایک رائے ہے اور جو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا ہے میرا عقیدہ بھی وہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے حضرت سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی سے بھی دُوری اِختیار فرما لی حالانکہ وہ اہلسنّت سے تھے۔ اس دُوری کا سَبَب یہ تھا کہ حضرت سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بد مذہبوں کا بڑی شِدَّت سے رَدّ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل نے ان سے اِرشَاد فرمایا: جب تم خود ان کے اَقوالِ بد کو بطورِ حِکایَت بیان کرو گے تو پھر ان کے مذہب کا رَدّ کیونکر ممکن ہو گا؟ اس لیے کہ جب تم کوئی بات کرتے ہو تو وہ ان بد مذہبوں کو غور و فکر کرنے پر اُبھارتی ہے جو باطِل مذہب کے ذریعے حق کو جھٹلانے کا سَبَب بنتی ہے۔ [2]

سنّت کے متعلّق بحث کرنا

حضرت سَیِّدُنا امام مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّازِق فرماتے ہیں کہ سنّت کے بارے میں بحث کرنا مسنون نہیں بلکہ سنّت یہ ہے کہ تم حدیث بتا دو اگر کوئی قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہو جاؤ۔

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے عَرض کی گئی: فلاں شخص بد مذہبوں کا خوب ردّ کرتا ہے۔ تو آپ نے پوچھا: کیا کتاب و سنّت سے ایسا کرتا ہے۔ عَرض کی گئی: نہیں! بلکہ عقلی دلائل سے ایسا کرتا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: یہ صحیح نہیں بلکہ بہت بُرا ہے کہ وہ بِدْعَت کا ردّ بِدْعَت سے کر رہا ہے۔

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/۳۲۹، حدیث: ۱۳۵۸۰

[2] ......یہاں ایک روایت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا شعبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حارِث عُکلی سے اس فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **جب تم میں سے کوئی جنازہ کے ساتھ جائے تو میت کو رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔**[1] کا مفہوم پوچھا تو فرمانے لگے: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر ہم جنازہ کے ساتھ جائیں اور قبر نہ کھودی گئی ہو تو کھڑے ہی رہیں؟ چنانچہ جب انہوں نے میرے سوال (یعنی حدیثِ پاک) کے جواب میں یہ کہا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے؟ تو میں نے ان کے پاس جانا ہی چھوڑ دیا۔

حضرت سَیِّدُنا شعبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: ایک بار میں حضرت سَیِّدُنا منہال بِن عَمْرو سے ایک حدیثِ پاک پوچھنے ان کے گھر گیا مگر جب ان کے گھر سے طنبورے (یعنی سِتار جیسے موسیقی کے ایک آلے) کی آواز سنی تو کچھ بھی پوچھے بغیر واپس لوٹ آیا۔ بعد میں نادِم ہوا کہ ان سے اس کے مُتَعَلِّق کیوں نہیں پوچھا؟ ہو سکتا ہے کہ انہیں اس کے مُتَعَلِّق عِلْم ہی نہ ہو؟

راستے پر خرید و فروخت

راستے پر خرید و فروخت کرنا بھی بِدْعَت ہے۔ متقی اور پرہیز گار لوگ راستے پر بیٹھ کر بیچنے والوں سے کچھ نہیں خریدتے تھے۔

راستوں پر قبضہ کرنا

گھر کی حُدُود سے بڑھی ہوئی بالکنی بنانا اور دکانوں کے سامنے راستے پر پتھارے بنانا بھی مکروہ ہے۔

نابالغ بچوں سے کچھ خریدنا

اہلِ ورع بچوں سے کوئی چیز خریدنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ بچے کسی شے کے مالِک ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی قول قبول کیا جاتا ہے۔

دیوار توڑ دی

حضرت سَیِّدُنا اَبُو بکر مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

[1] ......معجم اوسط، ۱/ ۴۶۲، حدیث: ۱۶۹۹

اللہِ الْاَوَّل کی خِدْمَت میں ایک پُر وقار شخصیت والے بُزرگ حاضِر ہوا کرتے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی ان کی جانِب خصوصی توجّہ فرماتے اور ان کی عزّت کرتے۔ ایک بار اِمام صاحِب کو معلوم ہوا کہ اس بُزرگ نے اپنے گھر کی دیوار کو باہَر کی جانِب سے مٹی سے لیپ دیا ہے تو آپ نے محفل میں اس بُزرگ سے اپنا رُخ پھیر لیا۔ وہ بزرگ بھی آپ کی ناراضی بھانپ گئے اور عَرض گزار ہوئے: اے ابو عبد اللہ! کیا آپ کو میرے مُتَعَلّق یہ معلوم ہوا ہے کہ میں کسی بِدْعَت کا مُرْتَکِب ہوا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! آپ نے اپنی دیوار کو باہَر کی جانِب سے مٹی سے لیپا ہے۔ عَرض کی: کیا یہ جائز نہیں؟ فرمایا: ہاں! یہ جائز نہیں۔ کیونکہ آپ نے مسلمانوں کی گزر گاہ سے ایک اُنگلی کے برابر راستے پر قبضہ کر لیا ہے۔ عَرض کی: اب اس کو کیسے دُرُست کروں؟ فرمایا: جو مٹی آپ نے لیپی ہے اسے کھرچ ڈالیں یا پھر دیوار توڑیں اور ایک انگلی کی مقدار پیچھے کر کے اسے باہَر سے لیپ دیں۔ چنانچہ انہوں نے دیوار توڑ کر ایک انگلی کی مقدار اسے پیچھے کر کے باہَر سے لیپا تو حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے بھی پہلے کی طرح دوبارہ ان کی جانِب توجّہ فرمانا شروع کر دی۔

مردہ جانور کو راستے پر پھینکنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین اس بات کو بھی ناپسند کرتے کہ جب ان کا کوئی پالتو جانور، بلی وغیرہ مر جائے تو اسے راستے میں کچرے کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے۔ کیونکہ مُردہ جانور کی بُو کی وجہ سے عام مسلمانوں کو اَذِیَّت پہنچتی ہے۔ چنانچہ قاضی شُرَیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وغیرہ کے ہاں کسی پالتو جانور کی موت ہوتی تو وہ اسے دَفْن کرتے تھے۔[1]

پرنالوں کا رخ گھر سے باہر رکھنا

اسی طرح بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین یہ بھی اَچھّا نہیں سمجھتے تھے کہ پرنالوں کا رُخ گھر سے باہَر رکھا جائے اور پانی راستے پر گرے (جس سے عام مسلمانوں کو تکلیف پہنچے)۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیگر متقین اپنے پرنالوں کا رُخ ہمیشہ گھر کے اندر رکھتے تھے۔

---

[1] ......مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ما جاء فی التذمم للجار، ص ۲۲۸، حدیث: ۳۴۴

دوہرا جھوٹ

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک شخص دو مرتبہ جھوٹ بولتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔ مثلاً وہ کہتا ہے: کوئی شے نہیں سوائے اس (قلیل) شے کے کہ جسے "شے" بھی نہیں کہہ سکتے۔ مُراد یہ ہے کہ جب لوگ کسی قلیل شے کے مُتَعَلِّق یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ کثیر نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ "کچھ نہیں" یا "کوئی شے نہیں" پس آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں کی اتنی بات کو بھی اتنا بڑا جانتے کہ ان کے ایسے قول کو دو بار جھوٹ بولنا شُمار کرتے۔ [1]

بدعتی کو دیکھنا

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوق اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا عوانہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: میں آپ کے اندھے پن پر افسوس کیا کرتا تھا مگر اب میں رَشک کرتا ہوں۔ عَرض کی: وہ کیسے؟ فرمایا: آپ اپنی آنکھوں سے مدینہ طیبہ میں اَبُو الصُّغْرٰی نامی بدعتی شخص کو نہیں دیکھ سکتے۔

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عَرض کی گئی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ کاش! آپ بینا ہو جائیں؟ فرمایا: نہیں! (میری ایسی کوئی خواہش نہیں) اب میں اپنی آنکھوں سے کس کو دیکھوں گا؟ ہاں! اگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا زمانہ ہوتا تو میں یقیناً انہیں دیکھنے کا آرزومند ہوتا۔

حضرت سَیِّدُنا فضل بن مہران عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے اِمام یحیٰی بن مُعِین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِین سے عَرض کی: میرا بھائی قصّے بیان کرنے والے لوگوں کے ہاں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اسے منع کرو۔ میں نے عَرض کی: وہ میری بات نہیں مانتا۔ فرمانے لگے: اسے نصیحت کرو۔ میں نے عَرض کی: اگر وہ میری بات نہ مانے تو کیا اس سے الگ ہو جاؤں؟ فرمایا: ہاں! (اس سے الگ ہو جاؤ)۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کی خِدمَت میں حاضِر ہوا اور آپ سے بھی یہی

---

[1] ......مساوئ الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی الکذب...الخ، ص ۸۳، حدیث: ۱۵۶ بدون ولا یشعر وعن مطرف

عَرض کی تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو قرآنِ کریم پڑھا کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کیا کرے اور حدیثِ پاک کا عِلم حاصِل کرے۔ میں نے عَرض کی: اگر وہ ایسا نہ کرے تو؟ اِرشاد فرمایا: اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو یقیناً وہ ایسا ہی کرے گا کیونکہ اس قِسم کی محفل بِدْعَت ہے۔ جب میں نے یہ عَرض کی کہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو کیا اس سے الگ ہو جاؤں تو آپ مسکرا دیئے مگر خاموش رہے۔

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے عِلمِ قُلوب کا کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کچھ دیر تَوَقُّف فرمانے کے بعد جواب دیا۔ پھر اس نے مُعاملات کے مُتَعَلِّق ایک دوسرا مسئلہ پوچھا تو آپ خاموش ہو گئے اور اسے غور سے دیکھ کر پوچھا: تم کن لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟ عَرض کی: منصور بن عَمّار اور ابنِ سماک کے ساتھ۔ فرمانے لگے: کیا تمہیں حیا نہیں آتی کہ عِلمِ قُلوب کے مُتَعَلِّق سوال کرتے ہو اور قِصّے بیان کرنے والوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہو؟ راوی فرماتے ہیں: یہ فرما کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس شخص سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ ہم نے عَرض کی: اے اَبُو نَصر! اس میں کوئی حَرج نہیں۔ یہ اہل سنّت سے تَعَلُّق رکھتا ہے۔

مَساجِد کے ساتھ مُتَّصِل حجروں میں نماز پڑھنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین مَساجِد کے ساتھ مُتَّصِل حجروں میں نماز پڑھنے کو بھی اچھا خیال نہ کرتے اور سمجھتے کہ یہ سب سے پہلی بِدْعَت ہے جو مَساجِد میں شروع ہوئی۔

مَساجِد کی زیب وزِینت

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین مَساجِد کی زیب وزِینت، سَمْتِ قبلہ کی آرائش وزیبائش اور قرآنِ کریم کے مُنَقَّش ومُزَیَّن غِلاف کو بھی بِدعَت شُمار کرتے تھے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: جب تم اپنی مَساجِد کو آراستہ وپیراستہ اور قرآنِ کریم کو مُزَیَّن کرنے لگو گے تو برباد ہو جاؤ گے۔[1]

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب تزین المساجد، ۳/۶۱، حدیث: ۵۱۴۶

مَساجِد کی کَثْرت

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین ایک ہی محلّہ میں مَساجِد کی کَثْرت کو بھی اچھّا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بَصرہ تشریف لائے تو ہر دو قدم پر آپ نے ایک مَسْجِد دیکھ کر اِرشاد فرمایا: یہ کیسی بِدْعَت ہے؟ جب مَساجِد کی کَثْرت ہو گی تو یقیناً نمازیوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ (دورِ نبوی میں) پورے قبیلہ میں صِرف ایک ہی مَسْجِد ہوا کرتی تھی اور قبائل عام طور پر پُورے محلّہ میں صِرف ایک ہی مَسْجِد بنایا کرتے تھے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جب کسی محلّہ میں دو مَسْجِدیں ہوں تو اس بات میں اِخْتِلاف پایا جاتا ہے کہ کس مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے۔ بعض صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے کہ قدیم مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے۔ حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک اور دیگر کئی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی مَذہَب تھا۔ منقول ہے کہ یہ لوگ نئی مَساجِد چھوڑ کر پُرانی مَساجِد میں جایا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے کہ اس مَسْجِد میں نماز ادا کی جائے جو زیادہ قریب ہو۔

سب سے پہلی چار بدعتیں

ایک قول کے مُطابِق اسلام میں سب سے پہلی چار بدعتیں یہ پیدا ہوئیں:

﴿1﴾ دستر خوان ﴿2﴾ (آٹا چھاننے والی) چھلنیاں ﴿3﴾ اُشنان (ایک قسم کی گھاس جو کلّر یا بنجر زمین میں اُگتی ہے اور اس سے صابن کی طرح کپڑے دھل کر صاف ہو جاتے ہیں) ﴿4﴾ پیٹ بھر کر کھانا۔

مٹی کے عِلاوہ برتنوں کا استعمال

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین اس بات کو اچھّا نہیں جانتے تھے کہ ان کے گھر میں مٹی کے عِلاوہ برتن ہوں۔ بلکہ وہ تانبے اور پیتل کے برتنوں میں وضو ہی نہیں کرتے تھے۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: کوشش کرنا کہ تمہارے گھر میں اِسْتِعمال ہونے والے برتن تیری جنس یعنی

مٹی سے ہوں۔ منقول ہے کہ مٹی کے برتنوں پر کوئی حساب نہیں۔

چونے اور پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے گھر

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین جن باتوں کو بُرا جانتے تھے ان میں سے ایک چونے اور پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے گھر بھی ہیں۔ منقول ہے کہ سب سے پہلے (فرعون کے وزیر) ہامان نے پکی اینٹیں فرعون کے حکم پر بنائیں۔[1] ایک قول کے مُطابِق پختہ اینٹوں کے گھر جابروں کے رہنے کی جگہیں ہیں۔

دروازوں اور چھتوں پر نقش و نگاری

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین گھر کے دروازوں اور چھتوں پر نقش و نگاری کو بھی ناپسند کرتے تھے، اگر کہیں ایسی مُنَقَّش چھت یا دروازہ دیکھتے تو فوراً اپنی نگاہیں جھکا لیتے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَحنَف بن قیس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ ایک بار آپ کچھ عرصہ گھر سے دور رہے، آپ کی عدم مَوجُودَگی میں گھر والوں نے چھت کو سبز اور زرد رنگ کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے تو یہ دیکھ کر فوراً گھر سے باہر چلے گئے اور حَلَف اٹھالیا کہ اسی وَقْت گھر میں داخل ہوں گے جب یہ رنگ وغیرہ صاف کر دیا جائے اور چھت پہلے کی طرح ہو جائے۔

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ راستے میں ہمارا گزر ایک مُنَقَّش دروازے کے پاس سے ہوا، میں نے اس کی جانِب دیکھا تو حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے فوراً مجھے اپنی جانِب کھینچ لیا، جب ہم دروازے سے آگے گزر گئے تو میں نے عَرض کی: کیا آپ ایسے دروازے کو دیکھنا اچّھا نہیں سمجھتے؟ اِرشَاد فرمایا: لوگ ایسے دروازے بناتے ہیں تاکہ ان کی طرف دیکھا جائے اور اگر گزرنے والے ان کو نہ دیکھیں تو وہ بھی نہ بنائیں۔ گویا حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کو یہ خَدْشہ تھا کہ ان کا دروازے کی جانِب دیکھنا بھی اس کے بنانے پر مُعاوَنَت شُمار ہو گا۔

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ القصص، تحت الآیۃ: ۳۸، ۱۰ / ۷۴

فاسقین و متقین کا لباس

سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین جن باتوں کو بُرا جانتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں کے لیے نرم و ملائم باریک کپڑے اور مصری ریشمی کپڑے پہننا پسند نہیں کرتے تھے۔ بالخصوص عورتوں کے لیے شدید بُرا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ باریک لِباس پہننا فاسقین کا طریقہ ہے، جس کا لِباس پتلا و باریک ہو اس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔ نیز سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین یہ بھی فرماتے تھے کہ تَصَوُّف کی اِبتدا لباس سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک لِباس دوسرے لِباس جیسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دل دوسرے دل جیسا نہ ہو جائے۔[1]

ایک بار بِشر بن مَرْوان باریک لِباس پہنے ہوئے خطبہ دینے لگا تو حضرت سَیِّدُنا رافع بن خَدِیْج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے لوگوں سے اِرشاد فرمایا: ذرا اپنے امیر کو تو دیکھو! فاسقین کا لِباس پہن کر لوگوں کو وعظ کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ **عبد اللہ** بن عامر بن ربیعہ عمدہ لباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا اور زُہد کے مُتَعَلِّق سوال کیا اور اس بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ تو حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے توجّہ کے لائق نہ سمجھا بلکہ اپنے کام میں مگن رہے اور بات تک نہ کی۔ ابنِ عامِر کا تعلُّق چونکہ قُریش کے مُعَزز خاندان سے تھا، لہٰذا اسے غصّہ آ گیا اور اس نے حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس بات کی شِکایَت کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا: تم سے ایسا سُلوک تمہاری اپنی وجہ سے ہی ہوا ہے، کیونکہ تم ایسے لباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جا کر زُہد کے مُتَعَلِّق پوچھتے ہو۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخری زمانے کی عورتوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: بہُت سی عورتیں لِباس پہننے کے باوُجود برہنہ ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سروں پر بیل کے کوہان کی طرح بال (یعنی بالوں کے جُوڑے وغیرہ) ہوں گے، یہ عورتیں ہرگز

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب کلام بن مسعود، ۸/۱۶۲، حدیث: ۳۳

جنّت کی خوشبو نہ پائیں گی۔[1] چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى ترجمۂ کنز الایمان: اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیّت کی بے پردگی۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا تَبَرُّج کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد باریک لباس پہننا ہے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس آیتِ مُبارَکہ کا شانِ نُزول کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایسا بیش قیمت لباس پہنا کرتی جو اس کی شَرْم گاہ کو نہ چھپا پاتا (تو یہ آیتِ مُبارَکہ نازل ہوئی)۔ کیونکہ اس کا بدن صاف دکھائی دیتا اور ایسے لباس میں چونکہ نماز جائز نہیں۔ لہٰذا اسے پہننا سخت مکروہ ہے۔

سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین کا لباس عام طور پر اس قسم کے کپڑوں کا ہوتا تھا: سُنْبُلانی، قطوانی، یمنی عَصب، مِصری مَعافر، غِلافِ کعبہ کی مثل کپڑے کا بنا ہوا جبہ یا شیر وانی، یمنی سوتی اور حَضْرَمی کھدر۔ یہ تمام کپڑے موٹے اور کھردرے تھے۔ جن کی قیمت پانچ سے لے کر 30 درہم تک ہوتی۔ اس کے بعد لوگوں نے مِصری کتّان اور خُراسانی سوتی کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔ جانِ جہان، سرورِ کون و مکان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِزار مُبارَک کی لمبائی ساڑھے چار ذراع (گز) تھی اور اس کی مالیت چار سے پانچ درہم تک ہوتی۔ سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین کی قمیص کی قیمت بھی عام طور پر پانچ سے دس تک ہوتی۔ ایک رِوایَت میں ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَصِيْرَ الْمَعْرُوْفُ مُنْكَرًا وَالْمُنْكَرُ مَعْرُوْفًا۔ یعنی قِیامَت اس وَقْت قائم ہو گی جب نیکی، بدی میں اور بدی نیکی میں بدل جائے گی۔[2]

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے کہ لوگ ہر آنے والے سال میں ایک سنّت کو بھول جائیں گے اور ایک بِدْعَت اپنائیں گے یہاں تک کہ سنّتیں مٹ جائیں گی اور بدعتیں رہ جائیں گی۔

مُنکَر کو مُنکَر کہنے کی وجہ

مُنْکَر کو مُنْکَر اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ پس جب حق اس

[1]......مسند احمد، ۳/۴۴۲، حدیث: ۹۶۸۶، البقر بدله الابل

[2]......جامع صغیر، ص ۲۱۱، حدیث: ۳۴۹۱

طرح چھپ جائے کہ کوئی اسے پہچان نہ پائے تو اس حق پر بھی مُنْکَر کا اِطلاق ہو سکتا ہے۔

معروف کو معروف کہنے کی وجہ

کسی بات یا شے کو معروف اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں میں مشہور ہوتی ہے اور لوگ اس سے مانوس ہوتے ہیں۔ پس جب باطِل عام ہو جائے اور جہالَت کی بُہتات ہو جائے یہاں تک کہ لوگ اس سے مانوس ہو جائیں اور صِرف اسی سے آگاہ ہوں تو اس صُورت میں اس باطِل و جہالَت پر معروف کا اِطلاق ہو سکتا ہے۔ ظُلْم بھی اسی طرح ہے کہ جب کسی مُعاشَرے میں عام ہو جائے تو اس وَقْت پیدا ہونے والے لوگ عدل کا نام تک نہیں جانتے۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ حَجاج بن یُوسُف کو بھی اچھا سمجھیں گے۔ (صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بے شک وہ زمانہ آچکا ہے۔

حجاج بن یُوسُف کو اچھا سمجھنے کے چند اسباب

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ حجاج بن یُوسُف نے بہُت سی ایسی نئی باتیں ایجاد کی تھیں جن کو اس زمانے کے لوگوں نے پسند نہ کیا مگر آج وہی باتیں اَچھی جانی جاتی ہیں۔ لوگ ان باتوں کا آغاز کرنے والے شخص کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس پر رشک کرتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ اسے ان باتوں پر اجر و ثواب دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ وہ حجاج بن یوسف کے ان باتوں کے ایجاد کرنے کی سعی کرنے پر اس کا اِحسان مانتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ ان کا ایجاد کرنے والا حجاج بن یُوسُف ہے۔ وہ اگرچہ زبان سے تو اس کے لیے رحمت کی دعا نہیں کرتے مگر لوگوں کا اس کی ایجاد کردہ باتوں اور کاموں کو اپنانا اور انہیں اَچھّا جاننا گویا اس کے حق میں دُعائے رحمت کرنا ہی ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے حجاج بن یُوسُف کو اَچھّا سمجھنے کا ایک

سَبَب یہ بھی ہے کہ اس نے چند اچھی اور خیر و بھلائی والی باتوں کا آغاز کر کے انہیں آخِرت میں نجات کا سَبَب بننے والے اَعمال میں شامِل کر دیا تھا۔[1] مگر اس کے بعد بعض ایسے لوگ حکمران بنے جنہوں نے عوام پر ظُلم و سِتَم ڈھانے کے نئے نئے طریقے دریافت کئے اور فِسْق و فُجُور سے بھرپور بدعتیں اپنائیں، پھر ان کے بعد یہی طریقے حکمرانوں میں عام ہو گئے۔ چنانچہ حجاج بِن یُوسُف کے بعد حکمرانوں کے اعمال دیکھ کر لوگ سمجھتے کہ ان سے تو حجاج بن یوسف ہی بہتر تھا۔

حَجَّاج بِنْ یُوسُف کے ایجاد کردہ کام

حجاج بن یوسف نے درج ذیل نئے کام شروع کئے:

سفر میں عیاشی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين کا سفر میں طریقہ یہ تھا کہ وہ عیاشی اور خوشحالی سے بچتے تھے مگر حجاج بن یُوسُف بیش قیمت کجاووں اور قُبّوں میں سفر کیا کرتا۔ حالانکہ عام لوگ جب سفر پر روانہ ہوتے تو اونٹ صِرف سواری یا بار برداری کے لیے ہی اِستِعمال کرتے۔ وہ دن کے وَقْت تپتی دھوپ میں سفر کیا کرتے، راہِ خدا میں خیمے نصب کرتے، ان کے بال ولباس پراگندہ و غُبار آلود ہوتے، کم کھاتے، کم سوتے، سُواری کے جانوروں کا بہُت زیادہ خیال رکھتے، ان سے زیادہ مَشَقَّت لیتے نہ ان پر زیادہ بوجھ لادتے۔ سفر میں زیادہ ثواب کماتے، حج کے موقع پر سفر میں تزکیۂ نفس کرتے اور سب سے بڑی بات یہ کہ سفر میں ان کے سُواری کے جانور بھی

---

[1] .... زمانہ رسالت میں قرآنِ عظیم کی سورتیں اور آیات متفرق طور پر لوگوں کو یاد تھیں۔ تحریر میں بھی تھیں لیکن پورا قرآنِ عظیم مجموعی طور پر کسی صحیفہ میں حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے عہد مُبارَک میں تحریراً ایک جگہ جمع ہوا مگر پورے عہدِ صحابہ تک قرآنِ عظیم میں نہ کوئی نقطہ تھا نہ حرکت اور اسلام کی اشاعت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ نئ داخِل ہونے والی قوموں کو اس کی تلاوت میں سخت زحمت ہوتی تھی تو ان کے لیے آسانی کے خیال سے اُمَوِی حکومت کے ایک ظالِم وجابِر، فاسِق وفاجِر گورنر نے جس کی گردن پر ہزاروں صحابہ و تابعین کا خُونِ ناحَق سُوار تھا عہدِ تابعین میں نقطے اور حرکتیں لگوائیں جس کا نام حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ خاص کتابُ اللّٰه میں یہ نو ایجاد کام عہدِ تابعین میں ظاہِر ہوا۔ تب سے آج تک پورے عالَمِ اسلام میں اسی طرزِ تحریر کی پابندی کی جارہی ہے اور بلا نکیر سارے کلمہ گو اسی کے مُوَافِق قرآن کی اشاعت کو اسلام کی خِدْمَت اور کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ (فتاویٰ بحر العلوم، کتاب العقائد، سنت وبدعت کا بیان، ۶/ ۲۴۳)

صحت مند رہتے، نیز وہ سفر میں سرورِ دوعالم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنّتوں کا خاص خیال رکھتے۔ مگر حجاج بن یُوسُف نے ان تمام باتوں میں اَسلاف کی مُخالَفَت کی اور لوگوں کو اس مُعاملے میں اپنی ایجاد کردہ باتوں کے اپنانے کی ترغیب دی۔ پس اب لوگ گھروں سے نکلتے ہیں تو ان کے اونٹوں پر کجاووں کے ساتھ (بھاری بھر کم) سایہ دار چھتیں ہوتی ہیں جو بعض اَوقات جانوروں کی ہلاکت کا بھی باعِث بنتی ہیں اور اس طرح لوگ حجاج بن یُوسُف کا طریقہ اپنا کر اس کی بِدْعَتوں میں اس کے شریک کار بن جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں نقطوں اور اعراب کا آغاز

حجاج بن یُوسُف کے ایجاد کردہ کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے سب سے پہلے ہر آیت کی ابتدا میں یا ہر پانچویں یا دسویں آیت کے اِخْتِتام پر علامات لگائیں اور قرآنِ کریم کی کِتابَت میں سرخ، سبز اور زرد رنگ کا اِسْتِعمال کیا۔ اس طرح مصحف شریف میں آرائش وزیبائش کا اِہتِمام کیا جو پہلے نہ تھا۔ جبکہ صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم کو اسی حالت پر رہنے دو جیسا کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اسے نازِل فرمایا ہے اور دوسری چیزوں کو اس میں شامل نہ کرو۔ لہٰذا عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے حجاج بن یوسف کے اس فعل کو ناپسند کیا یہاں تک کہ حضرت سَیِّدُنا ابو رَزِین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں پیدا ہونے والے لوگ یہ گمان کریں گے کہ حجاج بن یوسف نے قرآنِ کریم میں جو (نقطے اور زبر، زیر، پیش وغیرہ کا) اضافہ کیا ہے در حقیقت **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم اسی طرح نازِل فرمایا تھا۔ یعنی آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه حجاج بن یوسف کے اس فعل کو مَذمُوم جانتے تھے۔

بعد میں اس مُعاملہ میں عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی آرا میں اِخْتِلاف پیدا ہو گیا۔ بعض اس مُصْحَف کو دیکھ کر تلاوَت نہ کرتے جس میں سرخ رنگ سے نقطے لگے ہوتے، ان کے خیال میں نقطوں والے مصحف میں قراَت صحیح نہیں تھی۔ اسی طرح بعض مصحف شریف کی خرید و فروخت کو اَچھّا نہ سمجھتے۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) صحیح قول کے مُطابِق اگر کسی نے نقطے خود نہ لگائے ہوں بلکہ کسی اور شخص نے لگائے ہوں تو ایسے مصحف شریف سے تلاوَت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین قرآنِ کریم پر نقطے لگانے کی اُجرت لینے کو مکروہ جانتے اور فرماتے کہ بِدْعَت پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ ابو بکر ہُذَلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے قرآنِ کریم پر نقطے لگانے کی اُجرت لینے کے مُتَعَلِّق سوال کیا تو آپ نے پوچھا: نقطے لگانے سے کیا مُراد ہے؟ میں نے عَرْض کی: یہ لوگ عربی عِبارات پر اِعراب لگاتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: قرآنِ کریم پر اِعراب لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا خالِد حذا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِین کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا تو آپ کو نقطوں والا مُصْحَف پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ نقطے لگانے کو اچھّا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا فراس بن یحییٰ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مجھے حجاج بن یوسف کی جیل میں ایک نقطوں والا کاغذ ملا تو بڑا حیران ہوا۔ کیونکہ میں نے پہلی بار نقطے دیکھے تھے۔ پس میں حضرت سَیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا اور انہیں بتایا تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: ایسے مُصْحَف سے تِلاوَت کرسکتے ہو مگر خود اپنے ہاتھ سے نقطے مَت لگانا۔

مَرْوِی ہے کہ حجاج بن یُوسُف نے 30 قاریوں کو جمع کیا جنہوں نے ایک مہینے میں قرآنِ کریم کے حُروف اور اَلفاظ کو شُمار کیا اور اگر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم یا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی یا امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن انہیں اس طرح قرآنِ کریم کے حُروف شُمار کرتے دیکھ لیتے تو یقیناً ان کے سروں پر دُرّے لگاتے۔ یہی وہ بات ہے جسے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اَچھّا نہیں سمجھتے تھے اور وہ بیان کیا کرتے تھے کہ آخری زمانے میں قرآنِ کریم پڑھنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآنِ کریم کے حُروف کی خوب حِفَاظَت کریں گے مگر اس کی حُدود کا لحاظ نہیں رکھیں گے۔ حجاج بن یُوسُف اپنے زمانے میں سب سے بڑا قرآنِ کریم کا قاری تھا اور اسے سب سے زیادہ قرآنِ کریم کے حُروف یاد تھے، وہ ہر تین۳ دن میں خَتْمِ قرآن کیا کرتا مگر اس سے بڑھ کر قرآنِ کریم کی حُدود کو ضائع کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

مسجد میں چٹائیاں بچھانا

حجاج بن یُوسُف کے ایجاد کردہ کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے اس نے مسجد سے کنکر اور ریت نکال کر چٹائیاں بچھوائیں۔ چنانچہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سجدے میں گئے تو چٹائی کا ایک تِنکا ان کی آنکھ میں چبھ گیا جو تکلیف دہ تھا، فرمانے لگے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حجاج بن یُوسُف پر لعنت فرمائے، اسی نے یہ چٹائیاں ایجاد کیں جو نمازیوں کو تکلیف دیتی ہیں۔ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین زمین اور مٹی پر سجدہ کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ طریقہ بارگاہِ ربّ العزت میں زیادہ عجز وانکسار والا تھا۔

بدعتیں اس قدر عام ہوں گی کہ۔۔۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارا مقصود حجاج بن یوسف کے ایجاد کردہ تمام کام ذِکر کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کی ایجاد کردہ باتوں کو آج کے دور میں اَچھّا سمجھا جاتا ہے حالانکہ متقدمین کی سیرت اور ان کی عادات سے آگاہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے ان تمام کاموں کو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین اَچھّا نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت سَیِّدُنا **عبدُالله** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ (عنقریب) بُرائی اور بِدْعَت اس طرح عام ہو جائیں گی کہ جب ان میں سے کسی کو بدلنے کی کوشش کی جائے گی تو کہا جائے گا کہ سنّت بدل دی گئی۔ ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ ہیں کہ اس دور میں سب سے زیادہ عَقْل مند وہ ہو گا جو اپنا دین بچا کر بھاگ نکلے گا جس طرح کہ لومڑی شِکاری کو دیکھ کر اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

۸۰ھ میں حجاج کے زمانے میں حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اِرشاد فرمایا کرتے کہ سرورِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں جو چیزیں تھیں آج میں ہر شے کو بدلا ہوا پاتا ہوں سوائے اس گواہی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عَرض کی گئی: اے ابوحمزہ! کیا نَماز بھی بدل گئی ہے؟ فرمایا: کیا انہوں نے نَماز میں ان باتوں کو شامِل نہیں کر دیا جو پہلے نہ تھیں؟[1] یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُراد یہ تھی کہ اب نَماز

---

[1] ......مسند ابی داود الطیالسی، ثابت بنانی عن انس، ص ۲۷۱، حدیث: ۲۰۳۳

مسند ابی یعلٰی، مسند انس بن مالک، ۳/۴۲۱، حدیث: ۴۱۶۸

تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، (اذان کے بعد) نَماز سے پہلے تَثْوِیب [1] کی جاتی ہے، سلام کے اَلفاظ کو مُتَعَیَّن کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ تَثْوِیب کو اِقامَت کے مُشابِہ سمجھتے ہوئے اس پر سنّت کی طرح عَمَل کیا جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں جب سَیِّدُنا یزید رُقاشی، زِیاد نُمَیری اور فَرقَد سَبَخی رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی کی مِثْل قاری حاضِر ہوتے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اِرشَاد فرماتے: تم سرورِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کے کس قدر مُشابِہ ہو! وہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بات سن کر خوش ہوتے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مزید اِرشَاد فرماتے: تمہارے سر اور تمہاری داڑھیاں مجنوں کے اس شعر کا مِصداق ہیں:

اَمَّا الْخِیَامُ فَاِنَّھَا کَخِیَامِھِمْ وَاَرٰی نِسَآءَ الْحَیِّ غَیْرَ نِسَآئِھَا

یہ تمام خیمے ان کے خیموں جیسے ہی ہیں مگر میں اس بستی کی عورتوں کو ان کی عورتوں جیسا نہیں دیکھتا۔

اگر صحابہ کرام تمہیں دیکھتے تو کہتے

کثیر صَحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ اگر سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ کرام زندہ ہوتے اور تمہیں دیکھتے تو تمہارے اَعمال میں نمازِ باجماعت کے سوا کوئی شے مسلمانوں والی نہ پاتے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ وہ تم میں مسلمانوں والی صِرف یہی شے دیکھتے کہ تم سب نماز پڑھتے ہو۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے کہ میں بہُت سے ایسے لوگوں کی صحبت میں رہا کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو یقیناً انہیں مجنوں کہتے اور اگر وہ تمہارے بہترین لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ ان کا اِسلام میں کوئی حصّہ نہیں۔

قاری 100 بندوں میں بھی پہچانا جاتا

حضرت سَیِّدُنا ابو حازِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاَکرَم فرماتے ہیں کہ میں بہت سے قاریوں سے ملا جو حقیقت میں قاری تھے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی سو بندوں میں کھڑا ہوتا تو اپنی حد درجہ تواضُع، حُسنِ سیرت اور

---

[1] ....دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، "بہارِ شریعت" جلد اوّل صَفْحہ 474 پر ہے: متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے، یعنی اَذان کے بعد نماز کے لیے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لیے شرع نے کوئی خاص اَلفاظ مُقرّر نہیں کیے بلکہ جو وہاں کا عُرف ہو مثلاً اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ یا قَامَتْ قَامَتْ یا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔

خُشوع و خُضوع کی وجہ سے پہچانا جاتا۔ یقیناً قرآنِ کریم نے نہ صِرف ان کی سیرت پر اپنے گہرے اَثرات مُرتّب کئے بلکہ انہیں خُشوع و خُضوع کی دولَت سے بھی سرفراز فرمایا مگر آج کے دور کے لوگ **فَوَ اللّٰہِ! مَا هُمْ بِالْقُرَّآءِ وَلٰكِنَّهُمُ الْجُرَآءُ۔** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ حقیقت میں قاری نہیں بلکہ (اَحکامِ باری تعالیٰ کے خِلاف پر) جراَت کرنے والے ہیں (کہ انہیں عظمت و ہیبتِ کلامِ باری تعالیٰ کی کوئی پروا نہیں)۔

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی حالت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم جنازہ میں شریک ہوتے تو یہ پہچان نہ پاتے کہ ان میں مصیبت کا مارا کون ہے اور نہ یہ پہچان پاتے کہ تعزیت کس سے کریں؟ کیونکہ ہر بندہ شدید غم و اندوہ کا مظہر نظر آتا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ان میں ایک شخص کی حالَت جنازہ میں شرکت کے بعد تین۳ دن تک ایسی ہوتی کہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا۔

قاریوں کی صحبت سے بچو!

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اپنے زمانے کے قاریوں سے ڈراتے ہوئے فرمایا کرتے کہ ان کی صحبت سے بچو! کیونکہ اگر تم نے کسی بھی مُعاملے میں ان کی مُخالَفت کی تو یہ تمہیں کافِر تک قرار دے دیں گے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے کہ ایک نوجوان کی صحبت اِختیار کرنا تو مجھے پسند ہو سکتا ہے مگر (آج کل کے) کسی قارِی کی صحبت میں بیٹھنا مجھے بالکل پسند نہیں۔ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اکثر فرمایا کرتے کہ **آج کل جو خوبصورت انداز میں گانا نہیں گا سکتا وہ اچھّا قاری نہیں بن سکتا۔**

بے عیب اشیا میں عیب نکالنے والے

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡوَارِث فرمایا کرتے کہ کسی نوجوان کی صحبت اِختیار کرنا مجھے اس بات سے بڑھ کر محبوب ہے کہ میں کسی قاری کی صحبت اِختیار کروں۔ پس قاریوں کی صحبت سے بچو! کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان اشیا میں بھی عیب نکال لیتے ہیں جو عیب والی نہیں ہوتیں، اگر تم ان کے ساتھ ہو اور (کسی بھی وجہ سے) باجَماعَت نماز چھوڑ دو گے تو بھی یہ تمہارے حق میں گواہی دیں گے (کہ تم نے جَماعَت کے

ساتھ نماز پڑھی ہے)۔ کیونکہ یہ ہر مُعاملے میں جہاں حد سے بڑھ جاتے ہیں وہیں بہُت جلد ہر بات کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا سَبَب یہ ہے کہ ان پر جہالت غالِب ہوتی ہے اور عُلَمائے کرام کی محافِل میں بہُت کم شریک ہوتے ہیں، عِلْم کے دشمن ہیں، ریاکاری اور تصنّع وبناوٹ ان کے اَوصاف کا حِصّہ ہیں، ہر اَچھّی بات کو ناپسند کرتے اور قابلِ مُعافی چھوٹی سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، ان میں عُمدہ اَخلاق پائے جاتے ہیں نہ وہ خوش خُلقی کا نام جانتے ہیں۔ عام لوگوں پر سختی اور تنگی وبخل سے کام لیتے ہیں مگر امیروں پر اپنا حَق جتاتے ہوئے ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ایسے لگتا ہے کہ یہ انہی کا رِزْق کھاتے ہیں اور ان کی خاطِر ہی عِبادَت کرتے ہیں۔ خُوش خلق لوگوں کے لیے ان کے دل میں حد درجہ بُغض وعِناد پایا جاتا ہے۔

شریف ورذیل میں فرق

کسی کا قول ہے کہ شریف انسان کی جب ضِیافَت کی جائے تو عجز وانکساری سے پیش آتا ہے مگر جب کسی کمینے کی ضِیافَت کی جائے تو وہ اَکڑتا ہے اور بڑائی وتکبر کا اِظْہار کرتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب کسی ایسے شخص کی دَعْوَت کی جائے تو وہ بہُت زیادہ نیکی کی دعوت کی باتیں کرتا ہے مگر ہر بات میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افراد پر بے جا اِعْتِراض کرتا رہتا ہے۔ اس کے کَثْرت سے نیکی کی باتیں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو نمایاں کرنا چاہتا ہے۔

جہاں عِلْم ہو وہاں۔۔۔

اِنہی اَسباب کی وجہ سے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے ایسے لوگوں کا بڑی سختی سے رَدّ کیا اور حکمائے عظام نے ان کی مَذمّت بیان کی کیونکہ عِلْم وُسعَت پیدا کرتا ہے اور جہاں عِلْم ہو وہیں اَخلاقِ حسنہ، آدابِ محفل اور اَنداز مُروّت پائے جاتے ہیں۔

عالِم کیا کرتا ہے؟

ایک عالِم لوگوں میں ہر شے کو اس کے مَقام پر رکھتا ہے، اس سے تجاوُز کرتا ہے نہ لوگوں کے مَقام و مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ ان کے لیے مَعْذرَت ومُعافی کی راہیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

نیز عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا وَصْف یہ ہے کہ جب عام لوگ کسی مُعامَلے میں بڑھ چڑھ کر شریک ہوتے ہیں تو وہ وَقتی طور پر خاموش رہتے ہیں۔ چنانچہ،

لوگوں کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہئے؟

حضرت سَیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْکَافِی فرماتے ہیں کہ الگ تھلگ اور یکسو رہنا لوگوں کی عداوت پیدا کر سکتا ہے، لہٰذا الگ تھلگ اور گھلنے ملنے کے درمیان رہنا چاہئے۔

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم لوگوں کو اپنے مالوں کے ذریعے کافی نہیں ہو سکتے لہٰذا انہیں کافی ہونے کے لیے تمہیں خوش اَخلاقی اور حُسنِ اَخلاق سے پیش آنا چاہئے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے: تمہیں خندہ پیشانی اور خوش اَخلاقی سے پیش آنا چاہئے۔

ہر شے کی ایک حد مُقرّر ہے

یہ تمام اَوصاف ایسے ہیں جو قاریوں میں نہیں پائے جاتے، بلکہ وہ ان اَوصافِ حمیدہ سے آگاہ ہی نہیں۔ بے شک **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ہر شے کی ایک حد مُقرّر فرما رکھی ہے تو جس نے اس حد سے تجاوُز کیا یقیناً اس نے اس شے کو برباد کر دیا۔ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ تھوڑی سی عجز و انکساری بہت زیادہ عمل سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اسی طرح تھوڑی سی پرہیز گاری بھی بہت زیادہ عِلْم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دو رُخی نفاق کی علامت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی جن عمدہ باتوں کو بعد والوں نے ہلکا سمجھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے کہ بندہ اس شخص کی تعریف کرے جس پر اس نے جرح کی ہو یا اس شخص سے بات چیت کرے جس پر جرح کی گئی ہو کیونکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ کسی سے بات کرتے یا اسے سلام کرتے تو ان کے دل بھی اسے تسلیم کر لیتے، پھر وہ اس پر جرح نہ کرتے، مگر جب وہ کسی شخص کے بِدْعَتی یا فاسِق ہونے کی وجہ سے اس پر کلام کرتے تو پھر اس سے کبھی بات چیت نہ کرتے، اسی طرح جب کسی کی

---

[1] ......مستدرک، کتاب العلم، باب یسعهم منکم بسط الوجه، ۱/ ۳۲۹، حدیث: ۴۳۵

مدح و تعریف کرتے تو کبھی اس کی مذمّت نہ کرتے اور جب کسی کی مذمّت کرتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔ کیونکہ اس صُورت میں ان کی زبان ایک نہ رہتی بلکہ وہ دو زبانوں والے اور دو مختلف چہروں والے دکھائی دیتے اور ان کا ظاہِر و باطِن بھی مختلف ہوتا۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے کہ جب تم کسی سے ملاقات کے وَقت اسے سلام کرو تو اس سے مُراد یہ ہے کہ تم اپنے مُخاطَب کو کہتے ہو کہ وہ تمہاری جانِب سے اس بات سے محفوظ ہے کہ تم اس کی غیبت یا مذمّت کرو۔ اگر اس کہنے اور کرنے میں اِخْتِلاف ہو تو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین اسے نِفاق شُمار کرتے تھے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: سب سے بُرا بندہ وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، ایک گروہ کے پاس ایک چہرہ لے کر جائے اور دوسرے کے پاس دوسرا۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ جس شخص کی دنیا میں دو زبانیں ہوں گی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قِیامَت کے دن آگ سے اس کی دو زبانیں بنادے گا۔[2]

غیبت وغیرہ سے چھٹکارے کا بہترین نسخہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب بھی میرے سامنے کسی شخص کا ذکر کیا گیا تو میں نے اسے اپنے پاس بیٹھا ہوا ہی تَصَوُّر کیا اور پھر اس کی عَدَم مَوجُودَگی کے باوُجُود وہی گفتگو کی جو وہ سننا پسند کرتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے جب کسی شخص کا ذکر ہوتا ہے تو میں اپنے دل میں اس کا تَصَوُّر باندھ لیتا ہوں، پھر اس کے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ قلیل تواضُع کثیر عَمَل سے اور قلیل تقویٰ کثیر عِلْم سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

پہلے اپنے متعلق سوچو!

پس یہ صِفات ان مسلمانوں کی ہیں جن کے ہاتھوں اور دلوں سے دوسرے لوگ محفوظ رہتے تھے۔ جب ان میں سے کسی کے سامنے کسی کا بُرا تذکرہ ہوتا تو وہ پہلے اپنے مُتَعَلِّق سوچتا کہ کہیں اس میں تو یہ بُرائی نہیں۔ اگر اس میں وہ بُرائی ہوتی تو اپنے اسلامی بھائی کے بارے میں بات کرنے سے حَیا محسوس کرتا اور

[1] ......بخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من ثناء السلطان، ۴/۴۶۶، حدیث: ۷۱۷۹

[2] ......معجم کبیر، ۲/۱۷۰، حدیث: ۱۶۹۷

خاموش رہتا اور اگر اس میں وہ بُرائی نہ ہوتی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا اور اپنے بھائی کے لیے رحمت کی دعا کرتا۔ پس اس کا اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا اسے غیبت وغیرہ جیسے بُرے اَوصاف سے بچالیتا اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين کا یہی طریقہ تھا۔

تعجب ہے اس پر جس میں۔۔۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ کسی کتاب میں ہے کہ تعجب ہے اس شخص پر جس میں خیر و بھلائی نہ ہو اور جب اسے کہا جائے کہ وہ خیر پر ہے تو یہ سن کر وہ کیسے خوش ہوتا ہے! اور تعجب ہے اس شخص پر بھی جس میں شر اور بُرائی پائی جائے اور جب اسے کہا جائے کہ اس میں بُرائی ہے تو یہ سن کر وہ کیسے غَضَب ناک ہوتا ہے! اور سب سے بڑھ کر تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے آپ سے تو بڑے یقین کے ساتھ مَحبّت رکھتا ہو مگر دوسروں سے شک کی بِنا پر نفرت کرتا ہو۔

خود ستائشی نفاق کی علامت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين جن باتوں پر سختی کیا کرتے تھے ان میں سے ایک خود ستائشی اور مدح و تعریف بھی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ جو مدح و تعریف تو پسند کرے مگر اپنی مَذمَّت پسند نہ کرے وہ مُنافِق ہے۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ایک شخص سے پوچھا: تمہاری قوم کا سردار کون ہے؟ عرض کی: میں ہی ہوں۔ اِرشاد فرمایا: اگر تو واقعی ایسا ہوتا تو کبھی بھی ایسے نہ کہتا۔[1]

ایک بار حضرت سَیِّدُنا محمد بن کعب عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْوَهَّاب نے کسی کو مکتوب لکھا اور صرف اپنا نسب بیان کرتے ہوئے قرظی ہونا لکھا۔ عرض کی گئی: اَنصاری ہونا بھی لکھ دیجئے۔ فرمایا: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسی شے کی وجہ سے اِحسان جتاؤں جو میں نے نہیں کی۔

---

[1] ....الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار عمر بن عبدالعزیز، ص ٣٠٥، حدیث: ١٧٢٧، عن عمر بن عبدالعزیز

کسی کے اچھا و برا ہونے کی علامت

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جب تم سے کہا جائے کہ تم کتنے بُرے ہو! یہ سن کر تمہیں غصّہ آ جائے تو واقعی تم بہت بُرے ہو۔

کسی بزرگ کا فرمان ہے: تم اس وَقت تک خَیر و بھلائی پر رہو گے جب تک یہ خَیال نہ کرو گے کہ تم خیر و بھلائی پر ہو۔

کسی عالِم سے عَرض کی گئی: نِفاق کی عَلامَت کیا ہے؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: جب کسی شخص کے ایسے اَوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں اور اس سے اس کا دِل راحَت محسُوس کرے تو ایسا شخص مُنافِق ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ تمام لوگ اسے پسند کریں اور یہ ناپسند کرے کہ کوئی اس کا بُرائی سے تذکرہ کرے تو جان لو کہ وہ مُنَافِق ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے منافقین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْؕ (پ۵، النسآء: ۹۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی اَمان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی اَمان میں رہیں۔

بہتر یہ ہے کہ جو اہلِ سنّت سے تعلّق رکھتا ہو وہ بد مذہبوں سے ڈرے۔ خود پسندی ایک مَذمُوم صِفَت ہے جو (اکثر) قاریوں میں پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے قاریوں کی مَذمّت بیان کی ہے۔ ان حضرات میں یہ مَذمُوم صِفَت اس طرح داخِل ہوتی ہے جس طرح کہ رات دن میں داخِل ہو جاتی ہے۔

حدیثِ پاک اور اس کی وضاحت

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب مومن کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اِیمان بڑھتا ہے۔[1]

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/ ۱۷۰، حدیث: ۴۲۴

جاہل کا بے جا اعتراض

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہو سکتا ہے کہ کوئی جاہل اور مغرور شخص اس حدیثِ پاک کی غلط تاویل کر لے اور ایسا مفہوم نکالے جو اس حدیثِ پاک کا مقصود نہ ہو۔ لہٰذا جان لیجئے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں ایمان کے بڑھنے کے مُتَعَلِّق ارشاد فرمایا ہے اور مومن کے بڑھنے کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا، پس ایمان کا بڑھنا تو یہ ہے کہ اس میں زِیادَتی ہو اور اس کی زِیادَتی یہ ہے کہ مکر و فریب اور اِسْتِدْرَاج سے ڈرا جائے۔ اس میں عارِفین کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اعلیٰ ایمان بلند پایہ مومن کی جانب بڑھتا ہے تو وہ اپنے رب کا یہ اِنعام پا کر فَرحَت محسوس کرتا ہے اور اسے اپنے خالق و مالک عَزَّوَجَلَّ کا کرم سمجھتا ہے کہ جس نے اسے یہ دولت عطا فرمائی۔ اس طرح ایک بلند پایہ مومن کی سوچ کا رُخ شے دیکھ کر اس کے بنانے والے کی طرف ہو جاتا ہے اور جب وہ مخلوق میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کے خالق کے ہونے کی گواہی دینے لگتا ہے۔

حقیقت میں یہ تعریف خالق و مالک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہی ہوتی ہے۔ اس طرح وہ مومن اپنے نَفْس کی طرف دیکھتا ہے نہ اس کے اَوصاف سے خوش ہوتا ہے۔ مگر اَفسوس! یہ اَوصافِ حَمیدہ ایسی راہیں ہیں جو قصۂ پارینہ (ماضی کا قصّہ) بن چکی ہیں اور سُلوک کے یہ تمام راستے بھی خَتْم ہو رہے ہیں۔ مگر آج بھی بعض ایسے لوگ ضَرور موجود ہیں جو ان کی یاد دِلاتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کرم سایہ فگن ہے۔

عِلْمِ ایمان و یقین کی تمام عُلُوم پر فضیلت

بعض اَوقات مُنافِق، بدمذہب یا مُشْرِک ہر قسم کا عِلْم نہ صِرف سیکھ لیتے ہیں بلکہ اس عِلْم کے پھیلانے کا سَبَب بھی بنتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس عِلْم میں رَغْبَت رکھتے ہوں اور حریص بھی ہوں کیونکہ عِلْم، عَقْل و ذِہْن کے لیے ثمر (نتیجہ و پھل) کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر یاد رکھئے! عِلْمِ ایمان و یقین دِماغی قوّت سے حاصِل نہیں ہوتا بلکہ اس کے مُشاہدے کا ظُہور اور اس کی حقیقت تک رَسائی صِرف اسی شخص کو ہوتی ہے جو صاحِبِ ایمان و یقین ہو۔ گزشتہ صفحات میں ایمان کی زِیادَتی اور عِلْم و یقین کی حقیقت کے مُتَعَلِّق تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

معرفت کی دولت کسی فاسق کو نہیں ملتی

جان لیجئے! عِلْمِ اِیمان ویقین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی ہے اور اس نے وعدہ فرمار کھا ہے کہ جسے اس عِلْم کی دولت عَطا فرمائے گا اسے اپنی قُدْرَت وعَظَمَت کے مُکاشَفہ کی نِعْمَت سے بھی سرفراز فرمائے گا۔ لہٰذا جو شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی ہو وہ نہ کسی فاسِق کو حاصِل ہو سکتی ہے اور نہ اس کا وعدہ کسی ظالِم کو مل سکتا ہے، اسی طرح اس کی عَظَمَت و قُدْرَت کے مُشاہَدہ کی دولت کسی سرکش کو مل سکتی ہے نہ کسی باطِل پرست کو۔ کیونکہ اس صُورَت میں آیاتِ الٰہیہ کی توہین، بَراہین و قُدْرَتِ اِلٰہیہ میں نَقْص، مخلصین اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں کے لیے حُجّت کی حیثیت رکھنے والے یقین میں شک پایا جائے گا جس سے حَق و باطِل مُشْتَبِہ ہو جائیں گے، حالانکہ حق ان صِدّیقین کا وَصْف ہے جو خدا کے محبوب اور حَق کی دلیل ہیں اور یہی بات سب سے بڑی حُجّت ہے کہ عِلْمِ مَعْرِفَت یعنی عِلْمِ اِیمان ویقین باقی تمام عُلُوم سے اَفضل ہے۔

یہ مفہوم درج ذیل فرامینِ باری تعالیٰ سے خوب واضِح ہو رہا ہے:

﴿1﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴿۱۹۷﴾ (پ ۱۹، الشعرآء: ۱۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کیا یہ ان کے لیے نِشانی نہ تھی کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم۔

﴿2﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو عِلْم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا اِنکار نہیں کرتے مگر ظالم۔

﴿3﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔

﴿4﴾ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے۔

﴿5﴾ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ ۷، الانعام: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ اُسے عِلْم والوں پر واضح کر دیں۔

پس یہی وہ عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِین ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی باتیں بتاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی اپنے ہاں ان کا ایک خاص حِصّہ مُقرَّر فرما رکھا ہے، ان کا بارگاہِ خداوندی میں ایک خاص مَقام و مرتبہ ہے جو کسی نااہل و غیر مُستَحِق شخص کو حاصِل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عُلَمائے ربانیین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی آیات وبینات، ظاہِری و باطِنی بَصارت و بصیرت سے اس کا مُشاہدہ کرنے والے، اس کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے کی پہچان کرانے والے اور اس کے بیان کا مظہر ہیں۔ چنانچہ،

ان کے مُتعلِّق قرآنِ کریم میں مُتفرِّق مَقامات پر اِرشاد فرمایا:

﴿1﴾ **ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾** (پ ۲۹، القیامۃ: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہِر فرمانا ہمارے ذِمّہ ہے۔

﴿2﴾ **خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾** (پ ۲۷، الرحمٰن: ۳، ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اِنسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

﴿3﴾ **وَ كَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾** (پ ۲۱، الروم: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے ذِمّۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مَدد فرمانا۔

﴿4﴾ **وَ كَانُوۡۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهۡلَهَا** (پ ۲۶، الفتح: ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کی مَدد جس شے سے بھی فرمائی انہوں نے اسے قبول کیا، انہیں حقیقت کی جو دولت عطا فرمائی انہوں نے اسے بھی حق اور سچ مانا و جانا، اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جو مُشاہَدہ کرایا انہوں نے صِرف وہی مُشاہَدہ کیا، اس طرح اس کے یہ خاص بندے پرہیز گاروں کے اِمام اور راہِ ہِدایت کے عَلَم بَردار بن گئے۔

عِلْمِ یقین کے متعلق عارفین کے اقوال

جسے عِلْمِ ایمان و یقین کے مُشاہدہ کی دولت نصیب نہ ہو وہ شرک یا نِفاق سے نہیں بچ سکتا کیونکہ وہ یقین سے خالی ہوتا ہے اور جو یقین سے خالی ہو اس کے دل میں شک کے اَثرات پائے جاتے ہیں۔

جسے عِلْمِ یقین کی دولت سے کوئی حِصّہ نہ ملے میں اس کے بُرے خاتمہ سے ڈرتا ہوں، اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس عِلْم کی تصدیق کی جائے اور جو اس عِلْم کی اہلیت رکھتے ہیں ان کی بات مانی جائے۔

اس شخص پر اس عِلْم کا دروازہ کبھی نہیں کھولا جاتا جس میں یہ دو۲ عادتیں ہوں: بِدْعَت یا تکبر۔

جو دنیا سے مَحبّت کرنے والا ہو یا اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں اِصْرار سے کام لیتا ہو کبھی بھی اس عِلْم سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جو اس عِلْم کو نہ مانے اس کی سزا یہ ہے کہ کبھی بھی اس عِلْم کو حاصِل نہیں کر سکتا۔

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کا اس بات پر اِتّفاق ہے کہ یہ عِلْم صدیقین کا ہے جسے اس عِلْم کی کچھ دولت نصیب ہو وہ مُقَرّبین سے ہو جاتا ہے اور اَصحابِ یمین کا درجہ پالیتا ہے۔

معرفت اور باقی علوم میں فرق

عِلْمِ توحید اور مَعْرِفَتِ صِفات باقی عُلوم سے جُدا ہیں۔ کیونکہ باقی عُلوم میں اِخْتِلاف باعِثِ رحمت مگر عِلْمِ توحید میں اِخْتِلاف گمراہی و بِدْعَت ہے۔ عِلْمِ ظاہِر میں خطا مُعاف ہو سکتی ہے اور بعض اَوقات اِجْتِہَاد کرنے کی صُورَت میں ایک نیکی کا اَجر بھی مل جاتا ہے مگر عِلْمِ توحید اور شہادتِ یقین میں خطا و غَلَطی کُفر ہے۔ اس طرح کہ بندے عِلْمِ ظاہِر کے حُصول میں **عند اللّٰہ** حقیقتِ عِلْم کے حُصول کے مکلّف نہیں مگر عِلْمِ توحید میں **عند اللّٰہ** حقیقت کا حُصول ان پر لازِم ہے۔

بدعتی شخص ولی نہیں ہو سکتا

جس نے دین میں کوئی بِدْعَت اِیجاد کی اس کی یہ بِدْعَت اس کے منہ پر ماری جائے گی اور اس سے اس کے مُتَعَلّق پوچھا بھی جائے گا، اس کی یہ بِدْعَت بندوں پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجّت ہے نہ دنیا میں اسے کوئی نفع دینے والی ہے بلکہ ایسا شخص دنیادار اور دنیا میں رَغْبَت رکھنے والا ہوتا ہے جو نہ تو **اللّٰہ** کی جانِب رہنمائی کرنے والا بننے کی صَلاحِیَّت رکھتا ہے نہ نیکی کی دَعْوَت دینے والا ہے اور نہ متقین کا اِمام ہے۔

عالِم کی لغزش سب سے بڑا فتنہ ہے

دو عالَم کے مالِک و مختار باذنِ پروردگار، مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عُلَما رسولوں کے امین ہوتے ہیں جب تک کہ اُمورِ دنیا میں داخل نہ ہوں اور جب اُمورِ دنیا میں شریک ہو جائیں تو اپنے دین کے مُعَاملے میں ان سے بچو۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو اس میں نہ تھی تو وہ مَرْدُود ہے۔[2]

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی گئی: فتنے کے لحاظ سے سب سے بڑا انسان کون ہے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشاد فرمایا: ایک عالِم کی ایسی لَغزِش کہ جب پورا عالَم اس کی لَغزِش کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔

دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھے اپنی اُمّت کے جن باتوں میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے ان میں عالِم کی لَغزِش اور مُنافِق کا قرآنِ کریم میں جھگڑنا بھی ہے۔[3]

لغزش کھانے والے عالم کی مثال

ایک بُزُرگ فرماتے تھے کہ عالِم جب ٹھوکر کھائے تو اس کی مثال ڈوبنے والی اس کشتی کی طرح ہوتی ہے جو اپنے ساتھ بہُت سی مخلوق کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ ایک قول میں ہے کہ لَغزِش کھانے والے عالِم کی مِثال سورج گرہن کی طرح ہے جو چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا ہے: اے غافلو! نماز پڑھو۔ مگر (اس کی کوئی نہیں سنتا بلکہ) عام لوگ اسے خوف و گھبراہٹ کی عَلامت و نِشانی سمجھتے ہیں۔

اُمّت کو دھوکا دینے والے پر لعنت

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: جس نے میری اُمّت کو دھوکا دیا اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ، اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔ عرض کی گئی: **یارسول**

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف العین، ۵/ ۲۰۱، حدیث: ۱۴۵۲۹

[2] ......بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی... الخ، ۲/ ۲۱۱، حدیث: ۲۶۹۷

[3] ......معجم کبیر، ۲۰/ ۱۳۸، حدیث: ۲۸۲

اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُمّت کو دھوکا دینے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اسلام میں کوئی نئی بات پیدا کرکے لوگوں کو اس پر عَمَل کرنے کی ترغیب دلانا (اُمّت کو دھوکا دینا ہے)۔[1]

عالِم کی غلطی سارے آفاق تک جا پہنچتی ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ عالِم کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کی جانب سے ہلاکت ہے اور ان پیروی کرنے والوں کے لیے عالِم کی جانِب سے ہلاکت وبربادی ہے۔ اس طرح کہ ایک عالِم غَلَطی کرتا ہے تو لوگوں کی ایک کثیر جَماعَت اس کی پیروی کرنے لگتی ہے۔ پھر یہ غَلَطی سارے آفاق تک جا پہنچتی ہے۔

بڑے بڑے جرموں اور گناہوں کی چند مثالیں

- (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں کسی ایسے انسان کو نہیں جانتا جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی بات ایجاد کرنے سے بڑھ کر کوئی جرم کیا ہو یعنی جس نے کِتابُ **اللہ** اور عِلمِ مَعرِفَت کے مُتَعلِّق ایسی باتیں کیں جن کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکم نہیں دیا اور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی میٹھی میٹھی سنتیں جو کہ مخلوق پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حجت اور بندگانِ خدا کو مَقامِ قُربِ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، کی بھی پروانہ کی تو اس نے اپنی ان بدعات سے لوگوں کو گمراہ کیا۔
- جو شخص دین میں خِلافِ سنّت کوئی بِدْعَت شُروع کرے اور کِتاب وسنّت کو چھوڑ کر اس بِدْعَت (کو پھیلانے) کے پیچھے پڑ جائے اور مومنین کے راستے کو بالکل چھوڑ دے تو ایسا شخص اس شخص کے مُقابَلے میں بڑا مُجرِم ہے جو اُمورِ دُنیا کی کَثْرت کا شِکار اور نفسانی شہوات کا مُرتَکِب ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لوگوں کے مال وجان پر ظُلْم کرنے والا اپنی جان پر ظُلْم کرنے والے سے بڑا مُجرِم ہوتا ہے، کیونکہ جو اپنی جان پر ظُلْم کرتا ہے اس کا گناہ صِرف اسکے اور اس کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہی ہوتا

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، ۷/۲۱۳، حدیث: ۲۲۴۹۸

ہے (کیونکہ اس کا تعلّق حُقُوقُ اللّٰہ سے ہے) مگر جو دوسروں پر ظُلْم کرتا ہے اس کا جُرْم عظیم ہے اور اس کے نامۂ اَعمال کا حِساب ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا (کیونکہ اس کا تعلّق حُقُوقُ الْعِبَاد سے ہے)۔

﴿۔۔۔﴾ جو شخص دین کے مُعَاملے میں حق و باطِل کو ملا کر خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے اس کا جُرْم بھی بَہُت بڑا ہے کیونکہ یہ طریقہ رسولوں کی شَریعَت کے آثار مِٹا دیتا ہے، لوگوں کو اِیمان والوں کے راستے سے ہٹا دیتا ہے اور ان کے اُخْرَوِی مُعَامَلات کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔

﴿۔۔۔﴾ یہ بھی بَہُت بڑا جُرْم ہے کہ ایک شخص گناہ کر کے اس کا اِنکار کر دے مگر خود کو اس شخص جیسا سمجھے جو اِعْتِرَافِ گناہ کر کے مَعْذِرَت کر لیتا ہے۔ پس جو اِقرار کے بعد مُعافی مانگ لے اس پر اس شخص کی نِسبَت اللّٰہ کے عَفْو و کرم اور رحمت کی زیادہ اُمّید ہوتی ہے جو اِقرارِ گناہ کرے نہ مُعافی مانگے۔

﴿۔۔۔﴾ اسی طرح عَمَلی طور پر اِفراط و تفریط کا شِکار ایک شخص اپنے نفس کی تو اِصلاح نہ کرے مگر علمی حقائق بیان کرے اور اللّٰہ و رسول عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا کے لیے کِتاب و سنّت کے مُطابِق لوگوں کی اِصلاح کی کوشش بھی کرے تو اُمّید ہے ایسے شخص کا حُسْنِ اِخلاص قبول ہو جائے اور عَفْو و کرم کی دولت مِل جانے سے اس کی ذاتی غَلَطیوں کا بھی تدارُک ہو جائے۔ لیکن وہ شخص جو دین کی خِدْمَت کی کوشش تو کرے مگر مسلمانوں میں ایسی بدعتیں پیدا کر دے جو کِتاب و سنّت کے مُخالِف ہوں تو اس کا جُرْم بَہُت بڑا ہے۔ گویا کہ اس نے مِلّتِ اسلامیہ اور شَریعَتِ مُطہّرہ ہی کو بدل دیا۔ یہ ایسا شخص ہے جس کے دل میں نِفاق ہے یہاں تک کہ اس بِدْعَت کی ترویج کی وجہ سے اس کے دل پر نِفاق کی مُہر لگا دی جاتی ہے۔

﴿۔۔۔﴾ مسلمانوں میں کِتاب و سنّت کے خِلاف کوئی بات ایجاد کرنے والا اس شخص سے بڑا مجرم ہے جس کے گناہ صِرف اس کی اپنی ذات تک محدود ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کی سلطنت کے مرکز میں بیٹھ کر اس کے اَحْکام کی خِلاف ورزی کرے اور پھر اس کے خِلاف عَلَمِ بَغاوَت بھی بُلَند کر دے تو یہ اس شخص سے بڑا مُجرِم ہے جو صِرف اس بادشاہ کی نافرمانی تو کرے مگر اس کی رَعیَّت ہی میں رہے اور بَغاوَت نہ کرے۔

تین باتیں بادشاہ مُعاف نہیں کرتے

ایک حکیم کا قول ہے کہ تین اشخاص کو بادشاہ مُعاف نہیں کرتے:

﴿1﴾ جو اس کی سلطنت کا تختہ الٹنا چاہے۔

﴿2﴾ جو ایسا کام کرے جو بادشاہ کی توہین کا باعث بنے۔

﴿3﴾ جو شخص بادشاہ کے حَرَم کی حُرمت کو برباد کرے۔

سنت کی مخالفت کرنے والا شفاعت سے محروم

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ اِعلان کرتا ہے جس نے سنّتِ رسول کی مُخالَفت کی اسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شَفاعَت نصیب نہ ہو گی۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: نفسانی خواہش اندھے پن کی شریک و حصّہ دار ہے۔[1]

بدعت گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

(پ۵، النسآء: ۱۲۲)

﴿2﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے۔

(پ۸، الانعام: ۱۴۴)

(گویا کہ صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے نزدیک خِلافِ شَرِیعَت کسی بِدْعَت کا جاری کرنا گویا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی جُرم نہیں۔)

---

[1] ......عیون الاخبار، اتباع الھوی، الجزء الاول، ۱/ ۹۴، بدون: ذکر علی بن ابی طالب

بدعت کی تباہی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور جو کہے ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا خدا نے اتارا۔

(پ۷، الانعام:۹۳)

(صاحِبِ کتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس آیتِ مُبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر جھوٹ باندھنے اور ربّ ہونے کا دعویٰ کرنے والے کے جُرْم کو ہم پلّہ قرار دیا گیا ہے۔

اہلِ حق کو جھٹلانا

یہ بھی بہت بڑا جُرْم ہے کہ اَہلِ حق جب کوئی بات کہیں تو نہ صِرف ماننے سے اِنکار کر دیا جائے بلکہ انہیں جھوٹا کہا جائے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حق بات کو اور خالِق عَزَّوَجَلَّ کے جھٹلانے کو ایک جیسا جُرْم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے۔

(پ۲۱، العنکبوت:۶۸)

﴿2﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ (پ۲۴، الزمر:۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اسکے پاس آئے۔

معلوم ہوا حق اور اہلِ حق کو جھٹلانا برابر ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس یعنی حق اور اہلِ حق کی تصدیق کرنا بھی برابر ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ۲۴، الزمر:۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔

مُعَلِّمِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: عالِم اور مُتَعَلِّم دونوں عِلْم میں حصّہ دار ہیں۔[1] اسی قسم کا ایک قول حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: سننے والا بولنے والے کا حصّہ دار ہوتا ہے۔[2]

نِظامِ قدرت، حق و باطِل کی جنگ

بد مذہب اور مَاوَرَائے عَقْل (یعنی عقل سے بالاتر) باتیں کرنے والے لوگوں نے جب بھی مسلمانوں کو راہِ حَق سے ہٹانے اور دین سے بے بہرہ کرنے کی کوشش کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا رَدّ کرنے کے لیے عُلَمائے رَبّانیین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کو پیدا فرما کر انہیں عِلْمِ یقین کی دولت سے نوازا۔ چنانچہ،

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان عُلَمائے رَبّانیین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کے عِلْم و عَدل کی گواہی دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: بعد والوں میں ایسے عادِل اور نیک بندے یہ عِلْم حاصِل کریں گے جو ☜ غُلُو کرنے والوں کی تحریف ☜ باطِل پرستوں کی اس عِلْم میں شامِل کی گئی ناحَق باتوں اور ☜ جاہِلوں کی غَلَط تاویلوں سے اسے پاک کریں گے۔[3]

حدیثِ پاک کی شرح

- ☜ حدیثِ مُبارَکہ میں جن غُلُو کرنے والوں کا تذکرہ ہوا ہے ان سے مُراد ماوَرَاءُ العقل اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والے لوگ ہیں کیونکہ یہ لوگ عِلْم کی حُدود سے تَجاوُز کر چکے ہیں، انہوں نے راہِ عِلْم کے نُقُوش مِٹا کر اَحکام کو ہی خَتم کر دیا ہے۔
- ☜ باطِل پرست لوگ وہ ہیں جو لوگوں کو اپنی اِیجاد کردہ بِدْعَت کی طرف بلاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو مِٹانے اور اس پر غالِب آنے کے لیے باطِل باتوں کے ذریعے اہلِ حَق سے جھگڑا کیا۔ جھوٹے دعوے کئے اور اپنی رائے اور نفسانی خواہش کے ذریعے نئی نئی باتیں ایجاد کیں۔

---

[1] ...... ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث، ۱/۱۵۰، حدیث: ۲۲۸

[2] ...... الزھد لابن مبارک، باب من طلب العِلْم لعرض فی الدنیا، ص۱۶، حدیث: ۴۸، عن یزید بن حبیب

[3] ...... مشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، ۱/۶۷، حدیث: ۲۴۸

جاہلین سے مُراد وہ لوگ ہیں جو عِلْمی غَرائب سن کر ماننے سے اِنکار کر دیتے ہیں اور ظاہِری عَقْل پر پرکھتے ہوئے انہیں جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مُصْطَفٰے ہے: **بعض عُلوم مخفی خزانوں کی طرح ہوتے ہیں جنہیں صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعرِفت رکھنے والے ہی جانتے ہیں، جب وہ اس عِلْم کی بات کرتے ہیں تو صِرف وہی لوگ اس سے لاعلمی کا اِظْہار کرتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں۔**[1]

لہٰذا کسی ایسے بندے کو حقیر نہ جانو جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عِلْم کی دولت سے نوازا ہو۔ اس لیے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عِلْم کی دولت عطا فرمائی تو اب وہ حقیر نہیں رہا۔

باطل پرستوں اور علمائے ربانیین کا طریقہ

جو شخص اپنی رائے یا عَقْل کے مُطابِق اَحادیثِ مُبارَکہ کی تاویل کرے یا ایسی باتیں کرے جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے منقول نہ ہوں یا ان سے منقول اَقوال کے برعکس مفہوم بیان کرے تو ایسا شخص جان بوجھ کر باطِل کو چاہنے والا ہے۔ جن بندوں کو عُلَمائے رَبَّانِیِّیْن رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین ہونے کا شَرَف حاصِل ہو ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عِلْمِ یقین کے ذریعے عقلی عُلوم کا اور عِلْمِ اَحادیث کے ذریعے عِلْمِ رائے کا رَدّ کرتے ہیں اور آثار واَخبار بیان کرنے والوں کی روایات کو دلائل کے ساتھ نہ صِرف ثابِت کرتے ہیں بلکہ ان سے مروی روایات کی ایسی تفصیل و تفسیر بیان کرتے ہیں کہ جس سے (بسا اَوقات) وہ راوی بھی آگاہ نہ ہوتے تھے، کیونکہ انہیں اس سلسلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تائید حاصِل ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں مُشاہَدہ کی دولت عطا فرماتا ہے، ان کے دلوں کو نُورِ ایمان سے مُنَوَّر فرما کر انہیں ایسی قُوَّتِ گویائی عطا فرماتا ہے جس سے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں وہی باتیں بتاتے ہیں جو انہیں بتائی جاتی ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ   ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(پ۲۸، الجمعۃ: ۴)

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ۳/۱۴۲، حدیث: ۷۶۷۸، بتغیرٍ قلیلٍ

﴿2﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫ وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔

راہِ اِعتدال

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جس بارے میں سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین نے کلام کیا ہو اس کے مُتَعَلِّق خاموش رہنا ظُلْم ہے اور جس کے مُتَعَلِّق سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین خاموش ہوں اس بارے میں کلام کرنا تکلّف ہے۔ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ حَق بات بڑی بھاری ہوتی ہے جس نے اس کی حُدُود پار کرنے کی کوشش کی اس نے ظُلْم کیا اور جس نے کوشش کی مگر باز آگیا وہ عاجِز ہے اور جو حَق کے ساتھ کھڑا رہا اسے یہی کافی ہے۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے منقول ہے: تم پر لازِم ہے کہ ایسا درمیانہ راستہ اِخْتیار کرو کہ جو اس راستے سے آگے بڑھ جانے والے ہیں وہ واپس اس مقام پر لوٹ آئیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ وہاں تک پہنچ جائیں۔ ①

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ کسی بدمذہب کی اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کوئی بات نہیں سنتے تھے۔ البتہ! اس کی بِدْعَت پر گہری نظر رکھتے اور مُناظرہ ومُجادَلہ سے اس کا خوب رَدّ فرماتے اور اس سلسلے میں ہمیشہ آثار وسُنَن سے دلائل دیتے۔

(یہاں صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی عام لوگوں کو مُخاطَب کر کے فرماتے ہیں کہ پس تمہیں بھی اَسلاف کی سنّت پر عَمَل کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ) اگر وہ بدمذہب حَق بات مان لے تو تمہارا دینی بھائی ہے اور تم پر اس کی دوستی لازِم ہے اور اگر وہ بِدْعَت سے رُجُوع نہ کرے اور حق بات ماننے سے اِنکار کر دے تو پھر تم پر لازِم ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے اس سے قطع تعلّق کر لو کیونکہ اس کا بدمذہب ہونا نہ صِرف معلوم ہو چکا ہے بلکہ یہ بھی ثابِت ہو چکا ہے کہ وہ دشمنِ دین ہے اور اس نے راہِ خُدا کو

---

① ....الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۴۳، الجزء الثانی، ۱/ ۱۱۷
مصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام علی بن ابی طالب، ۸/ ۱۵۵، حدیث: ۴

چھوڑ دیا ہے۔ جان لیجئے کہ یہ راہِ اِعْتِدال ایسی ہے جسے ہمارے زمانے میں صرف انہی لوگوں نے اِخْتِیار کر رکھا ہے جو اس کی فضیلت اور سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے طریقے سے واقِف ہیں۔

شیطان کا اپنے چیلوں کو تسلی دینا

ابلیس لعین کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ اس نے دَورِ صحابہ میں اپنے لشکروں کو (شَر پھیلانے کے لیے) بھیجا مگر جب وہ پریشان حال واپس لوٹے تو اس نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ وہ بولے کہ ہم نے ان جیسے لوگ نہیں دیکھے، ہمیں ان سے کچھ حاصِل نہیں ہوا بلکہ انہوں نے تو ہمیں تھکا دیا ہے۔ ان کی یہ بات سن کر ابلیس لعین نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: تم ان پر غالِب نہ آسکو گے کہ یہ اپنے نبی کی صحبت میں رہے ہیں اور انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو نازِل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ البتہ! ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن سے تم اپنی حاجات یقیناً پوری کر لوگے۔ چنانچہ جب تابعین کا زمانہ آیا تو اس نے دوبارہ اپنے لشکر بھیجے مگر وہ پھر خائِب و خاسِر پریشان حال لوٹے تو ابلیس لعین نے پوچھا: اب کیا ہوا؟ بولے: ہم نے ان سے بڑھ کر عجیب لوگ نہیں دیکھے، ہم ان سے چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں تو کامیاب ہو گئے تھے مگر جب دن کا اِخْتِتام ہونے لگا تو یہ اِسْتِغْفار کرنے لگے اور دن کے اوقات میں انہوں نے جو بُرائیاں کی تھیں وہ بھی نیکیوں میں بدل گئیں۔ شیطان نے پھر انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا: تم ان سے بھی کچھ حاصِل نہ کر سکو گے، کیونکہ یہ توحید کے سچے اور اپنے نبی کی سنّتوں پر عَمَل کرنے والے ہیں۔ البتہ! ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن سے تم اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو گے، تم ان سے کھیلو گے، ان کی خواہشات کی لگام تھام کر جدھر چاہو گے انہیں چلاتے رہو گے۔ اگر وہ اِسْتِغْفار بھی کریں گے تو انہیں مغْفِرت کی نوید نہ ملے گی، بلکہ وہ توبہ ہی نہ کریں گے کہ ان کی بُرائیاں نیکیوں میں بدل جائیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پس قَرنِ اَوّل (یعنی پہلی صدی ہجری) کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ جب شیطان لعین نے ان میں نفسانی خواہشات کے جال پھیلائے اور ان کے سامنے خِلافِ سنّت نئی نئی باتوں کو بنا سنوار کر پیش کیا تو انہوں نے ان نئی باتوں کو جائز سمجھتے ہوئے دین کا حصّہ بنالیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان بدعتوں کا شِکار ہونے کی مُعافی طَلَب کرتے ہیں نہ بارگاہِ خُداوندی میں

حاضر ہو کر توبہ کرتے ہیں۔ پس اس طرح دشمن (یعنی ابلیس اور اس کے لشکر) ان پر غالب آ گئے اور اب وہ جدھر چاہتے ہیں انہیں لے جاتے ہیں۔

گمراہی کی حلاوت

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ گمراہی کی بھی ایک حلاوت ہوتی ہے جو گمراہ لوگوں کے دِل ہی محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ اِتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَعِبًا وَّ لَہۡوًا (پ۷، الانعام:۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا۔

﴿2﴾ اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ (پ۲۲، فاطر:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کی نِگاہ میں اس کا بُرا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بَھلا سمجھا ہِدایت والے کی طرح ہو جائے گا۔

﴿3﴾ اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَ یَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ (پ۱۲، ھود:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر **اللہ** کی طرف سے گواہ آئے۔

سلف صالحین میں افضل کون؟

عِلْم وہی ہے جو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین اور ان کے پیروکاروں کے پاس تھا، چنانچہ انہی لوگوں کے نقشِ قَدَم پر چلا جاتا ہے اور انہی کی ہِدایت بھری باتوں کو مَشْعَلِ راہ بنایا جاتا ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا نام سرفہرست ہے، انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور سکینہ کی دولت میسر تھی۔ ان کے بعد سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں تابعین عظام کا نام آتا ہے کہ جنہوں نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی خوب پیروی کی اور زُہد و تقویٰ کے پیکر بن گئے۔

عالِم کو کیسا ہونا چاہئے؟

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عالِم وہی ہے جو لوگوں کو وہی حالت اپنانے کی دَعْوَت دے جو اس کی اپنی ہے یہاں تک کہ وہ سب اسی جیسے ہو جائیں۔ یعنی اس بندۂ

خدا کی دنیا سے کنارہ کشی دیکھ کر لوگ بھی دنیا سے کنارہ کش ہو جائیں۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اس بندے کے پاس بیٹھو جس کا عِلْم تم سے باتیں کرے اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کی زبان تم سے باتیں کرے۔

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے: عَمَل سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو، صِرف زبان سے وعظ مت کرو۔

حضرت سَیِّدُنا سہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا قول ہے کہ عِلْم عَمَل کو پکارتا ہے، اگر وہ جواب دے تو رُک جاتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے۔

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اس مفہوم پر دلالت کرنے والی ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ہمارا بہترین ساتھی وہم نشین کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: جسے دیکھتے ہی تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے لگو، جس کا بولنا تمہارے عِلْم میں اِضافہ کرے اور جس کا عَمَل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔[1]

دنیا کے طلب گار عالم کی ہم نشینی بہت بری ہے

اُس عالِم کی ہم نشینی بہُت بُری ہے جو دنیا کا طالِب ہو اور دنیا داروں کی مِثْل ہونا چاہے کہ وہ اسے دیکھ کر اپنی حالَت پر رشک کریں (یعنی وہ یہ سمجھیں کہ ایسا دین دار ہونے سے ہمارا دنیا دار ہونا ہی بہتر ہے)۔ ایسا عالِم لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف نہیں بلاتا بلکہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ نیز یہ دنیاداروں (کی عنایات) کا حریص ہوتا ہے مگر وہ لوگ اسے کوئی اَہمیّت نہیں دیتے۔

انبیائے کرام کے وارث کون؟

حقیقی عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ہی اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارِث ہیں، یہی لوگ متقی و پرہیز گار ہیں، دنیا کی فُضُولیات سے بچتے ہیں، عِلْمِ یقین و قدرت کی ترجمانی کرتے ہیں، رائے اور نفسانی خواہش

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، ۲/ ۴۳۲، حدیث: ۲۴۳۱

سے کلام کرتے ہیں نہ شبہات و آرا کے مُتَعَلِّق کوئی کلام کرتے ہیں۔ ان عُلَمائے ربانیین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کا سلسلہ کسی کے کہنے سے خَتْم ہو گا نہ کسی باطِل کے چاہنے والے جاہِل کی باتوں سے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا **عبدالله** بن عَمْرو رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرت نشان ہے: اس اُمّت کے ابتدائی لوگ زُہد و یقین کے باعث بچ گئے مگر بعد والے بخل اور جھوٹی اُمّیدوں کے سَبَب ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ [1]

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ مَرْعَشِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی نے مجھے (ایک مکتوب میں) لکھا: آپ کا اس شخص کے مُتَعَلِّق کیا خیال ہے جو اکیلا ہو اور کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اس کے ساتھ مل کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، سوائے ایسے گناہ گار شخص کے کہ جس کے ساتھ باہم گفتگو کرنا بھی مَعْصِیَّت ہو؟ انہوں نے ایسا اس لیے لکھا کہ انہیں کوئی اہلِ ذکر نہ ملا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے عرض کی: اے ابو محمد! کیا آپ اہلِ ذکر کو جانتے ہیں؟ تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اِرشَاد فرمایا: وہ لوگ ہم سے مخفی نہیں۔

جاہل علما سے دوری بہتر ہے

اَبدال حضرات لوگوں سے قطع تعلّق کر کے زمین کے مختلف کونوں میں جا بسے ہیں، بلکہ وہ جمہور کی آنکھوں سے بھی اَوجھل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان میں آج کے دَور کے عُلَما کو دیکھنے کی ہِمّت ہے نہ ان کی باتیں سننے کی طاقت۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عُلَما اَسرارِ اِلٰہیہ سے واقِف نہ ہونے کے باوُجود خود کو عالِم کہلاتے ہیں اور لوگ بھی انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ (جھوٹے عُلَما اور انہیں عُلَما سمجھنے والے لوگ) سب جاہِل ہیں اور جو جاہِل اپنی جَہالَت سے واقِف نہ ہو اس کے مُتَعَلِّق حضرت سَیِّدُنا سہل تُسْتَرِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سب سے بڑی مَعْصِیَّت جَہالَت سے ناواقِف ہونا ہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین پر (موجودہ دَور کے عُلَما کے بجائے) عام لوگوں کو دیکھنا اور غافلین کی باتیں سننا زیادہ آسان ہے، جس کی چند وُجوہات ہیں:

[1] ......الزهد للامام احمد بن حنبل، ص ۳۵، حدیث: ۵۲

- وہ دنیا کے جس کونے میں بھی رہیں غفلت سے جُدا نہیں ہوتے۔
- یہ عام لوگ دینی مُعَامَلات میں جھوٹی باتوں کو بَناسَنْوار کر پیش نہیں کرتے۔
- دوسرے مومنین کو دھوکا نہیں دیتے۔
- یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ عُلَما ہیں۔
- یہ عِلْم سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی جہالَت کا اِعْتِراف کرتے ہیں۔
- یہ لوگ رحمتِ خداوندی کے قریب اور اس کی ناراضی سے دور رہتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سہل تُستَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں کہ جَہالَت کی وجہ سے پیدا ہونے والی قَساوَتِ قلبی گناہوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی قَساوَتِ قلبی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ جاہِل شخص عِلْم کے دامَن سے وابستہ نہیں ہوتا اور غَلَط باتوں کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جبکہ عملاً گناہ گار شخص (کم از کم) عِلْم کے دامَن سے تو وابستہ رہتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ عِلْم ایک دوا ہے جو بیماریوں میں شِفا کا کام کرتی ہے اور فسادِ اَعمال کا تدارُک کر کے انہیں جڑ سے خَتْم کر دیتی ہے۔ جبکہ جَہالَت ایک بیماری ہے جو نیک اَعمال کو برباد کر دیتی ہے اور یوں نیک اَعمال بھی بُرائیوں میں بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا خود فیصلہ کیجئے کہ جو شے نیکی کو بُرائی میں بدل دے اور جو شے بُرائی کو نیکی میں بدل دے ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔

(پ ۱۱، یونس: ۸۱)

﴿2﴾ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہم نیکوں کا نیگ (ثواب) نہیں گنواتے (ضائع نہیں کرتے)۔

(پ ۹، الاعراف: ۱۷۰)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ فرمانِ عالیشان اس بات پر بہُت بڑی دلیل ہے کہ عَمَل میں کوتاہی کرنے والا ایک عالِم مُجاہَدات میں مشغول عابِد سے اَفضل ہوتا ہے۔

(مزید فرماتے ہیں) یاد رکھئے! جب کوئی بندہ ہر مُعَامَلے میں دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ رہے تو آخر کار وہ ان سب سے کٹ جاتا ہے اور کوئی بھی اس سے مانوس نہیں ہوتا لیکن اگر وہ لوگوں کے (سب مُعَامَلات

سے تو جُدا نہ ہو بلکہ) اکثر مُعامَلات سے اپنا ناطہ توڑ لے تو آخر کار وہ اکثر لوگوں سے جُدا ہو جاتا ہے اور اگر وہ بعض مُعامَلات میں ان سے جدا اور بعض میں ان کے ساتھ رہے تو (اسے چاہئے کہ صِرف) نیک لوگوں کے ساتھ اپنا میل جول بڑھائے اور بُرے لوگوں سے دُور ہی رہے۔

آثار واَخبار نَقْل کرنے کی فضیلت

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے اس کِتاب میں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی روایات یا صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام کے جو اَقوال ذکر کئے ہیں وہ سب اپنی قُوّتِ حافِظہ سے قلم بند کئے ہیں اور تقریباً تمام آثار و اَخبار میں رِوایَت بالمعنیٰ[1] کا اِلتِزام

[1] ......کسی کی بات کو آگے دوسروں تک پہنچانے کے دو طریقے ہیں۔ (1) اس کے بولے گئے الفاظ کو بعینہ نقل کر دیا جائے اس طریقے سے بیان کردہ بات کو رِوَایَت بِاللَّفْظ کہتے ہیں۔ (2) کسی کی بات کا مفہوم بیان کر دیا جائے یا وہ بات اختصار کے ساتھ بیان کی جائے یا ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں کہ مفہوم تبدیل نہ ہو۔ ایسی بیان کردہ بات کو رِوَایَت بِالْمَعْنٰی کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شریعت نے ان دونوں طریقوں کو جائز قرار دیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا جان لیجئے کہ شریعتِ اسلامیہ کے دو بنیادی ماخذ یعنی قرآن و سنّت پر مسلمانوں کا صدیوں سے عمل ہے اور ہم تک یہ دونوں ماخذ روایت کے طریقے سے ہی پہنچے ہیں، مگر قرآنِ کریم کلامِ باری تعالیٰ ہے اس کی رِوایت میں اَلفاظ تبدیل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ امام اہلسنّت، مُجَدِّدِ دین و ملّت، اعلیٰ حضرت سَیِّدُنا مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: قرآنِ عظیم کے نَظم کریم و حکم عظیم دونوں کے ساتھ تعبّد ہے اس میں نقل بالمعنیٰ جائز نہیں۔ البتہ حدیثِ پاک کا مُعامَلہ قرآنِ مجید سے جدا ہے اور اس میں دو صورتیں ہیں۔ اگر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بیان کردہ وہ الفاظ جَوَامِعُ الْکَلِم ہیں (یعنی الفاظ کم مگر معانی کثیر ہوں) تو ان کو ویسے ہی بیان کیا جائے گا اور ان میں کوئی تبدیلی جائز نہیں اور اگر وہ جَوَامِعُ الْکَلِم سے ارشاد نہ ہوئے ہوں تو پھر رِوَایَت بِالْمَعْنٰی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ شریف کی ستائیسویں جلد میں رِوَایَت بِالْمَعْنٰی کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت ارشاد فرماتے ہیں: روایتِ حدیث کے دونوں طریقے ہیں: روایت باللفظ و روایت بالمعنیٰ۔ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تحدیث بالمعنیٰ کی اِجازت فرمائی ہے۔ مزید اِرشاد فرماتے ہیں: حدیث کے حکم کے ساتھ تعبّد ہے جو الفاظ کریمہ جَوَامِعُ الکلم سے اِرشاد ہوئے ہیں وہ بِعَیْنِہَا منقول ہیں اور باقی میں لفظ پر اقتصار موجبِ ضیق و عُسر تھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ۔ تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ اور وہ یقیناً حدیث ہے۔ اس کے بعد ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ فرمائے: زید سے کہو کہ ابھی آئے۔ اس پر حکم پہنچانے والا زید سے جا کر کہے کہ ظلِّ سبحانی نے فرمایا ہے: فوراً حاضر ہو۔ تو بے شک اس نے بادشاہ ہی کا حکم

کیا ہے مگر بعض روایات ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس تھیں اور ان تک ہماری رسائی بھی ممکن تھی لہٰذا ہم نے ان میں اَلفاظ کا بھی خیال رکھا اور جو ہماری پہنچ سے دور تھیں اور ہم انہیں حاصل بھی نہ کرسکے تو ان کی خاطر زیادہ کوشش بھی نہ کی۔ اب ہم اس سلسلے میں اگر حق پر ثابِت قدم رہے ہیں تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ بہترین توفیق اور تائید کی بدولت ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو یہ ہماری غَلَطی ہے جو غفلت کا نتیجہ ہے۔ یا ہم سے کہیں نِسیان و عُجلت کا مُظاہرہ ہوا ہے تو یاد رکھئے کہ نسیان و عُجلت کا مُظاہرہ ہمیشہ شیطانی عَمَل دخل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا تھا یعنی ہمارا قول ان کی رائے کے تابع ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بیان اور ثابت قَدَمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور عُجلت و نِسیان شیطان کی پیداوار ہے۔[1] یعنی عُجلت و نِسیان کا واسِطہ وسَبَب شیطان ہے، نیز بندے کا توفیق کی کمی کا شِکار ہونا بھی عُجلت کا ایک سَبَب ہے۔

روایت بالمعنی میں شرط

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ اَبُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے جہاں کثیر روایات میں اَلفاظ کا اِہتِمام نہیں کیا وہیں تمام روایات میں مَفہوم و معنٰی سے بھی رُوگردانی نہیں کی۔ کیونکہ میرے نزدیک اَلفاظ کا اِہتِمام لازِم وضَروری نہیں بشرطیکہ **جب آپ رِوایت بالمعنٰی کریں تو آپ پر لازِم ہے کہ آپ کلام میں ہونے والی تبدیلی اور مختلف مَعانی و مَفاہیم کے فرق کو بخوبی جانتے ہوں اور تحریف یا لفظی ہیر پھیر سے بھی اِجتِناب کریں۔**

پہنچایا اور بادشاہی کی بات نقل کی۔ مزید فرماتے ہیں کہ حدیث کے جب معنٰی حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ثابت اور صحیح ہیں تو اسے موضوع نہیں کہہ سکتے ورنہ صحیحین کی صدہا حدیثیں مَعَاذَ اللہ موضوع ہو جائیں گی۔ ہاں اگر کوئی یہ دعوٰی کرے کہ یہی الفاظ بِعَیْنِہَا زبانِ اقدس سے صادِر ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت نہ ہو تو وہ سخت خاطی ہے اور اگر دانستہ کہے تو مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ میں داخل۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَم (فتاویٰ رضویہ، ۲۷/ ۴۹ تا ۵۰)

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/ ۴۴۳، حدیث: ۴۲۴۰، بدون ذکر النسیان

صحابۂ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان کی ایک جماعت نے بھی رِوایت بالمعنٰی میں رُخصت دی ہے۔ ان میں سے حضرت سَیِّدُنا علی، ابن عباس، اَنَس بن مالِک، واثِلہ بن اَسْقَع اور ابو ہُرَیرہ عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان بھی شامِل ہیں۔ تابعین کی بھی ایک کثیر تعداد رِوایت بالمعنٰی کی قائل تھی جن میں اِمامُ الائمّہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری، امام شَعبی، عَمْرو بن دینار، ابراہیم نَخَعی، مُجاہِد وعِکْرِمہ جیسے جلیل القدر بزرگ شامِل ہیں۔ ہم نے ان کی کِتابوں سے یہ اَخبار و آثار اَلفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا امام ابن سیرین عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللهِ الۡمَتِین فرماتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث 10 راویوں سے سنتا تو سب کے اَلفاظ مختلف ہوتے مگر مفہوم ایک ہی ہوتا۔

سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی اَحادِیثِ مُبارَکہ کی رِوایت میں صحابہ کرام عَلَیۡهِمُ الرِّضۡوَان سے اِخْتِلاف مروی ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض مکمل روایات بیان کرتے تو بعض مختصر اور بعض صِرف معنٰی و مَفہوم کو ہی کافی جانتے اور بعض دو مُتَرادِف لفظوں میں تَغیر وتبدّل کی وُسْعَت پاتے کہ معنٰی ومفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہورہی تو ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیتے۔ مگر ایسا وہ اپنی خواہش کی بنا پر کرتے نہ ان کا جھوٹ باندھنے کا کوئی ارادہ ہوتا بلکہ ان سب کا مقصد توبس بیان کرنا اور جو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے سنا تھا اس کا مفہوم بیان کرنا ہوتا۔ پس اس لیے احادیث کی رِوایت میں انہوں نے وُسْعَت سے کام لیا اور وہ کہا کرتے کہ جھوٹ کا اِطلاق اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔

حضرت سَیِّدُنا عمران بن مسلم رَحۡمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیۡه فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بصری عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللهِ الۡقَوِی سے عرض کی: اے ابو الحسن! بے شک آپ حدیث بیان کرتے ہیں (اور ہم بھی) مگر جب آپ ہم سے کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ کے بیان کرنے، لکھنے اور بولنے کا انداز بہُت خوب ہوتا ہے۔ اِرشاد فرمایا: جب تم معنٰی ومفہوم کی حقیقت تک پہنچ جاؤ تو ایسے انداز میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا نَضر بن شُمَیل نحوی عَلَیۡهِ رَحۡمَةُ اللهِ الۡقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ہِشام رَحۡمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیۡه ماہرِ کلام تھے مگر میں تمہارے سامنے ان کی باتوں کو اِعراب (یعنی زیر، زبر اور پیش وغیرہ) کا لباس پہنا کر پیش کرتا ہوں۔

صاحبِ قُوت کا اُسلوبِ روایت

(صاحبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم جب بھی کوئی رِوایت نقل کرتے ہیں تو اس کے مُتعَلّق کہتے ہیں: او کما قیل، نحوہ، شبھہ، بمعناھا۔ حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو ایسے ہی کہتے اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان تمیمی[1] عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بھی جو حدیثِ پاک بیان کرتے ایسے ہی کہتے۔

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے کہ جب تم کسی شخص کو اَلفاظِ حدیث کے مُعاملے میں سختی سے عَمَل کرتے ہوئے پاؤ تو جان لو کہ وہ درحقیقت یہ کہہ رہا ہوتا ہے: مجھے پہچان لو۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن سعید قطان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان سے کسی حدیثِ پاک کے اَصلی اَلفاظ کے مُتعَلّق پوچھا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: اے فلاں! ہمارے پاس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی کِتاب سے بڑھ کر کوئی عظیم شے نہیں مگر اس میں بھی سات قراءتوں کی رُخصت دی گئی ہے، لہٰذا حدیثِ پاک کے اَلفاظ میں شِدّت مت اِختیار کر۔

مقطوع و مُرسَل روایات کو شاملِ کتاب کرنے کی وُجوہات

(صاحبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے اپنی اس کِتاب میں بعض مُرسَل اور مقطوع روایات بھی ذِکر کی ہیں اور بعض ایسی روایات بھی ہیں جن کی سند میں کلام کیا گیا ہے،

---

[1] ......حضرت سَیِّدُنا سلیمان تمیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی نِسبت میں اِختِلاف مروی ہے بعض کُتُب میں تمیمی کی جگہ تیمی مروی ہے۔ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 826 صفحات پر مشتمل کتاب قوت القلوب اردو جلد اول کے صفحہ نمبر 108 پر جو تَسْبِیْحَاتِ اَبِی الْمُعْتَمِر مذکور ہیں وہ انہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ کے مشہور بزرگانِ دین میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو المعتمر ہے، آپ نے حضرت سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے احادیث رِوایت کیں جبکہ آپ سے حضرت سیدنا سفیان ثوری و شُعبہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا وغیرہ نے احادیث روایت کیں۔ وصال ۱۴۳ ہجری میں ہوا۔ آپ کے شہزادے حضرت معتمر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان قسم اٹھا کر فرماتے کہ میرے والد گرامی نے 40 سال تک عشاء کے وُضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ آپ کے وِصال کے بعد حضرت سَیِّدُنا رقبہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رب العزت کا دیدار کیا تو مجھے فرمایا گیا: میری عزّت کی قسم! میں ضرور سلیمان تیمی کی اُخروی آرام گاہ کو عزّت و کرامت سے نوازوں گا۔

(الثقات لابن حبان، الرقم: 1418 سلیمان بن طرخان التیمی، ۲/۱۸۳)

مگر یاد رکھئے کہ ایک مقطوع و مُرسَل رِوایَت سند کے بعض راویوں کے لحاظ سے صحیح بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ راوی ائمہ حدیث ہوں۔

اس کے لیے ہم نے ایسی روایات کو بعض وُجوہ کی بنا پر اپنی اس کِتاب میں نَقْل کیا ہے:

ہمیں ان روایات کے باطِل ہونے کا یقین نہیں۔

ہمارے پاس انہیں رِوایَت کرنے کی دلیل و حُجّت ہے اور وہ یہ کہ یہ رِوایَت ہم سے بیان کی گئی اور ہم نے اسے سنا۔ اب اگر ہم سے عِنْدَ الله اس کی حقیقت جاننے میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو اُمّید ہے کہ الله عَزَّوَجَلَّ اپنے کرم سے اسے مُعاف فرما دے گا۔ جیسا کہ اَسباط نے کہا:

(مُراد یہ ہے کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْهِ السَّلَام کے بھائیوں نے کہا تھا یعنی جب خُدّام مِصر نے سَیِّدُنا بنیامین کے سامان سے پیالہ برآمد کیا تو سب سے بڑا بھائی اپنے دوسرے بھائیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ واپس جا کر حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْهِ السَّلَام سے عرض کرنا)

يَا اَبَانَا اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ (پ۱۳، یوسف: ۸۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے عِلْم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔

پس عِنْدَ الله ان سب سے حقیقت سمجھنے میں غَلَطی ہوئی مگر دلیل پائے جانے کے سَبَب انہیں معذور سمجھا گیا اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے پیالے کے اپنے بھائی بنیامین کے سامان سے برآمد ہونے کی گواہی دی تھی۔

روایت کے ضعیف ہونے کی چند وجوہات

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں)

ضعیف حدیثیں جو مُخالِفِ کِتاب و سنّت نہ ہوں ان کا رَدّ کرنا ہمیں لازِم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔[1]

[1] ......یہ ترجمہ حُصولِ برکت کے لیے فتاویٰ رضویہ شریف سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ فضائلِ اَعمال میں حدیثِ ضعیف پر عَمَل کی بحث میں یہ قول نقل کرنے بعد اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْهِ رَحْمَةُ رَبِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں: لاجَرَم عُلَمائے کِرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ اَحکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہو گی جبکہ جانِبِ اِحتیاط میں ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۴۹۶)

- ہمیں حُسنِ ظن رکھنے اور بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز بدگمانی کی مذمّت بیان کی گئی ہے۔
- احادیثِ مُبارکہ کی صِحّت و حقیقت جاننے کا صِرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ خود سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری باتیں اپنے کانوں سے سنتے۔ چونکہ اب اس کی کوئی صُورت نہیں لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ اَسلاف کی تقلید کریں اور حُسنِ ظن رکھتے ہوئے ان کی روایات کی تصدیق کریں کہ نقل کرنے میں ہمارے دلوں میں سکون اور چہروں پر نرمی ہو اور ہم یہ یقین رکھیں کہ یہی حق ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا ہے۔
- نیز ہم پر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے مُتعلّق یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم ہے کہ وہ سب ہم سے بہتر تھے۔ جب ہم سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جھوٹ باندھنے کی جُرْأت کر سکتے ہیں نہ تابعینِ عظام پر، تو ان لوگوں کے جھوٹا ہونے کے مُتعلِّق کیسے بدگمانی کر سکتے ہیں جو ہم سے پہلے گزرے ہیں، اس لیے کہ بہُت سی ضعیف روایات صحیح اَسناد سے بھی مروی ہیں۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہم جن روایات کو ذکر کر رہے ہیں:

- وہ ایک سند کے لحاظ سے تو ضعیف ہوں مگر اِحتمال مَوجُود ہے کہ دوسری سند کے لحاظ سے صحیح ہوں کیونکہ ہم نے کامِل عِلْم کا اِحاطہ نہیں کیا۔
- اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک رِوایت ایک مُحدِّث کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے تو دوسرے کے نزدیک قوِی۔ ایک مُحدِّث کسی راوی پر جرح کرتا ہے اور اسکی مَذمّت بیان کرتا ہے تو دوسرا اسے عادِل قرار دیتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ جب مُعاملے میں اس طرح اِخْتِلاف ہو تو کسی ایسے شخص کے قول کی وجہ سے حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا جس کا مرتبہ راوی سے کم یا ہم مِثْل ہو۔
- یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اَوقات جن باتوں کی وجہ سے حدیثِ پاک کے راویوں کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے اور ان کی روایات کو صحیح نہیں مانا جاتا ان باتوں کو فقہائے کِرام باعثِ جَرْح و ضُعْف سمجھتے ہیں نہ عُلَمائے ربّانیّین۔ مثلاً

راوی کے گمنامی پسند کرنے کی وجہ سے وہ مجہول (یعنی مشہور نہ) ہو حالانکہ گمنامی و عدمِ شُہرت کو

شَرِیعَت نے خود مُستَحب قرار دیا ہے۔

☜ اس کے شاگرد کم ہوں اور لوگوں کو اس کی باتیں بَہُت کم معلوم ہوئی ہوں۔

☜ وہ اس رِوایَت کے اَلفاظ میں مُنْفَرِد ہو۔

☜ اس نے جو حدیثِ پاک یاد کی تھی یا جو اس کے ساتھ خاص ہے دوسرے ثِقات سے اس طرح مروی نہ ہو۔

☜ اس نے رِوَایَتِ حدیث میں لفظوں کا اِہتِمام نہ کیا ہو یا جب اس نے وہ حدیثِ پاک یاد کی تھی تو لفظوں کی جانِب زیادہ دھیان نہ دیا تھا۔

☜ بعض اَوقات مُحَدِّثِینِ کِرام سخت کلام کرتے اور نقد و جرح میں حد سے تجاوُز کر جاتے ہیں اور لفظوں کے مُعَامَلے میں زِیادَتی سے کام لیتے ہیں اور بعض اَوقات یہ ناقِدین جس راوی کے بارے میں کلام کرتے ہیں وہ ان سے نہ صِرف افضل ہوتا ہے بلکہ عُلَمائے رَبّانِیّین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین کے نزدیک مرتبے میں بھی اعلیٰ ہوتا ہے لہٰذا اس صُورَت میں ان کی جرح انہی پر لوٹ آتی ہے۔

☜ کسی راوی پر ایسا لباس دیکھا جائے یا اس سے ایسا کلام سنا جائے جس کی وجہ سے فقہائے کرام اسے مجروح سمجھیں تو اس کی وجہ سے مُحَدِّثِینِ کِرام بھی اس کی روایات کو اچھّا نہیں سمجھتے۔

☜ بعض اَوقات مُحَدِّثِین ایسے راوی کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں جو عُلَمائے آخِرَت و اَہْلِ مَعْرِفَت سے ہوتا ہے اور رِوَایَتِ حدیث میں اس کا مذہب ان سے جُدا ہوتا ہے اور وہ رِوَایَتِ حدیث میں اپنے مذہب پر عَمَل پیرا ہوتا ہے۔ پس اس پر ان کا مذہب حُجّت نہیں مگر ان پر اس کا مذہب حُجّت ہے کیونکہ اس کا مرتبہ اپنے جیسے عُلَما کے نزدیک اس مُحَدِّث سے کسی صُورَت کم نہیں جس نے اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ اس مُحَدِّث نے ایسی رائے قائم کی جو اس کے مذہب کے مُطابِق نہ تھی۔

قابلِ حجت حدیثِ مبارکہ کی مختلف صورتیں

☜ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ حدیث کے حدیث ہونے کے مُتَعَلِّق اگر صِرف ایک ہی شہادت ملے تو حُسْنِ ظَن رکھتے ہوئے اس کا حدیث ہونا مان لیا جائے گا جیسا کہ بالضرورۃ کسی مُعامَلے میں ایک

ہی شہادت پائی جائے تو اسے ماننا جائز ہے۔ جیسا کہ دائیہ وغیرہ کی شہادت۔ ایسا ہی ایک قول حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الۡاَوَّل سے بھی مروی ہے۔ بہر حال حدیث جبکہ قرآنِ عظیم یا کسی حدیثِ ثابت کے مُنافی نہ ہو اگرچہ کِتاب وسنّت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے [1] تو بشرطیکہ اس کے معنٰی مُخالفِ اِجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجِب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ [2] چنانچہ میں ضعیف رِوایت کو رائے اور قیاس سے زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ حضرت سَیِّدُنا امام ابو عبد اللّٰہ احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الۡاَوَّل کا بھی یہی مذہب ہے۔

کوئی حدیث ایک دو [1] زمانوں تک مُتَدَاوِل (رائج، عام) تھی یا تیسری صدی میں بھی رِوایت ہوتی رہی یا کسی ایک ہی زمانے میں بیان ہوئی اور اس دَور کے عُلَمائے کِرام نے اسے حدیث ماننے سے اِنکار نہ کیا اور وہ اس قدر مشہور ہو گئی کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے اس پر عَمَل کو ناپسند

---

[1] ....اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ العِزَّت فتاویٰ رضویہ شریف میں قوت القلوب کے اس مقام کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں: خصوصاً اَذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی مبیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجِب نہیں۔ اس استحباب وانکارِ وُجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وُجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صِرف استحباب ثابت کیا اور سب اعلیٰ واجل کلامِ امام ابو طالب مکی ہے اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رَدِّ صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد اله" (اگرچہ کتاب وسنّت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۵۰۲)

[2] ....فضائلِ اَعمال میں حدیثِ ضعیف پر عَمَل کی بحث میں یہ مکمل قول نقل کرنے بعد اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ العِزَّت فرماتے ہیں: یعنی جب ایک راوی جس کا کِذب یقینی نہیں حُضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اس اَمر میں کِتاب وسنت وِاجماعِ اُمَّت کی کچھ مُخالَفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ اَقُول: امام ابو طالب مکی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے قول "یُوجِبُ القبول" سے تاکید مُراد ہے، جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجِب ہے۔ دُرِّ مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تَعامُل ہے، پس ان کی اِتّباع واجِب ہے (وُجوب بمعنی ثُبوت ہے) یا اس میں اس مَسلک کی طرف اِشارہ ہے جو مُجاہَدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللّٰہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اَسرار کو ہمارے لیے مُبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہُت سے مُباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں۔ یا یہ ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو مجتہدین میں شُمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے۔ جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مَقام اور شان ہے جو شَرِیعَتِ عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵/ ۴۸۴)

نہ جانا تو ایسی حدیث بھی قابلِ حُجّت ہوتی ہے اگرچہ اس کی سَنَد میں کلام ہی مروی ہو، ہاں اگر وہ کِتاب و سنّت یا اِجماعِ اُمّت کے مُخالِف ہو یا اس رِوایت کے نقل کرنے والوں کا جھوٹ دو اِماموں کی گواہی سے ثابت ہو جائے تو ایسی حدیث قابلِ حُجّت نہ رہے گی۔

کوئی حدیث باطِل نہیں

حضرت سَیِّدُنا وکیع بن جرّاح عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں یہ حدیث باطِل ہے کیونکہ حدیث کا مَقام اس بات سے بَہُت بُلَند ہے کہ اس کی طرف باطِل کی نسبت کی جائے۔

احادیثِ مبارکہ کی تعداد

حضرت سَیِّدُنا امام ابو داود عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد نے حضرت سَیِّدُنا ابو زُرْعَہ رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا ایک قول نقل کیا ہے کہ جب سرورِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے ظاہری پردہ فرمایا تو 20 ہزار ایسی آنکھیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رُخِ زیبا کی طرف دیکھ رہی تھیں جن میں سے ہر ایک نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احادیث رِوایَت کی تھیں خواہ وہ ایک کلمہ پر مشتمل کوئی چھوٹی سی حدیث ہو یا ایک طویل رِوایَت۔ اس حِساب سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیث کی تعداد شُمار سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو آپ نے اِرشاد فرمایا: ہم نے یہ حدیث نہیں سنی۔ تو اس نے پوچھا: کیا آپ نے سرورِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تمام اَحادِیث سُن رکھی ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کی: کیا دو تہائی سنی ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ تو اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ نے نصف ہی سنی ہوں؟ تو آپ نے جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہی رہے تو وہ بولا: اس حدیث کو ان اَحادِیثِ مُبارَکہ میں شُمار کر لیں جو آپ نے نہیں سنیں۔

اسلاف کا ضعیف روایات قبول کرنا

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا یزید بن ہارون رَحمَۃُ

اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بڑے ذہین تھے اور عِلْمِ حدیث بھی جانتے تھے مگر اس کے باوُجود ایک ایسے شخص کی اَحادیث لکھا کرتے تھے جس کے مُتَعَلِّق جانتے تھے کہ وہ ضعیف ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِسحاق بن رَاہْوَیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی: آپ کا اُن فوائد کے مُتَعَلِّق کیا خیال ہے جن میں مناکیر ہوں؟ کیا ہم ان میں سے اچھی اچھی باتیں لکھ لیا کریں؟ اِرشَاد فرمایا: منکر تو ہمیشہ منکر ہی ہوتا ہے۔ پھر عرض کی گئی کہ ضعیف راویوں کے مُتَعَلِّق کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: کبھی کسی وَقْت ان کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ گویا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک ضعیف راویوں سے روایات لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسند امام احمد کے متعلق کچھ مفید معلومات

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے استاذ) حضرت سَیِّدُنا ابو بکر مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں کہ آپ ضعیف راویوں سے مروی حدیث کو بھی ضَرورت جانتے تھے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ اس سلسلے میں وُسْعَت سے کام لیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی مسند میں ہر قسم کی احادیث ذکر کی ہیں۔ آپ کی مسند وہی ہے جسے ہم اپنے مشائخ سے اور وہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** سے رِوایت کرتے ہیں۔ اس مسند میں آپ نے تمام اَحادیثِ مُبارَکہ کی صِحّت کا اِلْتِزام نہیں فرمایا۔ اس میں ایسی بہُت سی روایات مَوجُود ہیں جن کے مُتَعَلِّق ثِقات جانتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں حالانکہ حضرت سَیِّدُنا امام احمد حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل خود بھی ان ثِقات سے زیادہ ان روایات کے ضُعْف کو جانتے تھے مگر اس کے باوُجود آپ نے ان رِوایات کو اپنی مسند میں شامل کیا۔ اس لیے کہ آپ کا مقصود صِرف مسند کی تخریج تھا اور سند کی تصحیح کرنا مقصود نہ تھا، پس آپ نے جس رِوایَت کو سنا اسے اسی طرح بیان کر دینا جائز سمجھا۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ۲۲۸ھ میں لوگوں کے سامنے احادیث بیان کرنا چھوڑ دیا تھا جبکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا وِصال ۲۴۱ھ میں ہوا۔ اس تمام عرصہ میں سوائے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** اور حضرت سَیِّدُنا ابن مَنِیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کے کسی نے بھی آپ سے سماعِ حدیث کا شَرَف

حاصل نہ کیا۔ ابن منیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کو یہ شَرَف ان کے دادا حضرت سَیِّدُنا احمد بن منیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کی خُصوصی سِفارش سے ملا تھا۔

❀ حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان ایک حدیث کا انکار کر دیتے مگر پھر تھوڑی دیر بعد ہمارے پاس تشریف لاتے تو کہتے کہ یہ صحیح ہے میں نے اسے جان لیا ہے۔

❀ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا وکیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّفِیْع کبھی بھی کسی حدیث کا انکار نہ کرتے بلکہ جب بھی ان سے کسی حدیث کے مُتَعَلِّق پوچھا جاتا تو فرماتے: مجھے یاد نہیں رہا۔

❀ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن مہدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی کے بھانجے فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے ایک مرتبہ بعض احادیث پر لکیر کھینچ دی مگر پھر انہیں صحیح قرار دے دیا اور میں نے انہیں پڑھ کر سنائیں، پھر میں نے عرض کی: آپ نے تو ان پر لکیر کھینچ دی تھی۔ اِرشَاد فرمایا: ان پر لکیر کھینچنے کے بعد میں نے سوچا کہ اگر میں نے انہیں ضعیف قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کے نقل کرنے والے کو عادِل نہیں سمجھ رہا۔ اب اگر بارگاہِ خداوندی میں اس نے مجھے پکڑ کر پوچھ لیا کہ تم نے مجھے عادِل کیوں نہیں سمجھا؟ کیا تم نے مجھے کوئی ایسا کام کرتے دیکھا یا میری زبان سے کوئی ایسی گفتگو سنی؟ تو میرے لیے اس وَقت چھٹکارا و نَجات پانے کی کوئی حُجَّت نہ ہو گی۔

متقی و پرہیز گار سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کا یہی مذہب تھا کہ وہ ضعیف روایات کو بھی مردود نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کا قول ہے کہ ہم نے حضرت سَیِّدُنا شُعبہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس اس لیے چھوڑی کہ وہ ہمیں غیبت میں اپنا شریک بنا لیتے تھے۔[1] اس لیے کہ ان کی باتیں راوِیوں کے ضُعْف کے

---

[1] ......غیبت کے یہ معنٰی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی بُرائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔(بہارِ شریعت، ۳/ ۵۳۲) غیبت چونکہ حَرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے لہٰذا بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین بالخصوص صُوفیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام ہر ایسی گفتگو سے بچنے کی کوشش کیا کرتے تھے جو غیبت شُمار ہوتی۔ یہاں صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بھی اسی جانب اِشارہ کیا ہے۔ حالانکہ مذکورہ صُورت یعنی راوِیوں کا ضعف

بارے میں ہوتی تھیں۔ ایک بزرگ راویوں کو ضعیف قرار دینے کے مُتَعَلِّق فرمایا کرتے کہ اگر تم اس فعل سے **الله** عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتے ہو تب بھی تمہیں کوئی فائدہ ہو گا نہ نقصان۔

الحاصل

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے جو چند باتیں ذکر کی ہیں یہ مَعْرِفَتِ حدیث میں اُصُول کا درجہ رکھتی ہیں اور مَعْرِفَتِ حدیث ایک ایسا عِلْم ہے جو صِرف عارفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔ مگر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کے بعد اب ایسی قوم پیدا ہو چکی ہے جن کے پاس کوئی خاص عِلْم ہے نہ ان کی علمی حالَت قابلِ ذکر ہے بلکہ ان کا تو عِبادَت سے بھی کوئی کام نہیں۔ انہوں نے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کا راستہ چھوڑ کر اپنے نُفوس کے بہلاوے کے لیے ایک ایسا عِلْم بنا لیا ہے جس میں نہ صِرف خود مصروفِ عَمَل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس عِلْم میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں اور انہوں نے اَخبار و آثار کے نقل کرنے والوں کے معلول ہونے کے مُتَعَلِّق کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور اب وہ اس تلاش میں ہیں کہ ناقلینِ احادیث کی لغزشوں کو جان سکیں۔ اس طرح انہوں نے بدمذہبوں کے لیے یہ راستہ فراہم کر دیا ہے کہ جب وہ رِوایات میں طعن دیکھیں تو سُنَن کو رَدّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں۔ نیز جب لوگوں کو بِالْخُصُوص اس زمانے میں سنّت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر و قیاس پر عَمَل کرنے پر رشک کریں۔

جان لیجئے کہ وہ تمام اَحادِیثِ مُبارَکہ جو اُمُورِ آخِرَت کی ترغیب دلائیں، دنیا سے کنارہ کشی اِخْتِیار کرنے پر آمادہ کریں، **الله** عَزَّوَجَلَّ کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اَعمال و اَصحاب کے فضائل و مَناقِب کے بارے میں مروی ہیں، ہر حال میں قبول کی جائیں گی، خواہ مقطوع و مُرسَل ہی ہوں۔ ان سے منہ پھیرا جا سکتا ہے نہ انہیں

وغیرہ بیان کرنا غیبت میں شُمار نہیں ہوتا، جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: حدیث کے راویوں اور مُقَدَّمہ کے گواہوں اور مصنفین پر جرح کرنا اور ان کے عُیوب بیان کرنا جائز ہے اگر راویوں کی خرابیاں بیان نہ کی جائیں تو حدیث صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح مصنفین کے حالات نہ بیان کیے جائیں تو کُتُبِ مُعْتَمَدہ و غیر مُعْتَمَدہ میں فرق نہ رہے گا۔ گواہوں پر جرح نہ کی جائے تو حُقُوقِ مسلمین کی نگہداشت نہ ہو سکے گی۔ (بہارِ شریعت، ۳/ ۵۳۵)

رَدّ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جن اَحادیثِ مُبارَکہ میں قیامت کی ہولناکیوں، اس کے زلزلوں اور دوسری بڑی بڑی مصیبتوں کا ذکر ہے، انہیں عقل کے پیمانے پر تولتے ہوئے ماننے سے اِنکار نہ کیا جائے گا بلکہ تصدیق و تسلیم کرتے ہوئے انہیں قبول کیا جائے گا۔ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين کا یہی طریقہ تھا۔ اس لیے کہ عِلْم اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اُصول بھی اسی بارے میں مروی ہیں۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ جسے کتاب وسنّت سے کوئی فضیلت معلوم ہو اور وہ اس پر عَمَل کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس پر عَمَل کا ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ ویسا نہ ہو جیسے کہا گیا تھا۔ ایک رِوایَت میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو کوئی حق بات بیان کرے تو گویا میں نے ہی وہ حق بات کی ہے اگرچہ میں نے وہ بات نہ بھی کہی ہو۔ لیکن اگر کوئی باطِل رِوایَت کی نِسْبَت میری طرف کرے تو جان لو کہ میں باطِل بات کبھی نہیں کرتا۔

31ویں فصل کا اختتام

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کتاب میں ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے مُتَعَلِّق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اَعْلَم و اَحکَم ہے، اس کا عِلْم مُقدّم ہے، وُہی عُلوم کے حقائق جانتا ہے، اسی کی جانِب تمام لوٹیں گے اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی حقیقی مدد گار ہے۔ ہم میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد کے بغیر نیکیاں کرنے کی قوّت ہے نہ بُرائیوں سے بچنے کی طاقت۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مقاماتِ یقین کے اُصول

مقاماتِ یقین کے 9 سنہری اُصول ہیں جن کے مُطابِق مُتَّقِین کے مُختَلِف اَحوال وارِد ہوتے ہیں:

﴿1﴾ توبہ ﴿2﴾ صَبر ﴿3﴾ شُکر ﴿4﴾ رِجا ﴿5﴾ خوف
﴿6﴾ زُہد ﴿7﴾ تَوَکُّل ﴿8﴾ رَضا ﴿9﴾ مَحبَّت

مقاماتِ یقین کا پہلا مقام

توبہ کے فرائض، فضائل اور تائبین کے اوصاف کا بیان

توبہ کی قسمیں

﴿1﴾ عام توبہ اور ﴿2﴾ خاص توبہ۔

﴿1﴾ عام توبہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عام توبہ کا حُکم دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ (پ۱۸، النور: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس اُمّید پر کہ تم فَلاح پاؤ۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں یہاں) مُراد یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنا رُخ بارگاہِ خُداوندی کی طرف کرلو اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لو، جن نفسانی لذّتوں میں گم ہو انہیں چھوڑ دو، اس اُمّید پر کہ آخِرت میں اپنی یہ سب خواہشات ولذّات پانے میں کامیاب ہو جاؤ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی اَبدی نعمتیں پالو جنہیں زوال ہو گا نہ کبھی وہ خَتم ہوں گی۔ اس لیے بھی (اے اِیمان والو! اپنا رُخ بارگاہِ خداوندی کی طرف کرلو) کہ بارگاہِ خُداوندی میں سُرخُرو ہو کر جنّت پانے میں کامیاب ہو جاؤ اور تمہیں جہنّم سے نَجات مل جائے کہ یہی حقیقی فلاح (یعنی کامیابی وکامرانی) ہے۔

﴿2﴾ خاص توبہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کو توبہ کا حکم دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ (پ۲۸، التحریم:۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری بُرائیاں تم سے اُتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کی صِفَت **نَصُوح** ذِکر فرمائی ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ ایسی توبہ کرو جو خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو۔ ایک قول کے مُطابِق اس سے مُراد ایسی توبہ ہے جو ہر شے سے خالی ہو اور اس کا تعلّق کسی شے سے ہو نہ کسی شے کا تعلّق اس کے ساتھ ہو۔

توبہ نصوح سے مراد

توبۂ نَصُوح یہ ہے کہ بندہ طاعَت پر اس طرح ثابِت قَدَم رہے کہ پھر مَعْصِیَّت کی جانِب مائل نہ ہو اور گناہ پر قدرت کے باوُجُود دوبارہ کبھی اس کا مُرتَکِب نہ ہو بلکہ خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے گناہ اس طرح ترک کر دے جیسے اس نے نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس گناہ کا اِرْتِکاب کیا تھا۔

توبہ کرنے والے کا مَقام

جب کوئی بندہ بارگاہِ خُداوندی میں اس طرح حاضِر ہو کہ اس کا دل نفسانی خواہشات سے پاک ہو اور وہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت کا پیکر بھی ہو تو اسے اچھے خاتِمہ کی نوید ملتی ہے اور خیر آگے بڑھ کر اسے اپنے دامَن میں چھپا لیتی ہے، اس طرح بندہ توبۂ نَصُوح کی بَرَکت سے تَوّاب، مُتَطَهِّر اور حَبِیب کے مَقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ(۲۲۲) (پ۲، البقرۃ:۲۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ محتشم ہے: اَلتَّآئِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَالتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ یعنی توبہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حبیب ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا۔[1]

توبہ کے متعلق سَیِّدُنا حَسَن بصری کی رائے

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے توبۂ نَصوح کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: توبہ یہ ہے کہ بندے کا دِل نادِم ہو، زبان ہر لمحہ اِسْتِغْفار میں مَصروف ہو، باقی تمام اَعْضَا مَعاصی ترک کر دیں اور بندہ دل میں یہ پختہ اِرادہ کرلے کہ اب کبھی گناہ نہ کرے گا۔

توبہ کے متعلق سَیِّدُنا سَہل تُستَری کی رائے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: انسان پر توبہ سے بڑھ کر کوئی شے لازِم نہیں اور توبہ نہ کرنے سے بڑھ کر کوئی عذاب بھی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ لوگ توبہ سے غافِل ہیں۔

ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو یہ کہتا ہے کہ "توبہ فَرْض نہیں" وہ کافِر ہے اور جو ایسے شخص کے قول سے راضی ہو وہ بھی کافِر ہے۔ بلکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تو یہاں تک فرمایا کرتے کہ سچّی توبہ کرنے والا وہ ہے جو ہر لمحہ اور ہر سانس نیکیوں میں ہونے والی غفلت سے توبہ کرتا ہے۔

توبہ نہ کرنا اندھا پن ہے

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے توبہ نہ کرنے کو اندھا پن قرار دیا اور اسے اِتّباعِ ظَن اور ذِکْرِ خُداوندی کا بھول جانا شُمار کیا، نیز اِرشَاد فرمایا: جو گمراہ ہو جاتا ہے ذِکْرِ خُداوندی بھول کر اِتّباعِ ظَن میں مشغول ہو جاتا ہے اور مَغْفِرت چاہتا ہے مگر توبہ کرتا ہے نہ عجز وانکساری کا اِظْہار کرتا ہے۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، ۴/۴۹۱، حدیث: ۴۲۵۰، دون: التائب حبیب اللہ
نوادرالاصول، الاصل السادس والمائتان، ۲/۷۶۰، حدیث: ۱۰۳۰، بتقدم وتاخر

توبہ کے ارکان

توبہ کے بعض اَرکان (فرائض) ہیں جو پورے کرنا توبہ کرنے والے پر لازِم اور ضَروری ہیں۔ وہ اپنی توبہ میں ان کے بغیر سچا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اَرکان یہ ہیں:

﴿1﴾ ← اِقْرارِ گُناہ ﴿2﴾ ← نَفْس پر ظُلْم کا اِعْتِراف

﴿3﴾ ← خواہش کی تکمیل پر نفس پر اِظْہارِ ناراضی ﴿4﴾ ← بد عَمَلی پر ترکِ اِصْرار

﴿5﴾ ← جہاں تک مُمکِن ہو رِزْقِ حلال کا اِسْتِعمال کہ رِزْقِ حلال اَعمالِ صالحین کی اَساس ہے۔

﴿6﴾ ← گزَشْتہ گُناہوں پر اِظْہارِ نَدامت۔

سچی ندامت

ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اگر بندہ واقعی (اپنے گناہوں پر) نادِم ہو تو سچی نَدامَت یہ ہے کہ وہ جس فعل پر نادِم ہے دوبارہ کبھی (اس جیسا کوئی) کام نہ کرے۔

استقامت

اِستِقَامَت یہ ہے کہ بندہ ہر وہ کام کرے جس کے کرنے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے۔

استقامت کی حقیقت

اِستِقَامَت کی حقیقت یہ ہے:

- بندہ آئندہ زِنْدَگی میں کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے راہِ اِستِقَامَت سے بھٹک سکتا ہو۔
- ہمیشہ بارگاہِ خُداوندی تک پہنچانے والے راستے پر چلتا رہے اور جاہلوں کی صحبت سے بچے کہ وہ اسے راہِ حَق سے بھٹکا دیں گے۔
- اَیّامِ غفلت میں جس بے راہ روی کا شِکار ہو گیا تھا اس کی اِصلاح میں مشغول ہو جائے تاکہ اس کا شُمار بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان نیک بندوں میں ہونے لگے جنہوں نے توبہ کی۔

۞ اپنی گزشتہ زِندَگی میں ہونے والے اَعمال کی کوتاہیوں کو سُدھارنے میں مَصروف ہو جائے۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مفسدین کے عَمَل کی اِصلاح نہیں فرماتا جس طرح محسنین کا اَجر ضائع نہیں فرماتا۔

(بندہ جب سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بُرائی کو بھلائی سے بدل دیتا ہے) لہٰذا بندے کو چاہئے کہ ایسے نیک اَعمال کرے کہ اس کی برائیاں نیکیوں میں اور پھر یہی نیک اَعمال ایسے پسندیدہ اَعمال میں بدل جائیں جو ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں مقبول ہوں۔ اس طرح اس کا شُمار بھی ان نیک بختوں میں ہونے لگے جنہوں نے سچی توبہ کی اور ان کی بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا۔ نیز یاد رکھئے کہ یہ تبدیلی صِرف دنیا ہی میں ممکن ہے اور بُرے اَعمال کو نیک اَعمال سے بدلنے کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ (پ ۱۳، الرعد: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

یعنی جب لوگ اپنی حالت بدل دیں اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں کرنے لگیں تو ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے۔

گناہوں کی تلافی کے لیے کیا کرے؟

جب بندہ توبہ کے مرتبہ پر فائز ہو تو اسے چاہئے کہ ہمیشہ (اپنے سابقہ گناہوں پر) نَدامت اور حُزن و مَلال محسوس کرتا رہے اور جب کبھی (ان گناہوں کی) تلافی کا موقع ملے تو حد سے تجاوُز کرے نہ کوتاہی سے کام لے، گناہ کی طرف دوبارہ لوٹے نہ بُرائی کو نیکی سے بدلنے کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے دے، ورنہ اس دوسرے موقع کو بھی ضائع کر دے گا، کیونکہ اس وَقت میں وہ کام کر سکتا ہے جو پہلے نہ کر سکا تھا، لہٰذا ان نیک اَعمال کو ضائع نہ ہونے دے جن کے کرنے کا اسے خوابِ غفلت سے جاگنے کے بعد موقع ملا ہے۔ ورنہ اس کا حال بیداری کے اس زمانہ میں بھی غفلت میں گزرے حال جیسا ہو جائے گا۔ کیونکہ حالتِ بیداری میں اس کا فوت شدہ نیک اَعمال کی تلافی کرتے رہنا (اور جس نیکی کا اب وَقت ہے اسے نہ کرنا) ایسے ہی ہے جیسے وہ اب بھی غفلت کا شِکار ہے۔ اس لیے کہ ایک فوت شُدہ شے سے دوسری فوت ہو جانے والی شے کی تلافی ہو سکتی ہے نہ ایک نعمت کے بدلے دوسری نعمت مل سکتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مُقِر (اقراری) ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔

منقول ہے کہ یہاں گُناہوں کا اِعْتِراف اور ان پر نَدامت مُراد ہے۔

عقل مند کا زِندگی بھر رونا

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں: اگر عَقْل مند انسان باقی ساری زِنْدگی اس لیے روتے ہوئے گزار دے کہ وہ گزشتہ زِنْدَگی میں نیک اَعمال نہ کر سکا تو وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ موت تک اس غم میں مبتلا رہے۔ لہٰذا اس شخص کی حالت کیسی ہو گی جس کی باقی زِنْدَگی بھی گزشتہ زِنْدَگی کی طرح (غفلت میں) گزر جائے۔

کوئی شے تائب کا مرتبہ کم نہیں کر سکتی

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ رَحمَۃُ اللہ فرماتے ہیں: کوئی شے تائِب کا مرتبہ کم نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا دِل عرشِ باری تعالٰی کے ساتھ مُعلَّق ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی رُوح قَفَسِ عُنْصُرِی سے پرواز کر جاتی ہے۔ اسے زندہ رہنے کے لیے صِرف بقدرِ ضَرورت غذا چاہیئے، وہ گزشتہ زِنْدَگی کی کوتاہیوں پر غَم زدہ رہتا ہے اور مُسْتَقْبِل میں اَوَامِر کے بجالانے اور نَوَاہی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اسی صُورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ہر مُعامَلے میں عِلْمِ یقین پر عَمَل کرے۔ پھر نیک اَعمال کی اس طرح پیروی کرے کہ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے جن کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں فرمایا ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ﴿۲۲﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور بُرائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔

یعنی وہ لوگ نیک عَمَل کر کے ماضی کی کوتاہیوں کو دُور کرتے ہیں۔

بُرائی کے بعد فوراً نیکی کرلو

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

سے اِرشاد فرمایا: جب تم کوئی بُرا عَمَل کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد نیک عَمَل کر لو، اگر بُرا عمل پوشیدہ ہو تو نیک بھی پوشیدہ اور اگر بُرا عَمَل عَلانیہ ہو تو نیک بھی عَلانیہ کرو۔[1] اور حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشاد فرمایا: بُرائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ اسے مِٹا دیتی ہے۔[2]

نیکی کا موقع ملے تو ضائع مت کرو

ہر لمحہ نیک اَعمال میں مَصروف رہنا چاہئے تا کہ بندہ نیک لوگوں میں شامِل ہو جائے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۰، العنکبوت:۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور اَچھّے کام کئے ضَرور ہم انہیں نیکوں میں شامِل کریں گے۔

نیکی و بھلائی کے کاموں پر جب بھی قدرت ملے ان پر عَمَل کرنے میں جلدی کرنا چاہئے تا کہ ان اَعمال کی بھی تلافی ہو جائے جن پر عَمَل نہ کر سکا اور اس کا شُمار صالحین میں ہونے لگے۔ بندہ جب اس مَقام و مرتبہ پر فائز ہو کر خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے اپنی اِصلاح کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف:۱۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

توبہ کی شرائط

بندے پر توبہ کے مُعاملے میں دس باتوں کا خَیال رکھنا لازِم ہے:

﴿1﴾ بندے پر یہ فَرض ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کرے۔

﴿2﴾ اگر مَعْصِیَّت میں مبتلا ہو جائے تو اس پر اِصْرار نہ کرے۔

﴿3﴾ اس مَعْصِیَّت کی بارگاہِ خُداوندی میں حاضِر ہو کر توبہ کرے۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا فی الزھد، ۸/۱۲۸، حدیث: ۲۴ عن معاذ بن جبل

[2] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس، ۳/۳۹۷، حدیث: ۱۹۹۴

《4》 ⇐ جو کوتاہی ہوئی اس پر نَدامت محسوس کرے۔

《5》 ⇐ موت تک نیک کام کرنے پر ثابِت قَدَم رہنے کا پختہ اِرادہ کرے۔

《6》 ⇐ گناہوں پر ہونے والے عَذاب سے ڈرے۔

《7》 ⇐ مغفِرت کی اُمّید رکھے۔ 《8》 ⇐ اپنے گناہ کا اِعتِراف کرے۔

《9》 ⇐ یہ اِعتقاد رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب کچھ اس کے مُقدّر میں لکھا ہے اور یہ اس کا عَدل ہے۔

《10》 ⇐ نیک اَعمال کرے تاکہ یہ اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جائیں۔ کیونکہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بُرائی کے بعد نیکی کرو کہ یہ اسے مِٹا دیتی ہے۔[1]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ دس باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے ہر ایک کے مُتَعَلّق ہمارے پاس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مروی کثیر روایات مَوجُود ہیں۔

وقتِ اخیر مزید مہلت نہ ملے گی

منقول ہے کہ مَوت کا فرشتہ جب کسی بندے پر ظاہِر ہو کر اسے بتاتا ہے کہ تیری عمر کی صِرف ایک ساعَت باقی رہ گئی ہے اور تو آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اس ساعَت سے (مرنے میں) دیر نہ کرے گا تو وہ بندہ اَفسوس کرنے لگتا ہے اور اس حَسرَت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کاش! اس مُشکِل گھڑی سے نکلنے کے لیے اس کے پاس دنیا کی اِبتدا سے اِنتہا تک خَزانے ہوں اور اسے باقی زِندَگی کی اس ایک ساعَت کے ساتھ مزید ایک ساعَت کی مہلت مِل جائے تاکہ وہ اس میں خوب نیک عَمَل کرلے یا اپنی بدْ عَمَلی کو نیک اَعمال سے بدل لے۔ مگر اسے موت سے چھٹکارے کی کوئی راہ نہ ملے گی۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَحِیۡلَ بَیۡنَہُمۡ وَبَیۡنَ مَا یَشۡتَہُوۡنَ کَمَا فُعِلَ بِاَشۡیَاعِہِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ (پ۲۲، سبا: ۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں جیسے انکے پہلے گروہوں سے کیا گیا تھا۔

---

[1] ……ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، ۳/۳۹۷، حدیث: ۱۹۹۴

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

اس آیتِ مُبارَکہ کی تاویل میں مَروی ہے کہ یہاں توبہ مُراد ہے۔ ایک قول کے مُطابِق عُمر میں زِیادَتی مُراد ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں اچھّا خاتِمہ مُراد ہے یعنی ان لوگوں اور ان اشیا (یعنی توبہ، عمر میں زیادَتی یا اَچھّے خاتِمے) کے درمیان رُکاوَٹ پیدا کر دی گئی جیسا کہ ان سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔

ہر گزرتی ساعَت کی قیمت

بندے پر گزرنے والی ہر ساعَت اس ساعَت کے برابر ہے جس کی قیمت ساری دنیا ہے بشرطیکہ وہ اس کی قیمت سے آگاہ بھی ہو۔ اسی لیے بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت کے سَبَب اس کی تقدیر سے آگاہ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اب اس کی باقی عمر کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ ترجمۂ کنز الایمان: پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مُدّت تک کیوں مہلت نہ دی۔ (پ۲۸، المُنٰفِقون: ۱۰)

ایک قول کے مُطابِق یہاں ﴿ اَجَلٍ قَرِیْبٍ ﴾ سے قریبی وَقت مُراد ہے۔

اچھّا یا بُرا خاتِمہ

جب بندے کی آنکھوں سے پردہ ہٹتا ہے تو وہ موت کے فرشتے کو دیکھ کر کہتا ہے: اے مَلَکُ الْمَوْت! مجھے ایک دن کی مہلت دے دو تاکہ میں اس میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خوب عِبادَت کر لوں اور اپنے گناہوں کی مُعافی مانگ کر اپنے لیے اچھّا زادِ راہ تیار کر لوں۔ تو فرشتہ کہتا ہے: تمام دِن خَتْم ہو گئے اب کوئی دن باقی نہیں رہا۔ بندہ پھر عرض کرتا ہے: ایک ساعَت کی ہی مہلت دے دو۔ فرشتہ کہتا ہے: ساعَتیں بھی خَتْم ہو چکی ہیں اور ایک ساعَت بھی باقی نہیں۔ چنانچہ جب رُوح حُلْقُوم تک پہنچتی ہے اور غَرغَرہ کے وَقْت اسکی سانس بند ہوتی ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اس (کی آنکھوں) پر حِجاب ڈال دیا جاتا ہے، اَعمال مُنْقَطِع ہو جاتے ہیں، اَوْقات خَتْم ہو جاتے ہیں اور سانسیں اُکھڑنے لگتی ہیں۔ جب آنکھوں سے پردہ اٹھتا ہے اور بندہ حقیقت کا مُشاہَدہ کرتا ہے تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں (یعنی وہ حیران و پریشان ہو جاتا ہے)۔ جب آخری سانس رہ جاتی ہے اور رُوح

پرواز کرنے لگتی ہے تو سعادت آگے بڑھ کر اسے اپنے دامَن میں لے لیتی ہے۔اس طرح جب بندے کی رُوح جسم سے پرواز کرے اور وہ توحید پر ثابت قدَم ہو تو یہی حُسنِ خاتِمہ ہے۔ مگر جب آخری لمحات میں سَعادت کے بجائے شَقاوت و بد بختی آگے بڑھ کر اپنی لپیٹ میں لیتی ہے تو بندے کی رُوح شک یعنی عدمِ یقین پر نکلتی ہے اور اسے ہی بُرا خاتِمہ کہتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایسے اَنجامِ بد سے محفوظ فرمائے۔

توبہ کا وقت

اس کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ۴، النسآء:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

ایک قول کے مُطابِق یہاں مُنافِق مُراد ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں ہر وَقْت گناہوں میں غَرق رہنے والا اور ان پر اِصْرار کرنے والا شخص مُراد ہے۔

ایک مَقام پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (پ۴، النسآء:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں۔

یہاں **قَرِيْبٍ** (یعنی تھوڑی دیر) سے کیا مُراد ہے اس بارے میں تین۳ اَقوال مَروی ہیں:

﴿1﴾ موت سے پہلے توبہ کر لے۔ ﴿2﴾ آخِرت کی علامات ظاہِر ہونے سے پہلے۔

﴿3﴾ غَرْغَرہ سے پہلے یعنی جب سانس حُلْقوم میں بند ہونے لگے اس سے پہلے پہلے توبہ کر لے۔

ظہورِ آثارِ آخرت کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ آثارِ آخِرت کے ظُہور کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ ترجمۂ کنز الایمان: جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی۔ (پ۸، الانعام: ۱۵۸)

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ (پ۸، الانعام: ۱۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

- آثارِ آخرت دیکھنے سے پہلے جو ایمان نہ لایا اسے اب ایمان لانا نفع نہ دے گا۔
- وہ جان (ایمان تو لے آئی مگر) ایمان کے مُعاملے میں خیر و بھلائی کی کمائی نہ کی۔
- توبہ ہی ایمان کی کمائی اور خیر و بھلائی کی اصل ہے۔

ایمان کی زِیادَتی اور یقین کی علامت

ایک قول میں ہے کہ اَعمالِ صالحہ ایمان کی زِیادَتی اور یقین کی علامت ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ﴾ [1] کی تفسیر میں ہے کہ وہ گناہ کا اِرادہ کرتے ہیں تو حد سے تجاوُز نہیں کرتے اور توبہ سے بھی زیادہ دیر تک دور نہیں رہتے۔ ان کی توبہ یہ ہے کہ گناہ کے فوراً بعد نیک عَمَل کرتے ہیں، پھر کوئی دوسرا گناہ نہیں کرتے، بُرا کام چھوڑ کر اچھا کام کرتے ہیں، پھر کوئی دوسرا بُرا کام نہیں کرتے۔ منقول ہے کہ بروزِ قِیامت اس اُمّت سے وہ شخص سب سے پہلے دنیا میں واپس لوٹنے کا سُوال کرے گا جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا نہ کی ہو گی یا پھر وہ شخص جس نے بیت **اللہ** زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا شریف کا حج نہ کیا ہو گا۔ یہ مفہوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تاویل ہے:

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ ترجمۂ کنزالایمان: کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔ (پ۲۸، المنافقون: ۱۰)

---

[1] .... ترجمۂ کنزالایمان: پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں۔ (پ۴، النسآء: ۱۷)

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا فرماتے ہیں: اہلِ توحید پر اس آیتِ مُبارَکہ سے بڑھ کر سخت کوئی شے نہیں، اس لیے کہ اس آیتِ مُبارَکہ سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں **اللہ** کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

جسے آخرت میں خیر ملے

ایک قول کے مُطابِق بندے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ذرّہ برابر خیر ہو تو کوئی بندہ مرتے وَقْت دنیا میں مزید رہنے کا سوال نہ کرے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ جس کو آخِرت میں ذرّہ برابر خیر و بھلائی کی اُمّید ہو اگر اسے دنیا میں ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام خزانے دیدیئے جائیں تب بھی وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہ کرے گا۔

عمر ایک امانت ہے

کسی عارِف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے ہر بندے کو دُو سِرّ (یعنی راز کی باتیں) بتاتا ہے، یہ دونوں باتیں بندے کو بطریقۂ اِلْہام معلوم ہوتی ہیں۔

پہلی راز کی بات اس وَقْت اِرشَاد فرماتا ہے جب بندہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اِرشَاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تجھے پاک و صاف بنا کر بھیجا ہے اور تجھے عمر کی دولت عطا کی ہے، میں نے تجھے اس پر امین بنایا ہے تاکہ یہ دیکھوں کہ تو کیسے اس اَمانَت کی حِفاظَت کرتا ہے؟ نیز یہ بھی دیکھوں کہ کیا تو اسی حالَت میں مجھ سے ملے گا جس پر میں نے تجھے دنیا میں پیدا فرمایا ہے؟

دوسری راز کی بات بندے کی روح نکلنے کے وَقْت کچھ یوں اِرشَاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! تیرے پاس جو میری اَمانَت تھی تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ کیا تو مجھ سے ملنے تک اپنے وعدے پر قائم رہا اور میری اَمانَت کی حِفاظَت کرتا رہا کہ میں تجھے اس وَعدے و اَمانَت کی پاسداری کی جزا عطا کروں؟ یا تو نے اس اَمانَت کو ضائع کر دیا کہ تجھ سے حِساب طَلَب کروں اور تجھے سزا دوں؟

یہ دونوں باتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامینِ مُبارکہ سے ماخوذ ہیں:

﴿1﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ (پ۱۸، المومنون:۸)
ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رِعَایَت کرتے ہیں۔

﴿2﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ (پ۱، البقرۃ:۴۰)
ترجمۂ کنز الایمان: اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

معلوم ہوا بندے کی عمر اس کے پاس اَمانت ہے، اگر اُس نے اِس کی حِفاظَت کی تو اُس نے اَمانَت کا حَق ادا کیا اور ضائع کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے خِیانَت کا مُرتَکِب ہوا اور جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے خِیانَت کا مُرتَکِب ہوتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے کبھی پسند نہیں فرماتا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کو ضائع کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اَمانَت سے نکل گیا۔

بندہ جب سچی توبہ کرلے تو

بندہ جب سچی توبہ کرلے تو اس کے گناہوں کو نہ صِرف مِٹا دیا جاتا ہے بلکہ وہ دُخُولِ جنّت کا بھی حق دار ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے جان لیا تھا کہ میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے کب میری مَغْفِرَت فرمائی؟ عرض کی گئی: کب؟ فرمایا: جب میری توبہ قبول ہوئی۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: میں مَغْفِرَت سے محروم کر دیا جاؤں اس سے زیادہ خوف مجھے اس بات کا ہے کہ میں توبہ سے محروم کر دیا جاؤں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی؟

فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ (پ۲، البقرۃ:۱۸۷)
ترجمۂ کنز الایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا
ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول

فرماتا اور گناہوں سے در گزر فرماتا ہے۔ (پ ۲۵، الشورٰی: ۲۵)

توبہ کی علامات

- کسی اہلِ عِلْم کا فرمان ہے کہ بندے کی توبہ اس وَقْت ہی صحیح ہوتی ہے جب وہ اپنی نفسانی خواہشات کو یکسر بھول جائے، ہر لمحہ حُزن ومَلال کی تصویر بنا رہے، دِل سے کبھی غافِل نہ ہو بلکہ گُناہ سے اس طرح دور ہو جائے کہ کبھی اس کا خیال بھی دِل میں نہ آنے دے۔
- ایک شامی عالِم فرماتے ہیں: بندہ اس وَقْت ہی توبہ کرنے والا شُمار ہوتا ہے جب 20 سال تک اس کے بائیں کندھے والا فرشتہ اس کے نامۂ اَعمال میں کوئی گناہ نہ لکھے۔
- ایک بزرگ فرماتے ہیں: توبہ کرنے والے کی اپنی توبہ میں سچا ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہش کی حَلاوَت کو طَاعَت کی حَلاوَت سے اور گُناہوں کے اِرْتِکاب کی لذّت کو ان پر ہر دم غم زدہ رہنے سے بدل دے، نیز حُسْنِ توبہ پر فَرْحَت وسُرور محسوس کرے۔
- اسی طرح کا ایک فرمان ایک اور بزرگ سے کچھ یوں منقول ہے کہ بندہ توبہ کرنے والا اس وَقْت شُمار ہوتا ہے جب وہ نفس کی مُخالَفت کی کڑواہٹ کو اس کی مُوافقت کی حَلاوَت سے بدل دے۔

حَلاوَتِ گناہ کی موجودگی میں بخشش نہیں ہوتی

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ کسی نبی نے ایک ایسے شخص کے مُتَعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے (مَغْفِرت کا) سوال کیا جس نے سالہا سال تک عِبادَت کی مگر اس کے بَاوُجود اس پر توبہ کی قُبُولِیَّت کے آثار نظر نہ آئے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میری عزّت وجلال کی قَسم! اگر تمام زمین و آسمان والے مِل کر اس کی سِفَارِش کریں تو بھی میں اس کی توبہ قُبول نہ کروں گا جب تک کہ اس کے دل میں اُس گُناہ کی حَلاوَت موجود ہے جس سے اس نے (سالوں پہلے) توبہ کی تھی۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کا خدشہ اور اس سے بچنے کا طریقہ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس کے دِل میں مَعْصِیَّت کی

حَلاوَت مَوجُود رہے یا اس گُناہ کے مُتَعَلِّق سوچتے ہوئے اس کی توجّہ اس گناہ کی لذّت کی جانِب چلی جائے تو خَدشہ ہے کہ ایسا شخص اس گناہ میں دوبارہ مبتلا ہو جائے۔ البتہ! سخت مُجاہَدے، اس گناہ سے نفرت اور جب بھی اس کا خیال آئے تو خوفِ الٰہی کے سَبَب فوراً جھٹک دینے سے اس گناہ میں دوبارہ مبتلا ہونے کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

مرید ہوتے وقت پہلا کام

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَرِی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: ہر شخص کو مرید ہوتے وَقت سب سے پہلے توبہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

توبہ کیا ہے؟

توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے بُرے کاموں کو اچھّے کاموں سے بدل دے اور ہر لمحہ خَلْوت و خاموشی کو لازِم پکڑے رہے۔

توبہ کے صحیح ہونے کی شرائط

توبہ کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل چند باتیں شَرْط کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں:

- اَکْلِ حَلال اَوّلین شَرط ہے اور بندہ حَلال رِزْق پر اس وَقت ہی قادِر ہو سکتا ہے جب وہ **حُقُوقُ اللہ و حُقُوقُ الۡعِبَاد** کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔
- اپنی ہر قسم کی حرکت اور سُکون کو رِضائے خُداوندی کے تابع بنالے۔
- نیک اَعمال کے ذریعے اِسْتِدْراج سے محفوظ ہو جائے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر بُرا کام چھوڑ دے یہاں تک کہ جس حالَت پر ہو اس میں دوبارہ کبھی مشغول ہو نہ کبھی ٹال مَٹول سے کام لے بلکہ فوراً اپنے نفس پر موجودہ حال پر قائم رکھنا لازِم ٹھہرا دے۔

سَیِّدُنا سَری سقطی کے نزدیک توبہ کی شرائط

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الۡقَوِی کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ توبہ کی

شرائط کچھ یوں بیان فرماتے:

- توبہ کرنے والے کو سب سے پہلے گناہ گاروں سے دور ہو جانا چاہیے۔
- پھر اس نفس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے جس کی خاطر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا رہا اور اسے صرف وہی شے دینی چاہیے جو اس (کو زندہ رکھنے) کے لیے اِنتہائی ضَروری ہو۔
- اس کے بعد پختہ ارادہ کرلے کہ دوبارہ کبھی مَعْصِیَّت کا اِرْتِکاب نہیں کرے گا۔
- لوگوں سے اپنے بوجھ کو دور کرلے۔
- گناہ پر مجبور کر دینے والے ہر کام کو چھوڑ دے۔
- نفسانی خواہش کی پیروی ترک کر کے اَسلاف کی پیروی کو جان سے بڑھ کر عزیز بنالے۔

فضولیات سے بچنا بھی توبہ کی شرط ہے

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے توبہ کی مزید شرائط کچھ یوں بیان فرمائیں:

- توبہ کرنے والوں کو چاہیے کہ ہر لمحہ اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرتے رہیں۔
- ہر قسم کی نفسانی خواہش سے مُنہ موڑ کر فُضُول کاموں سے بچیں۔

فُضُول کاموں سے مُراد یہ چھ۶ کام ہیں:

﴿1﴾ فُضُول باتیں کرنا ﴿2﴾ فُضُول دیکھنا ﴿3﴾ فُضُول چلنا و گھومنا

﴿4﴾ فُضُول کھانا ﴿5﴾ فُضُول پینا ﴿6﴾ فُضُول لباس پہننا

- جو شخص نفسانی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے وہی شبہات کے ترک پر قوّت پاتا ہے۔

توبہ کرنے والے شخص کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: توبہ کرنے والے شخص کو کیا کرنا چاہیے؟ اِرشاد فرمایا: ایسا شخص اپنی عمر کے دو۲ دنوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک دن گزر چکا ہے اور دوسرا ابھی باقی ہے۔ وہ ان دونوں دنوں کی اِصلاح تین۳ باتوں سے کر سکتا ہے:

﴿1﴾ ← جو گزر گیا اس پر نادِم ہو اور مَغْفِرت طَلَب کرے۔

﴿2﴾ ← جو باقی ہے اس میں لوگوں سے میل جیل ترک کر دے اور سالکین وذاکرین کی مَحافِل کو لازِم پکڑ لے۔

﴿3﴾ ← اپنی غِذا کو پاک کرے (یعنی رِزْقِ حلال کھائے) اور ہمیشہ نیک اَعمال بجالائے۔

توبہ کرنے والے نرم دل ہوتے ہیں

رِقَّتِ قلبی اور آنسوؤں کی کَثْرت توبہ کی سچّائی کی عَلامات ہیں۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دِل بَہُت نرم ہوتے ہیں۔[1]

گناہوں کو ہمیشہ عظیم جاننا

توبہ کی سچّائی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کو عظیم جانے کیونکہ منقول ہے: جب بھی بندہ اپنے گُناہوں کو بڑا جانتا ہے عند اللہ وہ چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کو ہلکا جاننا

ایک قول میں ہے کہ (صغیرہ) گناہوں کو ہلکا سمجھنا انہیں کبیرہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے گناہوں کو پہاڑ کی مِثْل جانے اور اسے یہ خدشہ لاحِق ہو کہ وہ پہاڑ اس کے اُوپَر گرنے ہی والا ہے جبکہ مُنافِق وہ ہے جو گناہوں کو اس مکّھی کی مِثْل سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے اُڑا دے۔[2]

ایک مُرْسَل رِوایَت[3] میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چھوٹے سے گناہ پر بھی مُوَاخذے سے ڈرنا چاہیے۔[4]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام عمر بن الخطاب، ۸/۱۵۰، حدیث: ۲۴

[2] ......بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۴/۱۹۰، حدیث: ۶۳۰۸، بتغیر قلیل

[3] ......مُرْسَل حدیث سے مُراد وہ حدیث ہے جس کی سَنَد میں آخِر سے کوئی راوی ساقِط ہو۔ (نزہۃ القاری، ۱/ ۹۵، مفہوماً)

[4] ......کنز العمال، کتاب التوبة من قسم الاقوال، الفصل الاول، ۴/۹۰، حدیث: ۱۰۲۲۴

گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ

کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ بندے کا یہ قول نہیں بخشا جائے گا کہ کاش میرا ہر عمل اس کی مِثل ہوتا (یعنی جیسا کرنا چاہئے ویسا ہوتا)۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا بِلال بن سَعْد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَحَد کے اس فرمان جیسا ہی ہے کہ گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ کس کی نافرمانی کر رہا ہے۔

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک ولی کی جانب وحی فرمائی: ہِدَایت کی کمی کی جانب مت دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہِدَایت دینے والا کتنا بڑا ہے۔ اسی طرح گناہ کے چھوٹا ہونے کی جانب مت دیکھ بلکہ اس ذات کی کِبْرِیائی کی جانب دیکھ جس کے سامنے تو یہ گناہ کر رہا ہے۔

گناہوں کے بڑا ہونے کی وجہ

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یقیناً گناہ جس ہستی کے سامنے کیے جائیں اس کی تعظیم کی بنا پر بڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ذاتِ کبریا کا مُشاہَدہ کرنے اور اس کے حکم کی مُخالَفت کرنے کی وجہ سے دل میں جب گناہوں کو بڑا سمجھا جانے لگتا ہے تو اس وَقْت کوئی گناہ چھوٹا نہیں رہتا۔ بلکہ خائفین تو صغیرہ گناہوں کو بھی کبیرہ ہی شُمار کرتے ہیں۔

شعائر اللہ کی حرمت

یہ مفہوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین سے ثابت ہے:

﴿1﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ (پ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اسکے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

﴿2﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ۝۳۲ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

منقول ہے کہ ان آیاتِ مُبارَکہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حرام ٹھہرائی گئی اشیا کو عظیم جانے اور ان کی بے حرمتی نہ کرے۔

کیا آج کبیرہ گناہ صغیرہ ہوگئے ہیں؟

صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے فرماتے: تم بعض ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک ہیں جبکہ ہم عہدِ نبوی میں انہیں ہلاکت خیز شُمار کرتے تھے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی مُراد یہ نہ تھی کہ جو گناہ عہد نبوی میں کبیرہ تھے اب وہ صغیرہ ہوگئے ہیں بلکہ وہ نُورِ ایمان کی عَظَمت کی وجہ سے اپنے دلوں میں جاگزین عَظَمتِ باری تعالیٰ کے باعث صغیرہ گناہوں کو بھی کبیرہ سمجھتے تھے۔ مگر افسوس! ان کے بعد لوگوں کے دلوں کی یہ حالت و کیفیت نہ رہی۔

بعض گناہوں کی وجہ سے قوموں کی ہلاکت

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے کسی ولی کو اِلْہام فرمایا: میں نے تمہارے کتنے ہی گناہ دیکھے (مگر تمہاری گرِفت نہ فرمائی) جبکہ میں نے اس سے کم درجے کے گناہوں کے باعث کئی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایک اُمَّت کو اس لیے ہلاک فرمادیا کہ وہ اپنی شرم گاہوں سے کھیلا کرتے تھے۔[1]

گناہوں کو بھلا دینے اور انہیں یاد رکھنے میں عارفین کا اختلاف

گناہوں کو بھلا دینے اور انہیں یاد رکھنے کے مُتَعَلِّق عارفین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کے مختلف اَقوال مروی ہیں۔ چنانچہ بعض عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین فرماتے ہیں: توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کو اپنی نِگاہوں کے سامنے رکھو۔ بعض فرماتے ہیں: توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کو بھول جاؤ۔

اختلاف میں تطبیق کی صورت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ القَوِی مذکورہ اِختلاف میں تطبیق دیتے ہوئے اِرشاد فرماتے ہیں)

---

[1] ......العلل المتناھیة لابن الجوزی، کتاب النکاح، حدیث فی الاستمناء، ۲/۶۳۳، حدیث: ۱۰۴۷، عن ابی سعید الخدری

یہ دو الگ الگ گروہوں کا طریقہ اور دو مختلف مقامات پر فائز لوگوں کے حال ہیں۔ چنانچہ گناہوں کو یاد رکھنا مریدین کا طریقہ اور خائفین کا حال ہے، یہ لوگ گناہوں کو یاد کرکے ہمیشہ غم میں مبتلا رہتے ہیں اور ہر دَم ان پر خوفِ الٰہی کا غَلَبہ رہتا ہے۔ ذِکر، اَذْکار اور آئندہ نیک اَعمال میں مشغولیَّت کی بِنا پر گناہوں کو بھول جانا عارِفین کا طریقہ اور محبین کا حال ہے۔ ان لوگوں کا طریق مُشاہدۂ توحید اور مَقام تَعَرُّف ہے۔ جبکہ پہلے گروہ کا طریق مُشاہدۂ توقیف و تحدید اور مَقام تعریف ہے۔

بندہ جس مَقام[1] پر بھی فائز ہو وہ اپنے طریق کا مُشاہَدہ کرتا ہے اور اپنے حال کے حکم پر عَمَل کرتا ہے۔ مُشاہدۂ توحید کا مَقام عارِفین کے نزدیک مُشاہدۂ تعریف کے مَقام سے افضل ہے، اگرچہ مُشاہدۂ تعریف میں زیادہ وُسْعَت اور کَثْرَت ہے مگر یہ اَصحابِ یمین اور عام مُقرّبین کا مَقام ہے جبکہ اس کے مُقابَلے میں مُشاہدۂ توحید حد درجہ مشکل اور بَہُت کم ہے مگر اس کے اہل اَفراد اس سے اعلیٰ و افضل ہیں اور ان کا شُمار مُقرّبین و خاص عارِفین میں ہوتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ کوئی سالِک (یعنی مرید) حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ سے یہ اِعْتِراض کر بیٹھے کہ وہ بھی تو اپنی لَغزِش یاد کرکے اس پر گریہ وزاری فرمایا کرتے تھے۔ تو ایسے لوگوں کی خِدمَت میں عرض ہے کہ اَنبیائے

---

[1] .... حضرت سَیِّدُنا امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہَوازِن قشیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں: صوفیوں کے نزدیک مَقام سے مُراد وہ آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ کسی منزل کو حاصِل کرتا ہے، یعنی کسی خاص عَمَل کے ذریعے وہ اس منزل تک رسائی پاتا ہے، نیز یہ مَقام طَلَب و تکلّف کی زِیادَتی سے متحقق ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کا مَقام وہ ہے جہاں بندہ اس وقت اپنے عَمَل کے ذریعے موجود ہے اور اس وقت جس مَشقّت و رِیاضَت میں مشغول ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ بندہ ایک مَقام سے دوسرے مَقام کی طرف نہ جائے جب تک کہ اس مَقام کے اَحکام پورے نہیں کرلیتا۔ کیونکہ جو شخص قناعت کا پیکر نہیں ہوتا اس سے توکُّل کی اُمّید دُرُشت نہیں اور جس کے پاس توکُّل نہیں اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہر حکم تسلیم کرلے گا۔ مزید اِرشَاد فرماتے ہیں: ایک قوم کے نزدیک حال سے مُراد وہ خاص کیفیت ہے جو دل پر وارِد ہوتی ہے اور اس میں ان کی کسی قسم کی کوئی کوشش کارفرما نہیں ہوتی مثلاً طُرب (خوشی)، حُزن (غم)، بَسْط، قبض، شوق، ہیبت اور احتیاج۔ اَحوال وہبی اور مَقامات کسبی ہوتے ہیں۔ اَحوال بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص عنایت سے نصیب ہوتے ہیں جبکہ مَقام بندہ مُجاہَدے و ریاضت سے حاصِل کرتا ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، ص ۹۱، ۹۲)

کِرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے اَحوال کو عام لوگوں کے اَحوال پر قِیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کا مقام عام لوگوں کی حُدود سے بہُت بلند تر ہے۔ البتہ! کبھی کبھار ان کے اَحوال کو مریدین کے اَحوال سے بدل دیا جاتا ہے اور انہیں متعلمین کی راہ پر چلایا جاتا ہے تاکہ یہ طریقہ ان کی اُمّت اور دیگر لوگوں کے لیے سنّت بن جائے۔

صاحب قوت کے نزدیک گناہوں کا تذکرہ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) جس شخص کا یقین کمزور اور نفس طاقتور ہو وہ اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ جب وہ گناہوں کو یاد کرے تو اس کا دِل شہوت کے ساتھ گناہوں کی طرف متوجّہ نہ ہو یا نفس گناہوں کی حَلاوَت کی جانِب مائل نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو گناہوں کا تذکرہ اس شخص کے فتنے میں مبتلا ہونے کا سَبَب بن جائے گا اور جس طرح اس کی اِصلاح ہوئی تھی دوبارہ وہ فَساد کا شِکار ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی عادی گناہ گار شخص گناہوں کے اَسباب میں غور و فکر کرے تو وہ نفس کے ان گناہوں کی جانِب مائل ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا اگرچہ افضل یہ ہے کہ نفس کی مُوافقت کی جائے جب تک کہ یہ مُوافقت مَعْصِیَّت کا سَبَب نہ بنے کیونکہ ان گناہوں کے اَسباب کے مُتعَلّق غور و فکر کر کے ان سے رُک جانا و بچنا نفس کا مُجاہَدہ ہے۔ البتہ! یہ فریب کی صُورَت ہو سکتی ہے اور اس میں خطرہ بھی ہے، لہٰذا نفس کی مُخالَفت کرنا اور گناہوں کے اَسباب میں غور و فکر نہ کرنا ہی سلامتی کے زیادہ قریب اور بہتر ہے اور مرید کے لیے جو شے سلامتی کے زیادہ قریب اور بہتر ہو وہی اَفضل ہوتی ہے۔

گناہوں کو بھول جانے میں مستقبل کو یاد کرنا اور دوسرے وَقْت کے فوت ہو جانے کے خدشہ کے پیشِ نظر فوت شُدہ وَقْت کی تلافی کرنا مقصود ہوتا ہے۔

جنتی نعمتوں کو یاد کرنا کیسا؟

بعض عارِفین فرماتے ہیں: مُرید کے دِل میں جنّت یا اس کی نعمتوں، لباس اور اَزواج کا وَسْوَسہ پیدا ہونا پسندیدہ نہیں۔ مزید فرماتے ہیں: مُرید کے لیے مُسْتَحَب یہ ہے کہ اس کے دِل میں صِرف ذِکۡرُ اللہ ہو اور اس کے خَیالات اور اِرادے سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی کے مُتَعَلّق نہ ہوں۔

ایک قول کے مُطابِق اس کی وجہ یہ ہے کہ مُرید نے چونکہ حال ہی میں توبہ کی ہوتی ہے اور وہ اِستِقامَت وعِصمَت کی مَشَقَّت کا عادی نہیں ہوتا، لہٰذا جب وہ جنّت کی نعمتوں کو یاد کرے گا تو دل کی کمزوری کی وجہ سے ہو سکتا ہے جنّتی نعمتوں کی مِثْل جب وہ دنیاوی اشیا یعنی لِباس، پاک چیزیں اور عورتیں وغیرہ دیکھے تو اس کا دل ان اشیا کی خواہش کرے۔ کیونکہ دنیاوی نعمتوں کا حُصُول جلْد ممکن ہے جبکہ اُخْرَوی و جنّتی نعمتوں کے حُصُول میں تاخیر ہے۔ پس اس کا نفس دنیا میں ہی اُخْرَوی نعمتوں کی مِثْل اشیا کے حُصُول کی خواہش میں مبتلا ہو جائے گا۔ چنانچہ جس کو یادِ الٰہی تڑپائے وہ دُنیا کی زِینَت اور اس کی خواہشات سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان بھی اس کے سامنے دنیاوی اشیا کو خوبصورت بنا کر پیش کرنے کی جرأت نہیں کرتا، نیز اس کا یقین قَوِی اور بُری عادات خَتْم ہو جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ترکِ گناہ کے بعد مُجاہدہ افضل ہے یا؟

ایک شخص گناہ چھوڑ کر اِستِقامَت سے نیک عَمَل میں مشغول ہو مگر اس کا نفس (دُنیاوی عیش و آرام اور لذّتوں کے حُصول کے لیے) اس سے جھگڑا کرے اور ہر بار وہ سختی سے اس کا مُقابلہ کرے۔ جبکہ ایک دوسرا شخص گناہ چھوڑ کر اِصلاحِ اَحْوال میں مشغول ہو اور اس کا نفس (دنیاوی لذّتوں کے حُصول کا) مُطالَبہ کرے نہ گناہوں کی طرف اسے مائل کرے اور اس سلسلے میں اس نے کبھی دل پر کوئی بوجھ محسوس کیا نہ کوئی مُجاہَدہ کیا ہو تو اہلِ علم کا اس بات میں اِخْتِلاف ہے کہ مذکورہ دونوں اَفراد میں سے افضل کون ہے؟ چنانچہ،

شامی عُلَما کی رائے

ایک شامی عالِم فرماتے ہیں: (مذکورہ دونوں اَفراد میں سے) وہ شخص افضل ہے جس کا نفس اسے گناہ کی طرف مائل کرے اور وہ اس سے مُجاہَدہ کرے، کیونکہ اس پر جھگڑا وارِد ہوا مگر اس نے مُجاہَدہ کیا لہٰذا اسے مُجاہَدے کی فضیلت حاصِل ہو گئی۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا احمد بن اَبی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی کے شاگردوں کا ہے۔

بصری عُلَما کی رائے

عُلَمائے بصرہ رَحِمَہُمُ اللّٰہ فرماتے ہیں: وہ شخص افضل ہے جس کا نفس یقین اور طمانیت کے مُشاہَدہ کی وجہ

سے اس سے جھگڑا کرے نہ گناہ کی طرف لوٹے۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا رِیاح بن عَمْرو قیسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا ہے جو کِبار عُلَمائے بصرہ رَحِمَہُمُ اللہ میں سے ہیں۔ ایک قول کے مُطابِق اگر اس شخص نے واقعی گناہوں سے کِنارہ کر لیا اور وہ نَفْسِ مُطْمَئِنَّہ کا مالِک بن گیا تو وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہے اور اب اس کے گناہوں کی طرف مائل ہونے کا بھی کوئی خدشہ نہیں۔

راہِ خدا میں بخوشی خرچ کرنے والا افضل ہے یا؟

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا ان دو بندوں میں بھی اِخْتِلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں سے افضل کون ہے۔ جن میں سے ایک سے راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کا سوال کیا گیا تو اس کے نفس نے انکار کر دیا اور اس پر بڑا گراں گزرا مگر اس نے نفس کی ایک نہ سنی اور آخر کار اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور دوسرے شخص سے جب یہی سوال کیا گیا تو اس نے برضا و رَغْبَت فوراً اپنا مال خرچ کر دیا اور اس مُعامَلے میں نفس نے اس سے جھگڑا کیا نہ اس پر یہ بات گراں گزری اور نہ اس نے کوئی مُجاہَدہ کیا۔

ایک جَماعَت کا کہنا ہے کہ اپنے نفس سے جِہاد کرنے والا افضل ہے کیونکہ اس کے لیے اِکراہ (یعنی نفس کا خرچ نہ کرنے پر مجبور کرنا) و مُجاہَدہ جمع ہو گئے اور اس نے دو کام کیے۔ یہ قول حضرت سَیِّدُنا ابن عطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الفَتَّاح اور آپ کے شاگردوں کا ہے۔ جبکہ بعض عُلَمائے کِرام فرماتے ہیں: جس کا نفس اِکراہ اور اِعْتِراض کے بغیر خوشی سے خرچ کرے افضل ہے، کیونکہ یہ نفس کی سَخاوَت اور زُہد کی حقیقت کا مَقام ہے جو اِکراہ، مُجاہَدے اور ان کی مَوجُودَگی میں راہِ خُدا میں مال خرچ کرنے سے بَہر صُورَت افضل ہے۔ اس لیے بھی کہ اگر اس بار یہ شخص نفس پر غالِب آ بھی گیا ہے تو دوسری یا تیسری بار نفس کے غالِب آنے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ سَخاوَت ایسے نفس کا مَقام نہیں بلکہ یہ تو اس پر ایک بوجھ تھا (جو اس نے اٹھانے سے انکار کر دیا) یہ مذہب حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی کا ہے اور (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرا بھی یہی مذہب ہے، یہ اَلفاظ میرے ہیں مگر مفہوم حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الہَادِی کے کلام کا ہے۔

ترکِ گناہ کے بعد دل میں حلاوت پانا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے ایک ایسے شخص کے مُتَعَلِّق سُوال کیا گیا جو ایک شے سے توبہ کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے مگر جب اس کے دل میں اس شے کا خیال پیدا ہوتا ہے یا وہ اسے دیکھتا ہے یا اس کے مُتَعَلِّق باتیں سنتا ہے تو اس کے دل میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے (ایسے شخص کے مُتَعَلِّق کیا حکم ہے؟) تو آپ نے اِرشَاد فرمایا: حلاوت و لذّت کا پایا جانا بَشَری طبیعت کا تقاضا ہے اور طبعی تقاضوں کا پایا جانا لازِم ہے جن سے چھٹکارے کی کوئی صُورَت نہیں۔ البتہ! (اس صورتِ حال سے چھٹکارے کی صُورَت یہ ہو سکتی ہے کہ) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے دل کی (حالت کے مُتَعَلِّق) فریاد کرے اور دل کی اس کیفیت و حالَت کو بُرا جانے، اپنے نفس کو اس گناہ سے بچاتا رہے اور غفلت نہ برتے، نیز بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کرتا رہے کہ وہ اس گناہ کی یاد سے اسے چھٹکارا دلائے اور اسے اپنے ذکر اور دیگر عِبادات میں مشغولیت کی توفیق عطا فرمائے۔

مزید فرماتے ہیں: اگر وہ گناہ کی جانِب مائل ہونے سے لمحہ بھر بھی غافل ہوا تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ اس گناہ سے محفوظ نہ رہ سکے گا اور اس کے دل میں گناہ کی حلاوت اپنا کام کر جائے گی۔ ہاں اگر اس حلاوت کے ساتھ دل میں گناہوں سے نفرت اور حُزن و ملال بھی پایا جائے تو پھر اسے کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک بھی اس شخص کا حکم یہی ہے کیونکہ شہوت (یعنی نفسانی خواہش) کی مَوجُودَگی میں توبہ دُرُست نہیں بلکہ بندے سے مُجاہدہ طَلَب کیا جاتا ہے۔ یہ عام مریدین کا حال ہے جبکہ دل کا ہمیشہ مرتبۂ وِلایَت پر فائز رہتے ہوئے نفسانی خواہشات کو مِٹا دینا عارِفین کا وَصف ہے۔

ایک گناہ کے ضمن میں بہت سے گناہ

بسا اوقات ایک گناہ کے ضمن میں بہت سے گناہ پائے جاتے ہیں جو اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں مثلاً

- گناہ پر خوش ہونا۔
- اس گناہ پر اِصرار کرنا۔
- گناہ کے بعد توبہ میں ٹال مٹول سے کام لینا۔

❀☜ اس جیسا کوئی گناہ کرنے پر کامیاب ہونے کی حَلاوَت پانا۔

❀☜ گناہ نہ کر پانے پر غم اور ناپسندیدگی کا پایا جانا۔

❀☜ گناہ پر عمل سے خوشی محسوس کرنا۔

❀☜ اگر وہ گناہ دو۲ اَفراد سے سر انجام پاتا ہو تو دوسرے کو اس گناہ پر اُبھارنا۔

❀☜ اس گناہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ مال کو خرچ کرنا کہ ایسا کرنا کُفْرانِ نعمت ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جس نے حرام کام میں ایک درہم خرچ کیا اس نے اِسْراف کیا۔

❀☜ گناہ کو چھوٹا اور حقیر سمجھنا بھی گناہ کا اِرْتِکاب کرنے سے بڑا جرم ہے۔

❀☜ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو اس کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اس کی پروانہ کرنا۔

❀☜ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کو معمولی جاننا بھی گناہ کے اِرْتِکاب سے بڑا جرم ہے کہ ایسا کرنا دھوکا و فریب میں مبتلا ہونا اور (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے) بے خوف ہونا ہے۔

❀☜ اس بات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت نہ سمجھنا (بھی بہت بڑا جرم ہے) کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے عیبوں پر پردہ ڈال کر اس کی نیکیاں ظاہر فرمادیں۔ جیسا کہ ایک دُعائے ماثورہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اس طرح بیان کی گئی ہے: یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ عَلَى الْقَبِيْحِ وَلَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجَرِيْرَةِ وَلَمْ يَهْتِكِ السِّتْرَ۔ یعنی اے وہ ذات جس نے (میری) نیکیوں کو ظاہر فرمایا اور میرے عیبوں پر پردہ ڈالے رکھا، میرے گناہوں پر فوری مُواخذہ فرمایا نہ ان گناہوں کا پردہ چاک فرمایا۔[1] منقول ہے: ہر گناہ گار رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظت میں ہے، جب وہ اپنا دَستِ رحمت اس سے ہٹاتا ہے تو اس کے عُیوب کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

❀☜ اِعلانیہ گناہ کرنا، گناہ کا موقع ملتے ہی (بلا جھجک) اسے کر گزرنا اور اجتماعی شکل میں گناہ کرنا بھی بہت بڑے جُرم ہیں کہ یہ سرکشی کے کام ہیں۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے: اِعلانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا باقی تمام (گناہ گار) لوگ قابلِ مُعافی ہیں، ایک شخص رات کے وَقْت اس حال میں گناہ کرتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہوتا ہے مگر صبح ہوتی ہے تو وہ شخص خود ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے

[1] ......مستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل والتسبیح والذکر، باب الدعاء العظیم النفع، ۲/ ۲۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

پردے کو فاش کر دیتا ہے اور اپنا گناہ بیان کر دیتا ہے۔ [1]

گناہ ایجاد کرنا

بسا اوقات ایک گناہ گار شخص کوئی ایسا گناہوں بھرا کام ایجاد کرتا ہے جس پر دوسرے لوگ بھی عَمَل کرنے لگتے ہیں، اس طرح جب تک اس گناہ پر عَمَل ہوتا رہے گا اس اِیجاد کرنے والے کے نامۂ اَعمال میں بھی بُرائیوں کا اِضافہ ہوتا رہے گا۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اس جہانِ فانی سے گیا تو اس کے ساتھ ہی اس کے گناہ بھی خَتْم ہو گئے اور اس کے بعد اس سے کبھی مُواخذہ نہ ہو گا۔ نیز اس شخص کے لیے بھی خوش خبری ہے جس کے نامۂ اَعمال میں دوسروں کے گناہ شُمار نہ کیے جائیں۔

کسی کا قول ہے کہ گناہ مَت کر، اگر گناہ کرنا ہی ہو تو دوسروں کو اس پر آمادہ نہ کر، ورنہ دو۲ گناہوں کا مُرتکِب ہو گا کہ ایسا کرنا مُنافقین کی صِفَت ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

ترجمۂ کنز الایمان: مُنافق مرد اور مُنافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے (ایک جیسے) ہیں، بُرائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔ (پ۱۰، التوبۃ: ۶۷)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جس نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ کسی گناہ میں شریک ہونے پر آمادہ کیا گویا اس نے بُرائی کا حکم دیا اور بھلائی سے منع کیا۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ کسی شخص نے اپنے بھائی کی اس سے بڑھ کر بے حرمتی نہیں کی کہ وہ اس کی (کسی مُعاملے میں) ایسی مَدد کرے جس سے اس کے لیے گناہ پر عَمَل کرنا آسان ہو جائے۔

بعض اَوقات ایک شخص 40 سال زندہ رہ کر مر جاتا ہے مگر اس کا گناہ اس کے مرنے کے بعد بھی 100 سال تک زندہ رہتا ہے اور اسے اس کی قبر میں اس گناہ کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے یعنی جب وہ کوئی ایسا بُرا کام

[1] ......بخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ۴/ ۱۱۸، حدیث: ۶۰۶۹
مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب النھی عن ھتک الانسان ستر نفسہ، ص ۱۵۹۵، حدیث: ۲۹۹۰

ایجاد کرے جس پر اس کے بعد بھی عَمَل ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ عَمَل خَتْم ہو جائے یا اس پر عَمَل کرنے والے مر جائیں۔ تبھی جا کر اسے اس گناہ کی سزا سے نجات ملتی ہے اور وہ راحت پاتا ہے۔

متقدّمین پر ظُلم

ایک قول کے مُطابِق سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص ان مُتَقَدِّمِین پر ظُلْم کا باعث بنے جنہیں جانتا پہچانتا ہو نہ اس نے انہیں دیکھا ہو۔ یعنی یہ سَلَف صالحین و ائمّۂ متقین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين پر کلام (یعنی اِعْتِراضات) کرے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ تمام باتیں ایک گناہ کے ضِمن میں پائی جاتی ہیں جبکہ یہ باتیں اس گناہ سے (جُرم کے اعتبار سے زیادہ) بڑی ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ط (پ ۲۲، یٰس: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔

وَ اٰثَارَهُمْ کی تفسیر

منقول ہے کہ یہاں آثار سے مُراد لوگوں کے وہ کام ہیں جن پر ان کے بعد بھی عَمَل کیا جاتا رہا۔ چنانچہ مَروی ہے کہ جس نے کوئی ایسا بُرا طریقہ ایجاد کیا جس پر اس کے مرنے کے بعد بھی عَمَل ہوتا رہا تو اس اِیجاد کرنے والے پر اپنا اور ان عَمَل کرنے والوں کا گناہ بھی ہو گا اور ان عَمَل کرنے والوں کے گُناہ میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ [1]

بدعت پھیلانا، پھر رُجوع کرنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: عالِم کے لیے اس کے ماننے والوں کی جانِب سے ہلاکت ہے، وہ غَلَطی کرتا ہے، پھر رُجوع کر لیتا ہے مگر لوگ اس کی غَلَطی کو قُبول کر کے پوری دنیا میں پھیلا

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ...الخ، ص ۵۰۸، حدیث: ۱۰۱۷

دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی اَدِیب کا قول ہے کہ عالِم کی لَغزِش ایسے ہی ہے جیسے کوئی کشتی ٹوٹ کر غَرق ہو جائے اور اس کے ساتھ اس میں سُوار لوگ بھی ڈوب جائیں۔

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ ایک عالِم لوگوں کو بِدْعَتوں سے گمراہ کیا کرتا تھا، بعد میں اس نے توبہ کرلی اور بارگاہِ خُداوندی میں اپنی بِدْعَتوں سے رُجُوع کر کے ایک زمانے تک اپنے اَعمال کی اِصلاح کرتا رہا مگر اس کے باوُجُود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس وَقْت کے نبی کو وحی فرمائی کہ اس سے فرمادیں: اگر تیرا گناہ میرے اور تیرے درمیان ہوتا تو میں تیرے وہ تمام گناہ مُعاف فرمادیتا جو تو نے آج تک کئے ہیں مگر میرے ان بندوں کا کیا ہو گا جنہیں تو نے (اپنی ایجاد کردہ بِدْعَتوں سے) گمراہ کیا اور وہ جہنّم کے حق دار بن گئے؟

گناہ کو جائز و حلال سمجھنا

گناہ کو اپنے لیے جائز و حلال سمجھنا یا دوسروں کے لیے اسے جائز و حَلال قرار دینا دونوں ایسی باتیں ہیں جن کا تعلّق مذکورہ باتوں سے نہیں (یعنی ایک گناہ کے ضِمن میں اس سے عظیم گناہ نہیں) بلکہ ایسا کرنا تو بندے کے اِسلام سے خُروج کا سَبَب اور شَریعَت میں تبدیلی کے مُتَرادِف ہے اور ایسا کرنا کُفر ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ وہ شخص قرآنِ پاک پر اِیمان نہ لایا جس نے اس کی حَرام کردہ اشیا کو حلال جانا۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بُرے اَعمال کو جَہالَت کا نام دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ — ترجمۂ کنز الایمان: تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ بُرائی کر بیٹھے۔ (پ۷، الانعام: ۵۴)

﴿2﴾ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ — ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم جاہِل لوگ ہو۔ (پ۱۹، النمل: ۵۵)

﴿3﴾ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ — ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔ (پ۸، الاعراف: ۸۱)

---

[1] ......ترمذی، کتاب فضائل القراٰن، باب رقم: ۲۰، ۴/۴۲۱، حدیث: ۲۹۲۷

عرش کا تین اعمال کی وجہ سے کانپنا

منقول ہے کہ تین اَعمال کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ غَضَب فرماتا ہے اور عَرشِ الٰہی کانپنے لگتا ہے۔

وہ اَعمال یہ ہیں:

﴿1﴾ کسی جان کو بغیر جان کے بدلے (یعنی بغیر قِصاص) قتل کرنا۔

﴿2﴾ مَرد کا مَرد کے ساتھ بدفعلی کرنا۔

﴿3﴾ عورت کا عورت کے ساتھ بدفعلی کرنا۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ اگر لوطی شخص کئی سمندروں میں بھی غسل کرلے تب بھی کوئی شے اسے پاک نہیں کرے گی ہاں توبہ کرلے تو پاک ہو جائے گا۔[1]

سردار کون؟

اگر کسی معمولی گناہ میں طاعت سے محروم ہونے، حَلاوتِ عِبادَت خَتم ہو جانے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ناراض ہو جانے کے سوا کوئی دوسری نُحوسَت نہ بھی پائی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں۔ جیسا کہ منقول ہے حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بِن وَرْد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: کیا ایک گناہ گار شخص عِبادَت کی حَلاوَت پاتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: نہیں! اور جو شخص گناہ کا اِرادہ کرے (مگر عَمَل نہ کرے) وہ بھی حَلاوتِ عِبادَت سے محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو **سَیِّدًا** کا لقب عطا فرمایا کیونکہ انہوں نے کبھی مَعْصِیَّت کا ارادہ تک نہ فرمایا۔ چنانچہ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) کسی شخص کے سَیِّد ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ اپنی سرداری کے لحاظ سے گناہوں کا اِرادہ نہ کرے۔[2]

---

[1] ......تاریخ بغداد، ۳/۳۲۹، الرقم: ۱۴۳۸: محمد بن العباس، بتغیر

[2] ......یہاں سَیِّد سے مُراد سَادات حضَرات نہیں، جیسا کہ مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نعیمی میں اس لفظ سے کیا مُراد ہے کی وَضاحَت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سید وہ ہے جو سواد یعنی بڑی جماعت کا متولی و سردار ہو یا تو اس سے مراد کریم ہے یا حلیم یا متقی یا شریف یا فقیہ عالم یا رب کے فرمان پر راضی یا سردار۔ بعض اہل

محبوب بندوں سے اِعراض

ایک رِوایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے لباسِ شُہرت پہنا۔ جبکہ ایک رِوایت میں ہے کہ جس نے خود پسندی کی وجہ سے تَکَبُّر کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اِعْرَاض فرمالیتا ہے اگرچہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک محبوب ہی ہو۔[1] (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب بندوں سے ان کے خود پسندی و تکبر کرنے پر اِعراض فرمالیتا ہے تو یہ) کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے دُور نہ فرمائے اور وہ لوگ وحشت کا شِکار نہ ہوں، بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو ان سے اپنے تعلّق کو بھی خَتْم فرمادیتا ہے۔

محبوب سے دوری

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے جب ممنوعہ درخت سے کھایا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جِسْمِ اَطْہر سے لِباس اتر گیا اور ستر ظاہِر ہو گیا مگر تاج اور دستار کو آپ کے سر سے اُترنے میں حیا آئی تو حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضِر ہو کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سَرِ مُبارک سے تاج اُتارا اور حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے دستار اتاری۔ اس کے بعد بالائے عرش سے انہیں نِدا دی گئی: دونوں میرے جَوارِ رحمت (یعنی جنّت) سے دُور (زمین پر) چلے جاؤ کیونکہ لَغزِش میں پڑ جانے والے میرے جَوارِ رَحمت میں نہیں رہ سکتے۔ (یہ سُن کر) حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے آبدیدہ ہو کر اپنی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنا حوّا عَلَیْہَا السَّلَام کی جانب

لُغَت نے اس کے معنٰی ہِمَّت والا اور مالک بھی کیے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے: وَ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (پ۱۲، یوسف:۲۵)، یہاں سید کے معنٰی مالک یا خاوند ہیں کہ عزیز مصر زُلیخا کا خاوند تھا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ سید وہ جو کسی پر حسد نہ کرے اور ابو اسحاق نے فرمایا کہ سید وہ جو علم اور تقویٰ میں اپنی قوم سے افضل ہو۔ اب اِصطِلاح میں ہر دینی یا دنیوی فوقیت رکھنے والے کو سید کہتے ہیں۔ چونکہ یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام میں یہ ساری صفتیں تھیں اس لیے انہیں سید فرمایا گیا۔ بعض لوگوں نے فرمایا کہ آپ نے کبھی کوئی خطا نہ کی۔ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ آپ نے کبھی کسی پر غصہ نہ کیا اس لیے رب نے آپ کو سید فرمایا۔ (تفسیر نعیمی، ۳/ ۳۸۹)

[1] ......ابن ماجه، كتاب اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، ۴/ ۱۶۳، حديث: ۳۶۰۸، دون: وان كان عنده حبيباً
جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب شهرة الثياب، ۱۰/ ۱۲۳، حديث: ۲۰۱۴۵، بتغير قليل

دیکھا اور اِرشاد فرمایا: ہماری لَغزِش کا پہلا اَثر یہ ہے کہ ہم محبوب کے دربار سے دور کر دیئے گئے۔[1]

40 دن سلطنت سے محرومی

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جب ان کی اس لَغزِش پر گرِفت فرمائی گئی کہ ان کے گھر میں 40 دن تک ایک بت کی عِبادت کی گئی۔ ایک قول کے مُطابِق ایک عورت نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی تھی کہ اس کے باپ کا جو اپنے مُخالِف سے جھگڑا چل رہا ہے اس میں اس کے باپ کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو آپ نے ایسا کرنے کا اِقرار کر لیا مگر اس طرح کیا نہیں۔ ایک قول میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دل سے چاہتے تھے کہ اس عورت کے مَقام و مرتبہ کے پیشِ نظر اس کے باپ کے حق میں فیصلہ کر دیں تو اس وجہ سے 40 دن تک آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی حکومت و سلطنت آپ سے واپس لے لی گئی۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بہت گریہ وزاری کی اور خوفِ خدا میں بے خود ہو گئے۔ ہاتھ پھیلا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سوال کرتے لیکن بھوکے ہی رہتے۔ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کہتے کہ مجھے کھانا دو میں سلیمان بن داود ہوں تو آپ کو زخمی کیا جاتا اور دور کر دیا جاتا اور مارا جاتا۔[2] بالآخر ایک مچھلی کے پیٹ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی مخصوص انگوٹھی نکلی جسے آپ نے 40 دن کے بعد پہنا اور یوں آزمائش کے ان دِنوں کا خاتِمہ ہوا۔ فرماتے ہیں: (جُونہی آپ نے انگوٹھی پہنی) پرندے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے سرِ اقدس پر سایہ فگن ہو گئے، جن، شیاطین اور جنگلی جانور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے گرد جمع ہو گئے۔ جب بے اَدَبی و گستاخی کرنے والوں نے آپ کو پہچانا تو فوراً آپ کی خِدمَت میں حاضِر ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے اور ناروا سلوک کرنے پر مَعْذِرَت پیش کرنے لگے۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشاد فرمایا: جو سُلوک تم نے اس سے قبل میرے ساتھ کیا ہے میں اس پر تمہیں ملامَت کروں گا نہ اب جو تم مَعْذِرَت پیش کر رہے ہو اس پر تمہاری تعریف کروں گا، یہ ایک آزمائش تھی جسے ہونا ہی تھا۔[3]

---

[1] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، ۳/۲۳۲، حدیث: ۳۲۸

[2] ......یہاں دو روایتوں کا ترجمہ نہیں دیا گیا، ان کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

[3] ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ص، ۳/۲۱۸، حدیث: ۳۶۷۵، مختصراً

آپ خدا کے مطیع ہم آپ کے مطیع

ایک رِوایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام ایک سفر پر تھے، ہَوا آپ کو آپ کے لشکروں سمیت اٹھائے چل رہی تھی کہ اچانک آپ نے زیبِ تن اپنی نئی قمیص کی طرف دیکھا جو آپ کو اچھی لگی تو ہوا نے آپ کو نیچے زمین پر اتار دیا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے تو تجھے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ وہ بولی: ہم (یعنی مظاہرِ کائنات) آپ کے مطیع اسی لیے ہیں کہ آپ اپنے رب کے مطیع ہیں۔

ہر شے اس سے ڈرتی ہے جو

ایک عالِم فرماتے ہیں: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرتی ہے اور جو غَیْرُ **اللہ** سے ڈرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔[1] اسی طرح جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اَطاعت کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو اس کے لیے مُسَخَّر کر دیتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر شے کے لیے مُسَخَّر کر دیتا ہے یا ہر شے کو اس پر مُسَلَّط کر دیتا ہے۔

مصائب گناہوں کی سزائیں

اگر گناہوں پر اِصْرار کی صُورت میں اس کے سوا کوئی نُحوسَت طاری نہ ہو کہ بندے کو لاحِق ہونے والے مَصائب ہی اس کی سزا بن جائیں تو یہی اس کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ خوشحال ہو تو یہ بھی اس کی ایک سزا ہے کیونکہ وہ اِسْتِدراج سے محفوظ نہیں اور اگر وہ تنگدستی کا شِکار ہو تو یہ بھی اس کے لیے سزا ہے۔ چنانچہ،

گناہ رِزْق سے مَحرومی کا سَبَب ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: بندہ گناہ کے اِرْتِکاب کی وجہ سے رِزْق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔[2] ایک قول میں ہے کہ حرام رِزْق نیک اَعمال کی توفیق کی کمی کا سَبَب ہوتا ہے۔

---

[1] ......حلیة الاولیاء، محمد بن علی الباقر، ۳/۲۲۳، حدیث: ۳۷۷۹

[2] ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۹، حدیث: ۴۰۲۲

گناہوں سے علم بھول جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میرے خیال کے مُطابِق بندہ گناہوں میں مبتلا ہو کر علم بھول جاتا ہے۔[1]

توبہ، علم اور عبادت پر استقامت

اگر توبہ، علم اور عِبَادَت پر اِسْتِقَامَت کی کوئی دیگر برکت نہ بھی ہو سوائے اس حالت کے جو اس وَقْت بندے کو نصیب ہے تو یہی اس کے لیے بہتر ہے۔ اگر خوشحال ہے تو یہ کرمِ خُداوندی ہے جس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر لُطف و اِحسان فرمایا ہے اور اگر تنگ دست ہو تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آزمائش اور بندے کا اِنتخاب ہے۔ وہ اس کی حَلاوَت و لذّت پاتا ہے کیونکہ وہ راہِ خدا میں ہے اور اسے یہ مصیبت اپنے رب کی اَطاعَت کرتے ہوئے پہنچی ہے۔

باہمی میل جول بھی گناہوں کا سَبَب ہے

اگر لوگوں کے باہم میل جول میں مَعْصِیَّت کے علاوہ دیگر کوئی نقصان اور نُحُوسَت نہ بھی پائی جائے تو یہی بہُت ہے۔ یعنی دینی و دنیاوی اُمور میں پائی جانے والی زِیادَتیوں کے تعلّق کی وجہ سے لوگوں سے باہمی میل جول کی یہ مَعْصِیَّت بہُت بڑی ہے۔ چنانچہ جس شخص کے جاننے والے جس قدر کم ہوں گے اس کے گناہ بھی اسی قدر کم ہوں گے۔

لعنت کیا ہے؟

ایک بزرگ فرماتے ہیں: لعنت چہرے کے کالا ہو جانے اور مال کے کم ہو جانے کا نام نہیں بلکہ لعنت تو یہ ہے کہ بندہ ایک گناہ سے نکل کر اسی جیسے یا اس سے بھی بدتر گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ ایسا اس لیے ہے کہ لعنت (بارگاہِ خداوندی سے) دھتکارے جانے اور دور کر دیئے جانے کی عَلامَت ہے۔ لہٰذا جب کسی بندے کو عِبادَت سے محروم کر دیا جائے تو پھر اسے عِبادَت کا موقع نہیں دیا جاتا اور اسی طرح جب وہ قربتوں سے دور کر دیا

---

[1] ....دارمی، المقدمۃ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، ۱/۱۱۷، حدیث: ۳۷۶

جائے تو بعد میں اسے نیکیوں کی توفیق نہیں ملتی۔یہی اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے۔

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ابھی ہم نے یہ رِوایَت ذکر کی ہے کہ ”بندہ گناہ کے اِرتِکاب کی وجہ سے رِزْق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“ [1]

(اس حدیثِ پاک سے کیا مُراد ہے اس کے مُتَعَلِّق درج ذیل چند اَقوال مروی ہیں:)

- بندہ حلال رِزْق کمانے سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حلال رِزْق کمانے کی توفیق نہیں دی جاتی۔
- ایسا شخص عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی مَحافِل سے محروم ہو جاتا ہے اور نیک لوگوں کی صحبت کے باوُجُود اسے دل کی کشادگی نصیب نہیں ہوتی۔
- صالحین اور اہلِ عِلْم ناراض ہو کر اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔
- بندہ جَہالَت پر قائم رہنے کی وجہ سے اس علم سے محروم ہو جاتا ہے جس کے بغیر عَمَل کی دُرُستی ممکن نہیں ہوتی۔
- شہوات پر عَمَل پیرا ہونے کی وجہ سے اس پر شبہات واضح نہیں ہوتے بلکہ اس پر اُمُور مُلْتَبِس ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں سرگرداں رہتا ہے۔
- وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِفَاظَت میں بھی نہیں رہتا۔
- اسے دُرُست اور اَفضل باتوں کی توفیق نہیں دی جاتی۔

زمانے کی تبدیلی اور لوگوں کی بے رُخی

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم زمانے کی تبدیلی اور لوگوں کی بے رُخی کو پسند نہیں کرتے، (یاد رکھو!) یہ تمہارے ہی گناہوں کا نتیجہ ہے۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۹، حدیث: ۴۰۲۲

قرآنِ کریم کا بھلا دیا جانا

منقول ہے کہ قرآنِ کریم کا یاد کرنے کے بعد بھلا دیا جانا سب سے بڑی سزا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم کی تلاوت نہ کرنا، اس کی قراءت سے تنگ دِلی کا مُظاہرہ کرنا اور اسے چھوڑ کر دیگر کاموں میں مشغول رہنا اس سزا پر قائم رہنے کی علامات ہیں۔

تیس سال کے بعد گناہ کی سزا ملی

ایک شامی صوفی بزرگ فرماتے ہیں: میں نے ایک خوبصورت چہرے والے نصرانی لڑکے کو دیکھا تو دیکھتا ہی گیا۔ اتنی دیر میں حضرت سَیِّدُنا ابنِ جَلاد دمشقی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی میرے پاس سے گزرے تو میرا ہاتھ تھام لیا، مجھے بہت حَیا آئی بہرحال میں نے عرض کی: اے ابو عبداللّٰہ! سُبْحٰنَ اللّٰہ! مجھے اس خوبصورت چہرے اور اتنی بہترین تخلیق پر تعجب ہو رہا ہے کہ اسے آگ کے لیے کیونکر پیدا کیا گیا! انہوں نے میرا ہاتھ دباتے ہوئے اِرشاد فرمایا: یقیناً تم کچھ عرصے کے بعد اس گناہ کی سزا پاؤ گے۔ فرماتے ہیں: واقعی (ان کے فرمان کے عین مُطابِق) مجھے 30 سال کے بعد اس گناہ کی سزا دی گئی۔

گناہوں کی پہچان اور ان کے اثرات

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے گناہ کی سزا کو اپنے گدھے کی بد خلقی سے پہچان لیتا ہوں۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: میں بھی گناہوں کی سزا کو پہچان لیتا ہوں یہاں تک کہ اپنے گھر میں نظر آنے والے چوہے تک کو پہچان لیتا ہوں (کہ یہ کس گناہ کی سزا ہے)۔

حضرت سَیِّدُنا منصور فقیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللّٰہ سُکَّری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کو دیکھا تو عرض کی: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ؟ یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو میں پسینے میں ڈُوب گیا یہاں تک کہ میرے رُخسار کا گوشت گرنے لگا۔ میں نے وجہ دَرْیافْت کی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک بار ایک لڑکے کو آتے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

سزائیں لوگوں کے اعتبار سے ہوتی ہیں

سزا شِدّت و مَشَقَّت کا نام ہے اور ہر شخص کی سزا اس پر ہونے والی شِدّت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ چنانچہ،

- دنیا داروں کو دنیا میں رِزْق سے محروم کرکے سزا دی جاتی ہے یعنی ان پر رِزْق کمانا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے اَموال برباد ہو جاتے ہیں۔
- اَہْلِ آخِرَت کو اُخروی رِزْق سے محروم کرکے سزا دی جاتی ہے یعنی انہیں نیک اَعمال کی توفیق میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور عُلومِ صادِقہ کا حُصول ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۱۲) یعنی یہ اس عزّت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔

- حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں: اِحْتِلام بھی ایک سزا ہے۔
- مزید فرماتے ہیں: کسی شخص کی باجماعت نماز فوت ہو جانے کا سَبَب اس شخص کے کسی گناہ کا مُرتکِب ہونا ہے۔
- سزاؤں کا دقیق ہونا لوگوں کے رَفْعِ دَرَجات کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ تم اپنے زمانے کی جس شے کو ناپسند کرتے ہو اس کا سَبَب تمہارے اَعمال کی تبدیلی ہے۔[1]
- ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میرا بندہ جب میری عِبادَت کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کو ترجیح دیتا ہے تو میں اس کے ساتھ سب سے کم تر سُلوک یہ کرتا ہوں کہ اسے اپنی مُناجات کی لذّت سے محروم کر دیتا ہوں۔ یہ اَہْلِ مُعامَلات کی سزا ہے۔
- اگر گناہ کا اِرتِکاب کرتے وَقْت گناہ گار کے چہرے پر دِل کی بَدَلتی کیفیات ظاہِر ہو جائیں تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حِلْم کی وجہ سے اسے اس سزا سے محفوظ رکھا اور اس کے گناہوں پر پردہ بھی ڈال دیا۔ چنانچہ جب وہ گناہ بندے کے دل میں اپنی تاثیر کے ساتھ بَراجمان ہو گا تو اس سے بھی بڑی بڑی سزاؤں کا باعث بنے گا۔ مثلاً گناہ گار شخص کی آنکھوں پر حِجاب ڈال دیا جائے گا، اس کا دل قَساوَتِ قلبی کے باعث ذِکرِ خُداوندی سے محروم ہو جائے گا، نیکی اور بھلائی کے

---

[1] ......الزهد الكبير للبيهقي، فصل في قصر الامل والمبادرة بالعمل قبل بلوغ الاجل، ص ۲۷۶، حديث: ۷۰۹

کام کرے گا نہ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے گا۔

دل پر تاریکی چھا جاتی ہے

منقول ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر تاریکی چھا جاتی ہے جس سے دُھواں اٹھتا ہے اور اِیمان اس کا مُشاہدہ کرتا ہے، یہ بندے کے دکھ کا وہ مقام ہے جہاں اس کی بُرائی اسے مزید بُرا بنا دیتی ہے۔ وہ دُھواں بندے کے لیے عِلْم اور بیان کے حُصول سے حِجاب بن جاتا ہے جس طرح کہ بادَل سورج کے سامنے حِجاب بن جاتا ہے اور آپ اسے نہیں دیکھ پاتے۔ نیز یہ حِجاب دل پر ایک ایسے غِلاف کی مانند ہے جو بندے کو مخلوق سے (حُسنِ سُلوک سے پیش آنے سے) روکتا ہے، لہٰذا جب بندہ توبہ کر لے اور اپنی اِصلاح کر لے تو یہ حِجاب خَتْم ہو جاتا ہے اور اِیمان ظاہِر ہو کر عِلْم کے حُصول کا حکم دیتا ہے جیسا کہ سورج بادَل کے حِجاب سے باہَر نکلتا ہے (تو ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل جاتی ہے)۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

دل کے زنگ آلود ہونے سے مراد

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) منقول ہے کہ یہاں زنگ سے مُراد گناہ پر گناہ کرنا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہو جائیں اور اِیمان حِجاب تلے ہو جائے کہ کسی نیکی کو نیکی جانے نہ کسی گناہ کو گناہ سمجھے۔ اس وَقْت اس کی رِفْعَت ذِلّت میں بدل جاتی ہے، جب دل مکمل طور پر سیاہ ہو جائے تو وہ نِفاق پر رہتے ہوئے سرکشی میں حد سے گزر جاتا ہے، اس وَقْت وہ نِفاق اِخْتیار کرنے میں جلدی کرتا ہے اور اسی حالَت پر مطمئن و قائم رہتا ہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر اپنی نِگاہِ کرم فرماتا ہے تو اس کے فضل و کرم سے اس کی بگڑی بن جاتی ہے۔

دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بے شک بندے اور اس کے رب کے درمیان

گناہوں کی ایک حد مُقرّر ہے۔ جب بندہ اس حد تک پہنچتا ہے تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے، اس کے بعد اسے خیر و بھلائی کی توفیق نہیں ملتی۔

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مہر لگانے والے فرشتے عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہوتے ہیں جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام ٹھہرائی گئی اشیا کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور انہیں حلال سمجھا جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ مہر لگانے والے ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔[1]

عادی گناہ گار کا دل

حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد سے مروی ہے کہ دل کھلی ہوئی ہتھیلی کی مانند ہوتا ہے، بندہ جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کی ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ساری انگلیاں بند ہو جاتی ہیں۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے گویا کہ اس پر تالا لگ گیا ہو۔[2]

دل کا غِلاف کیا ہے؟

منقول ہے کہ ہر گناہ کا ایک پودا ہوتا ہے جو دل پر اُگتا ہے، جب گناہ کثیر ہوتے جاتے ہیں تو یہ پودے دل کے گرد کسی پھل کے شِگُوفے کی طرح جمع ہو کر اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اسے ہی دل کا غِلاف کہتے ہیں۔ نیز منقول ہے کہ یہ ان پردوں میں سے ایک پردہ ہے جس کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے کہ دل اس پردے کی مَوجُودَگی میں سنتا ہے نہ کچھ سمجھتا ہے۔

گناہ کے خیال سے جسم سیاہ ہو گیا

حضرت سَیِّدُنا اَبُو عَمْرو بن عُلوان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: میں ایک دن حالَتِ قِیام میں نماز ادا کر رہا تھا کہ میرے دِل میں ایک نفسانی خواہش پیدا ہوئی اور اس کے مُتَعَلِّق سوچتے ہوئے مجھے کافی دیر ہو گئی یہاں تک کہ میں شہوت میں مبتلا ہو گیا، جُونہی ایسا ہوا تو میں فوراً زمین پر گر گیا اور میرا سارا جسم سیاہ ہو گیا۔ میں تین

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/۴۴۴، حدیث: ۷۲۱۴، بتغیر قلیل
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۷۵۴: سلیمان بن مسلم الخشاب، ۴/۲۷۸، بتغیر قلیل

[2] ......تفسیر طبری، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۷، ۱/۱۴۵، حدیث: ۳۰۱، بتغیر قلیل

دن تک گھر میں چھپا رہا اور باہَر نہ نکلا، میں حمام میں صابُن اور دھونے والے دیگر رنگوں سے اس سیاہی کو دھوتا رہا مگر یہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی گئی۔ پھر تین۳ دن کے بعد وہ سیاہی مجھ سے دور ہوئی اور میری سفید رنگت دوبارہ لوٹ آئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کی خِدْمَت میں حاضِری کا اِرادہ کیا اور اس غرض سے رَقّہ (ایک شہر کا نام ہے) سے روانہ ہوا۔ جب ان کی خِدْمَت میں پہنچا تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: کیا تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا نہ آئی کہ تو اس کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر اپنی نفسانی شہوت میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ وہ تجھ پر غالِب آ گئی اور اس نے تجھے رحمتِ خداوندی سے نکال باہَر کیا۔ اگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیرے لیے مَغْفِرَت طَلَب نہ کرتا تو تو اسی رنگ کے ساتھ (اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے کے بعد) بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوتا۔ فرماتے ہیں: میں حیران رہ گیا کہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا جبکہ یہ بغداد میں تھے اور میں رَقّہ میں۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھی میری اس حالت سے آگاہ نہ تھا۔

دل کا سیاہ نہ ہونا کرمِ خداوندی ہے

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے یہ حِکایَت ایک عالِم سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: یہ ابن عُلْوَان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی و کرم نوازی تھی کہ ان کا دل سیاہ نہ ہوا صرف سیاہی ان کے جسم پر ظاہِر ہوئی، اگر وہ دل پر چھا جاتی تو یقیناً وہ ہلاک و برباد ہو جاتے۔ مزید فرمایا: کوئی گناہ ایسا نہیں بندہ جس کا بار بار اِرْتِکاب کرے اور اس کے نتیجے میں اس کا دل سیاہ نہ ہو جیسا کہ مذکورہ حِکایَت میں جسم سیاہ ہو گیا تھا۔ اب یہ سیاہی توبہ کے بغیر دور نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر شخص سے ابن عُلْوَان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان جیسا سُلوک کیا جاتا ہے نہ ہر کوئی حضرت سَیِّدُنا ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی جیسا لطف و کرم فرمانے والا پیر کامِل پاتا ہے۔

گناہوں کی مختلف سزائیں

ہر گناہ کی ایک سزا ہوتی ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُعاف فرمانے سے ہی مُعاف ہوتی ہے۔

- یہ سزا بقدرِ گناہ ہوتی ہے نہ بندے کے علم کے اعتبار سے ہوتی ہے بلکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مشیّت اور عِلمِ رَبُوبیّت کے مُطابِق ہوتی ہے۔
- بسا اَوقات یہ سزا دل کے مُتعَلّق ہوتی ہے جس کی وجہ سے دِل مختلف اَمراض کا شِکار ہو جاتا ہے۔
- بسا اَوقات یہ سزا جسم کے مُتعَلّق ہوتی ہے۔
- بعض اَوقات اَموال اور اَہل وعَیال کے مُتعَلّق ہوتی ہے۔
- بعض اَوقات عُلَما اور مومنین کی نظروں سے مَقام و مرتبہ خَتم کر کے بندے کو سزا دی جاتی ہے۔
- بعض اَوقات یہ سزا آخرَت تک مُؤخّر کر دی جاتی ہے۔

سزا کا آخرت تک مؤخر ہونا

سزا کا آخرَت تک مؤخر ہونا سب سے بڑی سزا ہے اور اس کے مستحق صِرف وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے ہلاکت خیز کبیرہ گناہوں کا اِرتِکاب کیا اور بغیر توبہ کے مر گئے۔ نیز گناہوں پر اِصرار کرنے والے اور غافِلین و متکبرین بھی آخرَت میں سزا کے مستحق لوگوں میں سے ہیں۔ کیونکہ اگر ان سزاؤں کا نفاذ دنیا میں ہی ہو جاتا تو بقدرِ دنیا آسان ہوتیں مگر جب یہ آخرَت تک مؤخر ہوئیں تو آخرَت کے اعتبار سے بڑی ہوں گی۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا اسے جلد ہی دیدیتا ہے اور جب کسی بندے سے بُرائی کا اِرادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا کو مؤخر فرما دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس گناہ کی پوری سزا آخرَت میں پائے گا۔[1]

- دنیا کے فوت ہو جانے کا غَم اور اس کی حرص کی فِکر میں مبتلا ہونا بھی گناہوں کی سزا ہے۔
- دنیا پانے کی خوشی جبکہ دین جانے کی کوئی پروانہ ہو تو یہ بھی گناہوں کی سزا ہے۔
- بعض اَوقات ایک گناہ کی سزا اسی کی مِثل یا اس سے بڑے گناہ کے اِرتِکاب سے دی جاتی ہے جیسا کہ نیکی کا ثواب اس نیکی کی مِثل سے یا اس سے بھی اَفضل شے سے دیا جاتا ہے۔

---

[1] ....ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۸، حدیث: ۲۴۰۴

مستدرک، کتاب الحدود، باب اذا اراد اللہ بعبد خیرا عجل عقوبة ذنبه، ۵/۵۳۷، حدیث: ۸۱۹۵

بعض اَوقات دائمی عافیت اور غِنا کی وُسْعَت بھی گناہوں کی سزا بن جاتی ہیں بشرطیکہ یہ دونوں گناہوں کا سَبَب ہوں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دِکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔ (پ۴، اٰل عمران: ۱۵۲)

یہاں غِنا اور عافیت مُراد ہے۔ جس طرح فَقْر اور بیماری اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہیں بشرطیکہ یہ گناہوں سے بچنے کا سَبَب ہوں اسی طرح غِنا اور عافیت گناہوں کے لیے اَصل کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں بشرطیکہ یہ دونوں گناہوں کا سَبَب ہوں اور ان کی جانِب لے جانے کا ذریعہ بنیں۔

حلیم کی شان

حِلْم سزا کو خَتْم نہیں کرتا، البتہ مؤخر ضرور کر دیتا ہے کیونکہ حلیم کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ پر فوری سزا نہیں دیتا بلکہ بعض اَوقات ایک طویل عرصے کے بعد سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ (پ۷، الانعام: ۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

ہر چیز کے دروازے کھولنے سے مُراد آسائشوں اور راحتوں کی فراوانی ہے۔ چنانچہ اسکے بعد اِرشاد فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً (پ۷، الانعام: ۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔

ایک قول کے مُطابِق ان کی گِرِفْت 60 سال کے بعد ہوئی۔

غم گناہوں کا کفارہ ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفّارہ طَلَبِ مَعاش کی فِکْر کے سوا کچھ نہیں۔[1] ایک رِوایت ہے کہ گناہوں کا کفّارہ صِرف رنج و غم ہیں۔

---

[1] ......معجم اوسط، ۱/۴۲، حدیث: ۱۰۲

غم اور درجات کی بلندی

اَہْلِ فَقر کے لیے جائز دنیاوی حاجات کا اِہتمام کرنا اور ان کی خاطِر غم میں مبتلا ہونا ان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور مومنین کے لیے اُخروی نیکیوں کے فوت ہو جانے پر غمزدہ ہونا ان کے دَرَجات کی بُلندی کا باعث ہے۔ جبکہ دنیا کی مَحبَّت، اسے جمع کرنا اور اس کی فکر میں مبتلا رہنے پر سزائیں مُقرَّر ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ بندہ حُبِّ دنیا سے مَغفِرت طَلَب نہ کرے۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: بندے کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ مَصائِبِ دنیا کا شِکار ہو کر اُخروی نَجات اور اس کی تیاری سے غافِل ہو جائے۔

گناہوں کی کثرت اور مصائب کا نزول

اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی ہے کہ جب بندے کے گناہ کثیر ہو جائیں اور اس کے اَعمال ایسے نہ ہوں جو اس کے گناہوں کا کفّارہ بن سکیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو پریشانیوں میں مبتلا فرما دیتا ہے جو اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہیں۔ [1]

منقول ہے کہ بندہ کسی ایسے غم میں مبتلا ہو جس کا سَبَب نہ جانتا ہو تو وہ غم بھی گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے۔ ایک قول کے مُطابِق اس غم سے مُراد یہ ہے کہ عَقْل جب بروزِ قِیامَت بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کا وَقْت یاد کرتی ہے اور جسمانی جُرموں کی وجہ سے اپنا مُحاسَبہ کر کے غمزدہ ہو جاتی ہے، یوں عَقْل کے غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بندہ بھی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر لگتا یوں ہے کہ وہ اپنے غم کا سَبَب نہیں جانتا۔

غمِ یُوسُف پر درجات کی بلندی

حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی فرمائی: میں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق آپ پر اپنی عِنایات فرمانے کا فیصلہ کیا تا کہ آپ جس کَثْرت سے میری بارگاہ میں دستِ سُوال دراز کریں اور میں دُعا قبول کرنے میں تاخیر کروں تو اس وجہ سے مجھے بخیل نہ سمجھنے لگیں۔ بلکہ آپ پر

---

[1] ......مسند احمد، مسند السيدة عائشة، ۹/۵۰۰، حديث: ۲۵۲۹۱

یہ میری کرم نوازی ہے کہ میں نے آپ کے دل میں یہ بات پختہ کر دی ہے کہ میں ہی اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن اور اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن ہوں۔ آپ کا میرے نزدیک ایک خاص مقام ہے جو آپ اپنے عِلْم کے بجائے اپنے بیٹے یوسف (عَلَیْہِ السَّلَام) کی جُدائی پر غم واندوہ کا شِکار ہو کر ہی پاسکتے تھے لہٰذا میں نے چاہا کہ آپ کو اس مرتبے پر فائز فرمادوں (اس لیے یوسف کو آپ سے دُور کر دیا)۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام قید خانے میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اپنے والد ماجد کی حالَت کے مُتَعَلِّق ان سے کچھ یوں دریافت فرمایا: اے جبرائیل! میرے عمر رسیدہ وغم زدہ باپ کی حالَت کیسی ہے؟ عرض کی: انہیں آپ کی جُدائی پر اتنا غم ہے کہ جس قدر 100 ماؤں کو اپنے بچوں کے مرنے پر ہوتا ہے۔ فرمایا: اس قدر غم کا شکار ہونے پر کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں انہیں کوئی خاص مرتبہ ملے گا؟ عرض کی: جی ہاں! ان کے لیے سو شہیدوں کا اَجر ہے۔[1]

زمین و آسمان کا اِذْن طَلَب کرنا

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین سے مروی ہے کہ جو بندہ گناہ کرتا ہے وہاں کی زمین اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِذْن طَلَب کرتی ہے کہ وہ اس بندے کو زمین میں دھنسا دے اور اسی طرح آسمان اس پر عذاب بن کر گر جانے کا اِذْن طَلَب کرتا ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ زمین و آسمان سے اِرشَاد فرماتا ہے: میرے بندے سے دور ہو جاؤ اور اسے (سدھرنے کی) مہلت دو کیونکہ تم نے اسے پیدا نہیں کیا اگر تم دونوں نے اسے پیدا کیا ہوتا تو تم دونوں بھی ضَرور اس پر رَحْم کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ میری بارگاہ میں حاضِر ہو کر توبہ کرلے اور میں اسے مُعاف فرما دوں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس گناہ کو کسی نیک عَمَل سے بدلنے کی کوشش کرے تو میں اس کے گناہ کو نیکیوں میں بدَل دوں۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذَیل فرمان میں مذکورہ رِوایَت کا مَفہوم مَوجُود ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام موسی، ۱۲۲/۸، حدیث: ۸، بتغیر
تفسیر طبری، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۸۶، ۲۸۳/۷، حدیث: ۱۹۷۳۴، بتغیر

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

(پ۲۲، فاطر: ۴۱)

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مُراد یہ ہے کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ بندوں کے گناہوں کے سَبَب جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کون روکے گا؟ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حلم والا یعنی بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانے والا اور ان کی خطاؤں کو مُعاف فرمانے والا ہے۔

غضبِ الٰہی پر فرشتوں کا طرزِ عَمَل

ایک تفسیر میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب اپنے بندوں کو گناہوں میں مبتلا پاتا ہے تو اس کے غَضَب سے زمین کپکپانے لگتی ہے، آسمان ہلنے لگتا ہے، آسمان کے فرشتے زمین پر اتر کر اس کے اَطراف کو اور زمین کے فرشتے آسمان پر جا کر اس کے اَطراف کو پکڑ لیتے ہیں اور سب بار بار یوں پکارنے لگتے ہیں: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** ۔ یہاں تک کہ انکے ایسا کرنے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غَضَب دور ہو جاتا ہے اور وہ اِرشاد فرماتا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ** یعنی بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی روکے ہوئے ہے آسمانوں کو۔

غَضَب و حلم کا وُقوع کب ہوتا ہے؟

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں جب زمین میں ناقوس بجا کر زمانۂ جاہِلیّت کی طرف بلایا جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غَضَب شدید ہو جاتا ہے مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مدارِس کے بچوں اور مَساجِد آباد کرنے والوں کو دیکھتا ہے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ جب اپنی رضا کے حُصول کی خاطِر دو محبَّت کرنے والوں یا ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کو دیکھتا ہے اور مُؤَذِّنوں کی آوازیں سنتا ہے تو حِلم اور مَغْفِرت سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔

گناہوں پر اِصرار مقامِ ہلاکت ہے

جب بندہ ایک کے بعد دوسرا گناہ کرتا ہے اور ان دونوں گناہوں کے درمیان توبہ نہیں کرتا تو قوی اندیشہ ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے، کیونکہ یہ گناہوں پر اِصرار کرنے والے کا حال ہے، نیز وہ رُجُوع اِلَی اللہ کو ترک کرنے اور اپنی نفسانی خواہشات کو عَمَلی جامہ پہنانے کی وجہ سے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور یہ (رحمتِ خُداوندی سے) دُوری میں مقامِ غَضَب ہے۔

مُرید صادِق کا طریق

سب سے بہتر عَمَل یہ ہے کہ بندے کو جن نفسانی خواہشات کا بجالانا محبوب ہو، انہیں فوراً چھوڑ دے کیونکہ نفسانی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں کہ (توبہ کے لیے) ان کے اِختِتام کا اِنتِظار کیا جائے جیسا کہ ان کی اِبتِدا کی کوئی علامت نہیں۔ لہٰذا اگر بندے نے نفسانی خواہشات کو ترک نہ کیا تو پھر کبھی بھی ان خواہشات کا اِختِتام نہ ہو گا اور اگر وہ طاعت کی زِیادَتی و عِبادَت کی حَلاوَت پانے میں مشغول ہو گیا تو بہتر ہے ورنہ خود کو صَبْر و مُجاہَدہ پر مجبور کرے کہ یہی مرید صادِق کا طریقہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا (پ۹، الاعراف: ۱۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں ہے کہ طاعَت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد چاہو اور مَعْصِیَّت میں مُجاہَدہ پر صَبْر کرو۔

جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں:

- اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر کے مُقابَلے میں نیکی کے تمام کام ایسے ہی ہیں جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ۔
- جِہاد فی سَبِیلِ اللہ کے مُقابَلے میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر ایسے ہیں جیسے سمندر کے مُقابِل جھاگ۔

ممنوع کاموں سے بچتے ہوئے نفسانی خواہشات سے مُجاہَدہ کرنے کے مقابلے میں جِہاد فی سَبِیلِ الله ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے سامنے جھاگ۔[1]

یہی مَفہوم ایک حدیثِ پاک میں بھی کچھ یوں مَروِی ہے کہ تم جِہادِ اَصغَر سے جِہادِ اَکبَر یعنی مُجاہَدۂ نفس کی جانِب لوٹے ہو۔[2]

افضل منزل

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبداللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: صَبر صِدق کی تصدیق کا نام ہے اور طاعَت کی سب سے اَفضل منزل پہلے مَعْصِیَّت پر، پھر طاعَت پر صَبر کرنا ہے۔

مُجاہَدۂ نفس کی برکت

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر کی ایک عورت سے شادی کی اور اپنے غلام کو بھیجا تاکہ وہ اسے لے آئے۔ راستے میں اس کے نَفْس نے اسے بہُت پھسلایا اور گناہ کا مُطالَبہ کیا مگر اس غلام نے نَفْس سے مُجاہَدہ کیا اور بچنے کے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مَدَد طَلَب کی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے نبی بنا دیا اور یوں وہ نفس سے مُجاہَدہ کرنے کے سَبَب بنی اسرائیل کا نبی بن گیا۔[3]

---

[1] ......جمع الجوامع للسیوطی، مسند علی بن ابی طالب، ۱۳/۳۱۳، حدیث: ۷۳۴۳، بتغیر

[2] ......الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ومخالفة النفس والھوی، ص ۱۶۵، حدیث: ۳۷۳

[3] ......نبوّت وَہبی ہے کَسْبی نہیں۔ جیسا کہ بہارِ شریعت، جِلْد اوّل صفحہ 38 پر ہے: نبوّت کَسْبی نہیں کہ آدمی عِبادَت و رِیاضت کے ذریعہ حاصِل کر سکے، بلکہ مَحض عَطائے اِلٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں! دیتا اسی کو ہے جسے اس مَنْصَبِ عظیم کے قابِل بناتا ہے، جو قَبْلِ حُصولِ نبوّت تمام اَخلاقِ رذیلہ سے پاک اور تمام اَخلاقِ فاضِلہ سے مُزَیَّن ہو کر جُملہ مَدارِجِ وِلایَت طے کر چکتا ہے اور اپنے نَسَب و جِسْم و قول و فِعل و حَرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے مُنَزَّہ ہوتا ہے جو باعِثِ نَفرت ہو، اسے عَقْلِ کامِل عَطا کی جاتی ہے، جو اَوروں کی عَقْل سے بدَرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عَقْل اسکے لاکھویں حِصّہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رِسالت رکھے ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ (پ۲۷، الحدید: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے ﴾ اور جو اسے (نبوّت) کو کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و رِیاضت سے مَنْصَبِ نبوّت تک پہنچ سکتا ہے، کافِر ہے۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعات میں سے ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کس وجہ سے آپ کو عِلْمِ غیب کی دولت سے نوازا؟ فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر گناہ تَرْک کرنے کی وجہ سے (مجھے عِلْمِ غیب کی دولت ملی ہے)۔

انعامِ خداوندی عمل کے اعتبار سے نہیں ہوتا

اللہ عَزَّوَجَلَّ بِقَدْرِ عَمَل جزا عَطا نہیں فرماتا بلکہ عَطا و بخشش کی اِنتِہا کر دیتا ہے اور جب کوئی بندہ اس کی رِضا کے حُصُول کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو وہ اسے بلا حِساب اَجر سے نوازتا ہے۔

گناہ کو عادت نہ بنائیے

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ کسی گناہ کو اپنی عادت نہ بنائے ورنہ توبہ مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ عادت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اگر گناہوں کی یہ عادت نہ ہوتی تو تمام لوگ توبہ کرنے والے ہوتے اور اگر آزمائش نہ ہوتی تو تمام توبہ کرنے والے اپنی توبہ پر ثابِت قَدَم رہتے۔ چنانچہ،

مُریدِ صادِق کو چاہئے کہ اگر اس کی گناہوں بھری کوئی عادت ہو تو پہلے اسے خَتْم کرے پھر اگر اسے کسی نفسانی خواہش کے مُعاملے میں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہو تو مُجاہَدۂ نَفْس پر صَبْر کرے۔

عمدہ خصلتیں

یہ عُمدہ خصلتیں مُریدوں کے اَفضل اور عُمدہ اَعمال سے تعلّق رکھتی ہیں۔ یہی وہ خَصلتیں ہیں جب کسی مُرید میں پائی جاتی ہیں تو اس کے نَفْسِ مُطْمَئِنّہ کو رُشد و تقویٰ کا اِلہام ہونے لگتا ہے اور انہی خصلتوں کے ذریعہ ایک مُریدِ صادِق نَفْسِ اَمّارہ کے اَوصاف سے آزاد ہو کر نَفْسِ مُطْمَئِنّہ اور اِیمان و قرآن کے اَخلاق و اَوصاف کا پیکر بن جاتا ہے۔ یہ مفہوم دَرْج ذیل حدیثِ پاک سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: اَفضل اَعمال وہ ہیں جنہیں تمہارے نَفْس ناپسند کرتے ہوں۔[1] کیونکہ نَفْس کو مُخالَفتِ خواہش پسند نہیں، جبکہ خواہشِ نَفْس حَق

---

[1] ......ذم الھوی لابن الجوزی، الباب الثالث فی ذکر مجاھدۃ النفس . . . الخ، ص ۵۲، حدیث: ۱۴۸، فیہ قول عمر بن عبد العزیز

کے مُخالِف ہے اور حق اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے، لہٰذا بندہ نَفْس کو مُخالفتِ خواہش اور مُوافِقِ حق پر مجبور کرنے والا بن جاتا ہے کیونکہ حق کی محبّت سب سے اَفضل عَمَل ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضَرور ہونی ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے مقام پر) نقصان اٹھانے والوں میں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو آپس میں ایک دوسرے کو حق بات کی وَصیّت اور صَبْر کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ یقین کی اِبتِدا ہے۔

گناہوں میں غرق شخص کی مثال

کسی نیک شخص کے مُتعلّق مَروِی ہے کہ وہ کیچڑ میں پیدل چل رہے تھے، چلتے ہوئے بہت محتاط تھے اور اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھایا ہوا تھا، راستے کے ایک جانب چلتے ہوئے اچانک ان کا پاؤں پھسلا تو دونوں پاؤں کیچڑ کے درمیان رکھ کر چلنے لگے۔ پھر اچانک رونے لگے، عرض کی گئی: کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے: یہ اس بندے کی مثال ہے جو گناہوں سے بچتا اور ان سے دُور رہتا ہے مگر جب ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے بعد گناہوں میں ہی لت پت ہو جاتا ہے۔

غفلت پر توبہ لازم ہے

بندے پر لازم ہے کہ جس غفلت کا مُرتَکِب ہو اس سے توبہ کرے، جب اس نے اس بات کی حقیقت کو پہچان لیا تو کبھی بھی اس کی توبہ خَتْم نہیں ہو گی۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں غفلت کے مُرتَکِب لوگوں کو آخرت میں خسارہ پانے والوں میں قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۸، ۱۰۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی غفلت میں پڑے ہیں، آپ ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بعض غفلتیں اور خسارے دیگر غفلتوں اور خساروں سے کم ہوتے ہیں لہٰذا کسی بھی قسم کی غفلت کو حقیر مت سمجھو کہ یہی گناہوں کی اِبتِدا ہے اور اَہلِ

یقین کے نزدیک یہ کبیرہ گناہوں کی جڑ ہے۔

غفلت مَقاماتِ کفر میں سے ہے

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم غفلت کو مَقاماتِ کُفْر کا ایک مقام قرار دیتے اور اس کا ذِکْر بصیرت نہ ہونے اور شک کے ساتھ فرماتے، نیز غافِل شخص کو ہِدایَت سے دُور اور حَسْرَت کے ساتھ مُتَّصِف قرار دیتے۔ چنانچہ،

اہلِ بیت سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عمّار بن یاسِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے) عَرض کی: اے امیر المومنین! ہمیں بتایئے کہ کُفْر کی بُنْیاد کس پر ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: کفر کی بُنْیاد چار سُتُونوں پر ہے: جَفا، اندھا پن، غفلت اور شک۔

- ﴿١﴾ جس نے جَفا کی اس نے حَق کو حقیر جانا، باطِل کا پرچار کیا اور عُلَمائے کِرام کو ناراض کیا۔
- ﴿٢﴾ جو اندھا (یعنی بصیرت نہ رکھتا) ہو وہ ذکرِ خداوندی کو بھول جاتا ہے۔
- ﴿٣﴾ جو غافِل ہو وہ ہِدایَت سے دُور ہو جاتا ہے اور جھوٹی آرزوئیں اسے دھوکے میں مبتلا کر دیتی ہیں، حَسْرَت و نَدامَت اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے اس کے لیے ایسی باتیں ظاہِر ہوتی ہیں جن کا اسے گُمان تک نہیں ہوتا۔
- ﴿٤﴾ جو شک میں مبتلا ہو وہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔[1]

گناہوں سے بچنے کا طریقہ

کسی عالِم کا قول ہے کہ جو شخص اپنی نفسانی خواہشات تَرْک کرنے میں صادِق ہو اور اس نے رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے سات مرتبہ مُجاہَدۂ نَفْس کیا ہو تو اسے گناہوں کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔

ایک قول میں ہے کہ جس نے کسی گناہ سے توبہ کی اور سات سال تک اس پر ثابِت قَدَم رہا، پھر کبھی اس گناہ کی جانِب نہ لوٹے گا۔

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، ۱۳/۱۱۳ تا ۲۱۲، حدیث: ۷۳۴۳

قوی و کمزور لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ

ایک قول کے مُطابِق بندہ جس گناہ کا عادی ہو اس کا کفّارہ یہ ہے کہ جتنی بار اس گناہ کا مُرتکِب ہوا اتنی بار اگر اسے پھر وہی گناہ کرنے کا موقع ملے تو ہر بار اس گناہ سے اِجْتِنَاب کرے، اس طرح ہر بار گناہ کا ترک کرنا اس کے ایک بار اِرْتِکاب کرنے کا کفّارہ بن جائے گا۔ یہ توبہ کرنے والوں میں سے پختہ کار لوگوں کا حال ہے ضعیف و کمزور مُریدِین کا طریقہ نہیں بلکہ ان کا طریقہ تو یہ ہے کہ اس گناہ کا خیال آتے ہی بھاگ کھڑے ہوں اور ممکنہ حد تک اس گناہ سے دوری بنائے رکھیں۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ

جس بندے کے دل میں گناہ پر قادِر نہ ہونے کے باوُجود اس گناہ کا بار بار خَیال آتا رہے وہ قُدْرَت پائے جانے کے وَقْت اپنے نَفْس پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔ لہٰذا مرید کو چاہئے کہ وہ نَفْس کو گناہوں کے مُتَعَلِّق سوچنے کا موقع ہی نہ دے ورنہ وہ ان میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس لیے کہ خَیالات قَوِی ہو کر وسوسے بنتے ہیں اور وسوسے زیادہ ہو کر شیطان کے لیے دھوکے و فریب میں مبتلا کرنے والے راستے بن جاتے ہیں۔ چنانچہ توبہ کرنے والے کے لیے سب سے زِیادہ نقصان دہ چیز یہ ہے کہ وہ دل میں بُرے خَیالات پیدا ہونے کی صُورَت میں انہیں دل میں پختہ ہونے کی اِجازَت دیدے کہ وہ اس کی ہلاکت کا باعِث بنیں۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مذکورہ سب باتوں کا خاتِمہ ضَروری ہے کیونکہ) ہر وہ سَبَب بھی گناہ ہے ✿ ☜ جو کسی گناہ کی دَعْوَت دے یا ✿ ☜ کسی گناہ کی یاد دِلائے یا ✿ ☜ اس سے کسی گناہ کا اِرْتِکاب ممکن ہو۔ اگرچہ وہ سَبَب مُباح ہی ہو مگر ایسے ہر سَبَب کو خَتْم کرنا نیکی ہے اور اس بات کا تعلّق ان مشکلات سے ہے جو نیکیاں کمانے میں پیش آتی ہیں۔

عرصہ دراز تک گناہوں کا مرتکب رہنا

منقول ہے کہ جو شخص 40 سال تک کسی مخصوص گناہ کا مُرتَکِب رہے تو ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ وہ اس گناہ سے اب اس عمر میں توبہ کر لے۔ ہاں! جنہوں نے توبہ کی وہ بَہُت کم لوگ ہیں۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ مومن آزمائش میں مبتلا ہونے والا اور بہُت توبہ کرنے والا ہے اور بے شک کبھی کبھار ایک مومن عرصۂ دراز تک کسی گناہ کا عادِی رہتا ہے۔ [1]

ایک رِوایت میں ہے کہ تمام اِنسان خطاکار ہیں اور ان میں سے بہتر خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔ [2]

ایک رِوایت میں ہے کہ مومن (اپنے گناہوں پر) افسوس کرنے والا اور (توبہ واِستغفار کے ذریعے) اپنے مُعاملات کو سُدھارنے والا ہوتا ہے اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی حالت سُدھارتے ہوئے موت کو گلے لگائے۔ [3]

گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کی یہ صِفَت قرآنِ کریم میں ذِکر فرمائی ہے کہ وہ گناہوں کی پیروی نہیں کرتے اگر بدقسمتی سے کسی گناہ کا اِرتکاب کرلیں تو فوراً اس کے بعد کوئی نیکی کا کام بھی کرلیتے ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ترجمۂ کنز الایمان: اور بُرائی کے بدلے بھلائی کرکے ٹالتے ہیں۔ (پ١٣، الرعد: ٢٢)

ایک جگہ صَبر کرنے والے عاملین کی صِفَت کچھ یوں بیان فرمائی:

اُولٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبر کا اور وہ بھلائی سے بُرائی کو ٹالتے ہیں۔

(پ٢٠، القصص: ٥٤)

مَعلُوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کو صَبر کرنے کے دو۲ مواقع فراہم کیے۔ پہلا گناہوں سے اِجتِناب کرنے کا اور دوسرا توبہ کرنے کا۔ اس طرح صَبر کی وجہ سے انہیں اَجر بھی دو۲ عطا فرمائے۔

---

[1] ......مسند بزار، مسند علی بن ابی طالب، ٢/ ٢٨٠، حدیث: ٧٠٠، مفهوماً

[2] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ٤٩، ٤/ ٢٢٤، حدیث: ٢٥٠٧، بتغیر قلیل

[3] ......معجم اوسط، ١/ ٥٠٦، حدیث: ١٨٦٧، بتغیر قلیل

توبہ کی شرائط

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے توبہ کرنے والے مومنین پر تین۳ باتوں کو شرط قرار دیا ہے جبکہ توبہ کرنے والے مُنافقین پر چار۴ باتوں کو شرط ٹھہرایا کیونکہ انہوں نے اَعمال کے مُعاملے میں مخلوق کو (اپنے گناہوں کی) وجہ اور سَبَب بنایا اور اس طرح اِخلاص میں مخلوق کو خالق کے ساتھ شریک کر دیا۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر شدید غَضَب کی وجہ سے ایک شرط کا اِضافہ فرما دیا۔ جبکہ مومنین نے خالِص توبہ کی تو ان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دو۲ شرطیں کم کر دیں۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں (اصلاح کریں) اور ظاہر کر دیں۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۶۰)

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اس آیتِ مُبارکہ میں)

﴿تَابُوْا﴾ سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات سے منہ موڑ کر بارگاہِ خداوندی کی جانب رُجُوع کر لیا۔

﴿وَ اَصْلَحُوْا﴾ سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نُفُوس کی خرابیوں کی اِصلاح کی۔

﴿وَ بَیَّنُوْا﴾ کی تفسیر کے مُتعلّق دو۲ قول مروی ہیں:

﴿1﴾ انہوں نے حَق کی جو باتیں چھپائی تھیں اور عِلْم کی جس حقیقت کو مَخْفِی رکھا تھا سب ظاہر کر دیا۔ یہ شرط صِرف اس شخص کے لیے ہے جس نے عِلْم کو چھپانے اور حَق کو باطِل سے مِلانے کا گناہ کیا ہو۔

﴿2﴾ انہوں نے اپنی توبہ ظاہر کر دی تاکہ ان کے مُتعلّق ہر ایک کو حقیقت معلوم ہو جائے اور ان پر توبہ کے اَحکام نمایاں ہو جائیں۔

منافقین کے لیے ان دو۲ شرائط کے علاوہ مزید دو۲ شرطوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًاۙ(۱۴۵) اِلَّا الَّذِیْنَ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مُنافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر

تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ (پ۵، النسآء:۱۴۵، ۱۴۶) وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے (اپنی اصلاح کی) اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیا۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُنافقین چونکہ لوگوں اور ان کے اَموال کو مَضْبُوطی سے تھامے ہوئے تھے اور نیک اَعمال کی بجاآوری میں بھی ریاکاری کے مُرتکِب ہوتے تھے، اس لیے ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مَضْبُوطی سے تھامنے اور رِضائے الٰہی کے حُصُول کے لیے اپنے دین کو خالِص کرنا شَرط ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہر شخص کی توبہ اس کے گناہوں کی ضِد کے مُطابِق ہو یعنی گناہ کم ہوں تو توبہ بھی کم یا گناہ زیادہ ہوں تو توبہ بھی زیادہ ہو اور یوں توبہ کرنے والا اپنے گناہوں کی ضِد پر قائم ہو جائے تاکہ وہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا مِصداق بن سکے:

اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہم نیکوں کا نیگ (ثواب) نہیں گنواتے (ضائع نہیں کرتے)۔ (پ۹، الاعراف:۱۷۰)

محبوب بندہ بننے کا طریقہ

بندہ اس وَقْت تک توبہ کرنے والا شُمار نہ ہو گا جب تک کہ وہ اپنی اِصلاح کرنے والا نہ بن جائے اور وہ اپنی اِصلاح کرنے والا اس وَقْت ہی شُمار ہوتا ہے جب وہ نیک اَعمال کرنے لگے تاکہ نیک اَعمال کی اَنْجام دہی کے بعد اس کا شُمار صالحین میں ہو اور صالحین کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف:۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دوستی کا شَرَف پانا) توبہ کرنے والوں کی صِفَت ہے جو توبہ کے ذریعے ہی حاصِل ہو سکتی ہے اور (جب بندہ توبہ کرلیتا ہے تو) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (پ۲، البقرۃ:۲۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہُت توبہ کرنے والوں کو۔

مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہی لوگوں کو اپنی دوستی کا شَرَف عطا فرماتا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کو تَرْک کر کے اس کی بارگاہ میں رُجُوع کرتے ہیں اور رَضائے اِلٰہی کی خاطِر ناپسندیدہ باتوں اور کاموں سے پاک

رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمانِ عالیشان ہے کہ توبہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے عرض کی گئی: توبہ کرنے والا بندہ کب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست بنتا ہے؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: اس وَقت جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے مُطابِق بن جائے: ﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۲) ﴾[2] اس کے بعد آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: حبیب کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے محبوب کو پسند نہ ہو۔

نیکیوں سے توبہ

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: توبہ اس وَقت تک دُرُست نہیں ہو سکتی جب تک کہ بندہ نیکیوں (یعنی ان کی اَدائیگی میں ہونے والی کوتاہیوں) سے توبہ نہ کرلے۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ عام لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں جبکہ صوفی حَضرات اپنی نیکیوں سے توبہ کرتے ہیں یعنی جب وہ اپنی نیکیوں کو بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس مُعاملے کو عظیم جانتے ہوئے نیکیوں کے بجالانے میں اپنی کوتاہی کو تسلیم کرکے توبہ کرنے لگتے ہیں۔

توبہ کے بغیر اعمال دُرُست نہیں

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے کہ توبہ سب سے اَفضل عَمَل ہے کیونکہ اس کے بغیر اَعمال دُرُست نہیں۔ نیز توبہ کے دُرُست ہونے کے لیے یہ بھی ضَروری ہے کہ بندہ بہُت سے حَلال کام اس خَدشہ کے پیشِ نظر چھوڑ دے کہیں ان کی وجہ سے وہ کسی حَرام کام کا مُرتکِب نہ ہو جائے۔

اِستِغفار اور تائبین

اِستِغفار توبہ کرنے والوں کی غِذا اور گناہ گاروں کی پناہ گاہ ہے۔ چنانچہ اَصدَقُ القَائِلین یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ....نوادر الاصول، الاصل السادس والمائتان، ۲/۷۶۰، حدیث: ۱۰۳۰

[2] .... ترجمۂ کنزالایمان: توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب سے مُعافی چاہو پھر اس کی طرف رُجوع لاؤ۔ (پ ۱۲، ھود: ۵۲)

ایک مقام پر ہے:

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ترجمۂ کنزالایمان: توکیوں نہیں رُجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے۔ (پ ۶، المآئدۃ: ۷۴)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں پہلی آیتِ مُبارَکہ میں اِستِغفار کے ساتھ توبہ کا آغاز فرمایا اور دوسری آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کے بعد اِستِغفار کا تذکرہ فرمایا۔ چنانچہ گناہوں کی مَوجُودَگی میں اِستِغفار سے مُراد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پردہ پوشی کا سوال کرنا ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کو اس کی گناہ کی حالَت میں مُعاف فرمانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کے ساتھ ساتھ اس سے دَرگُزَر بھی فرمائے (اور فوری سزا نہ دے)۔

گناہ کی پردہ پوشی یا پردہ دری

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اپنے بندے کے جس گناہ کی پردہ پوشی فرمائی تو آخِرت میں بھی اسے مُعاف فرمادے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر کریم ہے کہ اس نے جس گناہ کی دنیا میں پردہ پوشی فرمائی آخِرت میں اسے ظاہِر فرمادے۔ نیز بندے کے جس گناہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں ظاہِر فرمایا تو اس گناہ کو ہی اس کی اُخروی سزا بھی بنادے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات سے بڑھ کر کرم والا ہے کہ بندے کو دُہری سزا دے۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا و دیگر کئی صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان سے اس قسم کی روایات مَروِی ہیں۔

توبہ کے بعد اِستِغفار

توبہ کے بعد اِستِغفار سے مُراد یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے گناہوں کے مُوَاخذے پر مُعافی کا سُوال کرے اور توبہ کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کی مَغْفِرَت فرمانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس کی

خَطاؤں کو مِٹا دے اور اس پر اپنے عَفْو و کرم کی اِنتہا فرما دے یعنی اس کی بُرائیوں کو نیکیوں میں بدل دے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ بندہ جب اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عَرْض کرتا ہے: یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ! تو اس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمتِ کاملہ کے صَدْقے اس کے گناہ مُعاف فرما کر اپنے کَرَم سے ان گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں یہی حُکْم دیا ہے:

فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ (پ ۲۴، حم السجدة: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس کے حُضور سیدھے رہو اور اس سے مُعافی مانگو۔

ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ ؕ (پ ۲۴، حم السجدة: ۳۰، ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زِندَگی میں اور آخِرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی اس آیت مُبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں)

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ بیشک جن لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیت کا اِقرار کیا پھر توحید پر ثابت قَدَم رہے اور شرک نہ کیا۔ ایک قول کے مُطابِق یہاں یہ مُراد ہے کہ وہ سنّت پر قائم رہے اور انہوں نے کوئی بِدْعَت نہ اپنائی۔

ایک قول کے مُطابِق وہ توبہ پر قائم رہے اور اس سے رُوگردانی نہ کی (ان پر فرشتے نازِل ہو کر انہیں کہتے:)

☜ گناہوں کی سزا سے مَت ڈرو کہ توحید کی وجہ سے انہیں مُعاف کر دیا گیا ہے۔

﴿ جو نیک اعمال نہ کر سکے ان پر غم نہ کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری توبہ کے سبب ان کی تلافی کر دی ہے۔

﴿ تمہاری اِسْتِقامت کی وجہ سے تمہیں مُحسِنِین کے مقام و مرتبہ پر فائز فرما دیا ہے۔

﴿ خوش ہو جاؤ اس جنّت کی خوشخبری پا کر جس کا دنیا میں تم سے وَعدہ کیا جاتا تھا۔

﴿ ہم تمہارے دوست ہیں یعنی تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے اِیمان پر ثابِت قَدَم رہنے کی بنا پر دنیا و آخِرت میں ہم تمہارے قریب ہیں۔

﴿ جنّت میں ہر وہ شے تمہارے لیے ہے جو تمہارا جی چاہے یعنی تم جس دائمی نعمت کو طَلَب کرو گے وہ تمہیں مل جائے گی۔

﴿ (صِرف یہی نہیں بلکہ) تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو بھی مانگو گے یعنی تمہارے دل دیدارِ باری تعالیٰ کی تمنّا کریں گے تو تم اس نِعمَتِ عظمٰی سے بھی ضَرور سرفراز ہو گے۔

گناہ پر قائم رہ کر توبہ کرنا کیسا؟

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغْفِرَت نِشان ہے: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا اور گناہ پر قائم رہتے ہوئے اس سے بخشش چاہنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات سے مَذاق کرنے والے شخص کی طرح ہے۔[1]

ایک بُزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے اس قول سے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغْفِرَت طَلَب کرتا ہوں کہ میں زبان سے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِسْتِغفار کروں مگر حقیقی توبہ کروں نہ میرا دل اپنے کئے پر شَرمسار ہو۔

ایک رِوایَت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمان ہے کہ توبہ اور دِل کی نَدامت کے بغیر مَحض زبان سے اِسْتِغفار کرتے رہنا کذّابوں (یعنی جھوٹوں) کی توبہ ہوتی ہے۔[2]

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۴/۴۹۱، حديث: ۴۲۵۰، مختصراً
شعب الايمان للبيهقي، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة، ۵/۴۳۶، حديث: ۷۱۷۸

[2] ......فردوس الاخبار، باب الالف، ۱/۶۷، حديث: ۴۲۵، دون: غير توبة وندم بالقلب
تفسير قرطبی، النسآء، تحت الآية: ۱۱۰، ۳/۱۵۷۲، "وندم بالقلب"

توبہ بھی توبہ کی محتاج ہے

حضرت سَیِّدَتُنا رابِعہ عَدَوِیہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں کہ ہمارا اِسْتِغْفار کرنا بھی اِسْتِغْفار کا مُحتاج ہے۔

کتنی ہی توبہ ہیں جو صحیح ہونے میں مزید توبہ کی مُحتاج ہیں، نیز انہیں خُلوص اور سُکون کی بھی ضَرورت ہے۔ پس جس نے بُرائی کے فوراً بعد نیکی کر لی اور یوں نیک کاموں کو بُرے کاموں سے خَلْط مَلْط کر دیا اس کے لیے نَجات کی طَمَع اور مَرنے سے قَبْل توبہ پر اِسْتِقامَت کی اُمّید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔

یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نِگاہِ کَرَم فرمائے۔ ایک قول کے مُطابِق ان کے مِلائے جانے والے اَچھّے کام سے مُراد گُناہ کا اِعْتِراف کرنا اور نئی توبہ کرنا ہے جبکہ بُرے کام سے مُراد غفلت و جہالَت کا مُرتَکِب ہونا ہے۔

اللہ کا غفور و رحیم ہونا

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص کے لیے غَفُور ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے اور رحیم ہے اس اِعْتِبار سے کہ اس نے توبہ میں انہیں مہلت دے رکھی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ توبہ کے وَقْت اپنے مُخْلِص بندوں کو جو جواب عطا فرماتا ہے وہ مُنافقین و مُشْرِکین کو نہیں دیتا۔ کیونکہ توبہ کے بغیر کسی کے لیے نجات کی کوئی راہ نہیں اور نہ توبہ کے بغیر مَحبَّت و رضائے الٰہی تک رسائی ممکن ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مُنافقین کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مَوقوف رکھے گئے ہیں اللہ کے حُکم پر یا ان پر عَذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ اگر وہ گناہوں پر اِصْرار کریں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر عَذاب فرمائے یا اِسْتِغْفار کریں تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور کافروں کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِسْتِغْفار کو اُمَّت میں مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی کے ساتھ اور لوگوں سے عذاب کے دُور ہونے کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وُجُودِ مَسْعُود کے ساتھ ذِکْر فرمایا اور اسے اپنا فضل واِنعام قرار دیا۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَ اَنۡتَ فِيۡهِمۡ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ (پ۹، الانفال: ۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور **اللہ** انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

دو اَمانیں

ایک بُزرگ فرماتے ہیں: ہمارے پاس دو اَمانیں تھیں، ایک چلی گئی اور دوسری باقی ہے۔ اگر دوسری بھی چلی گئی تو ہماری ہَلاکت یقینی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ (ایک اَمان) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (تھے جنہوں) نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا اور (دوسری اَمان) اِسْتِغْفار (ابھی) باقی ہے۔

حامِلینِ عرش جیسا مقام

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے گناہوں کو مِٹانے والے اِسْتِغْفار کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی اِبْتِدَا اِسْتِجابَت (یعنی حکمِ خُداوندی پر لَبَّیْک کہنے) سے ہوتی ہے، پھر اِنابَت (رُجُوع اِلَی اللہ) اور اس کے بعد توبہ کی باری آتی ہے۔ اِسْتِجابَت سے اَعْضَا و جَوارِح کے اَعمال، اِنابَت سے دِل کے اَعمال اور توبہ سے بندے کا اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانِب متوجّہ ہونا اور مخلوق سے کِنارہ کَش ہونا مُراد ہے۔ اس کے بعد بندے کو چاہئے کہ نیک اَعمال کی بجا آوری میں جس کو تاہی کا شِکار ہے اس سے مَغْفِرَت طَلَب کرے۔ نیز نِعمَتِ خُداوندی سے جاہِل ہونے اور اس نعمت پر شُکر بجانہ لانے پر بھی مَغْفِرَت چاہے تو اسے بخشش کا مُژدہ ملتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اس کے بعد بندہ اِنْفِرادِیت،

ثابِت قَدَمی، بیان، قُرب، مَعْرِفَت، مُناجات، مُصافات، مُوالات اور مُحادَثَۃُ السِّر یعنی خُلَّت کی جانِب مُنتقل ہو جاتا ہے اور یہ بات اس وَقْت ہی بندے کے دل میں قرار پکڑتی ہے جب عِلْم اس کی غِذا، ذِکْر اس کی جان، رضائے الٰہی اس کا زادِ راہ، تفویض (یعنی خود کو سِپُردِ خُدا کرنا) اس کی مُراد اور تَوَکُّل (رحمتِ خداوندی پر کامِل بھروسا) اس کا ساتھی ہو۔ (جب بندہ ان اَوصاف کا حامِل بن جاتا ہے تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر نگاہِ کَرَم فرما کر اسے عَرش تک بُلَند مَقام عَطا فرماتا ہے، یوں اس بندے کا مَقام حامِلینِ عَرش جیسا ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن **عبد اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں: بندے پر لازِم ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے دامَنِ کَرَم سے وَابَستہ رہے اور اس کا بہترین حال یہ ہے کہ ہر مُعاملے میں وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانِب ہی رُجُوع کرے۔ مثلاً

- اگر کبھی نافرمانی کا مُرتَکِب ہو تو عَرض کرے: اے میرے رب! میری پردہ پوشی فرما۔
- گناہ (کرنے کی صورت میں جب) اس سے جُدا ہو تو عَرض کرے: اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما۔
- جب توبہ کرے تو عَرض کرے: اے میرے رب! مجھے گناہوں سے محفوظ فرما۔
- جب نیک عَمَل کرے تو عَرض کرے: اے میرے رب! میرا عَمَل قبول فرما۔

آٹھ نیک اعمال

گناہ سے توبہ کے بعد جو نیک اَعمال کیے جاتے ہیں اور جن سے گناہوں کے کفّارے کی اُمّید کی جاتی ہے وہ آٹھ اَعمال ہیں۔ ان میں سے چار کا تعلّق ظاہِری اَعْضا سے ہے اور چار کا تعلّق (باطِنی عُضْو یعنی) دل سے ہے۔

ظاہِری اعضا کے چار اعمال

ظاہِری اَعْضا کے اَعمال یہ ہیں:

﴿1﴾ بندہ دو رَکعت نَماز نَفْل پڑھے۔

﴿2﴾ 70 مرتبہ اِسْتِغْفار کرے، پھر 100 مرتبہ یہ پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔

﴿3﴾ اس کے بعد صَدَقہ کرے۔ ﴿4﴾ ایک دن کا روزہ رکھے۔

دل کے چار اعمال

دل کے اَعمال یہ ہیں:

《1》 گناہ سے توبہ کا پختہ اِرادہ کرلے اور اس کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکنا پسند کرے۔

《2》 اس پر سزا کا خوف نمایاں ہو۔ 《3》 اسے مَغْفِرَت کی اُمّید ہو۔

《4》 پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسْنِ ظَن اور صِدْقِ یقین کے سَبَب اپنے گناہ کے کفّارے کی اُمّید رکھے۔

یہ وہ اَعمال ہیں جن کے مُتعلّق مختلف آثار و روایات میں مَروی ہے کہ یہ گناہوں اور لَغْزِشوں کا کفّارہ ہیں۔[1] بلکہ بعض اَوقات بعض گناہوں کے کفّارہ میں یہ تمام باتیں شَرْط ہیں۔

بندے کو چاہئے کہ (گناہوں کی مُعافی کے لیے) مَسْجِد میں جا کر دو رَکْعَت نماز پڑھے اور بعض روایات میں ہے کہ چار رَکْعَت پڑھے۔[2]

فرشتے کا قلم روکے رکھنا

مَنْقُول ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ جو بائیں جانِب والے فرشتے کا نگران بھی ہے، سے کہتا ہے: چھ ساعتوں تک اس بندے کا گناہ لکھنے سے قَلَم کو روکے رکھو۔ (اس دوران) اگر وہ بندہ توبہ و اِسْتِغْفار کرلے تو وہ فرشتہ گناہ نہیں لکھتا اور اگر اِسْتِغْفار نہ کرے تو وہ لکھ لیتا ہے۔[3]

پوشیدہ نیکی اور صدقے کی فضیلت

مَنْقُول ہے کہ رات کے وَقْت دیا گیا صَدَقہ دن کے گناہوں کا کفّارہ ہے اور چھپ کر دیا جانے والا صَدَقہ رات کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جب تو کوئی گناہ کرے تو اس کے فوراً بعد نیکی بھی کرلیا کر کہ وہ نیکی گناہ کو مٹا دے

---

[1] ......ابو داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۲/ ۱۲۲، حدیث: ۱۵۲۱

[2] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب فضل الاستغفار فی ادبار الصلوات، ص ۵۱۸، حدیث: ۱۸۴۸، دون ذکر المسجد

[3] ......معجم کبیر، ۸/ ۱۹۱، حدیث: ۷۷۸۷

گی، پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ نیکی اور اِعلانیہ گناہ کے لیے اِعلانیہ نیکی کیا کر۔[1]

دو۲ فرشتوں کی حسرت آمیز چار۴ باتیں

(صاحبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُختلِف روایات میں جو باتیں مَرْوِی تھیں ہم نے انہیں ایک ہی جگہ کچھ یوں جَمْع کر دیا ہے کہ ہر روز جب صُبْح ہوتی ہے اور ہر رات جب شَفَق غُرُوب ہوتا ہے تو دو۲ فرشتے باہَم ایک دوسرے کو یہ چار۴ آوازیں دیتے ہیں:

- ایک دوسرے سے کہتا ہے: کاش! یہ مَخلوق پیدا نہ کی جاتی۔
- دوسرا کہتا ہے: کاش! جب انہیں پیدا کیا گیا تو انہیں یہ مَعْلُوم ہو جاتا کہ انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے؟
- پہلا پھر کہتا ہے: کاش! جب انہیں یہ مَعْلُوم ہو جاتا کہ انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے تو یہ اپنے عِلْم پر عَمَل بھی کرتے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ وہ کہتا ہے: کاش! یہ آپَس میں بیٹھ کر علمی مُذاکرہ کرتے۔
- دوسرا کہتا ہے: کاش! جب انہوں نے اپنے عِلْم پر عَمَل نہ کیا تو اپنے بُرے اَعمال سے ہی توبہ کر لیتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق

پہلا حق

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندے پر سب سے پہلا حَق یہ ہے کہ بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانی نہ کرے تا کہ بندے کی مَعْصِیَّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی ناشکری شُمار نہ ہو۔ بندے کے تمام اَعْضائے جسمانی اور اس کے علاوہ جو کچھ اس کے پاس ہے سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہی ہیں۔ اس لیے کہ انسانی زِندَگی کی بَقا جِسْمانی اَعضا (کی سلامتی) میں، جسمانی اَعضا کی پختگی ان کی حَرَکت میں اور حَرَکت کے فوائد عافیت میں ہیں۔

نعمت کو ناشکری سے بدلنا

جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کسی نِعْمَت کے ذریعے اس کی نافرمانی کا مُرتَکِب ہوتا ہے تو گویا اس نے اس نِعْمَت

[1] ......معجم کبیر، ۲۰/۱۷۵، حدیث: ۳۷۴، بتغیر قلیل

الزھد للامام احمد بن حنبل، ص ۶۱، حدیث: ۱۴۳، مختصراً

کو کُفْرانِ نِعمت سے بدَل دیا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (پ۱۳، ابراھیم:۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: جنھوں نے اللہ کی نِعمت ناشکری سے بدَل دی۔

مَنْقُول ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعمت کے ذریعے اس کی نافرمانی کے مُرتَکِب ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس تبدیلی پر انہیں شدید عذاب کی وَعید سنائی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ (پ۲، البقرۃ:۲۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ کی آئی ہوئی نِعمت کو بدَل دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

عذابِ الٰہی کی مختلف صورتیں اور اسباب

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عَذاب اس کی نِعْمَت کو مَعْصِیَّت کے ساتھ تبدیل کرنے پر شِدّت اِخْتیار کر جاتا ہے جو ﴿ بعض اَوقات دنیا میں فوراً واقع ہو جاتا ہے اور ﴿ بعض اَوقات آخِرَت تک کے لیے مؤخر کر دیا جاتا ہے ﴿ کبھی تو یہ عذاب اَسبابِ دنیا کے مُتعلِّق ہوتا ہے اور ﴿ کبھی اَسبابِ آخِرَت کی محرومی کے مُتعلِّق، کیونکہ وہی اس کا اَنجام اور ٹھکانا ہے ﴿ بعض اَوقات یہ عَذاب دونوں (یعنی اَسبابِ دنیا و اَسبابِ آخِرَت کی محرومی) کے مُتعلِّق ہوتا ہے ﴿ بعض اَوقات نِعْمَت کے ذریعے مَعْصِیَّت کا اِرتِکاب ہی عَذاب کی شکل اِخْتیار کر لیتا ہے۔

﴿ نِعْمَت سے غفلت اور ﴿ اس پر شُکر نہ کرنا ﴿ اسے مَعْمُولی سمجھنا اور ﴿ اس سے راحت پانا ﴿ غُرور کرنا اور ﴿ فخر و بڑائی بھی عَذاب کے اَسباب ہیں۔

دوسرا حق

بندے پر فَرْض ہے کہ جب نافرمانی کا مُرتَکِب ہو تو (مَغْفِرَت کے لیے) فوراً بار گاہِ خداوندی کی طرف رُجُوع کرے یعنی نَفْس کی مَعِیَّت میں گناہ کرنے کے فوراً بعد توبہ کر لے۔ جبکہ نَفْس کی مَعِیَّت میں گناہ کرنے سے مُراد یہ ہے کہ بندہ گناہ کے ذریعے نفسانی خواہش کی مُوَافِقَت کرے کیونکہ توبہ میں تاخیر اور گناہ پر اِصرار مزید دو۲ گناہ ہیں۔

بندہ توبہ کے بعد کیا کرے؟

بندہ جب اپنے گناہ سے توبہ کر لے اور اپنی توبہ پر پختہ ہو جائے تو یہ عقیدہ رکھے کہ نیکی کے کاموں پر اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنے اور گناہوں سے محفوظ رہنے میں وہ ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کا مُحتاج ہے۔ پھر اپنی سوچوں اور تمنّاؤں میں بسنے والے صغیرہ گناہوں سے توبہ کرنے میں مشغول ہو جائے یعنی مخلوق سے خوف اور طَمَع رکھنا خواص کے نزدیک گناہ ہیں، جبکہ کسی شے سے راحَت و سُکُون پانا مُقرّبین کے نزدیک گناہ ہیں۔ (ان تمام گناہوں سے توبہ کرے) یہاں تک کہ اس کے عِلْم کے مُطابِق کوئی گناہ باقی نہ رہے اور عِلْم بھی اس کے اِیفائے عہد (یعنی دوبارہ گناہ نہ کرنے کے عہد) کی گواہی دے تو اس صُورَت میں اس کے گناہ صِرْف عِلْمِ اِلٰہی میں باقی رہ جائیں گے۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ترجیح دی یعنی اپنے عِلْمِ غیب کے مُطابِق اسے مُکاشَفہ کی دولت سے نوازا، نَفْسِ عَبُودِیَّت کا مفہوم سمجھایا اور رَبُوبِیَّت کے اَوصاف وکِبْرِیائی کے غَلَبہ سے پیدائش کا مقصود بتایا۔ پس اس کا خوف میں مبتلا ہونا (یعنی صالحین کے نزدیک جو نیک کام ہیں ان کو گناہ سمجھنا اور بارگاہِ خُداوندی میں حاضِر ہو کر ان اُمُور سے توبہ کرنا بھی) اس کے لیے اَجْر و ثواب کا باعث بن جائے گا۔ اس لیے کہ یہ اپنے نفسانی عِلْم سے گھبرا کر اس جانِب رُجُوع کرے گا جس کا ذِکْر کرنا ممکن ہے نہ اسکی تفصیلات بیان کی جاسکتی ہیں یعنی مُقرّبین کے وہ گناہ جو اَصحابِ یمین کے نزدیک نیکیاں ہیں (عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا دُرُست نہیں) کیونکہ عام لوگوں کو مُشاہدے کی قُوَّت حاصِل ہوتی ہے نہ وہ ان (صالحین و مُقرّبین) کے مَقام و مرتبہ کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں۔

اَلْغَرَض ایسے مُقرَّب بندے کا حال یہ ہوتا ہے کہ موت تک اپنی ہر آن اور ہر سانس میں قُرْبِ خُداوندی سے دُور (یعنی محروم) ہو جانے سے ڈرتا ہے اور اسے ہر حرکت میں اِعراض و حِجاب کا خوف لاحِق رہتا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا سے آخِرَت کی طرف کُوچ کر جاتا ہے۔

غَیْرُ اللہ کی جانِب دیکھنے کی سزا

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وحی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے اور (حضرت سَیِّدُنا) یُوسُف (عَلَیْہِ السَّلَام) کے درمیان جُدائی کیوں پیدا کی؟ عَرْض کی:

نہیں۔ فرمایا: آپ کے ان کے بھائیوں کو یہ فرمانے کی وجہ سے کہ مجھے خوف ہے کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا۔ آپ کو اس پر بھیڑیئے کا خوف تو آیا مگر مجھ سے (اس کی حِفَاظَت کی) اُمّید نہ رکھی؟ آپ نے ان کے بھائیوں کی غفلت کو دیکھا مگر میری حِفَاظَت کو نہیں دیکھا؟

اسی قسم کا مفہوم حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتعلِّق بھی مَرْوِی ہے کہ جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ساقی کو یہ فرمایا: ﴿ اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یُوسُف کا ذِکر کرے تو یُوسُف کئی برس اَور جیل خانہ میں رہا۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ مَقام ہے جہاں اللہ کے خاص بندوں پر اتنی سی بات کے لیے بھی عِتاب ہوتا ہے کہ انہوں نے غیر اللہ کی جانِب لمحہ بھر کے لیے کیوں دیکھا اور ان سے راحَت کیوں پائی۔

مزید احسان سے محرومی کی وجہ

(سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِین کے بعد) بعض لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس مزید اِحسان سے محروم رہے اور اُنہوں نے توبہ کی حَلاوَت نہ پائی کیونکہ اُنہوں نے توبہ کی رِعَایَت میں سستی سے کام لیا اور عُمدہ طریقے سے مُراقبہ چھوڑ کر تَسَاہُل کا شِکار ہو گئے۔

یہ سب توبہ کی پختگی میں کمی کی وجہ سے ہوا، اگر وہ صِرف ایک ہی گناہ سے پختہ توبہ کرتے اور اس مُعامَلے میں سچے تائبین کی حالت اپناتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے مزید اِحسانات پانے سے محروم نہ ہوتے، کیونکہ یہ مُحْسِنِیْن ہیں اور نیک عَمَل میں تجدید کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے مُتعلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۵۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

توبہ کے باوجود نیکی کی کوئی خاصیت نہ پاؤ تو

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جب تم خود کو توبہ پر ثابِت قدَم اور نیک عَمَل کرنے والا پاؤ مگر اپنے اندر حلاوت یا حُسنِ خُلق یازُہد یا نیکی کی کوئی خاصیّت نہ پاؤ تو مُراقبہ یا نَفْس کی کڑی نگرانی کی جانِب لَوٹ جاؤ اور ان دونوں حالتوں پر خوب نظر رکھو، انہیں پختہ و مضبوط کرو کہ انہی دونوں حالتوں سے گزر کر تم اس مَقام خاص تک پہنچو گے۔ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جس نے 99 گناہوں سے توبہ کرلی اور صِرف ایک گناہ سے توبہ نہ کی وہ توبہ کرنے والوں میں سے نہیں۔

نمازوں کے بعد توبہ کی تجدید اور اَحوال کی دیکھ بھال سے ہرگز غافِل نہ ہوں کیونکہ عاملین اَحوال کی دیکھ بھال اور مُحاسبۂ نَفْس تَرْک کرنے اور اپنے اَعمال میں تَسامُح برتنے کے سبَب اس طرح خسارے کا شِکار ہو جاتے ہیں کہ انہیں مَعلُوم تک نہیں ہوتا۔

توبہ کی دس شرائط

ہر گناہ سے توبہ کی حقیقت دس اَعمال ہیں، بندہ جب تک توبہ کی دس شَرائِط پوری نہ کرلے ایسا توبہ کرنے والا نہیں بن سکتا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب ہو اور نہ اس کی یہ توبہ ایسی خالِص شُمار ہوگی کہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے (مَغفِرت کے لیے) شَرْط ٹھہرایا ہے اور حدیثِ پاک میں اس کی وَضاحت بھی مروی ہے۔ چنانچہ،

وہ شرائط یہ ہیں:

﴿1﴾ ⇐ اس گناہ کی جانِب دوبارہ نہ لوٹنے سے توبہ کرے۔

﴿2﴾ ⇐ زبان سے توبہ کرے۔

﴿3﴾ ⇐ گناہ کے سبَب کے ساتھ مِلنے سے توبہ کرے۔

﴿4﴾ ⇐ اس کی مِثل کوئی دوسرا گناہ کرنے سے توبہ کرے۔

﴿5﴾ ⇐ گناہ کی طرف دیکھنے سے توبہ کرے۔

﴿6﴾ ⇐ گناہ کے مُتعلّق باتیں کرنے والے لوگوں کی باتیں سننے سے توبہ کرے۔

﴿7﴾ ⇚ گناہ کے مُتعلّق سوچنے سے توبہ کرے۔

﴿8﴾ ⇚ توبہ کے حق میں کوتاہی برتنے سے توبہ کرے۔

﴿9﴾ ⇚ وہ تمام گناہ جنہیں اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے چھوڑا ان میں خالِص رضائے خداوندی کا حُصُول مُراد نہ ہونے سے توبہ کرے۔

﴿10﴾ ⇚ اپنی توبہ کی جانِب دیکھنے، اس سے راحت پانے اور اس پر ناز کرنے سے توبہ کرے۔

ان شرائط کی مَوجُودَگی میں توبہ کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُقوق بجالانے سے اپنی کوتاہی کا مُشاہَدہ کرے گا کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان مزید اِنعامات کے مُشاہَدے کی عَظمَت جان لے گا جو اسے توحید یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَظِیمُ الشَّان بُزرگی وکِبرِیائی سے آگاہ ہونے سے حاصِل ہوں گے۔ اب اس کی توبہ مُشاہَدے کی حقیقت پر عَمَل کرنے سے قاصِر ہونے کی بنا پر ہوگی اور اس کا اِستِغفار کرنا مرتبہ کی بُلندی اور دائمی اِنْعامات کا مُشاہَدہ کرنا کوتاہ ہمّتی اور ضُعفِ قَلب کا شِکار ہونے کی وجہ سے ہوگا۔

توبہ کا اعلیٰ مقام

عارِف کی توبہ کی کوئی انتہا ہے نہ اس کے اِختیار کردہ اَوصافِ حَمِیدہ کی کوئی حَد، نہ کوئی ایسا وَصف ہے جو اس کے آزمائش میں مبتلا ہونے کی باریکیوں کو بیان کرنے کا مُتَحَمِّل ہو۔ الغرض نبی ہو یا غیر نبی کوئی بھی توبہ سے مستثنیٰ نہیں، ہر مَقام کی ایک توبہ ہے اور ہر مَقام کے حال کی بھی ایک توبہ ہے۔ اسی طرح ہر مُشاہَدے و مُکاشَفے کی بھی ایک توبہ ہے۔ یہ اس توبہ کرنے اور رُجُوع اِلَی اللہ کرنے والے کا حال ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مُقرّب شُمار ہوتا ہے اور اس کا حبیب ہے۔ یہ بَہُت زیادہ توبہ کرنے والے اور آزمائش میں مبتلا لوگوں کا مَقام ہے یعنی یہ ان لوگوں کا مَقام ہے جن کا اَشیا کے ذریعے اِمتِحان لیا جاتا ہے اور وہ ان اَشیا کے ذریعے (مختلف مَصَائِب سے) آزمائے جاتے ہیں پھر بھی وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بَہُت زیادہ توبہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ یہ مُلاحَظہ فرمانا چاہتا ہے کہ

⇚ ان لوگوں کا دل (آزمائشوں کا شِکار ہونے کے باوُجود) یادِ اِلٰہی میں مگن رہتا ہے یا اَسباب کی جانِب متوجّہ ہوجاتا ہے؟

- ان کی سوچوں کا مَحْوَر ذاتِ خداوندی رہتی ہے یا یہ اشیا؟
- وہ ان آزمائشوں میں مبتلا ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر مطمئن رہتے ہیں یا ان سے چھٹکارے کی فِکر میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟
- وہ ان اشیا سے جان چھڑا کر اپنے مالک و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کو اپنا مطلوب بناتے ہیں یا انہی اشیا کی طَلَب میں کھو جاتے ہیں؟

پس اس مَقام پر فائز اَفراد کا **غَیْرُ اللّٰه** کی جانِب دیکھنا بھی گناہ شُمار ہوتا ہے اور ان پر **غَیْرُ اللّٰه** سے راحَت پانے پر عِتاب لازِم آتا ہے۔ جس طرح کہ ایسے اَفراد کو ہر مُشَاہَدے میں ایک نئے عِلْم کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور کائنات کے (سربستہ رازوں میں سے کسی راز کے) اِظْہار میں ایک حکم سے شناسائی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے گناہوں کا جس طرح کوئی شُمار نہیں اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں ان کی توبہ کا بھی کوئی شُمار نہیں۔

یہ توبۂ نصوح کی حقیقت ہے اور ایسی توبہ کرنے والا رَضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے اپنا سرِ تسلیم خَم کرنے والا، اپنے نَفْس سے بھلائی کرنے والا اور مطمئن ہوتا ہے۔ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا دین صحیح اور اس کا مَقام و حال دُرُسْت رہتا ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ آزمائش میں مبتلا اور توبہ کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔[1]

گناہوں کی سات اَقسام

گناہوں کی سات اَقسام ہیں جن میں سے بعض بعض سے بڑے ہیں، ان میں سے ہر قسم کے الگ الگ مَراتِب ہیں اور ہر مرتبے میں گناہ گاروں کا ایک الگ طبقہ ہے۔ چنانچہ وہ سات اَقسام یہ ہیں:

بعض گناہ ایسے ہیں جن میں بندہ صِفاتِ رَبُوبِیَّت اپنانے کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کِبْر،

[1] ......مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ١/١٧٤، حدیث: ٦٠٥

فَخر، جَبر، اپنی مَدح وثَنا کو پسند کرنا، عزّت و غِنا کے اَوصاف سے مُتَّصِف ہونا۔ یہ تمام گناہ مُہلِکات میں سے ہیں اور ان میں دنیاداروں کے بہُت سے طبقات مبتلا ہیں۔

دوسری قسم

بعض گناہوں کا تعلّق شیطانی اَخلاق سے ہوتا ہے جیسے حَسَد، سرکشی وبَغاوت، مَکر وفریب اور فَساد کا حکم دینا۔ یہ سب گناہ بھی ہَلاکت خیز ہیں اور ان میں بھی دنیاداروں کے بہُت سے طبقات مبتلا ہیں۔

تیسری قسم

بعض گناہ وہ ہیں جو سنّت کی خِلاف ورزی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی وہ گناہ جو سنّت کی مُخالَفت کر کے بِدْعَت اپنانے اور دین میں نئی نئی باتیں اِیجاد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان میں سے بعض گناہوں پر عَمَل کی وجہ سے اِیمان خَتم اور نِفاق پیدا ہوتا ہے۔

چھ کبیرہ گناہ ایسے ہیں جو مِلّت سے خارِج کردیتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

﴿1﴾ قَدَرِیَّہ ﴿2﴾ مُرجِیَّہ ﴿3﴾ رَافِضِیَّہ ﴿4﴾ اِبَاضِیَّہ ﴿5﴾ جُھمِیَّہ ﴿6﴾ مُغَالَطہ انگیز شَطْحِیَّات میں مبتلا لوگ؛ جو عِلمی اِسْتِعْدَاد اور قَوانینِ شرعیہ کی مُقرّر کردہ حُدود سے تجاوُز کرتے ہوئے کسی اَخلاقی قید کے قائل ہیں نہ کسی آئین وقانون کے اور نہ وہ کسی حکم کو مانتے ہیں۔ یہ لوگ اس اُمّت کے زِنْدِیْق ہیں۔

پانچویں قسم

بعض گناہ مَخلوق سے تعلّق رکھتے ہیں یعنی اُمورِ دینیہ میں ظُلْم کی راہ اپنانا اور عام لوگوں کو مومنین کے طریقے سے ہٹا کر کُفْر واِلْحاد کے راستے پر چلانا۔ مُراد یہ ہے کہ اس گناہ کے مُرتکِب لوگ عام لوگوں کو راہِ ہدایَت سے بھٹکاتے، سنّتوں سے دُور کرتے، کِتَابُ اللہ میں تحریف کرتے اور حدیثِ پاک کی مَن مانی تاویل کرتے ہیں، پھر (اسی پر بَس نہیں کرتے بلکہ) اس کو پھیلاتے اور لوگوں کو اس کی دَعْوَت بھی دیتے ہیں تاکہ اس تاویل وتحریف وغیرہ کو قبول کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ بعض عُلمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ

السَّلَام فرماتے ہیں: ان گناہوں کی کوئی توبہ نہیں جس طرح بعض نے قاتل کے مُتعلّق فرمایا ہے کہ اس کے لیے بھی کوئی توبہ نہیں کیونکہ اس کے مُتعلّق نُصوص میں وَعِید مَرْوِی ہے۔

چھٹی قسم

بعض گناہوں کا تعلّق اُمُورِ دنیا میں لوگوں کے مَظَالِم سے ہے۔ مثلاً اِنسانوں کو مارنا پیٹنا، انہیں گالیاں دینا، اَموال کا چھین لینا، جھوٹ بولنا اور بہتان لگانا۔ یہ گناہ بھی ہَلاکت خیز ہیں۔ ان میں عادِل حکمران کے فیصلے سے قِصاص لیناضَروری ہے، نیز اس کے فیصلے سے ہاتھ کاٹنے کا حُکْم بھی نافِذ ہو سکتا ہے۔ ہاں! (حرام کے بجائے اگر) حَلال کی کوئی صُورَت بن جائے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے خاص فضل و کرم سے ان گناہ گاروں کی جانِب سے مظلوموں کو کوئی بدلہ عَطا فرمادے (تو ان گناہوں کے عذاب سے چھٹکارا مل سکتا ہے)۔

فرمانِ مُصطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ نامۂ اَعمال تین ۳ طرح کے ہیں: ایک نامۂ عَمَل قابلِ مُعافی، دوسرا ناقابلِ مُعافی اور تیسرا ایسا ہے جسے ایسے ہی نہیں چھوڑا جائے گا۔ چنانچہ جس نامۂ عَمَل کو مُعاف کر دیا جائے گا اس سے مُراد بندوں کے وہ گناہ ہیں جو بندوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہیں۔ وہ نامۂ اَعمال کہ جس کی بخشش نہیں ہوگی اس سے مُراد شرک ہے۔ تیسرا نامۂ اَعمال کہ جسے یونہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا اس سے مُراد وہ نامۂ عَمَل ہے جس میں بندوں پر کیے گئے مَظَالِم دَرْج ہوں گے۔[1] مُراد یہ ہے کہ ان مَظَالِم کا مُطالَبہ و مُواخذہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

ساتویں قسم

بعض گناہ ایسے ہیں جن کا تعلّق بندے اور اس کے مولیٰ کے درمیان ہوتا ہے، یہ نفسانی خواہشات سے مُتعلّق ہوتے ہیں اور عادت کے مُطابِق جاری ہوتے ہیں۔ یہ گناہ انتہائی خفیف اور مُعافی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یہ گناہ دو ۲ طرح کے ہیں یعنی صغیرہ و کبیرہ۔ کبیرہ سے مُراد وہ گناہ ہیں جن پر نَصّ میں وَعِید مَرْوِی ہو اور ان میں حُدُود واجِب ہوں۔ جبکہ صغیرہ سے مُراد وہ گناہ ہیں جو نظر و فِکْر میں کبیرہ سے دَرَجہ میں کم تر ہوں۔

---

[1] ......مسند احمد، مسند السیدة عائشة، ۱۰/ ۸۲، حدیث: ۲۶۰۹۰، بتغیر قلیل

تنبیہ الغافلین لابی اللیث السمرقندی، باب آخر من التوبة، ص ۶۱، حدیث: ۱۳۳

مذکورہ گناہوں پر توبہ نصوح کا اطلاق

مذکورہ تمام گناہوں پر توبۂ نُصُوح کا اِطلَاق ہوتا ہے جس کے مُتعلّق فرامینِ باری تعالیٰ بھی مَوجُود ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دَرْج ذَیل فرمان میں حُکْم کے عام ہونے کی وجہ سے اِرشَاد فرمایا:

فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ وَ عَفَا عَنۡکُمۡ (پ ٢، البقرة:١٨٧) ترجمۂ کنزالایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس فرمان میں اپنے حُکْم کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا (پ ١١، التوبة:١١٨) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا (پ ٣٠، البروج:١٠) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی۔

نیز ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۰﴾ (پ ١٤، النحل:١١٠) ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انہوں نے جِہاد کیا اور صابِر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضَرور بخشنے والا ہے مہربان۔

کبیرہ گناہوں کے مرتکب کی سزا

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم اس بات کے قائل نہیں کہ کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب لوگوں پر وَعِید کا اِطلَاق ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے بلکہ ہم ان کے مُتعلّق مَشِیَّتِ باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور ان کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مُعافی کو جائز سمجھتے ہوئے انہیں جَنّتی شُمار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡهَا (پ ٥، النسآء:٩٣) ترجمۂ کنزالایمان: تو

اس کا بدلہ جہنّم ہے کہ مدّتوں اس میں رہے۔) کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ وہ جہنّم میں ہمیشہ کے لیے رہے تو رہے گا ورنہ نہیں۔

مالِک کی مرضی سزا دے یا نہ دے

فرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندے سے جس عَمَل پر ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے وہ اسے ضَرور پورا کرنے والا ہے اور جس عَمَل پر سزا کا وعدہ فرمایا ہے اس میں اسے اِخْتیار ہے، چاہے تو عذاب دے، چاہے تو مُعاف فرمادے۔[1]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کسی کے کبیرہ گناہ کو مُعاف فرمادے اور چاہے تو کسی کے صغیرہ گناہ پر بھی عذاب دیدے۔[2]

شِرک مُعاف نہ ہوگا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۵، النسآء:۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کُفر کیا جائے اور کُفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے مُعاف فرمادیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شِرک کے علاوہ ہر گناہ کو قابلِ مُعافی قرار دیا مگر مسلمانوں کو تمام گناہوں کے ساتھ اپنی مَشِیَّت پر چھوڑ دیا۔

توبہ کی توفیق نہ ملنے کی وجہ

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) کوئی شخص اس حدیثِ پاک سے بدعتی کی توبہ قبول نہ ہونے پر دلیل پکڑ سکتا ہے کہ جس میں دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللّٰہُ

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۱۸۰، حدیث: ۳۳۰۴، دون: ان شاء عذبہ وان شاء عفا عنہ

البعث والنشور للبیہقی، باب قول اللہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔۔۔الخ، ص۷۷، حدیث: ۴۵

[2] ......حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، ۷/۸۲، حدیث: ۹۷۴۲، قول سفیان الثوری

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر بدْعَتی سے توبہ کو روک لیا ہے۔[1] اس لیے کہ یہ بات اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو توبہ نہ کرے اور اس کے بدبخت ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ بلکہ یہاں صِرف توبہ نہ کرنے والے کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس حکم کی خَبَر دی جا رہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص سے توبہ کو حِجاب میں کر دیتا ہے۔

قتل اور بدعت توبہ سے مانع ہیں

اسی طرح ہم قاتِل کے مُتعلّق یہ کہتے ہیں کہ جب اس کے مُقدّر میں بُرے خاتِمے کا فیصلہ ہو گیا تو اب اس کی موت کامِل توحید پر نہ ہو گی۔[2] اسی طرح بِدْعَتی شخص کا نام جب جہنّمی لوگوں کی فہرست میں شامِل کر دیا گیا اور قتْل اور بِدْعَت کو اس کا سَبَب اور عَلامَت قرار دیا گیا کہ یہ دونوں توبہ سے مانِع ہیں کہ ان دونوں کی وجہ سے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ یہی حکم ان لوگوں کے مُتعلّق بھی ہے جن پر بُرے خاتِمے کے سَبَب عَذاب لازِم ہو گیا ہو۔ چنانچہ اب اگر بدعتی شخص 70 مرتبہ بھی توبہ کرے تو اس کی توبہ اسے جہنّم سے نہیں بچا سکے گی۔ اس کی توبہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے بڑھ کر نہیں کہ جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا ہے: بندہ 70 سال تک جنتیوں جیسے اَعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ جنّتی ہے اور اس کے اور جنّت کے درمیان ایک بالِشت بھر کا فاصِلہ رہ جاتا ہے، پھر اچانک اسے بدبختی گھیر لیتی ہے۔[3] ایک رِوایت میں ہے کہ پھر اس پر کِتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کا فیصلہ غالِب آتا ہے اور وہ جہنّمیوں جیسے کام کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنّمی بن جاتا ہے۔[4]

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب ما ذکر عن النبی انه قال: لا یقبل الله عمل صاحب بدعة، ص ۱۶، حدیث: ۳۷

[2] ......یہاں صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے جس بُرے خاتمے کا ذِکْر کیا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ مثلاً اگر مرتے وَقت اس کا اِیمان ضائع ہو گیا تو پھر اس کی موت توحید پر نہ ہو گی بلکہ وہ کُفْر پر مرے گا اور اگر اِیمان پر مرا مگر توبہ نہ کی تو اب مُراد یہ ہو گی کہ وہ کامِل توحید پر نہ مَرا۔ (دار الافتا اہلسنت)

[3] ......ابن ماجة، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، ۳/۳۰۵، حدیث: ۲۷۰۴

مسند احمد، مسند عبد الله بن مسعود، ۲/۸۹، حدیث: ۳۹۳۴

[4] ......بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین﴾ الصّٰفّٰت: ۱۷۱، ۴/۵۶۰، حدیث: ۷۴۵۴

پس اس کے نیک اَعمال میں بہت بار توبہ شامل ہوئی مگر پھر بھی لوحِ محفوظ میں اس کے مُقدَّر میں لکھی ہوئی بد بختی نے غالِب آکر اس کے نیک اَعمال کو برباد کر دیا۔ مگر وہ لوگ جن کے مُقدَّر میں بُرا خاتِمہ نہیں لکھا ہوتا انہیں توبۂ نَصوح کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ مُنافقین کے مُتعلّق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: یا ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۶)

نِفاق بدعت سے کم نہیں

نِفاق بدْعَت سے کم نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہ تو تمام مُنافقین کی توبہ قبول فرمائی اور نہ سب کے دِلوں پر مہر لگائی۔ چنانچہ اس پر دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں عام حُکم کا پایا جانا ہے:

فَتَابَ عَلَیْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں مُعاف فرمایا۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں توبہ کرنے والوں کے مُتعلّق حُکم مُجْمَل ہے جبکہ حدیثِ پاک میں مَروی حُکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۸)

﴿2﴾ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کرنے والوں کی قسمیں

توبہ کرنے والوں کی چار قسمیں ہیں۔ ہر قسم میں ایک گروہ ہے اور ہر گروہ کا ایک خاص مقام ہے۔

تائبین کی پہلی قسم

بعض توبہ کرنے والے جس گناہ سے توبہ کرتے ہیں اس پر قائم بھی رہتے ہیں، زِندَگی بھر اس گناہ کی

جانِب لوٹنے کا خَیال تک کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ (ہر دم) اپنے بُرے اَعمال کو نیک اَعمال سے بدلتے رہتے ہیں، نیک اَعمال کی بجا آوری میں سَبقت لے جاتے ہیں اور یہی توبہ نُصوح ہے، ان کے نَفْس، نَفْسِ مُطْمَئِنّہ ومَرْضِیَّہ کے مَقام پر فائز ہوتے ہیں۔ چنانچہ،

انہی لوگوں کے مُتعلِّق ایک رِوایت میں ہے کہ (نیکی کے کاموں کی طرف) بڑھتے چلے جاؤ! مُفَرِّدُون سب سے آگے بڑھ گئے ہیں، وہ ذِکرِ اِلٰہی کے شَیدا ہیں، ذِکْر نے ان کے (گناہوں کے) بوجھ کو دور کر دیا ہے اب وہ قِیامَت کے دن ہلکے پھلکے ہو کر (بارگاہِ خداوندی میں) حاضِر ہوں گے۔[1]

تائبین کی دوسری قسم

بعض لوگ قُرب میں پہلی قسم کے لوگوں کے قریب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پختہ توبہ کی اور ان کی نیّت میں بھی اِستِقامَت تھی، انہوں نے کبھی کسی گناہ کی کوشش کی نہ کبھی اس کا قَصد کیا، کبھی اس کی جانِب مائل ہوئے نہ کبھی گناہ کا خَیال آیا۔ البتہ! بسا اَوقات یہ لوگ بِغَیر اِرادے وقَصد کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور (اس طرح) انہیں فِکْر و خَیال (کی پختگی) میں آزمایا جاتا ہے۔ یہ مومنین کی صِفات ہیں جن پر اِستِقامَت کی اُمّید کی جاتی ہے کیونکہ یہ توبہ کے ہی راستے ہیں۔ چنانچہ،

ان لوگوں کے مُتعلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَؕ-اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مغْفِرت وسیع ہے۔ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

یہ لوگ ان متقی لوگوں کی صِفات میں داخِل ہیں جن کے مُتعلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫-وَ مَنْ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حَیائی یا اپنی جانوں پر ظُلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی مُعافی

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیة، ۵/ ۳۴۲، حدیث: ۳۶۰۷، بتغیر قلیل
نوادر الاصول، الاصل التاسع والستون والمائتان، ۲/ ۱۱۵۷، حدیث: ۱۴۵۷

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۳۵) چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ لوگ نَفْسِ لَوَّامہ کے مالِک ہیں جس کی قسم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یاد فرمائی ہے، ایسے لوگ میانہ رَو ہوتے ہیں۔

گناہوں کے صُدور کی چند وجوہات

انسانی نُفُوس سے ان گناہوں کے صُدور کی چند وُجُوہات ہیں۔ مثلاً ۞ نفسانی صِفات کے مَفاہیم ۞ فِطری و جِبِلّی صِفات ۞ زمین سے ان کے نَسْبُوں کا آغاز ۞ یکے بعد دیگرے رِحْموں میں ان کا مختلف اَطوار کی صُورت اِختیار کرنا اور ۞ نُطفوں کا ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اِخْتِلاط۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورہ نجم کی مذکورہ آیتِ مُبارکہ کے بعد والے حصّے میں اِرشاد فرمایا:

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کی کجی کی وجہ سے اس کی پاکدامنی بیان کرنے سے مَنْع فرمایا ہے کیونکہ یہ مِٹّی سے بنا ہے اور نطفوں کے باہمی اِخْتِلاط سے رِحْم میں ترکیب دیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

یعنی جس نَفْس کی پیدائش کی اِبْتِدا ایسی ہو (اس کی پاکدامنی بیان نہ کرو)۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کی پیدائش کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا کہ اس کی اِبْتِدا ہی اِبْتِلا و آزمائش سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۲﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی مَنی سے کہ اسے جانچیں تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس مَوضُوع کی شَرْح طویل ہو جائے گی اور بات نُفُوس کی ترکیبات کے عِلْم اور اس کی جِبِلّی فِطرَت بیان کرنے کی جانِب نکل جائے گی۔

(لہٰذا اس مَوضُوع کو یہیں خَتْم کرتے ہیں البتہ!) ہم نے اس عِلْم کے بنیادی اُصُول اس کِتاب (یعنی قوت القلوب) کے مختلف اَبواب میں ذِکْر کر دیئے ہیں۔

البتہ! مذکورہ شخص کی مِثْل کے مُتعلّق ایک رِوایَت میں کچھ یوں مَفہوم مَذکور ہے کہ مومن آزمائش میں مبتلا ہونے والا اور بہُت توبہ کرنے والا ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ مومن (ہوامیں لہراتے) خوشے کی طرح ہے کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی جھک جاتا ہے۔[2]

پس اس بندے کی کوتاہی اس کے نَفْس پر ہوتی ہے اور اس کے نَفْس پر ناراض ہونے کی وجہ اس کا نَفْس (کی سرکشی کو) خوب پہچاننا اور نَفْس (کی خواہشات) کی طرف نہ دیکھنا ہے۔ اگر نَفْس پر خیر و بھلائی کے اَثَرات ظاہِر ہوں تو بندے کا خیر و بھلائی سے راحَت و سُکُون پانا اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمانِ عالیشان میں غور و فِکْر سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

تائبین کی تیسری قسم

توبہ کرنے والوں کی یہ قسم دوسری قسم کے اَفراد کے قریب ہے اور اس سے مُراد وہ بندہ ہے جو گناہ کرنے کے فوراً بعد توبہ کرلیتا ہے، پھر گناہ کا اِرْتِکاب کرتا ہے تو اس گناہ کا اِرادہ کرنے اور اس کے لیے کوشِش کرنے اور نیکی پر اسے ترجیح دینے کی وجہ سے غم زدہ ہو جاتا ہے مگر توبہ میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے اور اپنے نَفْس کو اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنے کی تَلْقِین کرتا ہے، توبہ کرنے والے لوگوں کے مَقام کو پسند کرتا ہے، صِدِّیْقِین کا مَقام دیکھ کر اس کا دل راحَت پاتا ہے۔ حالانکہ ابھی اس کا وَقْت آیا ہے نہ اس کا مَقام ظاہِر ہوا ہے کیونکہ خواہشِ نَفْس اسے حَرَکت میں رکھتی ہے تو گناہوں کی عادت اسے اپنی جانِب کھینچتی ہے اور غفلت اسے اپنی

---

[1] ......مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۱۷۴، حدیث: ۶۰۵، بتغیر

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۱۲۵، حدیث: ۳۰۶۸

التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، باب سیم، ۵/۲۸۹، رقم: ۵۶۳/ ۱۴۹۲، عبید بن مسلم بیاع السابری

لپیٹ میں لے لیتی ہے، مگر وہ گناہوں کے درمیان توبہ کرلیتا ہے لیکن گناہوں کی عادت قَوِی ہونے کی وجہ سے دوبارہ گناہوں کا اِرْتِکاب کرنے لگتا ہے۔

الغرض ایسے شخص کی توبہ وقتی ہے جو ایک وَقْت سے دوسرے وَقْت تک کے لیے ہی ہوتی ہے، حالانکہ ایسے بندے کے حُسْنِ عَمَل اور گزشتہ گناہوں کی تلافی کے سَبَب اس کے لیے اِسْتِقامَت کی اُمّید کی جاسکتی ہے مگر خَدْشہ ہے کہ گناہوں پر مُدَاوَمَت کی وجہ سے اس کی حالَت بَدَل جائے اور اس کا نَفْس اسے گمراہ کردے۔ اس شخص کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے نیک اور بُرے اَعمال کو آپس میں مِلا دیا۔ اُمّید ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرما کر اسے اِسْتِقامَت کی دولت عطا فرمائے اور یوں یہ سابِقین کے ساتھ مل جائے۔

ایسا شخص عام طور پر دو۲ حالتوں کے درمیان ہوتا ہے:

﴿1﴾... اس پر اس کا نَفْس غالِب آجائے اور یوں اس پر اَزَل میں جو فیصلہ ہوا وہ اس کے لیے ثابِت ہو جائے۔

﴿2﴾... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر ایسی نِگاہِ کرم فرمائے کہ اس کی ہر کمی پوری ہو جائے اور وہ ہر فَقْر سے مُسْتَغْنِی ہو جائے۔ یوں وہ اَزَلی فضل و کرم پاکر مُقرَّبین کی مَنازِل تک جاپہنچے، کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کَرَم، رحمت اور اُخْرَوِی ثواب کی نِیّت سے ان مُقرَّبین کے راستے پر گامزن ہو گیا ہے۔

تائبین کی چوتھی قسم

حال کے اِعْتِبار سے یہ بندہ سب سے بُرا، وَبال کے اعتبار سے اپنے نَفْس پر سب سے زیادہ ظُلْم کرنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے حاصِل ہونے والے عطیات و نوازشات کے اعتبار سے سب سے کم اِنعام پانے والا ہے۔ یہ ایسا بندہ ہے جو ایک گناہ کرتا ہے پھر اس جیسے یا اس سے بھی بڑے گناہ کا بار بار اِرْتِکاب کرتا ہے اور جب بھی اس گناہ پر قُدْرَت پاتا ہے اس کے دِل میں اسے کرنے کا خیال آہی جاتا ہے۔ وہ توبہ کی نِیّت کرتا ہے نہ اِسْتِقامَت چاہتا ہے، وہ اپنے حُسْنِ ظَن کی بنا پر کسی قسم کے وَعْدے کی اُمّید رکھتا ہے نہ بے خوف ہونے کی وجہ سے کسی وَعِید سے ڈرتا ہے۔

یہی گناہوں پر اِصرار کی حقیقت ہے اور یہ نافرمانی اور غُرور و تکبُّر کے درمیان کا ایک مقام ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے مُتعلِّق مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

گناہوں پر اِصرار کرنے والے جہنّم کی جانب بڑھنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔[1]

ایسا شخص نَفْسِ اَمّارہ کا مالِک ہوتا ہے اور اس کی رُوح ہمیشہ نیکی سے راہِ فرار اِختیار کرتی ہے، لہٰذا ایسے شخص کے بُرے خاتِمہ کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ یہ شخص بُرے خاتِمہ کی جانِب بڑھنے اور اس راستے پر چلنے والا ہے۔ بُری قضا اور بد بختی اس سے دُور نہیں رہتیں، ایسے ہی شخص کے مُتعلّق مَنْقُول ہے کہ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہو کر توبہ کرنے سے ٹال مٹول کرتا رہے گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جھٹلا رہا ہے۔

لعنت سے مُراد

لعنت سے مُراد یہ ہے کہ بندہ ایک گناہ سے نکل کر اس سے بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ یہ گروہ عام مسلمانوں کا ہے ان کا شُمار فاسِقین میں ہوتا ہے اور یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (پ ۱۱، التوبہ: ۱۰۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مَوقُوف رکھے گئے ہیں اللہ کے حُکم پر۔

(صَاحِبِ کِتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ **مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ** ﴾ سے مُراد ہے کہ بعض لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکم کی وجہ سے مُؤَخَّر ہیں۔ چاہے تو وہ انہیں گناہوں پر اِصرار کی وجہ سے عَذاب دے اور چاہے تو اَزَلی حُسْنِ اِخْتیار کی بنا پر ان لوگوں کی توبہ قبول فرمالے۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس کے عَذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اس کے فضل و کَرَم اور اَجْر و ثواب کی بھیک مانگتے ہیں۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

[1] ......تفسیر طبری، اٰل عمران، تحت الاٰیۃ: ۱۳۵، ۳/ ۴۴۱، حدیث: ۷۸۵۶، دون: قدسا الی النار

مَقاماتِ یقین میں سے دوسرا مقام

مَقام صَبْر کی شرح اور صابِرین کے اوصاف

متقین کے امام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبْر کرنے والوں کو مُتَّقِین کا اِمام بنایا اور ان پر اپنا بہترین وعدہ پورا کیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ﱟ (پ ۲۱، السجدة: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ اِمام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﳔ بِمَا صَبَرُوْا ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

صَبْر کے فضائل

ناپسندیدہ بات پر صبر کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا: تمہارے ناپسندیدہ بات پر صَبْر کرنے میں خیر کثیر ہے۔[1] حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: تم ناپسندیدہ اشیا پر صَبْر کیے بغیر اپنی پسندیدہ اشیا نہیں پا سکتے۔[2]

صبر میں شفا ہے

کسی صحابی کا فرمان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پرہیز گاری اور صَبْر میں شِفا اور فضیلت رکھی ہے۔[3]

---

[1]......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، ۱/۶۵۹، حدیث: ۲۸۰۴

[2]......عیون الاخبار، کتاب الزھد، ۲/۲۹۳

[3]......السنن الکبری للبیھقی، کتاب الضحایا، باب ادویۃ النبی سوی ما مضی فی الباب قبلہ، ۹/۵۸۲، حدیث: ۱۹۵۷۸، بتغیر
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر العسقلانی، ۵/۴۰۱، الرقم: ۷۳۱۱: قیس بن رافع القیسی، بتغیر قلیل

صبر نصف ایمان ہے

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے کہ صَبْر نِصْفِ اِیمان ہے۔[1]

صبر کا ایمان سے تعلق

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے صَبْر کو اِیمان کا ایک رُکن قرار دیا اور اسے جِہاد، عَدْل اور یقین کے ساتھ ذِکْر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اِسلام کی بنیاد چار سُتُونوں پر ہے: یقین، صَبْر، جِہاد اور عَدْل پر۔[2] نیز آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ بھی مَنْقُول ہے کہ صَبْر کا اِیمان سے وہی تعلّق ہے جو سَر کا باقی جسم کے ساتھ ہے کیونکہ جس کا سَر نہ ہو اس کا جسم بھی نہیں ہوتا اور جس کے پاس صَبْر نہیں اس کا اِیمان نہیں۔[3]

صبر و یقین کا باہمی تعلق

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبر کو بُلَندی اور فضیلت میں مَقامِ یقین تک رِفْعَت عطا فرمائی اور یقین کے ساتھ صَبْر کا بھی ذِکْر فرمایا۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی صَبْر و یقین کو قرآنِ کریم میں اِکٹھایوں ذِکْر فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ(۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ اِمام بنائے کہ ہمارے حُکْم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صَبْر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لاتے تھے۔

(پ ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس کو ان دونوں (یعنی صَبْر و

---

[1] ......معجم کبیر، ۹/۱۰۴، حدیث: ۸۵۴۴

شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/۱۲۳، حدیث: ۹۷۱۶

[2] ......حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، ۱/۱۱۵، حدیث: ۲۳۰

[3] ......حلیة الاولیاء، علی بن ابی طالب، ۱/۱۱۷، حدیث: ۲۳۴، دون: لا جسد لمن لا رأس له

العقد الفرید لابن عبد ربه الاندلسی، کتاب الواسطه فی الخطب، خطب علی بن ابی طالب، ۴/۱۷۰

یقین) سے حِصّہ ملے وہ ان (اَشیا و مُعاملات) کے مُتعلّق سُوال نہیں کرتا جو فوت ہو گئے ہوں۔

ایک رِوایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عَمَل و اَجْر کا کمال صَبْر سے حاصِل ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اَبو اُمامہ باہِلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تمہیں یقین و صَبْر کی عَزِیمَت میں سے بہُت کم حصّہ دیا گیا ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ عطا ہوا اس نے کبھی قِیامِ لیل و صیامِ نَہار کی پروا نہیں کی، تم جس حالَت پر ہو اس کی مِثْل حالَت پر صَبْر کیا کرو، کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم میں سے ہر شخص تمام لوگوں کے عَمَل کی مِثْل نیک اَعمال کا ذخیرہ لے کر مجھے ملے، البتہ! مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا کُشادہ ہو جائے گی اور تم ایک دوسرے کو پہچاننے سے اِنکار کر دو گے، اس وَقْت آسمان والے بھی تمہیں پہچاننے سے اِنکار کر دیں گے۔ لہٰذا جس نے (اپنی حالَت پر) صَبْر کیا اور ثواب کی اُمّید رکھی وہی کامِل ثواب پانے میں کامیاب ہو گا۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوت فرمائی:

مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (پ ۱۴، النحل: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صَبْر کرنے والوں کو ان کا وہ صِلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو۔[1]

صبر اور سخاوت

حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سَرْوَرِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایمان کے مُتعلّق عَرْض کی گئی (کہ یہ کیا ہے؟) تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: (ایمان دو چیزوں کا نام ہے یعنی) صَبْر اور سَخاوت۔[2]

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، حدیث: ۵۶۳، ص ۱۷۰، مختصراً

[2] ......جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب ای الاعمال افضل؟، ۱۰/۱۹۲، حدیث: ۲۰۴۶۵، بتغیر قلیل

صبر کا اجر

اَصْدَقُ الْقَائِلِین یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا۔

(پ۲۰، القصص: ۵۴)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ ترجمۂ کنز الایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

(پ۲۳، الزمر: ۱۰)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ پہلی آیتِ مُبارَکہ میں ہر عَمَل پر صَبْر کرنے والوں کو دوگنا اَجر عَطا فرمایا، پھر دوسری آیتِ مُبارَکہ میں صَبْر کی جزا کو ہر جزا سے اس قَدْر فوقیت عَطا فرمائی کہ صَبْر کی جزا کی کوئی اِنتِہا رہی نہ کوئی حد۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ صَبْر سب سے اَفضل مَقام ہے۔

صابِرین کے لیے تین انعام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخِرت میں کامیابی پانے والے لوگوں کو بَشارت دیتے ہوئے تین انعامات کو تمام عِبادت گزاروں پر تقسیم فرمایا مگر صَبْر کرنے والوں کے لیے ان تینوں اِنعامات کو یکجا کر دیا یعنی دُعا، رحمت اور ہِدایت۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: دونوں عِدل بَہُت عُمدہ ہیں اور صَبْر کرنے والوں کے لیے عِلاوہ بھی بَہُت خوب ہے۔[1]

عِدل سے مُراد (اونٹ کے دونوں پہلوؤں پر لادا گیا بوجھ ہے جبکہ یہاں مُراد) دُعا اور رحمت ہے جبکہ عِلاوہ سے مُراد وہ شے ہے جو اونٹ پر (طے کردہ) بوجھ لادنے کے بعد مزید اِضافہ کر دی جاتی ہے، اس طرح گویا کہ یہ ایک تیسرا عِدل ہوا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ الاولی، ۱/۴۴۱، دون ذکر الصابرین

معیتِ خداوندی کی بشارت

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں خبر دی ہے کہ وہ صَبْر کرنے والوں کے ساتھ ہے [1] اور جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہو وہی غالب ہے جیسا کہ مَنْقُول ہے: جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہو وہ سب سے بُلَند تر ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾ (پ ۱۰، الانفال: ۴۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صَبْر کرو بے شک اللہ صَبْر والوں کے ساتھ ہے۔

جیسا کہ یہ اِرشَاد فرمایا:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ (پ ۲۶، محمد: ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی صُورت میں اپنے لشکروں اور اپنی تائید کے ذریعے مَدَد فرماتا ہے جب صبر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ گویا کہ صَبْر حُصُولِ مَدَد و تائید کے لیے شَرْط ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں کیوں نہیں اگر تم صَبْر و تقویٰ کرو اور کافِر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مَدَد کو پانچ ہزار فرشتے نِشان والے بھیجے گا۔

صبر اور صِدْق کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: صَبْر صِدْق کی تصدیق کا نام ہے، نیکی کی سب سے اَفضل منزل پہلے مَعْصِیَّت پر صَبْر کرنا، پھر نیکی پر صَبْر کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ (پ ۹، الاعراف: ۱۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی مَدَد چاہو اور صبر کرو۔

---

[1] .... حضرت علّامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مُجَدِّدی پانی پتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تفسیر مظہری میں اللہ تعالیٰ کی مَعِیَّت کے مُتَعَلِّق اپنی رائے کچھ یوں ذِکْر فرماتے ہیں کہ یہ وہ مَعِیَّت ہے جو غَیر مُتَکَیِّف ہے اور عارِفین پر واضح ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سِوا اس کی حقیقت کا اِدْرَاک کوئی دوسرا نہیں رکھتا۔ (تفسیرِ مظہری مترجم، ۱/ ۲۴۵)

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی بجاآوری پر اس کی مَدد طَلَب کرو اور بارگاہِ خداوندی کے آداب بجالانے پر صَبْر کرو۔ مزید فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مصیبت اور شِدّت کے وَقْت صَبْر کرنے والے شخص کے سوا کسی کی تعریف نہیں فرمائی۔ پس صَبْر ہی کی وجہ سے بندہ قابِلِ تعریف بنا۔

مزید فرماتے ہیں: مومنین میں صالحین، صالحین میں صادِقین اور صادِقین میں صابِرین بَہُت کم ہیں۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے صبر کو صِدْق کی خاصیَّت اور صابِرین کو صادِقین کے خواص قرار دیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبردار یں اور سچے اور سچیاں اور صَبْر والے اور صَبْر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نِگاہ رکھنے والے اور نِگاہ رکھنے والیاں اور **اللہ** کو بَہُت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے **اللہ** نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ترتیبِ مَقامات کے لِحاظ سے صَابِرین کو صَادِقین سے بُلَند قرار دیا اور صَبْر کو صِدْق کا ہی ایک مَقام ٹھہرایا۔ اگر اس آیتِ مُبارَکہ میں مذکور تمام اَوصاف کو مسلمانوں کی ایک ہی صِفَت مان لیا جائے تو ان تمام اَوصاف کے درمیان واوٗ مَدح کے لیے ہو گی لیکن اگر ان تمام اَوصاف کو مختلف مَقامات مانا جائے تو اس صُورت میں واوٗ ترتیب کے لیے ہو گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صابِرین صَادِقین سے بلند تر ہیں۔

کیا تم سب مومن ہو؟

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے کہ (ایک بار) جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَنصار کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا تم سب مومِن ہو؟ سب خاموش رہے تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرْض کی: جی ہاں! **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! (ہم مومِن ہیں)۔ دَرْیافت فرمایا: تمہارے اِیمان کی عَلامَت کیا ہے؟ عَرْض کی: ہم خوشحالی وفراخی میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر بجالاتے ہیں، مصیبت کے نُزول پر صَبْر کرتے ہیں اور قَضائے اِلٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: رَبِّ کعبہ کی قَسَم! (تم واقعی) مومِن ہو۔ [1]

عمل کے اعتبار سے صبر کی اقسام

عَمَل کے اِعْتِبار سے صَبْر کی ۲ دو قسمیں ہیں۔ پہلی قِسْم کے بغیر دین کی اِصلاح نہیں ہوسکتی جبکہ دوسری قِسْم دین میں فَساد پیدا کرنے کی اَصْل ہے۔ اس کے علاوہ بھی صَبْر کی دیگر کئی صُورَتیں ہیں۔ لہٰذا جن اُمُور میں دین کی اِصلاح ہو ان پر صَبْر سے مُراد یہ ہے کہ ثابِت قَدَم رہے تاکہ اس کا اِیمان کامل ہو اور جن اُمُور میں فسادِ دین کا اندیشہ ہو ان میں صَبْر یہ ہے کہ ان سے دُور رہے تاکہ اس کا یقین بہتر ہو۔

اس مفہوم پر دَلالَت کرنے والی ایک رِوایَت امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مَرْوِی ہے۔ چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بصرہ تشریف لائے اور وہاں کے ضَروری اُمُور کی اَنْجام دَہی سے فارِغ ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شہر کی جامِع مَسْجِد میں جاکر قصّے کہانیاں سُنانے والوں کو مَسْجِد سے باہَر نِکال دیا اور اِرشَاد فرمایا: قصّہ گوئی بِدْعَت ہے۔ مگر جب ایک نوجوان کے پاس پہنچے جو لوگوں کے جھرمٹ میں بیٹھا انہیں وعظ و نصیحت کر رہا تھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس کی باتیں اچھی لگیں اور اِرشَاد فرمایا: اے نوجوان! میں تم سے ۲ دو باتیں پوچھوں گا اگر تم نے ان کا دُرُست جواب دیا تو ہی تمہیں ان لوگوں کو وَعظ و نصیحت کرنے کی اِجازَت

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۱/۱۲۳، حدیث: ۱۱۳۳۶، بتغیر قلیل

دوں گا ورنہ تمہیں بھی دوسرے لوگوں کی طرح مَسْجِد سے نِکال دوں گا۔ اس نوجوان نے (بَصد اِحترام) عَرض کی: اے امیر المومنین پوچھئے؟ چنانچہ آپ نے دَرْیافْت فرمایا: یہ بتاؤ دین کی اِصلاح اور فساد کن اشیا میں ہے؟ عَرض کی: دین کی اِصلاح وَرَع و تقویٰ میں اور فساد طَمَع و لالچ میں ہے۔ (یہ جواب سن کر) اِرشَاد فرمایا: تو نے سچ کہا ہے، تو لوگوں کو وَعظ کر سکتا ہے کہ تیرے جیسے لوگ ہی لوگوں کو وَعظ کرنے کے اَہْل ہیں۔ مَنْقُول ہے کہ یہ نوجوان عِلْمِ مَعْرِفَت کے اِمام یعنی اِمامُ الائمہ اِمام حَسَن بن یَسار بصری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی تھے۔

ایمان و صبر ایک ہی شے ہیں

حضرت سَیِّدُنا میمون بن مِہران عَلَیْهِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: اِیمان، تصدیق، مَعْرِفَت اور صَبْر ایک ہی شے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: اِیمان کی بُلَندی **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے حُکْم پر صَبْر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔[1]

حُبِّ دنیا ہر برائی کی جڑ ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) وَرع زُہد کی اِبْتِدا ہے جو اَبوابِ آخِرَت کا پہلا دروازہ ہے جبکہ طَمَع رَغْبَت کی اِبْتِدا ہے جو اَبوابِ دُنیا کا ایک بَہُت بڑا دروازہ ہے۔ طَمَع کا پیدا ہونا حُبِّ دنیا کی عَلامَت اور حُبِّ دنیا ہر بُرائی کی جڑ ہے۔

سب سے پہلی اجتہادی خطا

مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلی اِجتہادی خطا جس سے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی حُکْم عُدُولی ہوئی وہ طَمَع (یعنی حِرص، اِنتہائی خواہش) ہے۔ مُراد یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام نے طَمَع کی (یعنی آپ کے دل میں ہمیشہ رہنے کی خواہش نے شِدّت پکڑی) تو آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے شَجَرِ ممنوعہ سے کھالیا اور اُدھر اِبلیس لَعین نے طَمَع کی کہ وہ کسی طرح آپ کو جنّت سے نکال دے۔ چنانچہ اس نے آپ عَلَیْهِ السَّلَام کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ اس طرح یہ دونوں طَمَع کے سَبَب نام کے اِعْتِبار سے تو اپنے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ کا حُکْم نہ ماننے پر مُتَّفِق ہو گئے مگر اپنی طَمَع والی

---

[1] ......الزھد لابن المبارک فی نسختہ زائدا، باب فی الرضا بالقضاء، ص ۳۱، حدیث: ۱۲۳

شے اور حکم کے اِعتِبار سے دونوں میں بہت فرق تھا۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اس لَغزِش کی تلافی تو ان کی حُسنِ تقدیر کی بنا پر ہو گئی مگر اِبلیس لَعین اپنی اَزَلی بد بختی کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

طمع کیا ہے؟

طَمَع دل میں پیدا ہونے والے خَیال کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کو اس وَصف سے مُتَّصِف فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ (پ ۲۲، سبا: ۲۰)

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گمان یقین کی ضِد ہے جو کسی بھی شے کو حَق سے مُستَغنِی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُشرِکین کا وَصف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا ہے:

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۳۲)

صبر اور طمع

جس نے مخلوق کے مُعاملے میں صَبر سے کام لیا تو اس کا صَبر اسے وَرَع کی جانِب لے جائے گا اور جس نے دین میں وَرَع و تقویٰ پر صَبر کا مُظاہَرہ کیا صبر اسے زاہِدین میں شامل کر دے گا۔ مگر جس نے جھوٹے گمان کی تصدیق میں طَمَع کی تو طَمَع اسے حُبِّ دنیا میں داخِل کر دے گی اور جس کے دل میں دنیا کی محبَّت ہو وہ اسے دین کی حقیقت سے دُور کر دے گی۔

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ہم اس شخص کا اِیمان کامل نہیں سمجھتے تھے جسے (راہِ خدا میں) کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو کہ وہ اس تکلیف کو برداشت کرے اور اپنے ایمان (کی قوّت) کی بِنا پر اس پر صَبر کرے۔ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے ساتھ بھی بطورِ اِمتِحان ایسا مُعاملہ فرمایا اور اس بات کی خبر بھی دی کہ یہ

مصیبت ان پر بطورِ عذاب نہیں بلکہ یہ اس شخص کے لیے آزمائش ہے جس کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرادہ فرمایاہے۔ نیز یہ مصیبت زدہ شخص کے لیے رحمت اور خیر و بھلائی کا باعث ہے۔ جیسا کہ اِرشاد فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں۔ (پ ۲۰، العنکبوت: ۱۰)

مُراد یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کی وجہ سے لوگوں کے فتنے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَذاب کے برابر سمجھتا ہے جبکہ یہ عذابِ خُداوندی نہیں بلکہ اس کی جانِب سے باطنی رحمت ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا یوں نہیں۔ (پ ۳۰، الفجر: ۱۶، ۱۷)

یعنی میں نے فَقر کے ذریعے اسے خوار (بے عزّت) نہیں کیا جیسا کہ دوسروں کو نعمتوں سے نواز کر انہیں عزّت نہیں بخشی۔ اسی مفہوم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشاد فرمایا کہ وہ صَبر کریں کہ جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ترجمۂ کنز الایمان: تم ان کی باتوں پر صَبر کرو اور ہمارے بندے داود کو یاد کرو۔ (پ ۲۳، ص: ۱۷)

اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تسلی دی اور فضیلت بخشی۔

صابرین و شاکرین کا اجر

مَرْوِی ہے کہ (بروزِ قیامت) اَہْلِ زمین میں سے سب سے زیادہ شُکر گزار بندے کو (بارگاہِ خداوندی میں) حاضِر کیا جائے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شُکر گزار بندوں کی جزا عطا فرمائے گا، پھر اَہْلِ زمین میں سے سب سے زیادہ صَبر کرنے والے شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ہم تجھے اس شُکر گزار بندے جیسی جزا عطا فرمائیں؟ عرض کرے گا: جی ہاں! اے میرے پروردگار! (میں اس جزا پر راضی

ہوں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرمائے گا: نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے اسے نعمتوں سے نوازا تو اس نے شُکر کیا مگر تجھے مَصائب میں مبتلا کیا اور تو نے صَبر کیا یقیناً تجھے میں اس سے دُگنا اَجر عطا فرماؤں گا۔ پس اسے شُکر گزار بندوں سے دُگنا اَجر دیا جائے گا۔

سیدنا ابنِ اَبی نُجیح کی تین ۳ نصیحتیں

حضرت سَیِّدُنا ابنِ اَبی نُجیح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی خلیفہ سے تَعزِیَت کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھا:

- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو شے واپَس لے لی ہے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حَق کو پہچاننے والے سے زیادہ حَق دار وہ شخص ہے جس نے اس شے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حَق کو عظیم جانا جو اس کے پاس ابھی باقی ہے۔
- جان لیجئے! آپ سے پہلے جو کچھ گزر چکا وہ آپ کے لیے (یعنی آپ کے نامۂ اَعمال میں) باقی رہے گا اور جو کچھ آپ کے بعد باقی رہے گا اس میں آپ کو اَجر دیا جائے گا۔
- یاد رکھئے! صَبر کرنے والے جن لمحات میں مَصائِب کا شِکار ہوتے ہیں ان میں ان کا اَجر ان نعمتوں کے اَوقات سے بہُت زیادہ ہوتا ہے جن میں وہ مَصائِب سے محفوظ رہتے ہیں۔[1]

صابِرین کے لیے بے حِساب اجر و ثواب

رِوایات میں ہے کہ ہر شخص کو اس کا اَجر ایک مخصوص حِساب اور حَد کے مُطابِق دیا جائے گا مگر صَبر کرنے والوں کو ان کا اَجر بغیر کسی حِساب اور حَد کے دیا جائے گا۔

ایک رِوایَت میں ہے کہ جنّت کے تمام دروازوں کے دو۲ کواڑ ہیں، ان پر بہُت سے لوگ (جنّت میں داخل ہونے کے لیے) آئیں گے مگر صَبر کے دروازے کا ایک ہی کواڑ ہے اور اس میں سے صِرف دنیا میں مصیبتوں پر صَبر کرنے والے ہی ایک ایک کر کے داخِل ہوں گے۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/ ۲۴۹، حدیث: ۱۰۱۹۲
عیون الاخبار، کتاب الاخوان، ۳/ ۶۰

بے حساب اجر کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلصین کی جزا کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے عِلْم میں ہے۔ اور صابِرین کی جزا کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ صَبْر کرنے والوں کو چُلّو بھر بھر کے اَجَر دیا جائے گا۔ اس لیے کہ ❁☜ صَبْر نَفْس پر سب سے زیادہ مُشْکِل اور ناگوار ہوتا ہے۔

❁☜ یہ طبیعت پر گراں اور دُشْوار ہوتا ہے۔

❁☜ اس میں ذِلّت کے وَقْت غصّے کو ضَبْط اور بُرْدباری کے مَوْقَع پر دَرْد و اَلَم بَرْدَاشْت کرنا پڑتا ہے۔

❁☜ صَبْر سے عِجز و اِنکساری اور خاموشی جیسے اَوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

❁☜ صَبْر سے اَدَب اور حُسْنِ خُلْق پیدا ہوتا ہے۔

❁☜ صَبْر کے ذریعے ہی مخلوق سے تکلیف پا کر اسے برداشت کرنے اور مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنے کی قوّت پیدا ہوتی ہے۔

یہ وہ لازِمی اُمُور ہیں جن پر عَمَل کی بنا پر اکثر اَوقات سینوں میں گھُٹن پیدا ہو جاتی ہے، نُفُوس انہیں پسند نہیں کرتے بلکہ انہیں تکلیف اور سختی کو برداشت کرنے پر مجبور کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ سب سے اَفضل اَعمال وہ ہیں جو نفْس پر گراں ہوں۔[1]

یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتَّقِین اور صادِقین پر مَصَائِب و تکالیف میں صَبْر کرنا شَرْط ٹھہرایا ہے۔ صَبْر کے ذریعے ہی صَادِقین کا صِدْق اور مُتَّقِین کا تقویٰ ثابت ہوتا ہے، نیز صَبْر کے ذریعے ہی ان کے اَوصاف اور نیک اَعمال کامل ہوں گے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِؕ-اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاؕ-وَ اُولٰٓىِٕكَ ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وَقْت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچّی کی اور یہی

[1] ......ذم الھوی لابن الجوزی، الباب الثالث فی ذکر مجاھدۃ النفس ومحاسبتھا وتوبیخھا، ص ۵۶، حدیث: ۱۴۸

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۷) پرہیز گار ہیں۔

صبر کیا ہے؟

صَبْر یہ ہے:

⇐ نَفْس کو اس کی خواہشات کی تکمیل میں کوشش کرنے سے روکنا اور رَضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے اسے مُجاہدے کا پابند بنانا کہ جس قدر بندہ مصیبت کا شِکار ہو گا اسی کی مِثْل مُجاہدہ اس پر لازِم ہو گا کیونکہ مُجاہدہ آزمائش و مصیبت کے اعتبار سے ہی ہوتا ہے۔

⇐ نَفْس کو شَر کی جانِب بڑھنے سے روکنا اور اسے ہمیشہ نیکی پر عَمَل پیرا ہونے کا پابند بنانا۔

⇐ نَفْس کو اس کے اُن فِطرِی اَوصاف میں شِدّت اَپنانے سے باز رکھنا جن کا اِظہار بار گاہِ خداوندی میں بے اَدَبی شُمار ہوتا ہے اور اسے مُعامَلات میں حُسْنِ اَدَب کا پابند بنانا۔

صبر کی دیگر صورتیں

صَبْر کی دَرْج ذیل صُورَتیں بھی ہیں:

﴿1﴾ مُختَلِف نفسانی خواہشات پر (ان کے اِعْتِبار سے) صَبْر کیا جائے۔

﴿2﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت میں ثابِت قَدَمی پر قائم رہنے میں صَبْر کا مُظاہَرہ کیا جائے۔

﴿3﴾ جن صورتوں میں مُجاہَدہ لازِم ہو ان میں خُوب ہِمَّت صَرف کی جائے اور دل کو نفسانی خواہشات، شیطانی وسوسوں اور آرائشِ دنیا سے پاک رکھا جائے۔

﴿4﴾ بعض آفات میں صَبْر کرنا اس لیے لازِم ہوتا ہے کہ ظاہِری جسمانی اَعْضا ان (سے بچاؤ) سے قاصِر ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو دِل کو بھی ان آفات میں مشغول ہونے سے روکا جاتا ہے۔

﴿5﴾ نَفْس کو حَق بات کا پابند بنا کر اسے زبان، دِل اور مُکَمَّل جِسْم کے ساتھ حَق بات سے وَابَستہ کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نیک اَعمال بجالانے والے مومنین کی یہ صِفَت بیان کی ہے کہ وہ صَبْر کرنے والے ہوتے ہیں، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اَعمال کی دُرُستی کے لیے صَبْر کو شَرْط

ٹھہرایا ہے اور خَبَر دی ہے کہ حَق اور صَبْر والوں کے عِلاوہ باقی تمام لوگ خسارے میں ہیں۔ چنانچہ (سورۂ عَصر میں) صَبْر کی عَظَمت یوں بیان کی کہ اس کی الگ سے وَصِیَّت فرمائی۔

﴿6﴾ نَفْس کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کا پابند بنایا جائے اور اسے قَناعَت اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا (یعنی اس نے جو رِزْق اس کے مُقدَّر میں لکھا ہے اس) پر راضی رہنے کا عَادِی بنایا جائے۔

﴿7﴾ مخلوق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہا جائے کہ یہ عَدْل کرنے والوں کا مَقام ہے، نیز مخلوق سے تکلیف پا کر اسے برداشت کیا جائے کہ یہ مُحْسِنِین کا مَقام ہے۔ یہ دونوں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے تحت داخل ہیں: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے اِنصاف اور نیکی (کا)۔ ﴾

﴿8﴾ راہِ خُدا میں خرچ کیا جائے اور حَق داروں کو دَرَجہ بدَرَجہ ان کے حُقُوق ادا کیے جائیں کہ یہ راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کا مَقام ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۹۰ (پ ۱۴، النحل: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور (بے شک اللہ حکم فرماتا ہے) رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ ﴾

﴿9﴾ بے حَیائی یعنی عِلْم اور اِیمان کے اُمُور میں فُحْش کاموں سے بچنا بھی صَبْر ہے۔

﴿10﴾ بُری باتوں سے بچنا بھی صَبْر ہے یعنی جن باتوں کو عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام بُرا جانتے ہیں۔

﴿11﴾ بَغاوَت و سرکشی یعنی ظُلْم و زِیادَتی سے دُور رہنا بھی صَبْر ہے۔

﴿12﴾ اُمُورِ دنیا میں فُضُول خَرچی کرنے، تکبُّر کے ذریعے حُدُودِ باری تعالیٰ سے تجاوُز کرنے اور (اُمُورِ دینیہ میں) غُلُو سے بچنا بھی صَبْر ہے۔

قرآن کا قطب

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) سورہ نَحل کی مذکورہ آیت (نمبر 90) صَبْر کے مفہوم پر دَلالَت کرنے والی ایک جامِع آیت ہے جو قرآنِ کریم کے قُطب کی حَیثِیَّت رکھتی

ہے۔ اس میں تین باتوں یعنی اِنصاف، نیکی اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے یعنی بے حیائی و بُری باتوں اور سرکشی سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر کے اِعْتِبار سے قرآنِ کریم کی سب سے جامع آیتِ مبارکہ یہی ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صبر کیا۔ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) ان کے اَجر کی عُمدگی کو اسی وَقت بیان فرمایا جب ان کے صَبر سے مُتَّصِف ہونے کا ذِکر فرمایا اور اسی طرح ان کے رِزْق اور اَوصاف کے بہترین ہونے کو بھی اسی وَقت ذِکر فرمایا جب صَبر کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی۔

صبر کا عمل سے تعلق

صَبر کی ضَرورت عَمَل سے پہلے بھی ہوتی ہے، اس کے ساتھ اور بعد میں بھی۔

عمل کے آغاز میں صبر کی ضَرورت

عَمَل کے آغاز میں صَبر کی ضَرورت کی صُورت کچھ یوں پیش آتی ہے کہ بندے کی نیّت دُرُست ہو، اِرادہ پختہ ہو اور وہ وعدے کو بھی پورا کرے تاکہ اس کے اَعمال دُرُست ہوں۔ اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اَعمال کا دار و مدار نیّتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیّت کرے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﴿۵﴾ (پ ۳۰، البینة: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

نِیّت کی حقیقت اِخلاص ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صَبْر کو عَمَل سے پہلے ذِکْر فرمایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: مگر جنہوں نے صَبْر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(پ ۱۲، ھود: ۱۱)

عَمَل کے ساتھ صبر کی ضَرورت

عَمَل کے ساتھ بھی صَبْر کی ضَرورت پیش آتی ہے یہاں تک کہ عَمَل مُکَمَّل ہو جائے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿٭۵۸﴾ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہی اچھا اَجْر کام والوں کا وہ جنہوں نے صَبْر کیا۔

(پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

عَمَل کے بعد صبر کی ضَرورت

عَمَل کے بعد بھی صَبْر کی ضَرورت رہتی ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ عَمَل کو (جہاں تک مُمکِن ہو) چھپایا جائے اور اسے ظاہِر نہ کیا جائے بلکہ اس کی جانِب دیکھا تک نہ جائے تا کہ نام و نُمُود اور عُجب و خود پسندی سے محفوظ رہے اور اس کا ثواب مُکَمَّل ہو جیسا کہ وہ ریاکاری سے محفوظ رہا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۳﴾ (پ ۲۶، محمد: ۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عَمَل باطِل نہ کرو۔

اسی کی مِثْل ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَ الۡاَذٰی ۙ

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے صَدَقے باطِل نہ کر دو اِحسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

(پ ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

نیکی کی تکمیل

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے کہ نیکی تین۳ باتوں کے بغیر مُکَمَّل نہیں ہوتی:

﴿1﴾ اسے جلد اَنْجام دینا ﴿2﴾ اسے چھوٹا سمجھنا اور ﴿3﴾ اسے چھپانا۔

بدلہ نہ لینا صبر ہے

﴿13﴾ نَفْس کو بدلے سے روکنا بھی صَبْر ہے۔

صبر اور توکّل کا باہمی تعلق

﴿14﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کی بنا پر (راہِ خُدا میں ملنے والی) اَذِیَّت بَرْدَاشْت کرنا بھی صَبْر میں شامل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالیشان میں صَبْر کی ان دونوں (یعنی 13ویں اور 14ویں) صُورتوں کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَاؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۠ ﴿۱۲﴾ (پ۱۳، ابراھیم:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

یہ خاص لوگوں کا صَبْر ہے۔ کسی عارِف کا قول ہے کہ بندہ تَوَکُّل میں کسی مَقام پر اس وَقْت ہی ثابِت قَدَم ہو سکتا ہے جب اسے اَذِیَّت دی جائے اور وہ اس پر صَبْر کرے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ (پ۲۲، الاحزاب:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا کرو۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ (پ۲۹، المزمل:۹، ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صَبْر فرماؤ۔

یہ رَضا کا پہلا مَقام ہے جبکہ رَضا کا دوسرا مَقام یہ ہے کہ بندہ اَحکامِ خُداوندی پر صَبْر کرے جو کہ دَرَجہ بدَرَجہ اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے مُشابَہَت رکھنے والے اَہْلِ اِبْتِلا یعنی آزمائش میں مبتلا لوگوں کا مَقام ہے۔ جیسا کہ حُضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہم گروہِ انبیا تمام لوگوں سے زیادہ

اِبْتِلا و آزمائش والے ہیں، پھر درجہ بدرجہ وہ لوگ جو (اوصاف میں) کسی نبی کے مُشابہ ہوں۔[1]

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم کی ایک مُجمَل آیتِ مُبارَکہ میں اِرشاد فرمایا:

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (پ ۲۹، المدثر: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صَبْر کیے رہو۔

دوسرے مَقام پر اس مُجمَل حُکم کی تفسیر کچھ یوں بیان فرمائی:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (پ ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حُکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

صبر اور تقویٰ

﴿15﴾ نَفْس کو تقویٰ کا پابند بنانا بھی صَبْر ہے۔ تقویٰ چونکہ ہر قسم کی خیر و بھلائی کا ایک جامِع نام ہے لہٰذا معنوی اِعْتِبار سے صَبْر بھی ہر خیر و بھلائی میں شامل ہے۔ اس لیے جب کوئی شخص صَبْر اور تقویٰ دونوں کا پیکر ہو تو وہ مُحْسِنِین میں شُمار ہوتا ہے اور مُحْسِنِین کے متعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۱۳، یوسف: ۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ (اَجر) ضائع نہیں کرتا۔

ایک مَقام پر ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضَرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضَرور تم اگلے کِتاب والوں اور مُشرِکوں سے بہُت کچھ بُرا سنو گے اور اگر تم صَبْر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمّت کا کام ہے۔

---

[1] ....ترمذی، کتاب الزھد، باب الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، بتغیر قلیل

مُراد یہ ہے کہ اگر تم اَذِیَّت رسانی پر صَبْر کرو اور بدلہ نہ لو، نیز اِبْتِلا و آزمائش کے وَقْت پرہیز گاری اِخْتیار کرو اور حد سے تَجاوُز نہ کرو تو یہ اَفْضل ہے۔ جیسا کہ اس کے مُتَعَلِّق فرامینِ باری تعالیٰ میں ہے:

﴿1﴾ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۴، النحل: ۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی اور اگر تم صَبْر کرو تو بے شک صَبْر والوں کو صَبْر سب سے اچھا۔

﴿2﴾ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ ﴿۴۱﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مُواخذہ کی راہ نہیں۔

﴿3﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک جس نے صَبْر کیا اور بخش دیا تو یہ ضَرور ہمّت کے کام ہیں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ آیات میں دو باتیں مذکور ہیں۔ پہلی یہ کہ بدلہ لینا اور حق کی مَدَد کرنا عَدْل ہے اور عَدْل ایک اچھا کام ہے جبکہ دوسری بات یہ ہے کہ بدلہ لینے کے بجائے مُعاف کر دیا جائے اور صَبْر کیا جائے کہ یہ فضیلت کا باعث ہے اور اِحسان میں شُمار ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: (تو خوشی سناؤ میرے) ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں یہ ہیں جن کو اللّٰه نے ہِدایَت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔

بات کا تَوَجُّہ سے سننا عَدْل ہے اور عَدْل اچھی چیز ہے، نیز مُعاف کرنا بہُت بہتر ہے، اس آیتِ مُبارکہ میں ہِدایَت اور عقل کے اَوصاف بیان کیے گئے ہیں جو کہ مُخْبِتِیْن (یعنی عجز و انکسار کے پیکر لوگوں) کا مَقام ہے۔

منقول ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو کسی پر ظُلْم نہیں کرتے اور اگر ان پر ظُلْم کیا جائے تو بدلہ نہیں لیتے۔

پس اس وَصْف سے مُتَّصِف لوگ تواضُع کے مَقامِ رَفیع پر فائز ہیں اور یہی وہ مَقام ہے جہاں بندہ خوفِ خدا کا پیکر بن جاتا ہے اور آخرت میں اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والی بہترین جزا پر مطمئن ہوتا ہے کیونکہ

اسے یقین ہوتا ہے کہ بہُت جلد دنیا فنا ہونے والی ہے اور اسے عنقریب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو۔

صبر اور تقویٰ کا باہمی لزوم

صَبر اور تقویٰ دو۲ ایسی چیزیں ہیں جن میں سے ہر ایک دوسری پر موقُوف ہے یعنی کوئی بھی دوسری کے بغیر کامل نہیں۔ لہٰذا جس کا مَقام تقویٰ ہو صَبر اس کا حال ہوتا ہے۔ اس اِعْتِبار سے صَبر تمام اَحْوال سے اَفضل ہے کیونکہ تقویٰ کا مَقام تمام مَقامات سے اَفضل ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ سب سے زیادہ پرہیز گار شخص ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے زیادہ عزّت والا ہے اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مکرّم ہو وہی سب سے اَفضل ہوگا۔

صبر کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبر کو یہ شَرَف عطا فرمایا کہ صَبر کا حُکْم دینے کے بعد اس کی نِسْبَت اپنی جانِب فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صَبر کرو اور تمہارا صَبر **اللہ** ہی کی توفیق سے ہے۔

اسی طرح اِرشاد فرمایا:

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ (پ۲۹، المدثر: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صَبر کیے رہو۔

آزمائش کے وقت صبر کرنا

ہر شے اور ہر نیک عَمَل اگرچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کی اس وَقت تک تعریف نہیں فرماتا جب تک کہ اسے آزمائش میں مبتلا نہ کر دے، اگر وہ صَبر کرے اور اس آزمائش سے صحیح سالم نکل آئے تو اس کی تعریف و توصیف فرماتا ہے ورنہ اس کے جھوٹ اور دعوے کی قَلْعِی کھول دیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عَرض کی گئی: سب سے اَفضل عَمَل کون سا ہے؟ اِرشاد فرمایا: آزمائش کے وَقت صَبر کرنا۔

قرآنِ کریم میں صبر کا تذکرہ

کسی عالِم کا فرمان ہے کہ صَبر سے بڑھ کر اَفضل کون سی شے ہو سکتی ہے؟ جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے 90 سے زائد مرتبہ قرآنِ کریم میں مختلف مَقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ صبر کے عِلاوہ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی دوسرے شے کا اتنی کثیر تعداد میں ذِکْر فرمایا ہو۔ لہٰذا ہرگز کسی شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تعریف و توصیف کی طَمَع نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ مصیبت کا شِکار ہو کر اس پر صَبر نہ کر لے، اسی طرح اسے حقیقتِ ایمان اور حُسنِ یقین کی طَمَع بھی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے جب تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے اسے تعریف و توصیف کی سَنَد نہیں مل جاتی۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کے ظاہِری اَعضا پر تمام نیک اَعمال ظاہِر فرما دے مگر اچھّے وَصف سے مُتَّصِف ہونے اور ہر قسم کی خیر و بھلائی پانے کے باوُجود اسے تعریف و توصیف کی کوئی سَنَد نہ ملے تو ایسے شخص کو بُرے خاتِمہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاق میں سے ہے کہ جب وہ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے اور اس کے عَمَل سے راضی ہوتا ہے تو اس کی تعریف و توصیف فرماتا ہے۔ لہٰذا جسے وہ کسی ناپسندیدہ مُعاملے، سختی یا نفسانی خواہش و شہوت میں مبتلا کرے تو اسے چاہیے کہ مُطلَق صَبر کرے خواہ اس کا یہ صَبر خالِص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہو یا نہ ہو۔ (اگر اس نے ایسا کیا تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے جُود و کَرَم کے عِلاوہ تعریف و توصیف کی سَنَد بھی عطا فرمائے گا اور یوں اس کا نام بھی ان لوگوں کی صَف میں شامِل ہو جائے گا جن کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ اس وَقت اس کے قَدَم لَغزِش سے محفوظ ہو جائیں گے اور اس کی تقدیر میں بھی نیک اَعمال لکھ دیئے جائیں گے۔

عافیت میں صبر کی کیفیت

﴿16﴾... عافیت کی حالَت میں صَبر کرے یعنی کسی نافرمانی کا مُرتَکِب نہ ہو۔

﴿17﴾... مال و دولت کی فراوانی میں بھی صَبر کرے یعنی دولت نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ نہ کرے۔

﴿18﴾... کسی نِعْمَت سے سرفراز ہونے پر بھی صَبر کرے یعنی اس نِعْمَت کی مَدَد سے کسی مَعْصِیَّت میں مبتلا نہ ہو۔

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ان تمام باتوں میں مومن کو صَبْر کی ضَرورت رہتی ہے اور اس سے ان مُعامَلات میں صَبْر کا مُطالَبہ اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ فَقْر، تنگدستی اور مَصائِب و مشکلات میں صَبْر کی حاجت ہوتی ہے اور بندے سے صَبْر کا مُطالَبہ کیا جاتا ہے۔

مَنْقُول ہے کہ تنگ دستی اور فَقْر کی حالَت میں ہر مومن صَبْر کرلیتا ہے مگر عافیت کی حالت میں صِرف صدیق ہی صَبْر کا دامَن پکڑے رہتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: عافیت کی حالَت میں صَبْر کرنا مصیبت کے وَقْت صَبْر کرنے سے زیادہ سَخْت ہے۔

خوش حالی اور صبر

مَرْوِی ہے کہ جب دنیا صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے لیے کھول دی گئی اور انہوں نے فَراخی و وُسْعَت پائی تو وہ فرمایا کرتے: ہمیں تنگ دستی سے آزمایا گیا مگر ہم نے صبر سے کام لیا لیکن جب ہمیں کُشادگی و فَراخی سے آزمایا گیا ہے تو صَبْر کا دامَن ہاتھ سے چھُوٹا جارہا ہے۔[1]

صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے گویا کہ خوش حالی کے ساتھ آزمائش کو بہُت بڑا خیال کیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی شان میں اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں۔ (پ۴، آل عمران: ۱۳۴)

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مُبارَکہ میں صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے حُسْنِ یقین، سَخاوَتِ نَفْس اور حقیقتِ زُہد کی وجہ سے ان کی دو۲ حالتوں میں ایک ہی وَصْف کے ساتھ تعریف فرمائی ہے۔

مال و اولاد اور صبر

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذِکر سے غافِل نہ کرے۔

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم ۳۰، ۴/۲۱۱، حدیث: ۲۴۷۲، بتغیر قلیل
اعتلال القلوب للخرائطی، باب التخطی الی ذوات المحارم، ذکر من فتنۃ النسآء... الخ، ۱/۱۰۹، حدیث: ۲۱۹، بتغیر قلیل

اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں بندہ خوش ہوتا ہے اور خوشی میں ذِکْرُ اللہ سے غافِل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (پ۲۸، التغابن: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے اِحتیاط رکھو۔

ایسا اس لیے فرمایا کہ اَزْوَاج واَولاد میں ایسی خوشی پائی جاتی ہے جو نفسانی خواہش کے مُوافق ہوتی ہے اور جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں تو اَحکامِ باری تعالیٰ کی مُخالَفت کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اَنْجام کے اعتبار سے ان دونوں کو دشمن قرار دیا گیا۔

اسی سلسلے میں مَرْوِی ہے کہ جب محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنی قمیص میں اُلجھ کر گرتے دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فوراً مِنْبَر اقدس سے نیچے تشریف لائے اور انہیں گود میں اٹھا کر اِرشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (پ۲۸، التغابن: ۱۵) ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔[1]

یعنی مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اپنے بچے کو اس حالَت میں دیکھا تو میں اسے اٹھانے کے لیے خود پر قابو نہ رکھ پایا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ دوجہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان میں) عقل مندوں کے لیے عِبرَت کا سامان ہے۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ اولاد غم، بُخْل اور بُزدِلی کا باعث ہے۔[2] معلوم ہوا اولاد غم، بُخْل اور بُزدِلی کا مَصْدَر ہے یعنی اولاد اور مال کی مَحبَّت ان چیزوں پر اُبھارتی ہے۔

اَلْغَرَض جس نے خوش حالی یعنی عافیت، غِنا اور اولاد وغیرہ کی مَوجُودَگی میں صَبْر کیا اور اشیا کو ان کے حق

---

[1] ......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ، ۵/۴۲۹، حدیث: ۳۷۹۹
ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب الامام یقطع الخطبۃ لامر یحدث، ۱/۴۱۰، حدیث: ۱۱۰۹

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، ۱/۱۸۷، حدیث: ۳۶۶۶، دون: محزنۃ
معجم کبیر، ۲۴/۲۴۱، حدیث: ۶۱۴

کے مُطابِق لیا اور حَق کے مُطابِق ہی ان کو دُرُست جگہ رکھا تو وہ صابِرین و شاکِرین میں شُمار ہو گا کہ فَقْر و اِبْتِلا میں مبتلا لوگ رِضا و شُکْر کی حقیقت کے علاوہ کسی شے سے تجاوُز نہیں کرتے، جبکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی انہیں خوش حالی و تنگ دستی کی حالتوں کے درمیان جَمْع فرمایا اور ان دونوں کو مُتَّقِین کی صِفَت قرار دیا اور اِحسان کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ-وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ ﴿۱۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پرہیزگاروں کے لیے تیار رکھی ہے وہ جو اللہ کی راہ میں خَرْچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے دَرگُزَر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۳۳، ۱۳۴)

صبر جمیل

﴿19﴾ مَصائِب و تکالیف کو چھپانا اور ان کی شِکایَت نہ کر کے راحَت پانا بھی صَبْر ہی ہے، بلکہ یہ صَبْرِ جَمِیل ہے۔ مَنْقُول ہے کہ صَبْرِ جَمِیل ہوتا ہی وہ ہے جس میں کوئی شِکایَت ہو نہ کوئی اِظْہار۔

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے: قرآنِ کریم میں صَبْر کی تین۳ صورتیں مذکور ہیں:

﴿1﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کی ادائیگی پر صَبْر۔

﴿2﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں پر صَبْر۔

﴿3﴾ مصیبت میں پہلے صَدْمہ کے وَقْت صَبْر۔

جس نے فرائض کی ادائیگی پر صَبْر کیا اس کے لیے 300 دَرَجات ہیں اور جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ اشیا پر صَبْر کیا (یعنی ان سے بچا) اس کے لیے 600 دَرَجات ہیں اور جس نے مصیبت میں پہلے صَدْمہ کے وَقْت صَبْر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا اس کے لیے 900 دَرَجات ہیں۔[1]

مصیبت کے وقت صبر کے افضل ہونے کی وجہ

یہ بات قابِلِ وَضاحَت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مصیبت کے وَقْت صَبْر کو

---

[1] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۴/۲۵، حدیث: ۲۴، بتغیر

اس لیے اَفضل قرار نہیں دیا کہ یہ مَحارِم سے بچنے اور فرائض کی بجا آوری سے اَفضل ہے بلکہ اس لیے اسے اَفضل قرار دیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں تو مسلمانوں کے اَحوال میں سے ہیں مگر مصیبت پر صَبْر کرنا مَقاماتِ یقین میں سے ہے اور بے شک مَقامِ یقین مَقامِ اِسلام سے اَفضل ہے۔ اسی لیے حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ دُعا مروی ہے: اَسْئَلُکَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیَّ مَصَآئِبَ الدُّنْیَا۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے ایسا یقین مانگتا ہوں جو مجھ پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مَصَائِب کے وَقْت سب سے زیادہ صَبْر کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جس کا یقین سب سے زیادہ ہو اور مَصَائِب کے وَقْت سب سے زیادہ جَزَع فَزَع کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جس کا یقین سب سے کم ہو۔

جنّت میں گھر بنا دیا جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو شخص جھگڑا نہ کرے حالانکہ وہ حَق پر ہو تو اس کے لیے اعلیٰ جنّت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے اور جس شخص نے جھگڑا نہ کیا جبکہ وہ باطِل پر ہو تو اس کے لیے وسطِ جنّت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے اور جس نے جھوٹ تَرْک کر دیا اس کے لیے جنّت کے کنارے پر ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ جھوٹ اور جھگڑے کو تَرْک کرنا باطِل پر ہونے کے باوُجُود لازِم اور ضَروری ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ دونوں اَفضل ہوں مطلب یہ ہے کہ باطِل کی وجہ سے جھگڑے اور جھوٹ کو تو عام مسلمان بھی چھوڑ دیتے ہیں لیکن حَق پر رہتے ہوئے کوئی بندہ اپنا حَق وُصول کرنے کے لیے جھگڑا نہ کرے بلکہ خاموشی و سلامتی چاہتے اور ظاہِری نام و نَمود سے بچتے ہوئے نہ جھگڑے، (تو اس شخص کا حَق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کرنا اَفضل ہے کیونکہ) ان مُعامَلات میں صَبْر کا دامَن صِرف اہلِ یقین ہی تھام سکتے ہیں اور یہی خواص مومنین ہیں۔ نیز یقین، زُہد اور کلام و نفسانی خواہش پر خاموشی و گم نامی کو ترجیح دینے میں ایسے شخص کا مَقام اَفضل

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۷۹، ۵/۳۰۱، حدیث: ۳۵۱۳، بتغیر قلیل

مستدرک، کتاب الدعاء... الخ، باب الدعاء الجامع الذی یختم بہ المجلس، ۲/۲۱۴، حدیث: ۱۹۷۷، بتغیر قلیل

[2] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، ۳/۴۰۰، حدیث: ۲۰۰۰، بتغیر

ہے۔ یہ مَقام چونکہ یقین سے حاصِل ہوتا ہے لہٰذا ایسا شخص اپنے مَقام کی وجہ سے جھوٹ اور جھگڑا نہ کرنے والے عام مومنین سے اَفضل ہو جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں کام بھی لازِم وضَروری ہیں۔

نیکیوں کو چھپانا

﴿20﴾ نیک اَعمال کو چھپانا۔ ﴿21﴾ نَفْس کو نیک اَعمال کے ذِکْر سے لُطف اندوز ہونے سے روکنا۔

﴿22﴾ صدقات و خیرات کو چھپانا بھی صبر ہے۔ اس لیے کہ نیکی کے اِعلان میں سلامتی کے بَاوُجُود اسے چھپانا اَدَب ہے۔ اگرچہ نیکی کا اِظْہار روایات میں مَرْوِی ہے مگر اسے چھپانا اَفضل وزیادہ بہتر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بھی محبوب ہے۔ یہ نیکی کے خزانے ہیں یعنی تکالیف، مَصَائِب اور صَدَقہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن کا چھپانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عُمدہ ذَخَائِر میں سے ہے۔

فقر کو بچانا

﴿23﴾ فَقْر کا بچانا اور اسے چھپانا۔

﴿24﴾ فاقوں کی نَوبَت آجانے کی صُورَت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس آزمائش پر ثابِت قَدَم رہنا (بھی صبر کی صورتیں ہیں)۔ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضِی رہنے والے زاہِدین کا حال ہے۔

صبر محض خدا کے لیے ہو

﴿25﴾ سب سے اَفضل صبر یہ ہے کہ بندے کو بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کا شَرَف حاصِل ہو تو وہ صَبْر کا مُظاہَرہ کرے اور کلامِ خداوندی کو تَوَجُّہ سے سنے، دل میں کسی دوسرے خَیال کو نہ آنے دے اور وِجدانی قوّت پر صبر سے کام لے کہ یہ مُقَرَّبِین میں سے خواص لوگوں کا مَقام ہے۔

﴿26﴾ صبر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کی بنا پر ہو۔ ﴿27﴾ یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت میں ہو۔

﴿28﴾ یا اس کے اَحْکام ورَضا کے سامنے سر جھکا کر ہو۔

﴿29﴾ یا خود کو مُکَمَّل طور پر اس کے حوالے کر کے ہو۔ مُراد یہ ہے کہ خود کو قَضا و قَدَر کے حوالے کر کے پُرسُکون ہو جائے اور اِنْعامَاتِ باری تعالیٰ کا مُشاہَدہ کرے، سوال اور اس کی حکمتوں کے مُشاہَدے

میں مختلف اَقسام کی حُسنِ تدبیر کو دیکھے اور آزمائش کے وَقت دُرُست راستے پر رہے کہ یہ تمام باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرامین سے ماخوذ ہیں:

﴿1﴾ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (پ ۲۹، المدثر: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔

﴿2﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ (پ ۲۷، الطور: ۴۸)

میرے لیے خوشی کا کوئی مقام نہیں

حضرت سَیِّدُنا عُمر بن عبدُ الْعَزِیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز اور دیگر اَئِمّہ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے بھی یہ قول منقول ہے: میں نے صُبْح اس حال میں کی کہ میرے لیے تقدیر کی جگہوں کے سوا خوشی کا کوئی مَقام نہیں۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ قضا کے اِنتِظار کے علاوہ میرے لیے خوشی کا کوئی مَقام نہیں۔

یقین کی علامت

مَنْقُول ہے کہ بہترین صَبْر و رَضا کے ساتھ قضا کے سامنے سر جھکا دینا یقین کی عَلامَت اور عارِفین کا مَقام ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اس فرمان "اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر سوئے ہوئے بندے کو پسند فرماتا ہے"[2] کی تاویل میں فرماتے ہیں: یہاں ایسا شخص مُراد ہے جو اَحْکامِ قَضا و قَدَر کے جاری ہونے پر پُرسُکون میں ہو، وہ کسی حکم کو ناپسند کرے نہ کسی حکم پر کوئی اِعْتِراض کرے۔

"صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے" سے مُراد

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان "صَبْر پہلے صَدْمہ پر ہوتا ہے"[3] میں اس بات کو شَرْط ٹھہرایا گیا ہے کہ مصیبت میں صَبْر پہلے صدمے کے وَقْت ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی

---

[1] ......جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی البغدادی، تحت الحدیث التاسع عشر، ص ۲۴۷

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام علی ابن ابی طالب، ۸/۱۵۵، حدیث: ۳، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصبر علی المصیبۃ عند الصدمۃ الاولی، ص ۴۶۰، حدیث ۹۲۶

ہے کہ ہر شے اِبتدا میں چھوٹی ہوتی ہے پھر بڑی ہوتی ہے سوائے مصیبت کے، یہ پہلے بڑی ہوتی ہے پھر چھوٹی ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسکے چھوٹے ہونے سے قبل جب یہ بڑی ہوتی ہے تو اس کے ثواب کے بڑے ہونے کی وجہ سے اسے صَبر کے ساتھ مشروط کیا گیا اور یہی وہ وَقت ہے جب دِل اچانک صدمے کا شِکار ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نگاہِ کَرَم کی جانِب مُتوجِّہ ہوتا ہے تو حَیا کے سَبَب صَبر کا دامَن تھام لیتا ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (پ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

یہ مُتوکِّلین کا مقام ہے۔

اظہارِ کرامات سے بچنا

﴿30﴾ ... اِظہارِ کرامات اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں اور قُدرَت کی کرشمہ سازیوں کے اِظْہار کی خبریں دینے سے بچنا بھی صبر ہے اور یہ حُسْنِ اَدَب میں داخِل ہے یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے مفہوم میں شامل ہے۔ یہ مُحِبِّین باری تعالیٰ کا طریقہ ہے اور یہی زُہد کی حقیقت ہے۔

صبر تین۳ باتوں میں ہے

نَفْس کو تعریف و توصیف کی مَحبَّت اور حُبِّ جاہ سے روکنا چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: صبر تین۳ باتوں میں ہے: ﴿1﴾ تزکیہ نَفْس ﴿2﴾ مصیبت کی شِکایَت اور ﴿3﴾ خیر و شر کے مُعامَلے میں قضائے باری تعالیٰ پر راضی رہنے میں۔

عاجزی و انکساری بھی صبر ہے

﴿31﴾ ... نفس کو عاجِزی واِنکساری اور گمنامی کا پابند بنانا بھی صبر ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ آخِرَت کو دنیا پر ترجیح دے، (دنیا سے منہ موڑ کر) رُجُوع اِلَی اللہ کر لے، بندگی کے اَوصاف سے مُتَّصِف ہو جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُلُوہِیَّت و اَحدِیَّت (یعنی یکتائی) کو تسلیم کرتے ہوئے اَوصافِ رَبُوبِیَّت کی مُشابہت اور نِزاع کو تَرْک کر دے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نصیحت کرتے ہوئے اِرشَاد فرماتے ہیں)

کوشش کیجئے کہ قِلّتِ صَبْر ہرگز آپ کو مذکورہ باتوں سے دور کرے نہ آپ کے قَدَم ثُبات کے بعد لڑکھڑاہٹ کا شکار ہوں کہ ہم تو اس بات (کے تصوّر ہی) سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

بال بچوں کے مُعاملے میں صبر

﴿32﴾ بال بچوں کے لیے کمائی کرنا۔ ﴿33﴾ ان پر خرچ کرنا۔

﴿34﴾ ان کی جانِب سے (بسا اَوقات) تکلیف پہنچنے پر بَرْدَاشت کرنا بھی صَبْر کی صورتیں ہیں۔

اس لیے کہ اہل و عَیال بارگاہِ خداوندی تک پہنچانے کے راستے ہیں۔ جن میں سب سے چھوٹا راستہ یہ ہے کہ ان (کے آرام و آسائشات) کا خوب خَیال رکھا جائے۔ جبکہ سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ قَضائے باری تعالیٰ پر راضی رہا جائے اور اَہْل و عَیال کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھے۔ درمیانہ راستہ یہ ہے کہ ان پر خَرْچ کرے اور نَفْس کو ان کے ساتھ کا عادِی بنائے۔

گناہوں کے دو اسباب

بندوں کے اکثر گناہوں کا سَبَب دو باتیں ہیں:

- پسندیدہ چیزوں کے مُعاملے میں صَبْر کی کمی کا شِکار ہونا۔
- ناپسندیدہ چیزوں کے مُعاملے میں صَبْر کی کمی کا مُظاہَرہ کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ناپسندیدگی کا خیر کے ساتھ اور پسندیدگی کا شَر کے ساتھ قرآن میں کچھ یوں تذکرہ فرمایا ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حَق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حَق میں بُری ہو۔ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

صبر کی حد یعنی اس کی اِبْتِدا اِخْلَاص کی اِبْتِدا کی طرح فَرْض ہے۔

صبر ایک حیلہ ہے

جس کے پاس کوئی حیلہ نہ ہو صَبْر اس کے لیے حیلہ ہے، کیونکہ جب آپ کا مُعاملہ کسی دوسرے کے ہاتھ

میں ہو تو صَبر کے سِوا کوئی چارہ نہیں اور اسی طرح اگر آپ کسی شے کے مُحتاج ہوں مگر وہ تھوڑی کرکے آپ کو ملے تو اس صُورَت میں بھی صَبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ورنہ یہ تھوڑی مِقدار بھی خَتم ہوسکتی ہے۔

صبر کی کمی کی وجوہات

صَبر کی کمی کی اَصل وجہ یہ ہے کہ بندہ جس ہستی کے لیے صَبر کرتا ہے اس سے ملنے والی بہترین جزا پر اس کا یقین کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کا یہ یقین مَضبُوط ہو کہ اسے آخِرَت میں ملنے والا اَجر و ثواب بہُت جَلْد ملنے والا ہے کیونکہ جس ہستی نے یہ وعدہ فرمایا ہے وہ اپنے وعدے میں سچّی ہے تو اس عَطاو بخشش پر قَوِی اِعْتِماد کے سَبَب اس کا صبر عُمدہ ہو جائے۔

صبر کی وجوہات

بندہ صِرف دو۲ صُورَتوں میں صبر کرتا ہے:

۞ (صَبر پر ملنے والے) اجر و ثواب کے مُشاہَدے کے سَبَب۔ اس کا دَرَجہ دونوں صورتوں میں کم تر ہے اور یہ مومنین کا حال جبکہ اَصحابِ یمین کا مَقام ہے۔

۞ (صبر پر) اَجَر و ثواب دینے والی ہستی کی جانِب دیکھنے کے سَبَب۔ یہ اَصحابِ یقین کا حال اور مُقرّبین کا مَقام ہے۔

پس جس نے جزا کا مُشاہَدہ کیا تو وہ ضَرور صَبر کرے گا اور جس نے جزا دینے والے کی جانِب دیکھا تو اس کا یہ دیکھنا اسے صَبر پر آمادہ کر دے گا۔

عارِفین کی نظر میں صبر کے درجات

بعض عارِفین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کی نظر میں صَبر کے تین۳ دَرَجات ہیں اور یہ دَرَجات تین۳ قسم کے مَقام والے لوگوں میں پائے جاتے ہیں: ﴿1﴾ شِکوہ نہ کرنا، یہ تائبین کا دَرَجہ ہے۔

﴿2﴾ تقدیر میں جو لکھ دیا گیا ہے اس پر راضی رہنا، یہ زاہِدین کا دَرَجہ ہے۔

﴿3﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس حال میں رکھے اسے پسند کرنا، یہ صادِقین کا دَرَجہ ہے۔

صبر کی تین۳ قسمیں

مُتَقَدِّمِیْن سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین نے صَبْر کی تین۳ قسمیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی اور دیگر بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے مَرْوِی ہے کہ صَبْر کی تین۳ قسمیں ہیں: ﴿1﴾ مَعْصِیَّت سے (بچنے پر) صبر کرنا ﴿2﴾ طاعَت پر صبر کرنا اور ﴿3﴾ مَصَائِب میں صبر کرنا۔ جبکہ ان تینوں میں اَفضل پہلی قسم ہے۔ ابھی تک ہم نے صَبْر کے جس قَدْر مَفاہیم کو ذِکْر کیا ہے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کی بیان کردہ یہ اَقسام سب کو شامل ہیں۔ چنانچہ اسے مُجْمَل بیان کرنا ہو تو کچھ یوں کہہ سکتے ہیں کہ صَبْر فَرْض بھی ہے اور فضیلت کا باعث بھی اور یہ بات مَعْرِفَتِ اَحْکام سے ہی جانی جا سکتی ہے۔ لٰہذا جب بھی کوئی مُعامَلہ درپیش ہو تو اس (کو بجالانے) پر یا اس سے (بچنے پر) صبر کرنا فَرْض ہوتا ہے مگر جو مُعامَلہ مُسْتَحَب ہو اور اس میں ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کے کرنے پر صَبْر کرنا یا اس سے بچنے میں صَبْر کرنا باعِثِ فضیلت ہے۔

برداشت حقیقی صبر نہیں

برداشت حقیقی صَبْر نہیں بلکہ یہ تو ایک مُجاہَدہ ہے جو نفس کو صَبْر پر اُبھارتا ہے اور اسے اس کی ترغیب دِلاتا ہے، مُراد یہ ہے کہ یہ توصَبْر کے حُصُول کے لیے مَحْض کوشِش کرنا ہے جبکہ صَبْر کرنے والے کے لیے بتکلّف صَبْر کی کوشِش کرنا بتکلّف زُہْد اپنانے یعنی زُہْد کے حُصُول کے لیے زُہْد کے اَسباب پر عَمَل کرنے کے مُتَرَادِف ہے۔

نفس کی کراہت صبر کے منافی نہیں

صَبْر، صَبْر کے وَصْف سے ہی ثابِت ہوتا ہے اور یہ ایک مَقام ہے۔ نَفْس کی کراہت بندے کو صَبْر کی حُدُود سے خارِج کرتی ہے نہ درد و اَلَم کے پائے جانے پر بندہ صَبْر کی حُدود سے خارِج ہوتا ہے، بلکہ وہ پھر بھی صابِر ہی رہتا ہے کیونکہ یہ بَشَرِی اَوصاف ہیں جو صبر کے مُنافی نہیں۔ البتہ! بندے کی حالَت یہ ہونی چاہئے کہ اس کی زبان پر شِکوہ آئے نہ وہ اپنے آقا کے حُکْم پر کسی قسم کی ناراضی کا اِظْہار کرے کیونکہ ان دونوں باتوں کا نہ ہونا رضا اور تَوَکُّل کی حقیقت ہے اور یہ دونوں یقین کے اعلیٰ مَقامات ہیں۔

صبر کی حُدود سے خُروج

مَراتبِ یقین کے فُقدان سے بندہ صبر کی حُدُود سے خارِج نہیں ہوتا بلکہ جو چیزیں بندے کو صبر کی حُدُود سے خارِج کرتی ہیں وہ صبر کی ضِد ہیں: یعنی ۞ جَزَع فَزَع کا مُظاہرہ ۞ عِلْم کی حُدُود سے تجاوُز ۞ اَحکامِ باری تعالیٰ پر ناراضی کا اِظہار ۞ شِکوہ وشِکایت کی کَثرت اور ۞ اِظہارِ مَذمّت۔

صبر کیسے کیا جائے؟

صَبر کی کوشش کرنے پر نفس کا رِیاضت کرنا بتکلّف صَبر کرنے والوں کا مَقام اور کمزور مُریدوں کا حال ہے، کیونکہ جب نَفْسِ اَمّارہ آپ کو فُضول شہوات کی جانِب مائل کرے یا بُری عادات اپنانے کے لیے آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کو چاہئے کہ اسے ہر قسم کی خواہش کی تکمیل سے روکیں تاکہ حاجَت سے روکنا اور ضَروری خواہشات کا نہ پایا جانا غیر ضَروری خواہشات کے مُطالَبے سے بھی نَفْس کو باز رکھے، پس جب آپ نَفْس کو اس کی حاجَت پوری نہ کرنے پر راضی کرلیں گے، صَبر کی کوشش کے ذریعے اسے اس کی جائز و پسندیدہ شے سے روک دیں گے تو یہ آپ کی خاطِر فُضُول شہوت سے منہ موڑ کر صَبر پر آمادہ ہو جائے گا اور جَلْد حاصِل ہونے والی کسی مُباح شے کے عِوَض شہوت کو چھوڑ دے گا اور اس طرح اس کا شُمار بھی صابِرین میں ہونے لگے گا کیونکہ آپ نے اسے فاقہ پانے سے روکا، نیز یہ غذائی حاجَت پانے میں طَمَع رکھتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کو بھی چھوڑ دے گا۔ سرکش نُفُوس کی رِیاضَت و مشق (یعنی سرکش نُفُوس پر قابو پانے) کا یہ سب سے بڑا دروازہ ہے اور اس میں ان بتکلّف صبر کرنے والوں میں سے قَوِی لوگوں کے لیے فضیلت ہے جن کے نُفُوس صبر اور نَماز پر لَبَّیک کہتے ہیں نہ بھوک اور پیاس سے مُطِیع وفرمانبردار ہوتے ہیں۔

البتہ! تیسرے طبقہ کے کمزور لوگ جو پہلے ۲ طبقوں یعنی صَوم و صَلاۃ کے پابند لوگوں میں سے ہیں نہ ان مذکورہ نفس کو قابو کرنے والے لوگوں میں سے، بلکہ یہ لوگ جس طرح اپنے نُفُوس کو شہوت سے روکنے پر صَبر نہیں کرسکتے اسی طرح نفس کو اس کی حاجَت پوری کرنے سے روکنے کی کوشش پر بھی صبر نہیں کرسکتے۔ ان لوگوں کی اپنے نُفُوس کے لیے رِیاضَت یہ ہے کہ یہ انہیں حَلال کے ذریعے ہر قسم کی حَرام شے سے اور مُعتَدِل

خواہش کے ذریعے ہر مُہلِک خواہش سے روک دیں تاکہ ان کے نُفُوس حرام اشیا سے رُک جائیں اور ان کی مُہلِک خواہشات خَتْم ہو جائیں کہ اسی طریقہ سے ان کمزور لوگوں کے نُفُوس مطمئن ہو سکتے ہیں۔

صبر و شکر میں فرق

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس بات میں اِخْتِلاف ہے کہ صَبْر و شُکْر میں اَفضل کون سا ہے؟ اس لیے کہ ان دونوں مَقامات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔ کیونکہ ہر مَقام میں مختلف طبقات ہیں۔ چنانچہ مُحقِّق اَہْلِ مَعْرِفَت فرماتے ہیں: دو بندے ایک ہی مَقام میں ہم پلّہ نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں سے کسی ایک کا عِلْم، عَمَل، وِجْدان یا مُشاہَدے میں دوسرے سے بَرْتر ہونا ضَروری ہے اگرچہ نِیّت، اِرادہ اور اَصْل ایک ہی ہو۔ اس تفاوُت میں اَفضل وہ ہے جسے مُشاہَدۂ ذات کی دولت نصیب ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں درج ذیل فرامینِ باری تعالیٰ پڑھیے، کیونکہ ﴿ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا۠ (۸۷) (پ۵، النسآء: ۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچّی۔ ﴾

﴿1﴾ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا (پ۲، البقرۃ: ۱۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر ایک کے لیے توَجُّہ کی ایک سَمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔

﴿2﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۠ (۸۴) (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (انداز) پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں درمیانہ و زیادہ قریب کا راستہ مُراد ہے۔

صبر کی مزید فضیلت

کِتاب و سنّت کا ظاہِر صَبْر کی فضیلت پر دَلالَت کرتا ہے۔ چنانچہ کِتابُ اللہ میں صَبْر کی فضیلت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلیل ہے:

یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰، القصص: ۵۴) ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجْر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا۔

پس شُکر گزار کو ایک مرتبہ اَجر دیا جائے گا گویا کہ مَقامِ صَبر مَقامِ خوف کے مُشابہ ہے اور مَقامِ شُکر مَقامِ رِجا کے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حُضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو۲ جنتیں ہیں۔ (پ۲۷، الرحمٰن: ۴۶)

اَہْلِ مَعْرِفَت کا اس بات پر اِتِّفاق ہے کہ خوف رِجا سے اَفضل ہے، جیسا کہ ان کا عِلْم کے عَمَل سے اَفضل ہونے پر اِتِّفاق ہے، لہٰذا صبر مَقامِ خوف کا حال ہے اور صابِر کا حال فضیلت میں اس کے مَقام کے قریب ہے جبکہ شکر مَقامِ رِجا کا حال ہے اور شاکِر کا حال اس کے مَقام کے قریب ہے۔

سنّت میں صَبر کی فضیلت پر وہ حدیثِ پاک دلیل ہے جو ہم نے پہلے بھی ذِکر کی ہے یعنی: تمہیں یقین اور صَبر کی عَزِیمَت میں سے بَہُت کم حصّہ دیا گیا ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ عَطا ہوا اس نے پھر کبھی فوت شدہ مُعامَلات کی پروا نہیں کی۔ (1)

اس حدیثِ پاک میں صَبر کا تذکرہ یقین کے ساتھ ہوا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے معزّز ہے نہ بڑی۔ اَعمال کی بُلندی ہو یا یقین کی رِفعَت اسی کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْهِ السَّلَام کی مُناجات میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی فرمائی: اے اَیُّوب! میں نے خود پر قسم یاد فرمارکھی ہے کہ میں صابِرین پر دیوانِ توبیخ نہ کھولوں گا، وہ پُل صِراط کی حد کو دیکھیں گے نہ میزان کی کمی انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کرے گی، بلکہ ان کا گھر تو دَارُ السَّلَام (یعنی جنّت) ہے۔

صبر کی فضیلت کا ایک مزید بیان

صَبر اِبْتِلا و آزمائش کا حال ہے اور شُکر نِعْمَت کا حال ہے، آزمائش ان دونوں میں اَفضل ہے کیونکہ یہ نَفْس پر گراں ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: صابِروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ (پ۲۳، الزمر: ۱۰)

---

(1) ......جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر، باب جامع فی آداب العالم والمتعلم، ص ۱۷۰، حدیث: ۵۶۳، مختصراً

پس شُکر کرنے والے کو اس کا اَجر اس کے حِساب سے دیا جائے گا کیونکہ ”اِنَّمَا“ وَصف کی تحقیق اور باقی سب کی نَفی کے لیے آتا ہے۔

صبر کے چار ستون

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے صَبر کی تعریف چار مقاماتِ یقین سے کی ہے اور ان چاروں مَقامات کو صَبر کے ایسے سُتُون قرار دیا ہے جن سے وہ ظاہِر ہوتا ہے، چنانچہ ایک طویل رِوایَت میں اِیمان کے مختلف شعبوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: صبر کے چار سُتُون ہیں: ﴿1﴾۔۔۔شوق ﴿2﴾۔۔۔ڈر اور خوف ﴿3﴾۔۔۔زُہد اور ﴿4﴾۔۔۔ تَرَقُّب (یعنی اِنتِظار)۔ پس جو آگ سے ڈرا حَرام کاموں کے اِرْتِکاب سے باز رہا اور جسے جنّت کا شوق ہوا وہ خواہشاتِ نفسانیہ کو بھول گیا۔ جس نے دنیا میں زُہد اِختِیار کیا اس پر مصیبتیں آسان ہوگئیں اور جو ہر لمحہ موت کے اِنتِظار میں رہا اس نے نیکیاں کمانے میں جلدی کی۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ان چاروں مَقامات کو صَبر کے اَرکان قرار دیا کیونکہ یہ اسی سے پائے جاتے ہیں اور تمام اَحْوال میں اسی کے محتاج ہیں، نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زُہد کو بھی صَبر کا ہی ایک رُکن قرار دیا ہے۔

صبر و تقوٰی کا باہمی تعلق

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبر کو تقوٰی کا حال قرار دیا اور مُتَّقِین کے دَرَجات بُلَند فرمائے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

﴿1﴾ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ (پ۱۳، یوسف:۹۰) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو پرہیز گاری اور صَبر کرے۔

﴿2﴾ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ (پ۲۶، الحجرات:۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں **اَکْرَم** اور **اَتْقٰی** کے اَلفاظ کا اِستِعمال زیادہ بہتر ہے کیونکہ اِسمِ تفضیل دَرَجات میں فَرق پر دَلالَت کرتا ہے، لہٰذا جو زیادہ پرہیزگار ہو گا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زیادہ عزّت والا ہو گا اور جو اس شے پر زیادہ صَبر کرنے والا ہو گا جو تقویٰ کا باعث بنتی ہے وہ زیادہ مُتقی ہو گا۔

دُخولِ جنّت اور نَجاتِ جہنّم کا سَبَب

صَبر دُخولِ جنّت اور نَجاتِ جہنّم کا سَبَب ہے، کیونکہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: جنّت کو ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور جہنّم کو نفسانی خواہشات سے۔[1] لہٰذا مومِن کو ناپسندیدہ اُمُور پر صَبر کی حاجَت ہے تاکہ جنّت میں داخِل ہو سکے اور نفسانی خواہشات سے بچنے کے لیے بھی اسے صَبر کی ضَرورت ہے تاکہ نارِ جہنّم سے نَجات پا سکے۔

صبر کے شکر سے افضل ہونے کی وُجوہات

صَبر کے شُکر سے اَفضل ہونے کی تین وُجوہات ہیں:

پہلی وجہ

مَقامات دَرَجات کے اِعْتِبار سے اَحْوال سے اعلیٰ ہوتے ہیں اور صَبر وشُکر بسا اَوقات اَحْوال ہوتے ہیں اور بسا اَوقات مَقامات۔ لہٰذا جس کا مَقام صَبر ہو اس کا حال شُکر ہوتا ہے جو کہ اَفضل ہے کیونکہ ایسا شخص صاحِبِ مَقام ہے اور جس کا مَقام شُکر ہو اس کا حال صَبر ہوتا ہے جو شاکِر کے مَقام میں مزید ترقی کا باعث بنتا ہے، لہٰذا صَبر شاکِر کے مَقام میں ترقی کا سَبَب ہے۔

دوسری وجہ

مُقرّبین دَرَجات میں اَصحابِ یمین سے اعلیٰ ہوتے ہیں، لہٰذا صَبر کرنے والے مُقرّبین شکر کرنے والے اَصحابِ یمین سے اور شُکر کرنے والے مُقرّبین صبر کرنے والے اَصحابِ یمین سے اَفضل ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شاکِر و صابِر دونوں مُقرّبین میں سے ہوں تو ان میں سے اَفضل کون ہو گا؟ تو اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دونوں شخص کسی بھی صُورت میں ایک ہی مَقام میں

---

[1] ......مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، ص ۱۵۱۶، حدیث ۲۸۲۲

جَمْع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں لَطائفِ باری تعالیٰ کے مفاہیم پانے کے اِعْتِبار سے یَکْساں نہیں ہو سکتے، جیسا کہ صِفات کی مُشابَہَت کے باوُجُود صَنْعَتِ باری تعالیٰ کی لَطافَت کی بنا پر مُخْتَلِف اشیا کی صُورَتیں یَکْساں نہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے اَفضل وہی ہو گا جو دولَتِ عِرفانِ خُداوندی سے زیادہ مالا مال ہو گا کیونکہ ایسا شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ مَحبَّت رکھنے والا اور اس کے زیادہ قریب ہو گا، نیز اس کا یقین بھی زیادہ قَوِی ہو گا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ تمام اشیا میں یقین سب سے زیادہ معزز ہے۔

تیسری وجہ

جو صَبْر شُکْر کا باعِث بنے اس سے صَبْر کرنا اور جو شُکْر صَبْر کا باعِث بنے اس پر شُکْر کرنا اَفضل ہے۔ اَحْوال کے مُخْتَلِف ہونے کی وجہ سے اس کی صُورَت بھی بدلتی رہتی ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس کی وَضاحَت یہ ہے کہ نفسانی لذّت، عَیْش پَرَسْتی اور آسُودَگی و شادمانی سے صَبْر کرنا اَفضل ہے بشرطیکہ بندے کا حال نِعْمَت والا ہو کیونکہ نِعْمَت اور تَوَنگَرِی سے صَبْر مَعْرِفَت کا ایک مَقام ہے اور یہ اَفضل ہے اس لیے کہ اس میں زُہْد ہے جس کی فضیلت پر اِجماع ہے۔ مگر (حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک فَقْر اور آزمائش و مَصائِب سے زیادہ اَفضل شُکْر ہے بشرطیکہ بندے کا حال مُجاہَدہ واِبْتِلا ہو کہ اس صُورَت میں شُکْر مَعْرِفَت کا ایک مَقام ہے جو کہ اَفضل ہے کیونکہ اس میں رَضا ہے جس کی فضیلت پر سب کا اِتّفاق ہے۔

صابِر کی فضیلت پر استدلال کی چند مزید صورتیں

صَبْر کرنے والا عارِف شُکْر کرنے والے عارِف سے اَفضل ہے کیونکہ صَبْر فَقْر کا اور شُکْر تَوَنگَرِی کا حال ہے، لہٰذا جس نے شُکْر کو معنیٰ کے اِعْتِبار سے صَبْر پر فضیلت دی گویا اس نے تَوَنگَرِی کو فَقْر پر فضیلت دی حالانکہ مُتَقَدِّمِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں بلکہ یہ عُلَمائے دنیا کا طریقہ ہے جنہوں نے اپنے نُفُوس (کو راحت پہنچانے) کے لیے اور مخلوق کو اپنے نفسوں کی جانِب مائل کرنے کے لیے یہ راستہ اِخْتِیار کیا کیونکہ جو شخص تَوَنگَرِی کو فَقْر پر فضیلت دے بیشک وہ رَغْبَت کو زُہْد پر، عِزّت کو ذِلّت پر اور تکبُّر کو تواضُع پر فضیلت دے گا، اس صُورَت میں دنیا میں رَغْبَت رکھنے والے اور غنی لوگ اَہْلِ زُہْد و فَقْر سے اَفضل ہو جائیں

گے اور یہ بات دنیاداروں کو اہلِ آخرت پر فضیلت دینے کا باعث بنے گی (جو دُرُست نہیں)۔ چنانچہ،

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک ہر اِعْتِبار سے صَبْر شُکْر سے اَفضل ہے کیونکہ صَبْر اس شخص کا حال ہے جس کا مَقام اِبْتِلا وآزمائش ہے اور اہلِ اِبْتِلا دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مُشابہ ہوتے ہیں، کیونکہ صبر نفسانی خواہشات سے بہُت دُور، تنگی و تکلیف کے زیادہ قریب، نفس کی ناپسندیدہ باتوں میں بہُت سخت، فِطری طبیعت کے بہُت زیادہ مُخالِف اور مِزاج سے حد دَرَجہ جُدا ہوتا ہے۔ پس جب نفس صَبْر کے ساتھ سُکون پائیں اور وہ ان کے ہاں پایا جانے لگے تو گویا وہ اپنے وَصْف کو چھوڑنے والا اور سُکون میں زیادہ تعجب خیز ہے لہٰذا اس سُکون اور اطمینان کی وجہ سے ان کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے اور وہ باہم ایک دوسرے سے راضی ہیں۔

نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صَبْر کا حکم دیا اور صَبْر میں سَبْقَت لے جانے کے مُتعلّق خُوب مُبالغہ فرما کر اس پر ڈَٹ جانے کی تاکید بھی ذِکْر فرمائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۟ (پ۴، اٰل عمران: ۲۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اے اِیمان والو صَبْر کرو اور صَبْر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ دونوں صُورَتوں میں ڈَٹ جاؤ۔ گویا کہ یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں صبر کے مفہوم کے مُتعلّق ایک ہی مَقام پر تین۳ باتیں مذکور ہیں جو اس بات پر دلیل ہے کہ صَبْر کس قدْر عظَمت والا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس سے کس قدْر محبَّت ہے۔ چنانچہ جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ **شعائرُ اللہ** کی سب سے زیادہ تعظیم بجالانے والا ہو گا اور جو **شعائرُ اللہ** کی تعظیم بجالاتا ہے وہ سب سے زیادہ متّقی ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو وہ سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزّت والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** کے نِشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دِلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

دوسرے مَقام پر ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** کے یہاں تم میں زیادہ

(پ۲۶، الحجرات: ۱۳) عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

صبر ان اُولُو الْعَزم رسولوں کا مقام ہے جن کی پیروی کرنے کا حکمِ مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیا گیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی وجہ سے اپنے بندے پر فخر کا اِظہار ان اَلفاظ میں فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صبر کرو جیسا ہمّت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (پ۲۶، الاحقاف: ۳۵)

(اس لیے کہ) دین میں عَزیمت پر عَمَل رُخصت پر عَمَل سے زیادہ بہتر ہے (اور ان اُولُو الْعَزم رسولوں نے رُخصت کے بجائے عَزیمت پر عَمَل کیا)۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سَیِّدُنا حبیب بن ابی ثابت رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا مُسلِم بطین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِین سے عَرض کی گئی: صَبر اَفضل ہے یا شُکر؟ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: صَبر وشُکر اور عافیت ہمیں (تینوں چیزیں) بہُت پسند ہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: (تو خوشی سناؤ میرے) ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (پ۲۳، الزمر: ۱۸)

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنقُول ہے کہ یہاں مُراد سختیاں اور عزائم ہیں کیونکہ دنیا کی حَلال چیزوں کا مُباح ہونا اچھّا ہے مگر ان میں زُہد اِختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

صبر عزائم میں سے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صَبر کو عَزائِم میں شُمار فرمایا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

---

[1] .... عَزیمت کا لُغوی معنیٰ ہے نہایت پختہ اِرادہ اور اِصطِلاح میں اس سے مُرادوہ اَحکام ہیں جو ہم پر اِبتداءً لازِم ہوں یعنی عَوارِض کی طرف نظر کئے بغیر فی نفسہٖ وہ ہم پر لازِم ہوں۔ جیسے مطلقاً روزے کا حکم عَزیمت ہے۔ جبکہ رُخصت عَزیمت کے مُقابل ہے اس کا لُغوی معنیٰ سہُولت و آسانی ہے اور اِصطِلاحاً اس سے مُراد مکلَّف میں کسی عُذر کے پائے جانے کی وجہ سے مُشکِل کام کو آسانی کی طرف پھیرنا ہے۔ مثلاً ماہِ رمضان میں بیمار یا مُسافِر کو رُخصت ہے کہ ابھی روزے تَرْک کردے اور بعد میں رکھ لے۔ (تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ، ص۱۰۹ ملتقطاً)

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمّت کا کام ہے۔

مخلوق کا شکر میں شریک ہونا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکْر میں اپنے بندوں کو بھی شریک کیا مگر صَبْر کو اپنے لیے خاص رکھا، لہٰذا معلوم ہوا جو شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے خاص ہو وہ اس شے سے اعلیٰ و بَرتَر ہو گی جو بندوں کے ساتھ مُشْتَرَک ہے۔ چنانچہ شُکْر کے مُتعلِّق اِرشَاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ (پ ۲۱، لقمان: ۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے اِرشَاد فرمایا: جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شُکْر ادا نہیں کیا۔[1] مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب صَبْر کا تذکرہ فرمایا تو مخلوق میں سے کسی کو بھی اس میں شریک نہ کیا۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (پ ۲۷، الطور: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو۔

صبر و شکر کا باہمی تعلق

شُکْر صَبْر میں داخِل ہے اور صَبْر شُکْر کا جامِع ہے کیونکہ جو شخص صَبْر کرتا ہے اس طرح کہ وہ کسی نِعْمَت کو پا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتا تو گویا اس نے اس نِعْمَت کا شُکْر ادا کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طَاعَت کی اور اپنے نَفْس کو طَاعَت شِعَاری کا پابند بنایا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت کا شُکْر ادا کیا۔

شاکر دولت مند اور صابر فقیر میں سے افضل کون؟

حضرت سَیِّدُنا جنید بَغْدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے شاکِر دولت مند اور صابِر فقیر کے مُتعلِّق عَرض کی گئی کہ ان دونوں میں سے اَفضل کون ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: دولت مند شخص کی تعریف

---

[1] ......ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، ۳/۳۸۴، حدیث: ۱۹۶۲

اس کے پاس کچھ ہونے کی وجہ سے ہے نہ فقیر کی تعریف اس کے پاس کچھ نہ ہونے کی وجہ سے، بلکہ دونوں کی تعریف ان شُروط کے پُورا کرنے کی بنا پر ہے جو ان پر لازِم ہیں۔ چنانچہ امیر شخص کے لیے یہ بات شَرْط ہے کہ وہ صِرف انہی اشیا سے اپنا تعلّق رکھے جو اس کے لیے مُناسِب ہیں اور انہی اشیا سے لطف اندوز ہو جبکہ فقیر کے لیے یہ شَرْط ہے کہ وہ ان اشیا کو اِختیار کرے جو اس کے لیے دُکھ دَرْد اور رَنج و غَم کا باعث ہوں۔ لہٰذا جب یہ دونوں رضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے اپنی اپنی شُروط پر قائم ہوں جو ان پر لازِم ہیں تو دُکھ درد کا مارا شخص اپنے حال کے اِعْتِبار سے مال اور نعمتوں سے لُطف اندوز ہونے والے شخص سے بہتر ہے۔

ولیٔ کامِل کی بددعا

حضرت ابو العبّاس بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح نے حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی کے اس قول کی مُخالَفَت کی (یعنی غنی کو فقیر پر ترجیح دی) تو کہا جاتا ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انہیں بددعا دی جس کے سَبَب وہ آزمائش میں مبتلا ہو گئے، ان کی اولاد قتْل کر دی گئی، مال برباد ہو گیا اور عَقْل بھی جاتی رہی، 14 سال تک یہ کیفیّت رہی۔ چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے کہ میری یہ حالَت حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی کی بدْ دُعا کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پھر آپ نے اپنے غنی کو فقیر پر فضیلت دینے والے قول سے رُجُوع کر لیا اور فقیر کو فضل و شَرَف والا قرار دینے لگے۔

ہماری اور نفس کی آزمائش

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: تم میں سب سے زیادہ اپنے نَفْس کو پہچاننے والا شخص وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اس بات کو پہچانتا ہے کہ وہ نَفْس کی جانِب سے کس آزمائش میں مبتلا ہو گا اور اس کا نَفْس اس کی جانِب سے کس آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ چنانچہ ہمارے لیے سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ ہمیں نفس کی مَحبَّت سے آزمایا گیا ہے اور ہمارے نَفْس کو ہمارا دشمن بنا کر آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ پس اس شخص سے بڑھ کر اَفضل کون ہو گا جسے اپنے دشمن (یعنی نَفْس) سے مُجاہَدہ کرنے پر صَبْر کا دامَن تھامنا پڑے؟ نیز وہ (یعنی بندے کا نَفْس) اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بھی دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ صِفاتِ باری تعالیٰ کا بھی مُخالِف ہو اور اس سے بڑھ کر سخت آزمائش بھی کیا ہو گی کہ نَفْس کو تمہاری

عَداوَت سے آزمایا گیا ہو اور تمہیں اس کی مَحبّت سے۔ پھر تم اس کی مَحبّت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت کی خاطِر چھوڑ دو اور نَفْس کی دشمنی پر صَبْر کا مُظاہَرہ کرو اس طرح کہ رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے ہمیشہ نَفْس سے مُجاہَدہ کرتے رہو کہ یہی سب سے بہتر اور اَفضل طریقہ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کَرم، بہترین عِنایت اور دائمی کَرَم کے بغیر اس کے حُصُول کا کوئی دوسرا ذریعہ و راستہ بھی نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدد کے بغیر نیکی کرنے کی توفیق مل سکتی ہے نہ بُرائی سے بچنے کی کوئی قوّت اور نہ صَبْر کی دولت۔

افضل کون آزمائش والا یا انعام والا؟

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ دو۲ بندوں میں سے ایک پر آزمائش آئی تو اس نے صبر کیا اور دوسرے کو انعام سے نوازا گیا تو اس نے شُکْر ادا کیا، ان دونوں میں افضل کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: دونوں برابر ہیں۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دو۲ بندوں کی ایک جیسی تعریف و توصیف فرمائی جن میں سے ایک صابِر اور دوسرا شاکر ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رُجوع لانے والا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ؕ (پ۲۳، ص:۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رُجوع لانے والا۔

قول کا تعاقب

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ قول کہنے والے عالم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحمت فرمائے اس لیے کہ ایسا اس نے لَطائِفِ اَفہام سے غفلت اور کلام میں تَدَبُّر کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر کہا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی جو تعریف فرمائی ہے وہ حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف کے مُقابِل 13 فضیلتیں زائد رکھتی ہے۔ یعنی (سورہ ص کی آیت نمبر 41 تا 44 میں) بیان کیے گئے اَوصاف میں سے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو صِرف آخری دو۲ میں

شریک کیا گیا ہے جبکہ یہاں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے 13 اَوصاف ذِکْر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ،

قرآنِ کریم سے فضیلت کا ثبوت

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف میں سب سے پہلا کلمہ یہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ یعنی اور یاد کرو۔ یہ کلمہ ایسا ہے جس سے کسی پر فخر کیا جاتا ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کا ذِکْر فخر کرتے ہوئے فرمایا اور انہیں اپنے اس فرمان سے فضل وشَرَف عَطا فرمایا کہ اے میرے محبوب! میرے بندے اَیُّوب کا مصیبتوں پر صَبْر کرنا یاد کیجئے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس مُعاملے میں اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی کا حُکْم دیا۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (پ۲۶، الاحقاف: ۳۵) ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صَبْر کرو جیسا ہمّت والے رسولوں نے صَبْر کیا۔

منقول ہے کہ یہ تمام اُولُو الْعَزم انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام تکالیف و آزمائش والے تھے اور حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام بھی ان میں سے ایک ہیں۔ مثلاً ان کو قینچیوں سے کاٹا گیا اور آروں سے چیرا گیا، یہ 70 انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں اور ایک قول کے مُطابِق یہ صِرف حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا اسحاق اور حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں۔[1] یہ سب بہُت سے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے آباؤ اَجداد ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ (پ۱۶، مریم: ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔

نیز اِرشَاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور

---

[1] ...... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1253 صَفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت (جلد اول) صَفْحہ 54 پر حاشیہ نمبر 3 میں تفسیرِ طبری اور دُرِّ مَنْثُور کے حوالے سے ہے کہ اُولُو الْعَزم انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پانچ ہیں یعنی حضرت سَیِّدُنا نوح، حضرت سَیِّدُنا ابراہیم، حضرت سَیِّدُنا موسیٰ، حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام اور ہمارے پیارے نبی حضرت سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ (پ۲۳، ص:۴۵) اسحاق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں ﴿ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ ﴾ سے مُراد وہ لوگ ہیں جو صاحبِ قُدرَت اور اَہْلِ بصیرت و یقین ہیں۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی ان اُوْلُو الْعَزم انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مَقام تک رِفْعَت عطا فرمائی اور انہیں ان کے ساتھ شامل کرتے ہوئے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تسلی کا ذریعہ بنایا۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کے تذکرے سے نصیحت فرمائی اور ان کا مَصَائِب پر صَبْر کرنا یاد دلایا۔ چنانچہ ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ کے بعد اِرشاد فرمایا: ﴿ عَبْدَنَآ ﴾ یعنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خاص اور مُقرّب بندہ قرار دیا۔ اس طرح اپنی نِسْبَت عطا فرما کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو دیگر اہلِ اِبْتِلا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے گروہ میں شامل فرمادیا کہ جن کے مُتعلّق یوں اِرشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو۔ (پ۲۳، ص:۴۵)

یہ تینوں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ایسے ہیں جن کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام پر فخر فرمایا اور ان کی اَولاد میں سے بہُت سے اَصْفِیَا پیدا فرمائے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان قابلِ فخر انبیائے کِرام کے ساتھ ﴿ وَاذْكُرْ ﴾ کا لَفْظ ذِکْر فرما کر تعریف میں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی شامل فرمادیا۔ پھر ایک مَقام پر ان کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ (پ۱۷، الانبیآء:۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔

مُراد یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام صِرف اپنے رب کی رِضا کے حُصُول کے لیے اس کی بارگاہ میں کچھ یوں عَرض گزار ہوئے:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا ہے۔ (پ۱۷، الانبیآء:۸۳)

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات کا تذکرہ فرمایا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

چونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلام پر اپنی رحمت کے اَوصاف کو ظاہِر فرمایا تھا اس لیے آپ عَلَیْہِ السَّلام نے اس صِفَتِ باری تعالیٰ سے راحَت پائی اور اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو اسی صِفَت سے پکارتے ہوئے مَدَد طَلَب فرمائی۔ چنانچہ اس صُورَت میں آپ عَلَیْہِ السَّلام کا مَقام حضرت سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سَیِّدُنا یُونُس عَلَیْہِمَا السَّلام کے مَقام کے مُشابِہ ہے، کیونکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام نے بارگاہِ خُداوندی میں عَرض کی تھی:

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رُجوع لایا۔

حضرت سَیِّدُنا یُونُس عَلَیْہِ السَّلام کی پکار کو کچھ یوں ذِکْر فرمایا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ﴿۸۷﴾ (پ ۱۷، الانبیآء: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا یہ وَصف ذِکْر فرمایا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلام کی دُعا قبول ہوئی اور آخر کار آپ کی تمام تکالیف دُور ہو گئیں۔ اس طرح آپ عَلَیْہِ السَّلام کی یہ دُعا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کے نَفاذ کا سَبَب، اس کی حِکْمَت کے جارِی ہونے کا مَکان اور دُعاؤں کے دروازے کھولنے کا ذریعہ بنی۔

پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلام کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ (پ ۲۳، ص: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عَطا فرمادیئے۔

یعنی یہاں آپ عَلَیْہِ السَّلام کی ایسی صِفَت ذِکْر فرمائی جو حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلام کے اَوصاف سے زائد تھی۔ کیونکہ جسے اَہل عَطا فرمائے جائیں اور جو خود اہل میں سے ہو دونوں کی تعریف میں فَرْق ہے۔ اس لیے کہ حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلام کے مُتعلِّق کچھ اس طرح اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ (پ ۲۳، ص: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے داود کو سلیمان عَطا فرمایا۔

اس مُعامَلے میں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلام پر فضیلت ایسے ہی ہے جو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کو حضرت سَیِّدُنا ہارون عَلَیْہِ السَّلام پر تھی۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کی تعریف بھی مذکورہ اَلفاظ میں فرمائی اور انہیں حضرت سَیِّدُنا ہارون عَلَیْہِ السَّلام پر فضیلت

دی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ (پ۱۶، مریم: ۵۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (نبی)۔

جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف میں فرمایا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ (پ۲۳، ص: ۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے داود کو سلیمان عطا فرمایا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کا بھائی عطا فرمایا جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا عطا فرمایا۔ فَخْر و مُباہاۃ اور تذکرہ کے اِعْتِبار سے یوں حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کا مَقام حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مَقام کی مِثْل ہے۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ (پ۲۳، ص: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داود کو یاد کرو۔

اور حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلّق اِرشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ (پ۲۳، ص: ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔

پس حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کو مفہوم کے اِعْتِبار سے حضرت سَیِّدُنا داود و موسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام سے تشبیہ دی گئی اور انہیں ان جیسا مَقام عطا فرمایا گیا اور چونکہ یہ دونوں پیغمبر حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے افضل ہیں لہٰذا حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کا حال حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے حال سے اعلیٰ ہو گا۔

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارے دل میں جو بات ڈالی گئی ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب حقیقت میں ان میں سے اَفضل کون ہے یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

پھر اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلّق مزید اِرشاد فرمایا:

رَحْمَةً مِّنَّا (پ۲۳، ص: ۴۳) ترجمۂ کنز الایمان: اپنی رحمت کرنے کو۔

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اپنے بندے کی شَرافت و عَظَمت کا تذکرہ فرمایا اور اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝۴۳ (پ۲۳، ص:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور عَقل مندوں کی نصیحت کو۔

یعنی حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو عَقل مندوں کا اِمام، اَہْلِ صبر و اِبْتِلا کا رہنما اور اَصْفِیا کے لیے دکھ درد میں نصیحت اور تسلّی قرار دیا۔ پھر اِرشاد فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں دوسری مرتبہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے اپنی ذات کا ذِکْر فرمایا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے نام کو مَحبَّت اور قُرب کی بِنا پر اپنے نام کے ساتھ ملا کر ذِکْر فرمایا۔ نیز اس آیتِ مُبارکہ میں ﴿ صَابِرًا ﴾ سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے صَبْر کی صِفَت کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کا ذِکْر کرتے ہوئے ان کے قَوِی مقام و مرتبے کا اِظْہار فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ حَمیدہ سے مُزَیَّن ہیں۔

پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں اِرشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۴۴ (پ۲۳، ص:۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہُت رُجوع لانے والا ہے۔

یہی وہ دونوں اَوصاف ہیں جن میں سے ایک سے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف کی اِبْتِدا ہوئی اور دوسرے پر اِخْتِتام۔ چنانچہ یہی وہ دونوں اَوصاف ہیں جن میں حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے اَوصاف میں شریک کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ ابھی جس قَدْر اَوصاف حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے ذِکْر کیے گئے ہیں وہ ان میں فضیلت رکھتے ہیں اور ان میں سے کوئی وصف حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے بیان نہیں ہوا۔ چنانچہ اہلِ فہم و دانش کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ﴾ سے لے کر ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۴۴ ﴾ تک نظر آنے والا فَرق بہُت واضح ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کا پہلا وَصْف یہ ذِکْر کیا گیا کہ وہ اپنے والِدِ ماجِد حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ

السَّلَام کو عطا فرمائے گئے اس صُورت میں تو یہ حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کا وَصف بنا اور باقی رہا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان: ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ تو یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پہلے اور آخری وَصف پر مُشْتَمِل ہے جبکہ یہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کا سب سے آخری وَصف ذِکر کیا گیا ہے۔

احادیث سے فضیلت کا ثبوت

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے اَفضل ہونے پر اَحادِیث بھی شاہِد ہیں۔ چنانچہ) مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحِبِ لَوْلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اپنی سَلْطَنَت کی وجہ سے جنّت میں داخِل ہونے والے سب سے آخری نبی سلیمان بن داود ہوں گے اور مال و دولت کی بنا پر میرے صحابہ میں سب سے آخِر میں عبد الرحمٰن بن عوف جنّت میں داخِل ہوں گے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ سلیمان بن داود تمام انبیا سے 40 سال بعد جنّت میں داخِل ہوں گے۔[2] نیز روایات میں یہ بھی ہے کہ جنّت میں سب سے پہلے اہلِ اِبْتِلا و آزمائش داخِل ہوں گے جن کے اِمام حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام ہوں گے، جنّت کے تمام دروازوں کے دُو دُو کواڑ ہیں مگر صبر کے دروازے کا ایک ہی کواڑ ہے اور اس سے سب سے پہلے اہلِ اِبْتِلا ہی داخِل ہوں گے۔

اہلِ ابتلا کے سردار

مذکورہ روایات کے عُموم سے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت ظاہِر ہے کیونکہ وہ اہلِ اِبْتِلا کے سردار اور عَقْل والوں کے لیے عِبرَت و نصیحت کا باعث ہیں۔ نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام دکھ درد اور صَبْر والوں کے اِمام بھی ہیں۔

مقصود فضیلت بیان کرنا نہیں

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارا مَقْصُود یہاں انبیائے

---

[1]......معجم اوسط، ۳/ ۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲، دون: آخر اصحابی دخولاً الجنة عبد الرحمن بن عوف
مسند بزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، ۱۳/ ۳۶۰، حدیث: ۷۰۰۳، فیہ: ان اول من یدخل الجنة . . . ابن عوف

[2]......معجم اوسط، ۳/ ۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲

کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے درمیان فضیلت بیان کرنا نہیں، اس لیے کہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نِشان ہے: انبیا کے درمیان باہَم فضیلت قائم نہ کرو۔[1] مگر **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے چونکہ ہمیں یہ خَبَر دی ہے کہ اس نے بعض انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو بعض پر فضیلت عَطا فرمائی ہے لہٰذا ہم نے قرآنِ کریم میں مَوجُود مَخْفِی فضیلت کو ظاہِر کر دیا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۵۵)

ہم نے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت سَیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام پر فضیلت میں جو باطِنی اَوصاف ذِکْر کیے ہیں وہ ہمیں فَہمِ خِطاب اور مَعانیِ کلام میں تدبُّر سے حاصِل ہوئے، مگر یاد رکھئے کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کا عِلْم ہر شے سے مُقَدَّم ہے اور وہی سب سے بہتر جاننے والا اور حِکْمت والا ہے۔

وجہِ استنباط

ہم نے مذکورہ اِسْتِنْبَاط سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان پر عَمَل کرتے ہوئے کیا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: قرآن پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔[2]

حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کے علاوہ اِسْتِنْبَاط کی درج ذیل چند مزید وُجوہات بھی ہیں:

- ✿ اہلِ صبر واِبْتِلا کی عزّت کے لیے ✿ ان کے دلوں کی تقویت کے لیے
- ✿ ان پر کامل انعاماتِ باری تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے لیے
- ✿ مَخْفِی نعمتوں کے اِظْہار کے لیے ✿ کلام کی لَطافتوں سے آگاہ کرنے کے لیے

---

[1] ......مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیہ السلام، ص ۱۲۹۱، حدیث: ۲۳۷۳

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی اعراب القرآن، ۷/۱۵۰، حدیث: ۱، اقرؤوا بدلہ اعربوا

✿ دنیا و نَفْس کے مُعامَلے میں زُہد اِختیار کرنے کے لیے

✿ آخِرت اور صَبر کے مُعامَلے میں رَغبت دِلانے کے لیے

✿ دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے مُشابہ اہلِ ابتلا کے طریقے کی فضیلت بیان کرنے کے لیے۔

مذکورہ بحث کا ماحصل

پس مذکورہ تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مرضی پر سرِ تسلیم خم کر دینے، اس کے حُکم پر راضی رہنے اور آزمائش پر صَبر کرنے والے کو اس شخص پر فضیلت حاصِل ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نعمتوں سے نوازا ہو اور وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا بھی ہو۔ اس لیے کہ نعمتیں طبیعت کے مُناسِب اور نَفْس کے مُوافِق ہوتی ہیں ان کی وجہ سے نَفْس کو مَشَقَّت کر کے صبر نہیں کرنا پڑتا اور نہ نَفْس کو اس مَشَقَّت پر راضی کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اِبْتِلا و آزمائش طبیعت کے مُخالِف اور اس پر گراں ہوتی ہے اور نَفْس کو اس پر راضی کرنے اور اس پر مَشَقَّت اُٹھانے کی بھی حاجَت پڑتی ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جو چیز نَفْس کو ناپسند ہو وہ بہتر اور اَفضل ہوتی ہے مگر اس کے حُصُول کی کوئی راہ نہیں ہوتی ہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے سکینہ کی دولت نصیب ہو تو اس شے کو حاصِل کرنا ممکن ہوتا ہے اور اگر حاصِل نہ ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد اور عِنایَت کے ساتھ ہی اس پر صَبر مُمکن ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صَبر کرو اور تمہارا صَبر **اللہ** ہی کی توفیق سے ہے۔ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

مقاماتِ یقین میں سے تیسرا مقام

مقامِ شُکر کی شَرح اور شاکِرین کے اَوصاف

شکر اور ایمان کا باہمی تعلق

فرمانِ باری تعالٰی ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ (پ ۵، النساء: ۱۴۷) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کو اِیمان کے ساتھ ذِکْر فرمایا ہے اور ان دونوں کی مَوجُودَگی میں عَذاب اُٹھانے کی نوید سنائی ہے۔ جبکہ ایک مَقام پر شُکر کرنے والوں کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صِلہ عَطا کریں۔

شُکر کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: کھا کر شُکر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صَبْر کرنے والے کی طرح ہے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: شُکر نِصفِ اِیمان ہے۔[2]

شکر اور ذکرِ باری تعالٰی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کا حُکْم دیا مگر اسے اپنے ذِکْر کے ساتھ مِلا کر کچھ یوں اِرشاد فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۴۳، ۴/۲۱۹، حدیث: ۲۴۹۴

[2] ......کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۹۳، حدیث: ۵۷، قول عامر بن شراحیل الشعبی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چونکہ اپنے فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (پ ۲۱، العنکبوت:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک اللہ کا ذِکر سب سے بڑا۔ ﴾ میں اپنے ذِکر کو جو عَظَمت عطا فرمائی ہے وہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ذِکر کے ساتھ شُکر کے تذکرے کی وجہ سے شُکر کو بھی حاصِل ہو گی تاکہ وہ بھی سب سے بڑا ہو۔

شکر کی فضیلت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں کی طرف سے شُکر پر راضی ہونا اس کے بے اِنتِہا کَرَم کی وجہ سے ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو۔

یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں شُکر کی عَظَمت بیان کی گئی ہے۔ نیز اس آیتِ مُبارَکہ کا تعلّق پہلے والی آیتِ مُبارَکہ سے ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۱، ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تِلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کِتاب اور پختہ عِلم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں عِلم نہ تھا تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو۔

مُراد یہ ہے کہ جیسے ہم نے تم میں رسول بھیجا ہے اس پر میرا حق مانو اور شُکر ادا کرو۔ [1]

حضرت سَیِّدُنا ایُّوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی رِوایات میں سے ایک طویل رِوایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی: میں اپنے اَوْلیا کے شُکر بجالانے پر بطورِ صِلہ ان سے راضی ہو جاتا ہوں۔

---

[1] ....اس مَقام پر ایک خالِص عِلمی بحث کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ البتہ! اہلِ ذوق کی سُہُولَت کے لیے اَصل عِبارت کِتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔

صراطِ مستقیم سے مراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (پ۸، الاعراف: ۱۶)

ایک قول کے مُطابِق اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ یہاں شُکر کا راستہ مُراد ہے۔ اس لیے کہ اگر شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچانے اور اس کے قریب کرنے والا راستہ نہ ہوتا تو شیطان کبھی اسے کاٹنے کا اِرادہ نہ کرتا۔ اسی طرح اگر شُکر کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب نہ ہوتا تو اِبلیس لَعین کبھی اس کی راہ میں حائل ہو کر اس کے مَقام و مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش نہ کرتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآنِ کریم میں ہے:

﴿1﴾ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور تو ان میں اکثر کو شُکر گزار نہ پائے گا۔ (پ۸، الاعراف: ۱۷)

﴿2﴾ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شُکر والے۔ (پ۲۲، سبا: ۱۳)

﴿3﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔ (پ۲۲، سبا: ۲۰)

شکر پر انعام کی زیادتی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر پر مزید اِنعام کا قطعی وعدہ فرمایا ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اِستِثْنا نہیں فرمایا، البتہ! پانچ چیزیں شُکر پر زیادتی سے مستثنیٰ ہیں یعنی غِنا، دُعا کی قبولیَّت، رِزْق، مَغْفِرَت اور توبہ۔ چنانچہ ان پانچوں کے مُتعلّق قرآنِ کریم میں مختلف مَقامات پر کچھ یوں اِرشاد ہوتا ہے:

﴿1﴾ فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ط ترجمۂ کنز الایمان: تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے۔ (پ۱۰، التوبہ: ۲۸)

﴿2﴾ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ ترجمۂ کنز الایمان: تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھا لے۔ (پ۷، الانعام: ۴۱)

﴿3﴾ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: جسے چاہے دے۔

﴿4﴾ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ (پ۶، المائدہ: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور بخشتا ہے جسے چاہے۔

﴿5﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ (پ۱۰، التوبہ: ۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کے وَقت بغیر کسی اِستِثْنا کے زِیادَتی کی مُہر لگادی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

شاکِر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مزید اِحسانات کی بارِش ہوتی ہے مگر شَکُور (یعنی بہُت زیادہ شُکر ادا کرنے والا) پر اس کَرَم نوازی کی کوئی حَد نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی نِعْمَت پر بھی کثیر شُکر ادا کرتا ہے اور ایک ہی نِعْمَت کے حُصُول پر بار بار اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی حَمد وثنا کے ساتھ ساتھ شُکر بھی بجالاتا ہے۔

نعمت کی زیادَتی سے مُراد

شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ کریمانہ میں سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے اَسمائے حُسنیٰ میں سے ایک اِسْم قرار دیا ہے۔ نِعْمَت کی زِیادَتی مُنْعِم پر ہے کہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ چنانچہ سب سے اَفضل نعمت کی زِیادَتی حُسنِ یقین اور اَوصافِ باری تعالٰی کا مُشاہَدہ ہے۔ نِعْمَت کی اس زِیادَتی کا آغاز اس مُشاہَدہ سے ہوتا ہے کہ یہ نِعْمَت مُنْعِمِ حقیقی کی طرف سے ہے اور اس کے کَرَم کے بغیر اس کے حُصُول کی کوئی طاقت تھی نہ کوئی قوّت۔ نِعْمَت کی اَوسَط زِیادَتی حال کا دائمی ہونا اور مسلسل عِبادَت کرنا ہے۔ کبھی تو یہ زِیادَتی اَخلاق میں ہوتی ہے اور کبھی عُلُوم میں، کبھی آخِرَت کے مُعامَلات میں ہوتی ہے اور کبھی دنیا کے فِراق میں ثابِت قَدَم رہنے میں۔

جنتیوں کا پہلا اور آخری کلام

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کو جنتیوں کے کلام کا آغاز اور ان کی خواہشات کا اِخْتِتام قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا کہ ان کا پہلا کلام یہ ہو گا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (پ۲۴، الزمر: ۷۴) ترجمۂ کنز الایمان:

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچّا کیا۔ ﴾ اور آخری کلام کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا: ﴿ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۠ ۝۱۰ (پ ۱۱، یونس: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی دُعا کا خاتِمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا (خوبیوں والا) اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ ﴾ اگر شُکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پسندیدہ عَمَل نہ ہوتا تو وہ کبھی اسے ان پر باقی نہ رکھتا۔

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات میں سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وحی کے ذریعے صابِرین کے اَوصاف سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ان کا ٹھکانا دارُ السلام یعنی جنّت ہے، جب وہ اس میں داخِل ہوں گے میں ان کے دلوں میں شُکر اِلہام کروں گا جو کہ بہترین کلام ہے اور جب وہ شُکر ادا کریں گے تو میں ان پر نعمتوں کی زِیادَتی فرماؤں گا اور جب وہ میرے دِیدار کی دولت پائیں گے تو میں ان کی نعمتوں میں اور اِضافہ کر دوں گا۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکَرَم کی اِنتِہا ہے۔

سب سے پہلا شکر

سب سے پہلا شُکر نِعْمت کی پہچان ہے اس طرح کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی مَدد گار۔ کیونکہ اس بات کی نفی خود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی لاریب کِتاب میں فرمائی ہے کہ ہر شے سے پہلے وُہی تھا، اس کے کسی فعل میں کوئی اس کے ساتھ شریک نہ تھا اور نہ کسی شے کی تخلیق میں کوئی اس کا مدد گار تھا۔ کیونکہ ہر قسم کی تنگی وخوشی اس کی جانِب سے نازِل ہوتی ہے اور اسی کا ہر حُکم بندوں پر جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی شریک ومدد گار کی نفی کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ۝۲۲ (پ ۲۲، سبا: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصّہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مدد گار۔

کسی نعمت یا تکلیف کے پہنچنے کے مُتعلّق اِرشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَ مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝۵۳ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے پاس جو نِعْمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی

(پ ۱۴، النحل: ۵۳) طرف پناہ لے جاتے ہو۔

﴿2﴾ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ (پ ۷، الانعام: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تمام نعمتوں کی اِضافَت (یعنی نِسبت) اپنی جانِب کرنے کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں مُختَلِف مقامات پر اِرشَاد فرمایا ہے:

﴿1﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُؕ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے۔

﴿2﴾ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔[1]

دل کا شکر

نِعْمَت میں مُنعِم (یعنی نعمت عطا کرنے والے) کا مُشاہَدہ اور عَطا و بخشش کے وَقت عَطا کرنے والے کے کَرَم کا ظُہُور اس وَقت ہوتا ہے جب آپ اس بات کا یقین کر لیں کہ یہ نِعْمَت اور عَطا و بخشش اسی ذات کی جانِب سے ہے تو یہ دِل کا شُکر ہے کیونکہ اہلِ شُکر کے نزدیک شُکر مَعرِفَتِ قَلْب کا نام ہے، نیز یہ دل کی صِفَت ہے نہ کہ زبان کی۔ دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا اور حکم دیا ہے کہ شُکر ادا کرو اور دُنیاوِی اَمْوال کے بجائے آخِرَت کا زادِ راہ تیار کرو۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ جب زمین میں دفن خزینوں کے مُتَعَلِّق اَحکام نازِل ہوئے تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: ہم کونسا مال اِختیار کریں؟ تو مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......اس کے بعد کچھ عِبارت کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ البتہ! اَصحابِ ذوق کی سُہولت کے لیے اَصل عِبارت کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

اِرشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو ذِکْر کرنے والی زبان اور شُکْر ادا کرنے والا دِل اِختیار کرنا چاہیے۔[1]

شکر کیسے قبول ہو؟

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ آپ دونوں نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے میرے رب! میں کیسے تیرا شُکْر ادا کروں؟ حالانکہ میں ہر لمحے تیرا شُکْر ادا کرتا ہوں جب تو مجھے مزید کسی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔[2] ایک رِوایَت میں ہے کہ اے میرے مولا! تیرا شُکْر بجالانا مجھ پر ایک ایسی نِعْمَت ہے جو مجھ پر تیرا شُکْر بجالانا لازِم کرتی ہے۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وَحی فرمائی: جب تو نے یہ حقیقت جان لی تو یقیناً تو نے میرے شُکْر کا حَق بھی ادا کر دیا۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ جب تو نے اس بات کی حقیقت کو جان لیا کہ ہر قسم کی نِعْمَت میری جانِب سے ہے تو میں تیرے شُکْر سے راضی ہو گیا۔[4]

زبان کے شکر سے مُراد

زبان کے شُکْر سے مُراد ہے:

- اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہترین تعریف کرنا
- حمد و ثنا کی کَثْرت کرنا
- اس کے اِنعام واِکرام کا اِظْہار کرنا
- اس کے فضل واِحسانات کا چرچا کرنا
- مالِک کی شِکایَت اس کی مخلوق سے
- اور بُزُرگ وبَرتر مَعْبُودِ بَرحَق کی شِکایَت اس کے کمزور بندے سے نہ کرنا

خیریت پوچھنے پر کیا کہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۳، حدیث: ۱۸۵۶، بتقدم وتأخر

[2] ......کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص۶۷، حدیث: ۵، ۶، بتغیر

الزھد للامام احمد، اخبار موسی علیہ السلام/زھد داود علیہ السلام، ص۱۰۳/۱۰۷، حدیث: ۳۴۹/۳۷۵، بتغیر

[3] ......المرجع السابق

[4] ......الزھد للامام احمد، زھد داود علیہ السلام، ص۱۰۷، حدیث: ۳۷۵

سے دَرْیافت فرمایا: كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ یعنی صُبح کیسے کی اس نے عَرض کی: بہتر۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سُوال دوبارہ پوچھا: كَيْفَ أَنْتَ؟ یعنی تم کیسے ہو۔ اس نے پھر عَرض کی: بہتر ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تیسری مرتبہ پھر اس سے پوچھا: كَيْفَ أَنْتَ؟ یعنی تم کیسے ہو۔ عَرض کی: بہُت بہتر ہوں اور میں اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَمد بجالاتا ہوں اور شُکْر بھی ادا کرتا ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں یہی اَلفاظ تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا۔[1] یعنی حَمد وثنا اور شُکْر کا اِظْہار۔

کس سے خیریت پوچھے؟

بُزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین جب بھی ایک دوسرے سے ملتے تو دوسرے کا حال اَحوال ضَرور دَرْیافت فرماتے تاکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَمد وثنا کے ساتھ شُکْر بجالائے اور یہ بھی اس مُعاملے میں اس کے شریک بن جائیں کیونکہ وہ اس شخص کے ذِکْرِ الٰہی کرنے کا سَبَب بنے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) جس شخص کے مُتَعَلِّق آپ کو معلوم ہو کہ جب آپ اس سے حال اَحوال پوچھیں گے تو وہ جواب میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَضا وقَدَر کا باربار ذِکْر کر کے گویا کہ شِکوہ کرے گا تو آپ اس سے حال اَحوال نہ پوچھیں تاکہ آپ اس کے شِکوے کا سَبَب بن کر اس کی جہالَت میں برابر کے شریک نہ ہو جائیں۔ اس سے بڑھ کر بُرا بندہ کون ہو سکتا ہے کہ جو ایک بے اِخْتیار بندے سے اپنے اس مولیٰ کی شِکایَت کرتا ہے جس کی مِثْل کوئی نہیں اور ہر شے کی بادشاہی اس کے دَسْتِ قُدْرَت میں ہے۔

راضی برضا رہنا بھی شکر ہے

شُکْر یہ بھی ہے کہ بندہ (ہر حال میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر بجالائے خواہ اس کی نِعْمَت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو کیونکہ حبیب کی جانِب سے ملنے والی تھوڑی سی شے بھی کثیر ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حکیم ہے اور اگر وہ کسی کو نِعْمَت سے نہیں نوازتا تو اس میں اس کی کوئی حِکْمَت وقُدْرَت کارفرما ہوتی ہے۔ چنانچہ بندہ جب یہ جان لیتا ہے کہ باوُجُودِ قُدْرَت اسے نِعْمَت سے نہ نوازنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کوئی حِکْمَت کارفرما ہے

[1]......الزھد لابن مبارک، باب ذکر رحمۃ اللہ، ص ۳۲۹، حدیث: ۹۳۷

تو وہ اس بات کو بھی اچھی طرح جان لیتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے مَحرُوم رکھا تاکہ اسے مزید عطا فرمائے تو اس صُورت میں بندے کو نِعمَت سے مَحرُوم رکھنا گویا کہ اس کے لیے عَطا ہوگی اور نِعمَت ملنے کی صُورت میں اگر تھوڑی بھی ہوگی تو وہ اسے زیادہ مَحسُوس ہوگی۔

باعثِ عزّ و شَرَف

نِعمَت سے محرومی کے وَقت صَبر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور عاجِزی و اِنکساری کا اِظہار کرنا باعثِ عزّ و شَرَف ہے اور عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک بندوں سے عزّت و شَرَف پانے سے یہ طریقہ زیادہ اَفضل و پسندیدہ ہے۔ کیونکہ آپ کا اپنے ہی جیسے بندے سے عزّت و شَرافت چاہنا اور اس سے طَمَع رکھنا حقیقت میں ذِلّت ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر بہترین عاجِزی و اِنکساری کا مُظاہرہ کرنا اپنے محبوب کی بارگاہ میں عجز و اِنکسار کا پیکر بننے کی طرح ہے اور کسی ذلیل کے سامنے ذِلّت اُٹھانا اتنا ہی بُرا ہے جس قدر شیطان سے ذِلّت اٹھانا بُرا ہو سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡہُ وَ اشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رِزْق ڈھونڈو اور اس کی بَندَگی کرو اور اس کا اِحسان مانو۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ (پ۹، الاعراف: ۱۹۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔

بندے اور اس کے پروردگار کا تعلّق

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) عِبادَت خِدمَت اور طاعَت ذِلّت ہے۔ چنانچہ جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب مُتوجّہ ہو اس کے لیے یہ بہتر نہیں کہ وہ اپنے فَقر و فاقہ کا اِظہار اپنے پروردگارِ حقیقی کے علاوہ کسی اور کے سامنے کرے جبکہ اس کا پروردگار ہی اس کے مُعامَلات کی تدبیر

فرمانے والا اور اس کا دوست ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی حالت نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس سے خوب باخبر بھی ہے، اس کی دُعاؤں کو سنتا ہے، اس کے اَعمال کو دیکھتا ہے اور اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس کے بندے کے لیے کیا چیز مُناسِب ہے؟ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رِزْق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے۔

اہلِ یقین پر جس طرح عَطا و بخشش اور کُشادَگی کی حالَت میں شُکْر کرنا لازِم ہوتا ہے اسی طرح ان پر محرومی اور تنگ دستی کے عالَم میں بھی شُکْر بجالانا لازِم ہے۔ (ایسا ہونے کی صُورَت میں) شاکِر اپنے دل سے یقین کا مُشاہَدہ کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس کا وَصْف بندگی بجالانا اور اس کے اَحْکام (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک) بندوں کے ہیں، جبکہ اس پر اَحْکامِ رَبُوبِیَّت نافِذ ہیں، اس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر کوئی حَق نہیں مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اس پر ہر طرح کا حَق ہے کیونکہ بندہ اس کی مَخلوق ہے اور وہ اس کا مالِک۔ جب بندے کو اس بات کا مُشاہَدہ حاصِل ہو جائے تو یقیناً وہ جان لے گا کہ ہر شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے، لہٰذا وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے ملنے والی تھوڑی سی چیز پر بھی راضی ہو جائے گا اور اپنے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر کسی شے کو لازِم نہیں جانے گا، بلکہ جو مِلے گا لے لے گا اور مزید کا مُطالَبہ نہ کرے گا۔

شکر اور اِظہارِ شکر سے مُراد

کَثْرَتِ ذِکْر، حُسْنِ ثَنا، نعمتوں کا بہترین اِظْہار اور ان اِنْعامات کا شُمار زبان کا شُکْر ہے کیونکہ شُکْر کا لُغَوِی معنیٰ کشف اور اِظْہار ہے۔ جب کوئی بات منہ سے نکلے اور ظاہِر ہو جائے تو اسے اِظْہارِ شُکْر کہتے ہیں جبکہ زبان سے بیان کا طریقہ وہ ہے جو ہم نے ذِکْر کیا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: حَمد سے بڑھ کر کوئی ذِکْر ایسا نہیں جس کا اَجر کئی گنا ہو۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ جس نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا اس کے لیے 10 نیکیاں، جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا اس کے لیے 20 نیکیاں

---

[1] ...... کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۱۱۳، حدیث: ۱۰۳، مفہوماً

اور جس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اس کے لیے 30 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔[1]

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں یہ مُراد نہیں کہ حَمد توحید سے اعلیٰ ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مَقامِ شُکر اَفضل ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں اپنے کلام کا آغاز بھی اسی سے فرمایا ہے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نیز مَکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حَمد رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی رِدا ہے۔[2] ایک رِوایت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اَفضل ذِکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے مگر افضل دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ہے۔[3]

شکر قبول کرنے سے مُراد

دل میں شُکر کا ظُہور اور اس کا غَلَبہ دل کا شُکر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے کا شُکر قبول کرنے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے پر پوشیدہ باتیں ظاہِر فرمادے اور عُلوم کے حُصُول میں اس پر موجُود حِجابات بھی اٹھادے کہ یہ ایک مزید نِعْمَت ہے جو مَعْرِفَت و مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کے حُصُول میں مفید ہے اور ان سب کا مفہوم کَشْف و اِظْہار ہی ہے۔

اعضا کا شکر

اَعضا کا شُکر مُنْعِمِ حقیقی اور فضل وکَرَم فرمانے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے یہ ہے کہ بندہ اس کی کسی بھی نِعْمَت کے ذریعے نافرمانی کا مُرتَکِب نہ ہو بلکہ اس کی فرمانبرداری کرنے اور نافرمانیوں سے بچنے کے لیے اس کی نِعْمَت سے مَدَد حاصِل کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ کُفْرانِ نِعْمَت ہو گا۔

---

[1] ......مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۷۶، حدیث: ۱۱۳۲۷، بتغیر

[2] ......تفسیر ابن ابی حاتم، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۲۶، حدیث: ۱۱

[3] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، ۵/۲۴۸، حدیث: ۳۳۹۴

کُفرانِ نعمت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ کی نِعْمت ناشکری سے بَدَل دی۔ (پ۱۳، ابراھیم:۲۸)

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ ان لوگوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانیوں پر مَدَد چاہی۔ مخلوق اگرچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کسی نِعْمت کو تبدیل کرنے پر قادِر نہیں مگر مُراد یہ ہے کہ انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمت کا شُکْر ادا کرنے کو ناشکری کے ساتھ بَدَل دیا۔

واضِح دلیل کی وجہ سے اس آیتِ مُبارَکہ کا یہ ایک پوشیدہ مفہوم ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نعمتوں کے ذریعے اپنی فرمانبرداری کا حُکْم دیا مگر انہوں نے اس حُکْم کی خِلاف ورزی کی اور نافرمانی کے مُرتَکِب ہوئے، گویا انہوں نے اس حُکْم کو بَدَل دیا جو انہیں دیا گیا تھا۔ اسی کے مِثْل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان بھی ہے:

وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنا حصّہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔ (پ۲۷، الواقعۃ:۸۲)

یعنی تم اپنے رِزق کا شُکْر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کو جھٹلا کر ادا کرتے ہو۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں عِبارت مَحْذُوف ہے جس کی وَضَاحت و تفسیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ایک قرأت میں ہے۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس آیتِ مُبارَکہ میں رِزْقَكُمْ کی جگہ شُكْرَكُمْ تِلاوت فرمایا۔[1]

کُفرانِ نعمت کی سزا

ایک مَقام پر ہے:

---

[1] ......تفسیر طبری، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۸۲، ۱۱/۶۶۳، حدیث: ۳۳۵۶۲

وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ (پ۲، البقرة: ۲۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

مَطلَب یہ ہے کہ جو کُفرانِ نعمت (یعنی ناشکری) کا مُرتکِب ہو اسے سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے نافرمانی کا اِرتِکاب کر کے نِعْمَت کا شُکر ادا نہیں کیا جس کا اِزالہ اب سزا سے ہی ہو گا۔

اسی طرح ایک مَقام پر ہے:

وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ﴿۷﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ اگر تم کُفرانِ نعمت کے مُرتکِب ہوئے تو دنیا میں ہی اس کی سزا یہ پاؤ گے کہ تم پر نعمتوں کو عَذاب سے بَدَل دیا جائے گا اور یہ تبدیلی بطورِ ذِلّت و رُسوائی ہو گی۔ بسا اَوقات عَذاب مؤخر بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اسکا عَذاب گلے کا غُل (پھندا) ہے۔

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے نعمت کے بدلے شُکر کا مُطالَبہ کیا جو ان کے پاس نہ تھا لہٰذا اس نے نِعْمَت کی ثمن (یعنی قیمت) کو ان کے گلے کا پھندا بنا کر انہیں جہنّم میں قید کر دیا۔

ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (پ۲۱، لقمان: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔

دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ (پ۸، الانعام: ۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں ان عَقْل والوں کے لیے تنبیہ ہے جن تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان پہنچا۔ انہیں چاہئے کہ وہ نصیحت حاصِل کریں اور ظاہِری گناہوں کو چھوڑ کر ظاہِری نعمتوں کا اور باطِنی گناہوں کو چھوڑ کر باطِنی نعمتوں کا شُکْر ادا کریں۔

ظاہِری و باطِنی نعمتوں سے مُراد

ظاہِری نعمتوں سے مُراد جسموں کا عَافِیّت میں ہونا اور بقدرِ ضَرورت مال کا کافی ہونا ہے جبکہ ظاہِری گناہ سے مُراد جسمانی اَعْضَا کا نَفْس کی لذّت والے کاموں میں مبتلا ہونا اور باطِنی گناہ سے مُراد دلوں کی عَافِیّت اور وعدوں کی سلامتی ہے، نیز باطِنی گناہ دل کے بُرے اَعمال ہیں مثلاً گناہوں پر اِصرار، بدگمانی اور بُری نِیّت وغیرہ۔

عافیت اور شکر

حضرت سَیِّدُنا مُطرِّف بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہ فرماتے ہیں: مجھے عَافِیّت عَطا فرمائی جائے اور میں اس پر شُکْر ادا کروں یہ بات مجھے مصیبت میں مبتلا ہو کر صَبْر کرنے سے زیادہ پسند ہے، کیونکہ عَافِیّت کا مَقام سلامتی کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا میں شُکْر کی حالَت کو صَبْر پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ صَبْر اہلِ اِبْتِلا کا حال ہے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے بھی ایسا ہی قول مَرْوِی ہے کہ وہ نیکی جس میں کوئی شَر نہ ہو اس سے مُراد شُکْر کے ساتھ عَافِیّت اور مصیبت کے وَقْت صَبْر ہے، کتنے ہی نعمتوں سے سرفراز ہونے والے لوگ ان نعمتوں پر شُکْر ادا نہیں کرتے اور کتنے ہی مصیبت کا شِکار لوگ صَبْر کا دامَن نہیں تھامتے۔

چنانچہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ تیرا عَافِیّت میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو جب یہ دُعا مانگتے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے صَبْر مانگتا ہوں، تو اِرشاد فرمایا: تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مصیبت و آزمائش کا سوال کیا ہے، اس سے عَافِیّت کا سوال بھی کرو۔[1]

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸، دون: ذکر علی بن ابی طالب
الادب المفرد للبخاری، باب من سأل اللہ العافیة، ص ۱۸۸، حدیث: ۷۲۵، دون: ذکر علی بن ابی طالب

نیک اعمال بھی شکر ہیں

نیک اَعمال بھی شُکر کی ایک صُورَت ہیں۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَمَل کے ذریعے شُکر کی تفسیر فرمائی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ (پ۲۲، سبا: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شُکر کرو۔

جب رات رات بھر قِیام کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدمین شریفین مُتَوَرّم ہو گئے اور لوگوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس قدر سخت مُجاہدے کے مُتعلّق عرض کی تو اِرشاد فرمایا: کیا میں شُکر گزار بندہ نہ بنوں؟[1] پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَمَلی طور پر یہ بتایا کہ مُجاہدہ و حُسنِ مُعاملہ عَمَل کرنے والے کا شُکر اور مُنْعِم کی جزا ہے۔

قلبی اور عملی شکر

کسی عالِم کا قول ہے کہ قلبی شُکر اس بات کی مَعرِفَت ہے کہ نعمتیں صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہیں کسی اور کی نہیں۔ عَمَلی شُکر سے مُراد یہ ہے کہ جب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں کسی نیک عَمَل کی توفیق عطا فرمائے تو تم اس عَمَل کے شُکر کے لیے کوئی دوسرا نیکی کا کام کرو۔ اس طرح شُکر دائمی عِبادَت سے مل جائے گا۔

شکر کی ابتدا

شُکر کی اِبتدا عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے نزدیک یہ ہے کہ کسی نِعمَت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کی جائے، (اگر ایسا کیا تو گویا) اس نِعمَت کو نفسانی خواہش کی پیروی میں لگایا۔ لہٰذا شاکرین کے شُکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نِعمَت کے ذریعے اپنے مالِک عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت کی جائے اور یوں نَفْس راہِ خُدا میں مصروف ہو جائے کہ یہی شُکر کا انداز ہے۔

شکر کی حقیقت

شُکر کی حقیقت تقویٰ ہے اور یہ ان تمام عِبادات کو شامِل ہے جن کے بجالانے کا حُکم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

---

[1] ......بخاری، کتاب التفسیر، الفتح، باب لیغفر لک اللہ... الخ، ۳/۳۲۸، حدیث: ۴۸۳۶

اپنے بندوں کو دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ اُمّید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (پ ۱، البقرۃ: ۲۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ایک مَقام پر شُکْر کی حقیقت کو تقویٰ سے تعبیر فرمایا اور خَبَر دی ہے کہ تقویٰ ہی شُکْر ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تواللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

(پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۳)

مَقاماتِ شُکر

شُکْر میں مُشاہدے کے دو۲ مَقام ہیں۔

شُکر کا پہلا مَقام

شُکْر کے دونوں مَقامات میں سے اعلیٰ مَقام شُکُور کا ہے اور اس سے مُراد وہ شخص ہے جو ناپسندیدہ باتوں، مصیبتوں، سختیوں اور تکلیفوں پر بھی شُکْر ادا کرتا ہے اور ایسا اس وَقْت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان نعمتوں کا مُشاہدہ نہ کرلے جو صِدْقِ یقین اور حقیقتِ زُہد کی بنا پر اس پر شُکْر کو لازم کرتی ہیں۔ یہ رَضا کا مَقام اور مَحبّت کا حال ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ذِکْر قرآنِ کریم میں انہی اَوصاف سے فرمایا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بڑا شُکْر گزار بندہ تھا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہر حالَت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر ادا کرتے خواہ وہ حالَت خیر کی ہوتی یا شَر کی، نَفْع کی ہوتی یا نُقْصان کی۔

حمّادون کون ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروزِ قیامت ایک مُنادِی نِدا دے گا: حمّادون کھڑے ہو جائیں۔ تو ایک گروہ کھڑا ہو گا، ان کے لیے ایک جھنڈا نَصب کیا جائے گا، اس کے بعد وہ سب جنّت میں داخِل ہو جائیں گے۔ عَرض کی گئی: یہ حمّادون کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: وہ لوگ جو ہر حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرتے ہیں۔[1] ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ ہیں: ہر تنگی و فَراخی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرتے ہیں۔[2]

ظاہِر و باطن سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں ظاہِر سے مُراد عَافِیَّت اور دولت مندی ہے جبکہ باطِن سے مُراد آزمائش و فقیری ہے اور یہ اُخرَوِی نعمتیں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ زِندَگی تو صِرف آخِرت کی زِندَگی ہے۔[3]

شکر کا دوسرا مقام

شُکر کا دوسرا مَقام یہ ہے کہ بندہ اپنے سے کم تر شخص کو دیکھے کہ جس پر اسے اُمُورِ دنیا و اَحوالِ دین میں فضیلت عَطا کی گئی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے دل اور دین کی سلامتی کی بنا پر اور دوسرا شخص جس مصیبت میں مبتلا ہے اس کی نِسبَت اپنے عَافِیَّت میں مبتلا ہونے پر اپنی حالَت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہُت بڑی نِعمَت شُمار کرے اور

---

[1] ......صفة الصفوة لابن الجوزی، ذکر فضله علی الانبياء وعلوقدره صلی الله عليه وسلم، ۱/۹۵، بتغیر
الزهد لابن المبارک فی نسخته زائدا، باب صفة النار، ص ۱۰۲، حدیث: ۳۵۳، مختصراً

[2] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب فضل حمد الله علی السراء والضراء، ص ۵۰۱، حدیث: ۱۸۶۸

[3] ......مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة الاحزاب وهی الخندق، ص ۹۹۸، حدیث: ۱۸۰۴

ان دُنیاوِی نعمتوں کو بھی عظیم جانے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے عَطا فرمائیں اور انہیں کافی جانے کہ دوسرا شخص ان نعمتوں کا مُحتاج ہے اور اسے ان کی ضَرورت ہے لہٰذا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر بجالائے۔ اس کے بعد وہ اس شخص کو دیکھے جو دین میں اس سے بَرتَر ہے کہ جسے اس پر عِلْمِ اِیمان اور حُسْنِ یقین کی زِیادَتی کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ چنانچہ اپنے نَفْس پر ناراضی کا اِظْہار کرے اور اسے بُرا بھلا کہے، پھر اپنے سے اَفضل شخص کا جو حال اس نے دیکھا اس کی مِثْل حال اپنانے کے لیے خوب کوشِش کرے اور نَفْس کو اس کی ترغیب دلائے۔ اگر وہ اس طرح ہو گیا تو اس کا شُمار شُکر کرنے والوں میں ہونے لگے گا اور اس کا نام مَمدُوحِین میں شامِل ہو جائے گا۔

مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس نے دنیاوی اُمور میں خود سے کم تر کی طرف اور دینی اُمور میں خود سے بَرتَر کی طرف دیکھا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے صابِر و شاکِر لکھ دیتا ہے اور جس نے دنیاوی اُمور میں اپنے سے بَرتَر کی طرف اور دینی اُمور میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے صابِر و شاکِر کبھی نہیں لکھتا۔[1]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کی تفصیل ہم نے مَقامِ رَضا میں ذِکْر کی ہے یہاں اس کا اِعادہ (یعنی دوبارہ ذکر کرنا) مُناسِب نہیں۔ (بس اتنا یاد رکھیے) ہر وہ صِفَت جس کی وجہ سے بندہ شُکر گزار بن جائے اس صِفَت میں شُکر اس کا مَقام ہوتا ہے کیونکہ کُفْرانِ نِعْمَت (یعنی نعمت کی ناشکری) کا لُزوم شُکر کی ضِد سے ہوتا ہے اور ناشکری ہی شُکر کی ضِد ہے۔

تین۳ بڑی نعمتیں

تین۳ نعمتیں بڑی ہیں جو ان سے غافِل رہا اس نے ان نعمتوں پر شُکر کو ضائع کر دیا کیونکہ ان نعمتوں کی مَعْرِفَت ہی عارِفین کا شُکر ہے۔ چنانچہ نعمتیں یہ ہیں:

پہلی نعمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنی قُدرَت اور عِزّت کی بِنا پر آنکھوں سے پوشیدہ ہونا۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندوں پر ظاہِر ہوتا

---

[1]......حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ العمری، ۸/۳۱۶، حدیث: ۱۲۳۳۷، بتقدم وتأخر

شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرھا، ۴/۱۳۷، حدیث: ۴۵۷۵

تو ان کی نافرمانیاں کُفْرانِ نِعْمَت شُمار ہوتیں کیونکہ بندوں کی تقدیر میں جن گناہوں کا اِرْتِکاب لکھ دیا گیا ہے یہ ان میں سے مَچھّر کے پَر برابر بھی کم نہیں کر سکتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس وَصْف کے ساتھ ظاہِر ہوتا اس کی مَوجُودگی میں یہ گناہوں سے باز نہ رہ سکتے کہ اس کے پیچھے غیب کے اَسرار ہیں۔ البتہ! یہ لوگ مُشاہَدہ کی حُرْمَت پامال کرنے کی وجہ سے کُفْرانِ نعمت کے ضَرور مُرْتَکِب ہوتے اور ان کے لیے ایمان لانے پر وہ عظیم دَرَجات بھی نہ ہوتے جو انہیں اب حاصِل ہیں کیونکہ اس صُورَت میں یہ دیکھ کر اِیمان لاتے حالانکہ اب یہ بن دیکھے اِیمان لائے ہیں۔ پس ان کے حُسْنِ یقین کی بِنا پر ان کے دَرَجات بلند کر دیئے گئے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ان کی تعریف وتوصیف فرمائی۔

دوسری نعمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تقدیر اور نِشانیاں عام لوگوں سے مَخْفِی رکھیں، کیونکہ یہ بھی غیب کے راز ہیں اور ایسا کرنے میں بندوں کی بہتری اور دین ودنیا کی بھلائی ہے۔ اگر یہ باتیں ظاہِر ہو جاتیں تو نِشانیاں دیکھ لینے کے باوُجود بندوں کا صغیرہ گناہوں کا اِرْتِکاب بھی کبیرہ گناہ بن جاتا۔ نیز ان کے نیک اَعمال کو بھی کئی گنا بڑھایا نہ جاتا جیسا کہ اب ان کے اِیمان بِالْغَیب کی وجہ سے ان کے نیک اَعمال کا اَجْر وثواب کئی گنا بڑھا دیا گیا ہے۔

تیسری نعمت

موت کے اَوقات کا بندوں سے غائِب رہنا بھی ان کے لیے بَہُت بڑی نِعْمَت ہے کیونکہ اگر یہ اس کو جان لیتے تو اپنے نیک وبد اَعمال میں ذرّہ بھر کمی وزِیادَتی نہ کرتے۔ جبکہ موت کا وَقْت جان لینے کی بنا پر ان سے نیک اَعمال میں اِضافے کا شدید مُطالَبہ ہوتا اور ان کا عِلْم ہی ان کے خِلاف حُجّت بن جاتا۔ لہٰذا ان سے اس بات کو مَخْفِی رکھا گیا تاکہ وہ نہ جاننے کا عُذر پیش کر سکیں اور وہ اس بات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاص لُطف وکَرَم سمجھیں کہ اس نہ جاننے کی وجہ سے ان کا حِساب نہ ہو گا۔

صالحین کا عام لوگوں سے مخفی ہونا نعمت ہے

ایک نِعْمَت یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں سے پوشیدہ ہے وہیں بعض بندے بھی بعض سے

حِجاب میں ہیں بلکہ بعض تو عُلَما و صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے بھی پوشیدہ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کبھی ان پوشیدہ بندوں کی طرف مُتوجّہ نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بعض اَوْلیا و صُلَحا کا بھی عام لوگوں سے پوشیدہ ہونا ایک نِعْمَت ہے، اس لیے کہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عام بندوں پر ایسی نِشانیاں ظاہِر فرما دیتا جس کے سَبَب اس کے خاص بندے پہچانے جاتے یہاں تک کہ جاہِل لوگ بھی یقین کر لیتے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وَلی اور اس کے مُقرَّب ہیں تو ان پر اِحسان کرنے والوں کا ثواب خَتْم ہو جاتا اور وہ ان کے اِحسان کو قبول کرنے سے بھی مَحرُوم ہو جاتے، یوں ان کا بُرا چاہنے والوں کے اَعمال بھی برباد ہو جاتے اور اس پوشیدگی اور حِجاب کی صُورت میں ان کے لیے خیر و شر کا عَمَل کرنے والے رِجا اور حُسْنِ ظَن بِالْغَیب یعنی یقین کے حِجاب میں ہونے کی بنا پر کچھ نہ جان پاتے۔ چنانچہ انہیں تکلیف پہنچانے والوں کی سزاؤں کو مؤخر کر دیا گیا کیونکہ ان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّبین کی یہ شان مَخْفِی ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کس مرتبہ کے حامِل ہیں۔

نیز یہ پوشیدگی صالحین کے لیے بھی ایک بہُت بڑی نِعْمَت ہے کہ اس میں ان کے دین کی سلامتی اور فتنوں میں کمی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی حُرْمَت کو پامال کرنے والوں اور شَعَائِرُ الله کو حقیر سمجھنے والوں کے اِعْتِبار سے بھی یہ پوشیدگی ایک بہُت بڑی نِعْمَت ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان کے حِجاب میں ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پوشیدہ لُطف و کَرَم ہے۔

کسی ولی کو اذیت دینا

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی کو اَذِیَّت دی گویا اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی، پھر میں اپنے ولی کا بدلہ لوں گا اور اس کی نُصْرَت کسی دوسرے کے حوالے نہ کروں گا۔[1]

مخفی نعمتوں پر شکر

حضرت سَیِّدُنا جعفر صادِق عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الرَّازِق اور دیگر بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے ان نعمتوں کے

---

[1]......نوادر الاصول، الاصل الثلاثون والمائتان، ٢/٨٦٧، حدیث: ١١٢٢، بتغیر قلیل
بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ٤/٢٤٨، حدیث: ٦٥٠٢، بتغیر ومختصراً

مُتَعلِّق مروی ہے جن کے مَخفِی ہونے کی وجہ سے ہم پر شُکر لازِم ہے۔ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تین چیزوں کو تین میں پوشیدہ فرمایا ہے:

﴿1﴾ اپنی رَضا کو اپنی فرمانبرداری میں۔ لہٰذا اس کی فرمانبرداری والے کاموں میں سے کسی کو بھی حقیر نہ جانو، ہو سکتا ہے کہ اس کی رَضا اسی میں مَخفِی ہو۔

﴿2﴾ اپنے غَضَب کو اپنی نافرمانی میں۔ لہٰذا اس کی نافرمانی والے کسی کام کو ہلکا نہ سمجھو، ہو سکتا ہے کہ اس کا غَضَب اسی کام میں مَخفِی ہو۔

﴿3﴾ اپنی وِلایَت کو اپنے مومِن بندوں میں۔ لہٰذا کسی کی بھی توہین نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہو۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ ایسے ہی ہے کہ کسی نے لاعلمی میں کسی نبی کو تکلیف پہنچائی اس سے پہلے کہ اسے معلوم ہوتا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور اللہ نے انہیں مرتبۂ نبوت پر فائز فرمایا ہے، لہٰذا اس شخص کا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے کسی نبی کی حُرْمَت کو پامال کیا یہ جان کر بھی کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں۔

شاکرین کے دو طریقے

شاکِرین کے دو طریقے ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔

اہلِ رجا کا طریقہ

پہلا طریقہ اہلِ رِجا کا شُکر ہے اور اس سے مُراد ظاہری نعمتوں کی اُمّید کی بنا پر بہترین عِبادَت کرنا ہے۔ اہلِ رِجا نے کامل نعمتوں کی اُمّید میں نیک اعمال کیے تو ان کا حال نیک اَعمال شُروع کرنے کی وجہ سے شُکر کے طور پر ان نیکی کے کاموں کو جلدی جلدی پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہو گیا اور اس مُعامَلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی انہیں اپنی باقی مخلوق سے خاص فرمادیا۔

اہلِ خوف کا طریقہ

دوسرا طریقہ اہلِ خوف کا شُکر ہے، یہ پہلے طریقے سے اَفضل ہے اور اس سے مُراد بُرے خاتِمہ کا

خوف اور تقدیر میں لکھی ہوئی بد بختی پانے سے ڈرنا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے۔

ان کا خوف ان کے نِعْمَتِ اِیمان پر رشک کی دلیل ہے اور ان کا رشک اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دلوں میں اِسلام عظیم قَدْر و مَنْزِلَت اور عُمدہ مرتبے والا ہے، لہٰذا اس طرح ان پر نِعْمَت بھی عظیم ہو جاتی ہے جس کی مَعْرِفَت ہی ان کا شُکْر بجالانا ہے، اس لیے خوف اور ڈر ان کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر ادا کرنے کا طریقہ ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایک نِعْمَت قرار دیا ہے اور ہر نِعْمَت شُکْر کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا (پ ٦، المائدۃ: ٢٣) ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے اللہ نے انہیں نوازا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) مفسرین اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں خوف کی نِعْمَت سے نوازا۔ یہ اس کلام کی ایک تفسیر ہے۔

شکر ذات یا صفات کی وجہ سے؟

اگر بندہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف و اَخلاق کا ہی شُکْر ادا کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے اَخلاقِ حمیدہ ایسے ہیں کہ اس کے جُود و کَرَم کی کوئی اِنتہا ہے نہ اس کے حِلْم و فضل کی کوئی حَد۔ پس جو پروردگار عَزَّوَجَلَّ ان عُمدہ اَخلاق اور صِفاتِ حُسنیٰ سے مُتَّصِف ہو تو بندوں پر ویسے ہی یہ لازِم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا شُکْر صِرف اس کی ذات کی وجہ سے ادا کریں اور اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے اور اس کے اَفعال کی وجہ سے اس کا شُکْر ادا نہ کریں کہ یہ مُحِبِّین کا ذِکْر ہے۔

عارِفین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبِین کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جن صِفات اور اَخلاقِ حَمیدہ کی مَعْرِفَت حاصِل ہے اگر یہ نہ ہوتی تب بھی ضَروری تھا کہ بندے جو کام بھی کرتے ہر حال میں اسی کی حَمد بجالاتے اور اسی کا شُکْر ادا کرتے جیسا کہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے اس حَمد کا اَہْل اور مُسْتَحِق ہے۔ ہونا بھی یہی چاہئے کہ اس کی حَمد اس کی ذات کی وجہ سے ایسے ہی کی جائے جیسا کہ اس کے کَرَم کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے جیسا اب ہے اور وہ اپنی تمام صِفاتِ کامِلہ واَخلاقِ حمیدہ اور اَسمائے حُسنیٰ کے اِعْتِبار سے ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔

اس بات کی مَعْرِفَت عارِفین کاشُکْر اور اس کا مُشاہَدہ مُقرّبین کا مَقام ہے۔ ان لوگوں کاشُکْر بجالانا ذاتِ باری تعالیٰ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی پُکار تحمید و تقدیس (یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور سُبْحٰنَ اللّٰہ) پر مُشْتَمِل ہوتی ہے تو یہ نیک اَعمال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَظمت و بُزرگی کی وجہ سے سرانْجام دیتے ہیں اور یہ بس صِفات کی تجلّی اور ذاتِ باری کے مَعانی کے مُشاہَدہ کی دولت مانگتے ہیں۔ ان اَوصاف کو کَمَا حَقُّہٗ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ان کی کوئی عقلی توضیح و تشریح مُمکن ہے، بلکہ یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے مُشاہَدے میں داخِل ہیں جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام کے راز کا مُشاہَدہ پانے والے شخص سے کچھ یوں اِرشاد فرمایا:

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

قُربِ خداوندی پر اظہارِ مُوسَوِی

اسی مُشاہَدے کی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو رَبُوبِیّت پر رشک ہوا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام قُرب کے مُشْتاق ہوئے، جب قُرب ملا تو بلا تکلّف عَرض کرنے لگے: اے میرے پروردگار! میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرے پاس نہیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے دَرْیافت فرمایا: اور وہ کیا ہے؟ عَرض کی: میرے لیے تو اے میرے پروردگار تیرے جیسا مالک ہے مگر تیرے پاس تیرے جیسا کوئی اور نہیں۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی اس قول کی وَضاحَت میں فرماتے ہیں) یہاں حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مُراد یہ تھی کہ اے میرے پروردگار! میرے پاس تُو ہے کہ جس کے اَوصاف طَلَب کرنے والوں کی غایَت ہیں اور رَغْبَت رکھنے والوں کے لیے ان سے بڑھ کر اور کچھ نہیں مگر تیرے پاس تیرے جیسا کوئی نہیں کیونکہ تیری مِثل کوئی ہے نہ تیرے سوا کوئی معبود ہے۔

خیر کا حُصُول اور شر سے دوری نعمت ہیں

نعمتوں میں غور و فِکْر کرنے سے مَعْلُوم ہو گا کہ اُن صُورتوں میں بھی شُکْر کرنا لازِم ہے جن سے آپ کو دُور کر دیا گیا اور دنیا کی فُضُولیات سے بچا لیا گیا کیونکہ اس حالَت میں بہُت کم دنیا کی مشغولیت ہوتی ہے

اوراس کے اِہتمام کی بھی بہُت کم حاجَت پیش آتی ہے جس کی وجہ سے روزِ قیامت حِساب بھی آسان ہو گا۔ اس لیے کہ جس شخص کو دنیا(یا اس کی محبّت) میں مبتلا کیا گیا وہ اس میں کھو کر باقی ہر شے سے کٹ گیا۔ چنانچہ دنیا کا تم سے دُور ہونا اور دوسروں کا اس میں مبتلا ہونا دو نعمتیں ہیں جس پر دو شُکر لازِم ہیں۔ اسی طرح جب آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو دین کے مُعامَلے میں مُنافقین کی صِفات سے آزمایا گیا ہو یا اس کے نَفْس کو مُتَکَبِّرین کے اَخلاق سے آزمایا گیا ہو یا وہ مذکورہ دونوں قسم کے اَشخاص کے اَوصاف کا حامِل ہو اور فاسِقین کے اَعمال میں مبتلا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو خود پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت شُمار کرو کہ اس نے تمہیں ایسا نہیں بنایا کیونکہ تم بھی ایسے ہی ہوتے اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فَضْل وکَرَم تم پر نہ ہوتا۔

ہر وہ شَر جس کا رُخ کسی دوسرے کی جانِب ہو یا اسے نیکی سے روک دیا گیا ہو تو اسے خود پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اِنْعام سمجھو کہ اس نے تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور اس شَر سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ تمام نُفُوس بُرائی کا حُکم دینے میں ایک نَفْس کی طرح ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم پر رحم فرمایا اور تمہیں بُرائی سے محفوظ رکھا کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا تم پر فَضْل ہے اور اس کی مَعْرِفَت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکر ادا کرنا ہے۔

نعمت سے ناواقفیت کے اسباب

مخلوق کی اکثر سزائیں ان کے نعمتوں پر کم شُکر ادا کرنے کی وجہ سے ہیں اور شُکر کی اس کمی کی اَصْل نِعْمَت سے نَاوَاقِفِیَّت ہے اور نِعْمَت سے نَاوَاقِفِیَّت کے اسباب یہ ہیں:

❀ مَعْرِفَتِ باری تعالیٰ کی کمی ❀ مُنْعِمِ حقیقی سے طویل غَفْلَت ❀ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں عَدَمِ تَفَکُّر اور ❀ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے انعامات واحسانات کا عَدَمِ تَذْکِرَہ۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کا حکم بھی کچھ یوں اِرشاد فرمایا ہے:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔

(پ۸، الاعراف: ۶۹)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر دوسری جگہ یوں فرمائی:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اُتاری تمہیں نصیحت دینے کو۔

اسی مفہوم میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

مُراد یہ ہے کہ ہدایت کی نعمت اور طاعت کی توفیق پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالاؤ۔

مَعرِفتِ نعمت کی اہمیت

- جو بندہ نعمت سے آگاہ نہ ہو اسے مَعرِفت نصیب نہیں ہوتی۔
- جسے مَعرِفت حاصل نہ ہو وہ نعمت پر شکر ادا نہیں کرتا۔
- جو نعمت پر شکر ادا نہیں کرتا اس پر نعمت میں زیادتی بھی نہیں ہوتی۔
- جس پر نعمتوں کی زیادتی نہ ہو وہ نقصان میں ہوتا ہے۔

لہٰذا جو شخص نعمت سے نَاوَاقِفِیَّت کی بنا پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا اس کے ناشکری میں مبتلا ہونے کا خَدشہ رہتا ہے، اگر وہ ناشکری میں مبتلا ہو گیا تو وَعِید کی بنا پر عذابِ شدید کا شِکار ہو گا۔ البتہ! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم سے اس کی (نعمت کے شکرانے کی) تلافی فرما دے تو وہ عَذاب سے بچ سکتا ہے۔

ہر شے کی پیدائش کے لیے ضروری نعمتیں

پیدائش کے لیے ضَروری نعمتوں کی اَصل چار چیزیں ہیں:

﴿1﴾ وہ نُطفہ جو تمام انسانوں اور حیوانوں کے رِحم سے پیدا ہونے کا سَبَب بنا۔

﴿2﴾ وہ کھیتی (مٹی) جو تمام پھلوں کو زمین کے سینے سے باہر نِکالنے کا سَبَب بنی۔

﴿3﴾ وہ پانی جو ہماری زِندَگی کی بقا کا ضامن ہے اور جس سے دَرَخت اُگتے ہیں۔

﴿4﴾ ۔۔۔ وہ آگ جس میں روشنی ہے اور کھانے پکتے ہیں۔

ان چاروں چیزوں میں اہل بصیرت کے لیے نصیحت ہے اور یہ ایسی نعمتیں ہیں جن کا ذِکر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورہ واقعہ کے آخِر میں فرمایا ہے اور ان کی نِسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے اور ان میں کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا مگر عَمَل کرنے والے بندوں کے لیے ان کے حُصُول کے دروازے ضَرور کھول دیئے ہیں۔

نعمتوں میں سب سے افضل نعمت

سب سے اَفضل نِعْمَت اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان لانا ہے۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، پھر قرآنِ کریم۔ اس کے بعد سب سے بڑی نِعْمَت یہ ہے کہ اس نے ہمیں لوگوں کی جانِب بھیجی جانے والی سب سے بہترین اُمّت بنایا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہماری سُوجھ بُوجھ کے مُطابِق مذکورہ نعمتیں عَطا کرنے سے بھی پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں دَرج ذیل بڑی نعمتوں سے نوازا:

- ۔۔۔ ہمیں مَعْدُوم چیزوں کے مُقابِل وُجود کی دولت عطا فرمائی۔
- ۔۔۔ مُردہ چیزوں کے مُقابِل زِندَگی عَطا فرمائی۔
- ۔۔۔ تمام حیوانات کے مُقابِل انسان بنایا۔
- ۔۔۔ عورتوں کے مُقابِل مَرد بنایا۔
- ۔۔۔ بہترین صُورَت عَطا فرمائی۔
- ۔۔۔ ہمارے دِلوں کو سنّت سے منہ موڑنے اور نَفْسِ اَمّارہ کے تقاضوں کی طرف مائل ہونے سے بچایا۔
- ۔۔۔ جسمانی صِحّت و تندرستی عطا فرمائی۔
- ۔۔۔ حِجابات کو اٹھا دیا۔
- ۔۔۔ ہر حاجَت کو پورا فرمایا۔
- ۔۔۔ کھانے پینے کے لیے طرح طرح کی چیزیں پیدا فرمائیں۔
- ۔۔۔ زمین و آسمان کے درمیان کی چیزوں کو مُسَخَّر فرمایا۔

یہ بڑی بڑی نعمتیں ہیں، جب بھی ان نعمتوں کی کَثرت ہو گی ان کی عَظمت کی بنا پر ان پر شُکر بھی زیادہ ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شُمار نہ کر سکو گے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: صِدِّیقین کو نعمتوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی عَظمت اور پردہ پوشی کی مَعرِفَت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں نِعْمَت کی تکمیل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دو۲ اَوصافِ حَمیدہ یعنی مَغْفِرَت و رحمت ذِکر فرمائے مگر دوسرے مَقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ ﴿٪۳۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

(پ ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ نِعْمَت کے لیے عظیم اور کَرَم و اِحسان میں اِنسان کے دو۲ دو۲ اَوصاف یعنی ظُلْم و ناشکری سے وُسْعَت والا ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ تقویٰ و مَغْفِرَت والا ہے اور بندہ ان اَوصاف کا حامِل ہے جو اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ نے بیان کیے ہیں یہاں تک کہ اس پر ان اَزَلی اَوصاف کے ذریعے کرم کی برسات ہو جن کا اسے اہل بنایا گیا ہے۔ الغرض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت پا کر عالِمین نے اس کی طَاعَت کی اور اس نِعْمَت کے صَدقے انہیں جزا ملی مگر جاہِلین نے اس کی نِعْمَت کے ذریعے نافرمانی کی لیکن اس نے اپنی نِعْمَت سے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی اور ان سے درگزر فرمایا۔

اچھائی کا اِظہار اور بُرائی کو چھپانا بھی نعمت ہے

اچھائی کا اِظہار اور بُرائی کو چھپانا بھی نِعْمَت ہے، مگر ہم یہ نہیں جانتے کہ ان دونوں میں بڑی نِعْمَت کونسی ہے؟ یعنی جو ظاہر ہوئی اس کی اچھائی بڑی ہے یا جو چھپی رہی اس کی بُرائی بڑی ہے۔ ایک دُعائے ماثورہ میں ان دونوں اَوصاف کا تذکرہ کچھ یوں ملتا ہے: یَا مَنۡ اَظۡھَرَ الۡجَمِیۡلَ وَسَتَرَ الۡقَبِیۡحَ۔ یعنی اے وہ ذات جس نے

خوبصورتی کو ظاہِر فرمایا اور بدصورتی کو چھپایا۔ ①

قابِلِ رشک نعمتیں

صِحَّت وتندُرُستی اور فَراغَت بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں۔ یہ دونوں دنیا کی پہلی نعمتیں ہیں اور اَعمالِ آخِرَت کی اَصل ہیں۔ نیز یہ دونوں نعمتیں ایسی ہیں جن پر رَشک کیا جاتا ہے جیسا کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں لوگوں کو بَہُت زیادہ رَشک ہوتا ہے: صِحَّت اور فَراغَت۔ ②

نعمتوں کو قید کرلو

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بِن عِیَاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم پر لازِم ہے کہ ہمیشہ نعمتوں پر شُکْر ادا کرتے رہو کہ بَہُت کم ایسا ہوا ہوگا کہ کوئی نِعْمَت کسی قوم سے دور ہو کر پھر انہیں واپس مل گئی ہو۔ کسی بُزُرگ کا فرمان ہے کہ نعمتیں جنگلی جانوروں کی طرح (آزاد ہوتی) ہیں انہیں شُکْر کے ذریعے قید کرلو۔

نعمتوں کی زیادتی پر حاجت مندوں کی مدد کرو

مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس بندے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی زِیادَتی ہوتی ہے لوگوں کی حاجتیں بھی اس سے زیادہ ہو جاتی ہیں، لہٰذا جس نے ان (حاجَت مندوں) کے ساتھ اچھّا سُلوک نہ کیا اس نے خود ہی اس نِعْمَت کو خاتِمے کے لیے پیش کر دیا۔ ③

نعمتوں اور سزا کی تبدیلی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نِعْمَت

---

[1] ......مستدرک، کتاب الدعاء ... الخ، باب الدعاء العظیم النفع، ۲/ ۲۴۰، حدیث: ۲۰۴۲

[2] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق ... الخ، ۴/ ۲۲۲، حدیث: ۶۴۱۲

[3] ......موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قضاء الحوائج، ۴/ ۱۷۴، حدیث: ۴۸، بتغیر قلیل

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۱/ ۲۸۵، الرقم: ۱۳: احمد بن معدان، بتغیر قلیل

بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (پ۱۳، الرعد: ۱۱) نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نعمتوں کو اس وَقْت ہی بدلتا ہے جب وہ خود شُکْر کو ضائع کر کے ان نعمتوں کو بدَل دیتے ہیں، چنانچہ وہ انہیں نعمتوں کی تبدیلی کے ذریعے سزا دیتا ہے۔ ایک قول میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ لوگوں سے سزا و عَذاب کو اس وَقْت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے گناہوں کو توبہ کے ذریعے نہیں بدَل دیتے۔ یہاں اس کے حُکْم کا پہلا اور حِکْمت کا دوسرا سَبَب مذکور ہے جبکہ وہ خود حِکْمت و مَشِیَّت کا مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب ہے۔

جسم کے ہر بال کے نیچے ایک نعمت ہے

مَنْقُول ہے کہ بندے کے جِسْم کے ہر بال کے نیچے ایک نِعْمت ہے اور اس کے جِسْم میں مَوجُود ہر رگ کے ساتھ دو۲ نعمتیں ہیں خواہ وہ رگ ساکن ہو یا مُتَحَرِّک۔ ہر ہڈی میں چار۴ اور ہر جوڑ میں سات۷ نعمتیں ہیں جبکہ انسانی جسم میں 360 ہڈیاں اور جوڑ ہیں۔

ہر پلک جھپکنے میں اور ہر سانس میں بھی دو۲ دو۲ نعمتیں ہیں، عمر کے ہر دقیقے میں اس قَدْر نعمتیں ہیں جنہیں شُمار نہیں کیا جا سکتا، جبکہ دقیقہ شعیرہ کا 12 واں حِصّہ ہے اور شعیرہ ساعت کا 12 واں حِصّہ ہے۔ نیز ایک دن اور رات میں 24 ہزار سانس ہوتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے میرے پروردگار! میں کیونکر تیرا شُکْر ادا نہ کروں جبکہ میرے جسم کے ہر بال میں دو۲ نعمتیں ہیں یعنی ایک یہ کہ تو نے ان کی جڑ کو نَرْم بنایا اور دوسرا یہ کہ ان کے سر کو سَخْت بنایا۔

صرف کھانے پینے والی اشیا کو نعمت سمجھنا

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں صِرف کھانے پینے والی نعمتوں کو پہچانا یقیناً یہ اسکے کم عِلْم ہونے اور عَذاب کے قریب

ہونے کی عَلامَت ہے۔[1] یہ اس صُورت میں ہے کہ جب عَافِیَّت، حاجات اور حِفاظت کی نعمتیں کامل ہوں۔

باطِنی جسمانی نعمتیں

مَنْقُول ہے کہ جِسْم کے باطن میں مَوجُود نعمتیں اس کے ظاہِر میں مَوجُود نعمتوں سے سات گنا زیادہ ہیں اور دل میں پورے جِسْم سے کئی گنا زیادہ نعمتیں ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان، عِلْم اور یقین کی نعمتیں تمام اَجسام اور دلوں کی نعمتوں سے زائد ہیں۔ اَلْغَرَض یہ تمام نعمتیں اس قَدْر زیادہ ہیں کہ انہیں صِرف وہی شُمار کر سکتا ہے جس نے یہ نعمتیں عَطا فرمائی ہیں اور وہی ان کی صحیح تعداد بھی جانتا ہے جو ان کا خالق ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ (پ ۲۹، الملک: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبر دار۔

ہر نعمت کا موزوں ہونا بھی نعمت ہے

کھانے، پینے، پہننے اور نِکاح کی نعمتوں کو (ہر ایک کے لیے) موزوں اور مُناسِب بنایا مثلاً ان نعمتوں کا آنا، جانا، ان کے تکرار و زِیادَتی کی کَثْرت کو ٹھیک ٹھیک بنایا۔ اس طرح کہ ان نعمتوں کی خُوشگوارِیَت کو برقرار رکھا اور ان کی اَذِیَّت و تکلیف کو دُور فرما دیا، ان تک رَسائی کے راستوں کو عُمدہ بنایا تو ان سے جُدا ہونے کے راستے بھی آسان بنائے مگر ہر حال میں ان کی مَنْفَعَت برقرار رکھی۔ اگر کبھی ان کی صُورت وصِفَت تبدیل بھی ہوئی تو صِرف زُہد اِختیار کرنے، عاجِزی و اِنکساری اپنانے، عِبْرَت و نصیحت حاصِل کرنے کے سَبَب، کہ یہ سب بھی نعمتیں ہی ہیں۔

ایک روٹی کی تیاری میں کار فرما عوامل

مَنْقُول ہے کہ روٹی اس وَقْت تک تیار نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں آسمان، زمین اور ان کے درمیان مُختَلِف اَجسام، اَعراض، اَفلاک، ہوائیں، دن، رات، انسان، حیوان اور زمین کی مَعدَنِیَات جیسے 360 عَوامِل

[1] ......الزهد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۵۴۲، حدیث: ۱۵۵۱
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۴۹۷، الرقم: ۱۴۲۱: عبد الرحیم بن هارون

کار فرمانہ ہوں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں سے پانی کا وَزن کر کے اسے بادلوں پر ڈالتے ہیں، پھر بادل اسے لے کر چل پڑتے ہیں، اس کے بعد ہوائیں بادل، بجلی اور کَڑَک کو اٹھالیتی ہیں، دو فرشتے بادل کو ہَنکاتے ہیں اور سب سے آخر میں روٹی پکانے والے کی باری آتی ہے۔ جب ایک روٹی مُختَلِف مَراحِل سے گزر کر تیّار ہوتی ہے تو اس میں سات ہزار کام ہو چکے ہوتے ہیں اور ہر کام کرنے والا ایک اَصْل کی حَیثِیَّت رکھتا ہے۔ جب ایک روٹی کی تیاری میں اس قَدْر کثیر نعمتیں پائی جاتی ہیں تو باقی نعمتوں کا کیا حال ہو گا؟

نعمت کی حقیقت کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں

بندے پر ہر نِعْمَت کا شُکر لازِم ہے لیکن اگر اس سے ہر نِعْمَت کی حقیقت کے مُطابِق شُکر ادا کرنے کا مُطالَبہ کیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے، البتہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت جسے ڈھانپ لے تو وہ کامِل نِعْمَت کا شُکر ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو یہ دُعا مانگتے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے کامِل نعمت مانگتا ہوں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ کامِل نِعْمَت کیا ہے؟ عَرْض کی: نہیں۔ اِرشاد فرمایا: کامِل نعمت جنّت میں داخِل ہونا ہے۔ [1]

ایک حکیم کے نزدیک نعمت کیا ہے؟

مَنْقُول ہے کہ کسی حکیم و دانا شخص سے پوچھا گیا:

- نِعْمَت کیا ہے؟ جواب دیا: تَوَنگَرِی نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ فقیر کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔
- پھر عَرْض کی گئی کہ مزید بتایئے۔ فرمایا: عَافِیَّت نِعْمَت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بیمار کی کوئی زِنْدَگی نہیں۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸

الادب المفرد للبخاری، باب من سأل اللہ العافیۃ، ص ۱۸۸، حدیث: ۷۲۵

❀ ← عَرض کی گئی کہ مزید بتایئے۔ فرمایا: بے خوفی نِعمت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ ڈرنے والے کی کوئی زِندَگی نہیں۔

❀ ← پھر عَرض کی گئی: مزید بتایئے۔ فرمایا: جوانی بھی نِعمت ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھے شخص کی کوئی زِندَگی نہیں۔

❀ ← مزید پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی شے نِعمت نہیں۔

حکیم کے قول کا قرآن سے ثبوت

اس حکیم نے جو باتیں ذِکر کیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرامین سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ترجمۂ کنز الایمان: تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں دنیا ہی کی زِندَگی میں فنا کر چکے۔ (پ ٢٦، الاحقاف: ٢٠)

اس کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں جوانی مُراد ہے۔ ایک قول کے مُطابِق فَراغَت اور ایک قول کے مُطابِق اَمن وصِحّت مُراد ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ﴿ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ ٤، ال عمران: ١٥٢) ترجمۂ کنز الایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔ ﴾ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں عَافِیَّت اور تَوَنگَری مُراد ہے۔

اسی جیسا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان بھی ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ٢١، لقمان: ٢٠)

اس کی تفسیر میں بھی مَنْقُول ہے کہ یہاں ظاہری عَافِیَّت اور باطنی آزمائش مُراد ہے کیونکہ یہ اُخرَوِی نعمتوں اور ان میں زِیادَتی کا سَبَب ہیں۔ جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلیل ہے:

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ۝۱۵۵ (پ ٢، البقرۃ: ١٥٥) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو۔

گویا اس کے لیے ساری دنیا جمع کر دی گئی

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اس حال میں صُبْح کی کہ اس کا بَدَن سَلامَت ہو، اس کا دِل (مال اور اولاد کی طرف سے) مطمئن ہو، اس کے پاس اس دِن کی خوراک ہو تو گویا اس کے لیے ساری دنیا جَمْع کر دی گئی۔[1]

کسی اہلِ قَناعَت نے اس مَفہوم پر دَلالَت کرنے والا کیا خوب کلام فرمایا:

اِذَا الْقُوْتُ تَاَتّٰی لَكَ وَالصِّحَّةُ وَالْاَمْنُ

وَاَصْبَحْتَ اَخَا حُزْنٍ فَلَا فَارَقَكَ الْحُزْنُ

یعنی جب تیرے پاس خوراک، صحّت اور اَمن ہو، پھر بھی تو غم میں مبتلا ہو تو یہ غم کبھی تجھ سے جُدا نہ ہو گا۔

اسی طرح کسی اور کا کہنا ہے:

كِنٌّ وَفِلْقَةُ خُبْزٍ وَكُوْزُ مَآءٍ وَّاَمْنُ

اَلَـذُّ مِنْ كُلِّ عَيْشٍ يَحْوِيْهِ سَحْبٌ وَّسَجْنُ

یعنی سَر چھپانے کی جگہ، روٹی کا ٹکڑا، پانی کا کوزہ اور اَمن (کی نعمتیں) فراخی و تنگی پر مشتمل زِندگی سے زیادہ لذیذ ہیں۔

دخولِ جنّت کا سَبَب عبادت یا رحمت؟

مَروِی ہے کہ ایک عابِد نے 70 سال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانِب ایک فرشتے کو بھیجا کہ وہ اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے صَدقے جنّت میں داخِلے کی خوش خبری دے۔ مگر اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا: (جنّت میں داخِلہ رَحْمتِ اِلٰہی کے سَبَب نہیں) بلکہ میرے نیک اَعمال کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے دل کی یہ بات جان کر اس کے جِسْم کی ایک ساکِن رگ کو مُتحرِّک ہونے کا حکْم دیا۔ اس کی وجہ سے وہ عابِد مُضْطَرِب اور پریشان رہنے لگا، اس کی عِبادَت خَتْم ہو گئی اور دل کے اس کی طرف مَشْغُول ہونے کی وجہ سے اس کے تمام نیک اَعمال ضائع ہونے لگے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پھر اس رگ کو ساکِن

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۳۴، ۴/۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۳، بتغیر قلیل

العقد الفرید لابن عبد ربہ الاندلسی، کتاب الزمردۃ فی المواعظ والزھد، القناعۃ، ۳/۱۵۵

معجم اوسط، ۱/۴۹۵، حدیث: ۱۸۲۸

ہونے کا حُکم دیا تو وہ دوبارہ ساکن ہو گئی۔ اب وہ عابِد پھر معمول کے مُطابِق عِبادَت کرنے لگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانب وَحی فرمائی: تمہاری عِبادَت کی قیمت صِرف تمہاری ایک رگ کا ساکن ہونا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی غلطی کا اِعْتِراف کیا (اور توبہ کی)۔

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے 70 سال تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی، (بروزِ قِیامَت) اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رحمت کے صدقے جنّت میں لے جانے کا حکم اِرشَاد فرمائے گا تو وہ عَرض کرے گا: (اپنی رحمت کی وجہ سے نہیں) بلکہ میرے عَمَل کی وجہ سے (مجھے جنّت میں داخِل کیا جائے)۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا کہ میرے بندے کو اس کے عَمَل کے بدلے جنّت میں لے جاؤ۔ وہ جنّت میں 70 سال تک رہے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنّت سے باہَر نِکالنے کا حُکم اِرشَاد فرمائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تونے اپنے عَمَل کا اَجْر وثواب پورا وُصول کر لیا۔ یہ سنتے ہی وہ شرمندہ و نادِم ہو گا اور دیکھے گا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان سب سے زیادہ مَضْبُوط تعلّق قائم کرنے والی کون سی شے ہے؟ تو وہ رِجا اور حُسْنِ ظَن کو پائے گا۔ چنانچہ عَرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی رحمت سے جنّت میں ہی رہنے دے نہ کہ میرے عَمَل کی وجہ سے۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: میرے بندے کو میری رَحْمَت کے صَدْقے میری جنّت میں ہی رہنے دو۔[1]

تنگ دستی کی شکایت مناسب نہیں

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طَالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے ایک شخص کے مُتَعَلّق بتایا گیا جس نے کسی سے اپنے فَقْر کی شِکَایَت کرتے ہوئے دُکھ کا اِظْہَار کیا۔ تو اس شخص نے پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو اندھا ہوتا اور تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو گونگا ہوتا اور تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیرے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوتے مگر تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو پاگل ہوتا اور

---

[1] ......مستدرك، كتاب التوبة، باب حكاية عابد عبد الله خمسمائة سنة فتوفي ساجدا، ۵/۳۵۵، حديث: ۷۷۱۲، بتغير
نوادر الاصول، الاصل السابع، ۱/۴۷، حديث: ۵۱، بتغير

تیرے پاس 10 ہزار ہوتے۔ بولا: نہیں۔ اس پر وہ شخص بولا: کیا تجھے اپنے پروردگار کی شِکایَت کرتے ہوئے شَرْم نہیں آتی حالانکہ تیرے پاس 50 ہزار مَالِیَّت کا سامان مَوجُود ہے۔

(حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس شخص نے کہا کیونکہ انسانی جِسْم میں ان اَعْضا کی قیمت یہی ہے اور یہ مال و دولت سے بھی زائد ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی عُضْو کا کاٹ دیا جائے تو اس کی دِیَت دینا پڑتی ہے۔

قرآن کی قیمت

کسی شیخ سے منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی مُقرّب قاری پر فَقْر اس قَدْر شِدّت اِخْتِیار کر گیا کہ اسے غم میں مبتلا کر دیا اور اس کا ہاتھ بھی تنگ ہو گیا۔ اس نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ ہم تجھے سورۂ اَنعام بھلا دیں اور تو ایک ہزار دینار لے لے؟ اس نے عَرْض کی: نہیں۔ پھر سورۂ ہُود کے مُتَعَلّق یہی سوال پوچھا گیا تو اس نے اب بھی اِنکار کیا پھر سورۂ یُوسُف کے مُتَعَلّق پوچھا گیا تو اس نے پھر اِنکار ہی کیا تو اس سے فرمایا گیا: تیرے پاس ایک لاکھ مَالِیَّت کی چیزیں مَوجُود ہیں اور تو ہے کہ فَقْر کی شِکایَت کرتا ہے۔ چنانچہ صُبْح ہوئی تو اس کا سارا غَم دور ہو چکا تھا۔

قرآن اور غِنا کا حُصُول

حُضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: قرآنِ کریم کے ذریعے غِنا حاصِل کرو کہ جو آیاتِ باری تعالیٰ کے ذریعے غِنا نہیں چاہتا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے غنی نہیں کرتا۔ یقیناً قرآنِ کریم ہی وہ غِنا ہے جس کے ساتھ کوئی فَقْر ہے نہ اس کے بعد کوئی غِنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے قرآن کی دولت عَطا فرمائے اور وہ یہ گمان کرے کہ کوئی اس سے بڑھ کر غنی ہے تو بے شک اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیاتِ بینات کا اِسْتِہزَا کیا۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ بے شک اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازِل کردہ کلام کو حقیر جانا۔

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب فی حسن الصوت بالقراٰن، ۲/ ۱۲۹، حدیث: ۱۳۳۷، مختصراً

سنن سعید بن منصور، فضآئل القراٰن، ۱/ ۳۲، حدیث: ۵، مختصراً

التاریخ الکبیر للبخاری، باب الراء، باب رجآء، ۳/ ۲۶۵، الرقم: ۳۹۵۲/ ۱۰۵۸: رجاء الغنوی، بتغیر

ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ مُحسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے قرآنِ کریم سے غِنا حاصِل نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔[1] ایک مُجمَل حدیثِ پاک میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: یقین ہی غنی ہونے کے لیے کافی ہے۔[2] اور قرآنِ کریم حَقُّ الیقین ہے۔

بندے کا تین۳ باتوں سے مستغنی ہونا

کسی بُزرگ سے مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے کو تین۳ باتوں سے مُسْتَغْنِی کر کے اس پر اپنی نِعمت کو مُکمَّل فرما دیا ہے: ❁⇐ بادشاہ سے کہ وہ اِس کے پاس (اپنی حاجات کے لیے) آئے ❁⇐ طبیب سے کہ وہ اس کا عِلاج کرے ❁⇐ ان چیزوں سے جو اس کے بھائی کے پاس ہیں۔

سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کو شکر کی تاکید

حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کی مُناجات میں سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وحی فرمائی: میرے ہر بندے کے ساتھ دو۲ فرشتے ہوتے ہیں، جب وہ میری نعمتوں پر شُکْر ادا کرتا ہے تو وہ فرشتے مجھ سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کی نعمتوں میں زِیادَتی فرما کہ تو ہی شُکْر قبول کرنے والا اور حَمد و سَتائِش کے لائِق ہے، تو شُکْر کرنے والوں کو اپنا قُرْب عطا فرما، ان کے شُکْر اور نعمتوں میں مزید اِضافہ فرما۔ اے ایوب! شُکْر کرنے والوں کو یہی بات کافی ہے کہ میرے اور میرے فرشتوں کے نزدیک وہ بلند مرتبہ والے ہیں۔ میں ان کا شُکْر قبول کرتا ہوں اور میرے فرشتے ان کے لیے دُعا کرتے ہیں، زمین کے تمام گوشے ان سے مَحبّت کرتے ہیں اور (جب یہ جہانِ فانی سے کُوچ کر جاتے ہیں تو) ان کے آثار و نشانات ان پر آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا اے اَیُّوب! تو بھی شُکْر کرنے والا اور میری نعمتوں کو یاد کرنے والا بن جا، میرا ذِکْر کرتا رہ

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند عائشۃ، ۴/۲۲۱، حدیث: ۴۷۳۶

بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ: وأسروا قولکم أو اجهروا به... الخ [الملک: ۱۳]، ۴/۵۸۶، حدیث: ۷۵۲۷

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۶

خواہ میں تیرا چرچا نہ کروں اور تو شکر کرتا رہ خواہ میں تیرے اَعمال کا شکر قبول نہ کروں کیونکہ میں ہی اپنے اَوْلیا کو نیک اَعمال کی توفیق دیتا ہوں اور اپنی دی ہوئی توفیق کے مُطابِق ان کے شُکر بجالانے کو شَرَفِ قبولیَّت بخشتا ہوں۔ انہیں شُکر ادا کرنے پر جزا دیتا اور بدلے میں انہیں اپنی رَضا عَطا فرماتا ہوں، چنانچہ کثیر نعمتوں پر تھوڑا شُکر بجالانے پر بھی راضی ہو جاتا ہوں اور تھوڑے شُکر کو ہی قُبول کر لیتا ہوں اور اس پر بھی انہیں بہترین جزا سے نوازتا ہوں۔ میرے نزدیک سب سے بُرا بندہ وہ ہے جو صِرف بَوَقْتِ ضَرورت میرا شُکر ادا کرے اور بَوَقْتِ مصیبت ہی میری بارگاہ میں آہ وزاری کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شُکر کرنے والوں کو صالحین، مُقرَّبین اور عالمین کے اَوصَاف سے یاد فرمایا ہے۔ یہ تینوں اہلِ یقین کے اعلیٰ مَقامات ہیں۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۲، سبا: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شُکر والے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ (پ۲۳، ص: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو اِیمان لائے اور اَچھے کام کیے اور وہ بَہُت تھوڑے ہیں۔

ایک مَقام پر مُقرَّبین کے اَوصاف کے مُتعَلّق ارشاد فرمایا:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ؕ (پ۲۷، الواقعۃ: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے۔

جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۟ ق (پ۱۵، الکھف: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے۔

عافیت مانگو

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے

حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عَافِیَّت کا سوال کیا کرو اور یقین کے عِلاوہ بندے کو عَافِیَّت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی۔[1]

عافیت عطا سے افضل ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں عَافِیَّت کو ہر قِسم کی عَطاو بخشش سے اَفضل قرار دیا مگر یقین کو عَافِیَّت سے بھی بَرتَر قرار دیا۔ اس لیے کہ عَافِیَّت سے دنیا کی نعمتیں مُکَمَّل ہوتی ہیں اور یقین کے ساتھ اُخْرَوِی۔ لہٰذا یقین کو عَافِیَّت پر ایسی ہی فضیلت حاصِل ہے جیسی ہمیشہ کی زِندَگی کو موت پر۔

عافیت و یقین سے مُراد

عَافِیَّت سے مُراد جسموں کا بیماریوں اور خرابیوں سے محفوظ رہنا ہے جبکہ یقین سے مُراد دین کا کجی اور نفسانی خواہشوں سے محفوظ رہنا ہے۔ اَلْغَرَض یہ دونوں نعمتیں بندے کے عظیم شُکْر پر حاوِی ہیں۔

سلامت دل اور شک سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ ۱۹، الشعراء: ۸۸، ۸۹)

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حُضور حاضِر ہوا سَلامَت دِل لے کر۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں سَلامَت دِل سے شِرک اور شک سے محفوظ دِل مُراد ہے۔ جبکہ سالِم سے مُراد تَندُرُستی اور عَافِیَّت میں ہونا ہے۔ دلوں میں یقین کی عَافِیَّت کا پایا جانا شک اور نِفاق کے نہ ہونے کی دلیل ہے جو دلوں کی بیماریاں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، ۴/۲۷۲، حديث: ۳۸۴۹، بتغير

مسند احمد، مسند ابی بکر الصديق، ۱/۳۰، حديث: ۶، دون ذكر اليقين

تعالیٰ ہے: ﴿ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ۙ (پ ۱، البقرۃ: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ ﴾ (اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں) منقول ہے کہ ان کے دلوں میں شک اور نِفاق کی بیماری تھی۔

دل کی عَافِیَّت سے مُراد کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونا بھی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔

یہاں دل کے روگ سے مُراد ریا ہے۔

ہر مصیبت میں پانچ نعمتیں

منقول ہے کہ ہر مصیبت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پانچ نعمتیں ہوتی ہیں:

﴿1﴾ وہ مصیبت دین میں نہ ہو۔ منقول ہے: جو مصیبت دین میں نہ ہو وہ دین کا ایک راستہ ہوتی ہے۔

﴿2﴾ وہ مصیبت اس سے بڑی نہ ہو۔

﴿3﴾ وہ مصیبت تقدیر میں لکھی تھی جس کا آنا لازِم تھا، چنانچہ وہ آئی اور اپنے بعد راحَت چھوڑ گئی۔

﴿4﴾ وہ مصیبت دنیا ہی میں آگئی اور آخِرت تک مؤخر نہ ہوئی کہ عَذابِ آخِرت کی مِقْدار بڑی ہوتی۔

﴿5﴾ مصیبت کا ثواب اس سے بہتر ہوگا کیونکہ مصیبت جب دنیاوی اُمور میں ہو تو آخِرت کا راستہ ہوتی ہے۔

انسان کے ظالم و ناشکرا ہونے سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہاں ظَلُوْم سے مُراد یہ ہے کہ انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور عطاؤں کو کم جانتے ہوئے انہیں خاطر میں نہیں لاتا اور کَفَّار سے مُراد یہ ہے کہ گناہوں کا مُرتَکِب ہوتا ہے اور نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

دیہاتی کا اندازِ تعزیت

مَرْوِی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وِصال ہوا تو آپ کے شہزادے حضرت

عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تَعْزِیَت کے لیے (آنے والوں کی خاطر ایک جگہ) تشریف فرما تھے۔لوگ گروہ در گروہ ان کی خِدْمَت میں حاضر ہو کر تَعْزِیَت کرتے، چنانچہ ایک دیہاتی بھی آپ کی خِدْمَت میں حاضِر ہوا اور اس نے یہ اَشعار پڑھے:

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَاِنَّمَا ۔۔۔ صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأسِ

خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهٗ ۔۔۔ وَاللهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

یعنی صَبر کیجئے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ صبر کرنے والے بن جائیں، کیونکہ رَعایا کا صَبر سردار کے صَبر کے بعد ہی ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے وِصَال کے بعد آپ کا اَجر ان سے بہتر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے لیے آپ سے بہتر ہے۔

یہ اَشعار سن کر حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس دیہاتی کی طرح کسی نے مجھ سے تَعْزِیَت نہیں کی، گویا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے پسند فرمایا۔

لَكَنُوْدٌ سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ (پ۳۰، العادیۃ:۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے۔

یعنی وہ مَصَائِب کا شِکوہ کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیتا کہ ہر مصیبت کے ساتھ دس کامِل بلکہ اس سے بھی زائد نعمتیں ہیں تو اس کا شِکوہ کم ہوتا اور یہ اس کی جگہ شُکر کرتا۔

مَصائب کی تین۳ صورتیں

مَصائِب کی تین۳ صورتیں ہیں جن میں سے ہر صُورت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِعْمَت ہے۔ چنانچہ،

﴿1﴾ مَصَائِب مُقَرَّبِین ومُحْسِنِیْن کے دَرَجات کی بُلندی کا سَبَب ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ مَصَائِب خاص اَصحابِ یمین اور نیک لوگوں کے مختلف کفّاروں کا سَبَب بنتے ہیں۔

﴿3﴾ مَصَائِب عام مسلمانوں کے لیے بطورِ سزا ہوتے ہیں۔

دنیا میں جَلْد سزا کا ملنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمت ونِعْمَت ہے اور اس کی نعمتوں کی پہچان شاکرین کا طریقہ ہے۔

کسی شے کا دوام بھی نعمت ہے

عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک سب سے اَفضل نِعْمَت اِیمان، پھر اس کا دَوام یعنی ہمیشہ اِیمان پر ثابِت قَدَم رہنا ہے۔ کسی شے کا ہمیشہ رہنا ایک دوسری نِعْمَت ہے جس کا سَبَب ایک نئی مَشِیَّت کی بنا پر ایک نیا حُکْم ہے، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مَحْض اِرادہ اِظْہار کے حُکْم کی وجہ سے ظاہِر ہونے والی شے کے دَوام کا مُوجِب نہیں بنتا بلکہ وہ شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِرادے سے ظاہر تو ہوتی ہے مگر اسے تلاش کرنا پڑتا ہے جیسا کہ اس کا کوئی وُجود ہی نہ ہو۔ ہاں اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے دوسرے حُکْم کے ذریعے دوسری نِعْمَت یعنی اس کے ثُبات و دَوام کا حُکْم اِرشَاد فرمادے تو وہ شے ظاہِر ہونے کے بعد قائم بھی رہتی ہے کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ زمین و آسمان کے دَوام کا اِرادہ نہ فرماتا تو وہ قائم نہ رہ پاتے، اسی طرح اگر وہ پہاڑوں کے ثُبات کا بھی اِرادہ نہ فرماتا تو وہ بھی اپنی جگہ پر ثابِت نہ رہ سکتے تھے، اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِیمان کے دَوام اور دِلوں میں اس کے قائم رہنے کا اِرادہ نہ فرماتا تو اِیمان تقدیر میں لکھا ہونے کی وجہ سے دِل میں ظاہِر ہوتا پھر اگلے ہی لمحے مِٹ جاتا اور دِل کُفْر کے اندھیروں کی جانِب لوٹ جاتا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دِل میں اِیمان کے دَوام اور ثُبات کی دولت پیدا فرما کر اسے لاتعداد نعمتوں سے نوازا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ﳲ (پ١٣، الرعد: ٣٩) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابِت کرتا ہے۔

یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کا ثُبات نہیں چاہتا اسے مِٹا دیتا ہے اور جسے پسند فرماتا ہے اسے ثابِت کرتا ہے۔ لٰہذا بندہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اِیمان کی نِعْمَت کا شُکْر ادا کر سکے اور یہ پہچان سکے کہ اس پر **اللہ** کے فضل اور اَزَلی اِحسان کی اِبْتِدا کب ہوئی اس طرح کہ کسی نِعْمَت کے حُصُول میں بندے کی کوئی کوشش شامِل ہے نہ کوئی حَق، بلکہ یہ نِعْمَت تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص فَضْل اور اس کی رَحْمَت کا نتیجہ ہے۔

(صاحِبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمان کی ایک تفسیر یونہی مَنْقُول ہے:

كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ (پ٣٠، عبس: ٢٣) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے حُکْم ہوا تھا۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو جس نِعمتِ اِسلام کے حُصُول پر شُکر بجالانے کا حکم اِرشاد فرمایا ہے، بندہ اس حکم کو کبھی بھی پورا نہیں کر سکتا حالانکہ یہ نِعمت دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کی اَصل ہے اور یہی نارِ جہنّم سے آزادی کا سبب اور دُخُولِ جنّت کا ذریعہ ہے۔ بندے کے پاس اس نِعمت کے حُصُول کی کوئی صُورت ہے نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کوئی شفیع۔ اس پر مزید یہ کہ نِعمت کا دَوام اور اس کا ثُبات اس کی مَدد کی بنا پر نِعمتِ مُترادِفہ ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ (پ۲۸، المجادلة: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی رُوح سے ان کی مَدد کی۔

اس آیتِ مُبارکہ میں ﴿ اَيَّدَهُمۡ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنی خاص مَدد سے قوّت عطا فرما کر پختگی و تقویت عطا فرمائی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمان کا یہی مفہوم ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ (پ۱۳، ابراھیم: ۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

اسی طرح دُعائے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ہے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى طَاعَتِكَ۔ یعنی اے دلوں کو اِیمان سے پھیر کر شک و شرک کی طرف تبدیل کر دینے والے! میرے دل کو اپنی فرمانبرداری پر ثابِت قدم رکھ۔[1] اس عظیم نِعمت کی پہچان دل سے بُرے خاتمے کے خوف کو دور کر دیتی ہے کیونکہ اس وَقت دِل مشیّتِ باری تعالیٰ کی وجہ سے اپنی حالت کی تیزی سے تبدیل ہونے کی کیفیّت کا مُشاہدہ کرنے لگتا ہے اور یہ بات اس کے شُکر میں اِضافے کا باعث بنتی ہے۔ نیز یہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کے تحت داخِل ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مَحبّت کرو، اس لیے کہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔[2] اور تمہیں رِزق بھی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے ہمیں

---

[1]......ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب بین اصبعی الرحمن، ۴/۵۵، حدیث: ۲۱۴۷، "دینک" بدلہ "طاعتک"
مسند احمد، مسند ابی ھریرة، ۳/۳۹۸، حدیث: ۹۴۲۰، بلفظ: یامصرف القلوب

[2]......ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی، ۵/۴۳۴، حدیث: ۳۸۱۴

رِزق کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس میں اَفضل نِعْمَت اِیمان اور اس کی پہچان ہے، نیز اس نِعْمَت پر دَوام، اس کی مَدد کا شامل ہونا اور ہمیں اَحْوال کی تبدیلی میں ثابِت قَدَم رکھنا بھی اسی کا کَرَم ہے، کیونکہ یہ باتیں ان اَعمال کی اَصْل ہیں جو عَطا و بخشش کا محل ہیں۔

اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے دلوں کو توحید سے پھیر دے جیسا کہ وہ ہمارے ظاہِری جسمانی اَعْضا کو گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس طرح وہ اَعمال میں ہماری نیتوں کو بدلتا ہے اسی طرح ہمارے دلوں میں شک اور گمراہی پیدا کر دے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟[1] کس کام کے لیے کمربستہ ہوں؟ کس شے سے اطمینان حاصِل کریں اور کس کی اُمّید رکھیں؟ یاد رکھئے! یہ (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہمارے دلوں کو توحید پر ثابِت قَدَم رکھنا) بَہُت بڑی نِعْمَت ہے جس کی پہچان شُکر ادا کرنا اور ناوَاقِفِیَّت سے غافِل ہونا ہے جو سزا کا مُوجِب ہے۔

ایمان کا دعویٰ کرنا کیسا؟

کسی کا اِیمان کے مُتَعلّق یہ دعویٰ کرنا کہ یہ اس کی عَقْل کا نتیجہ ہے یا اس نے کوشش و قوّت سے حاصِل کیا ہے، نعمتِ اِیمان کی ناشکری ہے اور (صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مجھے ایسا گمان رکھنے والے شخص کے سَلْبِ ایمان کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے حاصِل ہونے والی نِعْمَت پر شُکْر کرنے کو ناشکری سے بدل دیا ہے۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نیکیوں کو کسبِ ایمان قرار دیا ہے مگر نیکیاں کمانے میں ہماری کوئی فضیلت نہیں بلکہ یہ ہم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل واِحسان

---

[1] ...... قضا و قَدَر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سبَبِ ہَلاکت ہے، صدیق وفاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ما و شما (ہم اور آپ) کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ **اللہ** تعالیٰ نے آدمی کو مِثْلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوعِ اِخْتِیار (ایک طرح کا اِختیار) دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عَقْل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیّا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔ بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف نِسبَت کرنا اور مشیّتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بَہُت بُری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے، اسے **مِنْجَانِبِ اللہ** کہے اور جو بُرائی سَرزَد ہو اُس کو شامتِ نَفْس تصوّر کرے۔ (بہارِ شریعت، ۱/ ۱۸)

ہے کہ اس نے ہمیں اِیمان کی ہِدایت دی اور اسے اپنے اِحسان کے ذریعے ہمارے لیے نیکیاں کرنے کا سَبَب بنایا۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:﴿ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا ؕ﴾ (پ۸، الانعام:۱۵۸) ترجمۂ کنز الایمان: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ ﴾ یہاں ﴿ خَیْرًا ﴾ سے مُراد ایک قول کے مُطابِق توبہ اور دوسرے قول کے مُطابِق تمام نیکیاں کَسبِ ایمان ہیں۔

دیگر نعمتیں

اِیمان کے بعد جو نعمتیں ہمیں ملیں ان میں یہ نعمتیں بھی ہیں: نیکیوں کی توفیق اور ان کا آسان ہونا، کُفر اور کافِروں کے اَخلاق و اَعمال سے دُوری، اِیمان کی تَزْیِین اور اس سے مَحبَّت اور فِسْق و نافرمانی سے نَفرت۔ یہ سب نعمتیں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل و کَرَم کا نتیجہ ہیں جنہیں شُمار نہیں کیا جا سکتا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدَد اور اس کی عطا کردہ مَعرِفَت کے بغیر ان نعمتوں کا بھی شُکر ادا کرنا مُمکِن نہیں۔

شُکر کی مزید صورتیں درج ذیل ہیں:

- نعمتوں کے تسلسل سے حَیا۔
- شُکر بجالانے میں اپنی کوتاہی کی پہچان۔
- قِلَّتِ شُکر پر عُذر خواہی۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حِلْم کی عَظمت اور پردہ پوشی کی مَعرِفَت۔
- اس بات کا اِعْتِراف ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے جس تعریف و توصیف سے نوازا ہے وہ بھی اس کی نِعْمَت ہے اور بندہ اس کا حق نہ رکھتا تھا بلکہ یہ مَحْض اس کا اِنعام ہے۔
- نعمتیں پا کر حُسْنِ تَواضُع اور اِنکساری کا اِظہار۔
- مخلوق کا شُکر۔ اس طرح کہ اس کے لیے دُعا کی جائے اور اس کے اَخلاقِ حَمیدہ سے مُتَّصِف ہونے اور عَطا و بخشش کے حُصُول کا ظاہری ذریعہ اور سَبَب ہونے کی وجہ سے اس کی تعریف کی جائے۔
- بارگاہِ خُداوندی کا اَدَب بجالانا اور قِلّتِ اِعْتِراض۔

❀☜ نعمتوں کو اس طرح قبول کرنا کہ چھوٹی نعمتوں کو بڑی اور معمولی نعمتوں کو بھی عظیم جانے۔ اس لیے کہ ایک گروہ اس لیے ہلاک ہو گیا کہ اس نے اشیا کو معمولی جانا اور ان اشیا سے حاصل ہونے والے فائدے کو حقیر سمجھا کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت نہ جانتا تھا اور اس کی نعمتوں کو بھی کم تر سمجھتا تھا جو کُفْرانِ نِعْمَت ہے۔

صبر و شکر میں سے افضل کون؟

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) بعض لوگ کہتے ہیں کہ صَبْر شُکْر سے اَفضل ہے مگر اہلِ تحصیل کے نزدیک ان میں سے کسی ایک کو افضل قرار دینا مُمکن نہیں اس اِعْتِبار سے کہ شُکْر اَہْلِ یقین کا ایک مَقام ہے اور کسی ایک گروہ کو ترجیح دینا دُرُست نہیں اس اِعْتِبار سے کہ ان سب کے مُشاہدۂ یقین میں فَرْق ہے، اس لیے کہ بعض صابِرین اپنے حُسْنِ صَبْر اور مَعْرِفَتِ صَبْر کی بِنا پر بعض شاکِرین سے اور خواص شاکِرین اپنے حُسْنِ یقین اور عُلُوِّ مُشاہدہ کی وجہ سے عوام صابِرین سے اَفضل ہوتے ہیں۔ مگر صَبْر و شُکْر میں سے ایک کو دوسرے سے اَفضل قرار دینا اَحْوال و مَقامات کے طریق میں سے ہے۔ اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اس بات کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے لیکن ہمارے نزدیک صَبْر و شُکْر کے باہَم اَفضل ہونے کی صُورت کچھ یوں ہے:

❀☜ نعمتیں حاصِل نہ ہونے پر صَبْر اَفضل ہے کہ اس میں زُہد اور خوفِ حِساب پایا جاتا ہے اور یہ دونوں اَعلیٰ مَقام ہیں۔

❀☜ ناپسندیدہ اشیا کے حُصُول پر شُکْر اَفضل ہے کہ اس میں آزمائش اور رَضائے خداوندی ہے۔

❀☜ نَفْس پر مُشکِل ہونے کی وجہ سے مصیبتوں اور سختیوں پر صَبْر نعمتوں اور آسانیوں پر شُکْر سے اَفضل ہے۔

❀☜ حالَتِ غِنا میں گناہوں پر قُدْرَت کے باوُجُود صَبْر کرنا نعمتوں پر شُکْر سے اَفضل ہے، اس اعتبار سے کہ نعمتوں کے ذریعے نافرمانی سے بچتے ہوئے صَبْر کا دامَن تھامے رہنا اس شخص کے لیے ان نعمتوں کے ذریعے فرمانبرداری کرنے سے اَفضل ہے جسے ایسا کرنے میں نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑے۔

❀☜ جس شے کے حاصِل نہ ہونے پر صَبْر کر رہا تھا اس کے حُصُول پر شُکْر ادا کرے گا تو آزمائش بھی

نِعْمت بن جائے گی اور یہ سب سے اَفضل ہے کیونکہ یہ مُقرّبین کا مُشاہَدہ ہے۔

☜ جس نِعْمت کا شُکْر ادا کر رہا تھا اس سے بچنا اور نہ حاصِل ہونے پر صَبْر کرنا زیادہ اَفضل ہے کیونکہ یہ مُجاہَدے کا حال ہے۔

آزمائش درجات کے مطابق ہوتی ہے

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ہم گروہِ انبیا کو سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے، پھر ان لوگوں کو جو دَرَجہ بدَرَجہ کسی نبی کے مِثْل ہیں۔[1] یعنی جو ہم میں سے کسی نبی کے جس قَدْر مُشابِہ ہو گا اسی قَدْر آزمایا جائے گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہلِ اِبْتِلا کے مَقام کو مَقامِ نبوت کی جانِب مَنْسُوب فرما کر رِفْعَت عطا فرمائی اور ان لوگوں کو دَرَجہ بدَرَجہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مِثْل قرار دیا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس اعتبار سے جو شخص اَوصاف میں حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ مُشَابہ ہو گا وہ سب سے اَفضل ہو گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ سَخْت آزمائش پر بھی شُکْر فرمایا کرتے تھے لہٰذا مَصَائِب پر صَبْر کرنے والوں میں سے جو لوگ شُکْر کرنے والے ہیں وہ ان آزمائشوں پر اپنے شُکْر کی وجہ سے اَفضل ہیں کیونکہ وہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے زیادہ قریب اور زیادہ مُشابِہ ہیں۔

مُقرّبین کا ہر مقام صبر و شکر کا محتاج ہے

مُقرّبین کا ہر مَقام صَبْر و شُکْر کا مُحْتاج ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر کامل نہیں۔ کیونکہ صَبْر اپنے کمال کے لیے شُکْر کا مُحتاج ہے اور شُکْر مزید اِنْعامات کا مُوجِب بننے کے لیے صَبْر کا محتاج ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اِکٹھا ذِکْر فرمایا اور انہیں مومنین کے اَوصاف قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صَبْر کرنے والے شکر گزار کو۔ (پ ۲۱، لقمان: ۳۱)

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/ ۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، بتغیر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اِیمان کو دو۲ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔** جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: صَبْر نِصف اِیمان ہے اور شُکْر بھی نِصف اِیمان ہے جبکہ یقین کامِل اِیمان ہے۔[1]

اس لیے کہ یقین ان دونوں کی اَصْل ہے اور یہ دونوں اس کے ثمر ہیں جن کا وُجُود یقین کے بغیر قائم نہیں، کیونکہ شاکِر کو نِعْمَت کے مُتَعَلِّق پختہ یقین ہوتا ہے کہ یہ حقیقی مُنْعِم کی جانِب سے ہے اور اسے اس بات کا بھی پختہ یقین ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر مزید اِضافے کا وعدہ فرما رکھا ہے لہٰذا وہ شُکْر ادا کرتا ہے۔ اسی طرح صابِر کو آزمائش کے آنے پر یہ یقین ہوتا ہے کہ اسے آزمایا گیا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس آزمائش پر صَبْر کرنے کی وجہ سے ثواب عَطا فرمائے گا چنانچہ وہ صَبْر کرتا ہے۔ یہ دونوں اہلِ یقین کے حال ہیں کیونکہ یہ لوگ صَبْر وشُکْر میں سے کسی بھی حالَت سے کسی وَقْت خالی نہیں ہوتے کیونکہ ہر شے میں اس کی ایک نِشانی ہے۔ لہٰذا آزمائش میں بندے کا حال صَبْر کرنا اور اِنْعام میں شُکْر کرنا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ صابِرین و شاکِرین کو پسند فرماتا ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ....کتاب الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۹۳، حدیث: ۵۷

مَقاماتِ یقین میں سے چوتھا مقام

مقامِ رِجا کی شرح اور اَہلِ رِجا کے اَوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ (پ۲۵، الشورٰی: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ اپنے بندوں پر لُطف فرماتا ہے جسے چاہے روزی دیتا ہے۔

﴿2﴾ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

﴿3﴾ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ (پ۲۴، الزمر: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادَتی کی اللہ کی رَحمت سے نااُمّید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اسے کسی کی پروا نہیں

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قراءَت میں اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ سے پہلے ﴿ وَلَا یُبَالِیْ ﴾ بھی پڑھا ہے۔[1] یعنی اس صُورت میں مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کا مفہوم کچھ یوں بنے گا: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادَتی کی **اللہ** کی رَحمت سے نااُمّید نہ ہو بے شک **اللہ** سب گناہ بخش دیتا ہے اور اسے کسی کی کوئی پروا نہیں، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مشہور احادیثِ مُبارَکہ میں مَروی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا: فَقَبَضَ قُبْضَةً فَقَالَ: هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

---

[1] ......مسند احمد، حدیث اسماء ابنۃ یزید، ۱۰/۴۳۵، حدیث: ۲۷۶۴۰

ایک مٹھی بھری۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ سب جنّتی ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں۔[1]

حدیث کی شرح

اس حدیث کا حقیقی مفہوم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کی ایک شرح میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے، وہ ان لوگوں کی وجہ سے تنگ نہ ہوگی اور مجھے ان کے دُخولِ جنّت کی کوئی پروا نہیں بلکہ یہ جنّتی ہیں اور مجھے ان کے بُرے اَعمال کی بھی کوئی پروا نہیں۔

متقین کے متعلق ارشادِ خداوندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتَّقِین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظُلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی مُعافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔

متوکلین کے متعلق ارشادِ خداوندی

مُتَوَکِّلِین کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مَغْفِرَت وسیع ہے۔

عرش کو گھیرے ہوئے فرشتوں کے متعلق ارشادِ خداوندی

عَرش کو گھیرے ہوئے فرشتوں کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَالْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ

---

[1] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۰، حدیث: ۲۲۱۳۸ وحدیث عبد الرحمن بن قتادۃ، ۶/۲۰۵، حدیث: ۱۷۶۷۶

لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۵) اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے مُعافی مانگتے ہیں۔

نارِ جہنّم ولیوں کو ڈرانے کے لیے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے نارِ جہنّم اپنے دشمنوں کے لیے تیّار کی ہے اور اپنے اَوْلیا کو اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

﴿1﴾ لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

﴿2﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۚ﴿۱۳۱﴾ (پ ۴، آل عمران: ۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔

﴿3﴾ فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾ لَا يَصۡلٰىهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَى ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِيۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۶﴾ (پ ۳۰، الیل: ۱۴ تا ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

رضائے خداوندی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عَفْو و درگزر کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ ۚ (پ ۱۳، الرعد: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظُلْم پر بھی انہیں ایک طرح کی مُعافی دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت کے مُتَعَلِّق لگاتار سُوال کرتے رہے یہاں تک کہ یہ فرمایا گیا: کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ میں نے آپ پر یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ ۚ (پ ۱۳، الرعد: ۶) ﴾

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (پ۳۰، الضحی: ۵)

حضور راضی نہ ہونگے

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمّت میں سے کسی کے بھی جہنّم میں جانے پر راضی نہ ہوں گے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر محمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اے اَہْلِ عِراق تم کہتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کِتاب میں سب سے زیادہ (بخشش کی) اُمّید دِلانے والی آیت یہ ہے: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ (پ ۲۴، الزمر: ۵۳) ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زِیادَتی کی اللہ کی رَحمت سے نااُمّید نہ ہو۔ ﴾ مگر ہم اہلِ بیت کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ اُمّید دِلانے والی آیتِ مُبارَکہ یہ ہے: ﴿ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ (پ۳۰، الضحی: ۵) ﴾ اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آپ کی اُمّت کے بارے میں راضی فرمادے گا۔

اُمّتِ مرحومہ کا جہنّم میں بدل

حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: میری اُمّت اُمّتِ مَرْحُومہ (یعنی رحم فرمائی گئی) ہے، اس پر آخِرت میں کوئی عذاب نہ ہو گا، اس کی سزا دنیا میں زلزلے اور فتنے ہیں، جب قیامت کا دن ہو گا تو میری اُمّت کے ہر شخص کو اَہْلِ کِتاب میں سے ایک شخص دے کر فرمایا جائے گا کہ جہنّم میں یہ تمہارا بدَل ہے۔[2] ایک رِوایت میں یہ

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲/۱۶۴، حدیث: ۱۴۴۵

[2] ......ابوداود، کتاب الفتن والملاحم، باب مایرجی فی القتل، ۴/۱۴۲، حدیث: ۴۲۷۸

ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴/۵۱۳، حدیث: ۴۲۹۲

الفاظ ہیں: اس اُمّت کا ہر شخص ایک یہودی یا نصرانی کو جہنّم میں لے جائے گا اور کہے گا کہ یہ جہنّم میں میرا فِدْیہ ہے۔ پس اُسے جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

بخار جہنّم کے جوش سے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بُخار جہنّم کے جوش سے ہے اور یہ مومنین کا آگ میں سے حِصّہ ہے۔[2]

خدا رُسوا نہ کرے گا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ج (پ۲۸، التحریم: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: جس دن اللہ رُسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب وحی فرمائی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی اُمّت کا حِساب آپ کو سونپ دوں؟ عَرض کی: نہیں اے میرے پروردگار! (میں یہ نہیں چاہتا کیونکہ) تو ان کے لیے مجھ سے بہتر ہے۔ فرمایا: پھر ہم آپ کو ان کے مُتعلّق رُسوا نہ کریں گے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میرا حِساب میرے والدین کے سِپُرد کر دیا جائے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھ پر میرے والدین سے زیادہ رَحم فرمانے والا ہے۔[4]

---

[1] ....مسند احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ۷/۱۵۴، حدیث: ۱۹۶۷۰

[2] ....بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها مخلوقة، ۲/۳۹۵، حدیث: ۳۲۶۱
معجم اوسط، ۵/۳۴۲، حدیث: ۷۵۴۰

[3] ....مسند احمد، حدیث حذیفة بن الیمان، ۹/۹۴، حدیث: ۲۳۳۹۶، بتغیر قلیل

[4] ....حلیة الاولیاء، حماد بن سلمة، ۶/۲۷۰، حدیث: ۸۵۶۹، فیہ قول حماد بن ابی سلمة

اُمّت تو آپ کی ہے مگر بندے میرے ہیں

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے رب سے اپنی اُمّت کے مُتَعَلِّق یہ سُوال کیا: اے میرے رب! ان کا حِساب مجھے سونپ دے تاکہ میرے علاوہ ان کے گناہوں پر کوئی مُطَّلع نہ ہو۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب وحی فرمائی: وہ اُمّت تو آپ کی ہے مگر بندے میرے ہیں، میں ان پر آپ سے زیادہ رَحم کرنے والا ہوں، میں ان کا حِساب کسی دوسرے کے سپُرد نہیں کروں گا تاکہ ان کے گناہوں کی طرف کوئی نہ دیکھ پائے خواہ وہ آپ ہوں یا کوئی دوسرا۔[1]

نبی کی زِندَگی اور موت دونوں باعثِ خیر ہیں

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: میرا دنیا میں رہنا بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا اس جہانِ فانی سے ظاہِری کُوچ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ میری دُنیاوِی زِندَگی کا تمہارے لیے بہتر ہونا اس لیے ہے کہ میں تمہارے لیے ہر کام کرنے کے دُرُست طریقے بیان کرتا ہوں اور شَرِیعَت کی حَدیں مُقرّر فرماتا ہوں اور جب میں اس جہانِ فانی سے پردہ فرما جاؤں گا تو تمہارے اَعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے، میں ان میں سے اچھے اَعمال دیکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالاؤں گا اور بُرے اَعمال دیکھ کر تمہارے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طَلَب کروں گا۔[2]

فرشتوں اور زمین کے تمام گوشوں کا بندے کے گناہ بھول جانا

ایک رِوایَت میں ہے کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں اور زمین کے تمام گوشوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے اور ان گناہوں کو نیکیوں سے بَدَل دیتا ہے یہاں تک کہ بروزِ قیامت

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ تعالی، ۱/ ۸۱، حدیث: ۶۲ بتغیر ومختصر

[2] ......مسند بزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/ ۳۰۸، حدیث: ۱۹۲۵، بتغیر قلیل

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۳/ ۵۳۳، الرقم: ۶۲۲: خراش بن عبد اللہ، بتغیر قلیل

وہ اس حال میں آئے گا کہ کوئی شے اس کے خِلاف گواہی دینے والی نہ ہو گی۔ اسی طرح مَنْقُول ہے کہ جب مومِن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا مُرتکِب ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے فرشتوں کی نِگاہوں سے چھپا دیتا ہے تاکہ وہ اسے دیکھ کر بروزِ قِیامت اس کے خِلاف گواہی نہ دے سکیں۔

یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ! سے مُراد

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن بارگاہِ خُداوندی میں عرض کی: یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ! تو حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرض کی: کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِن اَلفاظ کی مُراد جانتے ہیں؟ (پھر خود ہی عَرض کرنے لگے:) ان سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رَحْمت سے گناہوں کو مُعاف فرما دیتا اور اپنے کَرَم سے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔[1]

کامِل نعمت کیا ہے؟

ایک بار رَسُولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی کو یہ دُعا مانگتے سنا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے کامِل نِعْمت مانگتا ہوں۔ تو اس سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ کامِل نِعْمت کیا ہے؟ اس نے عَرض کی: نہیں۔ تو اِرشَاد فرمایا: کامِل نِعْمت جنّت میں جانا ہے۔[2]

تکمیلِ نعمت سے مُراد

(صَاحِبِ کِتَاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ہمیں اس بات کی خَبَر دی ہے کہ اس نے ہمارے لیے دِیْنِ اِسلام کو پسند فرما کر ہم پر اپنی نِعْمت مُکَمَّل فرما دی ہے اور یہ بھی دُخُولِ جنّت کی دلیل ہے۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

ترجمۂ کنز الایمان: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامِل کر دیا اور تم پر اپنی نِعْمت پوری کر دی اور تمہارے لیے

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/۳۸۹، حدیث: ۷۰۴۳

[2] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸

دِيۡنًا ؕ (پ ٦، المائدة: ٣) اِسلام کو دین پسند کیا۔

ہم بھی آیتِ مُبارَکہ میں مذکور نِعْمَت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ شریک ہیں، لہٰذا ہمیں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم سے اپنے گناہوں کی بخشش کی اُمّید ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (پ ٢٦، الفتح: ٢) ترجمۂ کنز الایمان: تاکہ اللہ تمہارے سَبَب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے۔

ایک گناہ کی سزا دوبارنہیں ہوگی

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مَرْوِی ہے کہ جس نے کوئی گناہ کیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اس کی پردہ پوشی فرمائی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر کریم ہے کہ آخِرت میں اس کا پردہ فاش کرے اور جس نے کوئی گناہ کیا اور اس پر اسے دنیا میں ہی سزا دی گئی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑھ کر عادِل ہے کہ آخِرت میں دوبارہ اپنے بندے کو سزا دے۔[1] ایک رِوایت میں اَلفاظ یوں ہیں: بندہ دنیا میں گناہ کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمادے تو بروزِ قِیامت اس کی مَغْفِرَت بھی فرمادے گا۔

گناہ گار کا حِفاظت الٰہی میں ہونا

کسی بُزرگ سے مَرْوِی ہے کہ ہر گناہ گار گناہ کا اِرْتِکاب کرتے وَقْت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظَت میں ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِفاظَت میں ہوتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی حِفاظَت کا ذِمّہ اُٹھالیتا ہے وہ رُسوا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ جسے دنیا میں رُسوا کیا گیا تو یہ اس کے گناہوں کا کفّارہ ہوگا اور اسے آخِرت میں اس گناہ کی وجہ سے رُسوا نہ کیا جائے گا۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الحدود، باب الحد كفارة، ٣/ ٢٥١، حديث: ٢٦٠٤، بتغير قليل
مسند احمد، مسند على بن ابى طالب، ١/ ٢١٣، حديث: ٧٧٥

گناہ کے بعد مغفرت طلب کرنا

مَرْوِی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بندہ جب گناہ کر کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طَلَب کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو اس نے گناہ کیا مگر اسے یہ یقین بھی تھا کہ اس کا رب گناہ مُعاف فرماتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے گِرِفْت بھی فرماتا ہے، لہٰذا میں تم سب کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔[1]

بندے کا گناہ کے بعد رب کو بار بار پکارنا

حضرت سَیِّدُنا محمد بن مُصْعَب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا اَسْوَد بن سالم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے ایک مَکْتُوب میں لکھا: بندہ جب اپنے نَفْس پر کوئی زِیادَتی کر کے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر عَرض کرتا ہے: اے میرے رب! تو فرشتے اس کی آواز پر حِجاب ڈال دیتے ہیں، جب وہ دوسری مرتبہ اے میرے رب! کہتا ہے تو فرشتے پھر اس کی آواز پر حِجاب ڈال دیتے ہیں اور جب وہ تیسری بار بھی "اے میرے رب!" پکارتا ہے تو فرشتے اس بار بھی اس کی آواز پر پردہ ڈال دیتے ہیں، مگر جب وہ چوتھی بار اپنے رب کو پکارتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم کب تک میرے بندے کی آواز مجھ تک پہنچنے سے چھپاتے رہو گے، میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے عِلاوہ اس کا کوئی رب نہیں جو اس کے گناہوں کو مُعاف فرمائے، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے مُعاف فرما دیا ہے۔

گناہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگیں تو بھی

ایک حدیثِ قُدْسی میں ہے کہ جب بندہ گناہوں کا مُرْتَکِب ہو یہاں تک کہ اس کے گناہ آسمان کی بُلَندیوں کو چھونے لگیں تو بھی میں اس کے گناہ مُعاف فرما دوں گا جب وہ مجھ سے مَغْفِرَت طَلَب کرے اور بخشش کی اُمّید رکھے۔[2]

---

[1] ......مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب . . . الخ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۸

[2] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار . . . الخ، ۵/۳۱۸، حدیث: ۳۵۵۱

زمین بھر گناہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا

ایک حَدِیْثِ قُدْسِی میں ہے کہ اگر میرا بندہ مجھے زمین بھر گناہ کر کے ملے تو میں اسے اسی قَدْر مَغْفِرَت سے مِلوں گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔[1]

فرشتے کا چھ ساعتوں تک قلم اٹھائے رکھنا

تاجدارِ رِسَالَت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نِشان ہے: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو فرشتہ ۶چھ ساعتوں تک قلم اٹھائے رکھتا ہے (یعنی گناہ نہیں لکھتا)، اگر وہ توبہ کر لے اور مَغْفِرَت چاہے تو وہ کوئی گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر وہ اس کا ایک گناہ لکھ لیتا ہے۔[2] ایک رِوَایَت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: جب وہ فرشتہ اس کا گناہ لکھ لیتا ہے اور اس کے بعد بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانِب کا فرشتہ بائیں جانِب والے فرشتے سے جس کا وہ امیر بھی ہے، کہتا ہے: اس کا یہ گناہ مِٹا دو تاکہ میں اس کی نیکی کے 10 گنا ثواب میں سے ایک مِٹا کر ۹نو لکھ لوں۔ اس طرح وہ گناہ اس سے مِٹا دیا جاتا ہے۔[3]

فرشتوں کی خوشی

مَنْقُول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے لیے دائیں جانِب والے فرشتے کے قَلْب میں جو رَحْمَت ڈالی ہے وہ بائیں جانِب والے فرشتے کے قَلْب میں ڈالی گئی رَحْمَت سے کئی گنا زیادہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے بائیں جانِب والے فرشتے کا امیر بھی مُقَرَّر فرمایا ہے۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانِب والا فرشتہ خوش ہوتا ہے اور ایک قول کے مُطابِق تمام فرشتے اس کی نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور بندے کے لیے ان فرشتوں کی خوشی کے باعث نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء . . . الخ، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ، ص ۱۴۴۳، حدیث: ۲۶۸۷

[2] ......معجم کبیر، ۸/۱۸۵، حدیث: ۷۷۶۵

شعب الایمان للبیھقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/۳۹۱، حدیث: ۷۰۵۱

[3] ......حلیۃ الاولیاء، شویس بن حیاش، ۲/۲۸۹، حدیث: ۲۲۵۷

بندہ مغفرت طلب کرتے کرتے تھک جاتا ہے

حضرت سَیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ایک طویل حدیثِ پاک میں ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ لکھ لیا جاتا ہے۔ ایک اَعرابی نے عَرض کی: اگر وہ توبہ کرلے تو؟ اِرشاد فرمایا: وہ گناہ اس کے نامۂ اَعمال سے مِٹا دیا جاتا ہے۔ عَرض کی: اگر پھر اسی گناہ کا مُرتکِب ہو تو؟ اِرشاد فرمایا: وہ گناہ لکھ لیا جائے گا۔ عَرض کی: اگر پھر توبہ کرلے تو؟ اِرشاد فرمایا: پھر نامۂ اَعمال سے مِٹا دیا جائے گا۔ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کب تک ایسا ہوتا رہے گا؟ اِرشاد فرمایا: جب تک وہ مُعافی مانگتا رہے اور بارگاہِ خُداوندی میں حاضر ہو کر توبہ کرتا رہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو مَغفِرت فرماتا رہتا ہے مگر بندہ مَغفِرت طَلَب کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ چنانچہ بندہ جب کوئی نیکی کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو دائیں جانِب والا فرشتہ اس کے نیکی کرنے سے پہلے ہی اس کے نامۂ اَعمال میں نیکی لکھ دیتا ہے اور جب وہ اس پر عَمَل کرلیتا ہے تو 10 نیکیاں مزید لکھ دیتا ہے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس نیکی کا ثواب 700 گنا تک مزید عطا فرماتا ہے مگر جب کوئی بندہ کسی گناہ کا اِرادہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا، اگر گناہ کا اِرتِکاب کرلیتا ہے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے مگر اس گناہ کے پیچھے بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُسنِ مَغفِرت ہوتی ہے۔ [1]

جب میں مرجاؤں گا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

ایک شخص سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمت میں حاضِر ہوا اور عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں صرف ایک ماہ کے روزے رکھتا ہوں اس سے زیادہ نہیں، صرف پانچ نمازیں پڑھتا ہوں اس سے زیادہ نہیں، مجھ پر میرے مال میں رَضائے خداوندی کے لیے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج، نہ میں نَفْلی صَدَقہ کرتا ہوں، اب بتایئے کہ جب میں مَر جاؤں گا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جنّت میں۔ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کے ساتھ؟ تو سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرا دیئے اور فرمایا: ہاں! میرے ساتھ۔ اگر تو نے اپنے

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب من ھم بحسنۃ اوبسیئۃ، ۴/۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۱، بتغیر واختصار
معجم اوسط، ۶/۲۵۴، حدیث: ۸۶۸۹، مختصرا

دل کی ۲ دو چیزوں یعنی دھوکے اور حَسَد سے حِفاظَت کی، زبان کو بھی ۲ دو چیزوں یعنی غیبت اور جھوٹ سے محفوظ رکھا اور آنکھ کو بھی ۲ دو چیزوں سے محفوظ رکھا یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھا اور کسی مسلمان کو حِقارَت کی نظر سے نہ دیکھا تو میرے ساتھ میری ان ۲ دو ہتھیلیوں کو تھام کر جنّت میں داخِل ہو گا۔

مخلوق کے حِساب کا نگران کون ہو گا؟

ایک طویل رِوایَت میں حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ ایک اَعرابی نے بارگاہِ رِسالَت میں عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مخلوق کے حِساب کا نگران کون ہو گا؟ اِرشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔ عَرض کی: کیا وہ خود حِساب لے گا؟ فرمایا: ہاں! تو اَعرابی مسکرا دیا، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: اے اَعرابی کس بات پر تو مسکرایا ہے؟ عَرض کی: کریم جب قُدرَت پاتا ہے تو مُعاف فرما دیتا ہے اور جب حِساب لیتا ہے تو در گزر سے کام لیتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اَعرابی نے سچ کہا ہے، جان لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں، وہ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن ہے۔ پھر اِرشاد فرمایا: اَعرابی نے اس بات کو سمجھ لیا ہے۔

کسی ولی کو حقیر سمجھنا

مذکورہ رِوایَت میں ہی ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کعبہ کو عَظَمت و شرافت سے نوازا ہے، اگر کسی بندے نے اسے ایک ایک پتّھر کر کے گرایا پھر اسے آگ لگادی تو بھی اس کا جُرْم اس شخص کے جُرْم تک نہیں پہنچے گا جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی وَلی کو حقیر سمجھا۔ اَعرابی نے عَرض کی: مَنْ اَوْلِیَآءُ اللہ؟ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَوْلِیا کون ہیں؟ اِرشاد فرمایا: تمام مومِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَوْلِیا ہیں کیا تو نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ ذی شان نہیں سنا:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

ایک مومن کی فضیلت

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

مومِن کعبہ سے اَفضل ہے، طیّب وطاہِر ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فرشتوں سے زیادہ مُعَزَّز ہے۔[1]

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، حضرت سَیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا کَعْبُ الاَحْبار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفّار سے مَرْوِی ایک مشْہُور رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کعبہ کی جانِب دیکھ کر اِرشاد فرمایا: تیری عَظَمت وشَرافت کتنی زیادہ ہے، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مومِن کی حُرْمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔[2]

عظمتِ کعبہ کا باعث اولیائے کرام ہیں؟

(صاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو یہ حکم اِرشاد فرمایا کہ وہ اس کے دوستوں کی عَظَمت کی وجہ سے اس کے گھر یعنی کعبہ کو پاک کریں، گویا بیتُ اللہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کو یہ شَرَف اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی بدولت ملا۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ قُدْسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی وَلی کی توہین کی گویا اس نے مجھے جنگ کی دَعْوت دی، (یاد رکھو!) میں دنیا وآخِرت میں اپنے وَلی کا اِنْتِقام لینے والا ہوں۔[3]

سیدنا یعقوب ویُوسُف عَلَیْہِمَا السَّلَام کے درمیان جدائی کی وجہ

حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے اور یُوسُف کے درمیان جُدائی کیوں پیدا کی؟ عَرْض کی: نہیں۔ اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ آپ نے ان کے دوسرے بھائیوں سے فرمایا تھا ﴿ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ (پ ۱۲، یوسف: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔﴾ آپ کو اس پر بھیڑیئے کا خوف تو ہوا مگر مجھ سے حِفاظَت کی اُمّید کیوں نہ رکھی؟ اس کے بھائیوں

---

[1] ......الزھد لوکیع، باب فضل المؤمن، ص ۳۱۰، حدیث: ۸۴، مختصرا

[2] ......ابن ماجه، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۴/۳۱۹، حدیث: ۳۹۳۲، بتغیر قلیل
معجم اوسط، ۴/۲۰۳، حدیث: ۵۷۱۹

[3] ......معجم اوسط، ۴/۲۰۳، حدیث: ۵۷۱۹

کی غفلت کی طرف تو دیکھ لیا مگر میری حفاظت کی طرف کیوں نہ دیکھا؟ یہ میری آپ پر عنایت ہے کہ میں نے آپ کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے کہ میں اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡن ہوں۔ لہٰذا آپ نے مجھ سے (یُوسُف کی واپسی کی) اُمّید رکھی (تو میں نے انہیں آپ سے ملا دیا)۔ اگر میں نے آپ کی تقدیر میں خود کو اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡن نہ لکھا ہوتا تو میں کبھی آپ پر (یُوسُف کو ملانے کا) کَرَم نہ فرماتا۔

خوف و رجا

رِجا کسی شے میں طَمَع کے قَوِی ہونے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں طَمَع کو رِجا کی جگہ ذِکر کیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمّید کرتے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ خوف کسی شے سے ڈر کے قَوِی ہونے کا نام ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: آخِرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رَحْمت کی آس لگائے۔ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

رجا کے بغیر ایمان دُرُست نہیں

رِجا مومنین کا وَصف اور اِیمان کا ایسا خُلق ہے جس کے بغیر ایمان دُرُست نہیں جیسا کہ یہ خوف کے بغیر دُرُست نہیں۔ گویا کہ رِجا پرندے کا ایک پَر ہے جس کے بغیر وہ پرواز نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ شخص بھی مومن نہیں ہو سکتا جو اس ہستی سے اُمّید نہیں رکھتا جس پر وہ اِیمان لایا ہے۔

رجا اور حسن ظن

یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظَن اور حُسنِ اُمّید رکھنے کا ایک مَقام ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نِشان ہے: تم میں سے ہر گز کسی کو موت نہ آئے مگر یہ کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظَن رکھتا ہو۔ اس لیے کہ حَدِیثِ قُدسی میں ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے

مُطابِق ہوتا ہوں، (اب یہ اس پر ہے کہ) وہ جو چاہے مجھ سے گمان رکھے۔

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر فرماتے: بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی اچھا گمان رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرما دیتا ہے۔ اس لیے کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی اس کے دَستِ قُدْرَت میں ہے یعنی جب وہ کسی کو حُسْنِ ظَن کی توفیق عطا فرماتا ہے تو اسے وہ شے بھی عَطا فرما دیتا ہے جس کے مِلنے کا وہ گمان رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جس شے کے مُتَعَلِّق حُسْنِ ظَن رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے وُقوع کا اِرادہ فرما لیتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے سنا: اس سے مُراد ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھّے گمان رکھو۔

وقتِ نزع خوف و رجا کا ساتھ

ایک بار سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی شخص کے پاس تشریف لائے جبکہ اس پر موت کی عَلامات ظاہر تھیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ عَرض کی: میری حالَت یہ ہے کہ میں اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں مگر اپنے رب کی رَحْمَت کی اُمّید رکھتا ہوں۔ اِرشَاد فرمایا: جس بندے کے دل میں اس حالَت میں یہ دونوں چیزیں جَمع ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ شے عَطا فرما دیتا ہے جس کی اس نے اُمّید رکھی اور اس سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کی عَقْل خوف سے زائل ہو گئی تھی یہاں تک کہ وہ نا اُمّیدی کی حد تک پہنچ گیا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تیرا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مَایُوس ہونا تیرے گناہ سے بھی عظیم ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الجنائز، باب ۲، ۱/ ۲۹۶، حدیث: ۹۸۵

کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے سچ فرمایا ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جس رَحمَت سے غم میں مبتلا شخص راحت پاتا اور گناہوں میں مبتلا شخص بخشش کی اُمّید رکھتا ہے اس رَحمَت سے نااُمّید ہونا گناہوں سے بھی عظیم ہے، بلکہ تمام گناہوں سے زیادہ بڑا گناہ ہے، کیونکہ اس نے اپنی خواہش کی بنا پر ان صِفاتِ باری تعالیٰ سے تعلّق توڑا جن سے رَحمَت کی اُمّید رکھی جاتی ہے اور اپنی مذمُوم صِفَت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم پر حُکم لگایا جو بہُت بڑا گناہ ہے اگرچہ اس کے دیگر گناہ بھی کبیرہ ہیں (مگر اس کا یہ گناہ دیگر کبیرہ گناہوں سے بڑا ہے)۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ (پ ۲، البقرۃ:۱۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے ہاتھوں ہَلاکَت میں نہ پڑو۔ ﴾ کی تفسیر میں ہے کہ یہاں ایسا شخص مُراد ہے جو کبیرہ گناہوں کے اِرتِکاب سے اپنے ہاتھ آلُودَہ (لَت پَت) کرتا ہے اور توبہ بھی نہیں کرتا، پھر کہتا ہے کہ میں ہلاک ہو گیا مجھے کوئی عَمَل فائدہ نہ دے گا۔ چنانچہ اس سے مَنع کیا گیا ہے۔

رِجا

رِجا ایک بُلند مَقام اور عُمدہ حال ہے جو صِرف اَہلِ عِلْم و حَیا میں سے کریم لوگوں کو حاصِل ہے۔ یہ حال ان پر مَقامِ خوف کے بعد آتا ہے، وہ رِجا کی وجہ سے ہی کَرب سے راحَت اور گناہوں کا اِرتِکاب ہو جانے پر سُکُون پاتے ہیں۔ جسے خوف کی مَعرِفَت نصیب نہ ہو وہ رِجا کی مَعرِفَت بھی نہیں پاتا اور جو مَقامِ خوف میں صِحَّت و سلامتی پر قائم نہیں رہتا اسے اَہلِ رِجا کے بُلند مَقامات پر فائز نہیں کیا جاتا۔

مَقامِ رجا و مَقامِ خوف کا باہمی تعلّق

ہر بندے کو اس کے مَقامِ خوف کے مُطابِق مَقامِ رِجا حاصِل ہوتا ہے اور خوف دِلانے والی صِفات سے حاصِل ہونے والے مُکاشَفہ کے مُطابِق اسے اُمّید دِلانے والی صِفات کا کَشف ہوتا ہے۔ اگر اس کا مَقام مخلوقات کو خوف دِلانے والی صِفات مثلاً گناہ، عُیوب اور اَسباب ہوں تو ان مَقامات کے اِعْتِبار سے اسے

مَقاماتِ رِجا حاصِل ہوں گے یعنی اس سے کیا گیا وعدہ پورا کیا جائے گا، گناہ مُعاف کر دیئے جائیں گے اور جنّت اور اس میں پائے جانے والے عُمدہ اَوصاف کے حُصُول کا شوق اس کے دل میں پیدا کر دیا جائے گا۔ یہ اَصحابِ یمین کا طریق ہے۔ لیکن ذاتِ باری تعالیٰ کے اَوصاف کے مُشاہَدے سے جو خوف دِلانے والی صِفات پیدا ہوتی ہیں اگر کوئی ان کے مَقام پر فائز ہو یعنی اگر کسی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَزَلی عِلْم، بُرے خاتِمہ، خفیہ تدبیر، باطنی اِسْتِدراج، قُدْرَت کی گِرِفت اور حُکْمِ جَبَرُوت کے مُشاہَدے سے خَوفِ اِلٰہی حاصِل ہو تو اسے خوف میں اپنے مَقام کے اِعْتِبار سے مَقامِ مَحبَّت اور مَقامِ رضا حاصِل ہوتا ہے۔ چنانچہ رِجا اَخلاق کے مَعانی اور کَرَم، اِحسان، فَضْل، عِنایَت، لُطف اور اِمْتِنَان جیسے اَوصاف کا نام ہے۔

رِجا میں صاحبِ کتاب کا مَقام

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ صحیح نہیں کہ ہم ہر وہ بات بتا دیں جو ہمیں مَقاماتِ رِجا میں اَہْلِ رِجا کے مُشاہَدے کے مُتعلّق معلوم ہے۔ اس لیے کہ یہ باتیں عام مومنین والی نہیں، بلکہ یہ اس شخص کے لیے سخت نقصان دہ ہیں جسے یہ مَقام حاصِل نہ ہو، یہ خواص لوگوں کی باتیں ہیں جو صرف مَحبَّت سے ہی حاصِل ہوتی ہیں اور فائدہ دیتی ہیں اور مَحبَّت دل کے خوف سے دُرُست ہونے کے بعد ہی حاصِل ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر نُفُوس خوف سے ہی دُرُست ہوتے ہیں جیسا کہ بُرے غُلام کوڑے اور ڈنڈے کھائے بغیر سیدھے نہیں ہوتے، پھر (بھی سیدھے نہ ہوں تو) انہیں تلواروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

رِجا کے صحیح ہونے کی علامت

بندے میں رِجا کے صحیح ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ اس کی رِجا میں خوف بھی ہو کیونکہ جب کسی شے کی اُمّید پائی جاتی ہے تو دل میں اس کی عَظمَت اور اس پر رشک کی شِدَّت کی وجہ سے بندے کو اس کے فوت ہو جانے کا خوف بھی لاحِق رہتا ہے، اس طرح وہ حالِ رِجا میں فوتِ رِجا کے خوف سے جُدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ رِجا اَہْلِ خوف کے لیے راحَت کا باعِث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب لوگ رِجا کو خوف کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایسے اَوصاف ہیں جن میں سے کوئی بھی دوسرے سے جُدا نہیں ہوتا۔ عربوں کا طریقہ ہے کہ جب ایک شے

دوسری کو لازِم ہو یا اس کا وَصف یا سَبَب ہو تو وہ اسے دوسری شے کا نام دیدیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: مَا لَكَ لَا تَرْجُوْ كَذَا؟ یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں: مَا لَكَ لَا تَخَافُ؟ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ قرآنِ کریم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ (پ ۲۹، نوح: ۱۳) ﴾ [1] اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں اکثر مُفَسِّرین کا قول ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے جو تم عَظَمتِ باری تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (پ ۱۶، الکھف: ۱۱۰) ﴾ [2] یعنی یہاں بھی مُراد یہ ہے کہ جسے اپنے رب سے ملنے کا ڈر ہو۔

خوف و رِجا دن رات کی طرح ہیں

خوف و رِجا کا آپَس میں تعلّق دن اور رات کے باہمی تعلّق جیسا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دن رات میں سے کسی ایک کے ذریعے کل مدّت (24 گھنٹے) بیان کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ ایک ہی واقعے کے مُتَعَلِّق قرآنِ کریم میں دو مختلف مقامات پر مدّت بیان کرنے کے لیے یہ اَلفاظ کچھ یوں مذکور ہیں: ﴿ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ (پ ۱۶، مریم: ۱۰) ﴾ [3] اور دوسرے مقام پر ہے ﴿ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ (پ ۳، اٰل عمران: ۴۱) ﴾ [4]۔ ایسا اس لیے ہے کہ دن؛ رات سے جُدا ہے نہ رات؛ دن سے جُدا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ایک کے ذریعے دوسرے کی خبر دی، یہ دونوں ایک دوسرے کے مُشابہ ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے میں داخِل بھی ہیں اور دونوں میں سے کوئی ایک ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمت و قُدرت سے ظاہِر ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں کے اَحکام و اِنعامات میں فَرق ہے۔ جب دن ظاہِر ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرت سے رات اس میں چھپی ہوتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمت سے دن اس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ایک کے دوسرے میں داخِل ہونے اور ایک کو دوسرے میں

---

[1] .... ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزّت حاصِل کرنے کی اُمّید نہیں کرتے۔

[2] .... ترجمۂ کنزالایمان: توجسے اپنے رب سے ملنے کی اُمّید ہو۔

[3] .... ترجمۂ کنزالایمان: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر۔

[4] .... ترجمۂ کنزالایمان: تین دن مگر اشارہ سے۔

لپیٹنے کی یہی حقیقت ہے۔

معانی ملکوت میں خوف ورِجا کی حقیقت

دن رات کی طرح مَعانیِ مَلَکُوت میں خوف ورِجا کی حقیقت بھی ایسی ہی ہے کہ جب خوف ظاہِر ہوتا ہے تو بندے پر خوف طارِی ہو جاتا ہے، پھر وَصْفِ خوف کی تجلّی کے مُشاہَدے سے اس پر اَحْکامِ خوف ظاہِر ہوتے ہیں تو اسے وَصْفِ خوف کے غَلَبہ کی وجہ سے خائِف کا نام دیدیا جاتا ہے مگر اس کے خوف میں رِجا بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔ (اسی طرح) جب رِجا ظاہِر ہوتی ہے تو بندے کا شُمار اَہْلِ رِجا میں ہونے لگتا ہے اور اس پر اُمّید دلانے والی صِفات کی بنا پر رَبُوبِیَّت کی تجلّی کے مُشاہَدے سے اَحْکامِ رِجا ظاہِر ہوتے ہیں تو بندے کو انہی سے مُتَّصِف کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس پر حالَتِ رِجا غالِب ہوتی ہے مگر اس حالَتِ رِجا میں خوف بھی مُضْمَر (پوشیدہ) ہوتا ہے۔

ایمان کے دو۲ اوصاف

پرندے کے دو۲ پَروں کی طرح خوف ورِجا اِیمان کے دو۲ اَوصاف ہیں اور مومِن کی حالت ان دونوں یعنی خوف ورِجا کے درمیان ایسے ہے جیسا کہ پرندہ اپنے دونوں پَروں کے درمیان ہوتا ہے یا ترازو کا کانٹا اس کے دونوں پلڑوں کے درمیان۔

حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَنْقُول ہے کہ اگر مومن کے خوف ورِجا کا وَزْن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔ حَقیقتِ رِجا کی مَعْرِفَت اور رِجا والی شے میں طَمَع کے صِدْق میں یہی اَصْل ہے۔ چنانچہ مومنین خوف ورِجا کے اِعْتِدال کی حالَت میں ہوتے ہیں اور یہ دو۲ ایسے مَقام ہیں جن میں سے اَعْلٰی مَقام مُقَرَّبِین کا ہے جو انہیں رِجا والے اَخلاق اور خوف دِلانے والے اَوصاف کے مُشاہَدے سے حاصِل ہوتا ہے اور دوسرا مَقام اَصحابِ یمین کا ہے جو انہیں اَحکام کی اِبتدا اور اَقسام کے تفاوُت کی مَعْرِفَت سے حاصِل ہوتا ہے۔ اس کی صُورَت کچھ یوں بنتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق پر اپنے فَضْل سے کَرَم فرمایا اور ایسا اس نے اپنی مرضی سے کیا نہ کہ کسی کے مجبور کرنے سے۔ لہٰذا جب اس نے بندوں کو یہ بات بتائی تو وہ نِعْمَت کی اِبْتِدا کے اِعْتِبار سے کامِل نِعْمَت کی اُمّید رکھنے لگے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں جادوگروں نے مَغْفِرَت کی طَمَع کی جب وہ

اِیمان لائے تو کہنے لگے:

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ (پ۱۹، الشعراء:۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں طَمَع ہے کہ ہمارارب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے اِیمان لائے۔

یعنی انہوں نے کہا کہ ہم سب سے پہلے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام پر ایمان لانے کے اِعْتِبار سے اُمّید رکھتے ہیں کہ ہمارے اِیمان لانے کے سَبَب ہماری بخشش ہو جائے گی۔ مَعْلُوم ہوا کہ انہوں نے اِیمان لانے کی وجہ سے بخشش کی اُمّید رکھی۔

نعمت سے محرومی پر مایوس ہونا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بندے کی مَذمّت فرمائی ہے جسے اس نے کسی نِعْمَت سے نواز کر وہ نِعْمَت واپَس لے لی ہو، پھر وہ شخص اس نِعْمَت کے دوبارہ ملنے سے مَایُوس ہو گیا ہو۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا:

وَ لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُۚ اِنَّهٗ لَیَـٴُـوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ (پ۱۲، ھود:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم آدمی کو اپنی کسی رَحْمَت کا مزہ دیں پھر اسے اس سے چھین لیں ضَرور وہ بڑا ناامّید ناشکرا ہے۔

اس کے بعد اپنے صَبْر کرنے والے نیک بندوں کو مُستثنٰی قرار دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِؕ (پ۱۲، ھود:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر جنہوں نے صَبْر کیا اور اچھّے کام کیے۔

خوف و رِجا کا دل میں بسیرا

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے بیٹے سے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اتنا ڈرو کہ کبھی اس کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف مَت ہو اور اپنے خوف سے زیادہ اس سے اُمّید رکھو۔ اس نے عَرْض کی: میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ حالانکہ میرا ایک ہی دل ہے۔ فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ مومِن کے دو۲ دل ہوتے ہیں۔ ایک سے وہ ڈرتا ہے اور دوسرے سے اُمّید رکھتا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ خوف و رِجا اِیمان کے دو۲ وَصْف ہیں جن سے مومِن کا دل کسی وَقْت بھی خالی نہیں ہوتا گویا کہ اس صُورت میں وہ دو۲ دِلوں والا بن جاتا ہے۔

مخلوق کے طبقات

مخلوق کو چار طبقات میں پیدا کیا گیا ہے۔ ہر طبقے میں ایک گروہ ہے۔ چنانچہ،

- بعض وہ ہیں جو حالَتِ اِیمان میں زِنْدَگی بسر کرتے ہیں اور حالَتِ اِیمان ہی میں موت کو گلے سے لگاتے ہیں۔ یہاں ان کی رِجا اپنے اور دیگر مومنین کے لیے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں کسی نِعْمَت سے نوازتا ہے تو وہ اُمّید رکھتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنی نِعْمَت کو مکمّل فرمائے گا اور اس نے انہیں جس نِعْمَت سے نوازا ہے ان سے واپَس نہ لے گا۔
- بعض لوگ وہ ہیں جو حالَتِ اِیمان میں زِنْدَگی بسر کرتے ہیں مگر موت انہیں حالَتِ کفر میں آتی ہے۔ اس مَقام سے اَہْلِ رِجا اور دیگر لوگوں کو ڈرنا چاہئے کیونکہ وہ یہ حُکْم تو جانتے ہیں مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا وہ حُکْم ان سے پوشیدہ ہوتا ہے جو اس نے اپنے عِلْم کے مُطابِق ان کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔
- بعض لوگ وہ ہیں جو حالَتِ کُفْر میں زِنْدَگی بسر کرتے ہیں مگر موت انہیں حالَتِ اِیمان میں آتی ہے۔
- بعض لوگ وہ ہیں جن کی زِنْدَگی بھی حالَتِ کُفْر میں گزرتی ہے اور موت بھی کُفْر پر ہی آتی ہے۔

یہ دو الگ الگ حُکْم ہیں جو رِجا کا مُوجِب ہیں مگر دوسرا حُکْم مُشْرِک کے لیے ہے کہ جب لوگ اسے دیکھتے ہیں تو اس کے ظاہِر کی وجہ سے نااُمّید نہیں ہوتے بلکہ اس رِجا میں انہیں یہ دُہرا خوف لاحِق ہوتا ہے کہیں ان کی موت بھی اس حالَت پر نہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں یہ بات حقیقت کا رُوپ نہ دھار لے۔

مومن کی معتدل حالت

مومن مذکورہ چاروں اَحْکام کو جان لیتا ہے تو خوف و رِجا اس کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے اِیمان کے اِعْتِدال کی وجہ سے اس کی حالَت بھی مُعْتَدِل ہو جاتی ہے۔ وہ مخلوق پر اس کے ظاہِر کے مُطابِق حُکْم لگاتا ہے اور پوشیدہ باتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپُرد کر دیتا ہے، وہ کسی بندے کے ظاہِر کی وجہ سے اس پر شَر کا قطعی حُکْم نہیں لگاتا بلکہ اس کے لیے اس خیر کی اُمّید رکھتا ہے جو عِنْدَ اللہ پوشیدہ ہو۔ نیز اپنے یا کسی کے بھی ظاہِر کی وجہ سے اس کے خیر میں مبتلا ہونے کی گواہی نہیں دیتا بلکہ عِنْدَ اللہ شَر کے پوشیدہ ہونے سے ڈرتا ہے۔

مومن کی کامل حالت

مومن کا کامل حال یہ ہے کہ وہ اپنے نَفْس پر تو ڈرے مگر دوسروں کے لیے خیر کی اُمّید رکھے کیونکہ یہی مومنین کا وِجدان ہے اس اعتبار سے کہ وہ حُسنِ ظَن رکھتے ہوئے عِبادت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بھی حُسنِ ظَن رکھتے ہیں اور ظاہِری اَعمال پر سلامتیٔ قلب کی وجہ سے عُذر پیش کرتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِپُرد کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے نُفُوس سے بدظَن رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی صِفات کو خوب جانتے ہیں اور ان پر مَلَامَت کرتے رہتے ہیں اور وہ ان کے لیے کسی قسم کی کوئی حُجّت قائم نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے شَر میں مبتلا ہونے سے پوشیدہ طور پر ڈرتے ہیں، نیز انہیں یہ خوف بھی لاحق رہتا ہے کہ ایسا کرنے سے گویا وہ خود اپنے ہی نُفُوس کو پاک دامَن قرار دیدیں گے۔

مُنافق کی حالت

جس شخص پر یہ دونوں باتیں اُلٹ ہو جائیں گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیہ تدبیر کا شِکار ہے یہاں تک کہ وہ اپنے نَفْس کے مُتَعَلِّق تو اچھا گمان رکھتا ہے مگر دوسروں کے مُتَعَلِّق بدگمانی کا شِکار رہتا ہے، لوگوں کے شَر میں مبتلا ہونے کا تو خوف رکھتا ہے مگر اپنے لیے رَحْمَت کی اُمّید رکھتا ہے، حُجّت قائم کرتے ہوئے اپنے نَفْس کے لیے تو عُذر تلاش کرتا ہے مگر لوگوں کو مَلَامَت کرتا ہے اور ان کی مَذمَّت سے بھی نہیں کتراتا۔ یہ سب مُنافقین کے اَوصاف ہیں۔

علامتِ رِجا

اَہْلِ رِجا کے لیے ان کے مَقام کے مُطابِق ایک حال ہوتا ہے اور چونکہ مَقام کے مُطابِق حال کی کوئی عَلامَت بھی ہوتی ہے، لہٰذا رِجا کی عَلامَت یہ ہے کہ بندے کو رِجا والی شے کے مُشاہَدے سے اپنے رب کے ساتھ دائمی حُسنِ مُعاملہ و قُرب حاصِل ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حُسنِ ظَن رکھنے اور اچھی اُمّیدیں وابستہ کرنے کی بنا پر نوافل کی ادائیگی کے ذریعے بہت زیادہ قُرب حاصِل ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے جو نیک اَعمال بجالانے کا

حکم دیا ہے وہ اپنے فَضْل سے انہیں شَرَفِ قَبُولِیَّت عطا فرمائے اور یہ سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم سے کرتا ہے حالانکہ اس پر ان اَعمال کو قبول کرنا لازِم ہے نہ ہم اس بات کا کوئی حق رکھتے ہیں۔ بلکہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِحسان اور اس کی رَحْمت سے جو نیک عَمَل کرتا ہے وہ اس کے بُرے اَعمال کا کفّارہ بن جاتے ہیں اس اِعْتِبار سے کہ وہ اپنے مَخْفِی لُطف وکَرَم اور اَخلاقِ حَمیدہ کی بنا پر ہم پر اپنی عِنایات فرماتا رہتا ہے مگر ایسا کرنا اس پر لازِم نہیں بلکہ ایسا وہ اس لیے فرماتا ہے کہ بندہ اس سے حُسْنِ ظَن رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس نے کوئی گناہ کیا اور اسے یہ یقین ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا اور پھر وہ اس سے بخشش کی اُمّید رکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ کو مُعاف فرما دیتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: اس گمان کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کی حالت بدل دی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا۔ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۲۳)

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۲ ترجمۂ کنز الایمان: اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ (پ ۲۶، الفتح: ۱۲)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسْنِ ظَن رکھا وہ اَہْلِ نَجات سے ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے: جس نے کوئی گناہ کیا پھر اس پر غم زدہ ہوا تو اس کا گناہ مُعاف فرما دیا جائے گا اگرچہ اس نے اِسْتِغفار نہ بھی کیا۔[1]

مقامِ رجا کی شرعی حیثیت

رِجا کا مَقام بھی دوسرے مَقاماتِ یقین کی طرح ہے، ان میں سے کچھ فَرْض ہیں اور کچھ باعِثِ فضیلت۔ چنانچہ بندے پر فَرْض ہے کہ اپنے مولا، خالِق، مَعْبُود اور رازِق سے اُمّید رکھے اس اِعْتِبار سے کہ اس کے کَرَم اور فَضْل پر نظر رکھے اور اپنے نفس کی صِفات اور بُری باتوں کو نہ دیکھے۔ چنانچہ،

[1] ......معجم اوسط، ۳/ ۲۴۴، حدیث: ۴۴۷۲

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مَنْقُول ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی چیز مانگی اور اپنے نَفْس اور اَعمال کی جانِب دیکھا تو اس کی دُعا قبول نہ ہو گی جب تک کہ اس کی نِگاہیں صِرف ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے لُطف وکَرَم پر مرکوز نہ ہوں اور اسے دُعا کی قبولِیَّت کا یقین نہ ہو جائے۔

رجا میں اخلاص

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) میری عمر کی قَسَم! بے شک جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مانگا اور کسی شے میں اپنی رَغبَت کا اِظْہار کیا مگر نظر اپنے نَفْس اور اَعمال کی جانِب رکھی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی رِجا میں مُخْلِص نہیں کیونکہ اس نے نظر میں شِرک کیا ہے اور جب وہ رِجا میں مخلص ہی نہ ہو تو وہ اَہْلِ یقین میں سے بھی نہ ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی شخص کے عَمَل اور دُعا کو شَرَفِ قبولِیَّت سے نوازتا ہے جو مُخْلِص ہو اور اسے دُعا کی قبولِیَّت کا یقین بھی ہو۔ چنانچہ جسے مُشاہَدۂ توحید کی دولت نصیب ہو اور اس کی نگاہوں کا مِحْوَر بھی وَحْدانِیَّت ہی ہو تو یقیناً اِخلاص اور دُعا کی قبولِیَّت کے یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ جب تم دُعا مانگو تو دُعا کی قبولِیَّت کا یقین رکھو،[1] کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی کی دُعا قبول فرماتا ہے جسے قبولِیَّت کا یقین ہو اور وہ خُلُوصِ نِیَّت سے دُعا مانگے۔ اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے دُعا کی توفیق عطا فرماتا ہے اس کے لیے عِبادَت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دُعا نِصف عِبادَت ہے۔[2] اور اللہ عَزَّوَجَلَّ صِرف مُخْلِص بندے کی ہی دُعا قبول فرماتا ہے۔

ایک دعا تین کرم نوازیاں

بندے پر دُعا کی وجہ سے تین۳ کَرَم نوازیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ،

❀ سب سے کم کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اس کے نامۂ اَعمال میں اس دُعا کی وجہ سے ایک نیکی لکھ دی

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۶۵، ۵/ ۲۹۲، حدیث: ۳۴۹۰

[2] ......الفوائد الشهير بالغيلانيات لابی بكر الشافعی، باب فی أخلاق رسول الله صلی الله علیه وسلم ومزاحه، ۱/ ۶۳۲، حديث: ۸۴۳

جاتی ہے جس کا اجر 10 سے 700 گنا تک ملتا ہے۔

⟸ سب سے اعلیٰ کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی دُعا کو آخِرَت میں اس کے لیے ذخیرہ فرما دیتا ہے جو اس کے لیے دنیا ومافیہا کی ان تمام بھلائیوں سے بہتر ہے جن کا خیال بھی اس کے دل میں کبھی نہیں آیا۔ یہ سب اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظن رکھنے کی بنا پر ہے۔

⟸ مُتوسِّط کَرَم نوازی یہ ہوتی ہے کہ اس سے وہ مصیبت دُور کر دی جاتی ہے جو اگر آتی تو اس سے چھٹکارا اس کے لیے سب سے اَہَم ہوتا اور اسے اپنی مانگی ہوئی چیز سے اس مصیبت کا دُور ہونا زیادہ پسند ہوتا۔

ایک دعا تین۳ عطائیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب کوئی دعا مانگنے والا دُعا کی قبولیَّت کا یقین رکھتے ہوئے دُعا کرتا ہے اور اس کی یہ دُعا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا باعث ہو نہ قَطعِ رِحمی کا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تین۳ باتوں میں سے ایک ضَرور عَطا فرماتا ہے۔ یعنی یا تو اس کی مانگی ہوئی شے اسے عَطا فرما کر اس کی دُعا کو شَرَفِ قبولیَّت سے نوازتا ہے یا اس سے اس جیسی کوئی بُرائی دور فرما دیتا ہے یا اس دُعا کے بدلے اس کے لیے آخِرَت میں ڈھیروں اَجر و ثواب جَمع فرما دیتا ہے۔[1]

خالق مخلوق میں سب سے زیادہ کس پر ناراض؟

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرض کی: اے میرے رب! تو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ کس پر ناراض ہوتا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور جو کسی مُعاملے میں اِستخارہ کرے پھر میں اس کے لیے کسی فیصلے کو ظاہِر فرما دوں تو وہ اسے ناپسند کرے۔[2]

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک، ۵/۳۳۴، حدیث: ۳۵۸۴، بتغیر قلیل
مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۳۷، حدیث: ۱۱۱۳۳

[2] ......نوادر الاصول، الاصل السادس والستون، ۱/۲۷۰، الرقم: ۳۸۸
معجم کبیر، ۲۲/۳۲۰، حدیث: ۸۰۷

خالق کی پسند و ناپسند

ایک رِوایت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرض کی: اے میرے رب! تو کس شے کو زیادہ پسند اور کس کو زیادہ ناپسند کرتا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: مجھے سب سے زیادہ پسند میری قضا پر راضی رہنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسند یہ ہے کہ تو اپنے نَفْس کی تعریف کرے۔ [1]

آقا کی نصیحت

مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عَرض کی: مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس شے کا فیصلہ تیرے حَق میں نہ کیا ہو اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اِلزام نہ دو۔ [2]

خدا کے ہر فیصلے میں خیر ہی خیر ہے

ایک رِوایت میں ہے کہ دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آسمان کی جانب دیکھا اور مسکرا دیئے، اس کے مُتعلِّق عَرض کی گئی تو اِرشَاد فرمایا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مومن کے مُتعلِّق کیے گئے فیصلوں پر مُتَعَجِّب ہوا کہ مومن کے لیے اس کے ہر فیصلے میں خیر ہی خیر ہے، اگر مومن کے لیے خوش حالی کا فیصلہ کیا گیا اور وہ اس پر راضی رہے تو یہ اس کے لیے خیر کا باعث ہے اور اگر اس کے لیے تنگ دستی کا فیصلہ کیا جائے پھر بھی وہ راضی رہے تو یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔ [3]

حُسنُ الظَّنِّ بِاللہ سے مُراد

حُسنُ الظَّنِّ بِاللہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسنِ ظَن یہ ہے کہ خوب رَغبَت کی بنا پر اس کی حمد و ثنا

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، منصور بن المعتمر، ۵/۵۳، حدیث: ۶۲۸۷، مختصراً

[2] ......مسند احمد، حدیث عبادۃ بن الصامت، ۸/۴۰۳، حدیث: ۲۲۷۸۰، بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ص۱۵۹۸، حدیث: ۲۹۹۹، بتغیر
مسند احمد، حدیث صہیب، ۹/۲۴۰، حدیث: ۲۳۹۷۹، بتغیر قلیل

بیان کی جائے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسْنِ ظَن اس کی بہترین عِبادَت کرنا ہے۔[1]

سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سکھائے گئے کلمات سے مراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو **اللہ** نے اس کی توبہ قبول کی۔ (پ ۱، البقرۃ: ۳۷)

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جو کلمات سکھائے گئے وہ یہ تھے: اے میرے رب! مجھ سے جو لَغْزِش ہوئی وہ میرے نَفْس کی وجہ سے تھی یا تو نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے عِلْم کے مُطابِق میری تقدیر میں یہ سب لکھ دیا تھا؟ اِرشَاد ہوا: یہ سب میں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق تیری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ عَرْض کی: اے میرے رب! جیسا کہ تو نے میری تقدیر میں یہ لَغْزِش لکھی اسی طرح اب مجھے مُعاف بھی فرما دے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ یہی وہ کلمات ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سکھائے۔

بروزِ قیامت بندے سے سوال

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قِیامت بندے سے اِرشَاد فرمائے گا: برائی دیکھ کر اسے روکنے سے تجھے کس نے مَنْع کیا؟ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس سوال کا جواب تلقین فرما دے تو وہ کچھ یوں عَرْض کرے گا: اے میرے رب! میں نے تجھ سے (مَغْفِرَت کی) اُمّید رکھی اور لوگوں سے ڈر گیا۔[2] تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: میں نے تجھے بخش دیا۔

ایک مَشْہُور رِوایَت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شَہَنْشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

---

[1] ....مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۳/ ۲۸۱، حدیث: ۸۷۱۷

[2] ....ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب قولہ تعالیٰ: یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم، ۴/ ۳۶۶، حدیث: ۴۰۱۷

ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا، پھر (قرض کی واپسی کے مُعاملے میں) ان سے درگزر سے کام لیتا اور تنگ دَست لوگوں کو قرض مُعاف فرما دیتا، (اور اپنے اس عَمَل سے بخشش کی اُمّید رکھتا۔ چنانچہ جب) وہ اس حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا کہ اس نے (اس کے علاوہ) کبھی کوئی نیک کام نہ کیا ہوگا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے فرمائے گا: ہم تجھ سے زیادہ دَرْ گُزَر کرنے کا حَق رکھتے ہیں۔ پھر اس شخص کو اس کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَغْفِرَت کا اُمّیدوار ہونے اور حُسنِ ظَن رکھنے کی بنا پر بخش دیا جائے گا۔[1]

اہلِ رجا کے مختلف درجات

اَہلِ رِجا کے فضائل میں مُختَلِف دَرَجات ہیں۔ ان میں سے مُقرّبین اَعلیٰ نصیب کی اُمّید رکھتے ہیں یعنی قُربِ اِلٰہی، اس کی بارگاہ میں حاضِری اور جس قَدْر انہیں مَعانیِ صِفات کی مَعرِفَت حاصِل ہے ان کی تجلّی کا حُصُول۔ ایسا ان کے عِلْمِ باری تعالیٰ کے سَبَب ہے۔ پھر اَہلِ رِجا میں سے اَصحابِ یمین کا دَرَجہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے پر یقین کی وجہ سے اس کی مزید نعمتوں اور کثیر فضل کی اُمّید میں رہتے ہیں۔

رِجا کی مختلف صورتیں

دَرْج ذیل صورتیں بھی رِجا کی ہیں:

- نیک اَعمال کے ذریعے شَرْحِ صَدْر کی دولت نصیب ہونا۔
- نیک اَعمال کے فوت ہو جانے کے خوف کی بنا پر انہیں جَلْد از جَلْد سَر اَنْجام دینا اور قبولیّت کی اُمّید رکھنا۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی تکمیل اور اس کے قُرب کے حُصُول کی اُمّید میں بُرائی کو ترک کرنا اور نفس سے مُجاہَدہ کرنا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رَحمتِ اِلٰہی کے اُمّیدوار ہیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر، ص ۸۴۴، حدیث: ۲۹ (۱۵۶۰)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس آیتِ مُبارَکہ میں مذکور مُہاجر اور مُجاہِد کی تفسیر کچھ یوں بیان فرمائی ہے کہ مُہاجِر وہ ہوتا ہے جو بُرائی کو چھوڑ دے اور مُجاہِد وہ ہے جو رِضائے خُداوندی کے حُصول کی خاطِر اپنے نَفْس سے مُجاہَدہ کرے۔ [1]

❀☜ قرآنِ کریم کی کَثْرت سے تِلاوَت کرنا۔

❀☜ نَماز قائم کرنا جو معبودِ برحَق کی عِبادَت ہے۔

❀☜ ظاہِری وپوشیدہ طور پر تھوڑا بہت (جس قَدْر اور جیسے ممکن ہو) راہِ خُدا میں مال خرچ کرنا۔

❀☜ دُنیاوِی تِجارَت میں مشغول ہو کر راہِ حَق سے غافِل نہ ہونا۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَہلِ رِجا میں سے مُحقِّقِین کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۟ۙ (پ ۲۲، فاطر: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خَرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے اُمّیدوار ہیں جس میں ہر گز ٹوٹا (نقصان) نہیں۔

❀☜ رات کی گھڑیوں میں عِبادَت کرنا یعنی جب دِلوں میں خَوفِ اِلٰہی قرار پکڑنے کی وجہ سے پہلو بستروں سے دُور ہو جائیں تو نَمازِ تہجُّد کے لیے طویل قِیام کرنا اور دُعا میں مشغول رہنا۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَہلِ رِجا کے مُتَعلّق اِرشَاد فرمایا:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رَحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الفتن، باب حرمة المؤمن وماله، ۴/ ۳۲۰، حديث: ۳۹۳۴

ترمذی، كتاب فضل الجهاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطا، ۳/ ۲۳۲، حديث: ۱۶۲۷

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ رجا، اہلِ خوف اور رات کی گھڑیوں میں نمازِ تہجد پڑھنے والوں کو عُلَما کا نام دیا ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو ڈرتا ہے نہ اُمّید رکھتا ہے وہ عالِم نہیں کیونکہ دونوں (یعنی خوف ورجا والے اور بے خوف وناامّید لوگوں) کا مَقام ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔

مُقرّبین کے نزدیک رِجا

مُقرَّبِین کے نزدیک رِجا یقین کا پہلا مَقام ہے اور یہ صِدِّیقِین کا ظاہِری وَصْف ہے، بندے کے دل میں وَصْفِ رِجا اس وَقْت ہی مرتبۂ کمال تک پہنچتا ہے اور اسے پایۂ ثُبات حاصِل ہوتا ہے جب اس میں درج ذیل اَوصاف پائے جائیں: ❀ ایمانِ باری تعالیٰ ❀ ھِجْرَت اِلَی اللہ ❀ مُجاہَدۂ نَفْس ❀ تِلاوَتِ قرآن ❀ اِقامَتِ صلاۃ ❀ اِنْفَاق فِی سبیل اللہ ❀ رات کی گھڑیوں میں سجدوں کی کَثْرت و قِیام اور ❀ ان تمام اَوصاف کے ساتھ ساتھ خَوفِ اِلٰہی۔

یہ اہلِ رجا کی جُملہ صِفات ہیں جبکہ اہلِ یقین کے اَحْوال کی یہ اِبتِدا ہے۔ اس کے بعد ان اَوصاف کے ذریعے غیب کی باتوں کے مُکاشَفے اور اَنْوار وعُلُوم کی زِیادَتی سے قلب وجَوارِح کے ظاہِری وباطِنی اَعمال کی زِیادَتی ہوتی ہے۔

خوف ورِجا کے ذریعے مَقامِ علم وعمل تک رسائی

خوف ورِجا دو مختلف مَقامات تک پہنچنے کے راستے ہیں، خوف عُلَمائے کِرام کو مَقامِ عِلْم تک اور رِجا عاملین کو مَقامِ عَمَل تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ رِجا کے اَوصاف بیان فرمائے ہیں کہ یہ لوگ نیک اَعمال بجالاتے ہیں، ان کی رِجا خوف سے مُتَّصِل ہوتی ہے، یہ اپنی رِجا کی سچّائی میں کامل ہیں جس پر رَشک کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے نیک اَعمال اور ان کے وعدے کی پاسداری کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا (پ۲۷، الطور: ۲۶، ۲۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا (پ۲۹، الدھر: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنی مَنّتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں۔

اس لیے کہ خوف رِجا سے ملا ہوا ہے، لہٰذا جس نے اُمّید رکھی تو اسے اپنی اُمّید والی شے سے کم تر شے کے قطعی حُصُول کا خوف بھی لاحق ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اِیمان والوں سے فرماؤ درگزریں ان سے جو اللہ کے دِنوں کی اُمّید نہیں رکھتے۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اَہْلِ عَرَب کے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ﴿ لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ ﴾ سے مُراد وہ لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سزاؤں سے نہیں ڈرتے۔ (یعنی یہاں رِجا خوف کے معنٰی میں ہے) چنانچہ جب اُمّید کا دامَن نہ تھامنے والے لوگوں کے لیے اس کی مَغْفِرَت کے حُکْم کا عالَم یہ ہے تو اُمّید سے وابستہ لوگوں پر اس کے فَضْل و کَرَم کا عالَم کیا ہو گا؟ اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۰۴) ﴾[1] میں بھی رِجا خوف کے معنٰی میں ہی ہے۔ اگر عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک خوف و رِجا ایک ہی شے کی طرح نہ ہوتے تو وہ ایک کی تفسیر دوسرے سے بیان نہ کرتے۔

---

[1] .... ترجمۂ کنز الایمان: اور تم اللہ سے وہ اُمّید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

محبّتِ باری تعالیٰ اور اس کی علامت

خَلْوَت میں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اُنْس و مَحبَّت رکھنا رِجا ہے اور مَحبَّتِ باری تعالیٰ کی علامَت یہ ہے کہ بندہ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے مَحبَّت رکھے اور اَولِیائے عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا قُرب حاصِل کرنے کی کوشِش کرے، نیک لوگوں کی ہم نشینی سے تنہائی و وَحْشَت دُور کرے کہ دِل اور رُوح کا سُکون انہی نیک بندوں کے ہاں ہے۔

نیکی کے کاموں پر تعاوُن

نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں پر تعاوُن میں بوجھ محسوس نہ کرنا بھی رِجا ہے کیونکہ اس میں نیک اَعمال کی حلاوَت پائی جاتی ہے، ان کے بجالانے میں جلْدی کی جاتی ہے، نیک اَعمال کرنے والوں کو ترغیب ملتی ہے، ان کے فوت ہو جانے پر دُکھ اور اَنْجام دینے پر خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جسے نیکی سے خوشی اور بُرائی سے دکھ ہو وہ مومِن ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے نیک لوگ وہ ہیں جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور بُرائی کا اِرْتِکاب کر کے اِسْتِغفار کرنے لگتے ہیں۔[2] کیونکہ مومِن یقین اور دینی بصیرت پر ہوتا ہے۔

خوف و رجا اہلِ یقین کی صِفَت ہے

خوف و رِجا اس شخص کی صِفَت ہے جو اہلِ یقین میں سے ہو، چنانچہ یہ جب کوئی نیک عَمَل کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کی سچائی اور اس کے کَرَم کی وجہ سے نیک عَمَل پر ثواب کا یقین رکھتا ہے، اس اِعْتِبار سے اس کا فرمانبرداروں میں شامِل ہونا گویا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت اور رَضا حاصِل کرنا ہے کیونکہ عِلْم اس بات کی رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا جب یہ رَضائے خداوندی اسے دنیا میں ہی مل گئی تو یہ اپنے مالِک کی رَضا پر کیونکر خوش

---

[1] ......ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۷، حدیث: ۲۱۷۲

[2] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الصیام فی السفر، ۲/۳۷۳، حدیث: ۴۴۹۳، مختصرا

نہ ہو گا؟ اور جب کوئی بُرا عَمَل کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ کام بُرے کاموں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَعِید کے خوف اور اس کی عَظَمَت کی بنا پر مکروہ ہے اور اس پر عَذاب کا شِکار ہونے کا خدشہ ہے۔ اس اِعْتِبار سے اس کا نافرمانوں میں شامِل ہونا گویا اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غَضَب اور ناپسندیدہ اُمُور میں داخِل کر دے گا کہ عِلْم اس پر دلیل ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو اسے کبھی پسند نہ آئے گی کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے سَبَب آج یہ مَعاصی کا شِکار ہے تو کل بروزِ قِیامت عذاب کا شِکار ہو گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (پ ۲۴، المؤمن: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ندا کی جائے گی کہ ضَرور تم سے **اللہ** کی بیزاری اس سے بہُت زِیادہ ہے جیسے تم آج اپنی جان سے بیزار ہو۔

کل کی ناراضی بہتر ہے یا آج کی؟

مَنْقُول ہے کہ جب (نافرمان لوگ) جہنّم میں اپنے نُفُوس کی بگڑی ہوئی شکلوں کو دیکھیں گے تو ان پر ناراضی کا اِظْہار کریں گے، اس پر انہیں نِدا دی جائے گی: دنیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی آج عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تمہارے اپنے نُفُوس پر ناراض ہونے سے بڑی تھی۔ اسی طرح آج اس کی فرمانبرداری کے ذریعے اس کی رَضا حاصِل کرنا کل اس کی جنّت میں نعمتوں کے حُصُول کا باعِث ہو گا۔ یہ اس بندے کی صِفَت ہے جسے عِلْمِ یقین کا مُکاشَفہ حاصِل ہو۔

خدا کے محبوب و مبغوض کی علامت

حضرت سَیِّدُنا زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہو کر عَرْض کی: میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں یہ پوچھنے کے لیے حاضِر ہوا ہوں کہ اس شخص کی عَلامَت کیا ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے اور اس شخص کی عَلامَت کیا ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہیں چاہتا؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دَرْیافْت فرمایا: کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ یعنی (پہلے یہ بتاؤ کہ) تم نے صُبْح کیسے کی؟ عَرْض کی: میں نے اس حال میں صُبْح کی ہے کہ میں نیکی اور نیک لوگوں کو پسند کرتا ہوں اور

جب میں خود کوئی نیکی کرنے پر قُدرت پاتا ہوں تو فوراً اس پر عمل کرنے کی کوشِش کرتا ہوں اور ثواب کی اُمّید بھی رکھتا ہوں اور جب کوئی خیر کا کام نہ کر پاؤں تو اس پر غم زدہ ہو جاتا ہوں اور (موقع ملنے پر) اس پر عمل کرنے کا مشتاق رہتا ہوں۔ اِرشَاد فرمایا: یہ علامت ہے کہ اس شخص کی جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے اور اگر تمہارا شُمار ان دوسرے لوگوں میں ہوتا تو وہ تمہارے لیے انہی لوگوں جیسے کاموں کو آسان فرما دیتا، پھر یہ پَروا بھی نہ کرتا کہ تم کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہو۔ [1]

رجا کی مزید پانچ صورتیں

دَرج ذیل اُمور بھی رِجا میں سے ہیں:

- بارگاہِ خداوندی میں ہمیشہ حاضِری سے لذّت پانا۔
- مُناجاتِ باری تعالٰی سے آسودگی (راحت) پانا۔
- کلامِ باری تعالٰی کو توجّہ سے سننا۔
- عِشقِ باری تعالٰی کی لذّتوں سے لُطف اندوز ہونا۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَفْوِ جمیل اور فَضْلِ جَزِیل کے حُصُول میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسْنِ ظَن رکھنا۔

نورِ توحید و نارِ شرک

کسی عارِف کا قول ہے کہ توحید کا نُور ہوتا ہے اور شرک کی نار (یعنی آگ)۔ نُورِ توحید **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحدَانیت کا اِقْرَار کرنے والے کی نافرمانیوں کو اس تیزی سے جَلا کر خَاکِسْتَر (راکھ) کرتا ہے کہ نارِ شرک مُشْرِک کی نیکیوں کو اس قدْر جلْد نہیں جَلاتی۔

تین بزرگوں کا دنیا سے کوچ کا عالَم

حضرت سَیِّدُنا سلیمان تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے جَہانِ فانی سے کُوچ کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ

---

[1] ....السنۃ لابن ابی عاصم، باب رقم:۹۰، ص ۹۴، حدیث: ۴۲۴
حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن مسعود، ۱/ ۲۶۱، حدیث: ۱۳۰۰

اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے شہزادے سے فرمایا: اے میرے جگر گوشے! میرے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رخصتیں بیان کر اور رِجا کا تذکرہ کر یہاں تک کہ میں جب اس جہانِ فانی سے کُوچ کروں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حُسنِ ظَن رکھتا ہوا اس کی بارگاہ میں حاضِر ہوں۔

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی کے وِصَال کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جَمْع ہونے والے عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام انہیں مَغْفِرَت کی اُمّید دلانے لگے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الاَوّل کے مُتَعَلّق بھی مَرْوِی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی آخری وَقْت میں اپنے شہزادے سے فرمایا: میرے سامنے وہ اَحادِیثِ مُبارَکہ بیان کرو جن میں رِجا اور حُسنِ ظَن کا تذکرہ ہے۔

صاحب قوت کا تبصرہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) اگر رِجا اور حُسنِ ظَن کے مَقامات اَفضل نہ ہوتے تو زِنْدَگی سے جُدائی اور بارگاہِ خُداوندی میں حاضِری کے وَقْت یہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام ان مَقامات کے حُصُول کی خواہش نہ فرماتے، انہوں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ ان کا خاتِمہ رِجا اور حُسنِ ظَن پر ہو حالانکہ وہ ساری زِنْدَگی حُسنِ خاتِمہ کی دُعا مانگتے رہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زِنْدَگی میں خوف اَفضل ہے اور وِصَال اِلَی الحَق کے وَقْت رِجا۔

اقرارِ توحید کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ مَقاماتِ رِجا کے مُتَعَلّق فرماتے ہیں: جب ایک ساعَت توحید کا اِقرار 50 سال کے گناہوں کو مِٹا دیتا ہے تو 50 سال توحید کا اِقرار گناہوں کے ساتھ کیا کرے گا؟

براہِ راست بارگاہِ خداوندی سے تعلق

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: خوف اَہلِ رِجا کے لیے ہے۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: اَہلِ خوف کے سوا باقی تمام عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللهُ السَّلَام کا تعلّق براہِ راست بارگاہِ خداوندی سے

مُتَّصِل نہیں بلکہ اَہْلِ خَوف میں سے اَہْلِ رِجا ہی ایسے ہیں جن کا تعلّق بارگاہِ خُداوندی سے براہِ راست مُتَّصِل ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رِجا کو مَحبَّت کا ایک مَقام قرار دیتے۔ نیز عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک رِجا مَحبَّت کا پہلا مَقام ہے اور بندہ مَحبَّت میں اسی قَدْر بُلَند دَرَجات پر فائز ہوتا ہے جس قَدْر رِجا اور حُسْنِ ظَن میں اس کے دَرَجات بُلَند ہوتے ہیں۔

رجا کے متعلق 9 فرامینِ مصطفٰے

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) رِجا کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو رِوایات مَرْوِی ہیں انہیں عام لوگوں کے سامنے بیان کرنا مُناسِب نہیں، اس کے باوُجود ہمیں جو روایات مَعْلُوم ہوئیں ان میں سے کچھ یہاں بیان کر رہے ہیں:

﴿1﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رَحْمَت کے فَضْل سے جہنّم میں ایک کوڑا پیدا فرمایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو جنّت کی طرف ہانکے گا۔[1]

﴿2﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میں نے اپنی مَخلوق کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ مجھ سے نَفْع حاصِل کرے، نہ کہ میں اس سے نَفْع حاصِل کروں۔[2]

﴿3﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر ایک شے پر کسی دوسری شے کو غَلَبہ ضَرور عَطا فرمایا۔ جیسا کہ اپنے غَضَب پر اپنی رَحْمَت کو غَلَبہ عَطا فرمایا۔[3]

﴿4﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے ذِمَّۂ کَرَم پر رَحْمَت لازِم کرلی (اور فرمایا) میری رَحْمَت میرے غَضَب پر حاوِی ہے۔[4]

---

[1] ......امالی ابن بشران، المجلس الخامس والأربعون والستمائۃ فی رجب من السنۃ، ۱/۷۲، حدیث: ۱۲۷

[2] ......رسالہ قشیریہ، باب الرجاء، ص ۱۷۳

[3] ......مستدرک، کتاب التوبۃ والانابۃ، باب ما خلق اللہ من شیئ الا وقد خلق لہ ما یغلبہ، ۵/۳۵۴، حدیث: ۷۷۰۸

[4] ......بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ: بل ھو قرآن مجید... الخ، ۴/۵۹۵، حدیث: ۷۵۵۴

مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ وانہا سبقت غضبہ، ص ۱۴۷۱، حدیث: ۲۷۵۱

﴿5﴾ حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا وہ (آخر کار) جنّت میں داخِل ہو (ہی جائے) گا۔[1]

﴿6﴾ جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو آگ اسے کبھی نہ چھوئے گی۔[2]

﴿7﴾ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے کہ اس نے شرک نہ کیا ہو تو آگ اس پر حَرام کر دی جائے گی۔[3]

﴿8﴾ جس کے دل میں ذرّے کے وَزن برابر بھی اِیمان ہو گا جہنّم میں داخِل نہ ہو گا۔[4]

﴿9﴾ اگر کافِر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کی وُسْعَت جان لے تو کوئی بھی اس کی رَحمت سے مَایُوس نہ ہو۔[5]

رحمتِ خداوندی کی مثالیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی نِشانیوں کے ظُہور کے بعد سب سے بڑے کبیرہ گناہ کو مُعاف کرنے کے مُتَعلّق اِرشاد فرمایا:

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ (پ ۶، النسآء: ۱۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اسکے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آچکیں تو ہم نے یہ مُعاف فرما دیا۔

ایک مَقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوْلیائے عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے اپنے اَحکام کے نَفاذ اور اپنی مَشِیَّت کے اِجْرا کی پہچان کراتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۰۹ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر اس کے بعد بھی بچلو (بہکو) کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حِکْمت والا ہے۔

---

[1] ....مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ... الخ، ص ۶۲، حدیث: ۱۵۴ (۹۴)
مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۴، حدیث: ۲۲۰۷۰
مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۳۴۸، حدیث: ۳۸۸۷

[2] ....مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۴۵، حدیث: ۲۲۱۲۱، بتغیر

[3] ....السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول عن الموت، ۶/۲۷۷، ۲۷۲، حدیث: ۱۰۹۶۸، ۱۰۹۴۴

[4] ....ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر، ۳/۴۰۲، حدیث: ۲۰۰۶

[5] ....مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ وانہا سبقت غضبہ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۵، بتغیر قلیل

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

عَزِیْزٌ سے مُراد وہ ہستی ہے جس کی کَرَم نوازی کے بغیر کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا اور حَکِیْمٌ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے فیصلے اپنی مَشِیَّت کے مُطابِق فرماتا ہے۔ پھر تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور کوئی پروا نہیں کرتا جیسا اس نے کافِروں کی یہ بات ان لوگوں (یعنی بنی اسرائیل) کی زبانوں پر جارِی فرما دی کہ جنہیں اس نے تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی مگر اس کی عَطا کردہ فضیلت کے باوُجود انہیں اس قول نے کوئی نقصان نہ پہنچایا جب انہوں نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی:

اِجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: (اے موسیٰ) ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۳۸)

مزید اِرشاد فرمایا:

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔

قبیلہ جالوت کے سردار کو دندان شکن جواب

بَنی اِسرائیل کے قبیلہ جَالُوت کے سردار نے جب امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے یہ کہا کہ تم (یعنی مسلمان) اپنے نبی کے 30 سال بعد ہی ایک دوسرے کی گردنیں تلواروں سے کاٹنے لگے ہو۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: تم تو وہ لوگ ہو جن کے پاؤں بھی ابھی سمندر کے پانی سے خشک نہ ہوئے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کرنے لگے: ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دیجئے جیسا ان کے اتنے خدا ہیں۔[1]

خوش خبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم لوگوں کے سامنے ان

---

[1] ......فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، فضائل علی علیہ السلام، ۲/۷۲۵، حدیث: ۱۲۴۵

کے رب کا تذکرہ کرو تو انہیں ایسی باتیں نہ بتاؤ جن سے وہ ڈر جائیں اور مُتَنَفِّر ہوں۔[1] ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: خوش خبری دو، نَفْرت نہ پھیلاؤ، آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔[2]

بندوں کو رحمتِ خداوندی سے مایوس مت کرو

ایک مرتبہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کو نصیحت کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ (یہ فرمانے کے بعد آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے تو) حضرت سَیِّدُنا جبریل عَلَيْهِ السَّلَام نے خِدْمَتِ عالیشان میں حاضِر ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ پیغام دیا کہ آپ نے میرے بندوں کو (میری رَحْمَت سے) مَایُوس کیوں کیا؟ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے پاس تشریف لائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت وبخشش کی اُمّید دِلائی اور اس کے حُصُول کا شوق دِلایا۔[3]

حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے جب یہ آیتِ مُبارَکہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ① (پ ۱۷، الحج: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ ﴾ تِلاوَت فرمائی تو دَرْیافْت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ (پھر خود ہی اِرشَاد فرمایا) یہ وہ دن ہے جب (حضرت سَیِّدُنا) آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) سے فرمایا جائے گا: اٹھئے اور اپنی ذُرِّیَّت میں سے جہنّم کا حِصّہ نکالئے۔ وہ عَرض کریں گے: کتنا؟ فرمایا جائے گا: ہزار میں سے 999 جہنّم کی طرف اور ایک جنّت کی طرف بھیجئے۔ راوی فرماتے ہیں (یہ سن کر) صحابۂ کِرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان سارا دن روتے رہے اور کام کاج بھی چھوڑ دیئے۔ پھر سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مَدَدگار صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لائے اور (ان کی حالَت دیکھ کر انہیں تسلّی دیتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہاری مِثال

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب ماذکر عن النبی انه قال: لا تحدثوا الناس بما یفزعهم... الخ، ص ۱۵۳، حدیث: ۶۵۳

[2] ......بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی الله علیه وآله وسلم: یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا، ۱/ ۴۲، حدیث: ۶۹

[3] ......مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب توقیره صلی الله علیه وآله وسلم وترک اکثار سؤاله... الخ، ص ۱۲۸۳، حدیث: ۲۳۵۹، مختصراً

صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب الزجر عن کتبة المرء... الخ، ۱/ ۱۶۲، حدیث: ۱۱۳

اُمّتوں میں ایسی ہے جیسے کسی کالے بیل کی جلد پر سفید بال ہوں۔ [1]

اگر تم گناہ نہ کرو گے تو!

ایک مَشْہُور حدیث میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغْفِرَت نِشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو گناہ کرے گی تاکہ وہ انہیں مُعاف فرمائے۔ [2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہلاک فرما کر ایک ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو گناہ کرے گی تاکہ وہ ان کی مَغْفِرَت فرمائے۔ کیونکہ وہ بخشنے والا اور رَحم فرمانے والا ہے۔ [3]

حدیثِ پاک کی شرح

مُراد یہ ہے کہ مَغْفِرَت اور رَحمَت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات ہیں لہٰذا ایک ایسی مخلوق کا ہونا ضَروری ہے جس پر یہ صِفاتِ باری تعالیٰ صادِق آئیں جیسا کہ عِلْمِ مَعْرِفَت کے مُتَعَلِّق کہا جاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہر اسم کی ایک صِفَت ہے اور ہر صِفَت کا ایک فعل ہے۔ اس بات میں مَعْرِفَت کا راز پوشیدہ ہے اور یہ خواص کی مَعْرِفَت ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکرَم فرماتے ہیں: ایک رات میں اکیلا طواف میں مصروف تھا، وہ رات شدید تاریک تھی اور بارش بھی زوروں پر تھی، میں بابِ کعبہ کے قریب مُلْتَزَم میں کھڑا ہو کر عَرض کرنے لگا: اے میرے رب! مجھے گناہ سے محفوظ فرما لے کہ میں کبھی تیری نافرمانی نہ کروں۔ اچانک بیتُ **اللہ** سے ہاتِفِ غیبی کی آواز آئی: اے ابراہیم! تم بھی گناہوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کر رہے ہو جبکہ میرا ہر مومن بندہ مجھ سے یہی طَلَب کرتا ہے، اگر میں نے سب کو گناہوں سے محفوظ فرما دیا تو اپنا فَضْل کس پر فرماؤں گا؟ اور کس کی مَغْفِرَت فرماؤں گا؟

---

[1] ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحج، ۱۱۳/۵، حدیث: ۳۱۷۹

بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصۃ یاجوج وماجوج، ۴۱۹/۲، حدیث: ۳۳۴۸

السنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ الحج، ۴۰۹/۶، حدیث: ۱۱۳۳۹

[2] مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، ص ۱۴۶۹، حدیث: ۲۷۴۸

[3] مسلم، کتاب التوبۃ، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبۃ، ص ۱۴۷۰، حدیث: ۲۷۴۹

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: اگر مومن گناہ نہ کرے تو پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے گناہوں کے ذریعے اسے (پرواز سے) روک رکھا ہے۔

اسی کی مِثل حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: اگر تم گناہ نہ کرو تو مجھے خدشہ ہے کہیں تم گناہوں سے بھی زیادہ بُری شے میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ عرض کی گئی: وہ کیا چیز ہے؟ اِرشاد فرمایا: عُجب وخود پسندی۔[1]

نفس کی صِفات

(صاحِبِ کتاب امامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میری عمر کی قسم! عُجب (خود پسندی) مُتکبّر نفس کی صِفَت ہے اور یہ اعمال کو برباد کر دیتا ہے، یہ اعمالِ قُلُوب کے کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور گناہ نفسانی خواہشات کے اَخلاق ہیں۔ (سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خدشہ کی وجہ یہ تھی کہ) بندہ نفس کی 10 خواہشات میں مبتلا ہو یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ نفس کی کسی صِفَت میں مبتلا ہو یعنی کِبْر، عُجب، بَغاوَت و سرکشی، حَسَد، حُبِّ مدح و طَلَبِ شُہرت۔ کیونکہ ان میں سے بعض صِفات ایسی ہیں جو صِفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی سے مُشابہ ہیں اور بعض شیطانی اَوصاف کے مُشابہ ہیں جن کی وجہ سے ابلیس لعین ہلاک و برباد ہوا۔ نفسانی خواہشات بندے کی فطری صِفات ہیں جن کی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے بھی لَغزِش ہوئی مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مقامِ مجتبیٰ پر فائز فرمایا، ان کی توبہ قبول کی اور انہیں راہِ حق سجھائی۔

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَارِث فرماتے ہیں: نَفس کا مدح پر راحت پانا اس کے گناہوں میں مبتلا ہونے سے زیادہ نُقصان دہ ہے۔

کسی کو بھی حقیر نہ جانو

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن حسین رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک مُخَنَّث (یعنی ہیجڑے) کو دیکھ کر اسے حقیر جانتے ہوئے منہ پھیر لیا تو وہ آپ کی جانب متوجّہ ہو کر بولا: آپ بھی وُہی کر رہے ہیں (جو ہمیں دیکھ کر عام لوگ کرتے

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، ۵/۴۵۳، حدیث: ۷۲۵۵

ہیں) چنانچہ آپ کے لیے یہی کافی ہے جس میں آپ مبتلا ہیں۔ آپ نے گھبرا کر فوراً اس سے پوچھا: تو کیا جانتا ہے؟ عَرض کی: آپ کے دل میں یہ بات تھی کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس بات کا اِعْتِراف کیا اور اِسْتِغْفار کرنے لگے۔

آیتِ دَین اور بخشش کی اُمّید

عارِفین میں سے کسی اَہْلِ رِجا نے جب سورہ بقرہ کی آیتِ دَین (یعنی 282 نمبر آیت) تلاوت فرمائی تو خوش ہو گئے اور اسے بَشارَت سمجھا اور ان کی اُمّید پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ جب ان سے عَرض کی گئی کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں رِجا کا تذکرہ ہے نہ کوئی بَشارَت (تو خوشی کی وجہ کیا ہے؟)۔ فرمانے لگے: کیوں نہیں! اس میں تو بہُت بڑی رِجا کا ذِکْر ہے۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ فرمایا: دنیا ساری کی ساری قلیل ہے اور اس میں انسان کا رِزْق اس سے بھی قلیل ہے، پھر اس رِزْق میں سے اس کا قَرْض تو بہُت ہی قلیل ہے، جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس (انتہائی قلیل رِزْق یعنی قَرْض) میں میرے لیے مَصْلَحَت اندیشی سے کام لیا اور مجھ پر نِگاہِ کَرَم فرمائی کہ میرے قَرْض کو گواہوں اور تحریری دستاویزات سے پختہ فرما دیا اور اس کے مُتَعَلِّق قرآنِ مجید میں ایک طویل آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی۔ اب اگر مجھے موت بھی آجائے تو مجھے (اس قَرْض کی وُصولی یا ادائیگی کی) کوئی پروا نہیں (کہ یہ سب لین دین میرے وُرَثا کر لیں گے، جب دنیا میں میرے اتنے قلیل مال کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس قَدْر اِحْتِیاط کا حُکْم دیا اور مجھ پر کَرَم فرمایا تو) بروزِ قِیامَت اس کا میرے ساتھ سُلوک کیسا ہو گا کہ جب میرے نَفْس کا کوئی بَدَل نہ ہو گا؟

رحمتِ خداوندی کی چھما چھم برسات

اَہْلِ رِجا میں سے کسی نے جب یہ آیتِ مُبارَکہ ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ (پ ۲۴، الزمر: ۴۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں **اللہ** کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ ﴾ تِلاوت فرمائی تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جُود و کَرَم اور اِحسان کی ایسی وادیوں کی اُمّید رکھنے لگے کہ دنیا میں ان کے مُتَعَلِّق کسی کو کبھی خیال بھی نہ گزرا ہو گا۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کی ایک نِگاہ بھی پڑ

جائے تو گناہ گار نیکوکار بن جائیں۔ یہی مفہوم ایک رِوایَت میں بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسی مَغْفِرَت فرمائے گا کہ کسی کے دل میں اس کا خَیال تک نہ گزرا ہو گا یہاں تک کہ ابلیس بھی اس اُمّید میں اپنا دامَن پھیلا لے گا کہ اسے بھی اس میں سے کچھ مِل جائے۔ [1] ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی (رحمتیں پوری 100 ہیں مگر اس نے) 99 رحمتیں (اپنے پاس رکھی) ہیں اور ایک رَحْمَت دنیا میں ظاہِر فرمائی ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوق باہَم ایک دوسرے سے رَحْمَت بھرا سُلُوک کرتی ہے، ماں اپنی اولاد پر شفقت فرماتی ہے، جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اس رَحْمَت کو بھی باقی 99 رحمتوں کے ساتھ ملا دے گا، پھر اپنی ان رحمتوں کو تمام مخلوق پر پھیلا دے گا، (جان لو کہ) ان میں سے ہر رَحْمَت آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہو گی۔ [2] مزید اِرشَاد فرمایا: پس اس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس قَدْر رَحْمَت کے باوُجُود کوئی ہلاک ہونے والا ہی ہلاک ہو گا۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب بروزِ قِیامَت کسی بندے کا کوئی گناہ مُعاف فرمائے گا تو وہ ایسے ہر بندے کو بھی مُعاف فرما دے گا جس نے یہ گناہ کیا ہو گا۔

کیا صِرف عَمَل باعِث نجات ہو گا؟

حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمَت نِشان ہے: عَمَل کرو اور خوش خبری پاؤ مگر یاد رکھو کہ کوئی بھی ہرگز اپنے عَمَل سے نجات نہ پائے گا۔ [3]

ایک رِوایَت میں ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں کوئی بھی اپنے عَمَل سے جنّت میں جائے گا نہ جہنّم سے نجات پائے گا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض

---

[1] ......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن، ۱/۹۸، حدیث: ۹۳
معجم اوسط، ۴/۶۵، حدیث: ۵۲۲۷

[2] ......مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ وانها سبقت غضبه، ص ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۳، ۲۷۵۲، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة اللہ، ص ۱۵۱۴، حدیث: ۲۸۱۸، بتغیر قلیل
سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب لا ینجی احدکم عمله، ۲/۳۹۵، حدیث: ۲۷۳۳

کی: **یارسول الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی؟ اِرشاد فرمایا: میں بھی نہیں، مگر **الله** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنی رَحمت اور فَضل و کَرَم کے دامَن میں ڈھانپ رکھا ہے۔[1]

سرکار کی شفاعت

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ شَفَاعت نِشان ہے: میں نے اپنی شَفَاعَت کو اپنی اُمَّت کے کبیرہ گناہوں کا اِرتِکاب کرنے والوں کے لیے چھپا رکھا ہے۔[2] ایک رِوایت میں اَلفاظ کچھ یوں ہیں: کیا تم شَفَاعَت کو نیکوکاروں اور پرہیز گاروں کے لیے سمجھتے ہو؟ یہ (ان کے لیے نہیں) بلکہ خطاکاروں اور گناہ گاروں کے لیے ہے۔[3]

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجتے وَقْت نصیحت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا۔ یعنی آسانی پیدا کرنا اور تنگی کا باعث نہ بننا، خوش خبری دینا اور نَفْرت نہ پھیلانا۔[4]

مخفی لطف و احسانِ خداوندی کا علم

الله عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم اور مَخْفِی لُطف و اِحسان کا عِلْم مومنین کے ہاتھوں سے دامَنِ اُمّید چھڑاتا ہے نہ ان کی رِجا اور حُسْنِ ظَن میں کمی کرتا ہے اور نہ ان کے خوف میں اِضافے کا باعث بنتا ہے تاکہ وہ اس کی رَحمت سے مَایُوس نہ ہوں کیونکہ وہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کی جبریت و کِبْرِیَائی کو جانتے ہیں اس اِعْتِبار سے کہ جس سے ڈرا جاتا

---

[1] ......مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب لن يدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله، ص ۱۵۱۴، حديث: ۲۸۱۷
مسند احمد، مسند ابی هريرة، ۳/۳۴۱، ۶۱۵، حديث: ۹۰۷۴، ۱۰۷۹۳

[2] ......مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب اختباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوة الشفاعة لامته، ص ۱۲۹، حديث: ۱۹۹، بتغير
تاريخ بغداد، ۱/۴۱۳، الرقم: ۳۶۶: محمد بن ابراهيم بن کثير، بدون: لاهل الکبائر

[3] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة، ۴/۵۲۴، حديث: ۴۳۱۱

[4] ......بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب مايکره من التنازع ... الخ، ۲/۳۲۰، حديث: ۳۰۳۸

ہے اسی سے مَحبّت کی جاتی ہے اور اس کی مَحبّت مومنین میں اُنس پیدا کرتی ہے اور انہیں مَقامِ رِجا تک لے جاتی ہے، جبکہ اس کی ہَیبت انہیں گھبراہٹ میں مبتلا رکھتی ہے اور مَقامِ خوف پر فائز کرتی ہے۔ چنانچہ ان کی ہَیبت کا خوف باعِثِ لذّت اور مَحبّت سے لُطف اندوز ہونا باعِثِ ہَیبت ہے۔ یہ لوگ خوف و مَحبّت کے مَقامات میں مُعتَدِل رہتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ قوّت و عِلْم کی دولت سے بُلند مرتبے پر فائز ہوتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ کے مُشاہَدے میں ثابت قَدَم رہتے ہیں۔

رحمت وعلم کا تعلق

یہ مَقام اہلِ یقین میں سے عارِفین کا وَصْف ہے جو کامِل ایمان والے اور خواص اَہْلِ یقین ہیں، اس لیے کہ انہیں یہ مَعْرِفَت حاصِل ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی صِفات میں کامِل ہے، اس کی کسی صِفَت میں کوئی نَقْص نہیں، اس کی رَحْمَت کا تعلّق وُسْعَتِ عِلْم سے ہے جیسا کہ عِلْم کا تعلّق وُسْعَتِ قُدْرَت سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے کلامِ باری تعالیٰ سن کر اس کے اَوصاف کا مُشاہَدہ حاصِل کیا کہ وُہی عِلْم والا اور قُدْرَت والا ہے۔

جہنّم رحمتِ خداوندی کی وُسْعَت میں شامل ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے تیرے رَحْمَت و عِلْم میں ہر چیز کی سَمائی ہے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۷)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رَحْمَت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

عارِفین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے یہ مفہوم اَخذ فرمایا ہے کہ جہنّم وغیرہ بھی اس کی رَحْمَت کی وُسْعَت میں شامِل ہے اس اِعْتِبار سے کہ وہ بھی ایک شے ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مُبارَکہ کے اگلے حصّے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ترجمۂ کنز الایمان: تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۶)

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاص رَحمت سے مُراد اس کی صِفَت ہے نہ کہ اس کی حقیقت۔ کیونکہ اس کی رَحمت کی کوئی اِنتِہا نہیں، اس لیے کہ رَحمت فرمانے والے کے اَوصاف کی کوئی حد ہے نہ اس کی رَحمت سے کوئی شے باہَر ہے جیسا کہ کوئی شے اس کی حِکمت و قُدرت سے خارِج نہیں کیونکہ جہنّم وغیرہ اس کے عَذاب کی حقیقت ہیں نہ اس کا کامِل عذاب۔ لہٰذا جس نے ایسا گمان کیا اسے مَعرِفت کی دولت حاصِل نہیں۔

نعمت اور عذاب بقدرِ استطاعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کی طاقت کے اِعْتِبار سے اپنا عَذاب ظاہِر فرمایا جیسا کہ اس نے مخلوق کی مصلحتوں کے مُطابِق اپنی نعمتیں ظاہِر فرمائیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس قَدْر نعمتیں اور عَذاب ظاہِر فرمایا اس سے زائد کو برداشت کرنا اور اس کے اِظْہار کی طاقت رکھنا مخلوق کے بس میں نہیں بلکہ ان کے لیے یہ مُناسِب بھی نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ظاہِر کردہ چیزوں سے بڑھ کر جاننے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس کے عَذاب اور نعمتوں کی اِنتہا کا تعلّق اس کے مُلک کی اِنتہا سے ہے کہ جس کا وُجُود اس کے ساتھ قائم ہے، جبکہ اس کا مُلک اس کی قُدرت و سَلْطَنَت کی حَد تک ہے اور اس کی قُدرت و سَلْطَنَت غیر محدود ہے جس کا اِظْہار تمام مخلوق کی طاقت سے باہَر ہے، نیز اس کے مُلک کا تعلّق صِفاتِ باری تعالیٰ و اَسمائے باری تعالیٰ کی عَظَمت سے بھی ہے مگر غیب کے پردوں کو کھولنے کی کوئی راہ نہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی قُدرت کی کوئی اِنتہا ہے نہ اس کی عَظَمت کی کوئی حد اور نہ اس کی سَلْطَنَت کا کوئی کَنارہ۔

حِلمِ باری تعالیٰ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ حِلْم والا بخشنے والا ہے۔

(پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۴۴)

دوسرے مَقام پر ہے:

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ عِلْم و حِلْم والا ہے۔

جب عارِفین مذکورہ آیاتِ مُبارکہ میں بیان کردہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صِفات کے مُشاہدہ سے فیض یاب ہوئے

تو انہوں نے جان لیا کہ مغفرت کا انحصار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حلم کی وُسعت پر ہے جیسا کہ حلم وُسعتِ علم کے مطابق ہے، چنانچہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حلم کی عظمت کو دیکھ کر اس کی عظیم مغفرت کی اُمّید رکھنے لگے اور اس کی پردہ پوشی کا مُشاہدہ کر کے انہوں نے اس کے عفو ودرگزر سے اپنی اُمّیدوں کو وابستہ کر لیا۔ منقول ہے کہ حاملینِ عرش ایک دوسرے سے بلند آواز سے کہتے ہیں: سُبْحٰنَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ، سُبْحٰنَكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو اپنے علم کے بعد اپنے حلم کے اعتبار سے اور اپنی قُدرت کے بعد اپنے عفو ودرگزر کے اعتبار سے پاک ہے۔ [1]

عارفین میں سے اہلِ رجا کو کلامِ باری تعالیٰ کے مفاہیم کا ادراک حاصل ہے جیسا کہ انہیں صفاتِ باری تعالیٰ کے معانی کا علم رکھنے کی عظمت کی بنا پر بُلند نظری حاصل ہے، لہٰذا ہر صاحبِ مقام کو اپنے مقام کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے مُشاہدے کے مُطابق کلام سنتا ہے، چنانچہ سب سے اعلیٰ مُشاہدہ صِدّیقین کا ہے، پھر شُہدا کا، پھر صالحین کا اور اس کے بعد خواص مومنین کا۔ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے اس کے کلام پر اِستدلال کی قوّت حاصل کرتے ہیں اور اس کی رحمت سے اس کی تجلیوں کا دیدار کرتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کے درجات ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ حضرت سیِّدُنا سہل تُستری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: نیکوکار رحمت کی وُسعت میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ گار حلم کی وُسعت میں۔

صفاتِ باری تعالیٰ کامل ہیں

صفاتِ باری تعالیٰ کامل ہیں، جس نے ان میں سے کسی صفت کو دوسری صفت پر ترجیح دینے کا مُشاہدہ کیا اس کے مُشاہدے میں نقص ہے کیونکہ اس کا علم اس سے بَرتر مُشاہدہ کرنے والوں کے علم کے مُقابل کم ہے اور اس لیے بھی کہ اس کی مُراد جو مقام ہے وہ صِدّیقین کی راہ سے جُدا ہے۔ لہٰذا یہ بات بندے پر لوٹ آتی ہے اور یہ اس کے لیے قُرب و بُعد کا مقام بن جاتا ہے۔ جبکہ بندے نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جس صفت کا مُشاہدہ کیا تھا وہ صفت نُقصان اور حد سے بالاتر ہے۔

---

[1] ......کتاب العظمة لابی الشيخ الاصبهانی، ذکر حملة العرش وعظم خلقهم، ص ۱۷۱، حدیث: ۴۸۳
حلیة الاولياء، هارون بن رئاب الاسدی، ۳/۶۵، حدیث: ۳۱۸۳

دین میں خوف ورجا کی مثال

دین میں خوف و رِجا کی مِثال عَزِیمت و رُخصت جیسی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عَمَل کیا جائے جیسا کہ وہ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کی عزیمتوں پر عَمَل کیا جائے۔[1] ایک رِوایت میں اَلفاظ اس سے بھی زیادہ بلیغ ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی رخصتوں پر عَمَل پسند ہے جیسا کہ اسے اپنی نافرمانی ناپسند ہے۔[2]

دین میں نرمی سے بلند مَقام حاصِل کرو

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رِفعت نِشان ہے: یہ دین مَضْبُوط ہے، اس میں نَرمی سے بُلَند مَقام حاصِل کرو۔ اپنے نَفْس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت سے نَفرت مَت دِلاؤ۔[3] بہترین راستہ وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔[4]

خوب غور و فکر کرنے والے ہلاک ہو گئے

سیِّد عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظمت نِشان ہے: بال کی کھال اُتارنے والے اور غُلُو و تکلّف سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔[5]

دینِ حنیف آسان ہے

دُو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے: مجھے آسان دین

---

[1] ....معجم اوسط، ۴/۳۷۱، حدیث: ۶۲۸۲

[2] ....مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/۴۳۸، حدیث: ۵۸۷۰

[3] ....الزھد لابن المبارک، باب فی فضل ذکر اللہ، ص ۴۱۵، حدیث: ۱۱۷۸
مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۳۹۵، حدیث: ۱۳۰۵۰

[4] ....مسند احمد، حدیث اعرابی، ۵/۳۹۶، حدیث: ۱۵۹۳۶

[5] ....مسلم، کتاب العلم، باب ھلک المتنطعون، ص ۱۴۳۴، حدیث: ۲۶۷۰
الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۴۰۴، حدیث: ۱۷۰، بتقدم وتاخر

حنیف دے کر بھیجا گیا ہے۔[1] ایک رِوایت میں مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ بَرکت نشان ہے: میں پسند کرتا ہوں کہ اَہْلِ کِتاب جان لیں ہمارے دین میں آسانی ہے۔[2]

بھاری بوجھ سے نجات

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۵۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

مومنین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کی:

رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی دُعا کو شَرَفِ قبولیّت سے نوازتے ہوئے فرمایا: میں نے ایسا ہی کیا۔

قوتِ رجا کے اسباب

عَقْل مندوں میں قوّتِ رِجا کے اَسباب عُلوم ہیں اور ایسا کیونکر نہ ہو جبکہ ایسی رِوایت مَرْوِی ہے جس میں بغیر کسی دھوکے کے رِجا کا حُکْم غالِب ہے۔ جیسا کہ حَدِیْثِ قُدْسی میں ہے: میں جس قَدْر سزا کے قریب ہوں اس سے زیادہ رَحْمت اور عَفْو ودَرگُزَر کے قریب ہوں۔ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جب لوگوں سے ان کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے مُتَعَلِّق باتیں کرو تو ان سے اس کی ایسی صِفات بیان نہ کرو جو انہیں ڈرا دیں اور ان پر دُشْوار ہوں۔[3]

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: عالِم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمت سے مَایُوس کرے نہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف ہونے دے۔[4]

[1] ......مسند احمد، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/۳۰۳، حدیث: ۲۲۳۵۴، بدون: السھلۃ

[2] ......مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/۴۲۷، حدیث: ۲۴۹۰۹، مفھوماً

[3] ......السنۃ لابن ابی عاصم، باب ما ذکر عن النبی انہ قال: لا تحدثوا الناس...الخ، ص ۱۵۳، حدیث: ۶۵۳

[4] ......الزھد لابی داود، اخبار علی بن ابی طالب، ص ۱۱۵، حدیث: ۱۱۱، بتغیر قلیل

بندوں پر نرمی کرنا اور سختی سے بچنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی فرمائی: آپ اکیلے کیوں ہیں؟ عَرض کی: اے میرے مولا! میں نے تیری خاطِر مخلوق کو خود سے دور کر رکھا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ میری مَحَبَّت یہ ہے کہ آپ میرے بندوں پر نَرمی کریں، ان پر فَضل فرمائیں، (اگر آپ نے ایسا کیا تو) میں آپ کو اپنے اَولیا و محبوب بندوں میں شُمار کروں گا۔ میرے بندوں کو جَفا اور سخت نظروں سے مَت دیکھئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنے اَجر کو باطِل کر دیں گے۔

نیز میری تین۳ باتیں یاد رکھئے:

- میرے محبوب بندوں سے خُلوص سے پیش آیئے۔
- دنیاداروں کی خوب مُخالَفت کیجئے۔
- اور اپنے دین کو میرے سُپُرد کر دیجئے۔

مَحَبَّتِ باری تعالیٰ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام اور دیگر انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی جانِب یہ وَحی فرمائی کہ مجھ سے مَحَبَّت کرو اور ہر اس شخص سے بھی مَحَبَّت کرو جو مجھ سے مَحَبَّت کرتا ہے اور مجھے میری مَخلوق کا مَحبُوب بنا دو۔ انہوں نے عَرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے اور تیرے محبوب بندوں سے مَحَبَّت کرتا ہوں مگر تجھے تیری مَخلوق کا مَحبُوب کیسے بناؤں؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: ان کے سامنے میرا ذِکرِ جمیل کرو، میری نعمتوں اور اِحسانات کو یاد کرو اور انہیں بھی یاد دِلاؤ کیونکہ وہ صِرف میرا جمیل ہونا ہی جانتے ہیں۔[1]

نور کے منبروں پر تشریف فرما لوگ

حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام داود علیه السلام، ۸/۱۱٦، حدیث: ۹، بتغیر قلیل
الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد داود علیه السلام، حدیث: ۳۷۴، ص۱۰۷، بتغیر
شعب الایمان للبیھقی، باب فی التعاون علی البر التقوی، ٦/۱۱۹، حدیث: ۷٦٦۸، بتغیر قلیل

وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی اَقوام کے مُتَعَلِّق نہ بتاؤں جو نبی ہیں نہ شہید، مگر انبیائے کِرام اور شہدائے عُظّام بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کے مرتبے پر رَشک کریں گے؟ وہ لوگ نُور کے مِنبَرُوں پر ہونے کی بنا پر پہچانے جائیں گے۔ عَرض کی: وہ لوگ کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: جو بندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان بندوں کا مَحبُوب بناتے ہیں اور زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے پھر عَرض کی: ان لوگوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مَحبُوب بنانا تو سمجھ میں آگیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندوں کو مَحبُوب بنانے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: وہ لوگ ایسی باتوں کا حکم دیتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہیں اور ایسی باتوں سے مَنع کرتے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حَرام قرار دیا ہے، لہٰذا جب لوگ ان کی باتوں پر عَمَل کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اپنا محبوب بنالیتا ہے۔[1]

بزرگانِ دین اور رجا کے واقعات

تجھے صِرف رخصتیں بیان کرنے پر کس نے ابھارا؟

حضرت سَیِّدُنا اَبَان بن عَیَّاش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لوگوں کو سب سے زیادہ ایسی احادیثِ مُبارَکہ سناتے جن میں رخصتوں اور رِجا کا ذِکر ہوتا۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو (اپنی بخشش کا حال بتاتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور پوچھا: تجھے صِرف رخصتیں بیان کرنے پر کس نے اُبھارا؟ میں نے عَرض کی: اے میرے رب! میں چاہتا تھا کہ تجھے تیری مخلوق کا محبوب بنادوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میں نے تجھے بخش دیا۔

خدا کے عَفْو و درگزر کو دیکھو تو

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حضرت سَیِّدُنا اَبَان بن عَیَّاش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا: آپ اس قدر لوگوں سے رُخصتوں والی احادیث کیوں بیان کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اے ابو یحییٰ! میں اُمِّید رکھتا ہوں کہ بروزِ

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبۃ اللہ، ۱/۳۶۷، حدیث: ۴۰۹

قِیامت جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَفْو ودَرْ گُزَر کو دیکھو تو خوشی سے اپنی چادر پھاڑ ڈالو۔

مُردے کی باتیں

حضرت سَیِّدُنا رِبْعی بن خِراش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی خِیار تابعین میں سے تھے، ان کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مرنے کے بعد بھی گفتگو کی۔ فرماتے ہیں: میرے بھائی نے جہانِ فانی سے کُوچ کیا تو انہیں ان کے ہی لِباس میں لپیٹ کر ہم نے ان کے جِسْم پر کپڑا ڈال دیا۔ اچانک انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: میں اپنے رب سے ملا تو اس نے میرا راحت و مہربانی سے اِستقبال فرمایا، میرا رب مجھ سے ناراض نہ تھا، میں نے بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے مُعاملے کو تمہارے گمان سے بھی آسان پایا ہے مگر تم میری گفتگو سے اس دھوکے میں مبتلا مَت ہو جانا کہ میں زندہ ہوں، اس لیے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے صحابہ میرے لَوٹنے کے مُنْتَظِر ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا رِبْعی بن خِراش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اتنا کہنے کے بعد ان کا جِسْم اس طرح نیچے گرا گویا کہ کوئی کنکری کسی طَشْت میں گری ہو۔ پھر ہم نے انہیں اُٹھا کر دَفْن کر دیا۔

امام مالِک کا وقتِ اخیر

حضرت سَیِّدُنا بکر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: جس شام حضرت سَیِّدُنا اِمام مالِک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّازِق کی رُوح قَبْض کی گئی ہم ان کی خِدْمَت میں حاضِر ہوئے اور عَرْض کی: آپ خود کو کیسا پا رہے ہیں؟ فرمایا: میں نہیں جانتا کہ تمہیں اس وَقْت کیا کہوں؟ ہاں! تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کل جب تم (پر یہ وَقْت آئے گا تو تم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے ایسے عَفْو ودَرْ گُزَر کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جس کا تمہیں کبھی گمان بھی نہ ہو گا۔ فرماتے ہیں: ہم ان کے پاس ہی تھے کہ ان کی رُوح قَفَسِ عُنْصُرِی سے پرواز کر گئی، ہم نے ان کی آنکھیں بند کیں اور انہیں دَفْن کر دیا۔

بندے کا اپنے رب سے گمان اور اس کی حقیقت

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن اَکْثَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے

کیسا سُلوک کیا؟ فرمایا: اس نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے فرمایا: اے بوڑھے! تو نے یہ گناہ بھی کیا اور یہ بھی کیا۔ یہ سن کر مجھ پر اس قدر رُعب اور خوف طاری ہوا جسے صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے، پھر میں نے عَرض کی: اے میرے رب! مجھے تیرے مُتَعَلِّق اس طرح نہیں بتایا گیا تھا۔ اِرشاد فرمایا: میرے مُتَعَلِّق تمہیں کیا بتایا گیا تھا؟ میں نے عَرض کی: ہمیں حضرت سَیِّدُنا عبد الرزاق نے حضرت سَیِّدُنا مَعْمَر سے، انہوں نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے اور انہوں نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایَت بیان کی کہ تیرے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ تیرا یہ فرمان ہے: میں اپنے بندے سے ویسا سُلوک کروں گا جیسا وہ میرے مُتَعَلِّق گمان رکھتا ہے، اب یہ اس پر ہے کہ مجھ سے جیسا چاہے گمان رکھے[1] اور میرا تجھ سے گمان یہ تھا کہ تو مجھے عذاب نہ دے گا۔ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: میرے نبی نے سچ فرمایا اور اَنَس، زُہری، مَعْمَر اور عبد الرزاق نے بھی سچ کہا اور تو نے بھی سچ کہا۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھ پر غِلاف ڈال کر خِلْعَت سے نوازا گیا، لِباس پہنایا گیا اور جنّت تک دو۲ بچے میرے آگے آگے چلتے رہے تو میں نے خوش ہو کر کہا: یہ کتنی خوشی کا مقام ہے۔

بروزِ قِیامَت رحمتِ خداوندی سے مایوس کون؟

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظمت نِشان ہے: بنی اسرائیل کا ایک شخص لوگوں پر سختی کرتا اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمَت سے مَایُوس کرتا تھا، بروزِ قِیامَت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اِرشاد فرمائے گا: آج میں تجھے اپنی رَحمَت سے مَایُوس کروں گا جیسا تو میرے بندوں کو مَایُوس کیا کرتا تھا۔[2]

ایک بات کے سَبَب دنیا و آخرت برباد ہوگئی

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ اُخُوَّت نِشان ہے: بنی اِسرائیل کے دو۲ بندوں نے آپَس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے مُواخات اِختیار کی۔ ان میں سے ایک عابِد اور دوسرا

---

[1] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب الحث علی ذکر اللہ، ص ۱۴۳۹، حدیث: ۲۶۷۵، مختصراً
مسند احمد، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ۵/۴۲۱، حدیث: ۱۶۰۱۶

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الرجاء من اللہ، ۲/۲۱، حدیث: ۱۰۵۲، بتغیر قلیل

گناہ گار تھا، عابِد اسے روکتا اور سختی سے منع بھی کرتا تھا مگر وہ جواب دیتا: مجھے اور میرے رب کے مُعاملے کو چھوڑ دو، کیا تمہیں میرا نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے؟ یہاں تک کہ ایک دن اس عابِد نے اسے کسی کبیرہ گناہ کا اِرْتِکاب کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو غصّے سے بولا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تیری مَغْفِرت نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ بروزِ قِیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس گناہ گار سے فرمائے گا: کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ میری رَحْمت کو میرے بندوں سے روک لو؟ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ پھر عابِد سے فرمائے گا: مگر تم پر میں نے جہنّم کو لازم کر دیا ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قُدْرت میں میری جان ہے! اس نے صِرف ایک بات ایسی کہی تھی جس کے سَبَب اس کی دنیا و آخِرت برباد ہو گئی۔ [1]

اَدَب سے برائیاں نیکیوں میں بدل گئیں

ایک رِوایَت میں ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک چور 40 سال تک ڈاکے ڈالتا رہا، ایک بار حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس کے پاس سے گزرے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیچھے آپ کے حواریوں میں سے بنی اسرائیل کا ایک عابِد بھی تھا۔ چور نے دل میں سوچا: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی ہیں اور ان کے پہلو میں حواری ہیں، اگر میں بھی سفر میں ان کے ساتھ شامِل ہو جاؤں تو ان کا تیسرا ساتھی بن جاؤں گا۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ شامِل ہو گیا اور حواری کے ذرا قریب ہونا چاہا مگر اس نے حواری کی عَظَمت کے مُقابِل اپنے نَفْس کو حقیر جانتے ہوئے دل میں کہا: میرے جیسا گناہ گار شخص اس عابِد کے پہلو میں چلنے کے قابِل نہیں۔ ادھر حواری نے اسے اپنے ساتھ سفر میں شریک ہوتے مَحْسُوس کر لیا اور اپنے دل میں کہا: یہ میرے پہلو میں چل رہا ہے! یہ سوچ کر اس نے اپنے آپ کو مزید حَرَکت دی اور حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف بڑھ کر ان کے پہلو میں چلنے لگا اور چور اس کے پیچھے اکیلا رہ گیا۔ اتنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی جانِب وَحی نازِل فرمائی کہ ان دونوں سے فرما دیجئے: اپنے اَعمال نئے سرے سے شروع کریں کیونکہ میں نے ان کے گزَشْتہ اَعمال خَتْم کر دیئے ہیں۔ حَوارِی کی نیکیاں اس لیے ضائع ہوئیں کہ اس کا نَفْس عُجْب و خود پسندی میں مبتلا ہوا اور دوسرے شخص کی بُرائیوں

[1] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی النھی عن البغی، ۴/۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۱، بتغیر

کے خاتِمے کا سَبَب اس کا اپنے نَفْس کو حقیر جاننا ہے۔ پس حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان دونوں کو بتا دیا اور چور کو اپنے ساتھ سفر میں شریک کر لیا اور اسے اپنے حَوارِیوں میں بھی شامِل فرما لیا۔[1]

بخشش سے محرومی کی بددعا دینا

حضرت سَیِّدُنا مَسْرُوق بن اَجْدَع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام سجدے میں تھے کہ کسی سرکش نے ان کی گردن کو روند ڈالا یہاں تک کہ کنکر ان کی پیشانی سے چپک گئے، انہوں نے غصّے سے اپنا سر اٹھا کر اِرشَاد فرمایا: جا! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہرگز تیری مَغْفِرَت نہیں فرمائے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فوراً وَحی فرمائی کہ آپ میرے بندوں کے مُعامَلے میں مجھے قسم دے رہے ہیں، حالانکہ میں اس کی مَغْفِرَت فرما چکا ہوں۔[2]

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مشرکین کے خِلاف دُعا کرتے اور نَماز میں ان پر لعنت بھیجتے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل فرمائی:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: اس لیے کہ کافِروں کا ایک حصّہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامُراد پھر (لوٹ) جائیں۔ یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۲۷، ۱۲۸)

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے خِلاف دُعا کرنا چھوڑ دیا۔[3] پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عام لوگوں کو اِسلام کی ہِدایَت دی۔

صاحبِ کِتاب کا مقصود

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) رِجا اور حُسْنِ ظَن والی رِوایات

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، وھیب بن الورد، ۸/۱۵۶، حدیث: ۱۱۶۹۸، بتغیر

[2] ......جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الذنوب، ۱۰/۱۹۲، حدیث: ۲۰۴۴۳ بتغیر قلیل وبدون ذکر نبی من الانبیاء

[3] ......مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاۃ... الخ، ص ۳۳۹، حدیث: ۶۷۵، بتغیر

بہُت زیادہ ہیں اور ہمارا مقصُود انہیں جمع کرنا نہیں بلکہ قلیل کے ذریعے کثیر کی طرف رہنمائی کرنا اور اہلِ بصیرت کی عقلوں کو خبردار کرنا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ(۶) الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ(۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کَرَم والے رب سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ (پ۳۰، الانفطار: ۶، ۷)

یہاں اس آیتِ مُبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو اس کے دھوکا کھانے کے باوُجود اپنے کَرَم پر مُتَنَبِّہ فرمایا ہے اور اسے اس کی جہالت کے باوُجود یہ بات یاد دِلائی ہے کہ اسی نے اسے ٹھیک ٹھیک اور دُرُست پیدا فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس کی نِعْمَت ہے۔

کیا تو اپنے اعمال شُمار کر سکتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ضحّاک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے مَرْوِی ہے کہ بندہ بارگاہِ خُداوندی میں حاضری کے وَقْت جب اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا تو اپنے اَعمال شُمار کر سکتا ہے؟ عَرض کرے گا: اے میرے مَولا! میں تیری مَدَد کے بغیر یہ کام کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ تو تمام اشیا کا مُحافِظ ہے۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے وہ تمام گناہ یاد کرائے گا جو اس نے دنیا کی مختلف ساعَتوں میں کئے ہوں گے، پھر فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے تجھے جو باتیں یاد کرائیں اور بتائیں کیا تو ان کا اِقرار کرتا ہے؟ بندہ عَرض کرے گا: جی! میرے مالِک! میں ان باتوں کا اِقرار کرتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور ان گناہوں میں کوئی بدبو پیدا کی نہ تیرے چہرے پر ان کی نُحُوسَت طاری کی۔ آج میں تیرے ان تمام گناہوں کو مُعاف فرماتا ہوں اس لیے کہ تو مجھ پر ایمان لایا اور تو نے میرے رسولوں کی تصدیق کی۔[1]

---

[1] ....بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب قول اللہ: الا لعنۃ اللہ علی الظلمین (ھود: ۱۸)، ۲/۱۲۶، حدیث: ۲۴۴۱، بتغیر عن ابن عمر
مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ، حدیث: ۲۷۶۸، ص ۱۴۸۱، بتغیر عن ابن عمر

یہ بات میرے کرم کے مُناسِب نہیں

حضرت سَیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے رِوایت کرتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ آیتِ مُبارکہ نازِل ہوئی ﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۸۵) ترجمۂ کنز الایمان: تو تم اچھی طرح دَرگُزر کرو۔ ﴾ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے دَرْیافت فرمایا: یہ اچھی طرح دَرگُزر کرنے سے کیا مُراد ہے؟ عَرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب آپ کسی ایسے شخص کو مُعاف فرمادیں جس نے آپ سے کوئی زِیادَتی کی ہو تو پھر اسے (قُدْرت پانے پر) سزا نہ دیں۔ پھر سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اے جبرائیل! اس طرح تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کَرَم کے اِعْتِبار سے اس بات کا زیادہ حَق دار ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جسے اس نے مُعاف کر دیا ہو۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام رونے لگے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ کَرم بھی آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں ہستیوں کی جانب حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تم دونوں سے فرماتا ہے کہ میں جس سے دَرگُزر فرماؤں گا اسے عذاب کیونکر دوں گا؟ یہ بات میرے کَرَم کے مُناسِب نہیں۔

رجا کی مزید ۲ صورتیں

❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بات کا شوق دلائے اس میں شوق کی شِدّت کا پایا جانا اور ❀ جس بات کی رَغْبت دِلائے اس کے حُصول میں باہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرنا بھی رِجا کی صورتیں ہیں۔

رجا یہ نہیں

رِجا کی وہ صُورَت جسے عام جاہِل لوگ اپنے گمان میں رِجا سمجھتے ہیں یعنی گناہ کرتے رہتے ہیں مگر مغفِرت کے اُمّید وار اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کے مُنْتَظِر رہتے ہیں، اَصل میں عُلَمائے کِرام اسے رِجا سمجھتے ہی نہیں کیونکہ رِجا تو یقین کا ایک مَقام ہے نہ کہ اہلِ یقین کی صِفَت۔ البتہ! یہ رِجا رَحْمَتِ خُداوندی کے حُصول کے

فریب میں مبتلا ہونے، فَضْلِ خُداوندی سے غافِل ہونے اور اَحکامِ خداوندی سے جہالت برتنے کا نام ہو سکتا ہے۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کو تنبیہ فرمائی جو اس طرح کا گمان رکھتی تھی، وہ لوگ دنیا کی مَحبَّت اور اس کی رَضا میں ہر لمحہ مگن رہتے اور اس کے باوُجُود مغفِرت کی تمنّا رکھتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں **خَلْف** کا نام دیا۔ **خَلْف** سے مُراد برے لوگ ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی وَعید سنائی اور اِرشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (پ ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخَلف آئے کہ کِتاب کے وارِث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہو گی۔

حقیقتِ رجا پر مبنی روایات باعث ہیں۔۔۔

حقیقتِ رجا کے مُتَعلِّق مَرْوِی روایات باعث ہیں:

- دھوکے و فریب میں مبتلا لوگوں کے دھوکے و فریب میں مزید اِضافے کا۔
- اہلِ اِسْتِدراج پر حِجاب کی زِیادتی اور نعمتوں میں خسارے کا۔
- سچّی توبہ کرنے والوں کے دَرجات میں بُلندی کا۔
- مُخْلِص مُحِبّین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا۔
- کَرَم وحَیا والوں کے سُرُور کا۔
- گناہوں سے دامَن کو آلودہ ہونے سے بچانے اور
- اپنا وعدہ پورا کرنے والوں کیلئے راحت کا۔
- رِجا سے ان لوگوں کا کَرَم مزید واضح ہوتا ہے۔
- رِجا کی مَوجُودَگی میں ان کی حَیا میں زِیادَتی ہوتی ہے۔
- رِجا سے ان کے غموں کو سُکُون ملتا ہے۔
- ان کی عقلیں راحت پاتی ہیں۔

خوف و رجا

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں جو رِجا اور حُسنِ ظَن کی بنا پر ایسی عِبادات بجالاتے ہیں جو خوف کے باعِث سر اَنْجام نہیں دی جا سکتیں۔ کیونکہ خوف اکثر

مُعامَلات کے خاتمے کا باعِث ہوتا ہے۔ اَلْغَرَض رِجا ہی اہلِ رِجا کے لیے وہ واحِد راستہ ہے جس پر چلنے کی انہیں اُمّید رہتی ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت (سَیِّدُنا) صُہَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر رَحم فرمائے، اگر یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہ ڈرتے تو بھی مَعْصِیَّت میں مبتلا نہ ہوتے۔[1] یعنی رِجا کی وجہ سے مَعاصی تَرْک کر دیتے نہ کہ خوف کی وجہ سے۔ پس رِجا ہی ان کا طریق ہے اور یہی لوگ حقیقت میں اہلِ رِجا ہیں، رِجا ان کی عَلامَت ہے، انہی کے لیے ہم نے ایسے اَسباب ذِکْر کیے ہیں جو رِجا کا مُوجِب اور اہلِ صَفا کے قُلُوب میں حُسْنِ ظَن پیدا کرتے ہیں۔

رجا کی چند دیگر صورتیں

❀ مخلوق کے ساتھ حُسْنِ اَخلاق سے پیش آنا ❀ ان کے مُعامَلات پر صَبر کرنا ❀ ان کی کوتاہیوں کو مُعاف کر دینا ❀ ان کے ساتھ نَرمی سے پیش آنا بھی رِجا کی صُورَتیں ہیں کیونکہ یہ صورتیں قُربِ اِلٰہی پانے، اَوصَافِ باری تعالیٰ سے مُتَّصِف ہونے، ثواب کی اُمّید رکھنے، وَعدَۂ اِلٰہی کی تکمیل اور سُنّتِ رسول کی پیروی کا ذریعہ ہیں۔ نیز ❀ بُری خواہشات اور سرکش شہوات کو تَرْک کرنا اور ❀ ان کے بدلے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بہترین اَجْر و ثواب کا گمان رکھنا بھی رِجا میں شامل ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے عَرش کے سامنے ایک کمرہ ہے جس کی طرف حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجا گیا، وہ اس میں داخِل ہوئے تو بارگاہِ خداوندی میں بے اِختیار سجدہ ریز ہو کر عَرض کی: اے میرے رب! یہ کمرہ کس نبی، صدیق یا شہید کے لیے ہے؟ اِرشَاد ہوا: یہ کمرہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنی خواہشات پر میری مرضی کو ترجیح دے۔

حُسْنِ توفیق کی دولت پانا

❀ نیکیاں کرنا اور ❀ حُسْنِ توفیق کی دولت کا ملنا بھی رِجا کی صورتیں ہے، بندہ حُسْنِ ظَن کی توفیق ملنے کی بنا پر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اس کی عظیم رغبتوں اور عَطاؤں کو مانگ سکتا ہے۔ چنانچہ،

[1] ....النهاية في غريب الحديث والاثر، باب الخاء مع الواو، ۲/ ۸۳

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہِدایت نشان ہے: جب تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مانگو تو اپنی رَغْبَت کی شِدّت کا اِظْہار کرو اور اس سے فِردَوسِ اَعلیٰ مانگو۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی شے (عطا فرمانا) دُشوار نہیں۔[1] ایک رِوایت میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: کَثْرت سے دامَنِ سوال کو پھیلائے رہو اور بُلند دَرَجات مانگا کرو، کیونکہ تم اس ہستی سے مانگ رہے ہو جو جَوّاد اور کریم ہے۔

ہر ایک کو اس کے سوال کے مُطابِق ملتا ہے

رِوایات میں ہے کہ دو۲ شخص بڑے عِبادَت گزار تھے، عِبادَت میں دونوں کا دَرَجہ برابر تھا، مگر جب دونوں جنّت میں داخِل ہوں گے تو ایک کا دَرَجہ دوسرے سے بُلَند ہو گا۔ دوسرا عَرض کرے گا: اے میرے رب! دنیا میں اس نے مجھ سے زیادہ عِبادَت نہیں کی، پھر بھی تو نے اسے مَقامِ عِلِّیِّیْن میں مجھ سے بُلَند دَرَجات عَطا فرمائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: یہ دنیا میں مجھ سے اَعلیٰ دَرَجات مانگا کرتا تھا اور تم آگ سے نجات کا سوال کیا کرتے تھے، میں نے ہر ایک کو اس کے سوال کے مُطابِق عَطا فرمایا ہے۔

اُمّید نے جہنّم سے بچا لیا

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عَظَمت نِشان ہے: ایک شخص کو آگ سے نِکال کر بارگاہِ خداوندی میں کھڑا کیا جائے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے دَرْیافْت فرمائے گا: تو نے اپنا مَقام کیسا پایا؟ عَرض کرے گا: اے میرے رب بہت بُرا ٹھکانا ہے؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے اس کی جگہ لوٹا دو۔ وہ واپَس جاتے ہوئے بار بار مڑ کر دیکھے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرمائے گا: پیچھے مڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ عَرض کرے گا: مجھے اُمّید تھی کہ تو مجھے جہنّم سے نِکالنے کے بعد دوبارہ اس میں نہیں بھیجے گا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔[2] (صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ یوں) رِجا اس شخص کے جنّت میں جانے کا ذریعہ بن جائے گی جیسا کہ دنیا میں خَوفِ اِلٰہی اہلِ خَوف کے

---

[1] ....بخاری، کتاب الجھاد، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ، ۲/ ۲۵۰، حدیث: ۲۷۹۰، مختصراً

[2] ....کتاب التوحید واثبات صفات الرب لابن خزیمۃ، باب ذکر کثرۃ من یشفع لہ الرجل ... الخ، ۲/ ۷۴۹، حدیث: ۴۷۹

جنّت میں جانے کا راستہ و ذریعہ ہے۔ اسی طرح مَرْوِی ہے کہ ایک شخص جَلْدی جَلْدی جہنّم کی طرف لپکے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے واپَس لاؤ۔ پھر جب اس سے جَلْدی جَلْدی جہنّم کی طرف بھاگنے کا سَبَب پوچھا جائے گا تو عَرض کرے گا: میں نے دنیا میں تیری نافرمانی کا وَبال چکھ لیا تھا اب آخِرت میں اس نافرمانی کے عذاب سے بے پَروانہ تھا۔ فرمایا جائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔[1]

نیک بندوں کو وسیلہ بناؤ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مُقرّب ہے اس کی رَحمت کی اُمّید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَولیا کے لیے رِجا کو اپنے قُرب اور وسیلے کا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ خوف اس تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ مذکورہ آیتِ مُبارکہ کی ایک تفسیر میں ایسا ہی مَرْوِی ہے بشرطیکہ یہاں مُراد مقبول بندے ہوں اور مذکورہ اَوصاف بُتوں کے نہ ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالیشان میں مومنین کو قُرب چاہنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (پ۶، المائدۃ: ۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

خلاصہ کلام

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ سب رِجا کے اَحکام اور اہلِ

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، بلال بن سعد، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷۰۴۰

قوت القلوب کے ایک نسخے میں اس کے بعد یہ بھی ہے: ایک رِوایَت میں ہے کہ وہ شخص عَرض کرے گا: دنیا میں جس طرح میں نے تیری نافرمانی کی آخِرت میں بھی تیری نافرمانی کا مُرتکِب ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: اسے جنّت میں لے جاؤ۔

رِجا کے اَوصاف ہیں، جس میں یہ پائے جائیں گے وہ اہلِ رِجا کے دَرَجات کا مُستَحِق ہو گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا شُمار مُقرَّبین میں ہو گا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک وَصف بھی پایا جائے گا اسے بھی رِجا میں ایک مَقام حاصِل ہو گا۔

بندگانِ خدا اپنا کونسا مَقام ظاہِر کرتے ہیں؟

جان لیجئے! مقاماتِ یقین ایک دوسرے کو خَتم نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے میں داخِل ہوتے ہیں، لہٰذا جس پر اس کا حال مُشاہَدے کی بنا پر غالِب ہو اس کے اَوصاف اس پر غالِب حال کے مُطابِق ہو جاتے ہیں اور باقی مَقامات اس میں حَسَبِ سابِق مَوجُود رہتے ہیں۔ مثلاً جس نے کسی مَقام کی شرائط پر مکمل عَمَل کیا اور اس مَقام کے مُطابِق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اَحکام بجالایا تو وہ مَوجُودہ مَقام سے اس دوسرے مَقام کی طرف منتقل ہو جائے گا اور پہلا مَقام اس کے لیے مَحض عِلْم اور دوسرا مَقام جس پر وہ اب فائز ہے اس کے لیے وِجدان کی حَیثیَّت اِختیار کر جاتا ہے، بندہ وِجدان کو چھپاتا ہے کیونکہ یہی اس کا راز ہوتا ہے اور اپنے گزشتہ مَقام یعنی عِلْم کا اِظْہار کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس مَقام سے بخوبی گزر آیا ہے اور اب یہ اس کے لیے بڑا واضِح ہو چکا ہے۔

مَقامِ رجا خدا کا لشکر ہے

مَقامِ رِجا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو اس کے بعض بندوں سے ایسے اَعمال کی بجا آوری کا باعِث بنتا ہے جو دوسرے مَقامات نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بعض قُلُوب نَرم ہوتے ہیں اور وہ کَرَم و اِحسان کے مُشاہَدے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور اس کے اِحسانات سے مطمئن ہو کر ایسے اَعمال بجالاتے ہیں جو خوف اور ڈر سے نہ کر پاتے۔ بلکہ! بسا اَوقات خوف انہیں مُعاملات کی ادائیگی سے بھی روک دیتا ہے اور وہ وَحشَت زدہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ رِجا ہی ان قُلُوب کا راستہ ہے جس پر یہ پائے جاتے ہیں۔

احوال میں رجا کی مثال

اَحْوال میں رِجا کی مِثال کسی شَخص کی حالَتِ غِنا اور عافِیَّت جیسی ہے کہ عافِیَّت و غِنا کے وَقت بندے کا دل مطمئن ہوتا ہے، اس کے اِرادے مُنْتَشِر نہیں ہوتے، چاک وچوبند رہتا ہے اور حُسنِ مُعاملہ کی فِکْر کرتا ہے۔ جیسا کہ حَدِیثِ قُدْسی ہے: میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ غِنا ہی انہیں دُرُست رکھ سکتی ہے اور اگر

میں انہیں فَقْر میں مبتلا کر دوں تو وہ فَساد کا شِکار ہو جائیں۔ میرے بعض بندے ایسے ہیں جنہیں صِحّت ہی دُرُسْت رکھ سکتی ہے اگر میں انہیں بیمار کر دوں تو وہ فَساد کا شِکار ہو جائیں۔ میں اپنے بندوں کی تدبیر اپنے عِلْم کے مُطابِق کرتا ہوں کیونکہ میں ہی ان کی حَالَت سے خوب باخبر ہوں۔[1] اسی طرح میرے بعض بندے ایسے ہیں جن کی اِصلاح صِرف رِجا میں ہے، ان کا دل اسی پر سیدھا رہتا ہے، حُسْنِ ظَن کے وُجُود سے ہی ان کا مُعامَلہ اَچھّا ہوتا ہے۔ پس رِجا ہی ان کا طریق ہے، یہی ان کا مَقام و عِلْم ہے، اس کی مَوجُودَگی میں ان کا قلب مَعِیَّتِ خداوندی کی لذّت کی حلاوَت پاتا ہے، مگر یہ مَحْض بارگاہِ خداوندی تک جانے والا ایک راستہ ہے۔ لیکن خوف اس سے بھی چھوٹا راستہ ہے اور جو راستہ چھوٹا ہو وہی اَعْلیٰ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غِنا اور عَافِیَّت بھی اگرچہ بارگاہِ خداوندی تک رسائی کے دُو راستے ہیں مگر (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک فَقْر اور آزمائش ان سے زیادہ مختصر اور جلد رَسائی دِلانے والے راستے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالِب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مَنْقُول ہے کہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اپنے اپنے گمان کے مُطابِق عَمَل کرتے ہیں، مومِن حُسْنِ ظَن کی بنا پر اَچھے عَمَل کرتا ہے اور مُنافِق و کافِر سوئے ظَن (یعنی بدگمانی) کی بنا پر بُرے عَمَل کرتا ہے۔[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، ۲/۳۸۵، حدیث: ۱
حلیة الاولیاء، حسین بن یحیی الحسنی، ۸/۳۵۵، حدیث: ۱۲۴۸۵

[2] ......تفسیر طبری، سورة فصلت، تحت الآیة: ۲۳، ۱۱/۱۰۲، حدیث: ۳۰۵۰۰

مقاماتِ یقین میں سے پانچواں مقام

مقامِ خوف کی شرح اور خائفین کے اوصاف

علم کی عقل پر فضیلت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ۲۰، العنکبوت:۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں علم کو عقل سے اعلیٰ ٹھہراتے ہوئے ایک مقام قرار دیا گیا ہے، جبکہ ایک جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وُہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ۲۲، فاطر:۲۸)

خوف اور تقویٰ کا باہمی تعلق

اس آیتِ مُبارکہ میں خَشیَّت کو علم کا ایک ایسا مقام قرار دیا گیا ہے جو اسی سے ثابت ہے، حالانکہ خَشیَّت مَقامِ خوف کا حال، خوف حقیقتِ تقویٰ کا نام اور تقویٰ اس عِبادَت کا ایک جامِع مفہوم ہے جو اوّلین و آخرین کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک رَحمت ہے۔ لہٰذا عِبادَت اور تقویٰ دونوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کچھ یوں بیان فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ اُمّید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (پ۱، البقرۃ:۲۱)

ایک جگہ پر اِرشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک تاکید فرما دی ہے ہم نے

قَبۡلِکُمۡ وَ اِیَّاکُمۡ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ (پ۵، النسآء:۱۳۱)

بلاشبہ یہ آیتِ مُبارکہ قرآنِ کریم میں قُطب کی حیثیت رکھتی ہے جس پر اس کا مدار ہے۔

تقویٰ کی فضیلت

تقویٰ ایک ایسا سبب ہے جس کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانب فرمائی ❀ محض اسے شرف بخشنے ❀ مفہوم کے اعتبار سے اسے اپنی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ بنانے ❀ اپنے بندوں کو اس کے ذریعے عزّت عطا فرمانے اور ❀ اسے عظیم بنانے کے لیے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَ لَا دِمَآؤُہَا وَ لٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ؕ (پ۱۷، الحج:۳۷) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ انکے خون ہاں تمہاری پرہیز گاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (پ۲۶، الحجرات:۱۳)

ایک رِوایت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جب بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو انہیں اس قدر بلند آواز سے ندا فرمائے گا کہ دُور والا بھی اس ندا کو اسی طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا۔ پھر اِرشاد فرمائے گا: اے لوگو! جب سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں، آج تم میری بات سنو! کیونکہ یہ تمہارے ہی اَعمال تم پر پیش کیے جا رہے ہیں۔ [1] اے لوگو! میں نے ایک نسب بنایا اور تم نے بھی ایک نسب بنایا، پھر تم نے میرے نسب کو ختم کر کے اپنے نسب کو ترجیح دی۔ میں نے تم سے کہا ﴿ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (پ۲۶، الحجرات:۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ ﴾ مگر تم نے اِنکار کیا اور کہنے لگے کہ فلاں تو فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں تو فلاں سے زیادہ مالدار ہے۔ آج میں تمہارے

---

[1] ......موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاھوال، باب ذکر الحساب والعرض والقصاص، ۶/۲۲۹، حدیث:۲۲۱

بنائے ہوئے نَسَب کو پھینک کر اپنے مُقرّر کردہ نَسَب کو بُلند کروں گا۔ کہاں ہیں مُتَّقِین؟[1] راوی فرماتے ہیں: پھر ایک قوم کے لیے جھنڈا نَصب کیا جائے گا، وہ قوم اپنے جھنڈے کے پیچھے چلتے ہوئے اپنے اَبدِی ٹھکانے تک جا پہنچے گی اور یوں جنّت میں بغیر حِساب کے داخِل ہو گی۔

خوف کی فضیلت

خوف اس شخص کا مَقام ہے جس کا حال عِلْم ہے اور بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے خائفین کے لیے وہ تمام باتیں جَمْع فرما دی ہیں جو مُختَلِف مومنین کو عَطا فرمائیں یعنی انہیں ہِدایت، رَحمت، عِلْم اور اپنی رَضا سے نوازا۔ یہ سب جنتیوں کے مَقام ہیں۔ چنانچہ (ہِدایت ورَحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ہِدایت اور رَحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

ایک مَقام پر (خَشِیّت کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وُہی ڈرتے ہیں جو عِلْم والے ہیں۔

ایک مَقام پر (رَضا کا تذکرہ کرتے ہوئے) اِرشَاد فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ (پ ۳۰، البینۃ: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

خائفین کا رفیق

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مَنْقُول ہے کہ خائفین کے لیے رَفیقِ اعلیٰ ہے، دوسرے لوگ اس میں ان کے شریک نہ ہوں گے۔[2]

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ خوف کو رَفیقِ اعلیٰ کے ساتھ اس طرح خاص فرمایا کہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ

---

[1] ......مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الحجرات، ۳/۲۶۶، حدیث: ۳۷۷۸، بتغیر قلیل

[2] ......معجم اوسط، ۳/۸۴، حدیث: ۳۹۳۷

شریک نہ ہوگا جیسا کہ آج تصدیق کی گواہی ان کے لیے ثابت ہے۔ یہ نبوت کا ایک مقام ہے، وہ دَرَجات میں اَنبیائے کِرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام جیسے ہوں گے کیونکہ وہ اَنبیائے کِرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے (عِلْم کے) وارِث ہیں اور ان کا شُمار عُلَمائے کِرام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ (پ ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق۔

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان مرتبے کو بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (پ ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کیا ہی اَچھے ساتھی ہیں۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللهِ الۡقَوِی فرماتے ہیں) یہاں رَفِیْقًا بمعنی رُفَقًا ہے، واحِد کے ذریعے جَمْع کو مُراد لیا گیا ہے گویا کہ یہ سب ایک ہی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رَفِیْقًا جنّت میں اَعلیٰ عِلِّیِّین کا کوئی مَقام ہو جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے ظاہِری پردہ فرماتے وَقْت یہ نام لیا۔ چنانچہ جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا میں ہی رہنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے کے درمیان اِخْتِیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اَسْئَلُكَ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔[1] یعنی میں تجھ سے رَفیقِ اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام سے مَرْوِی فرمان "ان کے لیے رَفیقِ اعلیٰ ہے"[2] اس بات پر دلیل ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی وَضَاحت فرمائی ہے کہ یہ لوگ اَنبیائے کِرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہوں گے۔ نیز ان کے مَقام کو ہر مَقام سے زیادہ شَرَف عَطا فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس مَقام کی خواہش کا اِظْہار فرمایا۔

---

[1] ......بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، ۳/ ۱۵۴، حدیث: ۴۴۳۷، فیه: اللّٰھم فی الرفیق الاعلی

[2] ......السنة لعبد الله بن احمد، سئل عما جحدته الجهمیة الضلال من کلام رب العالمین، ۱/ ۲۸۴، حدیث: ۵۴۵

معجم اوسط، ۳/ ۸۴، حدیث: ۳۹۳۷

خوف کیا ہے؟

خوف حقیقتِ اِیمان کا ایک جامِع نام ہے جس سے مُراد وُجودِ یقین کا عِلْم ہے اور یہ ہر نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر سے بچنے کا سَبَب اور ہر اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی چابی ہے۔ مَقامِ خوف کے سِوا کوئی ایسی شے نہیں جو نفسانی شہوات کو جلا کر خاکِستَر کر دے اور ان کی آفات کے آثار تک مِٹا ڈالے۔

کمالِ علم اور کسبِ مَعْرِفت

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِیمان کا کمال عِلْم ہے اور عِلْم کا کمال خوف۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: عِلْم اِیمان کی کمائی ہے اور خوف مَعْرِفَت کی۔

خوف اور عشق و محبت کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا ابو فیض مِصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مُحِب کو جامِ مَحبَّت اس وَقْت تک نہیں پلایا جاتا جب تک کہ خوف اس کے دل کو (آتش شوق میں) بھون نہ دے۔ مزید فرماتے ہیں: محبوب سے جُدائی کے خوف کے وَقْت نارِ جہنّم کا خوف اس طرح ہے جیسے کوئی قطرہ گہرے سمندر میں گر گیا ہو۔

خوفِ اسلام

ہر مومِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے مگر ہر مومِن کا خوف بقَدرِ قُربِ خداوندی ہوتا ہے۔ چنانچہ اِسلام کا خوف یہ ہے کہ ❀ مومِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہر شے پر غالِب اور بَرتَر ہونے کا اِعْتِقَاد رکھے ❀ اس کی قُدرَت و سَلْطَنَت کو تسلیم کرے ❀ اس نے اپنے جس عَذاب کی خَبَر دی ہے اور جس سزا سے ڈرایا ہے اس کی تصدیق کرے۔

خوفِ الٰہی کا منکر کافر ہے

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم سے یہ سوال ہو کہ کیا تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہو تو خاموش رہو۔ اس لیے کہ اگر تم نے نفی میں جواب دیا تو کُفر کے مُرتَکِب ہو گے اور اگر اِثبات میں جواب دیا تو (تم اپنی بات میں سچے نہ ہو گے کیونکہ) تمہارے اَوصاف اہلِ خوف جیسے نہیں۔

نصیحت نفع نہیں دیتی

کسی واعِظ نے ایک داناو حکیم شخص سے شِکایَت کرتے ہوئے عَرض کی: آپ کا اس کے مُتَعَلِّق کیا خَیال ہے کہ میں ان لوگوں کو وَعْظ و نصیحت کرتا ہوں اور انہیں ذِکرِ خُداوندی سناتا ہوں مگر ان پر کوئی اَثَر ہی نہیں ہوتا؟ اس دانا شخص نے جواب دیا: اس کو نصیحت کیسے نفع دے سکتی ہے جس کے دل میں خوفِ اِلٰہی نہ ہو؟

بد بخت کون؟

دانا شخص کے قول کی تصدیق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہوتی ہے:

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دُور رہے گا۔ (پ۳۰، الاعلی: ۱۰، ۱۱)

یعنی نصیحت سے اِجْتِنَاب کرنے والا بد بخت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کو بد بخت قرار دیا جس کے دل میں خَوفِ اِلٰہی نہیں اور اس پر نصیحت کو قُبول کرنا حَرام ٹھہرایا ہے۔

خوف کا دل سے تعلق

عوام مومنین کے خوف کا تعلّق ظاہری اِرادہ کے جاننے کی وجہ سے دل کے ظاہِر سے ہوتا ہے اور خواص مومنین یعنی اہلِ یقین کے خوف کا تعلّق باطنی وِجدان حاصِل ہونے کی بنا پر دل کے باطِن سے ہوتا ہے۔ البتہ! خوفِ یقین کا تعلّق صِدِّیقین یعنی ان عارفین سے ہے جنہیں اُن خوف دِلانے والی صِفات کا مُشاہدہ حاصِل ہے جنہیں اپنانے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: بندہ جب اپنی قبر میں جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر وہ شے جس سے وہ ڈرا کرتا تھا مثالی صُورت میں اسے قِیامت تک ڈراتی رہتی ہے۔ [1]

خوفِ یقین کی ابتدا

جو اَہلِ اِیمان خَوفِ اِلٰہی سے مُتَّصِف ہیں ان کے خوفِ یقین کی اِبتِدا یہ ہے کہ ہر وَقت نَفْس کے مُحاسبے

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، احمد بن الحواری، ۱۰/ ۱۲، الرقم: ۱۴۳۱۸

میں مشغول رہیں، ہر لمحہ اپنے رب کی رِضا کی خاطِر مُراقَبے میں رہیں اور شُبہات سے بچتے رہیں یعنی ہر وہ شے جس کے مُتَعَلِّق قطعی یقین نہ ہو اور وہ عَمَل جس کے بارے میں قطعی سمجھ نہ ہو اس سے بچیں۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: پرہیز گار لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا میں نے (دنیا میں) حِساب نہ لیا ہو اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس کی تفتیش نہ کی ہو، (بروزِ قیامت) انہیں حِساب کے لیے اپنی بارگاہ میں کھڑا کرنے سے مجھے حیا آتی ہے۔[۱]

خوف کے تین۳ حال

﴿1﴾ وَرَع و تقویٰ ﴿2﴾ اَعْضا و جَوارِح کو شُبہات سے روکنا اور ﴿3﴾ خُشُوعِ قَلْب و اِظْہارِ عِجز کے ساتھ ہر قسم کی فُضُول حَلال چیزوں سے بچنا خوف کے حال ہیں۔

جسے جنّت کا شوق ہو

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جسے جنّت کا شوق ہو وہ خواہشات سے دُور رہتا ہے اور جسے آگ کا ڈر ہو وہ حَرام ٹھہرائی گئی چیزوں سے بچتا ہے۔[۲]

زبان کو قابو میں رکھنا بھی خوف ہے

زبان کو منہ کے اندر قید کر دینا اور باتوں سے روکے رکھنا بھی خوف ہے تاکہ بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دِین یا عِلْم میں کوئی ایسی بات شامل نہ کر دے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کِتاب میں مَشْرُوع قرار دیا ہو نہ اس کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی سنّت میں کیا ہو اور نہ اَئمّۂ کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کے مُتَعَلِّق کوئی کلام کیا ہو۔ نیز وہ بات ان اُمُور میں سے ہو جن کی اَصْل نہ کِتاب و سنّت میں ہو اور نہ واضح طور پر کسی نے اسے عِلْم کہا ہو۔

لہٰذا ایسی باتوں سے بچے اور پوچھ گچھ کے ڈر سے ایسے اُمُور سر اَنْجام نہ دے جن کا اسے قطعی عِلْم نہ ہو

---

[۱] ......السنة لعبد اللہ بن احمد، سئل عما جحدته الجهمية الضلال من كلام رب العالمين، ۱/ ۲۸۴، حدیث: ۵۴۵
نوادر الاصول، الاصل الثانی والعشرون والمائتان، ۲/ ۸۳۳، حدیث: ۱۱۲۴

[۲] ......حلية الاولياء، علی بن ابی طالب، ۱/ ۱۱۵، حدیث: ۲۳۰

اور ان اُمور میں بھی دَخل اندازی نہ کرے جن میں مَخفی خواہش و دنیاوی لذّت موجود ہو۔

سب سے پہلے نصیحت کس کو اور کیا کرے؟

رَضائے خُداوندی کے حُصول کی خاطِر بندے کا اپنے نَفس کو نصیحت کرنا بھی خوف ہے کیونکہ اس کا نَفس مخلوق میں سب سے زیادہ نصیحت کا حَق رکھتا ہے، اس کے بعد وہ مخلوق کو نصیحت کرے اور نصیحت کی اِبتِدا دین و آخِرت کے اُمور سے کرے، پھر اس کے بعد اَسبابِ دنیا کا ذِکر کرے کیونکہ اُمورِ دِین و آخِرت زیادہ اَہمیّت کے حامل ہیں۔

دین میں ملاوٹ

دین میں مِلاوَٹ بہُت بڑا اُجرُم ہے اور آخِرت کا زادِ راہ تیار کرنا زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغفِرت نِشان ہے: جس نے میری اُمَّت میں مِلاوَٹ کی اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو۔ عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُمَّت کے مِلاوَٹ میں مبتلا ہونے سے کیا مُراد ہے؟ اِرشاد فرمایا: ان کے لیے کوئی ایسی بِدعَت ایجاد کرنا کہ جس کی یہ لوگ پیروی کرنے لگیں، لہٰذا جس نے ایسا کیا گویا اس نے اُمَّت میں مِلاوَٹ کی۔ [1]

خوف کا ثمرہ

خوف کا ثمرہ یہ ہے کہ بندہ عِلمِ باری تعالیٰ سے مُتَّصِف ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کرے۔ یہ اَہلِ اِنْعَام پر سب سے بڑی کَرَم نوازی ہے۔ اس کے اَحکام دو۲ صُورَتوں میں ظاہِر ہوتے ہیں:

﴿1﴾ بندہ اپنے سَر اور اس میں شامِل اَعضا یعنی کان، آنکھ اور زبان کی حِفَاظَت کرے۔

﴿2﴾ اپنے پیٹ اور اس کے مُشْتَمِلات یعنی دل، شَرم گاہ، ہاتھ اور پاؤں کی حِفَاظَت کرے۔

یہ عام لوگوں کا خوف ہے جو حَیا کی اِبتِدا ہے۔ جبکہ خاص لوگوں کا خوف یہ ہے:

❀ صِرف وُہی چیز جَمع کرے جسے کھانا ہے۔ ❀ اسی قَدر عِمارَت بنائے جس میں رہنا ہے۔

---

[1] ......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/۲۸۳، حدیث: ۶۰۷۳

❀ کثرت سے کوئی ایسا کام نہ کرے جہاں سے اسے مُنتَقِل ہو جانا ہے۔

❀ ان اُمُور میں غَفلَت کا مُرتَکِب ہو نہ ان اُمُور میں حد سے تجاوُز کرے جنہیں اس نے جلد ہی چھوڑ کر آگے روانہ ہو جانا ہے۔

یہی زُہد ہے اور یہ اَصحابِ یمین میں سے مُتَّقِین اَہلِ حیا کے حیا میں اِضافے کا باعِث ہے۔

خُلاصۂ کلام

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے یہ جو کچھ ذِکر کیا ہے یہ دو احادیثِ مُبارَکہ کا مفہوم ہے، ان میں سے ایک عام اور دوسری خاص ہے۔ چنانچہ ہر وہ شخص جس نے اپنے دل کو شروع میں ہی عَمَل کا عادِی نہ بنایا اور خوف کو اپنے اِرادے پر طارِی نہ کیا جہانِ فانی سے کُوچ کے وَقت کامیابی کا سہرا اپنے سَر سجا سکتا ہے نہ مَعرِفَت کی بُلندیوں میں مُتَّقِین کا اِمام بن سکتا ہے۔

سب سے اعلیٰ خوف

سب سے اعلیٰ خوف یہ ہے بندے کا دل خاتِمہ بِالخَیر کی فِکر میں مبتلا ہو، اسے کسی قسم کے عِلْم و عَمَل سے سُکُون ملے نہ کسی اَعلیٰ و اَفضل عِلْم کی بنا پر یا بڑے بڑے نیک اَعمال کے سَبَب اسے قطعی نجات کا یقین ہو۔ اس لیے کہ خاتِمہ کیسا ہو گا یہ اسے معلوم نہیں۔ البتہ! مَنقُول ہے کہ اَعمال کا وَزن ان کے خاتموں کے مُطابِق کیا جائے گا۔[1]

تقدیر کا غلبہ

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مَغفِرَت نشان ہے: بندہ 50 سال تک جنتیوں والے اَعمال کرتا ہے یہاں تک کہ کہا جانے لگتا ہے یہ جنتی ہے۔[2] ایک رِوایت میں ہے: یہاں تک کہ اس کے اور جنّت کے درمیان ایک بالِشت کا فاصِلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر اس پر غالِب آتی ہے اور

---

[1] ......حلية الاولياء، وهب بن منبه، ۴/۳۶، حديث: ۴۶۷۲

بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتيم، ۴/۲۷۴، حديث: ۶۶۰۷، بتغير

[2] ......ابن ماجه، کتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، ۳/۳۰۵، حديث: ۲۷۰۴، بتغير

اس کا خاتِمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔[1]

شرحِ حدیث

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) وَقْت کی اس معمولی مِقْدار میں (کہ جب بندہ جنّت سے ایک بالِشت کے فاصلے پر ہو اور لمحہ بھر میں جنّت میں داخِل ہونے والا ہو) جسمانی اَعْضَا کے ذریعے کوئی (جنتی) عَمَل سَر اَنجام نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ! یہ (وَقْت کی معمولی مِقدار) اَعمالِ قُلُوب سے تعلّق رکھتی ہے جس کا مُشاہَدہ عقلیں کرتی ہیں۔

تقدیر کیسے غالب آتی ہے؟

(بندے پر تقدیر کچھ یوں غالِب آتی ہے کہ) وہ (جنّت میں لے جانے والی) اس توحید میں شرک کرنے لگتا ہے جو ابھی تک (اس کے خاتِمہ بِالْخَیر کی بنا پر) مُتَحَقِّق نہیں ہوئی اور اس یقین میں شک کرنے لگتا ہے جس کا دُنْیاوِی زِنْدَگی میں اسے مُشاہَدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ (خاتِمہ کے وَقْت ظاہِری) حِجاب دُور ہوتے ہی اس کی کَیفِیَّت واضح ہو جاتی ہے، اس پر اس کے اَصْل اَوصَاف غالِب آجاتے ہیں اور یوں اس کا حال ظاہِر ہوتا ہے مثلاً بندے کے بُرے اَعمال ظاہِر ہوتے ہیں تو اس کا دل انہیں آراستہ کرنے میں لگ جاتا ہے یا زبان ان کے ذِکْر میں مشغول ہو جاتی ہے یا اس کا وِجدان ان اَعمال میں کھو جاتا ہے۔ پھر اس کا یہ حال ہی اس کا خاتِمہ بن جاتا ہے جس پر اس کی رُوح نکلتی ہے اور یوں اس پر تقدیر کا لکھا غالِب آتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓىِٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا۔

(پ۸، الاعراف: ۳۷)

تقدیر کب غالب آتی ہے؟

یہ کَیفِیَّت جِسْم سے رُوح کی جُدائی کے وَقْت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ۠ (۱۰۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کا حصّہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہوگی۔

(پ۱۲، ھود: ۱۰۹)

---

[1] ......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۲/۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۲، بتغیر قلیل

ایک رِوایَت میں مذکورہ حدیثِ پاک کے اَلفاظ کچھ یوں ہیں: (بندہ 50 سال تک جنتیوں والے اَعمال کرتا ہے یہاں تک کہ) اس قَدْر وَقْت باقی رہ جاتا ہے کہ جس قَدْر وَقْت اونٹنی کا دودھ دوہنے والے کو دوبارہ اس کے تھن کو پکڑنے میں لگتا ہے کہ تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور اس کا خاتِمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ وہ وَقْت ہے جب رُوح حَلْق تک پہنچ جاتی ہے اور سانسیں پورے جِسْم سے نِکَل کر دل اور حَلْق کے درمیانی حصّے میں آجاتی ہیں۔ یہ وَقْت دلوں کی حالَت بدلنے کا ہے، یعنی دل حقیقتِ توحید سے بَدَل کر گمراہی و شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وَقْت دُنْیاوِی سوجھ بوجھ اور تمام عَقْلی عُلُوم خَتْم ہو جاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے بندے کے لیے وہ بات ظاہِر ہوتی ہے جس کا اسے گمان تک نہیں ہوتا۔

بُرے خاتمے کے شکار

سب سے زیادہ بُرے خاتِمہ کا شِکار تین۳ قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

پہلا گروہ

یہ گروہ بِدْعتی اور دِین میں کجی والوں کا ہے کیونکہ ان کا اِیمان عَقْل کے ساتھ مَرْبُوط ہوتا ہے۔ ان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کی سب سے پہلی نِشانی یہ ظاہِر ہوتی ہے کہ ان کی عَقْل اس نِشانی کے مُشاہَدے سے اُڑ جاتی ہے اور ان کا اِیمان اس طرح خَتْم ہو جاتا ہے کہ اس نِشانی کو دیکھنے کے لیے باقی نہیں رہتا جیسا کہ فَتِیْلہ جَل جانے کے بعد چراغ خود ہی بجھ جاتا ہے۔

دوسرا گروہ

یہ گروہ مُتَکَبِّرِین اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں اور دُنْیاوِی زِنْدَگی میں اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی کَرامات نہ ماننے والوں کا ہے۔ ان کے بُرے خاتِمہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے یقین کے مالِک نہیں ہوتے

---

[1]......بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، ۲/ ۴۱۳، حدیث: ۳۳۳۲، بتغیر قلیل
ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان الاعمال بالخواتیم، ۴/ ۵۳، حدیث: ۲۱۴۴، بتغیر قلیل

جو قُدرَتِ اِلٰہی کا مُتَحَمِّل ہو اور ان کے اِیمان کی تَقوِیَت کا باعِث بنے بلکہ شک انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یقین کی دولت سے مَحرُوم ہونے کی وجہ سے مزید ان پر قَوِی ہوتا جاتا ہے۔

تیسرا گروہ

اس گروہ کی مزید تین۳ قسمیں ہیں جو سب بُرے خاتِمہ میں دَرَجات کے لِحَاظ سے مُختَلِف ہیں۔ اس کے باوُجود اس تیسرے گروہ کے لوگ پہلے دونوں گروہوں کے مُقابَلے میں بُرے خاتِمہ کا شِکار کم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ بُرے خاتِمہ کے بھی مُختَلِف مَقامات ہیں جیسا کہ زِندَگی میں شِرک اور یقین کے مُختَلِف مَقامات ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض لوگ خود کو اس طرح نُمایاں رکھنے کا دعوٰی کرنے والے ہوتے ہیں کہ ان کی نظر ہمیشہ اپنے ہی نَفْس و عَمَل پر رہتی ہے، بعض عَلَانِیَہ فِسْق کے مُرتَکِب ہوتے ہیں اور بعض گناہوں پر اِصرار کرنے والے عَادِی گناہ گار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے گناہ زِندَگی کے آخری لمحات تک جاری رہتے ہیں، وہ رِجاب اٹھنے تک انہی گناہوں میں لت پت رہتے ہیں، مگر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی واضِح نِشانیاں دیکھتے ہیں تو دل سے توبہ کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اب اَعضَا و جَوَارِح کے اَعمال خَتْم ہو چکے ہوتے ہیں، ان سے کسی عَمَل کا بجالانا ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے نہ ان کی لَغزِشوں کو مُعاف کیا جاتا ہے اور نہ ان پر رَحم کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس آیتِ مُبارَکہ کے مِصداق ہیں:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ۴، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی یہی لوگ مقصود ہیں:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (پ۲۲، سبا: ۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور روک کر دی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے ہیں۔

اس فرمانِ باری تعالیٰ سے بھی یہی لوگ مُراد ہیں:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۸۴)

صاحبِ قوت کی رائے

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ان آیاتِ مُبارکہ میں اگرچہ جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ کُفّار کے لیے ہے مگر یہ آیات معنوی طور پر اور ایک مَقام کے اِعْتِبار سے کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب لوگوں اور فاسِقین وغیرہ گناہوں کے عادِی مُجرِموں کو بھی شامل ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب بُرے خاتِمے میں کفّار کے شریک ہیں۔

مقامات میں فرق

مذکورہ گروہ کے اَفراد کے مَقامات میں بھی فَرق ہے۔ چنانچہ،

- ان میں سے ایک مَقام ایسا ہے جو ان لوگوں کے لیے ان کے گناہوں کی شہوات کو ظاہر کرتا ہے۔
- ایک مَقام ایسا ہے کہ ان لوگوں کے دل چونکہ ذِکْر و خوف سے خالی ہوتے ہیں، لہٰذا جب ان کے سامنے بار بار گناہوں کی یاد پیدا ہوتی رہتی ہے تو انہی گناہوں کے مُشاہَدے کے دوران ہی ان کا خاتِمہ ہو جاتا ہے۔

یہ سب اَسباب خوف کو خَتم کر دیتے ہیں اور عَقل مندوں کے دلوں کو توڑ دیتے ہیں۔

مرید گناہوں سے ڈرتا ہے اور عارف کفر سے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: مُرید گناہوں میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے جبکہ عارِف کُفْر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔

انبیائے کرام و اولیائے عظام کا دلوں کے بدلنے سے ڈرنا

حضرت سَیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرمایا کرتے کہ جب میں مَسْجِد کی طرف چلتا ہوں (مجھے لگتا

ہے) گویا میری کمر میں زُنّار[1] ہو اور مجھے ہر لحہ یہی خوف لاحق رہتا ہے کہیں یہ مجھے گرجا گھر یا کسی آتش کدہ میں نہ لے جائے یہاں تک کہ میں مَسجِد میں داخِل ہو جاتا ہوں تو وہ زُنّار خود بخود مجھ سے دُور ہو جاتا ہے اور ایسا ہر روز پانچ مرتبہ ہوتا ہے۔

یہ سب اس لیے ہے کہ ان لوگوں کو یقینی طور پر یہ بات مَعلُوم تھی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَتِ کامِلہ میں دل بڑی تیزی سے بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ مَروِی ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے حَوارِیوں سے اِرشَاد فرمایا: اے حَوارِیوں کے گروہ! تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم انبیائے کِرام کُفر سے ڈرتے ہیں۔

کسی نبی کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے کہ وہ کئی سالوں تک بارگاہِ خُداوندی میں بھوک، جوؤں اور لباس کی کمی کا شِکوَہ کرتے رہے، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تمہارے دل کو کُفر سے مَحفُوظ رکھا کہ تم مجھ سے دنیا مانگ رہے ہو۔ چنانچہ انہوں نے خاک لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عَرض کی: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہوں، مجھے کُفر سے مَحفُوظ رکھ۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس نبی کو یہ نِعمَت یاد نہ دِلائی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے بلکہ انہیں کُفر سے بچائے رکھنا یاد دِلایا[2] تو انہوں نے اس بات کا اِعتِراف کیا اور اپنے حال پر راضی رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عِصمَت طَلَب کی۔

خائف کا گمان

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور حضرت سَیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی (متوفی ۲۶۱ھ) سے قبل اِمامُ الزّاہِدین حضرت سَیِّدُنا عَبدُ الوَاحِد بن زَید رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۱۷۷ھ) کا فرمان

[1]...... وہ دھاگہ یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔ (اردو لغت (تاریخی اصول پر)، ۱۱/ ۱۶۲)

[2]...... اس مقام سے عِبارَت کے کچھ حصے کا ترجمہ عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہونے اور انہیں شکوک وشُبہات سے بچانے کے لیے نہیں دیا جا رہا۔ البتہ! اہلِ علم کے ذوق کی تسکین کے لیے اَصل عِبارَت سیاق کلام کے ساتھ کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

ہے: خائِف کبھی اپنے اس گمان کی تصدیق نہیں کرتا کہ وہ جہنّم میں داخِل نہیں ہو گا مگر اپنے اس گمان سے کہ وہ جہنّم میں داخِل ہو گا سے اس لیے ڈرتا ہے کہ وہ کبھی اس سے باہَر نہیں نکلے گا۔

امام حسن بصری کے خوف کا عالم

ان سب سے پہلے اِمامُ الْعُلَما حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا فرمان ہے: ایک ہزار سال کے بعد جہنّم سے ایک شخص نکلے گا، اے کاش! وہ شخص میں ہی ہوں۔ مزید فرماتے ہیں: مجھے جہنّم سے جس وَقْت آزادی ملی تو پھر مجھے کسی شے کی کوئی پَروانہ ہو گی۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ایسا انہوں نے اس لیے فرمایا تھا کہ انہیں یہ خوف لاحِق تھا کہیں وہ ہمیشہ جہنّم ہی میں نہ رہیں۔

عارفین و مریدین پر شیطانی حملے

شیطان کے عارِفین کے پاس آنے کے راستے یہ ہیں: توحید میں اِلْحَاد، یقین میں شُبہ پیدا کرنا اور صِفَاتِ باری تعالیٰ کے مُتَعلّق وسوسے ڈالنا۔ جبکہ مُریدین کے پاس وہ آفات و شہوات کے راستوں سے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارِفین کو عام لوگوں سے زِیادہ خوف لاحِق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شیطان ہر شخص کے پاس اس کی سوچ و فِکْر کے مُطابِق آتا ہے تاکہ اس کے یقین میں شک پیدا کر سکے جیسا کہ اس کی شہوات کو اس کے لیے آراستہ کرتا ہے۔ چنانچہ ان عارِفین و صِدّیقین کی اَرْوَاح کا تعلّق ان کی تقدیر میں لکھے فیصلے سے مُتَعلّق ہو جاتا ہے، جب ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی کوئی بات سامنے آتی ہے تو وہ اس کا مُشاہَدہ کر کے دَرْج ذیل اُمُور کی وجہ سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں:

- وہ نہیں جانتے کہ ان کی تقدیر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ان کا حَق پر قائم رہنا لکھا گیا ہے کہ ان کا خاتِمہ بھی اسی پر ہو اور اس طرح ان کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے جن کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ

عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱) بھلائی کا ہو چکا وہ جہنّم سے دور رکھے گئے ہیں۔

﴿۳﴾ وہ ڈرتے ہیں کہ تقدیر ان پر غالب آجائے اور ان کا شُمار ان لوگوں میں نہ ہونے لگے جن کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب، دُکھی دِلوں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عِبرَت نشان میں کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (بعض لوگوں کے مُتعلّق) اِرشاد فرمائے گا کہ یہ لوگ جہنمی ہیں اور (ان کے جہنّم میں جانے کی) مجھے کوئی پروا نہیں۔[1]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) کسی سِفارِش کرنے والے کی سِفارِش ان لوگوں کو فائدہ دے گی نہ کوئی انہیں جہنّم کی آگ سے بچا پائے گا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَیۡهِ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ ؕ اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ﴿ۚ۱۹﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی نجات والوں کے برابر ہو جائے گا تو کیا تم ہِدایت دے کر آگ کے مُستَحِق کو بچا لو گے۔

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لٰکِنۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ مِنِّیۡ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضَرور جہنّم کو بھر دوں گا۔

یہ آیتِ مُبارَکہ اور اس کا مفہوم اہلِ بصیرت کے خوف کا باعث ہیں۔

عوام و خواص کو کس سے ڈرنا چاہئے؟

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمارے عالم (یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ اِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾ (پ۱، البقرۃ: ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور مجھی سے ڈرو۔ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں ڈرنے کا حکم عام ہے یعنی ان چیزوں میں مجھ سے ڈرو جن سے میں نے تمہیں منع کیا ہے۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ اِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾ (پ۱، البقرۃ: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہاں تقدیر میں لکھے فیصلے

---

[1] ......مسند احمد، حدیث عبد الرحمن بن قتادۃ، ۶/۲۰۵، حدیث: ۱۷۶۷۶

سے ڈرنا مُراد ہے اور یہ حکم خواص کے لیے ہے۔

خوفِ مومنین کے دو۲ مقام

ایک عارِف نے خوفِ مومنین کے دو۲ مَقام بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: ❁ اَبرار یعنی نیک لوگوں کے قُلوب خاتِمہ بِالْخَیر کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ بَس یہی کہتے ہیں: اے کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارا خاتِمہ کیسا ہو گا؟ ❁ جبکہ مُقرَّبین کے قُلوب اس خوف میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کی تقدیر میں معلوم نہیں کیا لکھا ہے؟ اور وہ کہتے ہیں: کاش! ہمیں معلوم ہو جاتا، ہماری تقدیر میں کیا لکھا ہے؟

یہ دونوں مَقام دو۲ مُشاہَدوں کی پیداوار ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے اَعلیٰ اور اَہم ہے، جس کی وجہ وہ دو۲ حال ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ کامل ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: مُقرَّبین کے گناہ گویا کہ نیک لوگوں کی نیکیاں ہوں۔ مُراد یہ ہے کہ نیک لوگ جن باتوں میں رَغْبت رکھتے ہیں وہ اگرچہ باعِثِ فضیلت ہیں مگر مُقرَّبین ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتے کیونکہ (بسااوقات) وہ ان کے لیے حِجاب کا باعث (بن جاتی) ہیں۔

جس کی تقدیر میں برا خاتمہ لکھ دیا گیا ہو

جس پر عَذاب مُتَحَقِّق ہو جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی تقدیر میں بُرا خاتِمہ لکھ دے تو کوئی شے اسے فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہ ایسے کاموں میں مگن رہتا ہے جن پر کوئی اَجر ملے گا نہ ان کا کوئی بہتر اَنجام ہو گا۔

اس کے اَعمال میں غور و فِکر سے معلوم ہو گا کہ اس کے اَعمال بُعد و دُوری میں مزید اِضافے کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ بُرا خاتِمہ کبھی درمیانی عمر میں ہی (شروع) ہو جاتا ہے اور اَنجام کا اِنتِظار نہیں کیا جاتا، اس لیے کہ بندہ اس عمر میں کسی ایسی مَعْصِیَّت کو اپنا لیتا ہے جو اس کے بُرے خاتِمے کا سَبَب بنتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں تقدیر میں ایسے ہی لکھی ہوئی تھیں۔ اس صُورت میں (بندے کی نیک زندگی کا) یہ خاتِمہ اس کے بُرے خاتِمے کا آغاز بن جاتا ہے جبکہ ان دونوں خاتِموں کا وَقْت ایک ہی ہے۔ جب اَجَل (موت) آتی ہے اور اَعمال خَتْم ہونے کا وَقْت ہوتا ہے تو دُوریاں اپنی اِنتِہا کو پہنچ جاتی ہیں اور بندہ مقامِ بُعد میں جا ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ،

مَروِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بِدعَتی کا کوئی عَمَل قبول نہیں فرماتا۔[1] اس لیے کہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بتائے ہوئے طریقوں کو قبول نہ کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کے اَعمال کو قبول نہ فرمایا۔ لہٰذا یہ جس قَدْر اپنے عَمَل میں کوشِش کرتا جائے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے اسی قَدْر دُور ہوتا جائے گا جیسا کہ کسی حکیم کے اَشعار ہیں:

مَنْ غَصَّ دَاوٰی بِشُرْبِ الْمَآءِ غَصَّتَهٗ   فَکَیْفَ یَصْنَعُ مَنْ قَدْ غَصَّ بِالْمَآءِ؟

بَلْ کَیْفَ یَصْنَعُ مَنْ اَقْصَاهُ مَالِکُهٗ؟   فَلَیْسَ یَنْفَعُهٗ طِبُّ الْاَطِبَّآءِ

یعنی جسے کھانے سے اُچھُّو لگے تو وہ پانی پی کر اپنے اُچھُّو کا عِلاج کر لیتا ہے لیکن جسے اُچھُّو ہی پانی سے لگے وہ کیا کرے؟

بلکہ جسے اس کے آقا و مالِک نے خود سے دور کر دیا ہو وہ کیا کرے؟ کہ اسے تو کسی طبیب کی طِب بھی فائدہ نہ دے گی۔

سَلَفِ صالحین اور خوفِ الٰہی

حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے خوف و حزن کا سَبَب یہی مُشاہَدہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بے نیاز ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اسی بے نیازی کے سَبَب انہیں اس کے وَصْفِ جَبْرِیَّت کا خَدْشہ تھا، نیز انہیں یہ بھی خَدْشہ تھا کہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں ان کے ساتھیوں کے لیے عِبْرَت و نصیحت کا باعث نہ بنا دے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ وہ 40 سال تک نہیں ہنسے، آپ انہیں کہیں بیٹھا ہوا دیکھتے تو یہی سمجھتے گویا کوئی قیدی ہیں جن کی گردن مارنے کے لیے لایا گیا ہے۔ جب کلام کرتے تو گویا آخِرت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہوں، جب خاموش ہوتے تو گویا ان کی آنکھوں کے درمیان آگ بھڑک رہی ہو۔ اس شِدّتِ غَم پر جب ان سے کسی نے کچھ کہا تو فرمایا: میں اس بات سے بے خوف نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو میرا کسی ناپسندیدہ کام میں مبتلا ہونا معلوم ہو اور وہ مجھ سے ناراض ہو کر فرمائے: جا! میں تجھے نہیں بخشوں گا۔ اس صُورت میں تو میرے تمام اَعمال ضائع ہو جائیں گے۔

خوف کا سَبَب گناہوں کی کثرت نہیں

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب السنة، باب اجتناب البدع والجدل، ۱/۳۸، حدیث: ۴۹، ۵۰

بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا یہ حال ہے تو) ہم ان سے زِیادہ اس بات کے سزاوار ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈریں۔ مگر خوف کا سَبَب گناہوں کی کَثرت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم ان سے زیادہ خوف والے ہوتے، بلکہ یہ تو قلب کی صَفائی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حد دَرَجہ عَظمت ہے۔ چنانچہ **مَنْقُول** ہے کہ حضرت سَیِّدُنا علا بن عَدوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بَہُت بڑے عابِد تھے، جب آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو جنّت کی خوش خبری دی گئی تو آپ نے سات دن تک گھر کا دروازہ بند کر لیا، کھانے کا ذائقہ تک نہ چکھا اور بس روتے رہتے اور فرماتے جاتے کہ میں تو میں ہی ہوں۔ یہ ایک طویل قِصّہ ہے بَہَر حَال حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں ان کے شِدّتِ خوف اور کَثرتِ بُکا (یعنی بَہُت زیادہ رونے) پر سختی سے مَنْع کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اے میرے بھائی! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم جنتی ہی ہو، اب کیا اپنے نَفْس کو ہلاک کر دو گے؟

اَلْغَرَض آپ اس شخص کے مُتَعَلِّق کیا کہیں گے جس کے شِدّتِ خوف پر حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بھی انہیں مَلَامَت فرمائیں (جبکہ ان کے اپنے خوف کا عالَم کیا ہے یہ بیان ہو چکا ہے)۔

صحابہ کرام اور خوفِ اِلٰہی

صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو مذکورہ بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے بھی بُلند مَقام پر فائز تھے، اس کے باوُجود وہ تمنّا کیا کرتے کہ کاش وہ اِنسان بن کر پیدا نہ ہوتے، حالانکہ انہیں کئی بار جنّت کی یقینی خوش خبری بھی دی گئی (پھر بھی ان کے خوف کا یہی عالَم رہا)۔ چنانچہ،

- امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: اے پرندے! کاش! میں تیری مِثل ہوتا اور انسان بن کر پیدا ہی نہ ہوتا۔[1]
- امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: میں چاہتا ہوں کہ کاش! میں ایک مینڈھا ہوتا اور میرے گھر والے مجھے کسی مہمان کی ضِیافت کے لیے ذَبْح کر دیتے۔[2]

---

[1] ......الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۳۹۸، حدیث: ۱۶۵، بدون: وانی لم اخلق بشراً

مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام ابی بکر الصدیق، ۸/۱۴۴، حدیث: ۲ بدون: وانی لم اخلق بشراً

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المتمنین، ۲/۵۵۹، حدیث: ۱۲۷

حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: میری خواہش ہے کہ کاش! میں ایک دَرَخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ [1]

حضرت سَیِّدُنا طلْحہ اور حضرت سَیِّدُنا زُبیر بن عَوَّام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: ہماری خواہش ہے کہ ہمیں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُثْمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: میری خواہش ہے کہ کاش! میں مَروں تو پھر کبھی اُٹھایا نہ جاؤں۔ [2]

حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتیں: میں چاہتی ہوں کہ کاش! میں اس طرح بُھلا دی جاؤں کہ کبھی میرا وُجُود ہی نہ رہے۔ [3]

حضرت سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے: کاش! میں راکھ ہوتا۔ ان سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے: کاش! میں (کسی جانور کی) کوئی مینگنی ہوتا۔ کاش! میں کچھ نہ ہوتا۔ [4]

تھے تو آباوہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟

اَلْغَرَض صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک کثیر تعداد کی یہی حالَت تھی اور ایک ہم ہیں جو کبیرہ گناہوں کا اِرْتِکاب کرتے ہیں مگر باتیں کرتے ہیں اَعلیٰ دَرَجات اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کا قُرْب پانے کی! ہم یکسر بھول چکے ہیں کہ ہمارے جَدِّ اَمجد حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو صِرف ایک لَغزِش کی بنا پر جنّت میں داخِلے کے بعد نِکال دیا گیا اور ہماری حالَت تو یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک جنّت دیکھی بھی نہیں، گویا ہم ٹھنڈے لوہے پر ضَربیں لگارہے ہیں۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب فی قول النبی: لو تعلمون ما اعلم . . . الخ، ۱۴۰/۴، حدیث: ۲۳۱۹

[2] ......الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۳۹۶، حدیث: ۱۶۳، عن عبداللّٰہ بن مسعود

[3] ......بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، باب ولولا اذ سمعتموہ قلتم . . . الخ، ۲۸۶/۳، حدیث: ۴۷۵۳

الزھد لوکیع، باب من قال: یالیتنی لم اخلق، ص ۳۹۴، حدیث: ۱۶۰

[4] ......معجم کبیر، ۱۰۲/۹، حدیث: ۸۵۳۵، بتغیر قلیل

جنتی کہنے پر سرکار کا صحابہ کی تربیت فرمانا

مَرْوِی ہے کہ اَہْلِ صُفَّہ میں سے ایک صحابی شہید ہو گئے تو ان کی والِدہ ماجِدہ بولیں: تمہیں مُبارَک ہو! تم جنّت کی چڑیا ہو، تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی اور راہِ خدا میں شہید کیے گئے۔ (جب) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (نے اس عورت کی یہ بات سنی تو) اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا معلوم! ہو سکتا ہے اس نے فُضُول گفتگو کی ہو اور ایسی باتوں (یا کاموں) سے روکتا ہو جو نقصان دہ نہ ہوں۔[1]

(لہٰذا کسی کے قطعی جنّتی ہونے کا یقین مَت رکھو بلکہ یہ مُعامَلہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمت پر چھوڑ دو۔)

اسی طرح ایک واقعے میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کسی صحابی کے پاس تشریف لے گئے جو بیمار تھے، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی والِدہ ماجِدہ کو یہ کہتے سنا: تمہیں جنّت مُبارَک ہو۔ (یہ سن کر) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حکم چلانے والی عورت کون ہے؟ اس بیمار صحابی نے عرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میری والِدہ ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تجھے کیا معلوم! ہو سکتا ہے کہ فلاں لایعنی (بے معنٰی، فُضُول) باتیں کرتا ہو اور غیر ضَروری چیزوں میں بھی بخل سے کام لیتا ہو۔[2]

کسی کے قطعی جنتی ہونے کا یقین رکھنا

مَرْوِی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک نَو مَولُود بچے کی نمازِ جنازہ پڑھی۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دُعا مانگتے سنا گیا: اَللّٰھُمَّ قِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ جَهَنَّمَ۔ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے عذابِ قبر اور عذابِ جہنّم سے بچا۔[4] ایک رِوایَت

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۳۷۶، حدیث: ۴۰۰۴، مختصراً
حیاۃ الحیوان، العصفور، ۲/۱۶۱

[2] ......معجم اوسط، ۵/۲۲۸، حدیث: ۷۱۵۷
تاریخ بغداد، ۵/۲۸، الرقم: ۲۳۳۹: احمد بن عیسی

[3] ......نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الصبیان، ص ۳۲۹، حدیث: ۱۹۴۴، بتغیر

[4] ......موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب مایقول المصلی علی الجنازۃ، ۱/۲۱۳، حدیث: ۵۴۵ فیہ عن یحیی بن سعید أنہ قال سمعت سعید

میں ہے کہ کسی عورت نے یہ کہا: تجھے مُبارَک ہو! تم جنّت کی چڑیا ہو۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ناراض ہوتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ ایسا ہی ہو گا؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟[1] کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جنّت کو پیدا فرمایا تو اس میں رہنے والوں کو بھی پیدا فرمایا اور اسی طرح جہنّم کو پیدا فرمایا تو اس میں رہنے والوں کو بھی پیدا فرمایا، اب ان میں کوئی زِیادَتی ہو گی نہ کوئی کمی۔[2]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ایسا سرورِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عثمان بن مَظْعُون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے جَنازہ میں فرمایا تھا جو مُہاجِرِین اوّلین میں سے تھے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شَہادَت پر وہ قول اُمُّ الْمُومِنِین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کہا تھا۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرمایا کرتیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم! عثمان کے بعد میں کبھی کسی کی پاک دَامنی کی گواہی نہ دوں گی۔[3]

اس سے بھی عجیب رِوایَت یہ ہے کہ (امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے شہزادے) حضرت سَیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب یہ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عِلاوہ کسی کو بھی گناہوں سے پاک قرار نہیں دے سکتا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والِد ماجِد جنہوں نے مجھے پیدا کیا انہیں بھی گناہوں سے منزّہ (یعنی پاک) نہیں سمجھتا۔[4] تو شِیعانِ علی نے ان سے اس کے مُتعلّق بات کی (اور دباؤ ڈالا) تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے فضائل و مَنَاقِب بیان کرنے لگے۔

بن المسیب یقول: صلیت وراء أبی هریرة علی صبی لم یعمل خطیئة قط فسمعته یقول اللهم أعذه من عذاب القبر

مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة والصلاة علیها، تحت الحدیث: ۱۶۷۵، ۴/۱۶۱، دون "عذاب جهنم"

[1] ....مسلم، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطر . . . الخ، ص ۱۴۳۱، حدیث: ۲۶۶۲

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/۷۱۷، حدیث: ۳۱۰۳

[2] ....معجم اوسط، ۳/۳۷۶، حدیث: ۴۸۷۸

[3] ....بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت . . . الخ، ۱/۴۲۲، حدیث: ۱۲۴۳

[4] ....طبقات ابن سعد، ۵/۶۹، الرقم: ۶۸۰: محمد ابن الحنفیة وهو محمد الاکبر بن علی بن ابی طالب

بعض سورتوں کے سرکار پر اثرات

یہی وہ مفاہیم ہیں جو خائفین کے دِلوں کو جلاتے رہتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ یہی وہ بُعد ہو جس کی یاد نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بڑھاپا طاری کر دیا تھا جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھے سورہ ھُود اور اس جیسی دیگر سورتیں یعنی سورہ واقعہ، اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ نے بوڑھا کر دیا ہے۔[1]

سورہ ھود کے اثرات کا سبب

اس لیے کہ سورہ ھُود میں ہے:

﴿1﴾ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ (پ۱۲، ھود:۶۸) ترجمۂ کنزالایمان: ارے لعنت ہو ثمود پر۔

﴿2﴾ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ ھُوْدٍ ﴿۶۰﴾ (پ۱۲، ھود:۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: ارے دور ہوں عاد ہود کی قوم۔

﴿3﴾ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ (پ۱۲، ھود:۹۵) ترجمۂ کنز الایمان: ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

سورہ واقعہ کے اثرات کا سبب

سورہ واقِعہ میں ہے: ﴿ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: اس وَقت اس کے ہونے میں کسی کو اِنکار کی گنجائش نہ ہو گی۔ ﴾ یعنی اس شخص کے لیے اَزَلی حکم واقع ہوا جس پر اس کی تقدیر غالِب آگئی اور وہ بات سچ ہو گئی جو اس کے لیے سچ ہونی ہی تھی۔ چنانچہ مزید اِرشاد فرمایا:

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۳) ترجمۂ کنز الایمان: کسی کو پَسْت کرنے والی کسی کو بُلَندی دینے والی۔

مُراد یہ ہے کہ آخِرت اس قوم کو پَسْت کر دے گی جو دنیا میں بُلند مرتبہ تھے کہ جب حقائق ظاہِر ہوں گے اور مخلوق کے اَنْجام مُنْکَشِف ہوں گے۔

---

[1] ....ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/ ۱۹۳، حدیث:۳۳۰۸

سورہ تکویر کے اثرات کے سبب

سورہ تکویر میں اَنجام کے خاتموں کا تذکرہ ہے اور یہ اس شخص کے لیے قِیامَت کی عَلامَت ہے جو اس بات کا یقین رکھے جبکہ اس شخص کے لیے اس میں غَضَب کے مَعانی ظاہِر کئے جاتے ہیں جو اس کا مُشاہَدہ کرے۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب جہنّم کو بھڑکایا جائے اور جب جنّت پاس پائی جائے ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔ (پ۳۰، التکویر: ۱۲ تا ۱۴)

یہ ایک واضِح خِطاب ہے یعنی جہنّم کو بھڑکائے جانے اور جنّت کے قریب ہونے کے وَقْت نَفْس پر یہ واضِح ہو جائے گا کہ وہ ایسا کونسا شَر لے کر بارگاہِ خُداوندی میں حاضِر ہوا ہے جو جہنّم کے مُناسِب ہے اور اس نے ایسا کونسا خَیر کا فعل سر اَنجام دیا ہے جو جنّت کے لائق ہے، چنانچہ اس بنا پر اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ جنّتی و جہنمی لوگوں میں سے کن میں سے ہے؟ اور اس کا ٹھکانا جنّت و جہنّم میں سے کیا ہو گا؟

(اس دن) کتنے ہی دِلوں کی حسرتیں ناتمام رہ جائیں گی جو جنّت کے قریب ہونے کے بعد دُور کر دیئے جائیں گے؟ کتنے ہی نُفُوس کی سانسیں اُکھڑ جائیں گی جب انہیں جہنّم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ وہ ضَرور اس میں ڈالے جائیں گے؟ کتنی ہی آنکھیں ایسی ہوں گی جو قِیامَت کی ہولناکیاں دیکھ کر جھک جائیں گی؟ کتنی ہی عقلیں قِیامَت کے حالات کا مُشاہَدہ کرنے کے باعِث زائل ہو جائیں گی؟

انبیا بھی بُرے خاتمہ سے ڈرتے تھے

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے دیکھا گویا کہ میں جنّت میں ہوں جہاں میں نے 300 انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی زِیارت کی اور میں نے ہر ایک سے یہی عَرض کی: مَا اَخْوَفَ مَا کُنْتُمْ تَخَافُوْنَ فِی الدُّنْیَا؟ یعنی دنیا میں آپ سب سے زیادہ کس شے سے ڈرتے تھے تو سب نے یہی اِرشَاد فرمایا کہ وہ بُرے خاتِمے سے ڈرتے تھے۔

بُرا خاتمہ ایک خفیہ تدبیر ہے

بُرا خاتِمہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک ایسی خُفْیَہ تدبیر ہے جس کے اَوصاف بیان کیے جاسکتے ہیں نہ اسے سمجھا جاسکتا ہے اور نہ اس سے آگاہ ہوا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی کوئی اِنتِہا نہیں، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور اس کے اَحکام کی کوئی حد نہیں۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور جبریل کا خوف

ایک مَشْہُور حدیثِ پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام دونوں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رو رہے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: آپ دونوں کیوں روتے ہیں حالانکہ میں نے آپ دونوں کو اَمان عَطا فرمائی ہے؟ عَرض کی: اے پروردگار! تیری خُفْیَہ تدبیر سے کون بے خوف ہو سکتا ہے؟[1]

خوف کا سَبَب

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اگر ان دونوں ہستیوں کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم کی کوئی حَد نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خُفْیَہ تدبیر کی بھی کوئی اِنتِہا نہیں تو وہ کبھی یہ عَرض نہ کرتے: اے پروردگار! تیری خُفْیَہ تدبیر سے کون بے خوف ہو سکتا ہے؟ حالانکہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ اِرشاد فرمایا کہ میں نے تم دونوں کو اَمان عَطا فرمائی ہے، تو اس فرمان سے اس کی خُفْیَہ تدبیر بھی خَتْم ہوگئی تھی اور دونوں ہستیوں کو بھی اس خُفْیَہ تدبیر کے خاتِمے کا یقین ہو چکا تھا مگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُس خُفْیَہ تدبیر سے خوف زدہ تھے جو اُن سے پوشیدہ تھی اور اُنہیں یقین تھا کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غیب سے آگاہ نہیں کیونکہ وہ عَلَّامُ الْغُیُوب ہے اس کے عِلْم کی کوئی اِنتِہا ہے نہ غیب کی کوئی حَد۔ لٰہذا اس نے اپنی بے پایاں عِنَایَت اور نِگاہِ کَرَم کی بنا پر ان دونوں ہستیوں کے خِلاف کوئی فیصلہ نہیں فرمایا، کیونکہ یہ دیگر صِفاتِ باری تعالیٰ سے بھی آگاہ ہیں۔ اس لیے کہ صِفات کے جاننے اور اَمان عَطا فرمانے کے قول کے باوُجُود خُفْیَہ تدبیر

---

[1] ......معجم اوسط، ۲/۷۸، حدیث: ۲۵۸۳، بدون: ومن یامن مکرک؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پوشیدہ اَوصاف کی بنا پر خَتْم نہیں ہوتی۔ گویا ان دونوں ہستیوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان میں نے تم دونوں کو اپنی خُفْیَہ تدبیر سے اَمان عطا فرمائی؛ سے یہ خَدْشہ لاحق تھا کہیں یہ مَخْصُوص اَوصاف پر مبنی فرمان ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر نہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس میں کوئی ایسی حِکْمت پوشیدہ ہو جسے صِرف وُہی جانتا ہے، تاکہ وہ انہیں آزمائے اور دیکھے کہ یہ دونوں بَنْدَگی بجالاتے ہوئے کیسے اَعمال سر اَنْجام دیتے ہیں۔ کیونکہ اِبْتِلا بھی اَوصافِ باری تعالیٰ میں سے ہے اس اِعْتِبار سے کہ اس کے اَسمائے حسنیٰ میں سے ایک اِسْم اَلْمُبْتَلِی (یعنی ابتلامیں ڈالنے والا) بھی ہے۔ چنانچہ اِسْم کے مُتَحَقِّق ہونے کی وجہ سے وَصْف کے مُقْتَضا کو تَرْک کیا جاسکتا ہے نہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں میں جاری دَسْتُور تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خلیل حضرت سَیِّدُنا ابرہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اس وَقْت اِمْتِحان لیا تھا جب انہیں مَنْجَنِیْق کے ذریعے پھینکا گیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہی اِرشَاد فرمایا: حَسْبِیَ اللّٰہُ رَبِّی۔ یعنی مجھے میرا پروردگار ہی کافی ہے۔ پھر جب حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خِدْمتِ عالیشان میں حاضِر ہو کر عَرْض کی: اَلَكَ حَاجَةٌ؟ کیا آپ کو (مَدَد کی) ضَرورت ہے؟ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے قول "حَسْبِیَ اللّٰہُ" پر عَمَل کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: نہیں۔ پس اس طرح آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَمَلی طور پر اپنے قول کو ثابِت کر دِکھایا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے قول "حَسْبِیَ اللّٰہُ" کے جواب میں اِرشَاد فرمایا:

وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ۙ(۳۷) (پ۲۷، النجم: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔

اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اَحْکام کے تحت داخِل ہے نہ اس پر اس فیصلے کو نافِذ کرنا لازِم ہے جو وہ بندوں کے خِلاف فرماتا ہے، اس کے صِدق کو آزمایا جاسکتا ہے نہ یہ جائز ہے کہ اسے صِدق کی ضِد (یعنی کِذب) سے مُتَّصِف کیا جائے خواہ وہ خود ہی اپنے حُکْم کو تبدیل کر دے کیونکہ کلام بھی اسی کا ہے اور اِخْتیار بھی اسے ہی حاصِل ہے کہ وہ جیسے چاہے اسے بدَل دے، وہ اپنے دونوں کلاموں میں صادِق، دونوں حُکْموں میں عادِل اور دونوں حالوں میں حاکِم ہے، کیونکہ وُہی حُکْم نافِذ کرنے والا ہے مگر کوئی حُکْم اس پر لازِم نہیں۔ اس لیے کہ اس کی ذات ان عُلُوم و عُقُول سے مَاوَرا ہے جو اَمْر و نَہی جیسی حُدُود کی آماجگاہ ہیں، نیز اس کی ذات ان نِشانات و مَعْقُولات سے بھی بالاتر ہے جو مُتَوَسِّط اَحْکام و اَقْدار کی حَیْثِیَّت رکھتے ہیں۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکْر کیا ہے ان سب باتوں کے مُشاہَدے میں عُلُومِ توحید کا دَقِیق عِلْم اور اَحْوالِ توحید کا مَقامِ رَفِیع مُضْمَر ہے۔

سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مَحْبُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِثْل حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے وَصْف (یعنی خوف) کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا: ﴿ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ:۶۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ ﴾ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں (فِرعَون کے پاس بھیجتے وَقْت) اِرشَاد فرمایا تھا: ﴿ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ:۴۶) ترجمۂ کنز الایمان: ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔ ﴾ مگر (جادُوگروں سے مُقابَلے کے وَقْت) حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس بات سے بے خوف نہیں تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عِلْمِ غَیب میں کوئی بات مَخْفِی رکھی ہو اور اسے اپنی ذات کے ساتھ خاص رکھتے ہوئے ظاہِر نہ فرمایا ہو، اس لیے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر اور باطِنی اَوصاف سے بخوبی آگاہ تھے اور یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں حُکْم دینے کی قُدْرَت عَطا نہیں فرمائی (یعنی وہ حاکم نہیں) بلکہ مَحْکُوم و مجبور ہیں، چنانچہ انہیں دوسری بار خوف لاحِق ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دوسرے فرمان سے انہیں دوسری بار اَمان عَطا کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: ﴿ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ:۶۸) ترجمۂ کنز الایمان: ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے۔ ﴾ تب جاکر حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اطمینان حاصِل ہوا جبکہ (جادُوگروں سے مُقابَلے کے وَقْت) آپ پہلے فرمان کی بنا پر مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام دَرْج ذیل باتیں بخوبی جانتے تھے:

- اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عِلْم وسیع ہے، وہ عَلَّامُ الْغُیُوب ہے جس کے غَیب کی کوئی اِنتِہا نہیں۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان حُکْم کا دَرَجہ رکھتا ہے اور حاکِم پر اَحْکام جارِی نہیں ہوتے جیسا کہ اس پر اَحْکام نہیں لوٹتے بلکہ اَحْکام تو حاکِم سے صادِر ہو کر ہمیشہ مَحْکُوم پر نافِذ ہوتے ہیں۔
- اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت عظیم ہے اس پر وہ باتیں لازِم نہیں جو اس کے حُکْم کی پابند مَخلُوق پر لازِم ہیں،

اس کی ذات عقل و عِلم کے پیمانے سے بالاتر ہے، اس کی ہستی ان لوگوں کے نزدیک اس سے بھی بُلند تر اور عظیم ہے جنہیں عِرفان کی دولت حاصِل ہے اور وہ اس کی عظمت و بُزرگی کے قائل ہیں۔

سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا خوف

اسی مفہوم میں قرآنِ مجید میں ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے اِرشاد فرمائے گا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سِوا۔

تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام عرض کریں گے:

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے عِلم میں ہے۔

اسی طرح بروزِ قیامت حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ خُداوندی میں کچھ یوں عرض کریں گے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ (پ۷، المآئدۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

مَعلُوم ہوا حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَلَبے اور حِکمت کی بنا پر بندوں کو اس کی مشیَّت کے تابع قرار دیا۔

خاص باتیں

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس کِتاب میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی حقیقت کو واضح کرنا مُناسِب ہے نہ یہ مُناسِب ہے کہ ہم نے جو باتیں اِشاروں کِنایوں میں بیان کی ہیں انہیں بھی لفظوں کا لِباس پہنا دیا جائے، کیونکہ خدشہ ہے کہ لوگ ان کی حقیقت کا اِنکار کر دیں

گے اور ہر شے کو اپنی عقل و معیار کے مُطابِق پرکھنے والے لوگ اپنے عِلْم کے تفاوُت (فَرْق) کی بنا پر ایسی باتوں کو ناپسند جانیں گے۔ البتہ! جو لوگ اس مقام پر فائز ہوں ان سے یہ باتیں پوچھی جا سکتی ہیں، بلکہ اَہْلِ قوّت و اَبْصار سے بھی جانی جا سکتی ہیں، یوں یہ باتیں سینہ بہ سینہ مُنْتَقِل ہوں گی تو اس صُورت میں ان کا مُشاہَدہ کرنے والا انہیں بیان کرنے کی صَلاحِیَّت بھی پائے گا یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِلہام کے ذریعے دِلوں کے اَسرار میں ان باتوں کو ظاہِر فرما دے گا اور یوں آگاہی کا عِلْم عَطا فرمانے کے لیے نُورِ ہِدایت ان دِلوں میں ڈال دے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے عِلْم کے اِحاطے میں سے جس قَدْر چاہتا ہے اسے توفیق کی دولت عَطا فرماتا ہے۔ وہ فَتَّاحٌ عَلِیْمٌ ہے، جب کسی کے دِل کو کھولتا ہے (یعنی اسے شَرحِ صَدْر عَطا فرماتا ہے) تو اسے عِلْم بھی عَطا فرماتا ہے اور جب کسی کو نُورِ یقین سے منوّر فرماتا ہے تو اسے اِلہام بھی عَطا فرماتا ہے۔

ہر مقام باعِثِ عبرت ہوتا ہے یا باعِثِ نصیحت

عارِفین کے خوف میں مبتلا ہونے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اعلیٰ بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے دوسرے بندوں کو ڈراتا ہے یعنی انہیں ادنیٰ لوگوں کے لیے باعِثِ عِبْرَت بنا دیتا ہے، اس کے عام بندے اس کی حِکْمَت اور حُکْم کی بنا پر اس کے خاص بندوں سے عِبْرَت پکڑتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ خائفین یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صَالِحین کے گروہ کو باعِثِ عِبْرَت بنا کر اس لیے طَبَقۂ صُلَحا سے نِکالا تاکہ ان کو عام مومنین کے لیے، شہیدوں کو صَالِحین کے لیے اور صِدِّیْقِین کو شہیدوں کے لیے باعِثِ عِبْرَت بنا کر ڈرائے، اس کے عِلاوہ جو کچھ ہے **اللہ** ہی جانتا ہے۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کی ایک جَمَاعَت کو اپنے نبیوں کے لیے باعِثِ نصیحت اور دیگر مُقرّب فرشتوں کے لیے باعِثِ خوف بنایا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مَقام پر فائز لوگ اپنے سے کم تر کے لیے باعِثِ عِبْرَت، اپنے سے بَرتَر کے لیے باعِثِ نصیحت اور اہلِ بصیرت کے لیے باعِثِ خوف و تہدید ہیں۔ یہ مفہوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمان کی تفسیر سے مَاخُوذ ہے:

اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پ۹، الاعراف: ۱۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نِکل گیا۔

مُفَسِّرِین کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام بَلْعَم بن بَاعُورا کے مُتَعَلِّق فرماتے ہیں کہ اسے نبوت دی گئی، البتہ! مشہور یہ ہے کہ اسے اِسْمِ اَعْظَم عَطا کیا گیا تھا جو اس کی ہَلاکَت کا سَبَب بنا۔ مُراد یہ ہے کہ اس کے اَوصاف میں سے ایک وَصْف کا تَقاضا ہی یہ تھا (کہ اِسْمِ اَعْظَم کی حِفاظَت سے لاپَرواہی ہَلاکَت کا باعث ہو گی) چنانچہ جو عُلُوم واَعمال بَلْعَم بن باعُورا کے سامنے ظاہِر ہوئے وہ ان سے لاپَرواہی کا مُرتکِب ہوا (اور ہلاک ہو گیا)۔ اس لیے اس وَقْت کوئی بھی صَاحِبِ مَقام اپنے مقام کے اِعْتِبار سے سُکُون میں ہے نہ کوئی صَاحِبِ حال کسی دوسرے حال کی جانِب مُتوجِّہ ہے، بلکہ ان باتوں کو جاننے والا کوئی بھی شخص اپنے کسی بھی حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف نہیں۔ ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان سن رکھا ہے:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

(پ ۲۹، المعارج: ۲۸)

معلوم ہوا وہ شخص سب سے بڑا جاہِل ہے جو بے خوف شخص کو اَمن میں سمجھے اور سب سے بڑا عالِم وہ ہے جو اَمن میں خوف محسوس کرے یہاں تک کہ دارِ خوف سے مَحْفُوظ مَقام کی طرف کُوچ کر جائے۔

مقامِ خوف جیسا کوئی مقام نہیں

یہ ایسا خوف ہے جس کے قائم مَقام کوئی شے نہیں اور ایسا کَرْب ہے جس کے مُساوی کوئی مقام ہے نہ کوئی عَمَل۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مَقامِ خوف کو مَقامِ رِجا کے برابر نہ کرتا تو بندہ حَالَتِ مَایُوسی میں چلا جاتا۔ اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو حُسْنِ ظَن کی دولت عطا فرما کر اُنْسِیَّت کی راحَت عَطا نہ فرماتا تو پھر بھی بندہ عالَمِ مَایُوسی میں چلا جاتا۔ مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہر شے کو حَالَتِ اِعْتِدال اور حَالَتِ راحَت میں رکھنے والا ہو تو خوف و رِجا میں اِعْتِدال کیونکر نہ ہو گا؟ اور کَرْب میں راحَت کیونکر نہ ملے گی؟ رَضا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَتِ بالِغہ، اس کے عِلْمِ اَزَلی کا نَفاذ اور تقدیر کا اِجرا ہے۔ مَاشَآءَ اللهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِالله

مُشاہدۂ توحید پر اثر

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں ذِکْر کی ہیں

ان میں ایک عِلْم ایسا بھی ہے جو مُشاہَدۂ توحید کے ذریعے حاصِل ہوتا ہے۔ خائفین کو اس مُشاہَدۂ توحید سے کم از کم دَرْج ذیل فائدے ضَرور حاصِل ہوتے ہیں:

- وہ اپنے اَعمال کی طرف دیکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔
- اپنے عُلُوم پر ان کا اطمینان خَتْم ہو جاتا ہے۔
- ہر حال میں صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُحتاج رہتے ہیں۔
- ہر قِسْم کی فکروں اور غموں سے اپنا ناطہ ہمیشہ کے لیے توڑ لیتے ہیں۔
- ہر نفسانی وَصْف سے خود کو دُور کر لیتے ہیں۔

یہ ایک قوم کے مَقامات ہیں۔ اس صُورَت میں یہی خوف مذکورہ باتوں سے ان کی نجات کا سَبَب بن جاتا ہے، اس لیے کہ جس شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ خوف کی دولت سے مالا مال فرماتا ہے اس کے لیے اس نے تخویف (یعنی ڈرانے) کو اچانک پکڑ سے مَحْفُوظ اور اپنی رَحْمَت و نَرْمی کا سَبَب قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کی تفسیر میں مَرْوِی دو۲ اَقوال میں سے ایک قول میں ایسا ہی ہے:

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَۙ﴿۴۵﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا جو لوگ بُرے مَکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خَبَر نہ ہو۔

اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴿۴۷﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: یا انہیں نُقصان دیتے دیتے گرفتار کر لے کہ بے شک تمہارا رب نہایت مہربان رَحْم والا ہے۔

رازِ ازل سے کون آگاہ ہے؟

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں یہ مُناسِب نہیں کہ ہم خاتِمہ اور اَزَلی خوف کے راز ظاہِر کر دیں، کیونکہ یہ راز اُن صِفات کے حقیقی معانی و مَفاہیم سے حاصِل ہوتے

ہیں جو ذاتِ حق کی مظہر ہوئیں تو ان سے نئے نئے افعال اور عجب انجام کا ظہور ہوا اور اُن صفات کو پسِ پُشت ڈالنے والوں پر اَحکام کا اِعادہ ہوا (یعنی انہیں دوبارہ اَحکام یاد دلائے گئے)۔

یہ راز اس کے لیے ہیں جس پر کلماتِ حق ثابت ہو چکے ہوں اور اس کے نصیب میں صفاتِ اِلٰہی کے رازوں کے مفاہیم بھی لکھ دیئے گئے ہوں تاکہ وہ باطنی اَوصاف کے مُکاشَفہ تک رسائی حاصل کر سکے۔ مگر اس بات کا حکم دیا گیا ہے نہ اِجازت، کیونکہ یہ واجب نہیں کہ اس کا حکم دیا جاتا اور نہ یہ مُباح ہے کہ اس کی اِجازت دی جاتی۔ بلکہ یہ قُدرت کا ایک راز ہے جسے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام بھی اس سے آگاہ نہ ہوتے تو انہیں اسے ظاہر کرنے سے منع کرتے ہوئے یہ نہ فرمایا جاتا کہ اسے ظاہر نہ کرنا۔ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس مُشاہَدے کے مَقام پر فائز فرما دے تو نہ صِرف اسے خَبَر کے مُشاہَدے سے مُستَغنِی فرما دیتا ہے بلکہ اسے آثار کے مُتعلّق گفتگو سے بھی مانُوس فرما دیتا ہے اور یہی وہ عِلمِ نافع ہے جس کا سکھانے والا عَلَّامُ الْغُیُوب خود ہے اور یہی وہ اَثَر ہے جس میں تاثیر پیدا کرنے والا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (پ ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** سے ڈرے **اللہ** اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو **اللہ** پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

رازِ ازل جاننے والوں پر انعامات

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا جو بندہ اس مَقام پر فائز ہو)

- اس کے لیے ایسا عہد لکھ دیا جاتا ہے جسے مِٹایا نہیں جا سکتا کہ اس کی رُوشنائی میں نُورِ خداوندی جلوہ گر ہوتا ہے۔
- اسے ایسی آنکھ نصیب ہوتی ہے جس سے کچھ مَخفِی نہیں رہتا کیونکہ اسے بارگاہِ خداوندی میں حُضُوری کی دولت مل جاتی ہے۔

❀ ایسے نُور میں رہتا ہے جسے بجھایا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ نُور اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ راحت سے ملتا ہے اور یہ راحت بھی ایسی ہے جس میں کوئی کَرب نہیں کیونکہ اس کا تعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی سے ہے۔

❀ ایسی مَدَد پاتا ہے جو کبھی خَتْم نہ ہو گی کیونکہ یہ مَدَد بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم سے ہے۔

اس نے یہ سب کچھ اپنی لَارَیْب کِتاب میں لکھ دیا ہے اور اسے اپنی تائید بھی عَطا فرمائی ہے۔ البتہ! ہر لکھی ہوئی چیز جو مخلوق کے قبضے میں ہے وہ غیر مَحْفُوظ اور ضائع ہو جانے والی ہے، اسی طرح ہر تائید و امداد جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مہربانی شامِل نہ ہو وہ بھی خَتْم ہو جانے والی ہے مگر جس بات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی قُدرت سے کسی مَحْفُوظ دل میں لکھ دے وہ پختہ و پائدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ،

قلبِ مومن کی شان

حضرت سَیِّدُنا زید بن اَسْلَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکرَم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (پ۳۰، البروج:۲۲) ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مُراد مومن کا دِل ہے۔

اس کے عِلاوہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الطور:۴) ﴾ کی تفسیر میں کسی بُزرگ کا قول ہے کہ یہاں عارِف کا دل مُراد ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (پ۱۸، النور:۳۶) ترجمۂ کنز الایمان: ان گھروں میں جنہیں بُلند کرنے کا **اللہ** نے حُکم دیا ہے۔ ﴾ کی تفسیر میں کسی عارِف کا قول ہے کہ یہاں مُقرَّبین کے وہ دل مُراد ہیں جو مخلوق کے ذِکْر سے بالاتر ہو کر اَوصافِ باری تعالیٰ تک رَسائی حاصِل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مُتعلّق مزید اِرشاد ہوتا ہے ﴿ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ (پ۱۸، النور:۳۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔ ﴾ یعنی ذاتِ اَحدِیَّت کا مُشاہَدہ کرنے کی وجہ سے ان قُلُوب میں خالِص توحید کا ذِکْر ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (سورہ نُور کی آیت نمبر ۳۵ کی عارِفانہ تفسیر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: بندے کا سینہ کرسی اور دل عَرش ہے جس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی شانِ عَظمت و جَلالت کے مُطابِق جلوہ گر ہے جس کا مُشاہَدہ اس کے خاص لُطف اور قُرب کی بنا پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ مومن کے سینے کی

اِبتِدا میں صمدیّت، آخر میں رُوحانیت اور درمیان میں رَبُوبیّت کے اَوصاف اپنی شان کے مُطابِق جلوہ گر ہیں، گویا سینہ صَمَدِی بھی ہے اور رُوحانی ورَبّانی بھی۔ جبکہ دل کی اِبتِدا میں قُدْرَت، آخِر میں خیر و بھلائی اور درمیان میں لُطف وکَرَم کے اَوصافِ باری تعالیٰ جلوہ گر ہیں، گویا اس حَالَت میں یہ ایک طاق ہے، جس میں ایک چراغ ہے جو فانوس سے دیکھا جاسکتا ہے، گویا یہ ایک چمکتے موتی جیسا ستارہ ہو جس کی روشنی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی باقی تمام نعمتوں کا مُشاہَدہ ہوتا ہے، اس وَقت یہ جسمانی آئینہ ہوتا ہے جس میں دیکھا جائے تو ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلیاں دکھائی دیتی ہیں اور بندہ ذاتِ حَق کو اپنے اس قَدْر قریب پاتا ہے جیسا کہ کسی صاحِبِ یقین کا دل یقین کی آنکھ کے ساتھ مُشاہَدے کے آئینہ کے بغیر ذاتِ حَق کی تجلیاں دیکھتا ہے۔

بُرے خاتمہ کی علامات بتانا جائز نہیں

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص میں بُرے خاتِمہ کی علامات دیکھ کر انہیں ظاہر کر دیں۔ کیونکہ اَہْلِ مُکاشَفہ پر یہ تمام علامات خوب واضح ہوتی ہیں اور عارِفین تو ان کی باریکیوں تک سے آگاہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی بندے کے بُرے خاتِمہ کی یہ نِشانیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا راز ہیں جو دِلوں کے خزانوں میں پوشیدہ ہیں، ان پر صِرف مخصوص اَفراد کو ہی آگاہی حاصِل ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان علامات کو اپنی رَحمَت کی وُسعَت، اپنے حِلْم اور فَضْل وکَرَم کی بنا پر مَخْفِی رکھا ہے۔ یہ پردہ عنقریب دُور ہو جائے گا جس کے مُتعَلّق اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ (پ۳۰، الطارق: ۹، ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مَدَدگار۔

بروزِ قیامت ذلت اور عزت کا حق دار کون؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غَضَب اور عظیم سَلْطَنَت کے وَقت جب ان مَخْفِی باتوں کو ظاہر کیا جائے گا تو اس دن بندے کو کوئی عَمَل فائدہ دے گا نہ کوئی عِلْم، بلکہ اس کے پاس کوئی قوّت بھی نہ ہوگی جس سے مَدَد حاصِل کر سکے۔ اس لیے کہ مَدَد عزّت شُمار ہوتی ہے اور وہ اس دن ذلیل ہوگا اور کوئی مَدَدگار نہ پائے گا کیونکہ اس دن

مَدد کرنے والا ہی ذِلّت دینے والا اور قوّت عطا فرمانے والا ہی کمزور کرنے والا ہو گا۔ اس شخص کا حال کس قدر بُرا ہو گا جو خود اپنی مَدد کر سکے گا نہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے کچھ مَدد پائے گا۔

اگر وہ (دنیا میں) اپنے رب کی مُصاحَبت پالیتا تو یقیناً وہ اس کی مَدد بھی فرماتا اور اگر وہ اس کی مَدد پر راضی ہو جاتا تو ضَرور اسے عزّت کا تاج پہناتا اور اگر وہ اسے اپنی وِلایَت کی دولت عطا فرما دیتا تو یقیناً شیطان اس سے دُور رہتا۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ (پ ٢٦، الفتح:٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری زبردست مَدد فرمائے۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ١٧، الانبیآء:٤٣)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی یاری ہو۔

معلوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے اپنا دوست بنالے اس کی مَدد بھی فرماتا ہے اور اسے وُہی کافی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان بھی ہے:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ٘ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ (پ ٥، النسآء:٤٥)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مَددگار۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۶﴾ (پ ١٨، الفرقان:٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رب کی حکمت و رحمت

اس کی حِکْمَت یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کی بخشش فرماتا ہے اور اس کی رَحْمَت یہ ہے کہ وہ اس کے گناہوں

کو ڈھانپ دیتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ (پ۱۹، النمل:۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: جو نِکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو عُلُوم ذِکْر کیے ہیں وہ حقیقی خوف کا باعِث ہیں اور یہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راز اور مَلَکُوت یعنی عالَمِ اَرْوَاح کی مَخْفِی باتیں ہیں۔ بندے پر موت کے وَقْت کئی قسم کی علامات ظاہِر ہوتی ہیں مگر عارِف اپنے مُشاہَدے کی وجہ سے ان تمام علامات کو پہچان لیتا ہے اور یوں اس پر کسی کے بُرے خاتِمے کی عَلامات مَخْفِی نہیں رہتیں۔ بلکہ اَہْلِ مُکاشَفہ پر زندوں کی تمام عَلامات ظاہِر ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ ان کے بُرے خاتِمے سے خوب آگاہ ہوتے ہیں۔

مُکاشَفہ اور اس کی انواع

یہ عِلْم خاص ہے جو صِرف انہی لوگوں کو حاصِل ہوتا ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے حقیقی مُشاہَدے کے مُکاشَفے کی دولت سے مالامال ہوں۔ یہ عَلَّامُ الْغُیُوب کا ایک خاص راز ہے جس پر صِرف اہلِ قُلُوب ہی آگاہ ہیں کیونکہ کَشْف کی کئی اَنْوَاع ہیں۔ بعض کَشْف آخِرت کے مَفاہیم سے مُتَعَلِّق ہوتے ہیں اور بعض دنیا کے باطِن سے۔ جبکہ بعض کَشْف ایسے ہیں جن سے ظاہِری اَحکام کی بدولت مَخْفِی اَشیا کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

کَشْف اَصْل میں مَلَکُوت کا سِرّ (راز) اور جَبَرُوت کے مُکاشَفے کا مفہوم ہے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تقدیر کے مُتَعَلِّق فرمانِ عالیشان ہے: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا راز ہے اسے ظاہِر مَت کرو۔[1] مگر یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس پر تقدیر کی حقیقت مُنْکَشِف ہو۔ جبکہ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تقدیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پردہ ہے اسے مَت اُٹھاؤ۔ مُراد یہ ہے کہ تقدیر کے مُتَعَلِّق سوال مَت کرو اور یہ حکم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کے تحت داخِل ہے:

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ۸/۳۹۷، الرقم: ۲۰۱۸: الهیثم بن جماز بصری
حلیة الاولیاء، عمران القصیر، ۶/۱۹۶، حدیث: ۸۲۷۴

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے عِلْم نہیں۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوی فرماتے ہیں) مذکورہ آیتِ مُبارکہ سے مُراد یہ ہے کہ اس عِلْم کے پیچھے مَت پڑو جس کا تمہیں مُکَلَّف نہیں بنایا گیا اور اس شے کے مُتَعَلِّق بھی کوئی سوال مَت کرو جس کا عِلْم تمہیں دیا گیا ہے نہ وہ تمہارے سُپُرد کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ عِلْم حاصِل بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ صِرف اَحْکام واَسباب کا عِلْم ہی فائدہ دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس طرح عام مومنین سے خِطاب فرمایا، اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے بھی اسی طرح اِرشاد فرمایا۔ جیسا کہ مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عذاب کے وَقْت حضرت سَیِّدُنا نُوح عَلَیْہِ السَّلَام کے گھر والوں کی نجات کا وعدہ فرمایا تھا، لہٰذا (عذاب آیا اور آپ کا بیٹا بھی اس کا شِکار ہونے لگا تو) آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرض کی:

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ترجمۂ کنز الایمان: میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۵)

جواب اِرشاد ہوا:

اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﳓ فَلَا تَسْــٴَـلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے عِلْم نہیں۔ (پ ۱۲، ھود: ۴۶)

یعنی تیری دُعا اور تیرا مجھ سے وہ شے مانگنا جس کا میں نے تجھے عِلْم دیا ہے نہ تیرے سُپُرد کی ہے، اَچھا نہیں۔

لہٰذا حضرت سَیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے مَغْفِرَت طَلَب کی اور اس کی رَحْمَت کے خواستگار ہوئے۔

برا خاتمہ کسے کہتے ہیں؟

موت کے وَقْت آخری ساعتوں میں بندے کی آنکھوں سے تمام حِجاب اُٹھا دیئے جاتے ہیں اور وہ بہُت

سی ایسی چیزوں کو دیکھتا ہے جنہیں اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر اپنا معبود بنایا یا اس کا ان چیزوں کو شریک ٹھہرایا تھا۔ یہ سب دھوکا و فریب ہوں گی۔ اس وَقْت اگر بندے کا دل ان میں سے کسی چیز کے ساتھ لگ جائے یا ان میں سے کسی چیز کو اس کے لیے آراستہ کر دیا جائے یا اس کا دل آخری لمحات میں کسی چیز کی طرف مائل ہو جائے تو اس کا خاتِمہ اسی چیز پر ہو جاتا ہے اور یوں اس کی رُوح شک یا شِرک پر اس کے جِسْم سے جُدا ہوتی ہے جسے بُرا خاتِمہ کہتے ہیں۔

برا خاتمہ کیوں ہوتا ہے؟

بُرا خاتِمہ تخلیقِ اَرْوَاح کے وَقْت اَزَل میں ہی بندے کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا اگرچہ معبودانِ باطلہ مخلوق اور زمانوں کے اِظْہَار سے قبل اَزَل و اَبَد میں اَشْبَاح (خَیالی تَصَوُّرات) کی شکل میں مَعدوم تھے، اس وَقْت اَرواح نے ان کا مُشاہَدہ فریب کی شکل میں کیا تھا، مگر جب دل میں ان جھوٹے خداؤں کے خَیالی نُقُوش واضح ہونے لگے تو بعض اَرواح ان کے پیچھے پڑ گئیں حالانکہ ابھی اَجسام کی تخلیق ہوئی تھی نہ ان کی شکلوں کے خاکے ظُہُور میں آکر مَخْفِی ہوئے تھے اور نہ عَقْلوں نے ان کا مُشاہَدہ کیا تھا۔ البتہ! (انہوں نے مُخْتَلِف صِفاتِ باری تعالیٰ کا فیضان یوں پایا کہ) اَوَّلِیَّت کے حُکْم و مُشاہَدے سے ان کا ظُہُور ہوا اور قَیُّومِیَّت کے معنٰی و مفہوم سے انہیں وُجُود مِلا، ذاتِ باری تعالیٰ کے اَلْجَامِعُ ہونے کی بنا پر یہ جَمْع ہوئے مگر پھر دنیا میں (یہ جھوٹے معبود اور ارواح) ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے اور جب دنیا سے جُدائی یعنی موت کا وَقْت قریب آتا ہے تو یہ جھوٹے خدا دوبارہ ظاہِر ہوتے ہیں اور اَزَل میں ان جھوٹے خداؤں کا مُشاہَدہ کرنے والی اَرْوَاح جب ان آخری لمحات میں اس بات کا اِعْتِرَاف کر لیتی ہیں کہ جو انہوں نے اِبْتِدا میں کہی تھی تو اسی وَقْت رُوح جِسْم سے جُدا ہو جاتی ہے۔ یہی وہ اَزَلی خبر ہے جس کا اِدراک اَرواح کو ہوتا ہے اور خاتِمے کے وَقْت اَجسام ان کا ساتھ دیتے ہیں۔

جیسی ابتدا ویسا خاتمہ

مَرْوِی ہے کہ اَرحام پر مُقَرَّر فرشتہ نُطفے کو ہاتھ میں پکڑ کر عَرْض کرتا ہے: اے میرے رب! یہ مرد ہے

یا عورت؟ یہ سیدھی راہ پر ہے یا ٹیڑھی پر؟ اس کا رِزْق و عَمَل کیسا ہے؟ اس کا عِلْم اور اس کی موت کا وَقْت کیا ہے؟ اس کی باتیں اور اس کا خُلْق کیسا ہے؟[1] راوی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس فرشتے سے جو چاہتا ہے اِرشَاد فرماتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کی پیروی کرتا ہے، پھر اللہ جیسی چاہتا ہے بندے کی شَکْل فرشتے کے ہاتھ پر بنا دیتا ہے۔ جب صُورت مُکَمَّل ہوتی ہے تو فرشتہ عَرْض کرتا ہے: اے میرے رب! اس میں خوش بخت رُوح ڈالوں یا بد بخت؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے اِرشَاد فرماتا ہے اور فرشتہ اپنے رب کے فرمان کے مُطابِق رُوح ڈال دیتا ہے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکِّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یوں رُوح اسی حَالَت میں جِسْم سے جُدا ہوتی ہے جیسی اس میں ڈالی گئی تھی۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَۙ(۸۸) فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ﳔ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ(۸۹) وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِۙ(۹۰) فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِؕ(۹۱) (پ۲۷، الواقعۃ: ۸۸ تا ۹۱)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقرّبوں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو تو اے محبوب تم پر سلام ہے دہنی طرف والوں سے۔

یعنی ان لوگوں کو سلام ہو جو شرک سے بچنے کے باعث ہر قِسْم کی ہَلاکَت سے مَحْفُوظ ہیں۔ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا:

وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَۙ(۹۲) فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍۙ(۹۳) وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ(۹۴) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِۚ(۹۵) (پ۲۷، الواقعۃ: ۹۲ تا ۹۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا یہ بے شک اعلیٰ دَرَجہ کی یقینی بات ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اَلْحَآقَّةُۙ(۱) مَا الْحَآقَّةُۚ(۲) (پ۲۹، الحاقۃ: ۱، ۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ حَق ہونے والی کیسی وہ حَق ہونے والی۔

یعنی حَق ہونے والی بات اسی شخص کے ساتھ پوری ہو گی جس پر تمام باتیں واضِح ہو چکی ہوں گی اور ان تمام صورتوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَتِ کامِلہ وحِکْمَتِ بالِغہ کارفرما ہو گی۔

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ... الخ، ص ۱۴۲۲، حدیث: ۴(۲۶۴۵)، بتغیر

آیاتِ خوف

خوف کے مُتعلّق قرآنِ کریم میں مَوجُود چند فرامینِ مُبارَکہ ذیل میں پیشِ خِدمت ہیں:

﴿1﴾ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ (پ۸، الاعراف: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے ایک فِرقے کو راہ دِکھائی اور ایک فِرقے کی گمراہی ثابِت ہوئی۔

﴿2﴾ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے جیسے پہلے اُسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذِمّہ۔

﴿3﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہِدایت عَطا فرماتے مگر میری بات قرار پاچکی۔

﴿4﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۱، الروم: ۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذِمَّۂ کَرَم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

﴿5﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

﴿6﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۹۶﴾ (پ۱۱، یونس: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔

﴿7﴾ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے جہنّم کے لیے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وُہی غَفلت میں پڑے ہیں۔

﴿8﴾ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے زَبُور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارِث میرے نیک بندے ہوں گے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ (پ۲۴، الزمر:۷۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچّا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنّت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ ان کے دل اس سے غَفلَت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جُدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں۔

یعنی وہ اس وَقت نیک کاموں کے بجائے دیگر غیر ضَروری کاموں کی بجا آوری میں مَصروف ہیں اور عنقریب عمر کے آخری حِصّے میں نیک اَعمال کرنے لگیں گے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۴، الزمر:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خَیال میں نہ تھی۔

یعنی اپنے خَیال کے مُطابِق نیک اَعمال سر انْجام دیتے ہیں مگر جب ان کا مُحاسَبہ ہوتا ہے تو اپنے ان نیک اَعمال کو گناہ پاتے ہیں۔ ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ (پ۱۷، الانبیآء:۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک یہ قرآن کافی ہے عِبادَت والوں کو۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ تمام آیاتِ مُبارکہ آیاتِ خوف ہیں، یہ سب مُحکَم آیات ہیں، ان میں کوئی حُکْم بیان کیا گیا ہے نہ کسی قسم کی زَجْر وتَوبِیْخ، بلکہ ان میں اَزَلی فیصلوں اور اُخْرَوِی خاتموں کے مُتَعلِّق بیان کیا گیا ہے۔ یہ آیات غیب کے رازوں، سمجھ سے بالاتر، دِلوں کو ڈرانے والی، نُفُوس کو زَجْر وتَوبِیْخ کرنے والی اور عَقْلوں کو بینائی عَطا کرنے والی ان باتوں پر مُشْتَمِل ہیں جن تک رَسائی صِرف اَہْلِ قُلُوب کو ہے، نیز ان آیاتِ بینات کا تعلّق ان آیات سے ہے جو مَقامِ عَرْش و اِعراف تک رَسائی حاصِل کرنے والے اَہْلِ اَشْراف کو (حقیقت و مَعْرِفَتِ خداوندی سے) آگاہ کرتی ہیں۔

کسی کے ایمان پر خاتمے کی گواہی دینا

ایک عارِف فرماتے ہیں: مجھے کسی کے مُتَعَلِّق یہ معلوم ہو کہ وہ 50 سال سے توحید پر قائم ہے، پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی سُتُون حائل ہو جائے اور اسی دوران وہ اس جہانِ فانی سے کُوچ کر جائے تو میں قطعی طور پر اس کے اِیمان پر خاتِمے کی گواہی نہ دے پاؤں گا کیونکہ مجھے نہیں معلوم اس وَقْت اس کے دِل کی کَیْفِیَّت کیا تھی۔

سَیِّدُنا سَہل تُسْتَرِی کے خوف کے مُتَعَلِّق چند فرامین

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے:

- صِدِّیْقِیْن کو ہر وَقْت بُرے خاتِمے کا خوف لاحِق رہتا ہے، یہ فرمانِ باری تعالیٰ انہیں کے مُتَعَلِّق ہے:

وَ قُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے دِل ڈر رہے ہیں۔

- بندے کا خوف اسی وَقْت دُرُسْت ہو سکتا ہے جب وہ نیکیوں سے اسی طرح ڈرے جس طرح گناہوں سے ڈرتا ہے۔
- خوف کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَزَلی فیصلے سے ڈرتا رہے اور خِلافِ سنّت ایسا کام کرنے سے بھی بچے جو اسے کُفْر کی وادیوں میں دھکیل دے۔
- خوفِ تعظیم اَصْل میں اَزَل کے خوف کا میزان (یعنی ترازو) ہے۔

سلبِ ایمان کے متعلق اَسلاف کے اَقوال

ایک عارِف فرماتے ہیں: اگر گھر کے دروازے پر مرتبۂ شہادت مل رہا ہو جبکہ کمرے کے دروازے پر اِسلام پر موت مل رہی ہو تو میں اِسلام پر موت کو اِختیار کروں گا۔ عرض کی گئی: وہ کیوں؟ اِرشاد فرمایا: اس لیے کہ میں نہیں جانتا کمرے اور گھر کے دروازوں کے درمیان میرا دِل کس بات کا مُشاہدہ کر کے توحید سے بدل جائے۔

حضرت سَیِّدُنا زُہیر بن نعیم البابی [1] عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مجھے میرے گناہوں کی زیادہ فکر نہیں، بلکہ مجھے تو اس شے کا ڈر ہے جو گناہوں سے بھی زیادہ بڑی ہے اور وہ یہ کہ مجھ سے توحید سَلْب کر لی جائے اور میری موت توحید پر نہ ہو۔

حضرت سَیِّدُنا عبدُاللّٰہ بن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق اپنی سَنَد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں سے الگ تھلگ رہتا، جہاں بھی ہوتا تنہا ہوتا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس تشریف لائے اور اِرشاد فرمایا: میں تجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تجھے کس شے نے لوگوں سے جُدا رہنے پر مجبور کیا ہے؟ عَرض کی: مجھے خَدْشہ ہے کہ میرا ایمان سَلْب ہو جائے اور مجھے اس کا اِحْساس تک نہ ہو۔ اِرشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ محلّے میں 100 لوگ ایسے تھے جو تمہاری طرح خوف میں مبتلا تھے؟ اب ان کی تعداد کم ہوتے ہوتے صِرف 10 رہ گئی ہے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے یہ بات اَہْلِ شام کے ایک شخص کو بتائی تو اس نے بتایا کہ وہ خوف میں مبتلا شخص اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی حضرت سَیِّدُنا شُرَحْبِیل بِنْ سِمْط رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے۔ [2]

---

[1] ......یہاں قوت القلوب کے تقریباً تمام عربی نسخوں (دار الکتب العلمیہ بیروت، دار التراث مصر اور مرکز اہل السنۃ برکاتِ رَضا ہند) میں زہیر بن نعیم البانی لکھا ہے جبکہ اصل میں یہ البابی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا زُہیر بن نعیم البابی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سجستان میں پیدا ہوئے مگر ایامِ زِندگی بصرہ میں بسر کیے، آپ کا وصال خلیفہ مامون الرشید کے دَور میں ہوا۔

(تہذیب التہذیب، حرف الزاء، زھیر بن نعیم البابی، ۱/ ۶۴۱)

[2] ......الزھد لابن مبارک فی نسختہ زائدا، باب فی العزلۃ، ص ۴، حدیث: ۱۶

حضرت سیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص موت کے وَقْت اِیمان سَلْب ہونے سے بے خوف ہوتا ہے اس کا اِیمان سَلْب کر لیا جاتا ہے۔[1]

توحید کے اَجزا نہیں

کسی عالِم کا قول ہے کہ جسے توحید کی دولت عَطا فرمائی جاتی ہے، اسے کامل توحید ملتی ہے اور جسے عَطا نہیں کی جاتی، اسے کامل توحید نہیں دی جاتی کیونکہ توحید کے اَجزا نہیں۔

سیِّدُنا سُفیان ثَوری کا خوفِ خدا

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی موت کا وَقْت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے رونا اور گھبرانا شروع کر دیا۔ عَرض کی گئی: اے **ابو عبداللہ**! اُمّید کا دامَن تھامے رکھئے! کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَفْو و مہربانی آپ کے گناہوں سے بڑی ہے۔ اِرشَاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے گناہوں پر رو رہا ہوں؟ (ایسا نہیں بلکہ) اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری موت اِیمان پر ہو گی تو مجھے اس بات کی بھی کوئی پَروا نہیں کہ میں پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوں۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے زمین سے ایک دانہ اٹھا کر اِرشَاد فرمایا: میرے گناہ تو اس سے بھی ہلکے ہیں، پھر بھی میں آخری وَقْت میں سَلْبِ توحید سے ڈرتا ہوں۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شُمار بہت زیادہ خوف رکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی حالَت یہ ہو گئی تھی کہ خوف کی وجہ سے پیشاب کی جگہ خون آتا اور آپ اکثر خوف کی زِیادَتی کی وجہ سے بیمار ہو جاتے۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا پیشاب کسی کتابی طبیب کو دکھایا گیا تو وہ کہنے لگا: یہ تو کسی راہب کا پیشاب ہے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا حمّاد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاں تشریف لاتے تو پوچھتے: اے ابو سلمہ! کیا آپ کو اُمّید ہے کہ مجھ جیسے شخص کو مُعافی مل جائے گی یا مجھ جیسے شخص کی بخشش ہو جائے گی؟ حضرت سَیِّدُنا حمّاد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے: ہاں! واقعی مجھے اُمّید ہے۔

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۵۴۱، حدیث: ۱۵۴۷

شرح اصول عقائد اھل السنۃ، سیاق ماوردمن الآیات فی کتاب اللہ فی ان اسم الایمان اسم مدح . . . الخ، ۲/۸۶۳، حدیث: ۱۸۷۱

کسی عالِم کا قول ہے کہ اگر مجھے اپنے سَعادَت پر خاتِمے کا یقین ہو جائے تو میں اپنی زِنْدَگی بھر کی تمام اَشیا راہِ خُدا میں دے دینا پسند کروں گا۔

ایک صادِق کی وصیت

مجھے کسی مسلمان بھائی نے ایک صادِق کا واقعہ بیان کیا کہ وہ خوفِ خُدا رکھنے والے تھے، انہوں نے ایک مسلمان بھائی کو وصِیَّت کرتے ہوئے فرمایا: جب میری موت کا وَقْت قریب آئے تو میرے سرہانے بیٹھ جانا، اگر تم دیکھو کہ میرا خاتِمہ اِیمان پر ہوا ہے تو میری مِلْکِیَّت میں مَوجُود تمام سامان جَمْع کرکے اس کے عِوَض بادام اور شَکَّر خرید کر شہر کے بچوں میں تقسیم کر دینا اور کہنا کہ یہ قَید سے چھوٹنے والے ایک شخص کی آزادی کی خوشی میں ہے، اگر میری موت اِیمان پر نہ ہو تو لوگوں کو اس بات کی خَبَر کر دینا تاکہ وہ دھوکے کا شِکار ہو کر میرے جَنازے میں شریک نہ ہوں اور جسے آنا ہو وہ سوچ سمجھ کر آئے تاکہ مَرنے کے بعد میں رِیاکاری کا شِکار ہو کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کا باعِث نہ بن جاؤں۔ اس شخص نے عَرض کی: مجھے اس بات کا عِلْم کیسے ہو گا کہ آپ کا خاتِمہ اِیمان پر ہوا یا نہیں؟ انہوں نے ایک ایسی عَلامَت بیان فرمائی جو کسی مَرنے والے شخص میں ہی ظاہِر ہوتی ہے۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ اَبُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) مگر ہم اس عَلامَت کو یہاں ذِکْر کرنا پسند نہیں کرتے۔[1]

بَہَر حَال اس شخص کا کہنا ہے کہ میں اس بُزُرگ کے اِرشَاد کے مُطابِق ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا تاکہ ان کی بیان کردہ عَلامَت دیکھ سکوں۔ میں نے ان کے بہترین خاتِمہ اور توحید پر موت کی واضِح عَلامَت دیکھی اور پھر ان کی رُوح قَفَسِ عُنْصُری سے پَرواز کر گئی۔ فرماتے ہیں: میں نے حَسْبِ وَصِیَّت شَکَّر اور بادام خرید کر تقسیم کیے اور اس بات کا ذِکْر صِرف خاص عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سامنے ہی کیا۔

---

[1] ...... حضرت سَیِّدُنا علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: وہ عَلامَت یہ تھی کہ اپنی انگلی میری ہتھیلی میں رکھ دینا، اگر موت کے وَقْت میں اسے مَضْبُوطی سے دباؤں تو سمجھ لینا کہ میری موت اِیمان پر واقع ہوئی ہے اور اگر میں تمہاری انگلی چھوڑ دوں تو جان لینا کہ میری موت اِیمان پر نہیں ہوئی۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۱۱/۴۴۹)

خاتمہ کے وقت بندے کی کیفیت

بندہ جب زِنْدَگی میں کوئی بُرا عَمَل کرتا ہے تو زِنْدَگی سے جُدائی کے وَقْت وہ بُرا عَمَل یاد دِلایا جاتا ہے اور بندہ عمر کی ان آخری سانسوں میں اپنے اس بُرے عَمَل کے مُشاہَدے میں مَصروف ہو جاتا ہے، اگر دِل کو وہ عَمَل اچھّا لگے یا نَفْس اس کی طرف مائل ہو جائے تو بندہ اسی میں مَصروف ہو جاتا ہے اور جب وہ اسی مُشاہَدے میں مَصروف ہو جائے تو یہی اس کا آخِری عَمَل شُمار کر لیا جاتا ہے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو اور یہی اس کا خاتِمہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندے کا نیک عَمَل بھی موت کی گھڑیوں میں اس کے پاس آتا ہے اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اب اگر بندے کا دِل اس میں لگ گیا یا اس نے اسے پسند کیا اور اسی مُشاہَدے میں مَصروف ہو گیا تو اسی عَمَل کو اس کا آخِری عَمَل سمجھ لیا جائے گا اور یوں اس کا خاتِمہ اچھّا ہو گا۔

موت اور زندگی سے آزمائش

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ ترجمۂ کنز الایمان: جس نے موت اور زِنْدَگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو۔ (پ ۲۹، الملک: ۲)

ایک عارِف مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں اِرشَاد فرماتے ہیں: زِنْدَگی میں تمہاری آزمائش اس طرح ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے دِلوں میں گناہوں کے خَیالات پیدا فرماتا ہے تاکہ مَعْلُوم ہو سکے تمہارے دِل بدَلتے ہیں یا نہیں۔ جبکہ موت کے وَقْت تمہیں اس طرح آزماتا ہے کہ تم (آخِری لمحات میں) توحید پر ثابِت قَدَم رہتے ہو یا نہیں۔ جس کی رُوح توحید پر جِسْم سے جُدا ہو اور تمام آزمائشوں سے نکل کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہو وُہی مومِن ہے اور یہی عُمدہ اِنْعام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھّا اِنْعام عطا فرمائے۔ (پ ۹، الانفال: ۱۷)

مخفی علم کا خوف ایک نعمت ہے

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عُلُوم کے مَعانی و مَفاہیم

خائفین پر جس خوف کو لازِم ٹھہراتے ہیں اس کا سَبَب خائفین کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مَخْفِی عِلْم ہوتا ہے۔ لہٰذا خائفین ان عُلُوم کے مَعانی و مَفاہیم کی وجہ سے اپنے اَعمال کے مَحاسِن کی طرف نہیں دیکھتے کیونکہ انہیں اپنے رب کی حقیقی مَعْرِفت حاصِل ہوتی ہے اور یہ خوف ہی ان کے اپنے اَعمال سے آگاہ ہونے کی بنا پر اَجر و ثواب کا سَبَب ہے۔ جب وہ لوگ عِلْم پر مُحاسَبے سے مَحْفُوظ ہو گئے اور دُرُستِ عِلْم انہوں نے حاصِل کر لیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے بطورِ نِعْمت ان کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَخْفِی عِلْم کا خوف ظاہِر ہوتا ہے جو ان کا ایک مَقام ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا (پ۶، المآئدۃ:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے اللہ نے انہیں نوازا۔

ایک قول کے مُطابِق انہیں خوف عَطا فرمایا۔

خوف کی مزید صورتیں

دوسرا مقام اَصحابِ یمین کا ہے جو پہلے دَرَجہ کے لوگوں سے کم تر ہیں:

- جرائم اور گناہوں کا خوف
- وَعِید و سزا کا خوف
- حُکْم کی بجا آوری میں کوتاہی کا خوف
- حَد سے تجاوُز کر جانے کا خوف
- مزید نعمتوں کے سَلْب ہونے کا خوف
- بیداری پر غَفْلَت کا حِجاب طارِی ہونے کا خوف
- عِبادات میں خوب کوشِش کے بعد سستی کے باعث بارگاہِ خداوندی سے دُوری کا خوف
- عَزْم کے قوِی ہونے کے بعد اس کے کمزور ہو جانے کا خوف
- توبہ کے ٹوٹنے کے بعد اپنے عہد سے پھر جانے کا خوف
- جس سَبَب سے توبہ کی تھی اس کی آزمائش میں مبتلا ہونے کا خوف
- اِستقامت کے بعد بے راہ رَوِی کا شِکار ہو جانے کا خوف
- شَہوَت کی عادَت پڑ جانے کا خوف
- زِیادَتی کے بعد کمی کا خوف، یعنی راہِ حَق سے پَلٹ کر نَفْس اور دنیا کی طرف لَوٹ جانے کا خوف

❀ ← اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس کے سابقہ گناہوں پر دوسروں کو آگاہ کر دینے کا خوف

❀ ← اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس کے بُرے اَعمال دیکھ کر اِعراض فرمانے اور ناراض ہو جانے کا خوف۔

عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین ان سب باتوں کو خوفِ باری تعالیٰ کا سَبَب جانتے ہیں، ان میں سے بعض بعض سے اعلیٰ اور بعض بعض سے شدید ہیں۔

بندے کے اعمال کا عرش پر اثر

مَنْقُول ہے کہ عَرش ایک موتی ہے جس کی چمک سے پوری کائنات روشن ہے، بندہ دنیا میں جس بھی حال میں ہو عَرش میں اس کی ایک صُورت بن جاتی ہے جو روزِ قِیامت مُحاسَبہ کے وَقت ظاہر ہو گی۔ چنانچہ دنیا میں اپنے نَفْس کی حَالَت کا مُشاہَدہ کر کے بندے کو اپنا فعل یاد آئے گا تو اس پر اس قدر حَیا و رُعب طارِی ہو گا جس کا بیان مُمکِن نہیں۔

معرفت کی برکت ختم ہو جانا

ایک قول میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب بندے کو مَعرِفَت کی دولت عَطا فرماتا ہے، پھر بندہ اس کے مُطابِق عَمَل نہیں کرتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے اپنی مَعرِفَت سَلْب کرنے کے بجائے اسے باقی رہنے دیتا ہے تاکہ اسی حِساب سے اس کا مُحاسَبہ کیا جائے، البتہ! بندے سے مَعرِفَت کی بَرَکت ضَرور اُٹھالیتا ہے اور اس پر اپنے مزید اِنْعامات کی بارِش خَتْم فرما دیتا ہے۔

مذموم بندہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کی مَذمَّت بیان فرماتا ہے جسے اس نے کسی آزمائش میں مبتلا کرنے کے بعد کسی نِعْمَت سے نوازا اور وہ نیک عَمَل بھی کرنے لگا ہو مگر پھر اپنے عَمَل پر فخر کرنے لگے، اپنے سابِقہ اَعمال کو بھول جائے اور جرائم میں دوبارہ مبتلا ہو جانے سے نہ ڈرے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم اسے نعمت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ بُرائیاں مجھ سے دُور

فَخُوۡرٌ ۙ﴿۱۰﴾ (پ ۱۲، ھود: ۱۰) ہوئیں بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے۔

خوفِ نفاق

ڈرنے والی باتوں میں سے ایک نِفاق کا خوف بھی ہے، سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نِفاق سے ڈرا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیْفَہ بن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: بے شک سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری میں ایک شخص کوئی بات کرتا تو اس کے سبب اسے مُنافِق سمجھا جاتا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی جبکہ آج میں تم میں سے بعض لوگوں سے وُہی بات دن میں 10 مرتبہ سنتا ہوں۔[1]

دل پر ایک ساعت ایسی آتی ہے

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: دل پر ایک سَاعَت ایسی آتی ہے جس میں وہ اِیمان سے اس قَدْر بھر جاتا ہے کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر بھی نِفاق نہیں رہتا اور ایک سَاعَت ایسی آتی ہے جس میں یہ نِفاق سے اس قَدْر بھر جاتا ہے کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر اِیمان نہیں رہتا۔

اعمال میں بے پرواہی

بعض صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرمایا کرتے کہ تم لوگ بعض ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نِگاہوں میں بال سے بھی باریک ہیں جبکہ ہم سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک دَور میں انہیں کبیرہ گناہ شُمار کرتے تھے۔[2] ایک رِوایَت میں ہے کہ ہم انہیں ہَلاکت میں مبتلا کرنے والے اَعمال شُمار کرتے تھے۔[3]

اگر مجھے نِفاق سے بری ہونا معلوم ہو جائے تو

حضرت سیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: اگر مجھے یہ مَعْلُوم ہو جائے کہ میں نِفاق سے بَری ہوں تو یہ بات مجھے ان تمام چیزوں کے ملنے سے زیادہ پسند ہو گی جن پر سُورَج طُلُوع ہوتا ہے۔

---

[1] .... مسند احمد، حدیث حذیفۃ بن الیمان، ۹/ ۸۰، حدیث: ۲۳۳۳۸

[2] .... مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/ ۵۶۸، حدیث: ۱۴۰۴۱، بتغیر قلیل

[3] ....بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب، ۴/ ۲۴۴، حدیث: ۶۴۹۲

نِفاق کس میں ہے؟

مَنقُول ہے کہ مومنین کے تین۳ گروہوں کے عِلاوہ نِفاق سے کوئی بھی خالی نہیں یعنی صِدِّیقین، شُہَدا اور صَالِحِین۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے تعریف ذِکْر فرمائی ہے کہ اس نے انہیں اپنی کامِل نِعْمَت عَطا فرمائی اور انہیں ان کے کامِل اِیمان اور حقیقی یقین کی وجہ سے مَقاماتِ اَنبیائے کِرام کے برابر دَرَجات پر فائز فرمایا۔ مَنقُول ہے کہ جو نِفاق سے بے خوف ہو وہ مُنافِق ہے۔

نِفاق کی علامات

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے: نِفاق کی علامات یہ ہیں:

- ﴿۱﴾ بندہ لوگوں سے وہ بات ناپسند کرے جو خود کرتا ہے۔
- ﴿۲﴾ حَق میں سے کسی بات کو ناپسند کرے۔
- ﴿۳﴾ ظُلْم میں سے کسی چیز کو پسند کرے۔
- ﴿۴﴾ یہ بات بھی نِفاق میں سے ہے کہ جب کسی شخص کی ایسی بات پر تعریف کی جائے جو اس میں نہیں تو وہ اس تعریف کو پسند کرے۔

نِفاق کی علامتیں بے شُمار ہیں، ایک قول کے مُطابِق یہ عَلامات 70 ہیں۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں چاڑ علامات مذکور ہیں جو کہ باقی علامتوں کی اَصْل ہیں اور باقی سب عَلامتیں انہی کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ،

فرمانِ مصطفٰے صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے: چاڑ باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ خالِص مُنافِق ہے اگرچہ نَماز پڑھے، روزہ رکھے اور خود کو مسلمان سمجھے اور جس میں ان میں سے ایک خَصْلَت پائی جائے تو اس میں نِفاق کا ایک شعبہ مَوجُود ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے:

﴿1﴾ اِذَا حَدَّثَ كَذِبَ۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

﴿2﴾ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ۔ وَعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

﴿3﴾ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ امانت دی جائے تو خِیانَت کرے۔

﴿4﴾ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ جھگڑا کرے تو گالی دے۔ [1]

ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ بھی ہیں: اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ۔ جب مُعاہدہ کرے تو اسے توڑ دے۔ [2]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یوں یہ علامات پانچ ہو جاتی ہیں۔

حاکموں کی ہاں میں ہاں ملانا

ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا کی خِدمَت میں عَرض کی: ہم حاکموں کے پاس جاتے ہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں (یعنی ہاں میں ہاں مِلاتے ہیں خواہ بات غَلَط ہی ہو)۔ مگر جب ان کے پاس سے آتے ہیں تو ان کے خِلاف باتیں کرنے لگتے ہیں (تو ہمارا ایسا کرنا کیسا ہے؟)۔ اِرشَاد فرمایا: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَورِ مُبارَک میں ہم اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے۔ [3]

دل میں کچھ زبان پر کچھ

حضرت سَیِّدُنا عبدُاللّٰہ بن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا نے ایک شخص کو حَجّاج بِن یُوسُف کی مَذَمَّت کرتے سنا تو اس سے فرمایا: اگر حَجّاج اس وَقت یہاں مَوجُود ہوتا تو کیا پھر بھی تم اس کے خِلاف باتیں کرتے؟ عَرض کی: نہیں۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک دور میں ہم اس بات کو نِفاق سمجھتے تھے۔ [4]

اس سے بھی زیادہ سخت رِوایت یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت سَیِّدُنا حُذَیْفَہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کے دروازے پر بیٹھے آپ کا اِنتِظار کر رہے تھے، اس دوران وہ آپ کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ باہر تشریف لائے تو وہ حَیا سے خاموش ہوگئے۔ اِرشَاد فرمایا: تم لوگ جو بات کر رہے تھے اسے جاری رکھو، مگر وہ خاموش ہی رہے۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اِرشَاد فرمایا: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

[1] ...... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۹، ۵۸

[2] ...... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۸

[3] ...... بخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من ثناء السلطان واذا خرج قال غیر ذلک، ۴/۴۶۲، حدیث: ۷۱۷۸، بتغیر
سنن کبرٰی للنسائی، کتاب السیر، باب بطانۃ الامام، ۵/۲۳۱، حدیث: ۸۷۵۹، بتغیر قلیل

[4] ...... التمہید لابن عبد البر، الولید بن عبد اللہ بن صیاد، ۹/۳۲۷، تحت الحدیث: ۱/۶۹۶

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ مُبارکہ میں ہم اس بات کو نِفاق شُمار کرتے تھے۔

اس سے بھی شدید رائے حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کی ہے، آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اِرشاد فرماتے ہیں: ظاہِر و باطِن، دل و زبان اور اندر و باہَر کا مُختَلِف ہونا بھی نِفاق ہے۔[1]

اَلْغَرَض نِفاق کی باریکیاں اور پوشیدہ شِرک ضُعفِ یقین اور توحید کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں جو کہ مومنین کے خوف کا مُوجِب ہیں کیونکہ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور اَعمال کی بربادی کا ڈر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: بندہ اس حال میں اپنے گھر سے نکلے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ ہو گا مگر جب گھر لوٹے گا تو اس کے دین میں کچھ بھی اس کے ساتھ نہ ہو گا، وہ اس شخص سے ملے گا تو کہے گا: آپ تو ایسے ہیں، آپ تو ویسے ہیں اور اس شخص کو ملے گا تو کہے گا: آپ یہ ہیں، آپ وہ ہیں۔ شاید وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لے کر اس سلسلے میں کوئی شے باقی نہیں رہنے دیتا۔[2]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی مُراد یہ ہے کہ وہ شخص دوسروں کے تَزْکِیَۂ نَفْس کی گواہی دیتا ہے حالانکہ کچھ جانتا نہیں اور مَذَمَّت کے مُسْتَحِق لوگوں کی تعریف کرتا ہے، اس کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ، یہی بات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعث ہے۔

سَلْبِ اِیمان سب سے بڑا خوف ہے

مذکورہ خوفوں سے بھی بڑا خوف سَلْبِ اِیمان کا خوف ہے کہ جو مومن کے خزانے میں آپ کے پاس ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جیسے چاہتا ہے اسے ظاہِر فرماتا ہے اور جب چاہتا ہے لے لیتا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ یہ ہِبہ تھا جو آپ کو دیا گیا کہ اس کے کَرَم کی وجہ سے آپ کے پاس ہمیشہ رہتا یا مَحض ایک اَمانَت تھا یا عارِضی طور پر عَطا ہوا تھا جسے وہ اپنے عَدل و حِکْمَت کی بنا پر یقیناً واپَس لے لے گا اور حال یہ ہے کہ اس نے اس کی حقیقت آپ

---

[1] ...... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیۃ اللہ، ۸/۲۱۲، حدیث: ۱۲۱

[2] ...... شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، ۴/۲۲۷، حدیث: ۴۸۷۳، بدون: ویلقی الآخر... الخ

علل ومعرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل، الجزء الثالث، ۲/۱۴۵، حدیث: ۱۸۱۶، بدون: ویلقی الآخر... الخ

سے پوشیدہ رکھی ہے اور اس کے اَنْجام کو اپنے ساتھ خاص کیا ہوا ہے۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ بعض لوگوں کے خاتِمے کے وَقْت ہی ان کا قطعی فیصلہ کیا جاتا ہے اور ایک عارِف فرماتے ہیں کہ ہائے کس قَدْر خطرہ ہے! اسی طرح حضرت سَیِّدُنا ابو دردا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حَلْفِیَّہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی شخص موت کے وَقْت اپنا اِیمان سَلْب ہونے سے بے خوف ہوتا ہے اس کا اِیمان سَلْب کر لیا جاتا ہے۔[1]

خاتمہ کی وجہ تسمیہ

کیا آپ اس وَقْت کے مُتَعَلِّق نہیں جانتے جس کے بارے میں حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا تھا کہ دِل پر ایک سَاعَت ایسی آتی ہے کہ وہ نِفاق سے بھر جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں سُوئی کے ناکے برابر ایمان باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اگر اس وَقْت موت آلے اور وُہی بندے کا آخری وَقْت ہو تو کیا بندے کی رُوح جِسْم سے نِفاق پر جُدا نہ ہو گی؟ یہی حال شرک کے مَفاہیم اور شک کے اِشاروں کی وجہ سے دل کی حالَت کے بدلنے کا بھی ہے کہ اگر اسی وَقْت موت کا سامنا ہو گیا تو بار گاہِ خداوندی میں حاضری کا عالَم کیا ہو گا؟ اسی لیے اس لمحے کو خاتِمہ کہتے ہیں کیونکہ یہی بندے کا آخِری عَمَل اور زِنْدَگی کی آخِری گھڑی ہے۔ نیز کسی بھی شے کے خاتَم سے مُراد اس کا آخِر ہوتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سب سے آخِری نبی ہیں۔

---

[1] ......الزهد لابن مبارك، باب فضل ذكر الله، ص ۵۴۱، حدیث: ۱۵۴۷

شرح اصول عقائد اهل السنة، سياق ما ورد من الآيات في كتاب الله في ان اسم الايمان اسم مدح... الخ، ۲/ ۸۶۳، حدیث: ۱۸۷۱

اِسْتِدْرَاج کا خوف

یہ بات بھی خوف میں سے ہے کہ اِسْتِدْرَاج کے طور پر ابتدائی مَعْرِفَت تو باقی رہے مگر علمِ اِیمان میں اِضافہ خَتْم ہو جائے۔ جیسا کہ کسی عالِم کا فرمان ہے: بے شک جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو مَعْرِفَت کی دولت سے نوازتا ہے اور بندہ اس مَعْرِفَت کے مُطابِق عَمَل نہیں کرتا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس مَعْرِفَت کو سَلْب نہیں کرتا بلکہ اسے باقی رکھتا ہے تاکہ اسی حِساب سے بندے کے مُحَاسبہ کے وَقْت اس پر حُجَّت قائم ہو سکے، البتہ! مَعْرِفَت میں اِضافہ خَتْم فرما دیتا ہے اور بندے کا دل سَخْت ہو جاتا ہے مگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں۔ یہ ایسا نُقْصان ہے جسے صِرف کامِل لوگ ہی پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے سے ہر نَفْع مند شے روک لیتا ہے اور اسے صِرف وُہی شے عَطا فرماتا ہے جو اسے فریب میں ڈال دے اور وہ مَخْلوق کی آزمائش میں مبتلا رہے۔ اس لیے کہ ظاہِری آنکھ کا تعلّق دنیا سے اور دل کی آنکھ کا تعلّق آخِرت سے ہے۔

نِفاق کا رونا

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ جب بندے کا نِفاق کامِل ہو جاتا ہے تو وہ اپنی آنکھوں کا مالِک بن جاتا ہے، پھر جب چاہتا ہے رونے لگتا ہے۔

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین نِفاق کے رونے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ نِفاق کے رونے سے مُراد یہ ہے کہ بندے کے لیے رونے کے مُخْتَلِف رنگ کھول دیئے جائیں مگر عاجِزی واِنکساری اور خُشوع وخُضوع کا دروازہ اس پر بند کر دیا جائے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے آئے۔ (پ۱۲، یوسف:۱۶)

نِفاق کے خشوع سے مراد

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین یہ بھی فرماتے تھے کہ نِفاق کے خُشوع سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرو۔ عَرض کی گئی: اس سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا: آنکھ تو آنسو بہائے مگر دل سَخْت ہو۔

آنکھ کے آنسو بہتر ہیں یا دل کی سختی؟

انسان کو دل کی سختی میں آنکھ کے آنسو عَطا کیے جانے سے بہتر ہے کہ اسے آنکھوں کی خشکی میں دل کی نرمی مِل جائے۔ اَہلِ قُلُوب کے نزدیک رِقَّتِ قلبی ہی دل کا خُشوع، خوف اور اس کی عاجِزی و اِنکساری ہے۔ جس کے دل میں اس کی دولت مَوجُود ہو اسے آنکھ کے آنسوؤں کا نہ بہنا نُقصان دہ نہیں۔ البتہ! اگر آنسو بہانے کی سَعادَت بھی مِل جائے تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاص فَضل ہے۔ لیکن جس شخص کو آنکھ کے آنسو تو عطا ہوئے مگر دل کا خُشوع اور اس کی عاجِزی و اِنکساری نہ ملی تو وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر کا شِکار ہے۔ یہی حقیقی محرومی اور عَدمِ نَفْع ہے۔

آنکھ کے یہ آنسو صِرف عَقلی عِلْم میں ہوتے ہیں اور مُشاہَدۂ یقین سے حاصِل ہونے والے عِلْمِ توحید میں کسی قِسم کی کوئی آہ و بُکا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رونے والوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (السجدۃ) ترجمۂ کنز الایمان: روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۰۹)

جب رونا ہمارے فخر و تکبُّر کو زیادہ کرے تو ہمیں جان لینا چاہئے کہ دل میں خُشوع مَوجُود نہیں، بلکہ یہ رونا مصنوعی ہے اور مَخْفِی آفاتِ نَفْس کو پسند کرتا ہے۔

سب سے اعلیٰ خوف

سب سے اعلیٰ خوف یہ ہے کہ بندے کی تقدیر میں اَزَل سے کیا لکھا گیا ہے اور اس کا خاتِمہ کیسا ہو گا؟ جیسا کہ ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میرا آہ و بُکا کرنا اور غَم کرنا اپنے گناہوں اور خواہشات پر نہیں کیونکہ یہ تو میرے اَخلاق و اَوصاف ہیں جو میرے عِلاوہ کسی کے لائق نہیں۔ بلکہ میرا غم اور حَسرَت تو اس بات پر ہے کہ جب قِسْمَت کا فیصلہ ہو رہا تھا اور بندوں میں نعمتیں بَٹ رہی تھیں تو میری قِسْمَت اور نصیب کیسا تھا؟

عُلَما کی خوف کی کیفیت

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکْر کیا ہے یہ

ان تمام عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا خوف ہے جو انبیائے کِرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے وارِث ہیں، ان کا شُمار اَبدالوں، مُتَّقِین کے اِماموں اور اَہْلِ قوّت میں ہوتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی سے عَرْض کی گئی: کیا **الله** عَزَّوَجَلَّ کسی کو مِثْقال بھر خوف بھی عَطا کرتا ہے۔ فرمایا: ہاں! بعض مومنین کو پہاڑ کے برابر خوف عَطا کرتا ہے۔ عَرْض کی گئی: پھر ان کی حَالَت کیسی ہوتی ہے؟ کیا وہ کھاتے پیتے، سوتے اور نِکاح کرتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! وہ یہ سب کام کرتے ہیں اور مُشاہَدہ بھی کبھی ان سے جُدا نہیں ہوتا بلکہ وہ اَبدی ٹھکانے کے سائے تلے ہوتے ہیں۔ عَرْض کی گئی: ان کا خوف کہاں ہوتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: حِکْمَت کی لَطافت سے قُدْرَت کا حِجاب اسے اٹھالیتا ہے اور دل کو بَشری صِفات کے باعِث تَصَرُّفات میں حِجاب تلے چھپا دیتا ہے۔ اس وَقْت یہ بندہ رسولوں کی مِثْل ہو جاتا ہے۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

بات اسی طرح ہے جیسے حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَرِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِرشَاد فرمایا ہے۔ اس لیے کہ تَصَرُّفات کے ذریعے مُشاہَدۂ توحید اور حِکْمَت اسے اَحکام کی بجا آوری پر قائم رکھتے ہیں، اس طرح دل میں نُورِ ایمان اس قَدْر بڑھ جاتا ہے کہ اگر ظاہِر ہو جائے تو جِسْم اور اس سے مُتَّصِل تمام چیزوں کو جلا کر خاکِسْتَر کر دے مگر یہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل و کَرَم سے حِجاب میں ہوتا ہے اور یہ تَصَرُّفات و اَحکام کے وُقوع کی وجہ سے عِلْم کے پردے سے ڈھکا ہوتا ہے، البتہ! تقدیر و صِفات کے مَعانی و مَفاہیم اپنی اپنی غایات میں جاری رہتے ہیں، کیونکہ اَنوار پر اِسْموں (یعنی ناموں) کا، اِسْموں (یعنی ناموں) پر اَفعال (یعنی کاموں) کا اور اَفعال (یعنی کاموں) پر حَرَکات کا حِجاب طارِی ہوتا ہے۔ لہٰذا قُدْرَت کے ذریعے حَرَکت اس طرح ظاہِر ہوتی ہے کہ اس کے بغیر اس کا وُجُود ہی غائِب ہو جاتا جس طرح کہ نُورِ ایمان سے پیدا ہونے والی حِکْمَت کے ذریعے تَصَرُّفات ظاہِر ہوتے ہیں مگر یہ اَنْوارِ ایمان تَصَرُّفات کے پردے میں چھپے ہوتے ہیں۔

نورِ مومن

ایک عارِف فرماتے ہیں: اگر مخلوق کے سامنے مومِن کے اس چہرے سے پردہ ہٹ جائے جو **الله** عَزَّوَجَلَّ

کے ہاں ہے تو لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر اس کی عِبادَت کرنے لگیں اور اگر اس کے دل کا نُور دنیا پر ظاہِر ہو جائے تو زمین پر کوئی شے باقی نہ رہے۔

پاک ہے وہ ذات! جس نے مخلوق کے فائدے کے لیے اپنے حِلْم اور رَحْمت کے باعث اپنی قُدْرَت اور اس کے مَعانی و مَفاہیم کو اپنی حِکْمت اور اس کے اَسباب کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سورہ نُور کی 35ویں آیتِ مُبارَکہ کو یوں پڑھتے تھے: ﴿مَثَلُ نُوْرِ الْمُؤْمِنِ﴾ اگر بندے کا نور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے نہ ہوتا تو یہاں حَرْف کو اس کے اُلٹ معنٰی سے بدلنا جائز نہ ہوتا۔

خوف کے متعلق سیدنا سہل کے اقوال

حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

- خوف مُمانَعَت کے برعکس ہے، خَشْیَّت وَرَع کا نام ہے اور اِشفاق (ڈرنا، بچ کر رہنا) زُہد کو کہتے ہیں۔
- خوف کا جاہِل کے پاس آنا اسے عِلْم کی، عالِم کے پاس آنا اسے زُہد کی اور عامِل (یعنی عابِد) کے پاس آنا اسے اِخلاص کی دَعْوَت دیتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) خوف تمام لوگوں کے لیے بہتر ہے کیونکہ یہ عام لوگوں کو حَرام کاموں سے بچاتا ہے اور خاص لوگوں کو وَرَع و زُہد کی طرف لے جاتا ہے۔

- اِخلاص فَرْض ہے جو خوف کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا اور خوف زُہد کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جو خوف رکھتا ہے وُہی سب کچھ چھوڑتا ہے۔ اس طرح خوف ہی بندے کی پہلی عِبادَت بنتا ہے جس سے اِخلاص پیدا ہوتا ہے۔
- جو یہ پسند کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف اس کے دل میں ہو تو وہ حلال کے عِلاوہ کچھ نہ کھائے۔
- خائِف کے لیے ہی رِجا دُرُسْت ہے۔
- خوف مُذَکَّر ہے اور مَحبّت مُؤَنَّث، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اکثر صُوفی بُزُرگ مَحبّت کی دعوت دیتے ہیں۔

قول کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اس فرمان سے مُراد یہ بیان کرنا ہے کہ خوف کو رِجا پر

وُہی فضیلت حاصِل ہے جو مُذَکَّر کو مُؤنَّث پر حاصِل ہے اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا ہے۔ اس لیے کہ خوف عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا حال ہے جبکہ رِجا عامِلین (یعنی عابِدین) کا وَصْف ہے، لہٰذا اسے وُہی فضیلت حاصِل ہے جو عِلْم کو عَمَل پر حاصِل ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ مَکّی مَدَنی تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عالِم کی عابِد پر فضیلت ایسی ہے جو چاند کی تمام سِتاروں پر ہے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: عِلْم کی فضیلت مجھے عَمَل کی فضیلت سے زیادہ مَحْبُوب ہے اور تمہارا بہترین دین وَرَع ہے۔[2]

عُلَمائے کِرام کے نزدیک خوف کی حقیقت

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک خوف وہ نہیں جو عام لوگوں کے تصوّر میں ہے، یعنی عام لوگ خوف کو رنج و غم، قَلَق و اِحتراق یا اِضْطِراب و پریشانی سمجھتے ہیں جبکہ عُلَمائے کِرام کا خَیال اس کے برعکس ہے، کیونکہ یہ سب باتیں تو آہ وزاری کرنے والے کے لئے خطرات، اَحْوال اور وِجدان کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں جن کا حقیقی عِلْم سے کوئی تعلّق نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے اَحْوالِ مَحبَّت میں بعض صُوفی عارِفین وِجدانی کیفیات میں ان کی طرح تڑپتے پھڑکتے ہیں۔ عُلَمائے کِرام کے نزدیک خوف دُرُست عِلْم اور سچّے مُشاہَدے کا نام ہے۔ چنانچہ جب کسی بندے کو عِلْم کی حقیقت اور یقین کی سچّائی مِل جائے تو اسے خائِف کہا جاتا ہے۔

اوصافِ سرکار

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے زیادہ خوف رکھنے والے تھے جس پر بہُت سی باتیں دَلالَت کرتی ہیں، ان میں سے چند دَرْج ذیل ہیں:

- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عِلْم کی حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام لوگوں سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مَحبَّت کرنے والے تھے۔

---

[1] .... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/۳۱۲، حدیث: ۲۶۹۱

[2] .... اخلاق النبی و آدابہ، ماروی فی آکلہ اللحم، ص۱۱۸، حدیث: ۵۹۴، ۵۹۳، بتغیر
الکامل فی ضعفاء الرجال، ۴/۴۳۱، الرقم: ۸۰۹: سعید بن راشد السماک بصری، بتغیر

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قُربِ خُداوندی کی اِنتہا پر فائز تھے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حال دونوں مقامات پر سکینہ ووَقار کا تھا۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام اَحوال میں برتری و ثابِت قدمی حاصِل تھی۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حَمیدہ میں قَلَق واِضْطِراب تھا نہ رنج وپریشانی۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام مخلوق کی عَقل اور عِلْم سے کئی گنا بڑھ کر فہم و عِلْم عَطا ہوا۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قلبِ اَطہر مخلوق کے لیے وُسعت رکھتا تھا۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سینہ مُبارک مَخلوق کی اِیذا پر صَبر کے لیے کُشادہ تھا۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک اَعرابی سے اس کے مِزاج کے مُطابِق پیش آتے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں سے ان کے مِزاج کے مُطابِق پیش آتے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عورتوں سے ان کے مِزاج کے مُطابِق سُلوک فرماتے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو ان کے عِلْم کے مُطابِق قُربت عَطا فرماتے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی عَقلوں کے مُطابِق ان سے مُخاطِب ہوتے۔

آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِجدان کا ظُہور لوگوں کے وِجدان کی مِثْل ہوتا:

تاکہ آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو ان کے حصّے کے مُطابِق اُنس و مَحبَّت سے نوازیں اور ان کے فَہم واِدراک کے مُطابِق ان کے حُقوق پورے فرمائیں۔

تاکہ آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہَیبت ان کے دِلوں میں اس قَدْر عظیم نہ ہو جائے کہ وہ آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں سوال کرنے سے کترانے لگیں اور آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحبَّت ان کے دِلوں سے خَتم ہونے لگے۔

اس میں آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حِکمت کار فرما تھی جسے لوگ جانتے نہ تھے۔

اس میں آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فطری رَحمت بھی شامل تھی۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بغیر کسی تَکَلُّف وتَصَنُّع کے لوگوں کے وِجدانوں کے اِعْتِبار سے ان کے لِباس اور رنگ کو خود پر طارِی کر لیا تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ سب باتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے سیکھی تھیں۔ اسی لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَوصافِ حمیدہ کو اپنے اَخلاقِ عالیہ کے ساتھ بیان فرمایا اور یوں اِرشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خُوبُو بڑی شان کی ہے۔ (پ ۲۹، القلم: ۴)

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

ایک قول کے مُطابِق یہاں اَخلاقِ رَبُوبِیَّت مُراد ہیں۔

اس آیتِ مُبارَکہ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے: ﴿لَعَلٰى خُلُقِ الْعَظِیْمِ﴾ یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاق **اَللّٰہُ الْعَظِیْم** عَزَّوَجَلَّ کے خُلق پر ہیں۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قوّتِ ضَبط و صَبر اور فضیلتِ عَقْل کے باعث کسی کے حال اور نصیب کو ظاہر نہیں فرماتے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حقیقتِ عَدل کی بنا پر لوگوں کے حصّے میں کوئی کمی نہیں فرماتے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کی حقیقت اور خُشوع و خُضوع کی اِنتہا کی وجہ سے کسی چیز کا دعویٰ نہ کیا۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عِلْم و حِکْمت کے راسِخ ہونے اور قوّت کے مَضْبُوط ہونے کی وجہ سے کوئی چیز غالِب نہیں آسکتی۔

اَلْغَرَض آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے اور سنّت پر اَہْلِ اِبْتِلا میں سے ان عارِفین کے اَوصاف بیان کئے گئے ہیں جو دَرَجہ بدَرَجہ اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلام کے مِثْل ہیں۔

عام لوگوں کو مخاطب کرنے کا حکم

کسی عارِف کا قول ہے کہ جس نے لوگوں سے اپنے عِلْم کے مُطابِق کچھ طَلَب کیا اور اپنی عَقْل کے مُطابِق کلام کیا تو اس نے ان سے مُتَعَلِّق اپنے حُقُوق کو پورا کیا نہ ان سے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُقُوق کو پورا کیا۔

ایک عالِم فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں سے ہر وہ بات بیان کر دے جسے وہ جانتا ہے اور جو اس کا نصیب ہے وہ دوسروں پر ظاہِر کر دے تو وہ شخص اِمام نہیں ہو سکتا۔

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: کسی کو اس کے طریقے سے ہٹاؤ نہ اس سے اس کے عِلْم سے بڑھ کر کوئی بات کرو، ورنہ وہ تمہیں تھکا دے گا، بلکہ اسے اسی کی نہر سے گھونٹ گھونٹ کر کے پلاؤ اور اسی کے پیالے سے اسے سیراب کرو۔

وحشت یا ہیبت؟

ایک عالِم سے عارِف کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا: کیا وہ مخلوق سے وَحْشَت محسوس کرتا ہے؟ فرمایا: وہ وَحْشَت محسوس نہیں کرتا بلکہ بسااَوقات وہ انہیں بہُت زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ عَرْض کی گئی: تو کیا مخلوق اس سے وَحْشَت زدہ ہوتی ہے؟ فرمایا: عارِف سے کوئی وَحْشَت محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کی ہَیْبَت ان پر طاری رہتی ہے۔

علم کی حقیقت

خوف عِلْم کی حقیقت کا نام ہے اور اس کی دلیل حضرت سَیِّدُنا اُبَیّ بن کَعب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اس آیتِ مُبارَکہ ﴿ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ﴿۸۰﴾ (پ ۱۶، الکھف: ۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کُفْر پر چڑھاوے۔ ﴾ کو اس طرح پڑھنا ہے: ﴿ فَخَافَ رَبُّكَ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا ﴾۔ چنانچہ یحییٰ بن زِیاد نحوی کا قول ہے کہ اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ فَخَافَ رَبُّكَ ﴾ سے مُراد ﴿ فَعَلِمَ رَبُّكَ ﴾ ہے یعنی آپ کے رب نے جان لیا۔

اس بنا پر ایک قول کے مُطابِق خوف عِلْم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم

خوف کے مفہوم کا ایک اور بیان

جب دِل بے خوف نہ ہو تو؟

خوف اَسمائے مَعانی میں سے ہے، اس کا پایا جانا اس کی ضِد کے نہ پائے جانے کا باعث ہے، لہٰذا جب دِل اَحْوالِ دنیا اور اُمورِ آخِرت کی جُملہ صُورَتوں سے بے خوف نہ ہو تو وہ ❀ اَحکامِ دنیا کے تَصَرُّفات میں تمام اَحْوال ❀ قُلُوب و نُفُوس کی حَرَکات کے بَدَل جانے ❀ شہوات میں مبتلا ہونے اور ❀ طبعی عادات کے اُبھارنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیہ تدبیر سے بھی بے خوف نہ ہو گا۔ اسے عُرف و عادَت سے سُکُون حاصِل ہو گا نہ کسی شے میں اپنی سلامتی و برأت کا قطعی یقین ہو گا۔

ان سب باتوں کو خوف کہتے ہیں اور جب بندہ ان میں سے کسی بھی بات سے بے خوف نہ ہو گا تو اسے خائِف کہا جائے گا۔ کلامِ عرب میں اس کا اِسْتِعمال عام ہے۔ چنانچہ جب کوئی کسی شے سے بے خوف نہ ہو یعنی اسے اَمْن حاصِل نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں شے کا خوف ہے۔ یا پھر جب کوئی یقینی بات مَعْلُوم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ یوں ہو جائے گا۔

عارِف ہر حال میں خوف کا شکار رہتا ہے

کسی عالِم سے عَرض کی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ عارِف ہر حال میں خوف کا شِکار رہتا ہے؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام اَحْوال میں بندے کی گِرِفت پر قادِر ہے۔ اس لیے وہ کسی حال میں اَمْن پاتا ہے نہ کسی حال میں سُکُون۔

ہلاکت خیز گھاٹیوں پر مشتمل پر خطر راستے

اہلِ خوف کے لیے قَلَق (رنج، فِکْر) میں مبتلا کرنے والے خوف، گھبراہٹ آمیز ڈر اور پُر سوز خَشْیَت کے ایسے راستے اور طریقے ہیں جو ان عام اور مَعْرُوف طُرُق سے مُتَجَاوِز ہیں جو صَاحِبِ فَضْل اَئِمَّۂ کِرام کی گزر گاہیں ہیں۔ ان راستوں میں ایسی ہَلاکت خیز گھاٹیاں ہیں جن سے جَیِّد عُلَمائے کِرام اور صُوفیائے عُظَّام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام بھی دُور ہی رہے۔ البتہ! کوئی کوئی زاہِد و عابِد ہی اس راستے پر چلا اور کسی کسی عارِف نے ہی اس پر چلنا

چاہا۔ یہ پُر خطر راستے ایسے ہیں جن کی عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے کوئی فضیلت مَروی ہے نہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين کے ہاں یہ قابلِ رَشک ہیں۔ اس لیے کہ دُشوار گُزار راستے بَسا اَوقات انسان کو دُرُست راہ سے ہٹا کر ہَلاکت خیز وادیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

جن چند لوگوں نے ان راہوں پر چلنا چاہا تو مَحض ان کی مَعرِفَت حاصِل کرنے اور ان کی دُشواریاں جاننے کے لیے انہوں نے ایسا کیا اور بعض نے ان راستوں سے بھٹکنے اور آہ وزاری میں مبتلا ہونے کے اَسباب جاننا چاہے۔ البتہ! عام لوگوں کی نظر میں یہ راہیں بہُت مَشہُور، عجیب تر اور ہولناک ہیں۔

خوفناک راستوں کی تفصیل

خوف کے سات مقام

خوف کے سات مَقامات ہیں جن پر وہ دل سے نکل کر اَثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا خوف دل سے نکل کر جس بھی مَقام کی طرف جاتا ہے اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ مستثنیٰ کر دے وہ اس سے محفُوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سات مَقامات دَرج ذیل ہیں:

﴿1﴾ خوف کا پتہ پر اثر انداز ہونا

کبھی خوف دل سے پِتّہ کی طرف جاتا ہے، یہ جِلْد کا سب سے باریک حصّہ ہے جو اندرونی جِسْم میں پایا جاتا ہے، خوف اسے جلا کر خاکِستَر کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں بندہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی موت غشی، چیخ وپُکار اور ظُہُورِ ذات کے سَبَب ہوتی ہے، یہ ضعیف عِبادَت گزار ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ خوف کا دماغ پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دِل سے دِماغ کی طرف جاتا ہے تو عَقل کو جَلا کر راکھ کر دیتا ہے، پھر بندہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے، اس کا حال رُخصت ہو جاتا ہے اور مَقام بھی کم ہو جاتا ہے۔

﴿3﴾ خوف کا پھیپھڑے پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف پھیپھڑے میں سرایَت کرتا ہے تو اس میں سُوراخ کر دیتا ہے، جس سے بھوک

پیاس خَتْم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جِسْم سُوکھ جاتا ہے اور خون خشک ہو جاتا ہے۔ یہ حالَت فاقہ کشوں، بستروں سے بے نیاز اور خوف سے زَرْدی مائل ہو جانے والے لوگوں پر طارِی ہوتی ہے۔

﴿4﴾ خوف کا جگر پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف جِگَر پر اَثَر انداز ہوتا ہے تو رنگ مُتَغَیَّر ہو جاتا ہے اور بندہ دائمی حُزن ومَلال کا شِکار ہو جاتا ہے، اس کی فِکْریں طویل ہو جاتی ہیں اور نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ اس مَقام پر نیند بالکل نہیں آتی اور بندہ ہر وَقْت بیدار رہتا ہے، یہ سب سے اَفضل مَقام ہے۔ اس خوف میں عِلْم اور مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور یہ خوف عالِمین یعنی عِبادَت گزاروں کا ہے۔

﴿5﴾ خوف کا شانے کے گوشت پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف فَرائِص[1] پر اَثَر انداز ہوتا ہے، فَرِیْصہ شانے کے گوشت کو کہتے ہیں، اس کا ذِکْر حدیث پاک میں بھی ملتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو گوشت میں فَرِیْصَتَان یعنی شانے کا گوشت پسند تھا۔ گوشت کا یہ حصّہ بڑا نرم اور لذیذ ہوتا ہے۔ اس خوف سے اِضْطِراب واِرْتِعاش اور بے چینی پر مَبْنِی حَرَکات پیدا ہوتی ہیں۔

﴿6﴾ خوف کا عقل پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دل پر ظاہِر ہوتا ہے تو عَقْل پر چھا جاتا ہے اور قُدْرَت کے غَلَبہ کی وجہ سے اس کا غَلَبہ مِٹا دیتا ہے، جیسا کہ سُورَج کے ظُہُور کے وَقْت چاند کی روشنی خَتْم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب خَزائنِ مَلَکوت کے راز بندے پر ظاہِر ہوتے ہیں تو عَقْل ان کی وجہ سے کمزور ہو جاتی ہے اور اس کے ضُعْف کی وجہ سے جِسْم مُضْطَرِب رہتا ہے، جس کی بنا پر بندے کو کسی پَل قرار مُمکِن نہیں رہتا۔ اس لیے کہ اِنسانی جِسْم کے اَعْضا اگرچہ حِکْمَت و پختگی کے لِحَاظ سے الگ ہیں مگر یہ سب ایک جِسْم کی طرح ہیں جنہیں اِظْہارِ مَشِیَّت کے ذریعے

---

[1] ......کندھے اور سینے کے درمیان مَوجُود گوشت کا وہ حِصّہ جو خوف کے وَقْت حَرَکَت کرنے لگتا ہے۔ فَرَائِص جَمْع ہے اور اس کا واحِد فَرِیْصہ ہے، یہ گوشت دونوں طرف ہوتا ہے اس لیے انہیں فَرِیْصَتَان کہتے ہیں۔

قُدْرَت جَمع رکھتی ہے۔ اَعْضا کی نچلی ساخت چونکہ اُوپر والی ساخت سے ملی ہوتی ہے، لہٰذا جب اُوپر والے حصّے میں اِضْطِراب پیدا ہوتا ہے تو وہ نچلی جانب بھی جاتا ہے، جیسا کہ دوا یا بیماری جب کسی ایک عُضْو تک پہنچتی ہے تو اس کا اَثَر مکمل جِسْم پر ہوتا ہے۔ اَہْلِ خوف کا یہ گروہ اَفضل گروہ کے مُشَابہ اور وَصْفِ عِلْم میں داخِل ہے۔

یہ طریق اکابِر عُلَمائے کِرام اور صاحِبِ فَضْل اہلِ قُلُوب کا ہے۔ ایسے لوگ تابعینِ عُظَّام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں بَکَثْرَت تھے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا رَبیع بن خَیْثَم، حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قرنی اور حضرت سَیِّدُنا زُرارہ بن اَوفیٰ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اور ان جیسے دیگر بُلَند پایہ بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن اسی طبقے سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اس طریقے پر امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه اور حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰه** بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه جیسے جَلِیْلُ الْقَدْر صحابۂ کِرام نے بھی کوئی اِعْتِراض نہ کیا۔

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه پر بعض اَوقات خوفِ الٰہی کے سَبَب ایسی غشی طارِی ہوتی کہ آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه اُونٹ کی مِثْل مُضْطَرِب ہو جاتے اور قِیام تک نہ کر سکتے۔

یہی حالت حضرت سَیِّدُنا سعید بن حُذَیْم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی بھی تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کا شُمار زاہِد صحابۂ کِرام میں ہوتا ہے، آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه لشکروں کے امیر تھے، آپ کو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے مُلکِ شام کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کو ان کے حد درجہ زُہد اور فاقہ کشی کی شِدّت کے مُتَعَلِّق مَعْلُوم ہوتا تو آپ ناراض ہوتے اور بسا اَوقات 100 اور بعض اَوقات 400 دینار انہیں بھیجتے تاکہ وہ انہیں اپنے اہل وعَیال پر خرچ کریں مگر وہ ان دیناروں کو مجاہدین پر خرچ کر دیتے۔ چنانچہ اہلِ شام نے جب آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کو ان کے مُتَعَلِّق یہ سب باتیں ایک مکتوب میں لکھیں اور بتایا کہ دورانِ محفل ان پر غشی طارِی ہو جاتی ہے، لوگوں کو خدشہ ہے کہ ان کی عَقْل میں کوئی مسئلہ ہے۔ اہلِ شام چونکہ ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے تھے، اس لیے امیر المومنین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی جب ان سے مُلاقات ہوئی تو آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے (تحقیقِ حال کے لیے) ان سے اَصْل کَیْفِیَّت پوچھی۔ انہوں نے اپنے مُشَاہَدے کے مُتَعَلِّق بیان کیا جو کہ حقیقت میں اَہْلِ اَحْوال صُوفیوں کی وِجدانی کَیْفِیَّت تھی، چنانچہ اس کَیْفِیَّت کو پہچان کر امیر المومنین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے انہیں کچھ نہ کہا بلکہ آپ کے نزدیک ان کی قَدْر و مَنْزِلَت پہلے

سے مزید بڑھ گئی اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مزید ان کا اِکرام کرنے لگے اور اس بات کو ان کی فضیلت سمجھا اور اہلِ شام کو جواب میں لکھا کہ وہ ان کے مُعَاملے سے پریشان نہ ہوں بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

سرکارِ مدینہ اور خوفِ الٰہی

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ قَوِی ہستی اور ہِدایت یافتہ لوگوں کے ہادِی **اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن** کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نُزولِ وَحی کے وَقْت غشی طارِی ہو جاتی، جب وَحی کا نُزول ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بظاہِر ہوش میں نہ ہوتے، کائنات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں سے اَوجھل ہو جاتی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے چہرۂ اَقْدَس کو ڈھانپ لیتے۔[1]

سردیوں کے سَخْت دنوں میں بھی موتیوں کی طرح پسینہ پیشانی مُبارَک پر چمکتا دکھائی دیتا،[2] مگر ایسا صِرف خاص وَحی کے وَقْت ہی ہوتا کہ جب وَحی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ڈھانپ لیتی اور حضرت سَیِّدُنا رُوحُ الْقُدُس عَلَیْہِ السَّلَام ایک خاص حالَت و کَیفِیَّت میں حاضِرِ خِدْمَتِ اَقْدَس ہوتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قَلْبِ اَطْہَر کو خاموشی سے پیغامِ رَبِّی پہنچاتے۔

وحی کی چار قسمیں

وَحی کی چار قسمیں ہیں، جن میں سے دو قسمیں مُتَّصِل ہیں اور مذکورہ صُورَت انہی دو اَقسام میں سے ایک ہے، جبکہ باقی دو اَقسام مُنْفَصِل (جُدا) ہیں۔ وَحی کی ہر قِسْم عُلَمائے رَبّانِیِّین اور اُن اہلِ قُلُوب کو بھی پیش آتی ہے جنہیں بارگاہِ خُداوندی میں حُضُوری کا مَرتبہ حاصِل ہے اور وہ مُشاہَدۂ ذات میں مَصروف رہتے ہیں اور ان کی نِگاہیں تَجَلِّیاتِ باری تعالیٰ ہی پر رہتی ہیں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس بات کی وَضاحَت طویل ہو جائے گی۔ (بَس اتنا جان لیجئے کہ) عِلْمِ یقین کی مَعْرِفَت اسے ہی نصیب ہوتی ہے جو راہِ طریقت پر چلنے والا ہو اور مُشاہَدۂ حَق کی دولت سے بھی وُہی فیض یاب ہوتا ہے جو حقیقت کے جام کی لذّت چکھنے والا ہو، جو شخص

---

[1] .... مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد وحین یاتیہ الوحی، ص ۱۲۷۳، حدیث: ۲۳۳۴، مختصراً

[2] .... مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف، ص ۱۴۹۱، حدیث: ۲۷۷۰

مَحض اس کی تصدیق کرے اور اس کے سامنے سر جھکا دے تو وہ بھی کچھ حصّہ پا ہی لیتا ہے۔ البتہ! یہ بات مُقرَّبین میں سے صِرف تین اہلِ مَقامات میں ہی پائی جاتی ہے یعنی مَقامِ مَعرِفَت، مَقامِ مَحبَّت اور مَقامِ خوف۔

وَحی کی مذکورہ چار اَقسام کے بعد مزید اس کی 10 اَقسام ہیں جو ان تین مَقامات کے حامِلین کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ان سے اپنا حصّہ پاتے ہیں۔ یعنی مُشاہَدہ، وِجدان، حال، خَواطر، مَقام، اِرادہ اور مُواصلت وَحی کی اَقسام ہیں۔ البتہ! وَحی کی دو اَقسام ایسی ہیں جو اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ خاص ہیں اور دوسروں کی ان تک رَسائی نہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ فرشتے کا اپنی اَصلی صُورَت میں ظاہِر ہونا اور دوسری یہ کہ کلامِ باری تعالیٰ کو اس کی جُملہ صِفات کے ساتھ سننا۔ جیسا کہ مَروِی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی اَصلی صُورَت میں وادی اَبطح میں دیکھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غشی طاری ہو گئی۔[1]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا حُمران بن اَعْیَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ حاقہ کی آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر غشی طاری ہو گئی۔[2] جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (پ ۹، الاعراف: ۱۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

﴿7﴾ خوف کا نفس پر اثر انداز ہونا

بعض اَوقات خوف دل سے نَفْس کی جانِب جاتا ہے تو شہوات کو جَلا کر عادتیں مِٹا دیتا ہے، طبیعت کو ٹھنڈا کر کے نفسانی خواہش کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔ اَہلِ خوف کے نزدیک یہ بھی خوف کی ایک اعلیٰ صُورَت ہے۔ یہ لوگ سب سے اَفضل خوف رکھنے والے اور سب سے بُلَند تر مَقام کے حامِل ہوتے ہیں۔ یہ خوف اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صِدِّیقین اور شُہَدائے عُظّام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا ہے۔ اس سے بڑھ کر خوف کی ایسی کوئی صُورَت نہیں جس پر خائف رَشک کرے یا کوئی عارِف اس پر خوش ہو۔

---

[1] .... مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۶۹۱، حدیث: ۲۹۶۷

[2] .... الزھد للوکیع، باب فی البکاء، ص ۲۵۳، حدیث: ۲۸، فیہ ذکر آیۃ من سورۃ المزمل

الکامل فی ضعفاء الرجال، ۳/ ۳۶۷، الرقم: ۵۴۸/ ۱۷۹: حمران بن اعین کوفی، فیہ ذکر آیۃ من سورۃ المزمل

خوف کا حد سے تجاوُز کر جانا

اگر خوف ان اَوصاف سے تجاوُز کر جائے تو اپنی حد سے نِکل جاتا ہے اور اپنی مِقدار سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے شہوات کو جَلاڈالا اور خواہشات کو مِٹاڈالا تو کوئی شہوت باقی رہی نہ کوئی خواہش۔

اگر بندہ خوف کی حد سے تجاوُز کرنے سے مَحْفُوظ نہ رہ سکے تو خوف اسے تین میں سے کسی ایک بات کی طرف لے جاتا ہے:

پہلی اور سب سے بہتر حالت

ان میں سب سے بہتر حالَت یہ ہے کہ وہ نَفْس میں سَرایَت کر کے اسے خَاکِسْتَر کر دے، جس کی وجہ سے بندے کی موت واقع ہو جائے تو گویا یہ اس کے لیے مَرتَبۂ شَہادَت ہے، مگر عُلَمائے خائفین اور اَرْبابِ عُلُوم و مُشاہَدات کے نزدیک یہ بات اَچھّی نہیں۔ البتہ! کسی عالِم کا قول ہے کہ شُہَدائے بَدْر کا اَجْر و ثواب وَجد کی وجہ سے مرنے والے شخص سے زیادہ عظیم نہ ہو گا۔ مگر یہ اَوصاف کمزور مُریدین کے ہیں اس لیے کہ اہلِ یقین عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے لیے یقین کی ہر شَہادَت پر ایک شہید کا اَجْر ہے۔

دوسری اور درمیانی حالت

خوف کی درمیانی حالَت یہ ہے کہ وہ دِماغ کی طرف جا کر اس کے قریب ہو جائے اور عَقْل مندوں کے لیے عَقْل کی گانٹھ کھول دے کہ جس کے کھلنے سے طبیعتیں مُضْطَرِب ہو جائیں، پھر اس اِضْطِراب کی وجہ سے مُخْتَلِف مِزاج باہَم مِل جائیں اور صَفْرَاوِی مِزاج جَل کر سَودَاوِی ہو جائے۔ اس سے وَسْوَسے، ہِذیان، حیرانگی اور آہ وزاری پیدا ہوتی ہے، کیونکہ دِماغ ٹھوس ہوتا ہے اور عَقْل کا ٹھکانا اور اس کے ساتھ مُرَکَّب و وابستہ ہوتا ہے، جب مِزاج آپَس میں مِلتے ہیں تو ان کا شعلہ بھڑک کر دِماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اسے جَلا کر پگھلا دیتا ہے۔ یوں عَقْل کی وہ جگہ کھل جاتی ہے جہاں مَغْز ہوتا ہے۔ اس کے غَلَبہ کا ظُہُور قَلْبِ ظاہِر کی اس چمک میں ہوتا ہے جو طُلُوع ہونے والے سُورَج کی طرح ہوتی ہے کہ جس کا مَحَل تو فَلَکِ عُلْوِی ہوتا ہے مگر اس کی شُعاعیں زمین پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح عَقْل کا مَحَل تو مَغْز ہے مگر اس کا غَلَبہ قَلْب میں ظاہِر ہوتا ہے۔

اس مَقام پر بندہ آپے سے باہَر ہو جاتا ہے اور اس پر عِشْق کی دیوانگی غالِب آجاتی ہے۔ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اسے ناپسند کرتے ہیں۔ مَقامِ مَحبَّت پر فائز بعض مُحِبِّین کی ہی اس مَقام تک رسائی ہوئی اور جب ان پر یہ کَیفِیَّت طارِی ہوئی تو وہ اپنے وِجدان میں سر گرداں ہو گئے، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کے دِلوں پر یہ حالَت طارِی ہونے کے بعد دُور ہوئی تو انہوں نے اپنے عِلْم کے مُطابِق یہ باتیں بتائیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی کئی کئی دنوں تک بھوک اِخْتیار کرنے والے لوگوں سے اِرشاد فرمایا کرتے: اپنی عَقْلوں کی حِفاظَت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی ولی ناقِصُ الْعَقْل نہیں ہوتا۔

تیسری اور سب سے بری حالت

خوف کے حَد سے تجاوُز کر جانے کی یہ تیسری حالَت سب سے بُری ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ خوف اس قَدْر زیادہ اور قَوِی ہو جائے کہ رِجا خَتْم ہو جائے، بشرطیکہ عِلْمِ اَخلاق مَوجُود نہ ہو یعنی جُود و کَرَم اور اِحسان مَوجُود نہ ہوں جو کہ کسی مَقام کو اِعْتِدال پر رکھتے ہیں اور حال کے غم کو سُکُون ملتا ہے۔ اس طرح یہ حَد سے بڑھا ہوا خوف بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مَایُوسی کی طرف اور اس کی راحَت سے نااُمِّیدی کی طرف لے جاتا ہے۔ ان لوگوں کو یہ مُشاہَدہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَدل و اِنصاف کا عَقْل سے مُوازَنہ کرنے پر حاصِل ہوتا ہے، ان کے اپنی حُدُود سے تَجاوُز کرنے کی کئی وُجُوہات ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

- وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم اور اس کے مَخْفِی لُطف وعِنایَت کو پیشِ نَظَر نہیں رکھتے۔
- وہ اپنے کَسب و عَمَل پر گہری نَظَر رکھتے ہیں۔
- ان پر مُشاہَدۂ اَسباب کا غَلَبہ پختہ ہو چکا ہوتا ہے۔
- وہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی اِسْتِطاعَت میں اپنے نُفُوس کی جانِب رُجُوع کرتے ہیں۔
- وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ بِالْخُصُوص ان پر گناہوں کی سَزا یقینی طور پر مُتَحَقِّق ہو چکی ہے۔
- وہ اپنے عُلُوم و عُقُول کی بنا پر حقیقی حاکِم اور رَحم فرمانے والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے خِلاف حُکْم لگا دیتے ہیں (کہ وہ ان کے گناہوں کی ضَرور بِالضَّرور سَزا دے گا اور ہرگز انہیں مُعاف نہ فرمائے گا)۔

✿ وہ اپنے مُعاملے کو اپنے رب کی مَشِیَّت کے حوالے کرتے ہیں نہ اس کی قُدْرَت کے سامنے اپنا سَر جھکاتے ہیں۔

✿ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن صِفاتِ حسنیٰ کے مَعانی و مَفاہیم سے کوئی اُمّید قائم نہیں رکھتے جو اِن کی تمام بُری صِفات کو اپنے دامَن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

اس طرح ان کے گناہ ظاہر ہو کر پھر ان کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ مُحسنِ اوّل عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کو حِجاب میں کر دیتے ہیں اور انہیں مَعْلُوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسی کے اِحسان کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوئے تھے (تاکہ وہ انہیں مُعاف فرما دیتا مگر انہوں نے مُعافی کے بجائے خود پر سزا کو لازِم جان لیا) اور یہ سب باتیں اس کے عِلْمِ اَزَلی میں تھیں کہ وہ حَد سے تجاوُز کر جائیں گے (اور واپس نہ پلٹیں گے)۔ کیونکہ جو کچھ ان پر گزر رہی ہے اسے لکھنے والا قَلَم ان کے ہاتھوں میں ہے نہ لَوح ان کی گود میں ہے کہ جس پر ان کی تقدیر تحریر ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت اور غالِب جَبَرُوت نے ان کی وُہی باتیں ظاہِر کیں جو ان میں پائی جاتی تھیں۔

گمراہ لوگ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو کچھ ذِکْر کیا ہے اس کی صِحَّت پر دلیل یہ ہے کہ حَد سے تجاوُز کر جانے والے خوف کی یہ تیسری صُورَت اکثر اَہْلِ بصرہ، اَہْلِ عَبّادان اور عَسکَرِیِّین میں پائی گئی، ان کا مَذْھَب قَدَرِیَّہ تھا، یہ قَول بِاللُّطف، تَفْوِیْضِ مَشِیَّت اور تَقْدِیمِ اِسْتِطاعَت کے قائل تھے۔ ان میں شامِل طبقات یہ ہیں:

✿ عَمْرو کے ماننے والے جنہیں عَمْرِیہ کہا جاتا ہے۔

✿ عَبّاد کے شیعہ حضرات جنہیں عَبّادِیہ کہا جاتا ہے۔

✿ ہِشام فَوطی کے ماننے والے جنہیں فَوطیہ کہا جاتا ہے۔

✿ ابنِ عَطا غزالی کے ماننے والے جنہیں عَطویہ کہا جاتا ہے۔

✿ تیمیہ کے ماننے والے بھی انہی لوگوں میں شامِل ہیں، انہوں نے نِصف تقدیر کا اِنکار کیا تھا۔

﴿۱﴾ اسی طرح مَنازِلیہ فِرقہ ہے جو دو مرتبوں میں سے ایک مرتبے کو مانتے اور کہتے کہ جس قدر کوئی کسی کام کی قُدرت رکھتا ہے وُہی اس پر لازِم ہے اور جو کام کوئی کر سکتا ہے وُہی کرے۔

ان سب لوگوں کو اَسباب پر اِعتِماد سے پہلے اپنے کَسب و عَمَل کی طرف دیکھنے کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور یہ آزمائش ہی ان پر حِجابِ باری تعالٰی کا سَبَب بن گئی، ان لوگوں نے اَمن اور فریب سے راہِ فَرار اِختیار کی مگر ان دونوں سے بھی بڑی آزمائشوں یعنی مَایُوسی و نااُمّیدی کا شِکار ہو گئے اور اس طرح کبیرہ گناہوں کے خوف سے بھاگ کر ان سے بھی بڑے کبیرہ گناہوں کے مُرتکِب ہوئے۔

خوارِج جہنم کے کتے ہیں

ان لوگوں کی مِثال خوارجیوں جیسی ہے جنہوں نے اپنی سمجھ کے مُطابِق بُرائی کو مِٹانے کے لیے تلوار کے ذریعے اَئمّۂ حق کے خِلاف بَغاوَت کی مگر اس سے بھی بڑی بُرائی کا شِکار ہو گئے یعنی ائمّۂ ہُدیٰ کو کافر کہنے لگے، ان کی حکمرانی ماننے سے اِنکار کر دیا اور صغیرہ گناہوں کی وجہ سے (تقریباً پوری) اُمَّت کو کافِر قرار دیدیا۔ یہ سب سے بڑی بِدعَت تھی اور یہ لوگ جہنّم کے کتے ہیں۔ [1]

معتزلہ

انہی کی مِثل مُعتَزِلہ بھی ہیں جنہوں نے مُرجِئہ کے اس طریق سے راہِ فرار اِختیار کی کہ مُوَحِّدین جہنّم میں نہیں جائیں گے۔ انہوں نے ثابِت کیا کہ مُوَحِّدین بھی عَذاب کا شِکار ہوں گے، جبکہ فاسِقین ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔ یہ لوگ مُرجِئہ کی حد سے تجاوُز کر گئے اور ان سے بھی بڑھ گئے جیسا کہ اُنہوں نے اہلِ سنّت کے طریق سے تجاوُز کیا مگر اِن سے کم ہی کیا۔

تمام بدعتی بغاوت کو جائز سمجھتے ہیں

ہمارے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: تمام بدعتی لوگ بادشاہِ وَقت کے خِلاف بَغاوَت کو جائز سمجھتے، اُمَّت کے خِلاف ہتھیار اٹھانے کو دُرُست جانتے اور اِماموں کو کافِر کہتے ہیں۔

---

[1] .... ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی ذکر الخوارج، ۱/۱۱۲، حدیث: ۱۷۳

حُدُودِ خوف سے تجاوُز کرنے کے اِعْتِبار سے یہ حالت سب سے نُقصان دہ ہے، گویا یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود اور اس کے اَحکام سے تجاوُز کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ (پ۲۸، الطلاق: ۳)

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو **اللہ** کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظُلم کیا۔ (پ۲۸، الطلاق: ۱)

معتدل راہ اپناؤ

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ درمیانی راستہ اِخْتیار کرو کہ جس کی طرف غُلُو کرنے والے کو لَوٹنا پڑتا ہے اور قُرب چاہنے والے کو بُلَند ہونا پڑتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے کیا خوب بات کہی ہے جو اِفْراط و تفرِیط سے پاک ہے اور یہی اہلِ سنّت کا طریقہ اور اہلِ مَعْرِفَت کا مَذْھَب ہے۔

عِلمِ ربّانی کی حقیقت

اُمّید کی سچّائی اور اس کے سَبَب خوف کا اِعْتِدال ہی عِلْمِ ربّانی کی حقیقت ہے، کسی شے میں حَد سے تَجاوُز کرنا گویا اس میں کمی و کوتاہی کا مُرتکِب ہونا ہے اور سچّا مومن خوف و رِجا کے درمیان اِعْتِدال میں رہتا ہے۔

جیسا کہ مَرْوِی ہے: اگر مومن کے خوف و رِجا کا وَزْن کیا جائے تو دونوں کا وَزْن برابر ہو گا۔

اَلْغَرَض وہ خوف جو موت کی وجہ سے نَفْس کو ہلاک کرنے والا اور عَقْل کو خَتْم کرنے والا ہے وہ اس خوف سے بہتر ہے جس میں نااُمّیدی و مَایُوسی پائی جاتی ہے کیونکہ ایسا خوف عِلْم کو خَتْم کرنے والا، بندے کو اس کے مَقام سے گرانے والا اور کبیرہ گناہوں میں مبتلا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بعض اَوقات گناہِ کبیرہ

نہیں ہوتے مگر ان میں پائی جانے والی مَایُوسی و نااُمّیدی انہیں کبیرہ بنا دیتی ہے، لہٰذا یہ مَایُوسی گناہوں سے بھی بدتر ہے۔ اس بنا پر خوف کے یہ دونوں مَقام ایسے ہیں جہاں کوئی عِلْم حاصِل ہوتا ہے نہ کَشْف کی بنا پر کوئی مُشاہَدہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ وِجدان کی اُس قوّت سے تعلّق رکھتے ہیں جو پِتّہ کو جلا کر نَفْس کی ہَلاکَت کا باعِث بنتی ہے۔ اس مَقام پر بندے کی عَقْل کا خَتْم ہو جانا اور عالَمِ دیوانگی میں حیران رہنا اسے مُقرّب فرشتوں کے دَرَجے پر فائز کر دیتا ہے اور اس کا شُمار اَہْلِ کَرب میں ہونے لگتا ہے کیونکہ یہ لوگ جُدائی کے غم میں مبتلا ہوتے ہیں اور مُقرّب فرشتوں کی طرح کسی اور مَقام کی طرف مُنْتَقِل نہیں ہوتے۔

دیدارِ باری تعالیٰ میں فرشتوں کی تڑپ

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مجھے یہ بات مَعْلُوم ہوئی ہے کہ ہر روز عَرش کے نیچے سے ان فرشتوں کا ایک گروہ اِنسانی تعداد کے برابر نکلتا ہے جنہیں دِیدارِ باری تعالیٰ کے شوق نے غم زدہ اور کَرب میں مبتلا کر رکھا ہوتا ہے، وہ بَس ایک نَظر دیدارِ باری تعالیٰ کے مُتَمَنِّی ہوتے ہیں مگر اَنوارِ باری تعالیٰ کی ایک ہی تَجَلّی سے جَل کر راکھ ہو جاتے ہیں جیسا کہ پروانے شمع پر جَل کر اپنی جان وار دیتے ہیں۔ پھر دوسرے دن اتنی ہی تعداد میں مزید فرشتے آتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی قِیامَت تک جارِی رہے گا۔ حالانکہ (یہ فرشتے انسانوں سے اس قَدْر بڑے ہیں کہ) اگر ایک فرشتہ بھی تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنی ایک مُٹّھی میں پکڑ لے تو یہ سب اس میں آجائیں۔

فرشتوں کے مقام

میری زِنْدَگی کی قَسَم! فرشتے مومنین کی طرح دَرَجہ بدَرَجہ مَقامات طے نہیں کرتے بلکہ ہر فرشتے کا ایک مَخْصُوص مَقام ہے، وہ اس سے کسی اور مَقام کی طرف مُنْتَقِل نہیں ہوتا۔ انہیں اس مَقام سے جو مَدَد ملتی ہے وہ تمام اِنسانوں سے زائد ہوتی ہے اور قِیامَت تک یہ سلسلہ خَتْم نہ ہوگا۔ مگر یہ فرشتے اپنے خوف کو اپنی قوّت کے اِعْتِبار سے برداشت کر لیتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ کے اَوصاف کا مُشاہَدہ کرنے کی وجہ سے ان کا خوف اور ان کی صِفات باقی رہتی ہیں کہ وہ خوف انہیں تھکاتا ہے نہ ہلاک کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

مَدَد پاتے ہیں اور موت سے محفوظ ہیں کیونکہ ایک مخصوص وَقت تک ان کی موت کی حِفاظت کی جائے گی۔ اس کے باوُجود ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی عَقل بہک جاتی ہے اور ان کا دِل غم و عِشق سے دیوانہ ہو جاتا ہے، بعض اپنی حیرانی میں سَرگرداں ہیں اور بعض ایسے حیران ہیں کہ قِیامَت تک انہیں کوئی شے واپس نہ لاسکے گی، بعض پر ایسی گھبراہٹ طارِی ہے کہ وہ قِیامَت تک پلک جھپکائیں گے نہ ان کی عَقل واپس آئے گی، بعض اس قدر ہوش سے بیگانہ ہو چکے ہیں کہ صُور پھونکنے تک اسی حال میں رہیں گے۔ ان میں ایک کثیر تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام سن کر ہی بے ہوش ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ان کی کَیفِیَّت کا ذِکر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں یوں کیا ہے ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ (پ ۲۲، سبا: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب اِذن دے کر ان کے دِلوں کی گھبراہٹ دُور فرما دی جاتی ہے۔ ﴾ تو وہ بُلند مَرتبہ و مُقرَّب فرشتوں سے پوچھتے ہیں، جن میں حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین، حضرت سَیِّدُنا اسرافیل اور حضرت سَیِّدُنا میکائیل عَلَیۡہِمُ السَّلَام بھی شامِل ہیں۔ چنانچہ وہ عَرض کرتے ہیں: ﴿ مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّکُمۡ ؕ (پ ۲۲، سبا: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی۔ ﴾ تو اَصحابِ مَحبَّت واُنس اور حِجابِ قُدس کا مُشاہَدہ کرنے والے یہ مُقرَّب فرشتے انہیں جواب دیتے ہیں: ﴿ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ ﴿۲۳﴾ (پ ۲۲، سبا: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: وہ کہتے ہیں جو فرمایا حق فرمایا اور وُہی ہے بُلند بڑائی والا۔ ﴾۔

ان خائفین فرشتوں کی مِثال ان مُخلِص مومنوں جیسی ہے جن کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿ۙ۴۱﴾ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لیے وہ روزی ہے جو ہمارے علم میں ہے۔

خائفین کے مقامات

اہلِ بصیرت و قوّت عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ان صابِرین کی مِثل ہیں جنہیں بغیر حِساب کے اَجر دیا جائے گا۔ چنانچہ عُلَمائے اہلِ یقین مَقاماتِ یقین میں سے ہر مَقام کے جو اَحکام ہیں ان کے تقاضوں کے مُطابِق مَقامِ خوف سے مَقامِ رِجا کی طرف مُنتَقِل ہوتے رہتے ہیں۔ جب وہ ان مَقامات میں ان کے تقاضے کے مُطابِق

عَمَل کرتے ہیں تو وہ ایک مَقام وحَال سے دوسرے مَقام وحَال میں چلے جاتے ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے:

❁ مَقامِ رِجا سے بُلَند تر مَقامِ رِجا کی طرف مُنْتَقِل ہو جاتے ہیں کہ جو اس سے بہتر ہوتا ہے۔

❁ خوف کے ایک حَال سے دوسرے حَال کی طرف چلے جاتے ہیں جو پہلے سے اعلیٰ واَشرف ہوتا ہے۔

❁ پھر وہ اِشفاق (ڈر) کے مَقامات سے اِشْتِیاق (مَحبّت وشوق) کے حَال کی طرف مُنْتَقِل ہوتے ہیں۔

❁ اَحْوالِ خوف وسوز سے مَقامِ تملّق واطمینان کی طرف چلے جاتے ہیں۔

❁ مَقامِ فَزَع سے مَقامِ اُنْس کی طرف مُنْتَقِل ہو جاتے ہیں۔

❁ بُعد، وَحشَت اور ہَول سے رَضا، مَحبّت اور اُمّید کی طرف مُنْتَقِل ہوتے ہیں۔

ان کا یہ مَقام ان لوگوں سے اَفضل ہے جو اپنے مَقام پر ٹھہرے رہتے ہیں اور عام لوگوں سے آگے نہیں بڑھتے۔ جس کا حَال مَسْتُور ہو اور وہ اپنے ہی سائے میں رہے تو اس نے اپنے سے بُلَند تر سائے کی طرف کُوچ کیا نہ اپنے مَقام سے بُلَند تر مَقام حاصِل کیا۔ اہلِ خوف مومنین کَرُوبِیّین فرشتوں (یعنی وہ مُقرّب فرشتے جن میں سَیِّدُنا جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی شامل ہیں) کی مِثْل اور اہلِ مَحبّت میں سے اہلِ رِجا مُقرّب رُوحَانِیّین فرشتوں کی مِثْل ہیں۔

خوف ورجا کی عظمت

رِجا کی اَصل اور فضیلت یہ ہے کہ عُلَمائے رَبّانِیّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کے نزدیک عظیم رِجا وہ ہے جو عظیم خوف کے مُشابہ ہو، یعنی بِنا کو مُعْتَدِل رکھے اور دونوں مَقاموں کے درمیان یکْسانِیت پیدا کرے۔ لٰہذا صِفاتِ خوف کے مُشاہَدہ سے پیدا ہونے والا خوف ان کے دِلوں پر نُمایاں ہو کر انہیں غَم میں مبتلا کر دیتا ہے، اس کے بعد عظیم رِجا ظاہِر ہوتی ہے جو اَخلاقِ لطیفہ کے مُشاہَدے کے ساتھ ساتھ انہیں راحَت وسُکُون سے بھی نوازتی ہے۔ اسی طرح جب ان کے دِلوں پر کوئی ایسا خوف طارِی ہوتا ہے کہ جس سے وہ بارگاہِ رَبُوبِیَّت سے ڈر کر بھاگنے لگیں تو اس کے ساتھ ہی رِجا ان پر ظاہِر ہو جاتی ہے جس سے ان کے دِل بارگاہِ رَبُوبِیَّت سے مَانُوس ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی صِفَات میں اِعْتِدال رہتا ہے اور صِفاتِ باری تعالیٰ کے کسی معنیٰ کا مُشاہَدہ کرنے

سے ان کے مقامات میں بھی یکسانیت قائم رہتی ہے، کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کا مقامِ اِسْتِوا[1] کامل ہے۔ چنانچہ ان کے دل خوف ورِجا کے درمیان ترازو کے اس کانٹے کی مثل ہو جاتے ہیں جو دو پلڑوں کے درمیان ہوتا ہے یا یہ اس پرندے کی طرح ہو جاتے ہیں جس کا جسم دو پَروں کے درمیان سیدھا ہوتا ہے۔ اس کیفیت کا سبب مُشاہدۂ وَصف اور ظُہورِ آزمائش وانعامات کا تقاضا پیدا ہونا ہے۔ پھر خوف رِجا کو اٹھالیتا ہے اور رِجا خوف پر غالب آجاتی ہے اور اس طرح یہ دونوں قلب کی وُسْعَت وقوّت میں جارِی ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قلب کی قوّت، وُسْعَت اور قُدرَت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔

دل کا منفرد ہونا

دو معنوں کی وجہ سے دل کا اِرادہ مُنْفَرِد ہو جاتا ہے، وہ یکتا ذات کے مُشاہَدے میں مصروف رہتا ہے اور اس طرح اس پر بھی وُہی حکم لگا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تیری ہی مَدَد سے شَر سے بچتا ہوں، تیری ہی مَدَد سے بات کرتا ہے اور تیری ہی مَدَد سے آگے بڑھ رہا ہوں۔[2] اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُشاہَدہ کی عظمت اور اس کے نَفاذِ عِلم کا مُشاہَدہ کیا تو یہ دُعا مانگی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[3] ایک رِوایت میں ہے: اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللہُ بَاطِلُ۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[4]

ایسا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حالِ فَنا کے بعد مَقامِ بَقا پا کر اِرشَاد فرمایا، اس وَقْت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان سَماعَت فرمایا:

---

[1] ...... تفسیر خزائن العرفان میں سورہ اَعراف کی آیت نمبر 54 کے تحت صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: یہ اِسْتِواء مُتَشَابِہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کی اس سے جو مُراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اِسْتِواء مَعْلُوم ہے اور اس کی کَیْفِیَّت مجہول اور اس پر اِیمان لانا واجِب۔

[2] ...... ابو داود، کتاب الجهاد، باب مایدعی عند اللقاء، ۳/۵۹، حدیث: ۲۶۳۲، بدون: وبک اصول

[3] ...... مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۶

[4] ...... مسلم، کتاب الشعر، ص ۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ترجمۂ کنز الایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات۔ (پ۲۷، الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

اسی طرح ایک مشہور روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے: میری رحمت آسمان کی وسعت میں سما سکتی ہے نہ زمین کی وسعت میں، البتہ! میرے اس مومن بندے کے دل میں یہ سما جاتی ہے[1] جو شکر گزار، نرم مزاج اور پُر سکون ہوتا ہے۔[2]

تفصیل مناسب نہیں

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں اِجمالی طور پر ذِکر کی ہیں اور جن باتوں کی طرف محض اِشارہ کیا ہے ان کی شرح و تفصیل بیان کرنا مُناسِب نہیں۔

خضوع و خشوع کا خوف سے تعلق

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین میں سے ایک بُزرگ فرماتے ہیں: مومن کو خُشوع میں سکینہ سے بڑھ کر اور خُضوع میں عاجزی سے بڑھ کر خُوبصُورت لِباس نہیں پہنایا گیا۔ یہ خوف کے دو حال ہیں جو اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا لِباس اور عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کی علامت ہیں۔

مومن کے دو دل

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے شہزادے سے اِرشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس قدر خوف رکھ کہ اس میں تجھے اس کی رحمت کی اُمّید نہ ہو اور اس سے ایسی اُمّید رکھ کہ اس میں تو اس کی خُفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہو۔ پھر خود ہی اس بات کی اِجمالی طور پر وَضاحت کچھ یوں بیان کی کہ مومن دو دلوں والا ہوتا ہے، ایک سے ڈرتا ہے اور دوسرے سے اُمّید رکھتا ہے۔[3]

---

[1] ...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے بندۂ مومن کے قلب میں سمانے سے مُراد یہ ہے کہ مومن بندے کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان کے سبب اس کی محبّت و معرفت کو سمانے کی وُسعت رکھتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/۴۳۰)

[2] ...... الزھد لاحمد بن حنبل، زھد یوسف علیہ السلام، ص۱۱۶، حدیث: ۴۲۳، بتغیر

[3] ...... الزھد لابن مبارک، باب ذکر رحمۃ اللہ، ص۳۱۸، حدیث: ۹۱۲

قول کی وضاحت

مُراد یہ ہے کہ مومن کے یہ دُو وَصف دُو مُشاہَدوں سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ مومن قوّت، غَلَبہ، عزّت اور اِنتقام کی مِثل خوف کے وَصف سے بھی مُتَّصِف ہوتا ہے۔ چنانچہ،

بندہ جب ان صِفات کا مُشاہَدہ کرتا ہے جن پر وہ اِیمان لایا ہوتا ہے تو وہ خوف میں مبتلا ہوجاتا ہے کیونکہ وہ انہی صِفات کے ذریعے مَعْرِفَتِ خُداوندی حاصِل کرتا ہے اور انہی صِفات کے مُشاہَدے سے ذاتِ باری تعالیٰ کی تَجلّیوں کا اس پر ظُہور ہوتا ہے، جس کی مَعْرِفَت حاصِل ہوتی ہے اس سے اُلفَت بھی ہوتی ہے اور وہ اَخلاق والا، کَرَم و مہربانی اور رَحم و لُطف فرمانے والا بھی ہے۔

جب دل ان اَخلاق کا مُشاہَدہ کرتا ہے جن پر اِیمان لایا ہوتا ہے تو اس مُشاہَدے کے باعث اس میں رِجا پیدا ہوجاتی ہے اور یوں بندہ خوف و رِجا پیدا کرنے والے اَوصاف کی وجہ سے ان اَوصاف والا بن جاتا ہے۔ گویا کہ اس کے دُو دل ہوں، ایک دل میں رِجا ہوتی ہے تو دوسرے میں خوف۔ یہ دونوں مُشاہَدے ایک ہی دل میں ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک ہی دل کے دُو مَقام ہیں جو خوف و رِجا کے مُشاہَدے سے حاصِل ہوتے ہیں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قول کی یہی وَضَاحَت ہے اور یہ صَاحِبِ یقین مومن کی صِفَت ہے۔ البتہ! صَاحِبِ خوف کی تَوصِیف اس حال سے کی جاتی ہے جو اس پر غالِب ہو اور جس کا مُشاہَدہ اس پر قَوِی ہو جبکہ رِجا بھی اس مَقام میں ہوتی ہے اور صَاحِبِ رِجا کی تَوصِیف اس حال سے ہوتی ہے جو اس پر اس کے مُشاہَدے کی بِنا پر غالِب ہو جبکہ اس میں خوف بھی شامِل ہوتا ہے۔ جس ذات کا خوف بندے پر طارِی ہوتا ہے اس کی حقیقت سے کوئی آگاہ ہے نہ جس ذات سے اُمّید رکھی جاتی ہے اس کی اِنتہا سے کوئی واقِف ہے۔

صدیق، عارف اور مُقرّب

صَاحِبِ یقین مُشاہَدہ کرنے والا مُقرَّب عالِم دونوں حالوں میں اِعْتِدَال کی صِفَت سے مُتَّصِف ہوتا ہے اور اسے دونوں اَوصاف کی یکساں مَعْرِفَت حاصِل ہوتی ہے۔ پھر اس پر کوئی ایک کامِل وَصف اور کامِل حال غالِب

آجاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کی مَعْرِفَت پالیتا ہے تو دونوں وَصْف اس میں شامِل ہو جاتے ہیں اور وہ صِدّیق کہلاتا ہے، کیونکہ اس میں صِدْق کی صِفَت مُتَحَقِّق ہو جاتی ہے اور وہ مُخْلِص کہلانے سے بھی مُسْتَغْنِی ہو جاتا ہے۔ پھر اسے عارِف کہا جاتا ہے کیونکہ وہ راسِخُ الْعِلْم ہو جاتا ہے اور اب اسے صادِق کہنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد اسے مُقَرَّب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قُرْب کا مُشاہَدہ کر کے مَقامِ قُرْب پر فائز ہو جاتا ہے اور اب اسے عامِل (یعنی عِبادَت گزار) کہلانے کی ضَرورت بھی نہیں رہتی۔

کامل کی موجودگی میں غیر کامل کا تذکرہ

صِدّیق، عارِف اور مُقَرَّب یہ کامِل نام اور کامِل اَحْوال ہیں جب ان کا تذکرہ ہو تو ان سے کم دَرَجہ کے حال کے ذِکْر کی ضَرورت رہتی ہے نہ کسی وَصْف کو ذِکْر کرنے کی کوئی حاجَت۔ جیسا کہ صاحِبِ خوف یا صاحِبِ رِجا کو صِرف خوف یا صِرف رِجا والا کہنا۔ اس لیے کہ اس میں دونوں اَوصاف بدَرَجۂ اَتَم اِعْتِدال کی حالَت میں مَوجُود ہوتے ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ جب کسی بندے پر خوف و رِجا غالِب آتے ہیں تو وہ اس کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کسی کو کہتے ہیں کہ وہ عارِف یا مُقَرَّب یا صِدّیق ہے تو اس میں چار اَوصاف بھی شامِل ہوتے ہیں یعنی وہ یقینی طور پر صاحِبِ مَحبَّت، صاحِبِ خوف، صاحِبِ رِجا اور صاحِبِ عَمَل بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ جب آپ کسی ہاشِمی کو پکاریں تو آپ کو اسے قُرَشی یا عربی کہنے کی ضَرورت نہیں ہوتی کیونکہ ہر ہاشِمی عربی بھی ہوتا ہے اور قُرَشی بھی۔

لہٰذا جب آپ کسی کو اس کے کامِل وَصْف کے ساتھ پکارتے ہیں تو اس کے باقی اَوصاف بھی اس میں شامِل ہوتے ہیں یعنی جب آپ کسی کو حَسَنی یا حُسَینی کہتے ہیں تو اب اسے ہاشِمی، قُرَشی یا عَلَوِی کہنے کی ضَرورت نہیں اگرچہ وہ ہاشِمی، قُرَشی اور عَلَوِی بھی ہے۔ اس لیے کہ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ہر حَسَنی یا حُسَینی لازِمی طور پر ہاشِمی، قُرَشی اور عَلَوِی بھی ہو گا۔ مگر جب آپ کسی کا عربی یا ہاشِمی یا قُرَشی یا عَلَوِی ہونا بیان کرتے ہیں تو اس شخص کو آپ کی بیان کردہ عَلامَت کے بغیر نہیں پہچانا جاسکتا کیونکہ مُمکِن ہے کہ وہ غایَتِ نَسَب میں عَلَوِی تو ہو مگر حُسَینی نہ ہو، ہاشِمی تو ہو مگر عَلَوِی نہ ہو، قُرَشی تو ہو مگر ہاشِمی نہ ہو اور عربی تو ہو مگر قُرَشی نہ ہو۔ اس لیے اس پر وُہی وَصْف لازِم آئے گا جو آپ اس کے حَسَب و نَسَب کے مُتَعَلِّق جانتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ کسی کا عارِف یا محبّ یا مُقرَّب یا صِدِّیق ہونا بیان کرتے ہیں تو یہ ایک کامل نام ہے اور ان تمام مَقامات میں کمال کا دَرَجہ رکھتا ہے جو تمام اَسباب کو شامل ہے۔ جیسا کہ آپ کا کسی کو حَسَنی کے نام سے پکارنا تمام نَسبوں کی شَرافَت پر فَوقِیت رکھتا ہے۔

مقامِ مَعْرِفت کا حُصول

مَقامِ مَعْرِفَت عَینِ یقین اور مُشاہَدۂ توحید کے بغیر دُرُست نہیں، اس طرح کہ مَقامِ یقین میں کوئی نفسانی بات باقی رہے نہ مُشاہَدۂ توحید میں مخلوق کا کوئی دِکھاوا باقی رہے۔ یوں یقین کے ذریعے فَنائے نَفْس کے بعد بندہ رُوحانی اور توحید کے بعد مُشاہَدۂ خالق کے وَقْت رَبّانی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ عارِف کو تمام اَحْوال میں مُسْتَغْرَق ہونے کی وجہ سے کسی حال سے مَوسُوم کیا جاسکتا ہے نہ تمام مقامات عُبُور کر جانے کی وجہ سے کسی ایک مَقام کے ساتھ خاص کیا جاسکتا ہے۔

دولتِ عرفان کو ظاہر کرنا منع ہے

عارِف کا حقیقی معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ جس شخص کو مَعْرِفَت کی دولت عَطا کی جائے وہ فَضْل و شَرَف کے اِنْتِہائی دَرَجہ پر فائز ہو، دیگر اَفراد کے نزدیک اس قَدْر اجنبی ہو کہ وہ اسے پہچانتے نہ ہوں، اگر اس نے اپنے عِرفان کی دولت سے مالامال ہونے کو ان پر ظاہِر کر دیا یا وہ کسی طریقے سے اسے پہچان گئے تو یہ عارِف نہیں۔

کسی بُزُرگ نے عارِف کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا کہ عارِف وہ ہوتا ہے جو ہر شے کو جاننے والا ہو مگر کوئی شے اسے جاننے والی نہ ہو۔

ایک قول میں ہے کہ عارِف وہ ہے جو ظاہِر ہو مگر دِکھائی نہ دے اور دِکھائی دے مگر چھپا ہوا ہو۔

ایک قول کے مُطابِق اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کو جانتا و پہچانتا ہو مگر کوئی اسے جانے نہ پہچانے کہ یِہی اَوصافِ رَبُوبِیَّت کا تقاضا ہے کیونکہ وہ رُوحانی و رَبّانی ہے۔

تین۳ مقامات کی خاصیت

تین۳ مَقامات ایسے ہیں جن پر کسی مَقام کو قِیاس کیا جاسکتا ہے نہ کوئی مقام ان کی مِثْل ہو سکتا ہے، جس

نے ان پر کسی مَقام کو قِیاس کیا اس نے غَلَطی کی اور جس نے ان میں سے کسی مَقام کی مُماثَلت اِختیار کی گویا اس نے مَقامِ نبوّت، مَقامِ مَعرِفَت اور مَقامِ مَحبُوبِیَّت کا دعویٰ کیا۔ یہ سب باتیں ہم نے **کِتَابُ الْمُحِبِّیْن** میں مَقامِ مَحبَّت کی شَرح کرتے ہوئے بیان کر دی ہیں۔

یہ سب اہلِ خوف کے طریق اور عارِفین کی جُملہ صِفات ہیں کیونکہ وہ سب قُرب و اِقْتِراب کے دَرَجات میں بَاہم مُختَلِف، مَقامِ تَقَرُّب و تَقرِیب میں بَاہم بُلند تر اور مَقامِ تَعَرُّف و تَعرِیف میں بَاہم رفیع ہیں۔ چنانچہ مُشاہَدِین میں سے اہلِ یقین جو صِدّیقین میں سے مُقرَّبِین بھی ہیں اپنے مُشاہَدے پر قائم رہتے ہیں، ان کے لیے مَقامِ قُرب سے اِقْتِراب، مَقامِ تَقَرُّب سے تَقرِیب، مَقامِ تَعرِیف سے تَعَرُّف اور مَقامِ اِیلاف سے تالیف ہے، اس لیے کہ ان کا مَقام قریب سے اَقرب اور عالی سے اعلیٰ ہے، یہی لوگ سابقین ہیں۔ اہلِ مَقاماتِ یقین کے لیے مَقامِ قُرب و تَقَرُّب اور مَقامِ حُبّ و تَحَبُّب کی اِبْتِدا ہے، نیز ان کے لیے مَقامِ تَاَلُّف و تعریف بھی ہے اور یہی لوگ اَبرار ہیں۔

افضل ترین خوف

اہلِ خوف کا سب سے اَفضل طریقہ وہ ہے جس میں خوف نَفْس میں سَرایت کر جائے، نفسانی خواہش کو خَتم کر دے اور شہوات کی آگ کو بجھا دے۔ تو گویا مُجاہَدے کا بوجھ ہَٹ جاتا ہے، رِیاضَت کی مَشقّت کم ہو جاتی ہے، مَعْصِیَّت کی حَلاوَت خَتم ہو جانے کی وجہ سے عِبادَت کی حَلاوَت پائی جاتی ہے، نَفْس و مَخلوق کے ساتھ اِنتشار خَتم ہو جانے کی وجہ سے حَق کے ساتھ یکسوئی ملتی ہے، دل کے مُشاہَدے کی وجہ سے نَفْس کو اطمینان حاصِل ہوتا ہے، باطِنی صِدق واِخلاص کی وجہ سے زُہد و رَضا کی نعمتیں ظاہر ہوتی ہیں، پھر اس کے بعد خوف دل میں قرار پکڑتا ہے اور اپنی حُدُود سے تَجاوُز نہیں کرتا یعنی جن مَقامات کا ہم نے ذِکر کیا ہے ان کی حُدُود سے آگے نہیں بڑھتا بلکہ بندے کو دائمی حُزن و مَلال اور خُشوع گھیر لیتے ہیں۔ یہ ایک ٹُوٹے ہوئے دِل کا وَصف اور اس بندے کا حال ہے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضِر ہوتا ہے تو وہ اس کی شِکَستَہ دِلی کو دُور فرما دیتا ہے اور یوں وہ ٹوٹنے کے بعد پھر دُرُست ہو جاتا ہے۔ کَشفِ یقین؛ خوفِ اِلٰہی رکھنے والے عالِم کے لیے مزید

اِنعام اور مُشاہَدۂ مُقرَّبین میں منتقلی کا باعث بنتا ہے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اپنے قریب پاتا ہے اور وُہی اس کا مَطْلُوب بن جاتا ہے کیونکہ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے دِل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر شِکَستہ ہوتے ہیں اور یوں وہ **اَہْلُ اللہ** میں سے ہو جاتا ہے۔

تذبذب کی حالت

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! مخلوق کو نفسانی خواہش کی حَلاوَت سے دُور رکھنے اور اسے اس جانِب بڑھنے سے روکنے والی دو[2] میں سے کوئی ایک بات ہو سکتی ہے یعنی خوف کا کڑوا گھونٹ حَلاوَتِ نَفْس پر غالِب آکر اسے برباد کر دیتا ہے یا حَلاوَتِ مَحبَّت غالِب آ جائے تو حَلاوَتِ نَفْس اس میں غَرق ہو کر خَتْم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہ پائی جائے تو بندہ دونوں حالتوں کے درمیان تَذَبْذُب کا شِکار رہتا ہے۔ اَہْلِ خوف کی طرف ہو گا نہ اَہْلِ مَحبَّت کے ساتھ، بلکہ مُتَرَدِّدِین میں شُمار ہو گا۔

رحمتِ خداوندی سب سے بڑی ہے

ایک خائِف کی عَقْل خَتْم ہو گئی اور خوف اسے مایُوسی و نااُمّیدی کی طرف لے گیا تو امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اس سے اِرشَاد فرمایا: میں تیری جو حالَت دیکھ رہا ہوں، یہ کس وجہ سے ہوئی ہے؟ اس نے عَرض کی: میرے گناہ بہت بڑے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رَحْم فرمائے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت تیرے گناہوں سے بہت بڑی ہے۔ عَرض کرنے لگا کہ میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں، کوئی شے ان کا کفّارہ نہیں بن سکتی۔ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: تیرا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحْمَت سے مایُوس ہونا تیرے گناہوں سے بھی بڑا ہے۔

خوف وہ کام کرتا ہے جو رجا نہیں کرتی

خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، جو مُرِیدِین و عَابِدِین کے دِلوں سے وہ باتیں بھی نِکال دیتا ہے جنہیں رِجا نہیں نِکال پاتی۔ چنانچہ وُہی دل اسے قبول کرتے ہیں جو زُہد کی اِنتہا پر فائز ہوں، توبہ

کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور سختی سے نَفْس کی نگرانی کرنے والے ہوں۔ بسا اوقات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اَہْلِ رِجا کے ساتھ مَحبَّت میں یہ سب کچھ کر دیتا ہے حالانکہ مَقامِ رِجا سے کَرَم اور حَیا پیدا ہوتے ہیں۔

خوف کے پانچ طبقات

خوف اَہْلِ خوف کے تمام مقامات کا ایک جامِع نام ہے، اس کے پانچ طَبَقات ہیں اور ہر طبقے میں دَرْج ذیل تین مَقام ہیں:

﴿1﴾ خوف کا پہلا مَقام تقویٰ ہے اور اس مَقام میں مُتَّقِین، صَالِحِین اور عَامِلین ہوتے ہیں۔

﴿2﴾ خوف کا دوسرا مَقام اِحْتِیاط ہے اور اس مَقام میں اَہْلِ زُہْد، اَہْلِ وَرَع اور اَہْلِ خَشِیَّت ہوتے ہیں۔

﴿3﴾ خوف کا تیسرا مَقام خَشِیَّت ہے اور یہ مقام عَالِمِین، عَابِدِین اور مُحْسِنِین کے طَبَقات کا ہے۔

﴿4﴾ خوف کا چوتھا مَقام وَجَل ہے اور یہ ذَاکِرِین، مُخْبِتِین اور عَارِفِین کا ہے۔

﴿5﴾ خوف کا پانچواں مَقام اِشْفاق ہے اور یہ صِدِّیقِین یعنی شُہَدا اور مُحِبِّین و خاص مُقَرَّبِین کا مَقام ہے۔

خوفِ الٰہی کیسا ہونا چاہئے؟

ان سب حَضرات کا خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر اس کی صِفات کی مَعْرِفت پانے سے تعلّق رکھتا ہے جس کا سزاؤں کی وجہ سے اَعمال کے مُشاہَدے سے کوئی تعلّق نہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی: اے داود! مجھ سے ڈرو! جیسے تم کسی نُقْصان پہنچانے والے دَرِنْدے سے ڈرتے ہو۔[1] (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) دَرِنْدے سے انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کی طاقَت و قوّت کی وجہ سے ڈرتا ہے، کیونکہ اس کے چہرے پر ہَیْبَت و رُعب پایا جاتا ہے۔

خوف و رجا کے متعلق آخری باتیں

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اہل رِجا کو اپنے لُطف و کَرَم سے مُشاہَدے کی دولت عَطا فرماتا ہے، اپنی مہربانی اور خاص

---

[1] .... حیاۃ الحیوان، السبع، ۲/ ۲۲

نعمتوں سے نوازتا ہے تو انہیں رِجا کا اکثر حصّہ بھی عَطا فرماتا ہے۔ اسی طرح انہیں خوف کا وافِر حصّہ بھی عَطا ہوتا ہے جس کا ذِکر عام لوگوں کے لیے مُناسِب نہیں۔ وہ اپنی عقلوں سے اس کی حقیقت پاسکتے ہیں نہ ان کے لیے اسے واضِح طور پر بیان کرنا دُرُست ہے۔ ان کی طَلَب ان کی رِجا کے مُطابِق ہوتی ہے اور وہ اپنے پروردگار سے حُسنِ ظَن رکھتے ہیں۔ انہیں جو انعامات حاصِل ہوتے ہیں انہیں ان کے سِوا کوئی اور بیان کر سکتا ہے نہ ان کے سِوا کوئی جان اور پہچان سکتا ہے۔ وہ سب باتیں اور انعامات یہ ہیں:

- قُرب کے حصّے
- اُنس کی نعمت
- مَحبّت کا خُلُوص
- مُلاقات کی راحت
- حَمد کا سُرور
- مُناجات کی حلاوت
- دوستی کا خُلُوص
- عِبادَت کی خوشی
- باہم بات چیت کی خوشی
- خَلوت کا سُکون
- مُشارَکت کی خوشبو
- مُجالَست کا لُطف
- عِشق کی مَحبّت بھری باتیں
- دِیدار کا راز

پھر ان کے لیے صِفاتِ باری تعالٰی کے مَعانی کی تَجَلّی ظاہِر ہوتی ہے اور ان پر اَوصافِ باری تعالٰی کے مَحاسِن کے مَعانی کا ظُہور ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (پ۲۱، السجدۃ:۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں مَعلُوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اَصحابِ یمین کے لیے اَفعال کی نعمتوں کا اِظہار ہوتا ہے اور انہیں عَطا و بخشش اور فَضل وکَرَم سے نوازا جاتا ہے۔

خوف و رجا کا باہم لزوم

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس نے رِجا کا دامَن تھامے بغیر خوف سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی وہ اَذکار کے سمندر میں غَرق ہو جاتا ہے اور جس نے خوف کا دامَن نہ تھاما اور رِجا کی بنا پر عِبادَت کی وہ دھوکے و فریب کے جنگلوں میں سر گرداں رہتا ہے، مگر جس نے خوف و رِجا دونوں کا

دامَن تھام کر عِبَادَت کی وہ اَذکار کے راستے پر قائم رہتا ہے۔

اسی طرح کا قول حضرت سَیِّدُنا مَکْحُول نَسَفِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے بھی مَنْقُول ہے مگر آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اس فرمان میں حد کر دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

- جس نے صِرف خوف کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت کی وہ حَرُورِی [1] ہے۔
- جس نے صِرف رِجا کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت کی وہ مُرجی [2] ہے۔
- جس نے صِرف مَحبَّت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت کی وہ زِنْدِیق [3] ہے۔
- لیکن جس نے عِبَادَت میں خوف، رِجا اور مَحبَّت تینوں کا دامَن تھامے رکھا وہ مُوَحِّد ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ......حَرُورِی سے مُراد یہاں حَرُورِیہ گروہ کے لوگ ہیں جنہیں خَوارِج بھی کہتے ہیں، انہوں نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے خِلاف بَغَاوَت کی تھی اور انہیں حَرُورِیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے مَقامِ حَرُوراء پر پڑاؤ کیا تھا۔

[2] ......مُرجی سے مُراد مُرجِئہ فِرقہ ہے۔

[3] ......قوت القلوب کے ایک نسخے میں یہاں زِنْدِیق کی جگہ جُہمِیّہ فِرقے کے مُتَعَلِّق مَنقُول ہے کہ جو باتیں تو کرتے ہیں مگر اپنے اَعمال میں حُدُودِ باری تعالٰی سے تجاوُز کر جاتے ہیں۔

مقاماتِ یقین میں سے چھٹا مقام

مقامِ زُہد کی شَرح اور زاہدین کے اَحوال

زاہدین ہی عالم ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قارُون کا ذِکر کرتے ہوئے زاہِدین کو عُلَما کے نام سے پکارا چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِهٖ فِیۡ زِیۡنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَیۡلَکُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوۡنَ ﴿۸۰﴾ (پ ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زِندَگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارُون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں عِلْم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو اِیمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صَبر والے ہیں۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں اَہْلِ عِلْم سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں زُہد اپنایا۔

زاہدین کا اجر و ثواب

زاہِدین کے اَجر و ثواب کے مُتعلِّق اِرشاد ہوتا ہے:

اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا (پ ۲۰، القصص: ۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبر کا۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں بھی مَنْقُول ہے کہ ان لوگوں کو دوگنا اَجر دیا جائے گا جنہوں نے دنیا میں زُہد اِخْتیار کرنے پر صَبر کیا۔

فقیروں کو صبر پر فرشتوں کا سلام

ایک مَقام پر ہے:

وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍۚ(۲۳) سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (پ۱۳، الرعد: ۲۳، ۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صَبْر کا بدلہ۔

مَنْقُول ہے کہ یہاں بھی فَقْر پر صَبْر کرنا مُراد ہے۔

دنیاوی آرائش پر صبر کی فضیلت

مذکورہ دونوں آیاتِ مُبارَکہ دُنْیاوِی لذّتوں سے منہ موڑ کر صَبْر کا دامَن تھامنے پر شاہِد ہیں۔ چنانچہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عُلَمائے کِرام کے اَوصاف میں یہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے وہ جنہیں عِلْم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو اِیمان لائے۔ ﴾ تو اس کے فوراً بعد ان کی تعریف میں مزید اِرشَاد فرمایا: ﴿ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ انہیں کو مِلتا ہے جو صَبْر والے ہیں۔ ﴾ یعنی جو شخص (اُس) دُنْیاوِی زیب وزِیْنَت سے (یعنی جس حالَت میں قارُون بڑی شان سے نکلا تھا اس سے) منہ موڑ کر صَبْر کا دامَن تھامے رکھتا ہے اَجر اسی کو ملتا ہے (اور وُہی لوگ زاہِدین وصابِرین شُمار ہوتے ہیں)۔

ان پر مزید کَرَم ہوتا ہے اور کچھ یوں تعریف سے نوازے جاتے ہیں: ﴿ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ۲۰، القصص: ۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: ان کا اَجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صَبْر کا۔ ﴾

زاہد کے لیے دو۲ اجر

زاہِد کے لیے گویا دو۲ اَجر ہیں: ایک اس کے فَقْر پر صَبْر کرنے اور دوسرا زُہد اِخْتیار کرنے کی بنا پر۔ چنانچہ مَفْلُوکُ الْحَال فقیر کے لیے فَقْر کے پائے جانے اور زُہد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مال دار کے مُقابَلے میں ایک اَجر ہے۔ اسی معنیٰ پر دَلَالَت کرنے والی دو۲ روایات میں سے ایک میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے فقیر مال داروں سے 40 خریف پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔[1] جبکہ دوسری رِوایَت میں ہے کہ مومِن فقیر مال داروں سے 500 سال پہلے جنّت

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء... الخ، ۴/۱۵۸، حدیث: ۲۳۶۲

میں داخِل ہوں گے۔[1] چنانچہ جو زُہد کے پیکر فقیر حضرات نیکوکار مال داروں سے 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے ان کا شُمار خواص اہلِ یقین فُقَرا میں ہوتا ہے۔ مگر وہ مومن فقیر جو زاہِد نہ ہو وہ اپنے فَقْر کی بنا پر امیروں سے 40 خریف پہلے جنّت میں داخِل ہو گا کہ اس کا شُمار عام فُقَرا میں ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں حالتوں میں مال دار لوگ کم مَرتَبہ ہوں گے اور دنیا میں ان کی مال داری کے سَبَب حاصِل مَقام و مَرتَبہ کی بنا پر تمام فُقَرا ان سے پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے جبکہ عام دنیادار مال دار لوگ حِساب کے لیے کھڑے رہیں گے اور ان سے دولت کمانے اور خَرْچ کرنے کے مُتَعَلِّق پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ تیسری رِوایَت میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: میں نے جنّت میں جھانکا تو اکثر جنّتیوں کو فقیر پایا اور جہنّم میں جھانکا تو اکثر جہنمیوں کو مال دار پایا۔[2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ یوں ہیں: میں نے پوچھا: مال دار کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ انہیں ان کے (حِساب کِتاب کے) حصّے نے روک لیا ہے۔[3]

زاہد فقیروں کا مواخذہ نہ ہو گا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زاہِد فقیروں کو مُحْسِن کا نام دیا اور ان سے (حُجّت و مُطالَبہ وغیرہ کی) ہر راہ کو دُور فرماتے ہوئے ان کے مُتَعَلِّق اِرشاد فرمایا:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ (کوئی حَرَج ہے) ان پر جنہیں خَرْچ کا مَقْدُور (طاقت) نہ ہو۔

پھر اِرشاد فرمایا:

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

مال داروں کا مواخذہ ہو گا

اس کے بعد ان لوگوں پر نَصّ بیان کی جن پر حُجّت اور مُطالَبہ ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاءان فقراء...الخ، ۴/۱۵۸، حدیث: ۲۳۶۱

[2] ......بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانھامخلوقۃ، ۲/۳۹۰، حدیث: ۳۲۴۱، الاغنیآء بدلہ النسآء

مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۵۸۲، حدیث: ۶۶۲۲

[3] ......مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء...الخ، ص ۱۴۶۴، حدیث: ۲۷۳۶، مفھوماً

اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ‌ ۚ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَـوَالِفِ ۙ (پ۱۰، التوبۃ:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: مُواخذہ (پکڑ) تو ان سے ہے جو تم سے رُخصت مانگتے ہیں اور وہ دولت مند ہیں انہیں پسند آیا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں۔

احسان زاہدین کا مقام ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درج ذیل فرمانِ عالیشان کی تاویل بھی اسی مفہوم پر دَلالت کرتی ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ (پ۱۵، الکھف:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔

مَنقُول ہے کہ یہاں ﴿ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴾ سے مُراد **اَزۡهَدُ فِي الدُّنۡيَا** ہے یعنی دنیا میں کون زیادہ زُہد اِختیار کئے ہے؟ گویا اِحسان زاہدین کا مَقام ہے اور یہی یقین کی صِفَت بھی ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتَعَلِّق عَرض کی گئی تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس کی یہی تفسیر بیان کی۔ چنانچہ مَروِی ہے کہ جب آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عَرض کی گئی: مَا الۡاِحۡسَانُ؟ اِحسان کیا ہے تو اِرشاد فرمایا: اَنۡ تَعۡبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ یعنی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عِبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے۔[1] مُراد یہ ہے کہ یقین کے ساتھ عِبادت کرے اور یہی تو (ذاتِ حق کا) مُشاہدہ ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں) میری زِندگی کی قَسَم! زُہد اہل یقین کا حال ہے کیونکہ یہ یقین کا مُتَقاضِی ہے اور اس سے مُراد ہِدایت یافتہ مُتَّقِین رَحِمَهُمُ اللهُ المُبِین ہیں جنہیں یقین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛ فِيۡهِ ۛ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ (پ۱، البقرۃ:۲، ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ بُلند رُتبہ کِتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہِدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے اِیمان لائیں اور نَماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان... الخ، ص ۲۳، حدیث: ۹

یہاں وہ لوگ مُراد ہیں جو کچھ بچا کر نہیں رکھتے بلکہ جو رِزْق دیا جاتا ہے خَرْچ کر دیتے ہیں اور آخِرت پر یقین رکھتے ہیں اور آخِرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا یہ وَصْف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور آخِرت پر یقین رکھیں وُہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہِدایت پر ہیں اور وُہی مُراد کو پہنچنے والے۔ (پ ۱، البقرۃ:۴، ۵)

ایک وہم اور اس کا ازالہ

فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو اُبلتے ہوں اس غم سے کہ خَرْچ کا مَقْدُور نہ پایا۔ ﴾ سے وہ لوگ دلیل پکڑ سکتے ہیں جنہیں یہ وَہم ہے کہ مال دار لوگ فُقَرا سے اَفضل ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں تَدَبُّر کرنے والوں کے نزدیک یہ آیتِ مُبارَکہ فُقَرا کے حال کے کمال میں اِضافے کا باعث ہے۔ اس لیے کہ ان کا شُمار مُحسِنِین میں ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ (پ ۱، البقرۃ:۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

یعنی حَقِّ رَبُوبِیَّت کے عظیم مُشاہدہ کی بنا پر ان کے حُزن، ڈر اور کوتاہی کے خوف میں مزید اِضافہ ہوا گویا وہ گناہ گار ہیں، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں نیکوکار ہونے کی بَشارت دی اور اِرشاد فرمایا: ﴿ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ (پ ۱۰، التوبۃ: ۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ﴾۔

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دُنیاوی مصیبتوں پر صَبْر کرنے اور دنیا کو مَذمُوم جاننے کی تعریف فرمائی کیونکہ ان کا رونا دنیا کے فوت ہونے اور مال داری چاہنے کی بنا پر نہ تھا بلکہ ان کا حُزن فَقْر میں اِضافے کی طَلَب پر تھا تاکہ انہیں خَرْچ کرنے کو کچھ ملے اور وہ اسے خَرْچ کر کے پھر فقیر ہو جائیں، اس طرح مال خَرْچ کرنے سے دنیا میں ان کا فَقْر مزید بڑھ جائے، لہٰذا ان کا حُزن کَثْرتِ اِنفاق اور حقیقی دُنیاوی فَقْر کے حُصُول پر تھا۔

یہ فُقَرا کی دوسری فضیلت ہے جو انہیں فَقْر میں اِضافے کی وجہ سے حاصِل ہوئی نہ کہ مال جَمْع و ذخیرہ

کرنے کی بنا پر۔ اَہلِ اِستِنْباط اور اَہلِ فِکْر و دانش کے نزدیک اس آیتِ مُبارَکہ سے فُقَرا کو جو سب سے اعلیٰ فضیلت حاصِل ہوئی ہے وہ ان کا **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حال سے مُشابَہت اِختیار کرنا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ۪ ترجمۂ کنز الایمان: تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ (پ۱۰، التوبة: ۹۲)

پھر ان فُقَرا کے حُضور نبی رَحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مِثْل اَوصاف ذِکر فرمائے کیونکہ یہ لوگ دَرَجہ بدَرَجہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُشابِہ ہیں۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا: ﴿ **اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ**ؕ(۹۲) (پ۱۰، التوبة: ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: اس غم سے کہ خَرچ کا مَقْدُور نہ پایا۔ ﴾

مَعْلُوم ہوا جو شخص **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے (فَقْر میں) زیادہ مُشابِہ ہو گا وُہی اَفضل ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دنیا میں مومن کا تحفہ فَقْر ہے۔[1] (صاحبِ کتاب امامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فَقْر کو مومن کے لیے مُبارَک تحائف میں سے ایک تحفہ قرار دیا ہے۔ جبکہ ایک مَشْہور رِوایَت میں ہے کہ فَقْر مومن کیلئے عُمدہ گھوڑے کے رُخسار پر پڑی لگام سے زیادہ خُوبصُورت ہے۔[2]

جنّت میں سب سے آخر میں داخِل ہونے والے نبی اور صحابی

فَقْر حُضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِختیار کردہ، اَنبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا شِعار اور اعلیٰ برگزیدہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور اَصْفِیائے عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ، مَرْوِی ہے کہ مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: سب سے آخِر میں جو نبی جنّت

---

[1] ......فردوس الاخبار، باب التاء، ۱/۳۰۵، حدیث: ۲۲۱۹

[2] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزهد، ۸/۱۳۱، حدیث: ۶۲، بتغیر قلیل

الزهد لابن مبارک، باب ما جاء فی الفقر، ص ۱۹۹، حدیث: ۵۶۸

میں داخِل ہوں گے وہ اپنی سَلْطَنَت کی وجہ سے (حضرت سَیِّدُنا) سلیمان بن داود (عَلَیْہِ السَّلَام) ہوں گے اور میرے صحابہ میں جو سب سے آخِر میں جنّت میں داخِل ہو گا وہ دنیا میں اپنی مال داری کی وجہ سے عبد الرحمٰن بن عوف ہوں گے۔[1] ایک رِوایَت میں ہے: میں نے انہیں جنّت میں رینگ کر (یا گھِسَٹ کر) داخِل ہوتے دیکھا۔

مہاجرین و اہلِ صفہ کی فضیلت

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہمیں نہیں مَعْلُوم کہ اُمَّت میں مُہاجرین و اَہلِ صُفّہ کے دو گروہوں سے بڑھ کر بھی کوئی اَفضل ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سب کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ (پ ۲۸، الحشر: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے۔ ﴾ اور دوسرے مَقام پر اِرشَاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خُدا میں روکے گئے۔ ﴾

یہاں دونوں آیاتِ مُبارَکہ میں فَقْر کو ان کے اَعمال یعنی ہجرت کرنے اور راہِ خُدا میں روکے جانے سے پہلے ذِکْر فرمایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے پسند فرماتا ہے اس کی تعریف اسی چیز سے فرماتا ہے جس کی بنا پر اسے پسند فرماتا ہے اور کسی کو پسند کئے بغیر اس کی تعریف بھی نہیں فرماتا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ (پ ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ انہوں نے دنیا کے حُصُول میں صَبْر سے کام لیا۔

رسولوں کے امین

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: عُلَمارسولوں کے امین ہیں جب تک کہ دنیا میں داخِل نہ ہوں اور جب وہ دنیا میں داخِل ہوں تو اپنے دین کے مُعَاملے میں ان سے

---

[1] ......معجم اوسط، ۳/ ۱۳۹، حدیث: ۴۱۱۲، بدون: آخر اصحابی... الخ

تفسیر غرائب القرآن (المعروف تفسیر نیسابوری)، پ ۲، البقرۃ: ۱۵۳، ۱/ ۴۲۲

دُور رہو۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ کلمہ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) بندوں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو دُور کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اس شے کے حُصُول میں مگن نہ ہوں گے جو ان کی دنیا سے کم ہوئی ہو گی۔[2] ایک رِوایَت میں اَلفاظ یوں ہیں کہ جب تک وہ اپنے دینی مُعَاملے میں دُنْیَاوِی مُعَاملے کو ترجیح نہ دیں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے اور پھر کلمہ طیبہ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ) پڑھیں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: تم جھوٹے ہو، اِقْرَارِ توحید میں سچے نہیں۔[3]

اللہ کی بندے سے محبت

اَہْلِ بَیْت سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کو پسند فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب کسی سے حد دَرَجہ مَحَبَّت فرماتا ہے تو اسے اِقْتِنَا سے نوازتا ہے۔ عَرْض کی گئی: اِقْتِنَا سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اس کے اَہْل وعَیَال باقی رہنے دیتا ہے نہ مال۔[4]

اللہ کی بندے سے ناراضی

اَہْلِ کِتَاب سے مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی وَلِی کی جانب وَحِی فرمائی: اس بات سے ڈر کہ جب میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں اور تو میری نَظَر سے اس طرح گر جائے کہ میں تجھ پر دنیا اُنڈیل دوں۔

تمام نیکیوں کا جامع عمل

مَنْقُول ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کے عِلاوہ کوئی بھی نیک عَمَل ایسا نہیں جو تمام نیکیوں کا جامِع ہو۔

---

[1] ......تنبیہ الغافلین، باب العمل بالعلم، ص ۲۳۴، حدیث: ۶۴۴، بتغیر قلیل

[2] ......معجم اوسط، ۴/۱۱۷، حدیث: ۵۴۰۸، بتغیر

نوادر الاصول، الاصل الخامس عشر والمائتان، ۲/۷۸۴، حدیث: ۱۰۹۱، بتغیر قلیل

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الخامس عشر والمائتان، ۲/۷۸۴، حدیث: ۱۰۹۰

الزھد لابن ابی عاصم، ص ۱۱۵، حدیث: ۲۸۸

[4] ......حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، ۱/۵۸، حدیث: ۵۶، بتغیر

الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، ۴/۴۵۵، حدیث: ۲۴۹۹، بتغیر

چنانچہ کسی صحابی کا قول ہے کہ ہم نے ہر قسم کے نیک عَمَل کی پیروی کی مگر اُمُورِ آخِرت میں دنیا میں زُہد اپنانے سے بڑھ کر کوئی عَمَل نہیں دیکھا۔[1]

کسی صحابی نے اوّلین تابعین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِین سے اِرشَاد فرمایا: تم اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان سے بڑھ کر عَمَل اور مُجاہَدہ کرنے والے ہو مگر پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ فرمایا: وہ تم سے زیادہ دنیا میں زُہد کا دامَن تھامے ہوئے تھے۔[2]

سب سے زیادہ دین کی مدد گار شے

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی اپنے شہزادے کو کی گئی وصیتوں میں ہے: جان لو! دین پر سب سے زیادہ مَدد کرنے والی شے دنیا میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔[3]

زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے

مَنْقُول ہے کہ جو دنیا میں 40 دن زُہد اِختیار کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دِل میں حِکْمَت کے چشمے پیدا فرما دیتا ہے، پھر ان چشموں کو اس کی زبان سے جارِی فرما دیتا ہے۔[4]

ایک رِوایَت میں ہے: جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا میں زُہد کی دولت سے مالا مال کیا گیا ہے تو اس کی قُرْبَت حاصِل کرو کہ وہ حِکْمَت کی باتیں بتائے گا۔[5] چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے حِکْمَت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۶۹)

---

[1] ......الزھد لابی داود، من اخبار ابی واقد، ص ۳۲۲، حدیث: ۳۸۵

[2] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۱۷۳، حدیث: ۵۰۱

[3] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر الله، ص ۳۷۳، حدیث: ۱۰۵۹، بتغیر قلیل

[4] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، ۶/ ۵۳۳، الرقم: ۱۴۵۷، عبد الملک بن مھران الرفاعی، بدون: وانطق بھا لسانہ
حلیۃ الاولیاء، محمد بن علی الباقر، ۳/ ۲۲۳، حدیث: ۳۷۷۹، بتغیر

[5] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ۴/ ۴۲۲، حدیث: ۴۱۰۱، بدون: صمتاً

غمِ دنیا کی نحوست

مذکورہ تمام باتیں رِوایات میں مَرْوِی ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ جس نے اس حال میں صُبْح کی کہ اسے دنیا کا غَم لاحِق تھا تو ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے مُعَاملے کو مُنْتَشِر فرما دیتا ہے ❀ اس کے مال کو اس پر بکھیر دیتا ہے ❀ اس کے فَقْر کو اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے ❀ دنیا اس کے پاس اتنی ہی مِقْدار میں آتی ہے جو اس کی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔

فکرِ آخرت کی برکت

البتہ! جو شخص اس حال میں صُبْح کرتا ہے کہ اسے آخِرت کی فِکْر لاحِق ہوتی ہے تو ❀ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی فِکْروں کو یکسُو فرما دیتا ہے ❀ اس کے مال کو اس پر جَمْع کر دیتا ہے ❀ اس کے دِل میں غِنا ڈال دیتا ہے اور ❀ دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے۔[1]

اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: جو آخِرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخِرت میں اس کا کچھ حِصّہ نہیں۔

(پ ۲۵، الشورٰی: ۲۰)

مَجْمُوْمُ الْقَلْب سے مُراد

ایک رِوایَت میں ہے کہ (صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں) ہم نے عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ یعنی کون لوگ بہتر ہیں؟ اِرشاد فرمایا: مَجْمُوْمُ الْقَلْبِ صَدُوْقُ اللِّسَانِ۔ ہم نے عَرض کی: یہ مَجْمُوْمُ الْقَلْب کون ہے؟ اِرشاد فرمایا: وہ صاف ستھرا اور پرہیزگار شخص جس کے دِل میں دھوکا ہو نہ مِلاوَٹ، حَسَد ہو نہ سرکشی۔ عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس راہ پر

---

[1] ....ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ۴/۴۲۴، حديث: ۴۱۰۵، بتغير

کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جو دنیا سے نَفرت اور آخِرَت سے مَحبَّت رکھتا ہے۔[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ تین۳ باتیں

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے دَرْج ذیل تین۳ باتیں مَعْلُوم ہوتی ہیں)

﴿1﴾ ہر شے اپنی ضِد سے پہچانی جاتی ہے جیسا کہ اپنی مِثْل سے پہچانی جاتی ہے چنانچہ نَفْرت کی ضِد مَحبَّت اور زُہد کی ضِد رَغْبَت ہے۔

﴿2﴾ سب سے بُرے لوگ وہ ہیں جو دنیا سے مَحبَّت رکھتے ہیں اور یہ کہ دنیا کو مَرغُوب جاننے والا اسے مَحْبُوب بھی جانتا ہے۔ دنیا کا حُصُول اور اس کی کَثْرَت دنیا میں رَغْبَت رکھنے کی عَلامَت ہے، ایسا کیونکر نہ ہو حالانکہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تو چاہتا ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنا مَحْبُوب بنالے تو دنیا میں زُہد اپنالے۔[2] گویا زُہد اپنانا مَحبَّتِ باری تعالیٰ کا سَبَب ہے کہ اس طرح زاہِد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا حبیب بن جاتا ہے۔ لہٰذا زُہد کو سب سے اَفضل حال ہونا چاہئے کیونکہ مَحبَّت سب سے اعلیٰ مَقام ہے۔

﴿3﴾ جس نے دنیا کو مَرغُوب جانا یقیناً اس نے خود کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے لیے پیش کر دیا کہ جس سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ چنانچہ دنیا کو مَحْبُوب رکھنے والے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ناراض ہوتا ہے۔

زاہدوں کا اجر و ثواب

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اپنے تمام نیک اَعمال کو زاہِدوں کے مِیزان میں ڈال دو تو بھی ان کے زُہد کا ثواب زیادہ ہوگا۔ مزید فرماتے ہیں: بروزِ قِیامت عابِدین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے ترازو میں ہوں گے اور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام زاہِدین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الورع والتقوى، ۴/۴۷۵، حديث: ۴۲۱۶
شعب الايمان، باب فى حفظ اللسان، ۴/۲۰۵، حديث: ۴۸۰۰

[2] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الزهد فى الدنيا، ۴/۴۲۲، حديث: ۴۱۰۲، بتغير

کے ترازو میں ہوں گے، لہٰذا دنیا کو محبوب جاننے والا کوئی بھی شخص ہرگز محبتِ باری تعالیٰ کی خواہش نہ رکھے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا کی محبت کو پسند نہیں فرماتا۔

دنیا اور دنیادار جہنمی ہیں

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب سے دنیا پیدا فرمائی ہے اس کی جانب (رحمت بھری نگاہ سے) نہیں دیکھا۔[1] بلکہ (بروزِ قیامت) اس سے ارشاد فرمائے گا: اے بے وقعت شے چُپ ہو جا! تو اور تیرے چاہنے والے (یعنی دنیادار) جہنمی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت دنیا کے متعلق ارشاد فرمائے گا: ان میں سے جو میرے لیے ہے اسے الگ کرلو اور باقی سب کو جہنم میں پھینک دو۔[2]

دنیا و مافیہا سب ملعون ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اللہ کے ذِکر اور اس جیسی چیزوں کے علاوہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب ملعون ہے۔[3]

دنیا ابلیس کی مانند ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دنیا ابلیس کی مانند ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بُعد (یعنی اپنی رحمت سے دُور کرنے) اور لعنت کے لیے پیدا فرمایا تا کہ اسے اور اس کے ذریعے دوسروں کو آزمائش میں مبتلا کرے اور اسے اور اس کے سبب دوسروں کو ہلاک کرے۔

---

[1] ......شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۳۸، حدیث: ۱۰۵۰۰
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۳۵، حدیث: ۴۰

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۲۰، حدیث: ۶، بتغیر قلیل
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام عبادة بن الصامت، ۸/۲۰۲، حدیث: ۱

[3] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ۴/۱۴۴، حدیث: ۲۳۲۹
ابن ماجه، کتاب الزھد، باب مثل الدنیا، ۴/۴۲۸، حدیث: ۴۱۱۲

دنیا ایک مردار ہے اور شیطان ایک کتا

کسی صاحِبِ کَشف بزرگ نے دنیا کے مُشاہَدے کا حال کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ میں نے دنیا کو مُردار کی شکل میں اور شیطان کو کُتّے کی شکل میں یوں دیکھا کہ وہ دنیا سے چپکا ہوا تھا۔ پھر میں نے یہ نِدا سنی: تو میرے کُتّوں میں سے ایک کُتّا ہے اور یہ مُردار میری مخلوق میں سے ہے جسے میں نے اپنی مخلوق میں سے تیرا حِصّہ قرار دیا ہے، اب جو تجھ سے اس مُعامَلے میں جھگڑا کرے گا میں تجھے اس پر مُسلّط کر دوں گا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مَعْلُوم ہوا دنیا شیطان کا گھر ہے، اب جو دنیا کے جس قَدْر حِصّے پر قُدْرَت پائے گا شیطان اسی قَدْر اس پر مُسلَّط ہو گا۔

دنیا صرف دنیاداروں کو نوازتی ہے

کسی ولی کو دنیا ایک عورت کی شکل میں دِکھائی گئی تو انہوں نے دیکھا کہ مخلوق کے ہاتھ دنیا کی جانِب پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ان کے ہاتھوں پر کچھ ڈال رہی ہے اور اس کے پاس سے گزرنے والے (زاہِدین کے) ایک گروہ کو دیکھا جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ انہیں کچھ نہیں دے رہی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: وہ کیا شے ڈال رہی تھی؟ اِرشَاد فرمایا: وہ کوئی لذّت سے بھرپور شے تھی۔

دنیا سے نفرت پیدا کرنے کا طریقہ

حضرت سَیِّدُنا مَعْرُوف کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَلِی کو دنیا ایک ایسی بوڑھی عورت کی شکل میں دکھائی گئی جو سیاہ و سفید بالوں والی تھی اور بُڑبُڑا رہی تھی، نیز اس نے مُختَلِف رنگوں سے چہرے کو سجا رکھا تھا (یعنی خوب میک اپ Make-up کیا ہوا تھا) فرماتے ہیں کہ میں نے (اسے دیکھ کر) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ طَلَب کی تو وہ بولی: اگر تم واقعی مجھ سے جان چھڑا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں آنا چاہتے ہو تو دِرْہَم سے نَفرت کرو۔

بروزِ قیامت دنیا کی اِلتجا

سرورِ کائنات، فَخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب سے دنیا کو پیدا فرمایا ہے وہ آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری ہوئی ہے، وہ اس کی جانِب دیکھتا ہی نہیں۔ بروزِ

قِیامت دنیا عَرض کرے گی: اے میرے پروردگار! آج تو مجھے اپنے کسی ادنیٰ دَرَجے کے وَلی کا حِصّہ قرار دیدے۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: اے بے وَقْعَت شے! چُپ ہو جا، جب میں نے دنیا میں ان کے لیے تجھے پسند نہیں کیا تو کیا آج ان کے لیے پسند کروں گا؟[1]

گھٹیا دل کی پسند

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین میں سے کسی کا فرمان ہے کہ دُنیا اِنتہائی گھٹیا ہے اور اس سے زیادہ گھٹیا وہ دِل ہے جو اسے پسند کرتا ہے۔

دنیا کے کتے

امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے مَرْوِی ہے کہ دنیا ایک مُردار ہے، لہٰذا جو اس کی خواہش کرے اسے چاہئے کہ کُتّوں کی مُزاحَمت پر صَبر کرے۔[2]

مال داروں سے میل جول

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام سے مَنْقُول باتوں میں ہے: اگر تو فقیر سے اس طرح نہ ملے جس طرح مال دار سے ملتا ہے تو میں نے تجھے جتنے عُلُوم سکھائے ہیں انہیں مٹّی تلے دَفْن کر دے،[3] جب کسی فقیر کو اپنی طرف آتے دیکھو تو اسے مَرْحَبا کہو کہ یہ نیک لوگوں کا شِعَار ہے اور جب کسی مال دار کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو: (لگتا ہے) کسی گناہ کی سزا جلد ہی مل گئی ہے۔[4]

اخبارِ داودی

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طَالِب مَکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارے اِمام (یعنی داوداُمُرْشِد)

---

[1] ......شعب الایمان، باب في الزهد وقصر الامل، ٧/٣٣٨، حديث: ١٠٥٠٠، مختصراً
موسوعة ابن ابى الدنيا، كتاب ذم الدنيا، ٥/٣٥، حديث: ٤٠، مختصراً

[2] ......حلية الاولياء، يوسف بن اسباط، ٨/٢٦٠، حديث: ١٢١٢٣، بتغير قليل

[3] ......حلية الاولياء، كعب الاحبار، ٦/٣٢، حديث: ٧٧١٦، بتغير

[4] ......حلية الاولياء، كعب الاحبار، ٦/٥، حديث: ٧٦٢١، بتقدم وتاخر

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے مَنقُول ہے کہ کسی عالِم نے ہم سے حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ رِوایت بیان کی: میں نے (اپنے مَحبُوب) محمد (مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی خاطِر پیدا فرمایا اور آدَم کو ان کی خاطِر اور باقی سب کچھ اولادِ آدَم کی خاطِر پیدا فرمایا۔ لہٰذا ان میں سے جو شخص اُس شے میں مَشغُول ہوتا ہے جسے میں نے اسی کے لیے پیدا فرمایا ہے تو میں اس شے کو حِجاب بنا دیتا ہوں جو اسے مجھ تک پہنچنے سے روکتی ہے مگر ان میں سے جو شخص میری یاد میں مَشغُول ہوتا ہے میں ہر اس شے کو اس کی جانِب ہانک دیتا ہوں جو میں نے اس کے لیے پیدا فرمائی ہے۔

فرمانِ داودی

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے کہ اِبتِدا میں صِدِّیقِین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دنیا طَلَب کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عَطا نہ فرمائی اور جب وہ اپنے اَحوال پر غالِب آ گئے تو ان پر دنیا پیش کی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔

دنیا کا سب سے بُرا نام

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام دنیا سے فرمایا کرتے: اے خِنزِیرہ! مجھ سے دُور رہ۔

حضرت سَیِّدُنا یزید بن مَیْسَرَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ عُلَمائے شام میں سے ہیں، سے بھی ایسا ہی ایک قول مَروِی ہے، آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہمارے مشائخ دنیا کو خِنزِیرہ کہا کرتے تھے، اگر انہیں اس نام سے بھی بُرا کوئی نام مَعلُوم ہوتا تو یقیناً وہ دنیا کو اسی نام سے یاد کرتے۔

مزید فرماتے ہیں کہ جب دنیا ان میں سے کسی کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتی تو وہ اس سے فرماتے:

- اے خِنزِیرہ! ہم سے دُور رہ! ہمیں تمہاری کوئی حاجَت نہیں، ہم تو اپنے مَعبُود کو پہچان چکے ہیں۔ یعنی ہم نے تیری آزمائش کے ذریعے اپنے پروردگار کی پہچان حاصِل کر لی ہے تاکہ وہ ہمیں دیکھے کہ ہم تجھ میں رہتے ہوئے زُہد پر کیسے عَمَل پیرا ہیں اور کس طرح اپنے رب کو تجھ پر ترجیح دیتے ہیں؟
- ہم نے یہ بھی جان لیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر کس قَدْر ناراض ہے، لہٰذا اس مُعامَلے میں ہم بھی اپنے رب کی مُوافِقَت کریں گے۔

ہم چونکہ مقامِ مَعْرِفَت پر فائز ہو چکے ہیں لہٰذا ہمارے دِل اب اپنے مَعْبُودِ بَرحق کی جانب مائل ہیں اور ہم نے اپنے رب کے سوا ہر شے سے منہ موڑ لیا ہے۔

بزرگانِ دین مالِ حلال بھی قبول نہ فرماتے

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے مشائخ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو مالِ حَلال پیش کیا جاتا اور عَرض کی جاتی کہ اسے لے لیجئے اور اپنی حاجات سے مُسْتَغْنِی ہو جایئے تو اِرشَاد فرماتے: مجھے اس کی کوئی حاجَت نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ میرے دِل کو خراب کر دے گا۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ وہ لوگ تھے جن کا دِل صالِح تھا، انہوں نے اپنے دِل کی خوب دیکھ بھال کی کیونکہ انہیں اس کے بَدَل جانے کا خوف لاحِق تھا۔

دنیا کی قیمت

مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک خارش زدہ مُردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے تو اِرشَاد فرمایا: کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ اپنے مالِکوں کے ہاں کس قَدْر حقیر ہے؟ (کہ انہوں نے اسے یوں پھینک دیا ہے۔ راوی فرماتے ہیں) ہم نے عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کے حقیر ہونے کی وجہ سے ہی اس کے مالِکوں نے اسے پھینکا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: یہ مُردہ بکری کا بچہ جس قَدْر اپنے مالِکوں کے نزدیک حقیر ہے اس سے بڑھ کر دنیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حقیر و بے قیمت ہے۔[1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک دِرْہَم کے بدلے لینا چاہے گا؟ (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عَرض کی: ہم میں سے کوئی بھی اسے لینا نہ چاہے گا، بھلا یہ بھی کسی شے کے مُساوِی ہو سکتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جس قَدْر تمہارے نزدیک یہ حقیر ہے دنیا اس سے بڑھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حقیر ہے۔[2]

---

[1] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۷، بتغیر
ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ، ۴/۱۴۴، حدیث: ۲۳۲۸، بتغیر

[2] ......مسلم، کتاب الزھد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۷، بتغیر قلیل

دنیا کا وزن

دنیا کے انتہائی قلیل و بے وَقعت ہونے کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نِشان ہے: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں دنیا کا وَزن مچھر کے ایک پَر جتنا بھی ہوتا تو وہ کسی کافِر کو بھی اس سے ایک قطرہ پانی کا نہ پلاتا۔ (1)

دنیا بول و براز کی مثل ہے

دنیا کے بدبودار ہونے اور دنیاداروں پر اس کے بدلنے کے مُتعلّق ایک اَعرابی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیا کھاپی رہے ہو؟ اور کیا تم بول وبَراز نہیں کرتے؟ عَرض کی: یقیناً دیکھتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا: یہ کیا بَن جاتا ہے؟ عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ جو بھی بنتا ہے آپ جانتے ہی ہیں۔ اِرشاد فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھر کے پچھواڑے میں (قضائے حاجَت کے لیے) بیٹھتا ہے تو اس کی بدبُو کی وجہ سے اپنا ہاتھ ناک پر رکھ لیتا ہے؟ عَرض کی: جی! ایسا ہی ہے۔ اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کو اس شے کی مِثل قرار دیا ہے جو انسان کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ (2)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور (نِشانیاں ہیں) خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ ﴾ کی تاویل میں بھی مَنقُول ہے کہ یہاں مُراد بول وبَراز کے مَقام ہیں۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ (پ ۱۳، الرعد: ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور دنیا کی زِندَگی آخِرت کے مُقابِل نہیں مگر کچھ دن بَرت لینا۔ ﴾ کی تفسیر میں اَہلِ لُغَت فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿ مَتَاعٌ ﴾ سے مُراد مُردار ہے اور میں نے حضرت سَیِّدُنا اِمام اَصْمَعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عربوں کا یہ مَقُولہ سنا ہے کہ

---

1 ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ۴/۴۲۷، حديث: ۴۱۱۰، بتغير قليل
معجم كبير، ۶/۱۵۷، حديث: ۵۸۴۰

2 ......مسند احمد، حديث الضحاك بن سفيان، ۵/۳۴۱، حديث: ۱۵۷۴۷، بتغير
الزهد لابن المبارك، باب توبة داود وذكر الانبياء، ص ۱۶۹، حديث: ۴۹۲، بتغير

جب گوشت خراب ہو جائے اور بدبو دار ہو جائے تو وہ کہتے ہیں: مَتَعَ اللَّحْمُ یعنی گوشت خراب ہو کر بدبو دار ہو گیا ہے۔ (یعنی دُنیاوی زِندَگی بدبو دار مُردار یا بول وبَراز کی طرح ہے)

زمین پر سب سے پہلا کام

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زمین پر تشریف لائے تو سب سے پہلا کام انہوں نے یہی کیا کہ انہیں حَدَث لاحق ہوا (یعنی انہوں نے قضائے حاجَت کی)۔ حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَرْوِی ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے جِسْم سے خارِج ہونے والی شے کی طرف دیکھا اور اس کی بَدْبُو ناگوار گزری تو غمزدہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے عَرْض کی: یہ بَدْبُو آپ کی لَغْزِش کی ہے۔

دنیا ایک بیت الخلا ہے

اہل عَقْل و دانِش نے دنیا کا مُشاہدہ بَیْتُ الْخَلا کی شکل میں کیا، وہ اس میں ضَرورتاً داخِل ہوتے ہیں، لہٰذا آپ بھی بَیْتُ الْخَلا سے جس قدر مُسْتَغْنِی رہیں، بہتر ہے۔ جبکہ بعض اَہْلِ عَقْل و دانِش نے دنیا کو مُردار کی شکل میں دیکھا تو بہت تھوڑا اس میں سے لیا لہٰذا آپ بھی اس مُردار میں سے تھوڑا ہی لیں تو بہتر ہو گا۔

اے ابن آدم! کسے چاہتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا وَھْبْ بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کِتاب میں پڑھا: اے ابن آدم! اگر تو مجھے چاہتا ہے تو دنیا چھوڑ دے اور اگر تو دنیا کو چاہتا ہے تو تیری مَشَقَّت طویل ہو جائے گی۔[1]

خالق ضروری ہے یا مخلوق؟

کسی آسمانی کِتاب میں ہے کہ اے ابن آدم! میں تیرے لیے لازِم و ضَروری ہوں، لہٰذا ہرگز مجھ پر اپنی دیگر ضَروری چیزوں کو ترجیح نہ دینا۔[2]

---

[1] ......تاریخ بغداد، ۲/ ۲۴۴، الرقم: ۶۱۷: محمد بن الحسین، بتغیر

[2] ......تاریخ بغداد، ۲/ ۲۴۴، الرقم: ۶۱۷: محمد بن الحسین، بتغیر

زمین کس کی خادم ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خبریں دینے والوں میں سے کسی کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی جانِب وَحی فرمائی: اس کی خِدْمَت کر جو میری خِدْمَت کرے اور اسے مَشَقَّت میں مبتلا کر جو تیری خِدْمَت کرے۔[1]

زمین کڑوی بھی ہے اور میٹھی بھی

ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی جانِب وَحی فرمائی: میرے اَوْلیا کے لیے کڑوی بن جا یہاں تک کہ وہ ان نعمتوں کو مَرْغُوب جاننے لگیں جو میرے پاس ہیں اور میرے دشمنوں کے لیے میٹھی بن جا یہاں تک کہ وہ میری ملاقات کو ناپسند جاننے لگیں۔[2]

خدا اسے ہی ملتا ہے جو اسے ملنا چاہے

اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مَرْوِی ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملنا پسند نہیں کرتا اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔[3]

اَلْغَرَض مذکورہ تمام روایات دنیاداروں کی کمر توڑنے والی اور اسے چاہنے والوں کی آنکھوں کو جلانے والی ہیں۔ جبکہ ان کے برعکس زُہد کی فضیلت اور فَقْر کے شَرَف پر مبنی اَچھّی روایات سچّے فُقَرا کے سَروں کو بُلند کرنے والی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے صَالِحِین وزاہِدِین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۱۷) (پ۲۱، السجدۃ:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کسی جی کو نہیں مَعْلُوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صِلہ ان کے کاموں کا۔

---

[1] ......تاریخ بغداد، ۸/۴۴، الرقم: ۴۱۰۰: الحسین بن داود

حلیۃ الاولیاء، جعفر بن محمد الصادق، ۳/۲۲۶، حدیث: ۳۷۸۵

[2] ......معجم کبیر، ۱۹/۷، حدیث: ۱۱، بتغیر

[3] ......مسلم، کتاب الذکر والدعاء... الخ، باب من احب لقاء اللہ... الخ، ص ۱۴۴۱، حدیث: ۲۶۸۴

حب دنیا کی بنیادی وجہ

دنیا میں رَغْبَت کی بنیادی وجہ یقین کی کمزوری ہے، کیونکہ اگر بندے کا یقین قَوِی ہو تو:

- وہ نُورِ یقین سے آخِرَت کی طرف دیکھتا ہے اور دنیا اس کی نِگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔
- وہ غائب شے سے منہ مَوڑلیتا ہے اور مَوجُود شے کو پسند کرتا ہے۔
- وہ ہر اس شے کو ترجیح دیتا ہے جو دوبارہ اس کی طرف لَوٹنے والی، باقی رہنے والی، نَفْع دینے والی اور اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے والی ہوتی ہے۔
- وہ فانی اور خَتْم ہو جانے والے اَعمال کے بجائے دائمی اور باقی رہنے والے اَعمال سَر اَنْجام دیتا ہے۔

یہی زُہد کی صُورَت اور اَہْلِ یقین کا مُشاہَدہ ہے، یقیناً کوئی شخص کسی غائب ہو جانے اور بدَل جانے والی شے کو پسند نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿۷۵﴾ (پ۷، الانعام: ۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لیے کہ وہ عَیْنُ الْیَقِین والوں میں ہو جائے۔

دوسرے مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِينَ ﴿۷۶﴾ (پ۷، الانعام: ۷۶) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

اَہْلِ یقین کو مِلّتِ ابراہیمی کی پیروی کا حُکْم دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرٰهِيمَ ط (پ۱۷، الحج: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

یعنی تم پر تمہارے باپ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مِلّت اِخْتِیار کرنا لازم ہے، لہٰذا ان کی مِلّت کی پیروی کرو (اور خَتْم ہو جانے والی دنیا کو پسند نہ کرو)۔

چار انوار اور چار مشاہدات

اُخْرَوِی وعدے و وَعِید کا مُشاہَدہ نُورِ عَقْل سے نہیں بلکہ نُورِ یقین سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اَنْوَار کی چار قسمیں ہیں اور قَلْب چار جِہات یعنی مُلک، مَلَکوت، عِزّت و جَبَرُوت کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے۔ چنانچہ قَلْب نُورِ عَقْل سے مُلک کا، نُورِ اِیمان سے مَلَکوت کا، نُورِ یقین سے عِزّت یعنی صِفات کا اور نُورِ مَعْرِفَت سے جَبَرُوت یعنی

وَحدانیت کا مُشاہَدہ کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قَلْب کا اِحاطہ کیے ہوئے ہے، جو چاہتا ہے اس پر مُنکَشِف فرماتا ہے اور جو مُشاہَدہ اسے کرواتا ہے اس کا وِجدان اس پر غالِب آجاتا ہے۔

ضعف و قوتِ یقین

ضُعفِ یقین بَسا اَوقات ہر شے میں داخِل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہر عَمَل میں قوّتِ یقین کی حاجَت رہتی ہے ورنہ وہ عَمَل دنیا کے لیے ہو گا جس کی جانِب رہنمائی نُورِ عَقْل سے ہی حاصِل کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا جسے نُورِ یقین عَطا نہ ہو وہ مُلکِ کبیر (یعنی آخِرت) پر نَظَر نہیں رکھتا بلکہ اس کی خواہش مُلکِ صغیر (یعنی دنیا) کا حُصول ہوتی ہے۔ اس طرح وہ ایک مَعْدُوم شے سے مَحبّت کرنے لگتا ہے اور یوں اس کی ہِمّت بُلند ہوتی ہے نہ اس کے پاس کوئی اعلیٰ شے ہوتی ہے۔

زُھد کی حقیقت و ماھِیّت کا بیان

زہد کی حقیقت کیا ہے؟

جب تک بندہ یہ نہ جان لے کہ دنیا کیا ہے؟ وہ زُہد کی حقیقت و ماہِیّت کے مُتَعَلِّق نہیں جان سکتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) بے شک لوگوں نے زُہد کی حقیقت کے مُتَعَلِّق بہُت سی باتیں بیان کی ہیں مگر ہمیں ان کے اَقوال بیان کرنے کی حاجَت نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی حقیقت خود ہی بیان فرما دی ہے اور اپنی کِتاب کے ذریعے ہمیں لوگوں کے اَقوال سے مُسْتَغْنِی فرما دیا ہے کہ جس میں شِفا و غِنا ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی فرمانِ ہِدایَت نِشان ہے: یہ (یعنی قرآنِ مجید) ایک مَضْبُوط رسی اور صِراطِ مستقیم ہے، جس نے اس کے سوا ہِدایَت طَلَب کی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے گمراہ فرما دے گا۔[1] اور فرمانِ باری تعالیٰ بھی ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ؕ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تم جس بات میں اِختِلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سُپُرد ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ۴/ ۴۱۴، حدیث: ۲۹۱۵، بتقدم وتاخر

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ (پ۲، البقرة:۲۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے اِیمان والوں کو وہ حَق بات سوجھادی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔

دنیا سات اشیا کا نام ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب مجید میں ذِکر فرمایا ہے کہ دنیا سات اشیا کا نام ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ (پ۳، ال عمران:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبّت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔

اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (پ۳، ال عمران:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ جیتی دنیا کی پُونجی ہے۔

آیتِ مُبارَکہ سے ماخوذ مدنی پھول

- اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شہوات کی محبّت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس نے انہیں آراستہ فرمادیا ہے۔
- اس کے بعد ان ساتوں چیزوں (عورتوں، بیٹوں، سونے، چاندی، گھوڑوں، چوپاؤں اور کھیتی) کی محبّت کو ترتیب سے بیان فرمایا۔[1]
- یہ سات چیزیں ہی کل دنیا ہیں اور یہ دنیا ان سات چیزوں کا ہی نام ہے۔ دیگر جس قدر بھی شہوات ہیں ان سب کی اصل یہی سات چیزیں ہیں۔
- جس نے ان تمام چیزوں سے محبّت کی اس نے پوری دنیا سے انتہائی محبّت کی اور جس نے ان میں سے کسی ایک چیز یا ان میں سے کسی کی فَرع سے محبّت کی تو گویا اس نے بعض دنیا سے محبّت کی۔

---

[1] .... یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

کیا حاجت بھی دنیا ہے؟

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ سے یہ بات ثابِت ہوتی ہے کہ شَہوَت (یعنی خواہشِ نَفس) ہی دنیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ حاجات دنیا نہیں کیونکہ یہ ضَرورت کے وَقت پوری کی جاتی ہیں۔ جب حاجَت دنیا نہیں تو ثابِت ہوا کہ حاجَت شَہوَت (یعنی خواہشِ نفس) بھی نہیں۔ اگرچہ بَسااَوقات حاجَت کی بھی خواہش رکھی جاتی ہے کیونکہ خواہش ہی دنیا ہے۔ فَرق صِرف ناموں کا ہے تاکہ ان پر اَحکام واقع ہو سکیں۔ چنانچہ،

ایک اسرائیلی رِوایَت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کسی حاجَت کے سلسلے میں اپنے کسی دوست کے پاس قَرض لینے گئے اور اس نے قَرض نہ دیا تو غم زدہ ہو کر واپَس لوٹ آئے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ وَحی فرمائی: اگر آپ اپنے خلیل (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) سے طَلَب کرتے تو وہ ضَرور آپ کو عَطا فرماتا۔ عَرض کی: اے میرے رب! میں دنیا پر تیری ناراضی سے خوب آگاہ تھا، لہٰذا مجھے خَدشہ تھا کہ میں تجھ سے کچھ مانگوں گا تو تو مجھ پر ناراض ہو گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: حاجَت دنیا میں شُمار نہیں ہوتی۔

سات چیزیں پانچ چیزوں میں جمع

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک دوسرے مَقام پر مذکورہ سات اَوصاف (عورتوں، بیٹوں، سونے، چاندی، گھوڑوں، چوپاؤں اور کھیتی کی مَحبَّت) کو پانچ چیزوں میں یوں بیان فرمایا:

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ (پ ۲۷، الحدید: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جان لو کہ دنیا کی زِندَگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زِیادَتی چاہنا۔

یہ پانچ باتیں (یعنی لَہو، لَعب، زیب و زِینَت، بَاہَم فَخر کرنا اور مال و اولاد میں بَاہَم زِیادَتی چاہنا) اس شخص کے اَوصاف ہیں جو پہلے مذکور سات چیزوں سے مَحبَّت کرتا ہے۔

پانچ چیزیں دو باتوں میں جمع

پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پانچ چیزوں کو مختصر اَدو مَفاہیم میں ذِکر فرمایا جو کہ مذکورہ سات چیزوں کی بھی جامِع

ہیں۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌؕ (پ۲۶، محمد:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زِندگی تو یہی کھیل کود ہے۔

دو۲ باتیں ایک وصف میں جمع

پھر ان دونوں باتوں کو ایک ہی وَصف میں جَمْع فرما دیا مگر اسے دو۲ الگ الگ مفہوموں سے تعبیر کیا، گویا دنیا دو۲ ایسی مختصر اور جامِع باتوں کا مجموعہ ہے جن میں سے ہر ایک کو دنیا کہا جا سکتا ہے اور وہ ایک ہی وَصف جس میں مذکورہ دونوں باتیں یعنی لَہو ولَعِب جَمْع ہیں وہ خواہشِ نَفْس ہے کہ جس میں پہلے مذکور ساتوں اَوصاف بھی شامل ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) (پ۳۰، النّزعٰت: ۴۰، ۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور نَفْس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

دنیا گویا خواہش کے لیے نَفْس کی پیروی کرنے کا نام ہے جس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰىۙ(۳۷) وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ(۳۸) فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۳۹) (پ۳۰، النّزعٰت: ۳۷ تا ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زِندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنّم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

دنیا کو ترجیح نہ دینا زہد ہے

جب جنّت جہنّم کی ضِد ہے تو خواہش دنیا کہلائے گی کیونکہ خواہش سے روکنے کی ضِد اسے ترجیح دینا ہے۔ جس نے اپنے نَفْس کو خواہش سے روکا گویا اس نے دنیا کو ترجیح نہیں دی اور جب دنیا کو ترجیح نہ دی جائے تو اسے زُہد کہتے ہیں، زُہد کے لیے جنّت ہے جو کہ جہنّم کی ضِد ہے اور جہنّم اس کے لیے ہے جس نے اپنے نَفْس کو خواہش سے نہ روک کر دنیا کو ترجیح دی۔ چنانچہ خواہش کی پیروی اور ہر مُعاملے میں اسے ترجیح دینا دنیا ہے۔ لٰہذا ہر شے میں خواہشِ نَفْس کی مُخالَفت کرنا زُہد ہے۔

زِندگی سے محبّت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) وہ دوسرا مفہوم جسے وَصفِ

خواہش سے تعبیر کے علاوہ دنیا قرار دیا گیا، اس سے مُراد نفسانی لذّت کے حُصُول کی خاطِر زِنْدَگی سے مَحبّت کرنا ہے اور ہمارے اِسْتِنْباط کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ (پ۵، النسآء:۷۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جِہاد کیوں فَرض کر دیا تھوڑی مُدّت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا۔

یہاں اَلْقِتَالَ سے مُراد دُنْیَاوِی زِنْدَگی سے جُدائی ہے، کیونکہ قِتَال کہتے ہیں تلوار لے کر دشمن کی جانب پیش قدمی کرنے اور بالآخر دُو۲ تلواروں کے درمیان خَتْم ہو جانے کو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کہا: ہمیں دوسرے وَقْت تک باقی کیوں نہیں رکھا گیا یعنی ہماری زِنْدَگی کا خاتِمہ فطری موت ہوتا نہ کہ جِہاد کے ذریعے۔ یہی دُنْیَاوِی زِنْدَگی کی مَحبّت ہے جس کی تفسیر دنیا سے کی گئی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ (پ۵، النسآء:۷۷) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرما دو کہ دنیا کا بَرْتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لیے آخِرت اَچھی۔

اَلْغَرَض جِہاد کی فَرضِیَّت کے وَقْت تمام لوگوں کی حقیقت واضِح ہو گئی، مُنافقین رُسوا ہوئے، مومنین کا اِمتحان ہو گیا اور وہ مُحِبِّین ظاہِر ہوئے جن کے مُتعلِّق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ (پ۲۸، الصف:۴) ترجمۂ کنز الایمان: جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صَف) باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا (سیسہ) پلائی۔

نفع و نقصان پانے والے لوگ

اس وَقْت انہی لوگوں نے نَفْع پایا جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو بیچا اور جن لوگوں نے اُخْرَوِی زِنْدَگی کے بدلے دُنْیَاوِی زِنْدَگی کو خریدا وہ خسارے میں رہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے انکے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ انکے لیے جنّت ہے۔

مُراد یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے جان اور مال کو خریدا تو انہوں نے بھی سب کچھ بیچ دیا۔

مگر خسارہ پانے والے خریداروں کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بِالۡاٰخِرَۃِ ۫ (پ ۱، البقرۃ:٨٦) ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے دُنیاوِی زِندَگی چاہی، اس لیے کہ انہوں نے اُخروِی زِندَگی کے بدلے دُنیاوِی زِندَگی کو خرید لیا تھا۔

گھاٹے کی تجارت

جس نے لاکھوں بلکہ ہمیشہ کی زِندَگی کے بدلے تیس چالیس سال کی زِندَگی خریدی گویا اس کی تِجارت نَفْع بخش ہے نہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ یہ تِجارت اس شخص کی ہے جس نے دُنیاوِی زِندَگی میں رَغبت رکھی اور دائمی زِندَگی کے بدلے فانی زِندَگی خریدی، گویا اس نے اَعلیٰ زِندَگی بیچ کر اس کی ضِد یعنی پَست زِندَگی خرید لی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ اِشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (پ ۱، البقرۃ:٨٦) ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے دنیا کی زِندَگی مول لی۔ ﴾ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ انہوں نے اَعلیٰ زِندَگی بیچ ڈالی۔

نفع بخش تجارت

اس شخص کی تِجارت جس نے اپنی فانی زِندَگی کو بیچا اور اپنا سارا مال راہِ خُدا میں خَرْچ کر ڈالا اس سے مُراد گویا یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سب کچھ اس سے خرید لیا اور اس کے عِوَض اسے اپنی جنّت عَطا فرمائی اور اسے اپنے جوارِ رَحمت میں جگہ بھی عَطا فرمائی۔ اس شخص کی تِجارت نَفْع بخش ہی نہیں بلکہ یہ خود بھی راہِ ہِدایت پر ہے۔ اس لیے کہ اس نے تیس چالیس سالہ زِندَگی کو دائمی زِندَگی کے بدلے بیچا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے اور آخِرَت کی تِجارَت کرنے والوں کا نَفْع ہے، جبکہ پہلے نفسانی خواہشات میں رَغبت رکھنے اور دنیا کی تِجارت کرنے والوں کا خَسارہ بیان ہوا۔ گویا دونوں قِسم کی تِجارت میں فَرْق واضح ہے اور اس شخص کی حَسرت کس قَدْر عظیم ہو گی جو خَسارے کی تِجارت کی بنا پر اس نَفْع سے مَحرُوم رہے گا جو زاہِدین موت کے بعد پائیں گے۔

اُخروی زِندگی چاہنے والے

اُخرَوِی زِندَگی چاہنے والے لوگ اِظہارِ زُہد سے بچتے مگر ان کی حالَت سے گمان ہو جاتا کہ وہ اُخرَوِی زِندَگی سے مَحبَّت رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةًۚ (پ ۵، النسآء: ۷۷)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد۔

یہاں تک کہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ (پ ۲۸، الصف: ۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

وہ کہا کرتے تھے: ہم اپنے رب سے مَحبَّت کرتے ہیں اور اگر ہمیں مَعْلُوم ہو جائے کہ اس کی مَحبَّت کس شے میں ہے تو ہم ضَرور اس پر عَمَل کرتے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (پ ۲۸، الصف: ۳، ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسی لیے اِرشَاد فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ ہم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے یہاں تک کہ یہ آیتِ مُبارَکہ نازِل ہوئی:

مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَۚ (پ ۴، ال عمران: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخِرت چاہتا تھا۔[1]

[1] ......الزهد لابن ابی عاصم، باب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مالي وللدنيا ومالي ومالي؟، ص ۸۱، حديث: ۲۰۳، بتغير قليل
دلائل النبوة للبيهقي، باب كيف كان الخروج إلى أحد... الخ، ۳/۲۲۸، بتغير قليل

یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیتِ مُبارکہ ﴿ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ﴾ (پ ۵، النسآء: ٦٦) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے۔ ﴾ نازِل ہوئی تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جو کچھ اِرشاد فرمایا[1] وہ اس کے مُتَعَلِّق کچھ یوں بتاتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: (اے ابن مَسْعُود!) مجھے بتایا گیا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو۔ یعنی ان چند لوگوں میں سے ہو جو اس حُکم کے نازِل ہونے پر ضَرور اسے بجا لاتے۔[2]

اللہ کا محبوب بندہ بننے کا طریقہ

جب زندہ رہنے کی مَحبَّت کا نام دنیا ہے تو دائمی زِندَگی کی مَحبَّت کا نام زُہد ہونا چاہئے۔ گویا دنیا میں زُہد اِختیار کرنا درحقیقت اُخْرَوِی زِندَگی کی خاطِر زُہد اپنانا ہے۔ لہٰذا جس نے فانی زِندَگی اور اپنے تمام مال میں نَفْس سے جِہاد کر کے اور راہِ خُدا میں اپنا مال خَرْچ کر کے زُہد اپنایا یقیناً اس نے دنیا میں زُہد اِخْتِیار کیا اور جس نے دنیا میں زُہد اِخْتِیار کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنا مَحْبُوب بندہ بنا لیتا ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا کہ جِہاد تمام اَعمال میں اَفضل ہے۔[3]

جہاد کے افضل ہونے کی وجہ

جِہاد کے تمام اَعمال میں اَفضل ہونے کی دو وُجُوہات ہیں: ﴿1﴾ یہ دنیا میں زُہد اِخْتِیار کرنے کی حقیقت ہے اور ﴿2﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو دنیا میں زُہد اِخْتِیار کرتا ہے۔[4]

---

[1] ...... تفسیر طبری، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ: ٦٦، ۴/١٦٣، حدیث: ٩٩٢٦

[2] ...... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عبد اللہ بن مسعود وامہ، ص ١٣٣٥، حدیث: ٢۴٥٩

[3] ...... بخاری، کتاب الایمان، باب من قال: ان الایمان ھو العمل، ١/ ٢١، حدیث: ٢٦

[4] ...... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ۴/ ۴٢٢، حدیث: ۴١٠٢

سب سے افضل جہاد

نفسانی خواہش کی مُخالَفَت کرنا سب سے اَفضل جِہاد ہے [1] کیونکہ یہ دنیا میں رَغْبَت کی حقیقت ہے اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے تعبیر کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ تَعَالٰى۔ یعنی دنیا میں زُہد اِختیار کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے پسند فرمائے گا۔ [2]

یہی مفہوم ایک رِوایَت میں کچھ یوں بھی مَروِی ہے کہ مَحارِم سے اِجْتِنَاب کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے پسند فرمائے گا کہ مَحارِم سے بچنا و اِجْتِنَاب کرنا دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی عَلامَت ہے۔

جہاد نفاق کو ظاہر کر دیتا ہے

دنیا میں زُہد اِختیار کرنے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مَحْبُوب اور اپنے نَفْس کی خاطِر زندگی کی مَحَبَّت کو مَرْغُوب جاننے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں مُنَافِق ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو اس حال میں مَرے کہ اس نے جِہاد کیا نہ اس کے دِل میں جِہاد کا خیال آیا وہ نِفاق کے ایک شعبے پر مَرا۔ [3]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اسی جِہاد کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کاذِبین (یعنی جھوٹوں) کو ظاہر فرمایا اور ان کے دِل کی بیماری میں مبتلا ہونے کا وَصْف ذِکْر کیا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب کوئی پختہ سورت اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم دیکھو گے انہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف اس کا دیکھنا دیکھتے ہیں

---

[1] ......الزھد الکبیر، فصل فی ترک الدنیا و مخالفۃ النفس والھوی، ص ۱۶۵، حدیث: ۳۷۳، بتغیر

[2] ......ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ۴/۴۲۲، حدیث: ۴۱۰۲

[3] ......مسلم، کتاب الامارۃ، باب ذم من مات... الخ، ص ۱۰۵۷، حدیث: ۱۹۱۰

فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۟ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، محمد: ۲۰، ۲۱)

جس پر مُردنی چھائی ہو تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے پھر جب حکم ناطِق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچّے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں چند باتوں کی وَضاحت حَسْبِ ذیل ہے:

- ﴿ مَرَضٌ ﴾ سے مُراد نِفاق کا مَرض ہے۔
- ﴿ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ ڈراوے اور وَعید کے طور پر ہے یعنی عَذاب ہی ان کا ساتھی ہے اور وہ ان کے قریب ہے۔
- ﴿ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ جب حقائق ثابت ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں جھٹلا دیتے ہیں اور مانتے نہیں۔
- ﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ ﴾ کا مَطلَب ہے کہ اگر وہ اپنا وعدہ سچا کر دِکھاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔

دنیا کی حقیقت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کا وَصف زِنْدَگی قرار دیا ہے یعنی دنیا ہی زِنْدَگی ہے۔[1] مُراد یہ ہے کہ جس نے زِنْدَگی کو پسند کیا اس نے ادنیٰ شے یعنی دنیا کو پسند کیا۔ اَلْغَرَض دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ نفسانی خواہش کی پیروی کے لیے زِنْدَگی سے مَحبَّت کرے اور زِنْدَگی کے لیے ادنیٰ شے کی مَحبَّت میں نفسانی خواہش کی مُوَافِقَت کرے۔ چنانچہ یہ دونوں اُمور ایک دوسرے میں داخِل ہیں کیونکہ لذّتِ نَفْس کی خاطِر زِنْدَگی سے مَحبَّت کو نفسانی خواہش کہتے ہیں جو اَصْل میں نَفْسِ اَمّارہ کی صِفَت ہے اور اس نفسانی خواہش کی پیروی جو نَفْس کی زِنْدَگی ہے اَصْل میں زِنْدَگی کی مَحبَّت کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ اگر بندے کو فوری موت کا یقین ہو جائے تو ہر صُورَت میں حق کو نفسانی خواہش پر ترجیح دے گا اور اگر وہ زِنْدَگی سے مَایُوس ہو جائے تو کبھی ادنیٰ شے یعنی

---

[1] .... یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

دنیا کی جانب راغب نہ ہو گا۔ مَعلُوم ہوا کہ زِنْدَگی کی مَحبَّت نفسانی خواہش سے مُتَعَلِّق ہے اور نفسانی خواہش کو ترجیح دینا زِنْدَہ رہنے کی مَحبَّت کی وجہ سے ہے اور یہی دنیا کی حقیقت ہے۔

فقر ہی زہد ہے

جو لوگ زِنْدَہ رہنے کی بہُت کم اُمّید رکھتے ہیں وہ دنیا میں سب سے بڑے زاہد شُمار ہوتے ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ دوسرے دن کے لیے جَمْع کر کے کچھ نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ کل تک وہ شے باقی نہیں رہے گی، مگر جو لوگ دنیا کو بہُت زیادہ مَرغُوب جانتے ہیں وہ سب سے زیادہ لمبی اُمّیدیں باندھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے حُصُول میں ان کی رَغْبَت شدید اور طویل دُنْیَاوِی زِنْدَگی کی اُمّید میں ان کی حِرْص کثیر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ آنے والے کل کے لیے اگر ان کی اُمّید مختصر ہوتی تو یہ اس صُورت میں فَقْر اِخْتیار کرتے اور فَقْر کا اِخْتیار کرنا زُہد ہے۔

زُہد کی حقیقت کا ایک دوسرا بیان

زہد کیا ہے؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رَغْبَت نہ تھی۔

(پ ۱۲، یوسف: ۲۰)

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہِد کہنے کا سَبَب ان کے حَق میں زُہد کے معنٰی (یعنی بے رغبتی) کا پایا جانا ہے، لِہٰذا اس معنٰی کی وَضَاحَت کی ضَرورت ہے تا کہ مَعْلُوم ہو سکے کہ کس شخص میں یہ معنٰی و مفہوم مُتَحَقِّق ہو تو اسے زاہِد کہا جاتا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ﴿ **شَرَوْهُ** ﴾ اس مقام پر ﴿ **بَاعُوْهُ** ﴾

کے معنٰی میں ہے یعنی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بیچ دیا، کیونکہ عربوں کے ہاں بیع اور شِرا دونوں لَفظ ایک دوسرے کی جگہ اِستعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو بیچا اور آپ ان کے قبضے سے نکل گئے تو گویا وہ زاہد بن گئے یعنی انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کوئی رَغْبَت نہ رہی۔ اسی طرح بندہ جب اپنی جان اور اپنا کل مال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیتا ہے اور اپنی نفسانی خواہش سے منہ موڑ کر راہِ خدا کی طرف چل دیتا ہے تو وہ زاہدین میں شُمار ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے انکے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ انکے لیے جنّت ہے۔

اسی طرح اِرشاد فرمایا:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ(۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ(۴۱) (پ ۳۰، النّٰزعٰت: ۴۰، ۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نَفْس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

یہاں دونوں آیاتِ مُبارکہ میں (جان و مال بیچنے اور نفسانی خواہشات سے بچنے کا) عِوَض یعنی جنّت اگرچہ ایک ہی ہے مگر اس کے دو۲ مَفاہیم ذِکْر کیے گئے ہیں، گویا جان و مال کا بیچنا اور ان دونوں چیزوں کا راہِ خُدا پر چلنا دونوں صُورَتوں میں نفسانی خواہش یعنی دُنیاوِی زِنْدَگی سے باز رہنے کے معنٰی میں ہے۔ چنانچہ اس کو اس کی ضِد سے بدلنا یعنی نَفْس کو خواہش سے بچانا اور فَقْر کو مال پر ترجیح دینا درحقیقت دنیا میں زُہد اپنانا ہے اور یہ نَفْسِ اَمّارہ کے حُکْم سے نہیں، اس لیے کہ یہ نیکی کی اِنتہا ہے جو مال جَمْع کرنے اور راہِ خُدا میں خَرْچ نہ کرنے والی نفسانی خواہش سے باز رہنے کا باعِث بنتی ہے۔ جبکہ دنیا نَفْسِ اَمّارہ سے مُتَّصِف ہے کیونکہ اس صُورَت میں یہ سر تا پا بُرائی ہی بُرائی ہے، لہٰذا اس وَصْف کے حامِل شخص کا نَفْس بُرائی کا حُکْم دینے کی وجہ سے مَرْحُوم (یعنی رَحْم کیا گیا) نہ ہو گا۔ جب وہ نَفْس مَرْحُوم نہ ہو گا تو اس نَفْس کا مالِک اسے بیچنے والا بھی نہ ہو گا اور جب وہ اسے بیچنے والا نہ ہو گا تو کوئی اسے خریدنے والا بھی نہ ہو گا۔ بلکہ اس نَفْس کا مالِک مال کو جَمْع کرنے والا، راہِ خُدا میں خَرْچ نہ کرنے والا، دنیا کو مَرْغُوب و مَحْبُوب جاننے والا ہو گا اور یہ کسی مومِن کی صِفَت نہیں۔

زُھد کاایک اور بیان وتفصیل

نفس کو خدا کے حوالے کرنا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ قف ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔

(پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱)

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جان و مال کے خریدے اور بیچے جانے کا تذکرہ کرنے کے بعد نَفْس کے غنی ہونے اور راہِ خدا میں مال خَرْچ کرنے کو زُہد قرار دیا ہے۔ مَعْلُوم ہوا زُہد نفسانی خواہش تَرْک کرنے اور نَفْس کو خواہشات سے باز رکھ کر اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر دینے کا نام ہے جس کا بدَل جنّت ہے۔ چنانچہ،

زاہد کا اپنے رب سے تعلق

- زاہد وہ ہوتا ہے جو اپنے رب سے نہ صِرف ڈرتا ہے بلکہ اپنے نَفْس کو بھی بَرَضا و خُوشی اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیتا ہے اس سے پہلے کہ (موت کے وَقْت) مجبوراً اسے اپنا نَفْس خدا کے حوالے کرنا پڑے۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ زاہِد کا مَحْبُوب اور زاہِد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مُحِبّ بن جاتا ہے۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ زاہِد کے قریب اور زاہِد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مُقَرَّب بن جاتا ہے۔

غیر زاہد کا اپنے رب سے تعلق

- دنیا نفسانی خواہش کی پیروی کرنے اور نَفْس کی شہوانی لذّتوں کی وجہ سے حقیر زِنْدَگی سے مَحبَّت کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا ان باتوں کو مَرْغُوب جاننے والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر سے بے خوف ہوتا ہے۔
- دُنْیاوِی زِنْدَگی کو خریدنے اور اُخْرَوِی زِنْدَگی کو بیچنے والا ہوتا ہے۔
- وہ دنیا کو پسند کرنے کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا مَحْبُوب ہوتا ہے نہ اس کا شُمار مُقَرَّبِین میں ہوتا ہے۔

اس پر بروزِ آخرت جہنّم اور نقصان لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّب اور اس کے جَوارِ اَقدس میں قُرب پانے والے زاہد کے برعکس ہے۔

زُہد کی حقیقت واحکام کی تفصیل اور اوصافِ زاہد

زہد کے دو۲ مفہوم

زُہد کے دو۲ مفہوم ہیں:

- کسی کے پاس اگر کوئی شے مَوجُود ہو تو اس شے کو خود سے دور کر دینا بلکہ دِل سے ہی نِکال دینا زُہد ہے، اس شے کی مَوجُودگی میں زُہد دُرُست نہیں کیونکہ اس کی مَوجُودگی اس میں رَغْبت کی دلیل ہے اور یہ اَغْنِیا کا زُہد ہے۔
- اگر وہ شے مَوجُود نہ ہو اور اس کا نہ ہونا ہی اس کا حال ہو تو اس پر رَشک کرنا اور اس کے نہ ہونے پر راضی رہنا زُہد ہے اور یہ فُقَرا کا زُہد ہے۔

زہد کی دُرُست صورت

نفسانی خواہش کو تَرْک کر کے زُہد اپنانے کے مُتَعَلِّق مَنْقُول ہے کہ زُہد اسی صُورت میں دُرُست ہو سکتا ہے جب بندہ اس سے آزمایا جائے اور اس پر قادِر ہو۔ کیا آپ کی نظروں سے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کا یہ قول نہیں گزرا جب انہوں نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق اپنے زُہد یعنی بے رغبتی کا اِظْہار کچھ یوں کیا ﴿ لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡہُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا (پ ۱۲، یوسف:۸) ترجمۂ کنز الایمان: ضَرور یُوسُف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ ﴾ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہِد نہیں کہا۔ اسی طرح جب انہوں نے یہ کہا ﴿ اُقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡہُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡہُ اَبِیۡکُمۡ (پ ۱۲، یوسف:۹) ترجمۂ کنز الایمان: یُوسُف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے۔ ﴾ تو بھی زُہد کے مفہوم یعنی ان کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام سے بے رغبتی اپنانے کے باوُجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہِد کا نام نہ دیا۔

اسی طرح جب انہوں نے کہا﴿ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ (پ ۱۲، یوسف: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے۔ ﴾ تو اس سے بھی ان کی بے رغبتی ثابت نہ ہو سکی، نیز جب انہوں نے پختہ اِرادہ کر لیا اور سب کا (آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کنویں میں پھینکنے پر) اِتّفاق بھی ہو گیا، پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زاہد نہیں کہا بلکہ ان کے اس پختہ اِرادے کی خبر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ (پ ۱۲، یوسف: ۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ اسے اندھے (تاریک گہرے) کنویں میں ڈال دیں۔

زاہد نہ کہنے کی وجہ

مذکورہ تمام صورتوں میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہد نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب زُہد کے اَسباب و مُقَدَّمات ہیں۔ بسا اَوقات زُہد کی حقیقت نہ جاننے والے پر یہ اَسباب و مُقَدَّمات اس طرح مُلْتَبَس ہو جاتے ہیں کہ وہ انہیں ہی زُہد شُمار کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ زُہد نہیں کیونکہ مذکورہ تمام صُورَتوں میں حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام اپنے بھائیوں کی دَسْتَرس میں تھے مگر جب آپ عَلَیْہِ السَّلَام ان کی دَسْتَرس سے دُور ہو گئے اور انہیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا عِوَض مِل گیا (یعنی دِرْہَم مِل گئے) تو ان کا زاہِد ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سارے مُعَاملے کی خبر کچھ یوں دی:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۠ (۲۰) (پ ۱۲، یوسف: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رَغبت نہ تھی۔

رغبت زہد کی ضد ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام صُورَت کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ) آپ ایک کپڑا بیچنا چاہتے ہیں اور یہ خَیال آپ پر غالِب آجائے تو بھی آپ زاہِد شُمار نہ ہوں گے (یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کو اس کپڑے سے کوئی رَغبَت نہیں) البتہ! آپ کی اس کپڑے سے بے رغبتی

اسی صُورت میں مُتَحَقِّق ہو سکتی ہے جب آپ اسے بیچ دیں اور اس کا کوئی عِوَض پالیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴾ میں غور کرنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ جس کا نَفْس کسی شے کی طَلَب میں ہو اور وہ اسے بخوشی اپنے ہاتھ سے جانے دے تو مُجاہَدہ کی وجہ سے اس کا زُہد میں ایک خاص مَقام ہے مگر جس شخص نے وہ شے اپنے پاس رکھی اور اس کا نَفْس بظاہِر اس شے سے بے رغبتی کا اِظْہار کرے تو ایسے شخص کا زُہد میں کوئی مَقام نہیں، کیونکہ شے کو اپنے پاس رکھنا اس میں رَغْبت رکھنے کی عَلامَت ہے اور رَغْبت زُہد کی ضِد ہے۔ لہٰذا کسی شے کی وہ صِفَت کیسے بیان کی جاسکتی ہے جس کی ضِد اس میں پائی جاتی ہو۔

شے کو پاس رکھ کر بے رغبتی کا اظہار

جو شخص شے کو اپنے پاس رکھ کر اس سے بے رغبتی کا اِظْہار کر کے خود کو زاہِد سمجھتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: وہ زُہد کی حقیقت سے واقِف نہیں یا وہ نَفْس کی مخفی شہوتوں سے آگاہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ رَغْبت رکھنے والوں میں سے نہ ہو۔

حقیقی زاہد کون؟

حقیقی زاہِد وُہی ہے جو شے کو اپنے دِل سے نِکال دے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو زاہِد کہنے کا تذکرہ گزرا ہے۔ جو شخص کسی شے کو اپنے پاس رکھ کر اس طرح خوش ہوتا ہے کہ اس کا دِل ودِماغ اس میں لگا رہے در حقیقت ایسا شخص اس شے میں رَغْبت رکھنے والا ہوتا ہے اور یہ صِفَت عزیز مِصر کی ہے کہ جب اس نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کو خریدا۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو حاصِل کرنے اور رَغْبت رکھنے کو یوں بیان کیا ہے:

اَكۡرِمِىۡ مَثۡوٰٮهُ عَسٰۤى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ (پ۱۲، یوسف: ۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: انہیں عزّت سے رکھ شاید ان سے ہمیں نَفْع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔

اسی طرح فِرْعَون کی زوجہ کی حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے رَغْبت کو یوں بیان کیا:

قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ۖ عَسٰۤى اَنۡ ترجمۂ کنز الایمان: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی

يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (پ۲۰، القصص:۹) ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

اَلْغَرَض ہر وہ شخص جو کسی شے کو اپنے پاس جمع کر کے رکھے وہ اس سے بے رَغْبَت (یعنی زاہِد) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اپنے ہاتھ اور دِل سے دُور نہ کر دے۔ کیونکہ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائیوں کو اس وَقْت تک زاہِد نہ کہا گیا جب تک کہ انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو کم تر جانتے ہوئے خود سے دُور کر کے عِوَض نہ لیا۔

کتاب اللہ سے مستنبط زہد کا بیان

بَرادرانِ یُوسُف کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) سے بے رغبتی بھی بَسا اَوقات اسی قدر ہوتی جس قدر آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے تھی کیونکہ ان کی قدر و مَنزِلَت آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے والِد ماجِد (حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام) کے ہاں آپ جیسی ہی تھی۔ بے شک انہوں نے اپنے والِد ماجِد کی تَوَجُّہ حاصِل کرنے کے لیے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) سے بھی بے رغبتی کا اِرادہ ظاہِر کیا تھا (مگر پھر بھی انہیں زاہِد نہ کہا گیا) جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَیُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِیْنَا مِنَّا ترجمۂ کنز الایمان: ضَرور یُوسُف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ (پ۱۲، یوسف:۸)

اسی طرح ایک رِوایَت میں ہے کہ بَرادَرانِ یُوسُف نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ آپ کے بھائی کو بھی کنویں میں پھینکنے کا اِرادہ کیا تو یہودا (نامی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ایک بھائی) نے ان کی ذِمَّہ داری قبول کرتے ہوئے ان کی سِفارِش کی، اُسے ان پر رَحم آگیا تھا اور اس نے اپنے بھائیوں کو انہیں بھی کنویں میں پھینکنے سے منع کیا۔ وہ تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ طاقتور اور رُعب و دبدبے والا تھا۔ ایک قول میں ہے کہ اس نے دوسرے بھائیوں سے بنیامین کو مانگ لیا اور کہا: اسے چھوڑ دو تاکہ اس سے عُمر رَسیدہ باپ کو تَسَلّی رہے، اسے دونوں بھائیوں کا غم دو نہ دونوں کو اکٹھے غائب کرو۔ اس کی بات مان کر بھائیوں نے بنیامین کو یہودا کے حوالے کر دیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اِرادے کے باوُجود یہ اِرشاد نہیں فرمایا: ﴿ وَ كَانُوْا فِیْهِمَا مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ﴾

کیونکہ ان کی حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کی طرح ان کے بھائی سے بے رغبتی ثابت نہ ہوئی۔ اس لیے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے بھائی (بنیامین) نہ صِرف ان کے پاس مَوجُود رہے بلکہ انہوں نے انہیں خود سے دُور بھی نہ کیا۔

کسی شے کا پاس ہونا زہد کے منافی ہے

آپ جانتے ہیں کہ جب تک کوئی چیز آپ کے پاس مَوجُود ہو اور آپ اسے اپنے پاس روک کر رکھیں اور خود کو زاہِد (یعنی اس شے سے بے رغبتی برتنے والا) سمجھنے لگیں کہ آپ نے اس سے بے رغبتی کے اِظْہار کا ارادہ کر لیا ہے تو گویا آپ کے اس دعوے کے جھوٹا ہونے کی کئی وُجوہ ہیں:

- اس شے کو اپنے پاس رکھ کر آپ خود اپنے آپ کو زاہِد کہلا کر جھٹلا رہے ہیں۔
- اس شے کی وجہ سے آپ کا نَفْس ہی آپ کو جھٹلا رہا ہے کیونکہ آپ زُہد کی حقیقت نہیں جانتے۔
- آپ کا وِجدان اِس یقینی عِلْم کو جھٹلا رہا ہے کہ آپ مَعْرِفَتِ خداوندی سے آگاہ نہیں۔
- آپ نے زُہد کی حقیقت سے بے خبر لوگوں کی خاطِر خود پر زُہد کا لبادہ اَوڑھ رکھا ہے۔

اَلْغَرَض یہ زُہد میں زُہد یعنی زُہد سے بے رَغْبَت ہونا اور دنیا میں رَغْبَت رکھنا ہے مگر جس شے کے مُتَعَلِّق آپ کو زُہد اپنانے کا گمان ہے جب وہ آپ سے دُور ہو جائے اور آپ اس کا عِوَض یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحَبَّت، رَضا اور اَجْر و ثواب پالیں تو ہی آپ کا زُہد دُرُست ہو گا اور عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک بھی آپ اپنے گمان میں سچے ہوں گے اور زُہد کے اَوصاف سے نہ صِرف مُتَّصِف ہوں گے بلکہ زاہِدین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے نزدیک بھی آپ زاہِد شُمار ہوں گے۔

جو شے پاس نہ ہو اس میں زہد کا حکم

جو شے آپ کے پاس موجود نہ ہو اور آپ اس میں زُہد اِخْتیار کریں تو دُرُست نہیں۔ یاد رکھئے! مَعْدُوم شے میں زُہد کے باطِل ہونے کی وجہ سے غیر مَمْلُوکہ شے میں بھی زُہد دُرُست نہیں ہوتا، اس اِعْتِبار سے کہ غیر مَمْلُوکہ شے میں چونکہ تَصَرُّف کرنا دُرُست نہیں اس لیے اس شے سے بے رغبتی کا اِظْہار بھی دُرُست نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ شے مَوجُود ہوتی تو آپ کے دِل کی کَیْفِیَّت اس کے مُتَعَلِّق بدل جاتی کیونکہ خَبَر

آنکھوں دیکھی بات جیسی نہیں ہوتی، اس لیے کہ خَبَر میں کبھی شُبہ ووَہم ہو سکتا ہے مگر آنکھوں سے دیکھ کر حقیقت خُوب واضِح ہو جاتی ہے اور فیصلہ فِطرَت کے مُطابِق ہو تا ہے۔

نَفْس چونکہ کئی چیزوں کا پیکر ہو تا ہے کیونکہ اس کی فِطرَت میں اَشیا سے لُطف اندوز ہونے کی مَحبَّت بھی شامِل ہوتی ہے لہٰذا کسی مَعْدُوم ظنی شے کو مَوجُود یقینی شے جیسا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو مُعامَلہ کی کَیْفِیَّت کیا ہو گی آپ بخوبی سمجھتے ہیں۔

البتہ! بسااَوقات مَعْدُوم شے کا زُہد میں ایک خاص مَقام ممکن ہے بشر طیکہ آپ اس شے کے پائے جانے پر خوش ہوں نہ اس کے نہ پائے جانے پر افسوس کریں، بلکہ اس کے نہ پائے جانے اور اپنے فَقْر پر خوش ہوں۔ اس طرح کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کی اس کَیْفِیَّت کو جان لے کہ اگر وہ شے آپ کے پاس ہوتی تو بھی آپ خوش نہ ہوتے بلکہ اگر بعد میں بھی وہ شے آپ کے پاس آجائے تو آپ فوراً اسے خود سے دور کر دیں گے۔

زاہد ہونے کے لیے تین باتیں کافی ہیں

- آپ کا دِل عَطائے اِلٰہی پر قانع ہو۔
- آپ دنیا سے محرومی کو رَضائے اِلٰہی جان کر اپنی حالَت پر راضی ہوں۔
- زُہد کی فضیلت پر اپنے یقین کی صَداقت کے باعِث اس حالَت کو تبدیل بھی نہ کرنا چاہیں۔

جب آپ ان تمام اَوصاف کے حامِل بن جائیں گے تو یہی باتیں آپ کے زاہِد ہونے کے لیے کافی ہیں اور آپ ایک اِعْتِبار سے زاہِدین کا ثواب پالیں گے خواہ دنیا نہ بھی پاسکیں کہ یہی سچّے فُقَرا کا زُہد ہے جو فَقْر کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے۔

فقر کی حقیقت

کسی کا قول ہے کہ فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے فَقْر پر رَشک کرے اور فَقْر کے سَلْب ہو جانے سے ڈرے جیسا کہ مال دار شخص اپنی مال داری پر رَشک اور فَقْر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے جب عَرض کی گئی کہ بے شک آپ زاہِد ہیں تو اِرشاد

فرمایا: زاہد تو حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز تھے جن کے پاس دنیا آئی اور وہ اس کے مالک بھی بن گئے مگر انہوں نے اس میں زُہد سے کام لیا۔ باقی رہا میں! تو میں کس شے میں زُہد سے کام لوں؟

پاس موجود شے میں زہد کے دُرُست ہونے کی صورت

بَسا اَوقات عارِف کا زُہد اس کے پاس مَوجُود شے میں دُرُست ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس شے کو نفسانی لذّت کے لیے حاصِل کرے نہ اس کا مالِک بن کر اس سے سُکُون حاصِل کرے، بلکہ اپنے قبضے میں مَوجُود شے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں شُمار کرے اور اس کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم کا اِنتِظار کرے۔ یہ اسی صُورَت میں مُمکِن ہے جب اس شے کا ہونا اور نہ ہونا دونوں اس کے نزدیک یَکْساں ہوں۔ نیز اس شے کے مُتَعَلِّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حُکْم پا کر فوراً بجالائے تو اس کی کَیفِیَّت اس صُورَت میں ایسی ہو جائے گی گویا وہ شے اس کے پاس اَہْل و عَیال یا مسلمان بھائیوں کی (اَمانَت) تھی یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اس میں کوئی حَق تھا اور اس نے اس (اَمانَت یا حَق) کی ادائیگی میں جلدی کی ہے۔ یہ مَقام زُہد سے بڑھ کر ہے۔ اَلْغَرَض اس طرح وہ شے اس سے جُدا نہ ہوئی بلکہ کسی خاص سَبَب کے ذریعے وہ بھی اس میں خاص ہو گیا ہے اور یہ تَوَکُّل کا ایک مَقام ہے۔

سنّت سے مُستَنبط زہد کا بیان

احادیثِ مُبارکہ میں لفظِ زہد کا استعمال

دنیا کا کم ہونا اور دِل سے دنیا کو ذلیل و حقیر جاننا بھی زُہد ہی ہے۔ چنانچہ جُمُعَہ کی ایک سَاعَت کے مُتَعَلِّق حدیثِ پاک میں مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ آخِری گھڑی میں ہے۔ راوِی فرماتے ہیں: وَجَعَلَ یُزَهِّدُهَا۔[1] یعنی وہ اس گھڑی کو کم کرتے رہے اور اسے سُورَج کے غُرُوب ہونے کی سَاعَت کے قریب کر دیا۔[2]

---

[1] ...... صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک یہاں اس لیے ذِکْر فرمائی ہے کہ اس میں لَفْظ زُہد قِلَّت کے معنٰی میں اِسْتِعمال ہوا ہے۔

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلاة، فصل الجمعة، ۳/۹۳، حدیث: ۲۹۷۷

ایک دوسری حدیثِ پاک میں یہ لَفْظ کچھ یوں اِسْتِعمال ہوا ہے کہ جب (سورہ مُجادَلہ کی بارھویں آیتِ مُبارَکہ میں) بارگاہِ نبوی میں کوئی گُزارِش پیش کرنے سے پہلے کچھ صَدَقَہ کرنے کا حُکْم نازِل ہوا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے اِرشاد فرمایا: تمہارے خیال میں صَدَقَہ کتنا ہونا چاہیے؟ عَرْض کی: جَو کے دانے برابر سونا۔ اِرشاد فرمایا: اِنَّكَ لَزَهِيْدٌ۔ تم زَہید ہو یعنی دنیا کو بہُت ہی کم اور حقیر کر دینے والے ہو۔ البتہ! ہم ان پر ایک دینار صَدَقَہ لازِم قرار دیں گے۔ [1]

زاھد کے اوصاف اور زھد کی فضیلت کا تذکرہ

زہد کی غذا

زُہد کی ایک خاص غِذا ہے جو اس کے لیے لازِم وضَروری ہے، اسی سے زاہِد کے اَوصاف ظاہِر ہوتے ہیں اور جو زاہِد و غیر زاہِد میں واضِح فَرق کا باعث بنتی ہے۔ وہ غِذا یہ ہے:

اس کے پاس جس قَدْر دنیا مَوجُود ہے اس سے نفسانی لذّت پا کر خوش ہو نہ اسے کھو کر اس پر غمزدہ ہو بلکہ ہر شے سے بوَقتِ ضَرورت ہی اپنی ضَرورت و حاجَت پوری کرے اور بوَقتِ ضَرورت بھی صِرف فاقہ دور کرنے کے لیے ہی کچھ لے اور کبھی بھی ضَرورت سے پہلے کچھ طَلَب نہ کرے۔

زہد کا آغاز

زُہد کا آغاز یہ ہے کہ دِل میں آخِرَت کا غم پیدا ہو، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کی حَلاوَت محسوس ہو۔ غمِ آخِرَت کے حُصُول کے لیے دنیا کے غم سے چھٹکارہ حاصِل کرنا اور عِبادَت کی حَلاوَت پانے کے لیے نفسانی خواہشات کی لذّت سے نجات حاصِل کرنا ضَروری ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی گناہ سے توبہ کر لے مگر عِبادَت کی

---

[1] ......ترمذی، کتاب التفسیر، ومن سورۃ المجادلۃ، ۵/۱۹۶، حدیث: ۳۳۱۱، بتغیر

سنن کبری للنسائی، کتاب الخصائص، ذکر النجوی وما خفف بعلي عن هذه الأمة، ۵/۱۵۲، حدیث: ۸۵۳۷، بتغیر

اس حدیثِ پاک کے بعد لَفْظِ زَہید کے مُتعلّق لغوی بحث مذکور ہے جس کا ترجمہ عوامُ النّاس کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا، البتہ! صاحبانِ ذوق کے لیے اَصل عِبارَت کِتاب کے آخِر میں دے دی گئی ہے۔

حَلاوَت نہ پائے وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو دنیا سے منہ موڑ لے مگر زُہد کی حَلاوَت نہ چکھے وہ دنیا کی طرف پھر رُجوع کر سکتا ہے۔

مقربین کا زہد

خالِص زُہد پہلے دِل میں مَوجود دنیا کو بندے سے دُور کرتا ہے، پھر اسے اس کی دَسْتَرَس سے بھی دُور کر دیتا ہے، لہٰذا جب بندہ دنیا کے ذلیل و حقیر ہونے کی وجہ سے ہر مَوجُود شے کو بھی اس کی ذِلَّت و حِقَارَت کی وجہ سے مَعْدُوم جاننے لگتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کا زُہد مُکَمَّل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اس بے رغبتی کے عالَم میں اپنے زُہد کو بھی بھول جائے تو اپنی بے رغبتی میں زاہِد کہلائے گا اور اس کا زُہد کامِل ہو گا۔ یہی اس کا حاصِل اور حقیقت ہے اور یہ مَقاماتِ یقین میں سب سے اعلیٰ حال ہے۔ اس سے مُراد نَفْس میں زُہد اِخْتیار کرنا ہے اور یہ مُراد نہیں کہ نَفْس کی خاطِر زُہد اِخْتیار کیا جائے اور نہ یہ مُراد ہے کہ زُہد اپنانے کے لیے زُہد میں کوئی رَغْبَت رکھی جائے۔ یہ مَقام صِدِّیقین کے مُشاہدے اور مُقَرَّبِین کے زُہد کا ہے جو عَیْنُ الْیَقِین سے حاصِل ہوتا ہے۔

مومنین کا زہد

زُہد کا کم تر مَقام یہ ہے کہ مَرْغُوب شے پر نَظَر رکھنے کے باوُجُود اسے خود سے دُور کر دیا جائے اور اس کے مُتَعلِّق نَفْس سے مُجاہدہ کیا جائے، یہ عام مومنین کا زُہد ہے۔ زُہد اِخْتیار کرنا عقیدہ بھی ہے اور عَمَل بھی، کیونکہ زُہد اِیمان کا نام ہے اور اِیمان جس طرح قول و عَمَل کے مجموعے کا نام ہے اسی طرح زُہد عقیدہ و عَمَل کے مجموعے کا نام ہے۔

زہد کے عقیدہ و عمل سے مراد

زُہد کا عقیدہ یہ ہے کہ آخِرَت کی مَحبَّت دِل میں داخِل ہو کر دنیا کی مَحبَّت کو نِکال دے اور زُہد پر عَمَل سے مُراد یہ ہے کہ اپنی پیاری شے رَضائے خُداوندی کے بدلے یا رَحْمَتِ خُداوندی کے جَوار کا قُرْب پا کر راہِ خدا میں خَرْچ کر دی جائے۔

زاہد ہونے کے لیے یہ باتیں کافی ہیں

اگر دنیا مَوجُود نہ ہو تو ❀ ⇐ دنیا نہ ملنے پر اَفسوس نہ کرنا ❀ ⇐ دُنیاوِی حِرْص میں کمی ہونا ❀ ⇐ خواہش و تمنّا چھوڑ دینا ❀ ⇐ دنیا نہ ہونے پر دِل کا پُرسُکُون ہونا اور ❀ ⇐ معمولی تقسیم پر راضی ہونا۔

یہ سب باتیں بندے کے زاہِد ہونے کے لیے کافی ہیں، کیونکہ یہی فقیر کا حال ہے۔ جب وہ ان اَحکام پر عَمَل پیرا ہو گا تو اس پر ان سے بڑھ کر مزید کوئی حکم لازِم نہ ہو گا۔

وَرَع اور زہد

وَرَع کا تعلّق زُہد سے وُہی ہے جو زُہد کا اِیمان سے ہے۔ جبکہ اِیمان اور حَیا ایک ہی شے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مُصطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: (حَیا و اِیمان) دونوں میں سے کوئی ایک نہ رہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔[1] اس کے عِلاوہ اَہلِ بَیْت سے یہ رِوایَت بھی مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہر رات زُہد اور وَرَع دِل میں آتے ہیں، اگر اس دِل میں حَیا اور اِیمان پائیں تو رُک جاتے ہیں ورنہ کُوچ کر جاتے ہیں۔

قناعت اور زہد

قَناعَت کا تعلّق بھی زُہد سے ہے مگر کم اشیا پر راضی رہنا زُہد کا حال اور اَشیا میں کمی کرنا زُہد کی چابی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ہمارے دِلوں کو تین حِجابوں سے چھپایا گیا ہے، کسی بندے پر یقین اس وَقت تک مُنْکَشِف نہیں ہوتا جب تک کہ یہ حِجاب دُور نہ ہوں:

﴿1﴾ مَوجُود شے پر خوش ہونا: جب آپ مَوجُود شے پر خوش ہوں گے تو حریص ہوں گے اور حریص محرُوم ہوتا ہے۔

﴿2﴾ مَفْقُود شے پر غم زدہ ہونا: جب مَفْقُود شے پر غم محسوس کریں گے تو غصّے میں آجائیں گے اور ایسے

---

[1] ......معجم اوسط، ۶/ ۱۴۷، حدیث: ۸۳۱۳، بتغیر قلیل
الکامل لابن عدی، الرقم: ۶۲۲: خراش بن عبد اللہ، ۳/ ۵۳۳، بتغیر قلیل

غصّے والے اَفراد عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

﴿3﴾ تعریف پر مَسَرَّت کا اِظْہار کرنا: جب اپنی تعریف پر مَسَرَّت کا اِظْہار کریں گے تو خود پسندی میں مبتلا ہوں گے اور خود پسندی اَعمال کو برباد کر دیتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْؕ (پ ۲۷، الحدید: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔

زہد کا کامل حال

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) آیتِ مُبارَکہ میں مذکور دونوں اَوصاف (یعنی دُنْیاوِی شے کھونے پر اَفسوس اور ملنے پر خوشی کا اِظْہار) زُہد کا کامل حال ہے۔ جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک وَصْف سے مُتَّصِف ہو وہ دوسرے وَصْف سے بھی مُتَّصِف ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو شخص فوت ہو جانے والی کسی دُنْیاوِی شے پر غم زدہ ہوتا ہے نہ اس کے ملنے پر خوش ہوتا ہے، اس شخص کی مِثْل ہے جو کسی شے کے ملنے پر خوش ہوتا ہے نہ اسے اس کے فوت ہو جانے پر کوئی دُکھ ہوتا ہے۔

کامل حال اس شخص کا وصف ہے جو

یہ اس بندے کا وَصْف ہے جو کسی شے کا خود کو مالِک نہ قرار دے، بِالْخُصُوص اس بندے کا وَصْف ہے جو اَحْکامِ خداوندی پر عَمَل پیرا ہو، صاحبِ یقین و مَحَبَّت ہو، مُشاہَدۂ آخِرَت نے اس کا منہ دُنْیاوِی لذّتوں سے موڑ کر اس طرح اپنی طرف کر لیا ہو کہ وہ صِرف (آخِرَت میں) نَفْع بخش کاموں میں ہی مَشْغُول رہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰىۙ﴿۴۸﴾ (پ ۲۷، النجم: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ اسی نے غِنادی اور قَناعَت دی۔

اہلِ دنیا و اہلِ آخرت کی دولت

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنقُول ہے کہ اَہْلِ آخِرَت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے خاص تعلّق کی بنا پر غِنا سے مالا مال ہوئے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اُخْرَوِی دولت عَطا فرما کر دنیا سے مُسْتَغْنِی فرما دیا اور اہلِ دنیا کو

دنیا عطا فرمائی یعنی انہیں کثیر مال و دولت سے نوازا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے شخص کی دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ میں مَذَمَّت بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، الھمزۃ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

یعنی جو شخص یہ کہے کہ یہ جَمْع شُدہ مال فلاں کے لیے اور یہ فلاں کے لیے ہے، اس کے لیے ہَلاکت و خرابی ہے۔ مَعْلُوم ہوا مال میں زُہْد اِختیار کرنے والی دولت ہر حال میں ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے، وُہی اس کا کل مال واَسباب ہے اور اس کے لیے خوشخبری اور اچھا اَنْجام ہے۔

حقیقی دولت

تاجدارِ رِسَالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: یقین بطورِ غِنا، عِبَادت بطورِ مَشْغُولِیَّت اور موت بطورِ واعِظ کافی ہے۔[1]

اس حدیثِ پاک میں اس یقین وزُہْد کے پیکر شخص کے جُملہ اَوصاف مذکور ہیں جو ہر لمحہ موت کے اِنتِظار میں رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک مَشْہُور رِوایَت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: غِنا کَثْرتِ مال کا نہیں بلکہ نَفْس کے غنی ہونے کا نام ہے۔[2]

ایمان اور زہد کے باہمی تعلق پر مبنی چار روایات

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہاں اِیمان اور زُہْد کے بَاہَمی تعلّق کو ثابِت کرنے کے لیے چار احادیثِ مُبارَکہ ذِکْر کی ہیں، جن میں سے ہر دوسری حدیثِ پاک پہلی سے زیادہ قوی ہے۔)

پہلی روایت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں زُہْد اِختیار کرنے کو حقیقتِ اِیمان کی عَلامَت قرار دیا اور اسے مُشاہَدۂ یقین کے قریب بتایا۔ چنانچہ،

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، ص۱۹۶، حدیث: ۹۸۴، بتقدم وتاخر

[2] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۴/۲۳۳، حدیث: ۶۴۴۶

حضرت سَیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب دوجہاں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرض کی: اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا۔ یعنی میں حقیقی مومن ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تو نے عِرفان کی دولت پالی ہے، اس سے وَابَستہ رہنا۔ پھر دَرْیافت فرمایا: وَمَا حَقِیْقَۃُ اِیْمَانِکَ؟ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے زُہد سے اِبْتِدا کرتے ہوئے یوں عَرض کی: میرا نَفْس دنیا سے بے رَغْبَت ہو گیا ہے، اب میرے نزدیک دنیا کے پتھر اور سونا یَکْساں ہو گئے ہیں، گویا میں جنّت اور جہنّم کو دیکھ رہا ہوں اور عَرشِ خداوندی بھی گویا میری نِگاہوں کے سامنے ہے۔[1]

دوسری روایت

یہ رِوایت پہلی رِوایت سے بھی واضح ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کو اس نُور کے ذریعے شَرحِ صَدْر کی عَلامَت قرار دیا جو کہ تصدیق کا نُور اور عام مومنین کا وَصْف ہے کیونکہ یہی اِسلام کی حقیقت ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (پ۸، الانعام: ۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے **اللہ** راہ دِکھانا چاہے اس کا سینہ اِسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ بارگاہِ رِسالَت میں عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مَا ھٰذَا الشَّرْحُ؟ یہ شَرحِ صَدْر کیا ہے؟ اِرشاد فرمایا: نُور جب دِل میں داخِل ہوتا ہے تو شَرحِ صَدْر حاصِل ہوتا ہے اور سینہ کُشادہ ہو جاتا ہے۔ عَرض کی گئی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ھَلْ لِذٰلِکَ مِنْ عَلَامَۃٍ؟ اس کی کوئی عَلامَت بھی ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ہاں ہے! ❀⟸ دارِ غُرور (یعنی دنیا) سے دُور رہنا ❀⟸ دارِ خُلود (یعنی آخِرت) کی طرف مُتَوَجِّہ رہنا اور ❀⟸ موت سے قبل اس کی تیاری کرنا۔[2]

---

[1] ....الزھد لابن المبارک، باب الھرب من الخطایا والذنوب، ص۱۰۶، حدیث: ۳۱۴، بتغیر
نوادر الاصول، الاصل الحادی والعشرون، ۱/۸۸، بتغیر

[2] ....الزھد لوکیع، باب الاستعداد للموت، ص۲۳۸، حدیث: ۱۵، بتغیر قلیل
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۲۳، حدیث: ۱۳۱، بتغیر قلیل

تیسری روایت

مذکورہ دونوں روایات سے زیادہ واضح رِوایَت وہ ہے جس میں سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کو دنیا میں زُہد اِختیار کرنا قرار دیا۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح حَیا کرو جیسا کہ حَیا کا حَق ہے۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرْض کی: ہم تو حَیا کرتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تم ایسے گھر بناتے ہو جس میں رہتے نہیں اور ایسی اشیا جَمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں۔[1]

اسی مفہوم کی ایک رِوایَت میں اس وَفْد کے کامِل اِیمان کا تذکرہ مَوجُود ہے، جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دَرْیافْت فرمایا: تم کون ہو؟ عَرْض کی: ہم مومن ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: تمہارے اِیمان کی عَلامَت کیا ہے؟ توانہوں نے عَرْض کی کہ وہ مصیبت پر صَبْر کرتے ہیں، فراخی پر شُکْر کرتے ہیں،[2] قضائے باری تعالٰی پر راضی رہتے ہیں اور جب ان کے دشمنوں پر کوئی مصیبت نازِل ہوتی ہے تو اس پر خوش نہیں ہوتے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر تم ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہیں اسے جَمْع نہ کرو، جن گھروں میں رہنا نہیں انہیں تعمیر نہ کرو اور جن باتوں کو چھوڑ چکے ہو ان کے حُصُول میں کسی سے مُقابَلَہ نہ کرو۔

چوتھی روایت

مذکورہ تینوں روایات سے اَہَم یہ چوتھی رِوایَت ہے، اس میں مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد کو توحید کے اِخلاص کی شَرْط قرار دیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا جابِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں خُطْبَہ میں اِرشَاد فرمایا: جس نے کَلِمۂ توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور پھر اس کے ساتھ کسی اور شے کو نہ ملایا تو اس کے لیے جنّت واجِب ہو گئی۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۲۴، ۴/۲۰۷، حدیث: ۲۴۶۶، بتغیر
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۰۴، حدیث: ۵، مختصراً
حلیة الاولیاء، الحکم بن عمیر، ۱/۴۳۹، حدیث: ۱۲۵۳، بتغیر

[2] ......الزھد الکبیر، باب الورع التقوی، حدیث: ۹۷۰، ص ۳۵۳، بتقدم وتاخر

کھڑے ہو کر عَرض کی: **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! توحید کے ساتھ کیا چیز نہ مِلائی جائے، اس کی وَضاحت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا: دنیا کی مَحبَّت، اس کی طَلَب اور اس کی پیروی اس سے مُراد ہے۔ بعض لوگوں کی باتیں نبیوں جیسی مگر عَمَل جابر لوگوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا جو کَلِمۂ توحید لے کر بارگاہِ خداوندی میں اس حال میں حاضِر ہوا کہ مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی اس میں شامل نہ ہو تو جنّت اس کے لیے واجِب ہے۔[1]

شیرِ خدا سے مروی ۲ روایتیں

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زُہد کو صَبر کا ایک مَقام قرار دیتے اور صَبر کو اِیمان کا ایک سُتُون سمجھتے۔ چنانچہ،

پہلی روایت

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ۲ روایتوں میں سے ایک طویل رِوایَت میں اِیمان کی بنیادوں کے مُتَعَلِّق مَروِی ہے: اِیمان کے چار سُتُون ہیں: ﴿1﴾ صَبر ﴿2﴾ یقین ﴿3﴾ عَدل ﴿4﴾ جِہاد۔ پھر اِرشاد فرمایا: صَبر کے بھی چار شعبے ہیں: ﴿1﴾ شوق ﴿2﴾ ڈر ﴿3﴾ زُہد ﴿4﴾ اِنتِظار۔ لہٰذا جسے جنّت کا شوق ہو وہ شہوتوں کو بھول جاتا ہے، جسے جہنّم کا ڈر ہو وہ حَرام چیزوں سے دُور رہتا ہے، جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا اس پر مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں اور جسے موت کا اِنتِظار ہو وہ نیکیوں میں جلدی کرتا ہے۔[2]

دوسری روایت

ایک رِوایَت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صَبر کو اِیمان کا سُتُون قرار دیا کہ جس کے گرنے سے اِیمان

---

[1] ....الکامل لابن عدی، الرقم: ۱۷۵۵: محمد بن عبد الرحمن بن غزوان، ۷/۵۴۹، بتغیر قلیل
نوادر الاصول، الاصل السادس، ۱/۴۴، حدیث: ۴۶، عن زید بن ارقم، مختصراً
شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۳۸، حدیث: ۱۰۴۹۹، عن عبد اللہ بن عمر، مختصراً

[2] ....شعب الایمان، باب القول فی زیادۃ الایمان۔۔۔الخ، ۱/۷۰، حدیث: ۳۹، مختصراً
شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ، باب۔۔۔ان الایمان لفظ باللسان۔۔۔الخ، ۱/۷۴۱، حدیث: ۱۵۷۰
موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۴/۲۳، حدیث: ۹، مختصراً

کی عمارت گر جاتی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرماتے ہیں: صَبر کا اِیمان سے وُہی تعلّق ہے جو سَر کا باقی جِسْم سے ہے۔ یعنی اس شخص کے جِسْم کی کوئی حَیثیّت نہیں جس کا سَر نہ ہو اور اس شخص کے اِیمان کی کوئی وَقعت نہیں جس کے پاس صَبر نہ ہو۔[1]

سخاوت اور زہد

ایک مَقْطُوع[2] رِوایَت میں ہے کہ سَخاوَت یقین سے ہے اور اَہْلِ یقین جہنّم میں داخِل نہ ہوں گے جبکہ بُخْل شک سے ہے اور جس نے شک کیا وہ جنّت میں داخِل نہ ہو گا۔[3]

یہ حدیثِ پاک گویا اس مُجْمَل رِوایَت کی تفسیر ہے جس میں اِرشَاد ہوتا ہے: سخی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے، لوگوں کے اور جنّت کے قریب اور جہنّم سے دُور ہوتا ہے۔ جبکہ بخیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے، لوگوں سے اور جنّت سے دُور اور جہنّم کے قریب ہوتا ہے۔[4]

اَلْغَرَض اس حدیثِ پاک میں یہ وَضاحَت کر دی گئی ہے کہ سخی شخص کن معنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور جنّت کے قریب اور جہنّم سے دُور ہے، کیونکہ سَخاوَت کا تعلّق یقین سے ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ بخیل کن معنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور جنّت سے دُور اور جہنّم کے قریب ہے۔ کیونکہ بُخْل کا تعلّق شک سے ہے۔

سَخاوَت زُہْد کا وَصْف ہے اور زاہِد سخی ہوتا ہے جبکہ بُخْل دنیا چاہنے والے کا وَصْف ہے اور حریص شخص بخیل ہوتا ہے۔ چنانچہ بخیل زاہِد نہیں ہو سکتا کیونکہ زُہْد اشیا کو خود سے دُور کرنے کی اور بُخْل انہیں پاس رکھنے کی دَعْوَت دیتا ہے۔ لہٰذا سَخاوَت ہی زُہْد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بُخْل کی مَذمَّت بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے مُراد دنیا میں رَغْبَت رکھنا ہے۔ حِرْص بُخْل کی عَلامَت ہے کیونکہ یہ رَغْبَت رکھنے کی دلیل ہے اور قَناعَت سَخاوَت کی عَلامَت ہے کیونکہ یہ زُہْد کا دروازہ ہے۔

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، ۴/۲۳، حدیث: ۸، بتغیر قلیل

[2] ......مَقْطُوع رِوایَت سے مُراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے (تبع تابعی وغیرہ) سے مَرْوِی ہو۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، الباب الأول: الخبر، الفصل الثالث، المبحث الأول، المقطوع، ص ۱٦٧)

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الثامن عشر والمائة، ۱/۴۷۷، حدیث: ٦٨٥، بتقدم وتاخر

[4] ......ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی السخآء، ۳/۳٨٧، حدیث: ۱۹٦٨، عن ابی هریرة، بتقدم وتاخر

سخاوت کی ۲ دو صورتیں

مَنْقُول ہے کہ نَفْس کی اپنے قبضے میں موجود اشیا میں سَخاوَت مال خَرْچ کرنے کی سَخاوَت سے اَفضل ہے۔ یہ دونوں قِسْم کی سَخاوَت (یعنی نَفْس کی مَمْلُوکہ اشیا میں سَخاوَت اور مال خَرْچ کرنے کی سَخاوَت) اگرچہ نام کے اِعْتِبار سے تو ایک جیسی ہیں مگر ان کا حُکْم الگ الگ ہے۔ پس جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر اپنی مَمْلُوکہ شے میں سَخاوَت کا مُظاہَرہ کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا چاہنے والا زاہِد ہے اور اس کا اَجْر وثواب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے مگر جس نے لوگوں کی رَضا کے لئے مال خَرْچ کیا وہ بھی سَخاوَت کے وَصْف سے مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے زاہِد تو شُمار ہو گا مگر اس کی یہ سَخاوَت اس کے نَفْس اور اس کی خواہش کی تسکین کے لیے ہے، جس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کوئی اَجْر نہ پائے گا کیونکہ یہ عَمَل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے حُصُول کے لیے نہ تھا، چنانچہ اس کا اَجْر باطِل ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے نَفْس کے لیے یہ عَمَل سَر اَنْجام دیا تھا اور دنیا میں ہی اسے لوگوں سے اپنے شُکْر وذِکْر کے چرچے حاصِل ہو گئے۔

دونوں قسموں میں فرق کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں کہ میرے خَیال میں جَوانْمَرْدِی اور قرأت کے درمیان ایک بات کا بھی فَرْق نہیں کیونکہ قرأت نے جس شے سے مَنْع کیا تو جَوانْمَرْدِی نے بھی اسے بُرا سمجھا۔ مگر دونوں اس بات میں الگ الگ ہیں کہ قرأت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوشی جبکہ جَوانْمَرْدِی میں لوگوں کی خوشی مَقْصُود ہوتی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابن مُبارَک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق کے اُستاذ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جو اچھا جَوانْمَرْد نہیں وہ اچھا قارِی نہیں ہو سکتا یعنی جو جَوانْمَرْدِی کے اَحْکام سے بخوبی آگاہ نہیں کہ ان پر عَمَل کر کے حقیقت میں ایک جَوانْمَرْد بن سکے وہ قارِی کے اَوصاف سے بھی مُزَیَّن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اسے قارِی کہا جا سکے۔

نفس سے مُجاہدہ

بَسا اَوقات بندے کو زُہْد اِخْتِیار کرنے کے لیے نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑتا ہے جس طرح کہ نفسانی خواہش

کی مُخالَفت کے لیے اسے نَفْس سے مُجاہَدہ کرنا پڑتا ہے اسی طرح حَق بات پر صَبْر کرنے کے لیے بھی بعض اَوقات نَفْس سے مُجاہَدے کی ضَرورت ہوتی ہے تاکہ نَفْس کی ناپسندیدگی کے باوُجُود اس کی مَرغُوب و مَحبُوب شے کو اس سے دُور کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسے شخص کے لیے زُہد میں ایک خاص مَقام ہے، یہ شخص نیکی کی توفیق پاتا ہے اور نیکیاں کرنے کے سَبَب مَدح و تعریف کامُسْتَحِق ٹھہرتا ہے۔

مُتَزَہِّد سے مُراد

مُتَزَہِّد (بتکلّف زاہِد بننے والا شخص) حقیقت میں زاہِد نہیں ہوتا اور اس سے مُراد وہ شخص ہے جس نے بظاہِر زُہد کا لِبادہ اَوڑھ رکھا ہو اور وہ ہر شے میں اَسبابِ زُہد اِختیار کرے یعنی خَستہ حالی اور قِلَّت و کمی کو اِختیار کرے۔ یہ شخص خود کو صابِر ظاہِر کرنے والے شخص جیسا ہے جو صَبْر کی حقیقت سے جَہالَت کے باعث خود کو صابِر سمجھ کر نَفْس کو حُصُولِ عِلْم کا پابند بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اسے صَبْر میں کوئی مَقام حاصِل ہو۔

خالِص زُہد

خالِص زُہد یہ ہے کہ بندہ موت کا اِنتِظار کرے اور اپنی اُمّیدوں کو کم کر دے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں مال جَمْع نہیں کیا جاتا بلکہ خُوب نیکیاں کی جاتی ہیں۔

زُھد و زَاھِد کے مُتَعَلِّق بُزُرگَانِ دِین کے اَقْوَال

سَیِّدُنا ابن عیینہ کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا ابن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ زاہِد کی تعریف یہ ہے کہ وہ فَراخی کے وَقْت شُکْر کرے اور تنگ دستی کے وَقْت صَبْر کرے۔

سَیِّدُنا بشر بن حارث کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ بندہ لوگوں سے بے رَغْبَت ہو جائے۔ لِہٰذا جس نے لوگوں سے بے رغبتی اِختیار کی اس نے دنیا میں زُہد کو

اِختیار کیا۔ اسی طرح کسی حکیم کا قول ہے کہ جب زاہد لوگوں کی تلاش میں رہے تو اس سے بھاگو اور جب وہ لوگوں سے بھاگے تو اسے تلاش کرو۔

سَیِّدُنا یحییٰ بن معاذ کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ سے عَرْض کی گئی: بندہ زاہد کب بنتا ہے؟ اِرشاد فرمایا: جب تَرْکِ دنیا میں اس کی حِرْص طالِبِ دنیا کی حِرْص کے برابر ہو جائے تو بندہ زاہِد بن جاتا ہے۔

سَیِّدُنا قاسم جوعی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا قاسِم جُوعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد پیٹ میں زُہد اِختیار کرنا ہے یعنی آپ جس قَدْر اپنے پیٹ پر قادِر ہوں گے اسی قَدْر زُہد پر قادِر ہوں گے۔ گویا ان کے نزدیک دنیا شِکَم سیری اور شہوات کی تکمیل کا نام ہے۔

سَیِّدُنا فضیل بن عیاض کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: زُہد قَناعت کا نام ہے۔ گویا ان کے نزدیک دنیا حِرْص اور لالچ کا نام ہے۔

سَیِّدُنا سفیان ثوری کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: زُہد کم اُمّیدی کا نام ہے۔ گویا ان کے نزدیک دنیا لمبی اُمّیدوں کا نام ہے۔

سَیِّدُنا سلیمان دارانی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں: دنیا ہر اس شے کا نام ہے جو تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافِل کر دے۔ گویا انکے نزدیک زُہد سے مُراد اللہ عَزَّوَجَلَّ (کی عِبادت) کے لیے ہر شے سے منہ موڑنا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: زاہِد وہ ہے جس نے دنیا سے منہ موڑا اور عِبادت و مُجاہدے میں مصروف رہا۔ لیکن جس نے دنیا تو تَرْک کی مگر بے کار کاموں میں مگن رہا گویا اس نے اپنے نَفْس کے لیے راحت و سُکون کو اِختیار کیا۔

نُحُوست کا باعث چیزیں

حضرت سَیِّدُنا داود طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اَہل و عَیال یا مال میں سے ہر وہ چیز جو آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے وہ آپ کے لیے نُحُوست کا باعث ہے۔

دنیا کی طرف مائل کرنے والی چیزیں

حضرت سَیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں جس نے شادی کی یا حدیث لکھی یا طَلَبِ مَعاش میں مَصروف ہوا وہ دنیا کی طرف مائل ہوا۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی:

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو **اللہ** کے حُضور حاضِر ہوا سَلامَت دِل لے کر۔ (پ ۱۹، الشعراء: ۸۹)

پھر اس کی تفسیر میں اِرشاد فرمایا کہ یہاں وہ دِل مُراد ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عِلاوہ کوئی نہ ہو۔ نیز اِرشاد فرمایا: اَسلاف نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا تاکہ ان کے دِل اُمورِ آخِرت میں ہی مَصروف رہیں۔

سَیِّدُنا اُوَیس قرنی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قرنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: جب بندہ کسی (دُنیاوِی) شے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کا زُہد رُخصت ہو جاتا ہے۔

حقیقی زہد کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد واپسی نہیں

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہمارے اِمام اور شیخ کے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن **عبد اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: زُہد کا آغاز تَوَکُّل اور اس کا وَسْط اِظْہارِ قُدْرَت ہے۔ مزید فرماتے ہیں: بندہ حقیقی زُہد کے اُس مَرْتَبے پر مُشاہَدۂ قُدْرَت کے بعد ہی فائز ہوتا ہے کہ جس پر فائز ہونے کے بعد واپسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ میرے نزدیک (اس مَرْتَبے پر) قُدْرَت کی اِبْتِدا یہ ہے کہ زُہد اِختیار کرنے والا قادِر عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے جو کچھ سُنے اس کا مُشاہَدہ بھی کرے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ (پ۱۳، الرعد:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا (زیور) یا اور اَسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔

آیتِ مبارکہ کی پہلی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں حِلْیَةٍ سے مُراد سونا چاندی ہے جو اَشیا کے لیے قیمت کی حَیثیَّت رکھتے ہیں، ان دونوں نے نُفُوس پر قَبْضَہ کر رکھا ہے اور لوگوں کی گردنیں ان کے سامنے خَم (جھکی ہوئی) ہیں، جبکہ مَتَاعٍ سے مُراد سونے چاندی کے عِلاوہ زمین کی باقی مَعدنیات ہیں۔ لہٰذا بندہ جب سونے کو اپنی نِگاہوں کا مَرکز بنالیتا ہے تو ہَلاکت اس کا مُقدَّر بن جاتی ہے کیونکہ سونا دنیا کا سَبَب ہے، اس کی وجہ سے مشرکین نے شِرک کیا، اسی کی وجہ سے دنیا کی دَلدَل میں دھنسے ہوئے لوگ مزید دھنستے گئے اور دل میں اس کی حَلاوت کی وجہ سے اَنْہونی بھی ہَونی ہو گئی۔ مگر جب بندہ سونے چاندی کے جَوہَر کو پانی کی سَطح پر تیرنے والی ایسی جھاگ سمجھنے لگتا ہے جس کا کوئی نَفْع ہے نہ کوئی فائدہ و قیمت، تو اس کا اس طرح سونے چاندی سے بے رغبتی اِختیار کرنا اس کے زُہد کی سچّائی پر دَلالت کرتا ہے، اب اس کا زُہد ایک مُشاہدہ ہے نہ کہ مَحض خَبر۔ اس کا شُمار ان سچّے مومنین میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کچھ یوں بیان فرمائے ہیں:

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (پ۹، الانفال:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ یاد کیا جائے انکے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اسکی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقّی پائے۔

مَعلُوم ہوا زُہد ایمان میں اِضافہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴿۲﴾ (پ۹، الانفال:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

مَعلُوم ہوا کہ زُہد تَوکُّل میں داخِل ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ﴿۹﴾ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ (پ۲۹، المزمل:۹، ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافِروں کی باتوں پر صَبر فرماؤ۔

توکُّل بندے کو صَبْر پر قائم رکھتا ہے اور گویا ایسا شخص کلامِ باری تعالیٰ کو سنتا ہے اور اسے سمجھتا بھی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے باغات اور چشموں کی اَمْن والی جگہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو یقین کی حقیقت کے ساتھ قرآنِ کریم کی تِلاوت کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اِیمان کے وَصْف سے مُتَّصِف قرار دیتے ہوئے یوں اِرشَاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ (پ ۱، البقرة: ۱۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: جنہیں ہم نے کِتاب دی ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تِلاوت کرتے ہیں وہی اس پر اِیمان رکھتے ہیں۔

آیتِ مُبارَکہ کی دوسری تفسیر

پیچھے گذری آیتِ مُبارَکہ میں بیان کردہ ﴿ زَبَدٌ ﴾ یعنی جھاگ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بطورِ تشبیہ ذِکْر کیا ہے تاکہ حَق و باطِل کی پانی و جھاگ سے مِثال بیان ہو سکے۔ جیسا کہ اسی آیت کے اگلے حصے میں اِرشَاد فرمایا:

کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَ الۡبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ (پ ۱۳، الرعد: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطل کی یہی مثال ہے تو جھاگ تو پھک کر دُور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے۔

مُراد یہ ہے کہ حَق نَفْع دینے اور باقی رہنے میں پانی کی مِثْل ہے جبکہ باطِل خَتْم ہونے اور نَفْع کی کمی میں جھاگ کی مِثْل ہے۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سونے کو اس کی حقیقت خَتْم ہو جانے کی وجہ سے جھاگ سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ صِرف مُماثَلَت میں ہے مَجازی نہیں جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ﴿ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ﴾ اور یہ مُماثَلَت بھی کافی گہری ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا:

کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰی ؕ (پ ۱۳، الرعد: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انہیں کے لیے بھلائی ہے۔

یہاں ﴿ اَلۡحُسۡنٰی ﴾ سے مُراد جنّت اور ہمیشہ کی زِندَگی ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کابُرا حال ہے۔ (پ ۱۴، النحل: ۶۰)

یعنی وہ دُنیاوی زِندَگی اور اس کی زیب وزِینَت چاہنے والے ہیں، وہ دنیا پر مطمئن وراضی ہیں۔

لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ ترجمۂ کنز الایمان: جن کے لیے آخِرت میں کچھ نہیں مگر آگ۔ (پ ۱۲، ھود: ۱۶)

پاک ہے وہ ذات

- پاک ہے وہ ذات جس کی قوّتِ بَصارت کا حُکم نِگاہوں پر نافِذ ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جو دِن اور رات کو بدَلنے والی ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جس کے ہاں ہر شے ایک مَخْصُوص اَنْدازے کے مُطابِق ہے۔
- پاک ہے وہ ذات جو ہر اُس شے کو دیکھ سکتی ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ وہ ہر اُس شے پر قادِر ہے جس پر ہم قادِر نہیں۔
- پاک ہے وہ ذات جس نے اَہْلِ مُشاہَدہ کو مُشاہَدۂ ذات کے مَعانی سے خاص فرمایا۔
- پاک ہے وہ ذات جس نے خاص بندوں کو اپنے عِلْم سے کچھ عَطا فرمایا اور جو عَطا فرمانا چاہا اس سے انہیں آگاہ بھی فرمادیا۔

گویا ان لوگوں کے نزدیک سوناچاندی پانی پر مَوجُود اس جھاگ کی طرح ہیں جنہیں ہَوائیں اِدھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں پہاڑوں سے نکلنے والی مَعدِنیات ہیں مگر ان لوگوں کے نزدیک پہاڑ ٹھہری ہوئی اور پُرسُکُون موجیں ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: (تو) پہاڑوں کو خَیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادَل کی چال یہ کام ہے اللہ کا جس نے حِکْمَت سے بنائی ہر چیز۔ (پ ۲۰، النمل: ۸۸)

اہلِ آخرت کا مُشاہدہ

ان کے نزدیک زمین گویا ایک غُبار اُڑانے والا سمندر ہے جس میں موجیں اُٹھ رہی ہیں جن کے درمیان شہر اور چٹَیل میدان ظاہِر ہیں کیونکہ کہیں یہ موجیں ہَموار ہیں تو کہیں بُلندی وپَستی کا شِکار۔ مخلوق بڑے بڑے جتھوں کی شکل میں تیر رہی ہے، بعض رینگ رہی ہے، ان میں ہر شے اپنی مِقدار کے لِحاظ سے موزُوں ہے، جیسا کہ رات میں دن مِل جاتا ہے اور سیلابی پانی کے ریلے پر جھاگ پیدا ہوتا ہے، یہ سب اس کی حِکمت، مخفی قُدرَت اور لطیف و دقیق صَنعَت کے ظُہور کی وجہ سے ہے تاکہ اس کا شُکر بجالانے کی بَرکَت سے اس کی نِعمَت کا مُشاہَدہ حاصِل ہو۔ جیسا کہ فرامینِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿1﴾ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ (پ۲۹، الملک:۱۵)
ترجمۂ کنزالایمان: (جس نے) تمہارے لیے زمین رام (تابع) کردی تو اسکے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

﴿2﴾ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۹۶) (پ۱۷، الانبیآء:۹۶)
ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ہر بُلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔

﴿3﴾ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ (پ۱۳، یوسف:۱۰۰)
ترجمۂ کنز الایمان: بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے۔

پس بکھری ہوئی چیزیں جمع ہو گئیں اور چھٹی ہوئی جگہیں مِل گئیں، ہر قِسْم کا فَرْق خَتْم ہو گیا اور قوّتِ گویائی حاصِل ہوئی اور اِرشَاد ہوا:

وَ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ (پ۱۲، ھود:۷)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کا عَرش پانی پر تھا کہ تمہیں آزمائے۔

یہ اَہْلِ آخِرَت کا مُشاہَدہ ہے جو ان کے دنیا میں زُہد اِختِیار کرنے سے اَعلیٰ ہے۔ جَمْع شُدہ اَشیا بکھر گئیں اور بند چیزوں میں دَراڑیں پڑ گئیں، پانی سے ہر زِنْدَہ شے کا ظُہور ہوا، فَضا وَسیع ہوگئی، حِجاب بھی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے، تفصیل پائی جانے لگی اور گمان کے مُطابِق حاصِل ہو جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

اہلِ دنیا کا مشاہدہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَاؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّؕ (پ۱۷، الانبیآء:۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔

یہ اَہلِ دنیا کا مُشاہَدہ ہے جو ان پر بہُت بھاری ہے کیونکہ وہ غفلت سے اَچانک بیدار ہوں گے۔

عام لوگوں کا مشاہدہ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿1﴾ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ ﴿۱۹﴾ (پ۲۶، ق:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

﴿2﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾ (پ۲۶، ق:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

﴿3﴾ وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًاۙ ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًاۙ ﴿۳﴾ (پ۳۰، النّٰزعٰت: ۱ تا ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں (چلیں)۔

یہ عام لوگوں کا مُشاہَدہ ہے جو وہ موت کے وَقْت کریں گے تو اپنی کوتاہیوں پر ان کی حَسرَت حد سے زیادہ ہو گی۔

خواص کا مشاہدہ

خواص اپنے حصّے کے مُشاہَدے سے فارِغ ہو چکے ہیں، ان کی نِگاہوں کا مَرکَز آنے والی نعمتیں ہیں، انہوں

نے بندوں سے منہ موڑ کر ذاتِ حَق کے مُشاہَدہ سے اپنا تعلّق جوڑ رکھا ہے، انہیں ظاہِری، باطنی، لطیف، پوشیدہ، مَعْرُوف ومُنْکَر طریقے سے ذاتِ باری تعالیٰ کا مُشاہَدہ کروانے کا تَصرّف بھی حاصِل ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالِب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

اَلْغَرَض اللہ عَزَّوَجَلَّ جس پر غالِب ہو وہ ظاہِر نہیں ہوتا اور جس شے کو اپنے بندوں پر مُسلّط کر دے وہ غالِب آجاتی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کتنی ہی سچّی بات کسی شاعِر نے کہی ہے:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[1]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ (پ۲۳، ص: ۸۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو سچ یہ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں۔

نیز اِرشاد فرمایا:

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: (اللہ ہے) جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا عِلْم ہر چیز کو مُحیط ہے۔

تم کافر ہو جاؤ یا مجھے کافر کہنے لگو

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں کہ اگر میں اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر بیان کر دوں تو تم لوگ کُفْر میں مبتلا ہو جاؤ۔ عَرْض کی گئی: وہ کیسے؟ اِرشاد فرمایا: تم اس کا اِنکار کر دو گے اور اپنے اس

[1] ......مسلم، کتاب الشعر، ص۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

اِنکار کے سَبَب کافر ہو جاؤ گے۔[1] ایک رِوایت میں یہ اَلفاظ ہیں: اگر میں سورۂ نسآء کی ایک آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر بیان کروں تو تم مجھے پتھروں سے مارنے لگو۔ یعنی تم مجھے کافِر قرار دیدو۔ کیونکہ ان کے نزدیک صِرف کسی کافِر و مُرتَد کو ہی قَتْل کرنا جائز تھا۔

ہر شے کے نام میں اسمائے حسنیٰ کی برکت

حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ (پ۲۵، الجاثیۃ:۱۳) ﴾ کی تفسیر میں مَرْوِی ہے کہ ہر شے کے نام میں (کم از کم) ایک حَرْف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَسْمائے حسنیٰ میں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر شے کے نام میں اس کے اَسمائے حسنیٰ کی بَرَکت شامل ہے۔ لہٰذا اے بندے! تو اس کے اَسْماو صِفات اور اَفْعال کے درمیان زِنْدَگی بَسر کر رہا ہے، اسی کی قُدْرَت سے بولتا ہے اور اسی کی حِکْمت سے تیرا ظُہور عَمَل میں آیا ہے۔[2]

جب ظاہِر مخفی اور مخفی ظاہِر ہوتا ہے

جب بندے پر ظاہِر مَخْفی اور مَخْفی ظاہِر ہوتا ہے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کا مُشاہَدہ کرنے والا بن جاتا ہے کہ اَلَا کُلُّ شَیۡءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز باطِل ہے۔[3] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے آفاق میں اپنی نِشانیاں دِکھاتا ہے تو حَق اس پر خُوب واضِح ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّكَ

ترجمۂ کنز الایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ الطلاق، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۲/۱۴۵، حدیث: ۳۴۳۷۲، بتغیر

[2] ......اس کے بعد صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک ''یقین سے بڑھ کر معزّز کوئی شے آسمان سے نازِل نہیں ہوئی۔'' نقل فرما کر اس کی شَرْح میں حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کا جو قول نقل فرمایا ہے وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ چنانچہ یہاں اس کا ترجمہ دینے کے بجائے اس کی اَصْل عِبارَت اہلِ ذَوق کے لیے کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

[3] ......مسلم، کتاب الشعر، ص۱۲۳۸، حدیث: ۲۲۵۶

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾ (پ ۲۵، حم السجدة: ۵۳، ۵۴)

کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔

دنیا دیکھنے کی دعا

ایک شخص نے یہ دُعا کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا کو اسی طرح دِکھا جیسا کہ تو اسے دیکھتا ہے۔ تو سَرْوَرِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اِرشَاد فرمایا: ایسامَت کہو! کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس طرح دنیا کو نہیں دیکھتا جس طرح تم دیکھتے ہو۔ بلکہ یہ عَرض کرو: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے دنیا کو اس طرح دِکھا جس طرح تیرے نیک بندے اسے دیکھتے ہیں۔[1]

یہی **اللہ** والوں کا مُشاہَدہ ہے جس میں پہلا (یعنی زاہِدین کا) مُشاہدہ غائب ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلا مُشاہَدہ اَہْلِ دنیا کے مُشاہَدے کو غائب کر دیتا ہے۔ اس مَقام کا اِنْکِشاف اور اس مُشاہَدے کا اِظْہار صِرف اس مُشاہَدہ کرنے والے کے لیے جائز ہے جو صِدِّیقین میں خاص مَقام کا حامِل ہو۔

کسی حکیم کا قول ہے:

لَقَدْ عَزَّتْ مَعَانِیْهِ فَغَابَتْ عَنِ الْاَبْصَارِ اِلَّا لِلشَّهِیْدِ

یعنی اس کے مَعانی بہُت بُلند و بالاتر ہیں جو مُشاہَدہ کرنے والے کے سوا تمام نِگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔

رازِ رَبُوبیت کو ظاہِر کرنا

یہاں وہ اَہْلِ مُشاہَدہ مُراد ہیں جو قرآنِ کریم کے مَعانی و مَفاہیم سے آگاہ اور مُشاہَدے میں راز کی باتوں کو جان کر انہیں اِفشا کرنے کی ہَلاکت سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ رازِ رَبُوبِیَّت کو ظاہِر کرنا گناہ اور رازوں کے راز کو ظاہِر کرنا کُفر ہے۔ لہٰذا ضَرورت اس بات کی ہے کہ زاہِد کی نِگاہیں اگر ذاتِ باری تعالیٰ کے مُشاہَدے کی تاب کے قابِل نہیں تو وہ دنیا کو جھاگ کی طرح ضَرور خَیال کرے تا کہ کم از کم اس کا شُمار اَہْلِ سَماعَت و شَہادَت میں

---

[1] ......الدعاء لمحمد بن فضیل الضبی، ص ۱۵۹، حدیث: ۲

ہونے لگے اور وہ دِل کے یادِ الٰہی میں مگن رہنے کی وجہ سے اپنی عادات و اَوصاف بھول جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایسا شہید شُمار ہو جس کے لیے اَجر و نُور ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ (پ۲۷، الحدید: ۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نُور ہے۔

اَلْغَرَض جو شخص اپنے مُشاہَدے کی گواہی نہ دے تو شہید یعنی گواہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ نُور کے بغیر وَصفِ اَوَّلِیَّت کا مُشاہَدہ ہی کیسے کر سکتا ہے؟ یا وہ شخص اپنی شَہادت پر کیسے قائم رہ سکتا ہے جس نے ذاتِ باری تعالیٰ کی قَیُّومِیَّت کا مُشاہَدہ نہ کیا ہو؟ بلکہ وہ نُورِ وَحدانِیَّت کے بغیر ذاتِ باری تعالیٰ کی صِفَتِ قَیُّومِیَّت کا مُشاہَدہ کیسے کر سکتا ہے؟ اگر وہ اس مَقام کے قریب نہیں تو پھر اس کی حالَت اس فرمانِ باری تعالیٰ کے مُطابِق ہو گی:

أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، ق: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: یا کان لگائے اور مُتوجّہ ہو۔

وہ ایسی جگہ سے سنتا ہے جو قُربَت کے اِعْتِبار سے دُور ہے۔ اس اِعْتِبار سے اس کا شُمار اَہلِ بیان و فِکر میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ **كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ** (پ۲، البقرۃ: ۲۱۹، ۲۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: اسی طرح **اللہ** تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخِرت کے کام سوچ کر کرو۔ ﴾ مطلَب یہ ہے کہ تم دنیا کے فَنا و زَوال پذیر ہونے اور آخِرت کے باقی و دائمی ہونے کے مُتعلِّق سوچتے ہو تو باقی اور دائمی آخِرت کو ترجیح دیتے ہو اور فانی و زائل ہونے والی دنیا کے مُقابَلے میں اسے مَرغُوب جان کر اس سے بے رغبتی کا مُظاہَرہ کرتے ہو۔ کیونکہ جس کی اِنتِہا فَنا پر ہو اس کی اِنتِہا بھی اِبتِدا کی طرح ہوتی ہے اور دنیا کی تو اِبتِدا ہی نہیں۔ البتہ! جس کی اِنتِہا دائمی ہو گویا وہ ہمیشہ سے ہے اور اس کی اِبتِدا بَقا میں اِنتِہا جیسی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ ؕ (پ۳۰، الاعلیٰ: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آخِرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

آخرت کے دو۲ اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں آخِرت کو اس کے باقی رہنے کی وجہ سے اپنی دو۲ صِفات سے مُتَّصِف فرمایا ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۷۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (پ۱۴، النحل: ۹۶)

اس آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی نِسْبَت ہماری جانِب فرمائی تاکہ اس کے ذریعے ہماری بے وَقْعَتی خُوب واضح ہو جائے کیونکہ ہم فانی ہیں اور ہمیں اس سے بے رغبتی برتنا چاہیے۔ جبکہ آخِرَت کی نِسْبَت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانِب فرمائی تاکہ اس کی قَدْر و مَنْزِلَت کا اِظْہار ہو کیونکہ وہ باقی رہنے والی ہے اور ہمیں اس میں رَغْبَت رکھنی چاہیے۔

دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرنا

بندہ جب اپنے دل کی آنکھ اور اِیمان کے یقین سے مشاہدہ کرتا ہے کہ جس بات کو سن اور جان کر وہ اس کی تصدیق کر رہا ہے وہ اس طرح خَتْم ہو جائے گی گویا وہ تھی ہی نہیں اور جو باقی رہے گی گویا وہ ہمیشہ سے ہے تو اس کا شُمار دَرْج ذیل لوگوں کی صَف میں ہونے لگتا ہے:

- مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں غور و فِکْر کرنے والوں اور مُشاہَدہ کرنے والوں میں۔
- اس کی تِلاوَت کا حَق ادا کرنے والوں میں۔
- اس پر حقیقی اِیمان لانے والوں میں۔
- دنیا میں حقیقی زُہْد اِخْتیار کرنے والوں میں۔
- آخِرَت میں حقیقی رَغْبَت رکھنے والوں میں۔
- دین میں قوّت کا مُظاہَرہ کرنے والوں میں۔
- یقین میں بَصیرَت رکھنے والوں میں۔

دینی قوت سے دنیا کو دیکھنا

جب بندہ اپنی دینی قوّت سے (دنیا کو) دیکھتا ہے تو دنیا سے منہ موڑ کر اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی طرف چل دیتا ہے اور بطورِ زادِ راہ تقویٰ اپنے ساتھ لے لیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو تو اللہ کی طرف بھاگو۔

(پ۲۷، الذّٰریٰت: ۴۹، ۵۰)

یعنی تم واحِد و اَحد کی یاد میں مگن رہو اور اَشکال و اَضداد سے فَرار حاصِل کر کے اس کی بارگاہ میں حاضِر ہو جاؤ۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾ (پ۲۸، الحشر: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

جب وہ دیکھے گا تو عِبرت پکڑے گا اور اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگے گا جن کے مُتعلِّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے: خُذِ الۡكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ (پ۱۶، مریم: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: کتاب مضبوط تھام۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

یہاں ﴿ بِقُوَّةٍ ﴾ سے مُراد ایک قول کے مُطابِق کِتاب پر عَمَل کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس پر یقین کرنا مُراد ہے جبکہ ایک قول کے مُطابِق یہاں کوشش و مُجاہَدہ مُراد ہے۔ بہر حَال اس کا شُمار ان مُحسِنِیْن میں ہونے لگتا ہے جو کِتابُ اللہ کو مَضبُوطی سے تھام لیتے ہیں اور نَماز قائم کرتے ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی:

اَلَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

پھر اِرشَاد فرمایا: اس شخص کے لیے ہَلاکت ہے جس نے اس آیتِ مُبارَکہ کی تِلاوَت کی مگر اس میں غور نہ کیا اور اس شخص کے لیے بھی ہَلاکت ہے جس نے اس کی تِلاوَت کی مگر اپنی مونچھوں کے بالوں پر ہاتھ ہی پھیرتا رہا۔[1]

---

[1] ......صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب التوبۃ، ۸/۲، حدیث: ۶۱۹
اخلاق النبی وآدابہ، ذکر فعلہ فی لیلتہ وفی فراشہ ۔ ۔ ۔ الخ، ص۱۰۵، حدیث: ۵۲۱

نیز (آیتِ مُبارَکہ میں مذکور) زمین سے جہنّم کے طبقات اور آسمان سے جنّت کے دَرَجات مُراد ہیں اور یہی وہ عالَمِ مَلَکُوت ہے جس کا مُشاہدہ اَہْلِ یقین کرتے ہیں اور اسے ہی مُلکِ باطِن اور مُلکِ کبیر بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں یعنی زمین و آسمان، ان سے بُلند و پَست سب کچھ بلکہ عَرش و تَحتُ الثَّریٰ (پاتال) بھی اَہْلِ فِکْر و ذِکْر اور اَہْلِ یقین پر ظاہِر ہو جاتے ہیں۔ آسمان گویا جنّت، اس کے ستارے اَوْلیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی مَنازِل اور اس سے نیچے دیگر مخلوق آباد ہے۔ اسی طرح زمین گویا جہنّم، اس کی سَرحدیں زمین والوں کی مَنازِل اور اس سے نیچے دیگر مخلوق آباد ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ (پ۱۳، ابراھیم:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: جس دِن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نِکل کھڑے ہوں گے اللہ کے سامنے۔

یہاں زمین کو جہنّم سے اور آسمانوں کو جنّت سے بدَلنا مُراد ہے۔ جبکہ سب لوگوں کے نِکل کھڑے ہونے سے مُراد یہ ہے کہ سب بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوں گے۔

زمین و آسمان یعنی جنّت و جہنّم کے مُشاہَدے کے بعد اہلِ ذِکْر و فِکْر اور اہلِ یقین پر عزّت و جبَرُوت کا ظُہور ہوتا ہے تو اَفکار مُلک و مَلَکُوت سے تَجاوُز کر جاتے ہیں۔ اس لیے کہ جب قُلُوب پر اَنوارِ یقین کی وجہ سے اُفُقِ اَعلیٰ و جبَرُوت کا ظُہور ہوتا ہے تو اہلِ فِکْر کی بصیرت اپنے یقین کی قوّت کی مَدد سے مُشاہدۂ جَلال و جَمال میں مَصروف ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس پر مَلَکِیَّت و مَلَکُوتِیَّت (یعنی عالَمِ ظاہِر و عالَمِ غیب) حِجاب میں نہ ہوں۔

ان دیکھی و نامعلوم چیزوں کی پہچان کا ذریعہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو باتیں ذِکْر کی ہیں وہ ظاہِر نہیں ہیں جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کو ان کے یقین سے بالاتر باتوں سے آگاہ نہیں فرمایا۔ البتہ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خاص بندوں کی دیکھی بھالی چیزوں کو اَن دیکھی چیزوں کے دیکھنے کا دروازہ اور مَعْلُوم چیزوں کو نامَعْلُوم چیزوں کی پہچان کا ذریعہ بنا دیا ہے، نیز قرآنِ کریم میں مَوجُود اَحکامِ خداوندی کی حِفاظَت کرنے کے سبَب انہیں عُلَمائے رَبَّانِیِّین و شُہدائے رُوحانِیِّین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے مَقام و مَرتبے پر

بھی فائز فرمایا اور وہ اس پر گواہ ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۳، الرعد: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

البتہ! عام مؤمنین کو دنیا میں جو مُشاہَدہ کی دولت نصیب ہوتی ہے وہ اس مُشاہَدہ کے قریب تر ہے مگر وہ اسے عقل کے پیمانے پر پَرَکھتے ہیں تو اسے سزا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کی وجہ سے ہی دنیا بندے پر کُشادہ ہوتی ہے اور اس کی نِگاہِ کَرَم کے صَدَقے ہی اس سے دُور ہوتی ہے۔

دنیا کی آبادی

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی باتوں میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وَحِی فرمائی: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آدم کو دَرَخْت کھانے کی آزمائش میں کیوں مبتلا کیا؟ (پھر خود ہی جواب اِرشاد فرمایا:) تاکہ ان کی لَغْزِش کو دنیا کی آبادی کا سَبَب بنادوں۔

دنیا آباد کرنے والے کون ہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعَت و فرمانبرداری دنیا کی بربادی کا سَبَب ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کا مُظاہَرہ کیا جائے۔ جیسا کہ ایک مَشْہُور رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا کی مَحبَّت ہر بُرائی کی اَصْل ہے۔[1] کیونکہ یہی اس کی بُنْیاد ہے مگر یہ طاعَت عام لوگوں کے بَس میں نہیں کیونکہ ان سے تو دنیا کی آبادی چاہی گئی ہے (نہ کہ بربادی)۔ لہٰذا چند خواص لوگ ہی (اگر زُہد پر عَمَل پیرا ہو کر دنیا سے بے رغبتی کا مُظاہَرہ کریں تو یہی) بہتر ہیں کیونکہ ان کی تعداد کی کمی دنیا کی آبادی کے لیے نُقْصان دہ نہیں۔ اس لیے کہ دنیا کی آبادی دنیا داروں سے چاہی گئی ہے (نہ کہ زاہدین سے)۔

دنیا کی خرابی

مَنْقُول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے شَجَرِ مَمْنُوعَہ کا پھل کھایا تو

[1] ....موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۲۲، حدیث: ۹

قَضائے حاجَت کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں حَرَکت پیدا ہوئی۔ اس دَرَخْت کے عِلاوہ جنّت کا کوئی بھی دَرَخْت کھانے کی وجہ سے ایسا نہ ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اسے کھانے سے مَنْع کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام جنّت میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم اِرشاد فرمایا کہ وہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے (اس بے چینی کے مُتَعَلِّق) پوچھے۔ چنانچہ اس نے عَرْض کی: آپ کیا چاہتے ہیں؟ اِرشاد فرمایا: میں اپنے پیٹ میں مَوجُود تکلیف دِہ شے سے نَجات چاہتا ہوں۔ فرشتے کو حکم دیا گیا کہ پوچھے: آپ کہاں قَضائے حاجَت کرنا چاہتے ہیں؟ بستروں پر، چارپائیوں پر، نہروں میں یا درختوں کے سائے تلے، کیا آپ یہاں اس کے مُناسِب کوئی جگہ پاتے ہیں؟ البتہ! (اس سے نَجات چاہتے ہیں تو) زمین پر چلے جائیے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر اپنا کَرَم فرمایا اور انہیں زمین پر اُتار دیا مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کے پھلوں کو ناقِص بنایا اور ان کے اَوصاف کو بیج اور گاد سے بھر کر (ان کی اَصْل کو) بدل دیا تاکہ لوگ ان سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کریں اور اس بات کی خَبَر بھی دیدی کہ یہ لذّتیں خَتْم ہو جانے والی ہیں تاکہ لوگ دائمی لذّتوں کے حُصُول میں رَغْبَت رکھیں۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ جب بھی دنیا کی کوئی زِیْنَت مجھ پر ظاہِر ہوتی ہے تو میں اس کے باطِن کو بھی دیکھ لیتا ہوں تاکہ اس کی حقیقت جان کر اس سے منہ پھیر لوں۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے مُقَرَّبِین اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام پر خاص عِنایَت ہے۔ چنانچہ جو شخص دنیا کے اِبْتِدائی اَوصاف کا مُشاہدہ کر لیتا ہے وہ اس کے آخِر سے دھوکے میں مبتلا نہیں ہوتا اور جو اس کی باطنی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے وہ اس کے ظاہِر سے خوش نہیں ہوتا اور جس پر اس کا اَنْجام ظاہِر کر دیا جاتا ہے اسے دنیا کی زیب وزِیْنَت نہیں بہکا سکتی۔

عُلَمائے سُوء کی مثال

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: اے عُلَمائے سُوء! تمہارے لیے ہَلاکَت ہے، تمہاری مِثال بَیْتُ الْخَلا کی اس نالی جیسی ہے جس کا ظاہِر تو اچھّا ہو مگر باطِن بَدْبُو دار ہو۔

دنیا ایک جادو گرنی ہے

حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: جادو کرنے والی سے بچو! [1] کیونکہ یہ یعنی

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۳۵، حدیث: ۳۹

دنیا عُلَمائے کِرام کے دِلوں پر جادو کر دیتی ہے۔ چنانچہ جس نے باطِل کے ذریعے دنیا کی حِرْص کی اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اگر اس کی حِرْص قوِی ہو گئی اور دنیا سے اس کی مَحبّت نے شِدّت اِخْتیار کر لی تو گویا اب وہ دوسروں کو بھی ہَلاکت میں مبتلا کرے گا۔ چنانچہ (قرآنِ کریم میں بندے کے اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنے کے مُتعلّق) فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾ (پ۵، النسآء: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

راہِ خُدا سے دوسروں کو روک کر ان کی ہَلاکت کا باعث بننے والوں کے مُتعلّق اِرشَاد فرمایا:

اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک بہُت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

سب سے بڑا قاتل

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتعلّق مَرْوِی رِوایات و حِکایات میں ہے کہ ایک بار آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا دورانِ سِیاحت زمین پر پڑے کچھ سونے کے پاس سے گزر ہوا، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ حَوارِیوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سونے کے پاس کھڑے ہو کر اِرشَاد فرمایا: یہ سب سے بڑا قاتل ہے، اس سے بچو۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے حَوارِیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے مگر تین۳ افراد سونے کی خاطر وہیں رُک گئے۔ دو۲ وہیں رُکے رہے اور تیسرے کو اُنہوں نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدنے کے لیے قریبی شہر بھیجا۔ (جب وہ تیسرا گیا) تو شیطان نے پیچھے رہ جانے والے دونوں ساتھیوں کے دِل میں وسوسہ ڈالا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ سونا تین۳ برابر حصّوں میں تقسیم ہو؟ اس تیسرے کو

قتل کر دو تو یہ صِرف دو حصّوں میں ہی تقسیم ہو گا۔ چنانچہ ان دونوں کا اس بات پر اتّفاق ہو گیا کہ جب وہ تیسرا شخص واپَس آئے گا تو دونوں مِل کر اسے قتل کر ڈالیں گے۔ اُدھر شیطان تیسرے شخص کے پاس گیا اور اس کے دِل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ کیا تو اس بات سے راضی ہے کہ کُل مال کا تیسرا حصّہ لے، اگر ان دونوں کو قتل کر دے تو سارا مال تیرا ہو گا۔ چنانچہ اس نے زَہر خرید کر اسے کھانے میں ڈال دیا۔ جب وہ ان دونوں کے پاس واپَس آیا تو انہوں نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، اس کے بعد بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو وہ دونوں بھی فوراً مَر گئے۔ جب حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا واپَسی میں اِدھر سے گزر ہوا تو آپ نے سونے کے اِرد گرد ان سب کو مُردہ پایا جبکہ سونا اسی طرح وہاں مَوجُود تھا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھیوں کو اس پر بڑا تعَجُّب ہوا اور انہوں نے آپ سے ان کا ماجرا پوچھا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں سارا قصّہ بتا دیا۔

عوام اور بادشاہ کون؟

حضرت سَیِّدُنا ابن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی گئی: عوام کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام۔ عَرض کی گئی: بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا: زاہِدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن۔

دل و زبان سے حکمت کی باتوں کا ظہور

حضرت سَیِّدُنا ابن مُسیّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل میں حِکمت ڈال کر اس کی زبان سے حِکمت کی باتیں جاری فرما دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کو دنیا کی ہر بیماری اور اس کی دوا دِکھا کر اسے سَلَامتی کے ساتھ دارُ السَّلام (یعنی جنّت) کی طرف لے جاتا ہے۔[1]

دنیا کس کا گھر ہے؟

ایک رِوایت میں ہے کہ مَکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس

---

[1] ....شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۴۶، حدیث: ۱۰۵۳۲، بتغیر قلیل

کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اسے وُہی جَمع کرتا ہے جس میں کوئی عَقل نہیں۔ [1]

حلال اشیا میں صحابہ کا بے رغبتی برتنا

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے 70 بدری صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی زِیارت کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قَسم! وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حلال کردہ اَشیا میں اس قَدْر بے رغبتی کا مُظاہرہ کرتے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ چیزوں میں نہیں کرتے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ وہ آزمائش و سختی پر اس قَدْر خوش ہوتے کہ تم تنگی وکُشادَگی پر ایسی فَرْحَت محسوس نہیں کرتے۔ اگر تم انہیں دیکھتے تو کہتے کہ یہ دِیوانے ہیں اور اگر وہ تمہیں دیکھتے تو تمہارے نیک لوگوں کو دیکھ کر فرماتے کہ ان کا کوئی حصّہ نہیں اور بُرے لوگوں کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ روزِ قِیامَت پر اِیمان نہیں رکھتے۔ ان میں سے کسی کی خِدمَت میں حَلال مال پیش کیا جاتا تو وہ قبول نہ کرتا بلکہ اِرشَاد فرماتا: مجھے ڈر ہے کہیں یہ میرے دل کو خراب نہ کر دے۔

جس کے پاس دل ہو

جس کے پاس دِل ہو وہ اسے خَراب ہونے سے بچاتا ہے، اس کے بدَلنے سے ڈرتا ہے اور اسے دُرُشت رکھنے والے کام کرتا ہے اور جس کے پاس دِل ہی نہ ہو وہ خواہشات کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ بعض اَوقات اَوندھے منہ گِرتا ہے تو دنیا و آخِرت کا خَسارہ اُٹھاتا ہے یا اس کا شُمار دنیا پر راضی رہنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نِشانیوں سے غَفْلَت بَرْتنے والے لوگوں میں ہونے لگتا ہے۔ یوں وہ محرومی پر راضی ہوتا ہے اور بے مِثل و اَعلیٰ شے پر اسے ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ﴿۷﴾ (پ۱۱، یونس: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا کی زِنْدَگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غَفْلَت کرتے ہیں۔

یوں وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِعراض اور ناراضی کا مُسْتَحِق ٹھہرا اور ان لوگوں کی مِثل ہو گیا جن سے

---

[1] ......مسند احمد، مسند السيدة عائشة، ۹/ ۳۴۳، حديث: ۲۴۴۷۳، مختصرا

موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۹۸، حدیث: ۱۸۲

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِعراض کرنے اور ان سے کچھ بھی قبول نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ (پ۲۷، النجم: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ (پ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دِل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

آیتِ مبارکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ فُرُطًا ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ جن اُمور سے منع کیا گیا ہے وہ ان سے تجاوُز کرنے والا اور جن باتوں کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے ان میں کوتاہی کرنے والا ہے۔ جبکہ ایک قول کے مطابِق یہاں اس کا اپنی ہلاکت کی طرف بڑھنا مُراد ہے۔

دنیاداروں سے ناراضی

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیاداروں پر ناراضی کے باعث اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی منع فرما دیا کہ وہ ان پر کَرَم کی نَظَر نہ فرمائیں۔ بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اس نے جو دنیا کی زیب وزِیْنَت ان دنیاداروں کے لیے ظاہر فرمائی ہے وہ مَحض ان کی آزمائش کے لیے ہے اور قَناعَت و زُہد ہی بہتر اور باقی رہنے والی چیزیں ہیں۔ چنانچہ ان اُمور کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے

وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۱) لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رِزق سب سے اچھّا اور سب سے دیرپا ہے۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

ایک قول کے مُطابِق مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں ﴿ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ سے مُراد قناعت ہے، جبکہ ایک قول کے مُطابق ایک دِن کی خوراک ہے اور ایک قول میں ہے کہ یہاں دنیا میں زُہد اِختیار کرنا مُراد ہے اور یہی قول قرآنِ مجید کے زیادہ مُشابِہ ہے جس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ (پ ۳۰، الاعلیٰ: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

مَعْلُوم ہوا کہ مذکورہ فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی وجہ سے آخِرت میں ملنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رِزق بہتر اور سب سے دیرپا ہے۔ جبکہ ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ (پ ۱۲، ھود: ۸۶)

یہاں قناعَت مُراد ہے جبکہ ایک قول کے مُطابِق حلال رِزق مُراد ہے یعنی مال و اَسباب کی کثرت کے بجائے رِزقِ حلال بہتر ہے کیونکہ اَنجام کے اِعْتِبار سے یہی اچھّا ہے۔

بہترین مال کی علامت

ایک مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گزر 10 ماہ کی حامِلہ اُونٹنیوں کے پاس سے ہوا، ایسی اُونٹنیاں عربوں کے ہاں عُمدہ و بہترین مال شُمار ہوتی تھیں، کیونکہ یہ گوشت، دودھ، بچوں اور اُون کے حُصُول کا ذریعہ تھیں اور ان کا تعلّق ان اُونٹوں سے تھا جن پر سواری کی جاتی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیک لوگوں کی مِثال ان اُونٹنیوں سے دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: لوگ ان 100 اُونٹوں

کی طرح ہیں جن میں سُواری کے قابل بہت کم ہیں۔[1] یعنی اُونٹ تو بہت ہیں مگر مذکورہ پانچ اَوصاف کے حامِل اُونٹ بہت کم ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمان میں اِنہی اُونٹنیوں کا تذکرہ ہے:

وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۪ۙ(۴) (پ۳۰، التکویر: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تھلکی (گابھن) اُونٹنیاں چھوٹی پھریں۔

آیتِ مُبارکہ کی تفسیر

مذکورہ آیتِ مُبارکہ میں ایسی اُونٹنیاں مُراد ہیں جنہیں ان کے مالکوں نے چھوڑ دیا ہو اور وہ قِیامَت کی ہَولناکیوں کی وجہ سے اپنی جانوں کی فِکْر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے غافِل ہوگئے ہوں۔

راوی فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان اُونٹنیوں کی طرف سے اپنا رُخِ مُبارَک پھیر لیا اور نِگاہیں جھکالیں تو عَرْض کی گئی: **یا رسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ ہمارے بہترین مال ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی طرف کیوں نہیں دیکھ رہے؟ اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ان کی طرف دیکھنے سے مَنْع فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مُبارَکہ تِلاوَت فرمائی:

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى (۱۳۱) (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافِروں کے جوڑوں کو بَرْتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رِزْق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

ہم کیا جمع کریں؟

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی رِوایَت میں ہے کہ جب یہ آیتِ

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، ۴/۲۴۶، حدیث: ۶۴۹۸

مُبارَکہ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (پ۱۰، التوبۃ:۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی۔ ﴾ نازِل ہوئی تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہَلاکَت ہو دِرْہَم و دِینار کے لیے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں سونا چاندی جَمع کرنے سے مَنْع فرمایا ہے تو ہم کیا جَمع کریں؟ اِرشَاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ ذِکر کرنے والی زبان، شُکر کرنے والا دِل اور ایسی نیک بیوی اِخْتیار کرے جو اُمورِ آخِرت میں تمہاری مَدَد کرے۔[1]

تین مصیبتیں

حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے دنیا کو آخِرت پر ترجیح دی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے تین چیزوں میں مبتلا کرے گا:

﴿1﴾ ایسے غم میں کہ اس کا دِل کبھی اس غم سے خالی نہ ہو گا۔

﴿2﴾ ایسے فَقْر میں کہ وہ کبھی غنی نہیں ہو گا۔ ﴿3﴾ ایسے حِرْص میں کہ وہ کبھی سیر نہیں ہو گا۔[2]

ایمان کب کامل ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا علی بن ابی طلحہ رَحِمَہُ اللہُ سے ایک مُرسَل حدیث[3] مَروِی ہے کہ مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندے کا اِیمان اس وَقْت کامل ہوتا ہے جب وہ شُہرت سے زیادہ گمنامی کو اور اَشیا کی کَثْرَت سے زیادہ ان کی قِلَّت کو پسند کرتا ہے۔[4]

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۳، حديث: ۱۸۵۶، بتغير
مسند احمد، احاديث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۹/۴۲، حديث: ۲۳۱۶۲

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنيا، كتاب ذم الدنيا، ۵/۳۳، حديث: ۳۵، عن عيسى عليه السلام، بتغير

[3] ...... اگر سَنَد میں راوِی کا سُقُوط آخرِ سَنَد سے ہو تو اسے حَدِیثِ مُرسَل کہتے ہیں اور اس فِعل کو اِرسال۔ جیسے کوئی تابِعی کہے: رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا۔ جُمہور و اِمامِ اعظم اور امام مالک کے نزدیک ثِقَہ کی حَدِیثِ مُرسَل حُجّت ہے۔ اس لیے کہ راوی کو اپنے شیخ کے ثقہ ہونے پر اِعْتِمادِ کُلّی نہ ہو تو اِرسال نہ کرتا۔ (نزہۃ القاری، ۱/۹۵)

[4] ......الزهد للمعافى بن عمران، باب فی خمول الذكر... الخ، حديث: ۵۵، ص ۲۱۸، بتقدم وتاخر

سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی زہد پر مبنی چند باتیں

❁ ⇐ دنیا ایک پُل ہے جسے عُبُور کر کے آخِرت کی طرف جانے کے لیے بنایا گیا ہے، لہٰذا اسے عُبُور کرو اور آباد نہ کرو۔[1]

❁ ⇐ ایک شخص نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی: مجھے بھی سَفَر میں اپنے ساتھ لے جائیے۔ اِرشَاد فرمایا: اپنا مال خود سے دُور کر کے میرے ساتھ شامِل ہو جاؤ۔ عَرض کی: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو سختی سے اِرشَاد فرمایا: کیا غنی جنّت میں داخِل ہو گا! یعنی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے تَعَجُّب کا اِظْہار کیا۔

❁ ⇐ حَوارِیوں نے عَرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی! کاش! آپ ہمیں حکم اِرشَاد فرمائیں کہ ہم ایک عِمارت تعمیر کر کے اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کریں۔ اِرشَاد فرمایا: جاؤ! جا کر پانی پر عِمارت بنالو۔ عَرض کرنے لگے: پانی پر عِمارت کی بنیادیں کیسے قائم رہ سکتی ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: تو پھر دنیا کی مَحبَّت پر عِبادَت کی بنیادیں کیسے اُستُوار ہو سکتی ہیں؟

❁ ⇐ تم میں سے کوئی اِیمان کی حقیقت اس وَقت ہی پا سکتا ہے جب وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت پر تعریف کو پسند کرے نہ دُنیاوِی غِذا کی کوئی پروا کرے۔[2]

عبادت میں غنی و فقیر کی مثال

حضرت سَیِّدُنا بشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَارِث فرماتے ہیں: تقویٰ زُہد کے بغیر عُمدہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: عِبادَت (میں ہی لگے رہنا) اَغْنِیا کو زیبا نہیں، غنی کی عِبادَت ایسی ہے جیسے کچرا کنڈی پر خُوبصُورت باغ ہو اور فقیر کی عِبادَت ایسی ہے جیسے کسی خُوبصُورت گردن میں موتیوں کا ہار ہو۔

عِبادَت میں فُقَرا کے ان اَوصَاف کا مفہوم قرآنِ کریم کی ان آیاتِ مُبارَکہ سے ماخوذ ہے:

﴿1﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳) ترجمۂ کنز الایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے۔

---

[1] ......عیون الاخبار، کتاب الزھد، الدنیا، ۲/ ۳۵۴، بتغیر قلیل

[2] ......نوادرالاصول، الاصل السابع والمائة، ۱/ ۴۴۵، حدیث: ۶۴۵، بتغیر واختصار

﴿2﴾ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا (پ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: تو انہیں دیکھے گا رُکوع کرتے سجدے میں گرتے۔

مَعلُوم ہوا ان پر عَلامَتِ فَقْر کی عُمدگی کی وجہ سے عِبادَت کا لِباس بھی عُمدہ ہو گیا۔

شیطانی حملے کا توڑ

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اپنے شہزادے کو کی گئی وَصیتوں میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے شہزادے کو شیطان کے داخِل ہونے کے راستوں سے ڈرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار اِرشَاد فرمایا: جب شیطان تیرے پاس فَقْر کی جانِب سے آئے تو اسے بتانا کہ حقیقی مال دار وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طاعَت کرے اور فقیر وہ ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَّت رُسوا کرے اور جب شیطان تجھے مال داری کی رَغْبَت دِلائے تو اسے بتانا کہ مال دار اور قراءت کا جَمْع ہونا اچھا نہیں۔

زہد کی باتیں کرنے کا حق صرف زاہد کو ہے

کسی بزرگ کا فرمان ہے: عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن حِکْمَت اور نصیحت کی باتیں دنیا میں زُہد اِختیار کرنے والوں کے سِوا کسی سے نہ سنتے اور اِرشَاد فرماتے: دنیادار اس کے اہل ہیں نہ اس کے لائق۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا رَجا بن حَیْوَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مُتَعَلِّق مَنْقُول ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بَیْتُ الْمُقَدَّس کے ایک زاہِد کی مَحفِل میں شریک ہو کر اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس زاہِد کی مَحفِل میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگوں کی کثیر تعداد جَمْع ہے، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پیچھے ہی بیٹھ گئے اور یہ خَیال کیا کہ وہ زاہِد بھی ان لوگوں میں ہی تشریف فرما ہوں گے مگر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بُزرگ نے مَجلِس میں زُہد کی باتیں شُروع کر دیں، وہ بَیْتُ الْمُقَدَّس شریف کے مُؤَذِّن بھی تھے اور ان کے باتیں کرنے میں کوئی حَرَج بھی نہ تھا لیکن حضرت سَیِّدُنا رَجا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح نے ان کی باتیں سُننے سے اِنکار کر دیا اور پوچھا: یہ بولنے والا کون ہے؟ اس بُزرگ نے اپنا تَعارُف کرایا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو مُعاف فرمائے، ایسی باتیں نہ کیجئے، کیونکہ

ہمیں زُہد کی باتیں صرف زاہدوں سے ہی سننے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدْمَتِ اَقْدَس میں کچھ چادَریں پیش ہوئیں تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ایک چادَر تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں تقسیم کر دی۔ جُمُعہ کے دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خود دو۲ چادَروں میں خُطْبہ دینے لگے اور اِرشَاد فرمایا: اے لوگو! سنو!۔ تو حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر عَرْض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے۔ دَرْیافت فرمایا: وہ کیوں؟ عَرْض کی: کیونکہ آپ نے ہم سب کو ایک ایک چادَر عَطا فرمائی جبکہ خود دو۲ چادَروں میں مَلْبُوس ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، میں نے اپنے کپڑے دھو رکھے تھے اور میرے پاس ان کے عِلاوہ کوئی اور لِباس نہ تھا، چنانچہ میں نے دوسری چادَر اپنے بیٹے (**عبد اللہ**) سے اُدھار لی ہے۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرْض کی: اب کہیے! ہم آپ کی باتیں سنیں گے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے صِدْق کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا کہ اس سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اِخْلَاص۔ عَرْض کی گئی: اِخْلَاص کیا ہوتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: زُہد۔ عَرْض کی گئی: زُہد کیا ہوتا ہے؟ اس پر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد اِرشَاد فرمایا: اس کے مُتَعَلِّق زاہِدوں سے پوچھو، یعنی حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث سے پوچھو۔

زہد کی باتیں کرنے سے پہلے خود زہد کی حالت اختیار کرو

حضرت سَیِّدُنا ابو طالِب وَرَّاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں کہ میں مُحَدِّثِیْن کِرام کی ایک جَمَاعَت میں حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی خِدْمَت میں حاضر ہوا، میں نے زُہد کی روایات پر مبنی ایک کِتاب لکھی تھی تاکہ ان سب کے سامنے پڑھوں۔ ہمارے لیے ایک کمرے میں ایک نئی چٹائی بچھائی گئی اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے کمرۂ خاص سے ہمارے پاس تشریف لائے اور جب بیٹھ کر اپنے دَسْتِ مُبارَک میں کِتاب کا مُسَوَّدہ لیا تو اسے بند کر کے اِرشَاد فرمایا: اے ابو طالِب! زُہد کی باتیں حالَتِ زُہد میں ہی کی جاتی

ہیں۔ یہ فرما کر ہمارے نیچے سے نئی چٹائی ہٹا دی اور ہم سب مِٹّی پر بیٹھ گئے۔

دنیا سے مَحبَّت ناقابلِ معافی گناہ ہے

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین فرماتے ہیں: بندے کو یہی گناہ کافی ہے کہ اس کا دنیا سے مَحبَّت کرنا مُعاف نہیں کیا جائے گا۔ اس سے بھی سخت رِوایَت وہ ہے جسے حضرت سَیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت یحییٰ بن سُلَیم طائِفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر کوئی بندہ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والوں کے برابر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرے مگر بارگاہِ خُداوندی میں اس حالَت میں حاضِر ہو کہ دنیا کو مَحْبُوب جاننے والا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کل بروزِ قِیامَت اسے ایک مخصوص مَقام پر کھڑا کرے گا، پھر تمام مخلوق میں اس کا شُہْرہ عام کرتے ہوئے اِرشَاد فرمائے گا: سنو! فلاں بن فلاں نے اس شے کو مَحْبُوب جانا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند تھی۔

سَیِّدُنا عَمْرو بن اسود عنسی کا عہد

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن جابر طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن اَسْوَد عَنْسِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ عَہْد کیا: میں دِن کو کبھی بھی لِباسِ شُہْرَت پہنوں گا نہ رات کو کمبل اَوڑھ کر سوؤں گا، کبھی کسی کام میں نَرمی و سَہْل پسندی کا مُظاہرہ کروں گا نہ کبھی اپنے پیٹ کو کھانے سے بھروں گا۔ ان کا یہ عَہْد سُن کر امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہِدایَت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ عَمْرو بن اَسْوَد کو دیکھ لے۔

(صاحِبِ کِتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کیا ہی سچّی بات کی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زُہد کے مُتعلِّق ایسی ہی روایات مَرْوِی ہیں۔

سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز کا عہد

حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے سامنے جب حضرت سَیِّدُنا ابو سَلام حبشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ

اللہِ القَوِی نے دو۲ جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان بیان کیا کہ میری اُمَّت کے فُقَرا جنّت میں اَغْنِیا سے پہلے داخِل ہوں گے۔ تو آپ نے دَرْیافْت فرمایا: ان فُقَرا سے مُراد کون لوگ ہیں؟ اس پر حضرت سَیِّدُنا ابو سَلام حبشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنایا: ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کے بال پراگندہ اور لباس مَیلے ہوں، جن پر بند دروازے کھولے جائیں نہ وہ ناز و نِعَم میں پلی بڑھی عورتوں سے نِکاح کریں۔ (راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العزیز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ العَزِیْز رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی رِیش مُبارَک تَر ہو گئی پھر اِرشَاد فرمایا: میں ان میں سے نہیں ہوں۔ مجھ پر بند دروازے بھی کھولے گئے ہیں، میں نے ناز و نعمتوں میں پلی بڑھی خاتون یعنی اُمِّ بَنِیْن بِنْتِ عَبْدُ المَلِک بِن مَروان سے نِکاح بھی کر لیا، مگر اب بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم! میں اس وَقْت تک اپنے سَر میں تیل نہ لگاؤں گا جب تک کہ بال پراگندہ نہ ہو جائیں گے اور اپنے کپڑوں کو بھی اس وَقْت تک نہ دھوؤں گا جب تک کہ یہ مَیلے نہ ہو جائیں۔

وحیِ الٰہی

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مُتَعَلِّق مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحی فرمائی: اے ابنِ آدم!

- اپنی زِندَگی کے اَیّام میں اس شخص کی طرح روتا رہ جس نے دنیا کو اَلْوَداع کہہ دیا ہو اور اب اس کی رَغْبَت ان چیزوں میں ہو جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں۔
- تھوڑی سی دنیا کو کافی سمجھ تاکہ تجھے رُوکھی سُوکھی کافی ہو۔
- میں تجھے سچّی بات بتا رہا ہوں کہ تجھے اپنے ہر دن اور گھڑی کا حِساب دینا ہو گا۔
- دنیا سے جو کچھ تو لے رہا ہے اور جن مُعامَلات میں خَرْچ کر رہا ہے ہر بات تیرے نامۂ اَعمال میں لکھی جا رہی ہے، لہٰذا اسی کے مُطابِق عَمَل کر کہ تجھ سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔
- اگر تو ان وعدوں کو جان لیتا جو میں نے صَالِحِین سے کیے ہیں تو تیری جان نِکل جاتی۔

آخرت کی کڑواہٹ

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں: دنیا کی حَلَاوَت آخِرَت کی کَڑْوَاہٹ ہے [1] اور لِباس کی عُمدگی دلوں کا تکبُّر یعنی ان کا خود پسندی و غُرور میں مبتلا ہونا ہے [2] اور شِکَم سَیْرِی نَفْس کی طَاقت واِجْتِمَاعِیَّت ہے۔ میں تمہیں حَق بات بتا رہا ہوں: جس طرح مریض عُمدہ کھانے سے لذّت نہیں پاتا اسی طرح دنیا کو پسند کرنے والا عِبَادَت کی حَلَاوت نہیں پاتا۔

یہ بھی زہد ہے

دَرْج ذیل باتیں بھی زُہد ہیں:

- نَرم و مُلائم اور پسندیدہ و جاذِبِ نَظر لِباس کا تَرْک کرنا۔
- عُمدہ کھانوں سے لُطف اَنْدوز ہونے سے اِجْتِنَاب کرنا۔
- نعمتوں والے جن باتوں کو مَرْغُوب جانتے ہیں ان سے دُور رہنا۔
- اہلِ ثَرْوَت جن زیب وزِیْنَت اور اَسباب و آلاتِ فَخْر کو اِخْتِیار کرتے ہیں ان کا تَرْک کرنا۔
- ایک ہی چیز کو دیگر بہُت سی اشیا میں اِسْتِعمال کرنا۔ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا سامان میں یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اَسباب میں کمی کو پسند فرماتے جبکہ دنیادار لوگ ایک ہی شے کے لیے بہُت سی اَشیا اِسْتِعمال کرتے ہیں جو تَکَاثُر یعنی زِیادَتی کا راستہ ہے اور یہی باتیں دنیا کے دروازے ہیں۔

لباس کا زاہد سے تعلق

کسی بُزرگ کا قول ہے: زُہد کی اِبْتِدا لباس سے ہوتی ہے۔ کسی عالِم کا قول ہے: جس کا لِباس باریک ہو اس کا دِین بھی پتلا و باریک ہو جاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک لِباس دوسرے لِباس کے اس وَقْت مُشَابِہ ہوتا ہے جب ایک دل دوسرے دِل کے مُشَابِہ ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد عيسى على نبينا وعليه الصلاة والسلام، ص١٢٧، حديث: ٤٨٤

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، باب التواضع فی اللباس، ٣/٥٦٤، حدیث: ١٤٥

[3] ......الزهد لوكيع، باب السمت الحسن والخشوع، ص٥٩٧، حديث: ٣٢٤
مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الزهد، كلام ابن مسعود، ٨/١٦٢، حديث: ٣٣

لباس میں تواضع کی فضیلت

ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ شِکَستَہ حالی ایمان سے ہے۔[1]

حدیثِ پاک کی شرح

ایک قول کے مُطابق یہاں لِباس میں شِکَستَہ حالی کے قریب ہونا مُراد ہے۔ جبکہ اسی بات کی وَضاحَت ایک اور حدیثِ پاک میں کچھ یوں مَرْوِی ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے خُوبصُورَت لِباس پر قادِر ہونے کے باوُجُود اسے مَحْض **الله** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کی خاطِر تواضُع اِخْتِیار کرتے ہوئے پہننا چھوڑ دیا تو **الله** عَزَّوَجَلَّ اسے اِخْتِیار عَطا فرماتا ہے کہ وہ اِیمان کے حُلّوں (یعنی خُوبصُورت لِباسوں) میں سے جو چاہے زیبِ تَن کرلے۔[2] ایک رِوایَت میں یہ اَلفاظ ہیں: جس نے **الله** عَزَّوَجَلَّ کے لیے زیب وزِیْنَت تَرْک کی اور اس کی خاطِر تواضُع کرتے ہوئے اور اس کی رَضا کے حُصُول کے لیے خُوبصُورَت لِباس تَرْک کردیا تو **الله** عَزَّوَجَلَّ پر حَق ہے کہ وہ اس کی خاطِر بے مِثْل و غیر معمولی جنّتی لِباس کو یاقُوت سے بنی کپڑوں کی اَلماری میں جَمْع فرمادے۔[3]

تواضع میں حلال سے اجتناب

جب **الله** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اَہْلِ قُبا کے پاس تشریف لائے تو اَہْلِ قُبا شَہْد مِلا دُودھ کا شَرْبَت لے کر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی خِدْمَتِ ناز میں حاضِر ہوئے مگر آپ نے پیالہ دَسْتِ اَقْدَس سے نیچے رکھ دیا اور اِرشاد فرمایا: میں اسے حَرام نہیں کہتا مگر میں اسے **الله** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تواضُع اِخْتِیار کرتے ہوئے چھوڑ رہا ہوں۔[4]

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب من لا يؤبه له، ۴/۴۳۰، حديث: ۴۱۱۸

[2] ......ابوداود، کتاب الادب، باب من کظم غيظا، ۴/۳۲۶، حديث: ۴۷۷۸، بتغير

ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب رقم: ۳۹، ۴/۲۱۷، حديث: ۲۴۸۹، بتغير قليل

[3] ......موسوعة ابن ابی الدنيا، کتاب التواضع والخمول، باب التواضع فی اللباس، ۳/۵۶۲، حديث: ۱۵۶

[4] ......نوادر الاصول، الاصل الثانی والتسعون والمائتان، ۲/۱۲۷۷، حديث: ۱۵۶۶، بتغير قليل

معجم اوسط، ۳/۳۸۲، حديث: ۴۸۹۴، بتغير قليل

ٹھنڈا پانی پینے کا بھی حساب ہوگا

سخت گرمی کے دِن امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں ٹھنڈے پانی اور شَہد کا شَربَت پیش کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: مجھ سے اس شَربَت کا حِساب دُور رکھو۔ [1]

دشمنوں جیسا لباس پہننے کی ممانعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی نبی کی جانِب وَحِی فرمائی کہ میرے اَوْلیا کو بتا دو: میرے دشمنوں جیسا لباس پہنیں نہ ان کے گھروں میں جائیں، ورنہ تم بھی میرے دُشمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دُشمن ہیں۔ [2]

حضرت سَیِّدُنا رافع بن خُدَیج رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جب بِشر بن مَروان کوفہ کے مِنبر پر خُطبہ دینے لگا تو کسی صحابی نے اِرشَاد فرمایا: اپنے امیر کو دیکھو! لوگوں کو وَعظ و نصیحت کر رہا ہے اور حالَت یہ ہے کہ فاسِقوں جیسا لِباس پہن رکھا ہے۔ [3] فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: وہ لِباس کیسا تھا؟ فرمایا: وہ لِباس باریک کپڑے کا تھا۔ ایک مَرتَبہ ابن رَبیعہ حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں اَعلیٰ لِباس پہن کر حاضِر ہوا اور زُہد سے مُتَعَلِّق باتیں کرنے لگا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی ہتھیلی منہ پر رکھ کر مارتے ہوئے آوازیں نکالنے لگے (گویا اس کا مذاق اُڑا رہے ہوں)، ابنِ ربیعہ کو غُصّہ آ گیا اور اس نے حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خِدمَت میں حاضِر ہو کر یوں شِکایَت کی: کیا آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کے بھائی ابو ذَر نے میرے ساتھ کیسا سُلوک کیا ہے؟ دَرْیافت فرمایا: کیا ہوا؟ عَرض کی: میں زُہد کی باتیں کر رہا تھا کہ انہوں نے میرا مذاق اُڑانا شُروع کر دیا۔ اِرشَاد فرمایا: تم سے ایسا سُلوک تمہاری اپنی وجہ سے ہی ہوا ہے، کیونکہ تم ایسے عُمدہ لِباس میں حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جا کر زُہد کی باتیں کر رہے تھے!۔

ائمۂ ہُدیٰ کا عہد

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَئمّہ

---

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد عمر بن الخطاب، حدیث: ۶۲۸، ص ۱۴۷، بدون: فی یوم صائف

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۲/ ۲۱۸، حدیث: ۸۹

[3] ......ترمذی، کتاب الفتن، باب رقم: ۴۷، ۴/ ۹۶، حدیث: ۲۲۳۱، فیه ذکر ابن عامر انه یخطب

ہُدیٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں میں سے ادنیٰ شخص کا حال اپنائیں گے تاکہ مال دار لوگ ان کی پیروی کریں اور فقیروں کو ان کا فقر معیوب نہ لگے۔

لباسِ فاروقی

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر لباس کے مُعَاملے میں عِتاب ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کھُردَرا سُوتی لِباس پہننے لگے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قمیص کی قیمت تین[3] سے پانچ[5] دِرہَم ہوتی اور انگلیوں کے اَطراف میں مَوجُود زائد کپڑا بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کاٹ دیا کرتے اور اِرشاد فرماتے: یہ تواضُع کے قریب ہے اور یہی زیادہ مُناسِب ہے کہ مسلمان اس مُعَاملے میں میری پیروی کریں۔

ایک بار یمن سے کچھ چادَریں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں پیش ہوئیں (جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے) تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک ایک چادر تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں تقسیم کر دی۔ پھر جُمُعہ کے دن مِنبَر پر لوگوں کو خُطبَہ دینے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہی چادروں سے بنا ہوا ایک حُلّہ زیبِ تَن کیا ہوا تھا، عربوں کے ہاں چونکہ حُلّہ ایک ہی قِسْم کی دو[2] چادَروں سے بنتا تھا اور وہ اسے عُمدہ لباس سمجھتے تھے، لہٰذا جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: سنو! سنو! اس کے بعد جب آپ نے وَعظ شُروع کیا تو حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کھڑے ہو گئے اور عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم آپ کی بات ہرگز نہ سنیں گے۔ پوچھا: وہ کیوں؟ عَرض کی: کیونکہ آپ نے ہم سب کو ایک ایک کپڑا اعطا فرمایا ہے جبکہ خود حُلّہ پہن رکھا ہے، آپ نے ہم پر دنیا کو ترجیح دی ہے۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسکرا پڑے اور اِرشَاد فرمایا: اے **ابو عبد اللہ**! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے بہُت جَلدی یہ سوال کر دیا ہے (میں خود ہی اس کی وَضاحَت کر دیتا)۔ بَہَر حَال اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کپڑے دھوئے ہوئے تھے لہٰذا میں نے اپنے جِگر گوشے **عبد اللہ** سے یہ چادَر اُدھار مانگی تاکہ اپنی چادَر کے ساتھ مِلا کر لِباس بنا سکوں۔ اس پر حضرت سَیِّدُنا سلمان فارِسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: اب فرمائیے! ہم آپ کی بات سنیں گے۔

نعمتوں بھری زندگی سے اجتناب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نعمتوں بھری زِندگی گزارنے سے

مَنْع فرمایا[1] اور ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے نعمتوں سے بھرپور زِنْدَگی بَسر کرنے والے نہیں ہوتے۔[2]

مصر کے گورنر صحابی کا زہد

مِصر کے گورنر حضرت سَیِّدُنا فَضَالَہ بن عُبَید اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پراگندہ بال اور ننگے پاؤں دیکھ کر عَرض کی گئی: آپ گورنر ہیں مگر یہ حالَت کیسی ہے؟ فرمایا: ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زیادہ آرائش سے مَنْع فرمایا اور حکم دیا کہ کبھی کبھار ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔[3]

لوگوں سے اپنے عیب پوچھنا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو خُطبہ میں اِرشَاد فرمایا: میں اس شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم دیتا ہوں جو مجھ میں کوئی عَیب دیکھے اور مجھے نہ بتائے۔ چنانچہ ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر عَرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ میں دو۲ عَیب ہیں۔ پوچھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! وہ دو۲ عَیب کون سے ہیں؟ عَرض کی: آپ دو۲ چادَریں پہنتے ہیں اور ایک وَقت میں دو۲ قِسْم کے سالَن اپنے پاس رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کبھی دو۲ چادَریں پہنیں نہ دو۲ سالَن جَمْع فرمائے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ خُداوندی میں جاحاضِر ہوئے[4]۔[5]

مُصاحبَتِ محبوبِ اکبر و صدیقِ اکبر چاہئے تو

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق

---

[1] ......ابوداود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰، مفھوماً
مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۶

[2] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۶

[3] ......ابوداود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰

[4] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب القصد فی اللباس، ۷/۴۹۲، حدیث: ۴۱۱، بتغیر قلیل

[5] ...... اس کے بعد لُغَوِی بحث مذکور ہے، جس کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا، البتہ! صاحبانِ ذوق کے لیے اصل عربی عبارت کتاب کے آخر میں دیدی گئی ہے۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عَرض کی: اگر آپ اپنے دونوں دوستوں (یعنی سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) سے ملنا چاہتے ہیں تو قمیص کو پیوند لگایا کریں، تہبند جھکا کر پہنا کریں، جُوتے میں بھی پیوند لگایا کریں اور پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں۔ [1]

نصیحتِ فاروقی

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: کپڑوں کو بوسیدہ کرو، موٹا و کھُردَرا لِباس پہنو، رَہن سَہن میں قبیلہ مَعَد بن عَدنان کی مُشابَہت اِختِیار کرو (یعنی زِندَگی بَسر کرنے میں قبیلہ مَعَد کی طرح نِعمتوں کو چھوڑ دو) اور قیصر و کسریٰ کے عجمی لِباس سے بچو۔ [2]

فرمانِ شیرِ خدا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان ہے: جس نے کسی قوم کا لِباس اِختِیار کیا وہ انہی میں سے ہے۔ [3]

مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس سے بھی سَخْت رِوایت مَرْوِی ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِرشاد فرماتے ہیں: میری اُمَّت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو نِعمتوں میں پلتے، رنگ برنگے کھانوں اور کپڑوں کی تلاش میں رہتے اور باتوں میں تکلّف سے کام لیتے ہیں۔ [4]

حِمص کے گورنر کی کل دنیا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں جب حِمص کے گورنر حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بن سَعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضِر ہوئے تو آپ نے ان سے دَرْیافْت فرمایا: اے عُمَیر! آپ کے پاس کس

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، ۴/۸۳، حدیث: ۲۴، بتقدم وتاخر

[2] ...... الجامع لمعمر بن راشد فی آخر المصنف لعبد الرزاق، باب التنعم والسمن، ۱۰/۱۲۷، حدیث: ۲۰۱۱۶۳، دون: ذکر کسری وقیصر

[3] ......ابوداود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، ۴/۶۲، حدیث: ۴۰۳۱، عن ابن عمر بلفظ: من تشبہ بقوم فھو منھم

[4] ......الزھد لاحمد بن حنبل، حکمۃ عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام، ص ۱۱۲، حدیث: ۴۰۲

قَدْر دنیا ہے؟ عَرْض کی: میرے پاس میرا عصا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں اور اگر سانپ دیکھ لوں تو اسی سے مارتا ہوں، ایک تھیلا ہے جس میں کھانا رکھتا ہوں، ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں اور اسی کی مدد سے سر اور کپڑے دھوتا ہوں، ایک مشکیزہ ہے جس میں پینے کے لیے پانی رکھتا ہوں اور اسی سے وُضُو کرتا ہوں۔ اس کے عِلاوہ جس قَدْر دنیا ہے وہ انہی چیزوں کے تَابِع ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رَحْم فرمائے، آپ نے سچ کہا ہے۔[1]

حمص کے حاکم کا دنیا سے سلوک

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اہلِ حِمْص کو یہ مَکْتُوب روانہ فرمایا کہ مجھے اپنے فُقَرا کے مُتَعَلِّق بتاؤ۔ انہوں نے اپنے شہر کے تمام فُقَرا کے نام لکھ کر پیش کر دیئے۔ ان میں حضرت سَیِّدُنا سعید بن جُذَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام بھی تھا اور ایک قول کے مُطابِق حضرت سَیِّدُنا عُمَیر بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نامِ نامی تھا۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: یہ سعید بن جُذَیم کون ہیں؟ عَرْض کی گئی: اے امیر المؤمنین! یہ ہمارے حاکم ہیں۔ پوچھا: کیا وہ فقیر ہیں؟ عَرْض کی: جی ہاں! ہم میں ان سے بڑا کوئی فقیر نہیں۔ دَرْیافْت فرمایا: وہ تحائف و وَظائف کا کیا کرتے ہیں؟ عَرْض کی: وہ سب کچھ راہِ خُدا میں خَرْچ کر دیتے ہیں اور اپنے اور اپنے اَہْل و عَیال کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے۔ یہ جان کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا سعید بن جُذَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو 400 دینار بھیجے اور فرمایا کہ انہیں خود پر اور اپنے گھر والوں پر خَرْچ کیجئے۔ جب یہ رقم آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس پہنچی تو اسے لے کر روتے ہوئے اپنی زوجۂ محترمہ کے پاس گئے، انہوں نے عَرْض کی: آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا امیر المؤمنین اس دُنیائے فانی سے کُوچ فرما گئے ہیں؟ فرمایا: اس سے بھی بڑا حادِثہ رُونُما ہوا ہے۔ عَرْض کی: کیا مسلمانوں میں اِنْتِشَار پیدا ہو گیا ہے؟ فرمایا: اس سے بھی بڑا مُعَاملہ ہے۔ عَرْض کی: تو پھر خود ہی بتا دیجئے کہ کیا ہوا ہے؟ فرمانے لگے: میرے پاس دنیا آ گئی ہے، حالانکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/۷۵، حدیث: ۱۰۹، بتغیر قلیل

ساتھ رہا مگر دنیا مجھ پر کُشادہ نہ ہو سکی، امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں بھی دنیا مجھ پر کُشادَگی میں کامیاب نہ ہو سکی اور اب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں یہ آخرِ میرے پاس آہی گئی ہے، ہائے اَفْسوس! یہ زمانہ بھی کیسا ہے! ان کی یہ بات سن کر نیک بخت زوجہ نے عَرض کی: میری جان آپ پر قربان! اس کے ساتھ جو سُلُوک چاہیے فرمایئے۔ فرمایا: کیا میں جو چاہتا ہوں اس میں میری مَدد کریں گی؟ عَرض کی: جی ہاں! ضَرور کروں گی۔ فرمایا: مجھے وہ پُرانی چادر دیجئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس چادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین3 تین3، پانچ5 پانچ5 اور 10،10 دینار کی تھیلیاں بنائیں یہاں تک کہ تمام دینار خَتْم ہو گئے، پھر ان تمام تھیلیوں کو اپنے بڑے تھیلے میں ڈالا اور بَغَل میں دَبا کر باہَر چل دیئے، راستے میں جِہاد پر جانے والے مسلمانوں کا ایک لشکر ملا تو ان میں سے ہر ایک کی حالَت کے مُطابِق اسے ایک ایک تھیلی دے کر واپَس گھر لوٹ آئے اور اپنے اَہْل و عَیال کے لیے ایک دینار بھی باقی نہ رکھا۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی یہی عادات رہی ہیں۔

نیک لوگوں کی علامات

حضرت سَیِّدُنا عِیاض بِن غَنْم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیک لوگوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میری اُمَّت کے نیک لوگوں کے مُتَعَلِّق فرشتوں نے مجھے بتایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب کی رَحْمت کی وُسْعَت پر خوشی سے بِظَاہِر مسکراتے رہتے ہیں مگر اس کے عَذاب کے خوف سے تنہائی میں آنسو بہاتے ہیں، لوگوں پر ان کا بوجھ اِنتہائی کم مگر اپنے نَفْسوں پر بہُت زیادہ ہے، وہ پُرانے لِباس پہنتے ہیں اور راہبوں کی پیروی کرتے ہیں، ان کے جِسْم تو زمین پر ہوتے ہیں مگر ان کے دِل عَرش پر ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] ......مستدرک، کتاب الھجرۃ، وصف اھل الصفۃ مفصلًا، ۳/۵۵۴، حدیث: ۴۳۵۰، ملتقطاً

اَوصافِ اَبدال کا حامِل ہونا

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اَبدالوں کے اَوصاف پر مبنی رِوایت سنائی تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: میں اس وَصف کا حامِل کیسے بن سکتا ہوں؟ اور ایسا کب ہو سکتا ہے کہ میں بھی ان کی مِثل ہو جاؤں؟ اِرشَاد فرمایا: اے میرے بھتیجے! تیرے اور ان اَبدالوں کے اِبتدائی و وَسطی اَوصاف کے درمیان کوئی فَرق نہیں سِوائے اس کے کہ تو دنیا میں زُہد اِختیار کرے، پھر اپنے دِل کی آنکھوں سے آخِرت کا مُشاہَدہ کرے اور اسی کی خاطِر عَمَل کرے۔[1]

اللہ کا پسندیدہ بندہ

فرمانِ مُصطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بوسیدہ و پرانے کپڑے پہننے والے بندے کو پسند فرماتا ہے جو یہ پَروا نہیں کرتا کہ اس نے کیا پہن رکھا ہے۔[2]

ہر قسم کے خیر و شر کی چابیاں

حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور حضرت سَیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہر قِسم کی بُرائی کو ایک گھر میں قید کر کے دنیا میں رَغبت کو اس کی چابی قرار دیدیا گیا ہے اور ہر قِسم کی بھلائی کو بھی ایک گھر میں قید کر کے زُہد کو اس کی چابی قرار دیدیا گیا ہے۔

سب سے افضل عَمَل

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: کون سے اَعمال سب سے اَفضل ہیں؟ دونوں بُزرگوں نے اِرشَاد فرمایا: دنیا میں زُہد اِختیار کرنا سب سے اَفضل عَمَل ہے۔

---

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الحادی والخمسون، ۱/ ۲۰۹، حدیث: ۳۰۱، بتغیر

[2] ......شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، ۵/ ۱۵۶، حدیث: ۶۱۷۶

دنیا کی محبّت

ایک رِوایت میں حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اور دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایک رِوایت میں مَرْوِی ہے کہ دنیا کی مَحبّت ہر بُرائی کی اَصْل ہے۔[1]

اسی طرح کسی بُزرگ کا فرمان ہے کہ بندے کو یہی گناہ کافی ہے کہ اس کا دنیا سے مَحبّت کرنا مُعاف نہیں کیا جائے گا۔ اس سے بھی سَخْت رِوایت وہ ہے جسے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن سُلَیْم طائِفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حَوالے سے مَرفوعاً بیان کیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر کوئی بندہ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والوں کے برابر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرے مگر بارگاہِ خداوندی میں اس حَالَت میں حاضِر ہو کہ دنیا کو مَحْبُوب رکھتا ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کل بَروزِ قِیامَت اسے ایک مخصوص مَقام پر کھڑا کرے گا، پھر تمام مخلوق میں اس کا شُہْرہ عام کرتے ہوئے اِرشَاد فرمائے گا: سنو! فلاں بن فلاں نے اس شے کو مَحْبُوب جانا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند تھی۔

سیرت مصطفوی کے پیکر

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن جابر طائی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن اَسْوَد عَنْسِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ عَہْد کیا: میں دِن کو کبھی بھی لِباسِ شُہْرَت پہنوں گا نہ رات کو کمبل اَوڑھ کر سوؤں گا، کبھی کسی کام میں نَرْمی و سَہْل پسندی کا مُظاہَرہ کروں گا نہ کبھی اپنے پیٹ کو کھانے سے بھروں گا۔ تو ان کے مُتَعلِّق امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشَاد فرمایا: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سِیْرَت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ عَمْرو بن اَسْوَد کو دیکھ لے۔[2]

سرکار کا سیِّدہ خاتونِ جنّت کی تربیت فرمانا

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک سَفَر سے واپسی پر حضرت سَیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/۲۲، حدیث: ۹

[2] ......مسند احمد، مسند عمر بن الخطاب، ۱/۵۰، حدیث: ۱۱۵

اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے تو ان کے دروازے پر پردہ اور ہاتھوں میں چاندی کے دو۲ کنگن دیکھ کر واپَس تشریف لے گئے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو رافع رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سَیِّدَتُنا خاتونِ جنّت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ہاں آئے تو (مَعْلُوم ہوا کہ) آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کی چشمانِ مُبارَک سے آنسو جارِی ہیں، (سَبَب پوچھنے پر) آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد واپَسی کے مُتعلّق بتایا اور (پھر گویا خود کو تسلّی دیتے ہوئے) فرمایا: یقیناً کسی خاص سَبَب سے ہی آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واپَس تشریف لے گئے ہیں (ورنہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا)۔ عَرض کی: (آپ آنسو مت بہائیں) میں ابھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں حاضِر ہو کر پوچھ لیتا ہوں کہ واپَس تشریف لے جانے کا سَبَب کیا ہے؟ چنانچہ جب آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ دو۲ عالَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتعلّق عَرض کی تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ میں پردے اور کنگنوں کی وجہ سے واپَس لوٹ آیا تھا۔ لِہٰذا آپ نے سیدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اس سے آگاہ کیا تو آپ نے پردے کو پھاڑ دیا اور دونوں کنگن اُتار کر حضرت سَیِّدُنا بِلال رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھ سرکارِ دو۲ جہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَتِ عالیشان میں بھیج دیئے اور عَرض کی: میں نے ان کو صَدَقہ کر دیا ہے، آپ جہاں چاہیں خَرْچ کر دیجئے۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشاد فرمایا: جاؤ! انہیں بیچ کر رقم اَہْلِ صُفّہ کو دیدو۔ انہوں نے دونوں کنگن اَڑھائی دِرْہَم میں بیچے اور وہ رقم اَہْلِ صُفّہ پر صَدَقہ کر دی۔ پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سَیِّدہ خاتونِ جنّت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے اور اِرشاد فرمایا: تم پر میرے والِد فِدا[1]! تم نے بہُت اچھّا کیا۔[2]

لباس کیسا ہونا چاہئے؟

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص لِباسِ شُہرت

---

[1] .... خیال رہے کہ میں فِدا میرے ماں باپ فِدا اِنتہائی مَحبّت و عَظَمَت ظاہر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ۸/ ۳۳۲)

[2] .... صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الفقر والزهد والقناعة، ۲/ ۴۱، حدیث: ۶۹۵، بتغیر

ابو داود، کتاب الترجل، باب ماجاء في الانتفاع بالعاج، ۴/ ۱۱۸، حدیث: ۴۲۱۳، بتغیر

پہنتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اِعراض فرمالیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے اُتار دے، خواہ وہ شخص اس کا محبوب بندہ ہی ہو۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور بعض دوسرے بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: وہ لِباس پہنو جو تمہیں عُلَما کے ہاں مَشْہُور کرے نہ جاہلوں کے ہاں ذلیل کرے۔

مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی فقیر میرے پاس سے گزرے اور میں نماز پڑھتے ہوئے اسے جانے دوں تو یہ جائز ہے اور کوئی دنیادار میرے پاس سے گزرے اور اس پر یہ عُمدہ لِباس ہو تو میں اس سے ناراض ہوتا ہوں اور اسے نہ نکلنے دوں تو یہ بھی جائز ہے۔

فقرا کی تعظیم

کسی بُزرگ کا قول ہے کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی مَحفِل میں کسی کو مال داروں سے زیادہ ذلیل دیکھا نہ فُقَرا سے زیادہ کسی کو مُعَزَّز دیکھا۔

ایک اور بُزرگ کا قول ہے کہ جب ہم حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خِدمَت میں حاضِر ہوتے تو تمنّا کرتے: کاش! ہم فقیر ہوتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فُقَرا سے خُصُوصی تَوَجُّہ اور عزّت سے پیش آتے ہیں۔

ایک بُزرگ کا قول ہے کہ عالِم وہ ہے جو فقیر کو غنی اور غنی کو فقیر سمجھے۔

اسلاف کا لباس

کسی کا قول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے دو۲ کپڑوں اور جُوتے کی قیمت ایک دِرہَم، چار دانِق (ایک دانِق دِرہَم کا چھٹا حصّہ ہوتا ہے) لگائی گئی اور حضرت سَیِّدُنا اِبنِ شُبْرُمَہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اچھے کپڑے وہ ہیں جو میری خِدمَت کریں اور بُرے وہ ہیں جن کی میں خِدمَت کروں۔

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب من لبس شھرۃ من الثیاب، ۱۶۳/۴، حدیث: ۳۶۰۸، بدون وان کان عندہ حبیباً
الجامع لمعمر بن راشد فی آخر المصنف لعبد الرزاق، باب شھرۃ الثیاب، ۱۲۳/۱۰، حدیث: ۲۰۱۴۵، بتغیر قلیل

ایک اور بُزرگ کا قول ہے کہ مجھے سب سے زیادہ مَحْبُوب وہ لِباس ہے جس کی مجھے خِدْمَت نہ کرنا پڑے اور مجھے سب سے زیادہ پسند وہ کھانا ہے جس کی وجہ سے مجھے ہاتھ نہ دھونا پڑیں۔

کسی عالِم کا قول ہے: ایسا لِباس پہنو جو تمہیں عام لوگوں میں مِلا دے اور ایسا لِباس نہ پہنو جو تمہیں مشہور کر دے اور تمہیں ہی دیکھا جائے۔

ایک رِوایَت میں راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قمیص میں لگے ہوئے پیوند شُمار کئے تو وہ 14 تھے جن میں سے بعض چمڑے کے تھے۔

ایک عالِم فرماتے ہیں: انسان کی پیٹھ پر کپڑوں کی کَثْرَت کا بوجھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک سزا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لِباس میں دو[2] سے زائد کپڑے نہیں پہنتے تھے، یعنی دو[2] چادریں ہوتیں یا ایک قمیص اور اس کے نیچے تہبند۔ اس صُورَت میں قمیص کے دامَن کو سَر پر اُلٹ کر باندھ لیتے اور یوں سَر ڈھانپ لیتے۔ فقیر کے لیے یہی پسندیدہ لِباس ہے اور یہی لِباس کی حَد بھی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دَارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: (پہننے والا) کپڑا تین[3] قسم کا ہوتا ہے: ایک وہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوتا ہے، دوسرا نَفْس کے لیے اور تیسرا لوگوں (کو دِکھانے) کے لئے ہوتا ہے۔ جو کپڑا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہوتا ہے اس سے مُراد وہ کپڑا ہے جو سَتْر کو ڈھانپ دے اور فَرْض کی اَدائیگی کے کام آئے۔ نَفْس کے لیے وہ کپڑا مُراد ہے جس کی نَرمی اور عُمْدَگی نَفْس کو مَطْلُوب ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے وہ کپڑا مُراد ہے جس میں جَوہَر اور حُسن کو تلاش کیا جائے۔ پھر اِرشَاد فرمایا: بعض اَوقات ایک ہی قسم کا کپڑا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے اور نَفْس کے لیے کافی ہوتا ہے۔

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ مَردوں کا لباس 40 دِرْہَم سے زائد قیمت کا ہو۔ بعض نے 100 دِرْہَم تک کی اِجازَت دی ہے اور اس سے زائد کو سب نے اِسراف شُمار کیا ہے۔ جُمہور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اور بُزرگ تابعین عُظَّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے لِباس کی قیمت 20 سے 30 دِرْہَم کے درمیان ہوتی جبکہ ان سے پہلے صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اِزار کی قیمت 12 دِرْہَم تک ہوتی۔ صحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عام طور پر دو[2] کپڑوں پر مُشْتَمِل لِباس پہنتے جس کی قیمت تقریباً 20 دِرْہَم ہوتی۔

سرکار کا لباس

- نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چار۴ دِرْہَم کا ایک کپڑا خرید فرمایا۔[1]
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو دو کپڑے زیبِ تَن فرماتے تھے ان کی قیمت 10 دِرْہَم سے ایک دینار تک ہوتی۔
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُبارَک تہہ بند کی لمبائی ساڑھے چار۴ گز تھی۔[2]
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین۳ دِرْہَم کے عِوَض پاجامہ خرید فرمایا تھا۔[3]
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو۲ سفید اُونی بڑی چادریں پہنتے تھے جنہیں حُلّہ کہا جاتا کیونکہ یہ دونوں ایک ہی جِنْس کے کپڑے کی ہوتیں۔
- بعض اَوقات ایک ہی جِنْس کے دو۲ کپڑے بھی زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے۔[4]
- آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعض اَوقات یمنی یا سَحولی (یعنی یمن کے علاقے سَحول کی بنی ہوئی) دو۲ موٹی چادریں زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے۔[5]
- ایک رِوایَت میں ہے کہ (سر اور داڑھی مُبارَک میں بَکَثْرت تیل اِستعمال فرمانے کی وجہ سے) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک قمیص یوں محسوس ہوتی گویا تیل والی ہو۔

سرکار کا بعض چیزوں کو ناپسند کرنا

دو۲ جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن سُنْدُس کی بنی ہوئی زَرد دھاری دار ریشمی چادَر پہنی، جس کی قیمت 200 دِرْہَم تھی۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس چادَر کو چھوتے اور

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/ ۴۴۱، حدیث: ۱۳۶۰۳

[2] ......طبقات ابن سعد، ذکر منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/ ۱۹۲

[3] ......سنن کبری للنسائی، کتاب الزینۃ، السراویل، ۵/ ۴۸۲، حدیث: ۹۶۷۱

[4] ......ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی الثوب الاخضر، ۴/ ۳۷۱، حدیث: ۲۸۲۱

[5] ......ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل، ۳/ ۷، حدیث: ۱۲۱۷

حیرت سے عَرض کرتے: **یارسولَ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ آپ پر جنّت سے نازِل کی گئی ہے؟ حالانکہ یہ چادَر اِسکَندَرِیّہ کے بادشاہ مُقَوقَس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمت میں تحفۃً بھیجی تھی اور آپ نے محض اس کے اِعزاز کے لئے یہ چادَر پہنی، پھر اُتار کر آزرُوئے بھلائی ایک مُشرِک کو بھیج دی۔[1] اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ریشم اور دیباج کا پہننا حَرام قرار دیدیا۔[2]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ریشم اس لیے پہنا تاکہ بعد میں اس کی حُرمَت پختہ ہو جائے، جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دِن سونے کی انگوٹھی پہنی، پھر اُتار دی اور اس کا پہننا مردوں کے لئے حَرام فرمادیا[3] اور جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا بَرِیْرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے متعلّق اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے اِرشاد فرمایا: اِشْتَرِطِیْ لِاَھْلِھَا الْوَلَاء یعنی اس کے گھر والوں کے لئے وِلا کی شَرط کرلو۔ جب اُنہوں نے یہ شَرط کرلی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مِنْبَر پر تشریف لائے اور اسے حَرام فرما دیا[4] تاکہ اس کی حُرمَت مُؤکَّد ہو جائے۔

اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (غزوہ اَوطاس میں) تین[3] دن کے لئے متعہ یعنی عارِضی نِکاح کو مُباح فرمایا اور پھر اسے بھی حَرام فرمادیا[5] تاکہ نِکاح کا مُعامَلہ مُؤکَّد ہو۔

عُلَمائے دنیا کا طرزِ عمل

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عُلَمائے دنیا ایسی رِوایات (جن میں سرکارِ دو[2] عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی چیز کو جائز قرار دیا مگر پھر حَرام ٹھہرا دیا ہو، ان) کو حُجّت بنا کر اپنے نُفُوس کے لیے کوئی (آسانی کی) راہ تلاش کر لیتے ہیں، دیگر لوگوں کو بھی اس بات کی دَعوَت دیتے ہیں اور

---

[1] ......مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۴۹۹، حدیث: ۱۳۶۲۷، بتغیر واختصار

[2] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب... الخ، ص ۱۱۵۰، حدیث: ۲۰۷۵

[3] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال... الخ، ص ۱۱۵۷، حدیث: ۲۰۸۹، ۲۰۹۱

[4] ......مسلم، کتاب العتق، باب انما الولاء لمن اعتق، ص ۸۰۸، حدیث: ۱۵۰۴

بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الولاء، ۲/۲۲۳، حدیث: ۲۷۲۹

[5] ......مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ... الخ، ص ۷۲۸، حدیث: ۱۸ (۱۴۰۵)

مُتَشَابِہ حدیث کی تاویل کرتے ہوئے ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ راہِ حَق کی دَعْوَت دے رہے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے دِلوں میں کجی ہے اور وہ دنیا کی طَلَب اور فتنہ برپا کرنے کے لیے قرآنِ کریم کی مُتَشَابِہ آیاتِ بیّنات کی اپنی نفسانی خواہشات کے مُطابِق تاویل کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ فرامینِ مصطفےٰ فرامینِ باری تعالیٰ کا مفہوم ہیں اور ان میں بھی ناسِخ و مَنْسُوخ، مُحْکَم و مُتَشَابِہ اور خاص و عام کی مِثالیں مَوجُود ہیں۔ عُلَمائے دنیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُحْکَم اَقوال واَفعال سے منہ موڑ کر مُتَشَابِہ اَقوال واَفعال اِختیار کرتے ہیں۔

سرکار کی عاجزی کے ﴿6﴾ مختلف واقعات

﴿1﴾ عمدہ چادر کسی کو عطا فرمادی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ خَمِیْصَہ یعنی سیاہ دھاری دار چادَر میں نماز ادا فرمائی، سلام پھیرنے کے بعد اِرشاد فرمایا: شَغَلَنِیَ النَّظْرُ اِلٰی ھٰذِہٖ اِذْھَبُوْا بِھَا اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَائْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّتِہٖ یعنی اس کی طرف دیکھنے نے مجھے مشغول کر دیا، اسے ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ان کی چادَر مجھے لادو۔[1][2] گویا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عُمدہ کپڑے کے بجائے معمولی چادَر پسند فرمائی۔

﴿2﴾ دنیا یاد دِلانے والے پردے کا حشر

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کے حُجرے کے دروازے پر ایک پردہ مُلاحَظہ فرمایا تو اسے پھاڑ دیا[3] اور اِرشاد فرمایا: کُلَّمَا رَاَیْتُہٗ ذَکَرْتُ الدُّنْیَا، میں اسے جب بھی دیکھتا ہوں مجھے دنیا یاد آتی ہے۔ اَرْسِلِیْ بِہٖ اِلٰی اٰلِ فُلَان، اسے فلاں کے گھر بھیج دو۔

---

[1] ...... مفسرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 466** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ سب اپنی اُمّت کی تعلیم کے لئے ہے، قلبِ پاک مصطفٰی کی واردات مختلف ہیں، کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خُشوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدانِ جہاد میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خُشوع میں کوئی فَرق نہیں آتا، کبھی بَشَرِیَّت کا ظُہور رہے اور کبھی نُورانِیَّت کی جلوہ گری۔

[2] ......مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام، ص ۲۸۰، حدیث: ۵۵۶

[3] ......مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان۔۔۔الخ، ص ۱۱۶۲، حدیث: ۲۱۰۷

﴿3﴾ بستر کی تبدیلی سے نیند نہ آئی

ایک رات اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے نیا بِستر بچھایا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چونکہ ایک دوہری تہہ والے کمبل پر آرام فرمایا کرتے تھے، اس لیے پوری رات کروٹیں بدلتے رہے، جب صُبْح ہوئی تو اِرشَاد فرمایا: میرے لئے وہی پُرانا کمبل بچھایا کرو اور اس نئے بستر کو مجھ سے دُور کر دو، اس نے مجھے ساری رات سونے نہیں دیا۔[1]

﴿4﴾ گھر میں موجود دیناروں نے سونے نہ دیا

ایک مرتبہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں عِشَا کے وَقْت کہیں سے پانچ یا چھ دینار آئے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کو گھر میں رکھ دیئے، مگر ان کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو سو نہ پائے یہاں تک کہ رات کے آخِری حصّے میں انہیں گھر سے نِکال دیا (یعنی صَدَقہ کر دیا)۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آرام فرمایا یہاں تک کہ میں نے آپ کے سانسوں کی آواز سنی۔ اس موقع پر اِرشَاد فرمایا: میں اپنے رب کے بارے میں کیا گمان کرتا اگر ان دِیناروں کے ہوتے ہوئے مجھے موت آجاتی؟[2]

﴿5﴾ نعلینِ پاک سے نئے تسمے نکلوا دیئے

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عربی نعلَینِ پاک کے تَسمے پرانے ہوگئے تو ان کی جگہ نئے تسمے ڈال دیئے گئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں نَماز ادا فرمائی[3]، سلام پھیرنے کے بعد اِرشَاد فرمایا: ان نئے

---

[1] ......طبقات ابن سعد، ذکر ضجاع رسول اللہ وافتراشہ، ۱/۳۶۰، بتغیر

[2] ......مسند احمد، حدیث ام سلمۃ، ۱۰/۲۱۳، حدیث: ۲۶۷۳۴، بتغیر

مسند احمد، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/۵۴۷، حدیث: ۲۵۵۴۸، بتغیر

[3] ...... مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد1، صفحہ469** پر فرماتے ہیں: مَوزوں میں نَماز ادا کرنا سنّت ہے لیکن جُوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نَرم کہ سجدہ میں حَرَج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مُڑ کر قِبلہ رُو ہو سکیں تو ان میں نَماز جائز ہے۔ ہمارے ملک کی جُوتیاں نماز کے قابل نہیں، نیز اب لوگ صحابہ کِرام جیسے با اَدَب نہیں، اگر انہیں جُوتوں میں نَماز کی اِجازَت دی جائے تو مُصلّے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے، اس لیے اب جُوتے اُتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہیے۔ (از مرقاۃ و شامی) مزید فرماتے ہیں: خَیال

تسموں کی جگہ وہی پُرانے تسمے ڈال دو کیونکہ نماز کے دوران میری توجُّہ ان کی طرف ہو گئی تھی۔ [1]

﴿6﴾ توجہ ہٹانے والی شے دُور کردی

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ انگوٹھی پہن رکھی تھی، جب اس پر نظر پڑی جبکہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو اسے اُتار کر پھینک دیا اور اِرشاد فرمایا: اس نے میری توجُّہ تم سے ہٹادی تھی، میں ایک نظر اس کو دیکھتا اور ایک نظر تم کو۔ [2]

مَحبّتِ رسول کی علامت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (پ۳، اٰل عمران: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنۡ اَحَبَّنِیۡ فَلۡیَسۡتَنَّ بِسُنَّتِیۡ یعنی جو مجھ سے مَحبّت کرتا ہے وہ میری سنّت کو اِختیار کرے۔ [3] ایک مشہور روایت میں ہے: عَلَیۡکُمۡ بِسُنَّتِیۡ وَسُنَّۃِ الۡخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیۡنَ مِنۡ بَعۡدِیۡ عَضُّوۡا عَلَیۡھَا بِالنَّوَاجِذِ یعنی تم پر میری اور میرے بعد خُلَفَائے رَاشِدِین کی سنّت کو اِختیار کرنا لازم ہے، اسے مَضبُوطی سے تھامے رکھنا۔ [4]

رہے کہ مسجد یا نماز کے اَدب کے لیے جُوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ رب فرماتا ہے: فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۲)۔ اے موسیٰ تم عزّت والے جنگل میں ہو جُوتے اُتار دو۔ بعض با اَدب مُرید اپنے شیخ کے شہر میں جُوتے نہیں پہنتے، اِمام مالک زمینِ مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے، ان کے آداب کا ماخذ یہ آیت ہے۔

[1] ....الزھد لابن مبارک، باب فی التواضع، ص ۱۳۵، حدیث: ۴۰۲

[2] ....مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال . . . الخ، ص ۱۱۵۷، حدیث: ۲۰۸۹، بتغیر

[3] ....مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضلہ، ۱۳۵/۶، حدیث: ۱۰۴۱۸، بتغیر قلیل

[4] ....ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ۱/۳۰، حدیث: ۴۲، دون: "من بعدی"

السنۃ لابن ابی عاصم، باب ما امر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتباع السنۃ وسنۃ الخلفاء الراشدین، ص ۲۰، حدیث: ۵۴

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مَحبَّتِ باری تعالیٰ کی علامت مَحبَّتِ محبوبِ باری ہے اور مَحبَّتِ محبوبِ باری کی عَلامَت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں سے مَحبَّت ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں سے مَحبَّت کی عَلامَت دنیا سے نَفرت ہے اور دنیا سے نَفرت کی عَلامَت یہ ہے کہ اس سے صِرف زادِ راہ اور بقدرِ ضَرورت ہی لیا جائے۔

جنّت میں سرکار تک رسائی کا آسان ذریعہ

سرورِ کائنات، فَخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے اِرشاد فرمایا: اگر تم (جنّت میں) میرا ساتھ چاہتی ہو تو مال داروں کی صُحبت سے بچنا اور کسی کپڑے کو اس وَقت تک پُرانا نہ سمجھنا جب تک اسے پیوند نہ لگالو۔[1]

نئے جوتے مسکین کو دیدیئے

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ نئے جُوتے بنوائے جن کا دِیدہ زیب ہونا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسند آیا تو فوراً سجدے میں تشریف لے گئے اور اِرشاد فرمایا: ان جُوتوں کی خُوبصُورتی مجھے اچھی لگی ہے مگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضُع کرتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ پھر وہ جُوتے لے کر باہَر تشریف لائے اور جو پہلا مسکین ملا اسے عِنایت فرمادیئے۔ پھر حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اِرشاد فرمایا کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے جوتے بنوا دیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ جوتے پہنے دیکھا۔ یہ جوتے ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جس پر بال نہیں تھے۔

بقدرِ کفایت رزق کے متعلق ﴿8﴾ فرامینِ مصطفٰے

﴿1﴾... ہم نشینی کے اِعْتِبار سے بروزِ قِیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے دنیا میں

---

[1]...... ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی ترقیع الثوب، ۳/۳۰۲، حدیث: ۱۷۸۷، بتغیر

میری طرح زِندگی بَسر کی ہو گی۔[1]

﴿2﴾ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری آل کو بَقدرِ کِفایَت رِزْق عَطا فرما۔[2]

﴿3﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو عَذاب نہیں دے گا جسے دنیا میں ہر دن نیا رِزْق دیا ہو گا۔

﴿4﴾ مُبارَک ہو اس شخص کو جسے اِسلام کی ہِدایَت دی گئی اور دنیا میں اسے بَقدرِ کِفایَت رِزْق دیا گیا اور اس نے اس پر قَناعَت بھی کی۔[3] ایک رِوایَت میں ہے کہ اس نے صَبر کیا۔[4]

﴿5﴾ بروزِ قِیامَت ہر مال دار اور غریب شخص یہ چاہے گا کہ کاش دنیا میں اس کا رِزْق بَقدرِ کِفایَت ہوتا۔[5]

﴿6﴾ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو مجھ سے مَحَبَّت رکھے اور میری دَعْوَت پر لَبَّیْك کہے اس کے مال اور اولاد میں کمی فرما دے اور جو مجھ سے بُغْض رکھے اور میری دَعْوَت پر لَبَّیْك نہ کہے اس کے مال اور اولاد میں کَثْرَت فرما اور اسے اپنے ماننے والوں کی مُوَافَقَت بھی عَطا فرما (تاکہ وہ ان کے ساتھ الجھا رہے)۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس شخص کو یہ بَدْدُعا دیا کرتے جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بُغْض رکھتا۔[6]

﴿7﴾ دنیا کی کمی آخِرَت کی زِیادَتی کا اور دنیا کی زِیادَتی آخِرَت کی کمی کا باعِث ہے۔[7]

﴿8﴾ جس کو بھی دنیا کی کوئی چیز عَطا فرمائی گئی تو اس کا ایک دَرَجہ کم کر دیا جاتا ہے خواہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کس قَدْر ہی مُعَزَّز کیوں نہ ہو۔[8]

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد ابی ذر، ص ۱۷۰، حدیث: ۷۹۵، بغیر قلیل
مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، ۸/۱۰۶، حدیث: ۲۱۵۱۴، بغیر قلیل

[2] ......مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة، ص ۵۲۴، حدیث: ۱۰۵۵

[3] ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیه، ۴/۱۵۶، حدیث: ۲۳۵۶، بتغیر

[4] ......صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة، ۲/۳۱، حدیث: ۶۲۹، بتغیر
ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیه، ۴/۱۵۵، حدیث: ۲۳۵۴، بتغیر

[5] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب القناعة، ۴/۴۴۲، حدیث: ۴۱۴۰

[6] ......ابن ماجه، کتاب الزهد، باب فی المکثرین، ۴/۴۳۹، حدیث: ۴۱۳۳، بتغیر
المجالسة وجواهر العلم، الجزء الحادی والعشرون، ۳/۱۰۳، حدیث: ۳۰۰۰، مختصراً

[7] ......دارمی، المقدمة، باب من رخص فی کتابة العلم، ۱/۱۳۹، حدیث: ۵۰۹، مفهوماً

[8] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزهد، کلام ابن عمر، ۸/۱۷۴، حدیث: ۲

دنیادار زاہدین

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن احمد خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ زُہد کا دعویٰ کرنے والوں کے مُتعلِّق اِرشاد فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے زُہد کا دعویٰ کیا اور عُمدہ لِباس پہنے تا کہ لوگوں کو یہ یقین دِلا سکیں کہ انہیں اسی قسم کے عُمدہ لِباس بَطورِ تحائف دیئے جائیں اور اس لیے بھی کہ لوگ انہیں حَقارت کی نَظر سے نہ دیکھیں جیسا کہ فُقَرا کو دیکھتے ہیں اور نہ انہیں مسکینوں کی طرح صَدَقہ وخیرات دیں۔ جب ان لوگوں کو مَجْبُور کر کے حقیقتِ حال دَرْیافت کی جاتی ہے تو وہ اپنے لیے ان باتوں کے جَواز کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ وَسیع عِلْم والے اور سُنّت کے پیکر ہیں، دنیا ان کے پاس آتی ہے وہ اس کے پاس نہیں جاتے اور وہ تحائِف بھی دوسروں کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ دین کے بَدْلے دنیا کھانے والے ہیں، انہیں باطِن کی صَفائی کی کوئی فِکْر ہے نہ اَخلاقیات کی اِصلاح کی کوئی پَروا، ان کی ظاہِری صِفات ان پر غالِب ہوتی ہیں اور وہ دنیا کی طرف مائل ہونے اور خواہشات کی پیروی کرنے کے باوُجُود اپنے لیے بُلند مَقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دو۲ کپڑوں سے زیادہ نہیں پہنتے تھے یعنی دو۲ چادریں پہنتے یا قمیص اور تہبند اور اس صُورت میں قمیص کے دامَن کو موڑ کر سَر پر ڈال لیتے اور یوں اپنا سَر ڈھانپ لیتے۔ نیز فقیر کے لیے ایسا ہی لِباس پسند فرماتے۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) فَقْر کے فَضائل، فُقَرا کی فضیلت، دنیا کی مَذَمَّت اور اَغْنِیا کے عُیُوب کی نشاندہی پر مُشْتَمِل روایات ہماری ذِکْر کردہ رِوایات سے بَہُت زیادہ ہیں، ہم نے یہاں ان تمام رِوایات کو جَمْع کرنے کا قَصْد کیا ہے نہ ان سے بَہُت زیادہ اِسْتِدْلال ہمارا مَقْصُود ہے۔

تعمیرات میں زہد

فالتو عِمارتیں بنانا تَرْک کرنا بھی زُہد ہے اور یہ کہ بُلَند و بالا اور مَضْبُوط عِمارت تعمیر کی جائے نہ بغیر ضَرورت کے کوئی عِمارَت مٹّی (یعنی گارے، سیمنٹ وغیرہ) سے بنائی جائے۔

لمبی اُمّیدوں کے مُعاملے میں سب سے پہلی چیز

مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وِصالِ ظاہِری کے بعد سب

سے پہلے جو بِدْعَت پیدا ہوئی وہ (آٹا چھاننے والی) چھلنیوں اور دَسْتَر خوان کا اِسْتِعمال کرنا ہے اور لمبی اُمّیدوں کے مُعَاملے میں جو چیز سب سے پہلے ظاہِر ہوئی وہ **تَدْرِیز** اور **تَشْیِید** ہے۔ **تَدْرِیز** سے مُراد کپڑوں کی عُمدہ اور باریک سِلائی ہے، جبکہ پہلے لمبے لمبے ٹانکوں سے کپڑے سیئے جاتے تھے اور **تَشْیِید** سے مُراد چونے اور اینٹوں سے مکان بنانا ہے جبکہ پہلے کھجور کی شاخوں سے مکان بنائے جاتے تھے۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا

ایک رِوایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ عِمارتوں کو بھی یمنی چادروں کی طرح مُنَقَّش بنایا کریں گے۔

سب سے پہلے پختہ عمارت کس نے بنوائی؟

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مُلکِ شام کی طرف جاتے ہوئے راستے میں چونے اور اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ایک مَحَل دیکھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر کہا) اور اِرشَاد فرمایا: میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اس اُمَّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایسی عِمارت تعمیر کریں گے جیسی فِرْعَون کے لیے (اس کے وزیر) ہامان نے تعمیر کی تھی۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مُراد فِرْعَون کا یہ قول ہے:

فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا (پ۲۰، القصص: ۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: تو اے ہامان میرے لیے گارا پکا کر ایک مَحَل بنا۔

مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلے فِرْعَون نے چونے اور اینٹوں سے عِمارت تعمیر کروائی اور سب سے پہلے یہ کام (اس کے وزیر) ہامان نے کیا، پھر دیگر سرکش لوگوں نے ان دونوں کی پیروی کی اور یہی زیب وزِینَت ہے۔

کس طرح کا مکان بنانا افضل ہے؟

ایک بُزرگ نے کسی شہر کی جامِع مَسْجِد کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میں نے اس مَسْجِد کو پہلے کھجور کی

ٹہنیوں اور شاخوں سے بنا ہوا دیکھا، پھر گارے اور مٹّی سے تعمیر شدہ بھی دیکھا اور اب اسے پکی اینٹوں سے بنا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ مگر اسے کھجور کی شاخوں اور ٹہنیوں سے بنانے والے گارے مٹّی سے بنانے والوں سے جبکہ گارے مٹّی سے بنانے والے اینٹوں سے بنانے والوں سے بہتر ہیں۔

پکے مکان نہ بنانے کی وجہ

بعض بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن زِنْدگی میں کئی مرتبہ اپنے مَکان کی مُرمَّت کیا کرتے تھے کیونکہ ان کے مَکان مَضْبُوط اور پکّے نہیں ہوتے تھے اور انہیں طویل عَرصہ ان مَکانوں میں رہنے کی اُمّید بھی نہ ہوتی تھی، اس لیے وہ پختہ تعمیرات سے بچتے تھے۔

بعض اَسلاف کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام جب سَفرِ حَج یا جِہاد کے لیے روانہ ہونے لگتے تو اپنا مَکان اُکھاڑ دیتے یا پڑوسیوں کو ہِبہ کر جاتے، واپَس آکر دوبارہ مَکان بناتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر گھانس پھونس اور کھالوں سے بنے ہوتے تھے۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں) آج بھی یمن میں اَہْلِ عرب اسی طرح کے گھر بناتے ہیں۔

بلند عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا

مکّی مَدَنی سرکار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه کو وہ کمرہ گرانے کا حکم اِرشَاد فرمایا جسے انہوں نے بُلَند کیا تھا۔[1]

رضائے مصطفٰے پر قبہ گرادیا

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا گزر ایک بُلَند قُبّہ کے پاس سے ہوا۔ اِسْتِفْسَار فرمایا: یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے عَرض کی: فلاں کا ہے۔ جب وہ صحابی بار گاہِ رِسَالت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ان سے اِعراض فرمایا اور پہلے کی طرح تَوَجُّہ نہ فرمائی۔ انہوں نے صحابۂ کِرام

---

[1] ......مسند طیالسی، وما اسند عن العباس بن عبد المطلب، ۲/۲۷۸، حدیث: ۱۰۲۰، بتغیر

موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۶۳، حدیث: ۲۸۱، بتغیر

عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رُخِ انور کی تبدیلی کا سبب پوچھا تو انہوں نے حقیقت بتا دی، چنانچہ انہوں نے فوراً جا کر اس قُبّہ کو گرا دیا۔ اس کے بعد جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوبارہ اس مقام سے گزرے اور قُبّہ نہ دیکھا تو اس کے مُتَعَلِّق دَرْیافت فرمایا، جب خبر دی گئی کہ اس صحابی نے اسے گرا دیا ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لیے خیر کی دُعا فرمائی۔[1]

مکانوں کی چھتوں کی بلندی

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے گھروں میں چھت کی اُونچائی اِنسانی قَدْ سے کچھ زیادہ ہوتی تھی۔ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں جب صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے گھروں میں داخِل ہوتا تو اپنے ہاتھ سے چھت کو چھو لیتا تھا۔

حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: جب کوئی شخص چھ گز سے زیادہ اُونچی عِمارت بناتا ہے تو ایک فِرِشتہ اس سے کہتا ہے: اے سب سے بڑے فاسِق! اور کتنا اونچا کرے گا؟

ضرورت سے زائد تعمیر کا وبال

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبْرَت نشان ہے: جو شخص ضَرورت سے زیادہ عِمارت تعمیر کرے گا بَروزِ قِیامَت اسے وہ عِمارت اُٹھانے پر مجبور کیا جائے گا۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گزر ایک بُلَند و بالا مَکان کے پاس سے ہوا تو اِرشاد فرمایا: دَرَاہِم نے سَر نکال ہی لیا ہے۔ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا گزر ایک عامِل کے پاس سے ہوا جس نے بُلَند و بالا مَکان تعمیر کر لیا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: ہر خائِن پر دو امین ہوتے ہیں یعنی پانی اور گارا مٹّی۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے مال کے دو حصّے کیے اور ایک حصّہ بَیْتُ المال میں جمع کروا دیا۔

دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نِشان ہے: بندے کو ہر شے

---

[1] ......ابو داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، ۴/۴۶۰، حدیث: ۵۲۳۷، مفهوماً

[2] ......معجم کبیر، ۱۰/۱۵۱، حدیث: ۱۰۲۸۷

پر خَرْچ کرنے کا اَجر ملتا ہے مگر جو کچھ وہ پانی اور گارے مِٹّی پر خَرْچ کرتا ہے اس کا اَجر اسے نہیں ملتا۔[1]

ایک بُزرگ سے مَرْوِی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کے مال پر ناراض ہوتا ہے تو اس پر پانی اور مِٹّی (یعنی غیر ضَروری تعمیرات) کو مُسَلَّط فرما دیتا ہے۔

خوبصورت عمارتوں اور ان کے دروازوں کو مت دیکھو

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن یمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ میں حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ راستے میں ایک مُنَقَّش دروازے کی جانِب میں نے دیکھا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: اسے مَت دیکھو! میں نے عَرض کی: اے ابو عبد اللہ! کیا آپ اسے دیکھنا پسند نہیں فرماتے؟ اِرشَاد فرمایا: تمہارا دروازے کی جانِب دیکھنا اس کے بنانے پر مُعاوَنت شُمار ہو گا، کیونکہ اسے اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی طرف دیکھا جائے اور اگر کوئی بھی گُزرنے والا اسے نہ دیکھے تو یہ نہ بنایا جاتا۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سے پہلے کے ایک بُزرگ سے بھی ایسا ہی ایک قول مَنْقُول ہے کہ (خُوبصُورت) عِمارتوں کی طرف مَت دیکھا کرو! کیونکہ لوگ تمہاری خاطر انہیں آراستَہ کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًاؕ

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبّر نہیں چاہتے اور نہ فَساد۔

(پ۲۰، القصص: ۸۳)

ایک قول کے مُطابِق اس آیتِ مُبارَکہ میں زمین میں بُلندی، کَثرتِ مال کی مَحبَّت، حُکُومَت و رِیَاست کی طَلَب اور تعمیرات میں بَاہَم مُقابَلہ بازی کرنا مُراد ہے۔

کون سی عمارت وبال نہیں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: کُلُّ بِنَآءٍ وَّبَالٌ عَلٰی

[1] ......بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/۱۳، حدیث: ۵۶۷۲، بتغیر

صَاحِبِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا مَا اَکَنَّ مِنْ حَرٍّ وَّ بَرْدٍ۔ یعنی سردی گرمی سے بچنے کے لیے بنائی گئی عمارت کے سوا ہر عمارت بروزِ قیامت اپنے بنانے والے کے لیے وَبال ہو گی۔ (1)

بارگاہِ رسالت میں گھر چھوٹا ہونے کی شکایت

ایک شخص نے بارگاہِ رِسالت میں اپنے گھر کے چھوٹا ہونے کی شِکایت کی تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اِتَّسِعْ فِی السَّمَآءِ۔ یعنی آسمان میں وُسعت اِختیار کرو۔ (2)

حدیثِ پاک کی شرح

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس حدیثِ پاک کی دو طرح شَرح بیان کی جاسکتی ہے ایک کے مُطابِق مُراد یہ ہے کہ جنّت میں وسیع و عریض مَکان کے لیے کوشِش کرو۔ جبکہ دُوسری شَرح کے مُطابِق مُراد یہ ہے کہ مَعرِفَت میں بُلَند اور وسیع مَکان کے حُصُول کی کوشِش کرو اور ظاہِری مَکان کی وُسعَت طَلَب نہ کرو۔

زہد سے رزق کم نہیں ہوتا

یاد رکھئے! زُہد اپنانے سے رِزْق کم نہیں ہوتا بلکہ زُہد تو صَبر میں زِیادَتی کا باعِث بنتا ہے اور فَقْر و بھوک کو دائمی کرتا ہے۔ یوں زُہد زاہِد کے لیے آخِرَت کا رِزْق بن جائے گا اس اِعْتِبار سے کہ زاہِد دنیا سے مَحْرُوم اور کَثْرت و وُسْعَتِ مال سے محفوظ رہا۔ زُہد چونکہ زاہِد کے اُخْرَوِی رِزْق کا سَبَب بنتا ہے، لہٰذا زاہِد جس قَدْر دنیا سے دُور ہو گا اور مال داری و وُسْعَت سے پرہیز کرے گا اسی قَدْر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار اور نِگاہِ کَرَم کے صَدْقے آخِرَت میں رِزْق اور بُلَند دَرَجات پائے گا۔ جیسا کہ ایک عالِم فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک سبزی فروش آیا اور عَرض کرنے لگا: میں ایک ایسے محلّے میں سبزی بیچا کرتا تھا جہاں میرے سوا کوئی سبزی بیچنے والا نہ تھا، یوں میں خوب سبزی بیچ لیتا، پھر میرے مُقابلے میں ایک اور سبزی فروش آگیا تو کیا اس کی وجہ سے

---

(1) ......ابو داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، ۴/ ۴۶۰، حدیث: ۵۲۳۷، بتغیر

(2) ......معجم کبیر، ۴/ ۱۱۷، حدیث: ۳۸۴۲، بتغیر قلیل

میرے رِزْق میں کمی آجائے گی؟ اِرشاد فرمایا: نہیں! بلکہ وہ سبزی بیچنے میں تیری سُستی کو بڑھادے گا۔

ایک زاہدانہ فریب

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بحث سے) مُمکن ہے کوئی باطِل اور لَہو و لَعِب کو پسند کرنے والا شخص اپنے وُسْعَتِ مال اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے اپنے کسی دنیادار ساتھی کو یہ کہتے ہوئے فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے کہ جب دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے میرے رِزْق میں کوئی کمی نہیں ہوئی تو دنیا کی کَثرت و وُسْعَت اور عَیْش و تَنَعُّم کی مَوجُودگی میں مجھے زُہد میں کسی مَقام کا حاصِل ہونا بھی دُرُسْت ہے، کیونکہ میں اپنا ہی رِزْق کھاتا اور اپنا ہی نصیب لیتا ہوں۔ لہٰذا زُہد میں بھی میرا ایک مَقام ہے اور رَضا و توکُّل میں بھی میرا ایک حال ہے۔ یا وہ یہ کہے کہ زُہد کَثرت و زِیْنَت کے باوُجود دُرُسْت ہو سکتا ہے۔ یوں وہ شخص ان لوگوں کے سامنے لچھے دار باتیں کرے جو زُہد کی حقیقت سے آگاہ نہیں بلکہ زاہِدین کے طریقوں سے ناواقِف لوگوں کو اپنی ایسی باتوں سے دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے شخص کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو دین کے بَدلے دنیا کھاتے ہیں یا چکنی چُپڑی باتیں کرتے ہیں اور غَفْلَت میں مبتلا لوگوں پر خود کو عالِم ثابِت کرتے ہیں۔ چنانچہ،

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے خارجیوں نے جب یہ کہا: **لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی کا کوئی فیصلہ قبول نہیں۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: بات تو سچ ہے مگر اس سے مُراد غَلَط لی گئی ہے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے سچ فرمایا، کیونکہ خَوارِج اپنی اس بات سے خُلَفائے رَاشِدِین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اَحْکام کو ساقِط کرنا اور عادِل اِمام کی طَاعَت کو تَرْک کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح یہ کہنے والا کہ "میں اپنا ہی رِزْق کھاتا ہوں اور اپنی ہی قِسْمَت میں لکھی گئی اَشیا لیتا ہوں" دَرحقیقت یہ دلیل اس لیے دیتا ہے تاکہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کر سکے اور جاہِلوں کے سامنے اپنے کَثِیْرُ الْمَال ہونے پر ان کی مَلَامَت سے بچنے کا عُذْر پیش کر سکے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ص۵۳۷، حدیث:۱۵۷ (۱۰۶۶)

دھوکے و فریب میں مبتلا یہ شخص اپنے دھوکے و فریب میں مبتلا ہونے سے ناواقف ہے، اگرچہ یہ اپنا ہی رِزْق کھاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا و بَخْشِش میں سے اپنا ہی حصّہ وُصول کرتا ہے مگر اس کے رِزْق میں عَیب ہے، وہ رَحْمَتِ خداوندی سے دُور ہے، اس میں دنیا کی رَغْبَت اور حِرْص پائی جاتی ہے، اس لیے کہ چور اور غاصِب بھی اپنا ہی رِزْق کھاتے ہیں اور ان کی قِسْمَت میں جو لکھ دیا گیا ہے وہی حِصّہ وُصول کرتے ہیں مگر وہ سب کچھ بُرا کرتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر بیٹھتے ہیں، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ظالموں کو حَرام رِزْق دیتا ہے جیسا کہ مُتَّقِین کو حَلال رِزْق سے نوازتا ہے۔ ان دونوں میں فَرْق صِرف اتنا ہے کہ بُری تقدیر اور بد بختی دشمنوں کے لیے اور حُسْنِ توفیق و خوش بختی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دوستوں کے لیے ہوتی ہے۔

بندہ اِسْتِدْرَاج کا شکار کیسے ہوتا ہے؟

زُہد کا مذکورہ دعویدار اسی وجہ سے زُہد سے مَحْرُوم رہتا ہے، حُبِّ فَقْر سے اپنا وافر حصّہ کھو بیٹھتا ہے اور آخِرت کے اَفضل ترین اَجْر و ثواب کے حصّے کو بھی کم کر دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا آخِرت کی ضِد ہے اور دنیا کی ہر وہ شے جس میں تَصَرُّف کیا جائے یا جس کی خاطِر تَصَرُّف کیا جائے اسے زاہِدین کے طریقوں سے مرتبے کی کمی کا سَبَب بنا دیا گیا ہے۔ اسے دنیا سے اور کُشادَگی و خوشحالی سے آزمایا گیا تاکہ اس کا سچّا و جھوٹا ہونا واضِح ہو جائے، مگر یہ فتنے میں مبتلا ہو گیا اور اپنی اس آزمائش کو سمجھ نہ پایا۔

اگر وہ اپنے مُشاہَدے میں سچّا ہے اور اپنے وِجدان میں جھوٹا نہیں تو یقیناً جان لے گا کہ اس کا یہی مُشاہَدہ اس کے لیے اَہْلِ مَعْرِفَت کے عُلوم سے حِجاب بن گیا ہے اور وہ اپنے عِلْم کی بنا پر اِسْتِدْرَاج کا شِکار ہو گیا ہے، کیونکہ یہ بھی ایک دُنیاوی عِلْم ہے جو دنیا کے فنا ہونے کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا، آخِرت میں اس کا کوئی ثمرہ نہیں کہ اسی عِلْم کی وجہ سے وہ فریب میں مبتلا ہوا اور اس نے خائفین کے عُلُوم اور وَرَع و تقویٰ کے پیکر اُن زاہِدین کے مُشاہَدے سے منہ موڑا جنہوں نے دقیق اُمُور میں بھی حَلال کا خَیال رکھا اور حقیقت میں زُہد پر عَمَل کرتے ہوئے تَرْکِ رَغْبَت کے اپنے قول کو سچ کر دِکھایا۔

اگر وہ اپنے مُشاہَدے میں جھوٹا اور وِجدان کے دعویٰ میں اپنے نَفْس پر ظُلْم کرنے والا ہے تو اس کا شُمار

شَیاطِین کے دوستوں اور گمراہ اِماموں میں ہوتا ہے، جسے دنیا داروں کے لیے مَامُور کیا گیا اور اسے ان کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا، وہ مُتَّقِین کا اِمام نہیں بلکہ اس کا شُمار غافِل دنیا داروں میں سے مَحْرُوم و گمراہ اِماموں میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ دنیا میں رَغْبَت رکھتا ہے اور اس میں حِرْص و طَمَع اور عَدَمِ یقین پایا جاتا ہے۔ اہلِ یقین کے عُلُوم اور ان کے حقیقی مُشاہَدے سے منہ موڑنے کے باعث اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کا اسی وَصْف پر شِکار ہوا جس میں اس کا مبتلا ہونا چاہا گیا اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفْیَہ تدبیر کا اِحساس ہوا نہ وہ نعمتوں میں مگن ہونے کی وجہ سے اِسْتِدْرَاج کو پہچان پایا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ (پ ۹، الاعراف: ۱۸۲)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ ۱۹، النمل: ۵۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہوں نے اپنا سا مَکر کیا اور ہم نے اپنی خُفْیَہ تدبیر فرمائی اور وہ غافِل رہے۔

یہ بات بہُت ہی دُور کی ہے کہ خُفْیَہ تدبیر کا شِکار اِنسان اس بات کو سمجھ سکے کہ وہ خُفْیَہ تدبیر کا شِکار ہو گیا ہے یا اِسْتِدْرَاج کا شِکار بندہ اپنے اِسْتِدْرَاج میں مبتلا ہونے کو جان پائے، کیونکہ خُفْیَہ تدبیر فرمانے والا اور اِسْتِدْرَاج میں مبتلا فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے جو لطیف و اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن ہے۔

ایک عارِف کا قول ہے کہ جو شخص نَفْس کی آفات میں مبتلا ہو کر انہیں چھپائے اسے یہ سزا دی جاتی ہے کہ وہ اس مرتبے کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جس پر وہ ابھی تک فائز ہی نہیں ہوا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظاہِری عِلْم کے فریب میں مبتلا ہونے سے اپنی پناہ عطا فرمائے اور اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل و اَصحاب سب پر دُرُود و سَلام بھیجے اور ہمیں حقیقی عِلْم کے مُشاہَدے کی وجہ سے حُسْنِ توفیق کی دولت عطا فرمائے۔ (آمین)

دنیا و آخرت کس کی مثل ہیں؟

ہم نے مذکورہ بحث میں جو کچھ ذِکر کیا ہے اس کے مُتعلِّق کثرت سے اَخبار و رِوایات مَرْوِی ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ دنیا و آخِرت:

- ان ۲ دو سوتنوں کی مِثل ہیں جن میں سے ایک کی رَضا دوسری کی ناراضی کا باعث ہے۔
- مَشرِق و مَغرِب کی مِثل ہیں جس نے ایک کی جانب منہ کیا تو دوسرے کی جانب پیٹھ کرنا پڑے گی۔
- ترازو کے ۲ دو پلڑوں کی مِثل ہیں، ایک بھاری ہو گا تو دوسرا ہلکا۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! دنیا و آخِرت ۲ دو پیالوں کی طرح ہیں، جن میں سے (صِرف) ایک کو تیرے لیے بھرا جائے گا، اب یہی ہو سکتا ہے کہ تو ایک کو دوسرے میں اُنڈیل دے۔ مُراد یہ ہے کہ اگر تو نے دنیا کا پیالہ بھرا تو آخِرت سے خالی ہو جائے گا اور اگر آخِرت کا پیالہ بھرا تو دنیا سے خالی ہو جائے گا۔ اگر تو نے ایک تہائی آخِرت کا پیالہ اپنے پاس رکھا تو دنیا کے پیالے میں ۲ دو تہائی پائے گا، اگر ۲ دو تہائی آخِرت رکھے گا تو دنیا صِرف ایک تہائی رہ جائے گی۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جو یہ مِثال دی ہے بہُت خوب ہے مگر اس میں شِدّت اور باریکی ہے۔

نعمت کی موجودگی میں زہد اختیار کرنا

ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ ناز و نِعْمَت کی مَوجُودَگی میں زُہد اِختیار کرنے والا اس شخص کی مِثل ہے جو اپنے ہاتھ میں لگی ہوئی گوشت کی چکنائی کو مچھلی سے صاف کرے۔

کسی اور بُزرگ کا فرمان ہے کہ دنیا کی طَلَب میں مَشغُول زاہِد کی مِثال اس شخص جیسی ہے جو گھاس سے آگ بجھانے کی کوشش کرے۔

ایک زاہِد اَہلِ شام کے سامنے زُہد کی باتیں کیا کرتے تھے، اَہلِ شام کے فقیہ حضرت سَیِّدُنا رَجاء بن حَیْوَہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی اس زاہِد کی مَحفِل میں شریک ہو کر اس کی باتیں سنا کرتے۔ ایک دن آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

کو اس زاہِد کی مَحفِل میں تشریف لانے میں تھوڑی دیر ہو گئی، لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی، بَیْتُ الْمُقَدَّس شریف کے مُؤَذِّن صاحِب دَرْس دینے لگے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کی باتیں سننے سے اِنکار کرتے ہوئے پوچھا: یہ بولنے والا کون ہے؟ اس بُزرگ نے اپنا تَعارُف کرایا تو اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو مُعاف فرمائے، ہم زُہد کی باتیں زاہِدوں کے علاوہ کسی اور سے سننا پسند نہیں کرتے۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشاد فرمایا: ہم وَعْظ و نصیحت صِرف زاہِدوں سے ہی سننا پسند کرتے ہیں۔

ایمان کی حلاوت اور نور کا خاتمہ

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: دنیا داروں کے اَمْوال کی طرف مَت دیکھو! کیونکہ ان کے مالوں کی چمک تمہارے نُورِ ایمان کو خَتم کر دے گی۔ ایک عالِم فرماتے ہیں: اَمْوال کو اُلٹ پَلٹ کرنا (یعنی اسے شُمار کرتے رہنا) ایمان کی حلاوَت کو چُوس لیتا ہے۔

اس اُمَّت کا بچھڑا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر اُمَّت (کی آزمائش) کے لیے ایک بچھڑا ہوتا ہے اور اس اُمَّت کا بچھڑا دِرْہَم و دِینار ہیں۔[1] کیونکہ حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی اُمَّت کے لیے سَامِری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بھی سونے چاندی کے زیورات سے بنا ہوا تھا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِبْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: گہنا (زیور) یا اور اَسباب بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں۔ (پ ۱۳، الرعد: ۱۷)

گویا مذکورہ حدیثِ پاک اسی آیتِ مُبارَکہ سے ماخوذ ہے۔

چار فرشتوں کی ندائیں

مَنْقُول ہے کہ روزانہ جب دن طُلُوع ہوتا ہے تو چار فرشتے آفاق میں چار نِدائیں کرتے ہیں: ان میں سے

[1] ......فردوس الاخبار، ۲/۱۹۳، حدیث: ۵۰۵۷

دُو فرشتے مَشْرِق میں نِدا کرتے ہیں اور دُو مَغْرِب میں۔ چنانچہ،

مَشْرِق میں مَوجُود دونوں فرشتوں میں سے ﴿۱﴾ ایک کہتا ہے: اے خیر کے طالِب! آگے بڑھ (اور نیک عَمَل کر) اور اے شَر کے طالِب! رُک جا (بُرائی سے باز آجا) اور ﴿۲﴾ دوسرا کہتا ہے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! خَرْچ کرنے والے کو اس کا اچھّا بدَل عَطا فرما اور بُخْل کرنے والے کے مال کو ہلاک فرما۔

مَغْرِب میں مَوجُود فرشتوں میں سے ﴿۱﴾ ایک کہتا ہے: موت کے لیے اَولاد پیدا کرو اور ویران ہونے کے لیے گھر تعمیر کرو اور ﴿۲﴾ دوسرا کہتا ہے: طویل حِساب کے لیے دُنیاوِی نعمتیں کھاؤ اور خوب مزے اڑاؤ۔[1]

دنیا وحشت کے ساتھ مُزَیَّن ہے

ایک عالِم فرماتے ہیں: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کو وَحْشَت کے ساتھ مُزَیَّن فرمایا تاکہ فرمانبرداری کرنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مَانُوس ہوں۔

صِدِّیقِ اکبر کی دعا

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب میں اپنے نَفْس سے کوئی حَق وُصول کرنے لگوں تو اس وَقْت مجھے عجز و اِنکساری عَطا فرما اور جو مال میری ضَرورت سے زائد ہو اس میں مجھے بے رغبتی عَطا فرما۔[2]

فقر پر مہر لگا دی گئی ہے

کسی عارِف کا قول ہے کہ مَعْرِفَتِ باری تعالیٰ سے مُزَیَّن فَقْر کے سِوا ہر شے خَزائِنِ باری تعالیٰ میں پڑی ہوئی ہے، فَقْر ایک رسی میں پرویا ہوا ہے اور اس پر مُہر لگا دی گئی ہے جو صرف اسے ہی عَطا ہوتا ہے جس پر شُہدا کی مُہر ثَبْت ہو۔

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۳۷۸، حدیث: ۱۰۷۰، مختصراً
نھایۃ الارب فی فنون الادب، الباب الثالث من القسم الثالث من الفن الثانی، ۵/ ۲۶۳

[2] ......طبقات المحدثین باصبھان، الطبقۃ الخامسۃ، ۲/ ۲۷، الرقم: ۸۴: عبد الرحمٰن بن یوسف

دنیا دار علما کی غلط فہمی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

(پ ۲۸، الجمعۃ: ۴)

بعض دنیا دار عُلَما اپنے نفسوں کے لیے مذکورہ آیتِ مُبارکہ کی تفسیر سے یہ حُجّت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فَقْر پر مال داری کو فضیلت حاصل ہے۔ حالانکہ اس آیتِ مُبارکہ میں غور و فِکْر کرنے والوں کے نزدیک یہاں فُقَرا مُراد ہیں، کیونکہ فُقَرا سے پہلے یہ اِرشاد فرمایا گیا تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو کوئی تم سے دَرَجات میں آگے بڑھ سکے گا نہ کوئی تمہارے بعد ان دَرَجات کو پا سکے گا۔[1] یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان سے ثابت ہے اور بالکُل دُرُست ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے فرمان میں اسی طرح مَعْصُوم ہیں جیسا کہ اپنے فِعْل میں مَعْصُوم ہیں۔[2]

لہٰذا یہ مُناسِب نہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حدیثِ پاک کا اِبتدائی حِصّہ بعد والے حِصّے کے برعکس ہو، چنانچہ جو کچھ بعد میں بیان ہوا ہے اس کا اِطْلَاق بھی پہلے حِصّے میں مَوجُود حکم پر ہی ہو گا اور کسی طرح بھی اس کا اُلٹ مفہوم اَخذ کرنا دُرُست نہیں، کیونکہ اس فرمان میں جو خَبَر دی گئی ہے اس سے رُجُوع جائز نہیں۔ مگر جب مال داروں نے بھی وُہی کام شروع کر دیئے جن کے کرنے کا فُقَرا کو حکم دیا گیا تھا تو گویا فُقَرا کا مرتبہ نِگاہِ نبوّت میں پہلے کی طرح ٹھہر گیا کیونکہ وہ بَظاہِر دیکھ رہے تھے کہ مال دار لوگ سرکارِ دوجہاں

---

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/۲۹۳، حدیث: ۸۴۳، بتغیر قلیل

[2] ......یہاں صاحبِ کِتاب امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اَصْل میں اس رِوایت کی جانب اِشارہ کیا ہے جس میں ہے کہ ایک بار فُقَرا صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رِسالت میں عَرض کی: مال دار لوگ خیرات، صَدَقات، حج اور جہاد کے ذریعے نیکیوں میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں، (ہم کیا کریں؟)۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں تسبیح کے کلمات سکھائے اور بتایا کہ تم ان کے ذریعے مال داروں سے زیادہ ثواب حاصل کر سکتے ہو۔ اُدھر مال دار صحابہ بھی یہ کلمات سیکھ کر پڑھنے لگے۔ اس پر فُقَرا صحابہ نے دوبارہ بارگاہِ رِسالت میں حاضر ہو کر عَرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔

(سنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلوۃ، باب الترغیب فی مکث المصلی فی مصلاہ... الخ، ۲/۲۶۵، حدیث: ۳۰۲۴، مفہوماً)

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان پر عَمَل کرنے کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ دوبارہ بارگاہِ رِسالت میں حاضِر ہوئے اور حقیقتِ حال عَرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جَلد بازی سے کام نہ لو! کیونکہ میں نے جیسا تم سے کہا ہے حقیقت وہی ہے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فَضل ہے جس پر وہ چاہتا ہے فرماتا ہے اور تمہارا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا فَضل فرمانا چاہا ہے۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے ہماری بیان کردہ تاویل دُرُست اور عُلَمائے دنیا کی بیان کردہ تاویل غَلَط ہوگئی۔ جس کی دلیل سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پہلا فرمانِ عالیشان ہے جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دوسرا فرمان بھی پہلے فرمان کے مُوَافِق ہے اور اس کے خِلاف نہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے (کہ مال داری فَقْر سے اَفضل ہو) جبکہ ہماری بیان کردہ مذکورہ بات کی دلیل واضح طور پر اس تفصیلی رِوایت میں بھی مَوجُود ہے جسے حضرت سَیِّدُنا زید بن اَسْلَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکرَم نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کیا ہے۔ چنانچہ،

فُقَرا کی فضیلت

مَرْوِی ہے کہ فُقَرا صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رِسالت میں اپنا قاصِد بھیجا جس نے حاضِرِ خِدمَت ہو کر عَرض کی: میں فُقَرا کا نمائندہ بن کر حاضِر ہوا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تمہیں بھی مَرحَبا اور انہیں بھی جن کے پاس سے تم آئے ہو! تم ایسے لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے میں مَحبَّت کرتا ہوں۔ قاصِد نے عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فُقَرا نے یہ گُزارِش کی ہے کہ مال دار لوگ جنّت کے دَرَجات لے گئے، وہ حج کرتے ہیں مگر ہم اس کی اِسْتِطاعَت نہیں رکھتے، وہ عمرہ کرتے ہیں مگر ہم اس پر قادِر نہیں، وہ بیمار ہوتے ہیں تو اپنا زائد مال صَدَقہ کرکے آخِرَت کے لیے جَمْع کر لیتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا: فُقَرا کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جس نے (اپنی غُربَت پر) صَبْر کیا اور ثواب کی اُمّید رکھی اسے تین ایسی باتیں حاصِل ہوں گی جو مال داروں کو حاصِل نہیں:

﴿1﴾ جنّت میں ایک ایسا بالاخانہ ہے جس کی طرف جنّتی ایسے دیکھیں گے جیسے دنیا والے آسمان کے سِتاروں کو دیکھتے ہیں، اس بالاخانے میں صِرف فَقْر اِختیار کرنے والے نبی، شہید اور مومن داخِل ہوں گے۔

﴿2﴾ فُقَرا مال داروں سے قِیامت کے آدھے دن یعنی 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔

﴿3﴾ مال دار شخص ﴿ سُبْحٰنَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَ اللهُ اَكْبَر ﴾ کہے اور یہی کلمات فقیر بھی ادا کرے تو مال دار فقیر کے برابر ثواب نہیں پا سکتا اگرچہ وہ 10 ہزار دِرْہم صَدَقہ کرے۔ دیگر تمام نیک اَعمال میں بھی یہی مُعاملہ ہے۔

قاصِد نے واپَس جا کر فُقَرا کو یہ فرمانِ مصطفٰے سنایا تو انہوں نے کہا: ہم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔[1]

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ رِوایت بھی ہمارے مَوْقِف کے صحیح ہونے پر دَلالَت کرتی ہے۔ یہی مفہوم حضرت سَیِّدُنا عبدالله بن عَمْرو بن دِینار عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْغَفَّار کے حوالے سے حضرت سَیِّدُنا عبدالله بن عُمَر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے بھی مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان سے اِسْتِفْسَار فرمایا: اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ یعنی لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ عَرض کی: وہ مال دار جو جان و مال میں الله عَزَّوَجَلَّ کے لازِم کردہ حُقُوق (یعنی بدنی اور مالی عبادات) ادا کرتا رہے۔ اِرشَاد فرمایا: ایسا شخص اچھّا ہے لیکن میرا مقصُود یہ نہیں۔ عَرض کی: یارسول الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ ہی اِرشَاد فرمایئے کہ سب سے اچھّا شخص کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: فَقِیْرٌ یُّعْطِیْ جُهْدَهٗ یعنی وہ فقیر جو اپنی اِستِطاعَت کے مُطابِق راہِ خُدا میں خَرْچ کرے۔[2]

صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کا ذِہن عَقْلی عِلْم کی طرف گیا تھا مگر الله عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے انہیں عِلْمِ یقین کی راہ دِکھائی۔ اسی طرح جو شخص حالَتِ غِنا کو حالَتِ فَقْر سے اَفضل قرار دیتا ہے وہ عِلْم کو عَقْل کی آنکھ سے دیکھتا ہے حالانکہ آخِرت اور حقیقت کا مُشاہَدہ یقین کی آنکھ سے کیا جاتا ہے۔

---

[1] ......تنبیه الغافلین، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲۲، حدیث: ۲۸۳

ابن ماجه، کتاب الزهد، باب منزلة الفقراء، ۴/۴۳۳، حدیث: ۴۱۲۴، مختصراً

[2] ......مسند طیالسی، ص ۲۵۳، حدیث: ۱۸۵۲، بتغیر قلیل

الکامل لابن عدی، ۵/۳۹۲، الرقم: ۱۰۶۲ عبدالله بن دینار البهرانی حمصی

مذکورہ حدیثِ پاک فَقْر کے اَفضل ہونے میں نَص کی حَیثِیَّت رکھتی ہے، لہٰذا جس نے اس وَضاحت کے بعد بھی غِنا کو فَقْر پر فضیلت دی تو گویا اس نے سنّت کی مُخالَفت کی، اگر وہ عالِم ہو تو اس کا سب سے بہتر حال آثار و روایات سے ناواقِف ہونا ہے اور اگر جاہِل ہو تو جہالَت میں اس کا مَقام نفسانی خواہشات کی بنا پر علمی گفتگو کرنے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

ایک رِوایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اس اُمَّت کے بہترین لوگ فُقَرا ہیں اور جنّت میں سب سے پہلے اس اُمَّت کے کمزور لوگ ٹھکانا پائیں گے۔[1]

سَیِّدُنا بلال حَبَشی کو فقر کی ترغیب

سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال حَبَشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَالَتِ فَقْر میں مِلنا، مال دار ہو کر نہ مِلنا۔ عَرض کی: میرے لیے ایسا کیسے ممکن ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو انکار مَت کرنا اور جب تجھے کچھ دیا جائے تو اسے مَت چھپانا۔[2]

کیا آپ یہ خَیال کرسکتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کسی اَدنیٰ حال کا حُکم اِرشَاد فرمائیں گے؟ اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شُمار بُلند پایہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں اَحْوال میں فَقْر کو اِیمان میں یقین کے مُشابِہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے رَضا اور یقین کے ساتھ عَمَل کرو، اگر ایسا نہ ہو سکے تو ناپسندیدہ باتوں پر تمہارے صَبْر کرنے میں بہت بڑی بھلائی ہے۔[3] یہاں بھی میٹھے میٹھے آقا، مَکّی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو یقین کے اَفضل ہونے کے باعِث اس تک رسائی حاصِل کرنے کی ترغیب دلائی جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اَحْوال میں فَقْر کے اَشرف ہونے کے باعِث اسے اپنانے کی ترغیب دلائی۔ یقیناً

---

[1] ......الکنی والاسماء للدولابی، باب حرف النون، ۳/۱۰۹۱، حدیث: ۱۹۰۹

[2] ......مستدرک، کتاب الرقاق، باب الق اللہ فقیرا ولا تلقه غنیا، ۵/۴۵۰، حدیث: ۷۹۵۷

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الرابع والاربعون، ۱/۱۸۶، حدیث: ۲۷۵، عن ابن عباس

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے وُہی حال پسند فرمایا جو اپنے لیے پسند فرمایا تھا، اس طرح فَقْر اَہْلِ یقین کا حال بن گیا کیونکہ اس سے آخِرت مُنکَشِف ہوتی ہے۔ جبکہ غِنا میں شُکْر مومِن کا حال ہے کیونکہ اس سے دنیا ملتی ہے۔ چنانچہ زاہِد فقیر کو شاکِر غنی پر وُہی فضیلت حاصِل ہے جو مُشاہَدہ کرنے والے اہلِ یقین کو مُجاہَدہ کرنے والے اَہْلِ یقین پر حاصِل ہے۔

حالتِ فقر میں موت کی دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُعا مانگا کرتے تھے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! **مجھ پر حالَتِ فَقْر میں ظاہِری مَوت طارِی کرنا اور حالَتِ غِنا میں مجھ پر موت طارِی نہ کرنا۔**[1]

معلوم ہوا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جو یہ اِرشاد فرمایا تھا کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے **حالَتِ فَقْر میں ملنا**" اس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُراد یہ نہ تھی کہ وہ کسی کم تَر حال کو اپنائیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اِرشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے رِضا اور یقین کے ساتھ عَمَل کرنا۔ تو اس سے بھی حضرت سَیِّدُنا ابن عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو کسی کم تَر مَقام کی ترغیب دِلانا مُراد نہ تھا۔ اسی طرح ایک مَشْہور رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے لیے یہ دُعا مانگی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو زِنْدگی اور موت بلکہ حَشْر میں بھی مسکینوں کے گروہ میں رکھے۔[2]

مذکورہ ہر رِوایَت فَقْر کی فضیلت اور فُقَرا کے شَرَف پر مبنی ہے۔ جیسا کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **یَدْخُلُ فُقَرَآءُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآئِہَا بِنِصْفِ یَوْمٍ خَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ۔** یعنی میری اُمَّت کے فُقَرا مال داروں سے نِصْف دن یعنی 500 سال پہلے جنّت میں داخِل ہوں گے۔[3]

---

[1] ......الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بہ فی سائر نہارہ، ص ۴۲۲، حدیث: ۱۴۲۶

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین... الخ، ۴/۱۵۷، حدیث: ۲۳۵۹

[3] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین... الخ، ۴/۱۵۷، حدیث: ۲۳۶۱، دون: امتی
مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۰۵، حدیث: ۱۰۷۳۵

مال کی کمائی ذکر سے غافِل کر دیتی ہے

مَرْوِی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے: میں مسکینی کو پسند کرتا اور غنی کے لیے مال و دولت کو بُرا جانتا ہوں، کیونکہ مال میں بہُت سی بیماریاں ہیں۔ عَرض کی گئی: اے روحُ اللّٰہ! اگرچہ حلال طریقے سے کمایا ہو تو بھی؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! کیونکہ مال کمانا بندے کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے غافِل کر دیتا ہے۔

نیک فقیر نیک امیر سے بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا وَھْب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے عَرض کی: ہم تورات میں یہ لکھا پاتے ہیں کہ ایک نیک فقیر نیک امیر سے بہتر ہے (تو کیا اِسلام میں بھی ایسا ہی ہے؟)۔ اِرشَاد فرمایا: کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللّٰہ کو فقیر سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں بشرطیکہ وہ نیک ہو۔

مال داری کی خرابی

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو سب ناموں سے زیادہ یہ پسند تھا کہ آپ کو مسکین کہہ کر پکارا جائے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام فرمایا کرتے تھے: مال داری کی خرابی یہ ہے کہ بندہ مال دار بننے کے لیے گناہ کرتا ہے مگر فقیر ہونے کے لیے گناہ نہیں کرتا۔

اسی مفہوم کو کسی حکیم نے اَشْعار میں یوں بیان کیا ہے:

یَا عَائِبًا لِلْفَقْرِ تَبْغِی الْغِنٰی   عَیْبُ الْغِنٰی اَعْظَمُ لَوْ تَعْتَبِر

اِنَّكَ تَعْصِیْ لِتَنَالَ الْغِنٰی   وَلَسْتَ تَعْصِی اللّٰهَ كَیْ تَفْتَقِر

ترجمہ: اے فَقْر کو عَیب جاننے والے! تو غِنا چاہتا ہے، غِنا کا عیب (فَقْر کے عَیب سے) بہُت بڑا ہے، اگر تو سمجھے۔ کیونکہ تو غِنا کے حُصُول کے لیے تو گناہ کرتا ہے مگر فقیر بننے کے لیے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدْرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی حدیثِ پاک میں ہے کہ اے لوگو! عُسْرت و تنگ دستی اور فاقہ تمہیں حرام طریقے سے رِزْق تلاش کرنے پر مجبور نہ کرے کیونکہ میں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دُعا مانگتے سنا ہے کہ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر حالتِ فقر

میں ظاہری موت طاری کرنا، حالَتِ غِنا میں مجھ پر موت طاری نہ کرنا اور قِیامت کے دن مجھے مساکین کے گروہ میں اُٹھانا۔[1]

عاملین کو ہی اجر ملتا ہے

حضرت سیِّدُنا لُقمان حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے اِرشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! دین کی اصلاح میں سب سے زیادہ مُعاوِنِ خُلق دنیا میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔ جس نے دنیا میں زُہد اِختیار کیا گویا وہ ان چیزوں میں رَغبت رکھتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس چیزوں میں رَغبت رکھتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عَمَل بھی کرتا ہے اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عَمَل کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اَجر دیتا ہے۔[2]

نبی اور اُمتی کے عَمَل میں فرق

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے حَوارِیوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی خِدمت میں عَرض کی: اے رُوحُ **اللہ**! ہم آپ کی طرح نَماز پڑھتے ہیں، آپ کی طرح روزے رکھتے ہیں اور جیسا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کرتے ہیں مگر پھر بھی آپ کی طرح پانی پر چلنے کی قُدرت نہیں رکھتے (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ اس پر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے اِستِفسار فرمایا: پہلے اپنے مُتعلّق یہ بتاؤ کہ تمہاری دنیا سے مَحبّت کی کَیفِیّت کیسی ہے؟ عَرض کی: ہم اپنے دلوں میں دنیا کی مَحبّت پاتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا: بے شک دنیا کی مَحبّت دین کو خَراب کرتی ہے مگر میرے نزدیک یہ دنیا ایک پتّھر اور مٹّی کے ڈھیلے کی طرح ہے۔[3] ایک رِوایت میں ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک پتّھر اُٹھا کر اِستِفسار فرمایا: تمہیں کیا پسند ہے یہ پتّھر یا دِرہم و دِینار؟ عَرض کی: دینار۔ اِرشاد فرمایا: میرے نزدیک ان سب کی حَیثِیّت ایک جیسی ہے۔

مَنقُول ہے کہ جس کا دنیا میں زُہد اِختیار کرنا اس قَدر دُرُست ہو جائے کہ اس کے نزدیک پتّھر اور سونے کی حَیثِیّت برابر ہو جائے تو وہ پانی پر چلنے لگتا ہے۔ یہ بات عام لوگوں میں اس قَدر مَشہور ہوئی کہ ایک شاعِر نے

---

[1] ......تنبیہ الغافلین، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲۶، حدیث: ۲۹۶

[2] ......الزہد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، ص ۳۷۳، حدیث: ۱۰۵۹

[3] ......الزہد لاحمد بن حنبل، من مواعظ عیسی علیہ السلام، ص ۹۷، حدیث: ۳۳۱، بتغیر

اس کے مُتَعَلِّق کچھ یوں اِظْہارِ خَیال کیا:

لَوْ كَانَ زُهْدُكَ فِي الدُّنْيَا كَزُهْدِكَ فِيْ وَصْلِيْ مَشَيْتَ بِلَا شَكٍّ عَلَى الْمَآء

ترجمہ: اگر دنیا میں تیری بے رغبتی کا عالَم اس طرح ہوتا جیسا تو مجھ سے ملنے کے مُعَاملے میں کسی چیز کی پَروا نہیں کرتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تو پانی پر چلنے لگتا۔

تارکُ الدنیا کی نیند

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام ایک مرتبہ دورانِ سَفَر چادَر اَوڑھ کر سوئے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے جَگا کر اِرشَاد فرمایا: اے سونے والے! اُٹھ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر کر۔ اس نے عَرْض کی: آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشَاد فرمایا: اے دوست! اگر ایسا ہے تو پھر سو جا۔

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مُتَعَلِّق بھی مَرْوِی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا گزر ایک بار ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو سر کے نیچے اینٹ رکھے زمین پر سو رہا تھا، چادَر اَوڑھنے کے باوُجُود اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلُود تھے (مگر وہ کسی چیز کی پَروا کئے بغیر مزے سے سویا ہوا تھا)۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرْض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو گیا ہے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: اے موسیٰ! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر کامل نَظَرِ رَحْمَت کرتا ہوں تو دنیا کو اس سے مُکَمَّل طور پر دُور کر دیتا ہوں۔[1]

شکستہ دل لوگ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا اِسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی کہ مجھے شِکَسْتَہ دِل لوگوں کے پاس تلاش کرو۔ عَرْض کی: وہ کون ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: سچے فُقَرا۔[2] یہ رِوایَت حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام

---

[1] ......تنبیہ الغافلین، باب فضائل الفقراء، ص ۱۲۶، حدیث: ۲۹۸، بتغیر

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الھم والحزن، ۳/۲۷۳، حدیث: ۲۱، بتغیر عن داود علیہ السلام

کی اس گُزارِش کی وَضاحت ہے جس میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرض کی تھی: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ اِرشاد فرمایا: شِکَسْتَہ دل لوگوں کے پاس۔[1]

مال داری کے فقر سے افضل ہونے کا شبہ

حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح کا شُمار مُتَاَخِّرِین میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک شُبہ کی وجہ سے غِنا کو فَقْر سے اَفضل قرار دیتے تھے۔ ہوا کچھ یوں کہ کسی شیخ نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی: حالَتِ غِنا اور فَقْر میں سے اَفضل کون ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا: غِنا اَفضل ہے کیونکہ یہ حَق تعالیٰ کی صِفَت ہے۔ اس پر اس شیخ نے عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غنی ہونے سے مُراد تو یہ ہے کہ وہ اَسباب واَعراض سے مُسْتَغْنِی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ایک لفظ بھی نہ کہا۔

مذکورہ شبے کے رد میں چار جوابات

﴿1﴾ (صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) بات تو ایسی ہی ہے جیسا کہ اس شیخ نے کہا، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے وَصْف کے اِعْتِبار سے غنی ہے اور اس اِعْتِبار سے فقیر اس مفہوم کا زیادہ حَق رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنے وَصْف کے اِعْتِبار سے ایمان کی دولت رکھتا ہے نہ کہ اَسباب کی وجہ سے مال دار ہے کیونکہ وہ تو اس سے دُور ہیں۔ اس اِعْتِبار سے فقیر بھی اَفضل ہے کیونکہ مال دار شخص تو اَسباب کو جَمْع کرنے والا اور پریشان حال ہوتا ہے۔ لہٰذا شک کی بنا پر فقیر اس سے اَفضل ہو گا۔

﴿2﴾ حضرت سَیِّدُنا خوّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کے مَوْقِف کی مُخالَفَت کی اور انہیں دُرُسْت بات کی مُوَافَقَت حاصِل ہو گئی۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مَعْرِفَت میں حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح سے بُلند مَقام کے حامِل تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی کِتَاب ''شَرَفُ الْفَقْر'' میں فرماتے ہیں: فَقْر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی صِفَت ہے جس سے وہ لوگوں کو مُتَّصِف فرماتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی یہ بات بھی ہماری تاویل کی مُوَافَقَت کرتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اشیا سے مُسْتَغْنِی ہے۔

---

[1] ......الزهد لاحمد بن حنبل، زهد موسى عليه السلام، ص ۱۱۰، حديث: ۳۹۱

﴿3﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح نے جس بنا پر غِنا کو فَقْر سے اَفضل کہا تھا اس مُغالَطے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر غِنا کو فَقْر سے اَفضل قرار دیں کہ غَنی ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفَت ہے تو مُناسِب ہو گا کہ مُتَکَبِّر اور جابِر شخص کو اور اپنی مَدح و تعریف اور عزّت کو پسند کرنے والے شخص کو بھی فضیلت دی جائے۔ اس لیے کہ یہ سب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف ہیں۔ چونکہ تمام مسلمان ان اَوصاف کے حامِلین اَفراد کی مَذمّت پر مُتَّفِق ہیں، لہٰذا جس میں وَصفِ غِنا ہو گا وہ بھی اِنہی اَفراد میں شامِل ہو گا، کیونکہ غَنی ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایسا وَصف ہے جو عزّت وکِبریائی کے ساتھ مِلا ہوا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اَوصاف کو اسی کے لیے تسلیم کیا جائے اور اس کی کسی صِفَت کو کسی کے لیے ثابِت کرنے کی خاطِر جھگڑا جائے نہ کسی کو اس صِفَت میں شریک کیا جائے۔

﴿4﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد بن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح کا قول اس لیے بھی غَلَط ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: بڑائی میری رِدا اور عَظَمت میرا تہبند ہے جو ان میں سے کسی ایک میں بھی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے جہنّم میں ڈالوں گا۔[1]

اُنہوں نے اس حدیثِ قُدسی کی بھی مُخالَفت کی جبکہ ہماری مُوَافَقت میں ہر خاص وعام کے مُسَلَّمہ عارِف یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جس نے غِنا، بقا اور عزّت کو مَحبُوب جانا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کی صِفات میں جھگڑا کیا۔ چونکہ یہ صِفاتِ رَبّانی ہیں لہٰذا اس شخص کے ہَلاکت میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ جب یہ ثابِت ہو گیا تو فَقْر غِنا سے اَفضل ہو گا کیونکہ یہ بَندَگی کا وَصف ہے۔ جس نے اس وَصف کو پالیا گویا اس نے بَندَگی پالی کہ بَندَگی کے اَوصاف ہی ایمان کے اَخلاق ہیں اور یہی وہ اَوصاف ہیں جن سے مؤمنین کا مُتَّصِف ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے کہ اس کے مومِن بندے خوف، عاجِزی، تواضُع اور فَقْر کے ساتھ مُتَّصِف ہوں جبکہ اَوصافِ رَبُوبِیَّت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں یعنی جَبّارِین اور مُتَکَبِّرِین کو آزمایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں کو عزّت وتکبُّر اور بَقا و غِنا وغیرہ اَوصاف سے آزمایا جاتا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الکبر، ص ۱۴۱۲، حدیث: ۲۶۲۰، بتغیر قلیل
العقد الفرید، کتاب الیاقوتۃ فی العلم والادب، باب فی الکبر، ۲/۱۹۷

حضرت سَیِّدُنا امام حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے: میرے خَیال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں ہمیشہ کی زِنْدَگی صِرف اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ فَرد یعنی اِبلیس کو ہی عَطا فرمائی ہے۔

اسی طرح عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کو پسند نہ کرو کیونکہ مخلوق میں سب سے بد تَر اَفراد یعنی شیطانوں کی زِنْدَگی ہی سب سے زیادہ لمبی ہے۔ نیز غِنا سے مَقْصُود دنیا میں باقی رہنا ہوتا ہے۔ مَنْقُول ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی نے حضرت سَیِّدُنا ابن عَطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْفَتَّاح سے **مُبَاھَلَہ** کیا اور انہیں بد دُعا دی کیونکہ انہوں نے آپ کی یہ بات ماننے سے سختی سے اِنکار کر دیا تھا کہ صابِر فقیر شاکِر امیر (مال دار) سے اَفضل ہے، اگرچہ دونوں اپنی حالَت کے اِعْتِبار سے فرائض کی ادائیگی میں مُساوِی ہی ہوں، حالانکہ مُتَّقِی غنی اپنے نَفْس کو راحَت پہنچاتا ہے اور غِنا سے لُطف اندوز ہوتا ہے جبکہ صابِر فقیر پر اس کے فَقْر کی وجہ سے دُکھ اور مصیبتیں ہی آتی ہیں جو اس کے دَرَجات کو مزید بڑھاتی ہیں۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) مُعامَلہ بھی حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی نے اِرشَاد فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے تھے: فَقْر سے بڑھ کر کوئی شے نہیں۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فَقْر کو اَفضل جانتے اور صابِر فقیر کی شان کو عظیم سمجھتے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کی خِدْمَت میں کسی فقیر کا ذِکْر کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس فقیر کی عَظَمت بیان کرنے لگے اور اس کے مُتَعَلِّق مزید سوالات کرنے شُروع کر دیئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: اسے عِلْم کی حاجَت ہے۔ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رَحم فرمائے! چپ ہو جاؤ! اس کا اپنے فَقْر پر صَبْر کرنا اور اس میں تکالیف کا بَرْدَاشْت کرنا کثیر عِلْم سے بہتر ہے۔ اس کے بعد اِرشَاد فرمایا: یہ لوگ ہم سے بہُت زیادہ بہتر ہیں۔

جس نے فقر کا مزہ نہیں چکھا

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ وہی غِنا کو

فَقْر سے اَفضل کہتا ہے جس نے حقیقت میں کبھی فَقْر کا مَزہ چکھا ہے نہ اس کی حَلاوَت۔ وہ فَقْر کی سختیوں کی بنا پر فریب کا شِکار اور فَقْر کی حَلاوَت سے مَحْرُوم ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ فَقْر کی کڑواہٹ یعنی اس کی تکلیف اور غم کو چکھ لے تو ضَرور اسے ہی اَفضل سمجھے اور اگر اسے فَقْر کی یعنی زُہد و رَضا کی حَلاوَت چکھا دی جائے تو وہ کبھی فَقْر پر کسی شے کو فضیلت نہ دے۔

مال دار کے لیے تین۳ شیطانی فریب

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ شیطان کہتا ہے: غنی شخص مجھ سے اپنی تین۳ خصلتوں میں سے کسی ایک کی بنا پر نہیں بچ سکتا۔ میں اس کے دل میں مال کی مَحبَّت پیدا کرتا ہوں تو وہ اسے ناجائز طریقے سے حاصِل کرنے لگتا ہے یا ناجائز جگہوں پر خَرْچ کرتا ہے یا جائز مَقام پر خَرْچ کرنے سے روکتا ہے۔ [1]

شیطان راہِ فقر میں بیٹھتا ہے

اگر شیطان کو یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ فَقْر تمام اَحْوال میں اَفضل ہے تو وہ اس کے طریقوں پر نہ بیٹھتا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: میں ضَرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (پ۸، الاعراف: ۱۶)

ایک قول کے مُطابِق یہاں سیدھے راستے سے مُراد فَقْر ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو اس بات سے آگاہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (پ۳، البقرة: ۲۶۸) ترجمۂ کنزالایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دِلاتا ہے محتاجی کا۔

مُراد یہ ہے کہ وہ تمہیں فَقْر میں مبتلا ہو جانے سے ڈراتا ہے۔ مگر ایک صادِق فقیر کا کام یہ ہے کہ وہ راہِ مستقیم پر چلتے ہوئے آخِرت کی طرف گامزن رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ مَدَد اور قوّت سے شیطان کے دِلائے گئے خوف کو دُور پھینک دے۔ مَنْقُول ہے کہ مال داری پر رَشک کرنے والے مال دار لوگوں کو بھی شیطان ڈراتا ہے کہ وہ فقیر بن جائیں گے اور انہیں بھی ان کی طرح مشکلات آلیں گی۔ جیسا کہ اِرشاد ہوتا ہے:

---

[1] ......معجم کبیر، ۱/ ۱۳۶، حدیث: ۲۸۸

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ (پ۴، ال عمران: ۱۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اس طرح وہ شیطان کے ڈراوے میں آکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں اور یوں ان کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے مُتَعلِّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (پ۱۷، الحج: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی بن گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آکر پڑی منہ کے بل پلٹ گئے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

اگر یہ لوگ اَہلِ زُہد کی فضیلت کے حامل نہ بھی ہوں تو کم از کم اس مُتوسِّط راہ کو ہی اپنالیں جس سے لوگ بھاگتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرکے اور اس کی رَضا پر راضی ہو کر اس خوف سے بے نیاز ہو جائیں جس سے دنیادار لوگ ڈرتے ہیں تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔

دنیا کی ماہِیّت، اس میں زُہد کی کَیفِیّت اور زاہِدوں کے مَقامات میں فرق کا بیان

دنیاوی حصہ چھوڑنے کی وجہ سے زہد کی مختلف صورتیں

ہر بندے کا دنیا میں نفسانی خواہشات اور قلبی شہوات وغیرہ میں سے کچھ حصہ ضَرور ہوتا ہے۔ لہٰذا بندے کا دنیا میں اپنے حصہ چھوڑنے کے اِعْتِبار سے زُہد کی مختلف صُورَتیں ہیں:

- جو بندہ اپنے حصے میں زُہد اِختیار کرے اور اپنی مَذمُوم نفسانی خواہشات پر قابو پالے تو اس قدر زُہد کا اپنانا اس پر فَرض ہے۔
- جو شخص مُباحات میں زُہد کا مُظاہرہ کرے یعنی ضَرورت سے زائد چیزوں کو تَرک کر دے تو یہ اَفضل زُہد ہے کہ اس کا تعلّق ان اَعضائے ظاہِرہ کی لذّتوں سے ہے جو دنیا کے دروازے اور راستے ہیں۔

❁ جو دُنیاوِی اشیا بندے پر حَرام ہیں ان میں تمام مسلمان زُہد اِختیار کرتے ہیں کہ اس سے ان کے اِسلام میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔

❁ شُبہات میں اَہْلِ وَرَع و تقویٰ زُہد اِختیار کرتے ہیں کہ اس سے ان کے اِیمان کامل ہوتے ہیں۔

❁ ضَروریاتِ نَفْس سے زائد حَلال اَشیا میں زُہد کا مُظاہَرہ کرنا اَہْلِ زُہد کا ہی کام ہے کہ اس سے ان کے یقین میں نِکھار پیدا ہوتا ہے۔

بلاحساب جنّت میں جاؤ گے

حضرت سَیِّدُنا زُبیر بن عوّام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے اِرشَاد فرمایا: اے زُبیر! شہوات وشُبہات کے مَوْقَع پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَرام کردہ اشیا سے سچے وَرَع و تقویٰ کے ذریعے اپنے نَفْس کے ساتھ مُجاہَدہ کرو گے تو بِلا حِساب جنّت میں جاؤ گے۔ [1]

زہد کے مقامات

حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی زُہد کے فضائل اور اعلیٰ مَقامات بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرماتے ہیں: کسی بھی بندے کا زُہد اس وَقْت ہی کامل ہوتا ہے جب وہ تین چیزوں میں زُہد اِختیار کرلے:

﴿1﴾ اس دِرْہَم میں جسے وہ نیکیوں میں خَرْچ کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصِل کرنا چاہتا ہے۔

﴿2﴾ اس لِباس میں جسے وہ عِبادَت کے وَقْت اپنے بَدَن کو ڈھانپنے کے لیے اِسْتِعمال کرتا ہے۔

﴿3﴾ اس خوراک میں جس سے وہ عِبادَت پر قوّت ومَدَد حاصِل کرتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا سَہْل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہ اس لیے اِرشَاد فرمایا کہ آپ کے نزدیک زُہد کی حقیقت تمام مَقامات سے اَفضل ہے کیونکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: زاہِد کو تمام عالِموں اور عابِدوں کا ثواب عَطا کیا جائے گا پھر ان کے اَعمال کا ثواب تمام مؤمنین پر تقسیم ہوگا۔ مزید اِرشَاد فرماتے کہ بَروزِ قِیامت اس شخص سے اَفضل کوئی نہ

---

[1] ......نوادر الاصول، الاصل الثامن عشر والمائة، ۱/۴۷۷، ۴۷۸، حدیث: ۶۸۵، بتغیر

ہو گا جو زُہد کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ مُتَّقِی و پرہیز گار عالِم بھی ہو۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: زُہد خوف کے بغیر حاصِل نہیں ہوتا کیونکہ جو ڈرتا ہے وہی دنیا تَرک کرتا ہے۔ گویا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے زُہد کو خوف کا ایک مقام قرار دیا مگر اسے دَرَجات میں اِضافے کا باعِث ہونے کی وجہ سے اَفضل ٹھہرایا۔

زاہد کی دو۲ رَکعَت نماز کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا مَسروق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ جس شخص کا دِل زاہِد ہو اس کی دو۲ رَکعَت نماز اس کے لیے بہتر ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس عِبادَت گزار سے زیادہ پسندیدہ ہے جو (زاہِد نہ ہو اور) ہمیشہ عِبادَت میں مَصروف رہے۔

زہد کی انتہا

عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے ایک گروہ کے نزدیک زُہد کی کوئی اِنتِہا نہیں کیونکہ یہ مَخْفِی نفسانی خواہشات اور دنیا کے دروازوں کی باریکیاں جاننے کی اِنتِہا سے حاصِل ہوتا ہے۔ کسی بُزُرگ کا قول ہے کہ زُہد کی اِنتِہا یہ ہے کہ آپ ہر شے میں زُہد اِختیار کریں اور ہر اس شے سے بچیں جو نَفْس کے لیے راحَت ولذّت کا باعِث ہے۔

پتھر کا تکیہ بنانا بھی چھوڑ دیا

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک پتّھر کو اپنے سَر کے نیچے رکھا تاکہ سَر کے زمین سے اُونچا ہونے کے باعِث کچھ راحَت ملے تو شیطان نے کہا: اے ابنِ مریم! آپ نے تو دنیا کو تَرک کر دیا تھا پھر اب کیا ہوا؟ پوچھا: ہاں! حقیقت تو یہی ہے (مگر تو نے کیا دیکھا ہے؟) بولا: آپ کا پتّھر کو سر کے نیچے رکھ کر تکیہ بنانے کا کیا مطلَب ہے؟ یہ سن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے وہ پتّھر پھینک دیا اور فرمایا: میں نے اس پتّھر کو اور اس جیسی دیگر تمام چیزوں کو بھی ان تمام چیزوں کے ساتھ ہی چھوڑا جو میں نے تمہارے لیے پہلے ہی چھوڑ رکھی ہیں۔

اُونی جُبّہ اتار کر بالوں کا جُبّہ پہن لیا

حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن زَکَرِیّا عَلَیْہِمَا السَّلَام کے مُتَعلّق مَرْوِی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام بالوں سے بنا ہوا جُبّہ زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جِسْمِ مُبارَک پر نِشانات پڑ گئے تو والدہ ماجِدہ نے اِرشَاد فرمایا کہ اس

بالوں سے بنے ہوئے جُبّہ کو اُتار کر اس کی جگہ اُونی جُبّہ پہن لیں۔ چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے پہنا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: اے یحییٰ! تم نے دنیا کو مجھ پر ترجیح دے دی؟ اس پر آپ رونے لگے، اُونی جُبّہ اُتارا اور پھر سے بالوں سے بنا ہوا جُبّہ زیبِ تن فرمالیا۔

سلف صالحین کا اندازِ استراحت

حضرت سیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: میں نے 70 کے قریب صَالِحِین کو دیکھا کہ جن کے پاس صرف ایک ہی کپڑا تھا، ان میں سے کبھی کوئی زمین پر کپڑا نہیں بچھاتا تھا بلکہ جب سونے کا اِرادہ ہوتا تو یہ حَضَرات زمین پر لیٹ کر کپڑا اَوڑھ لیتے تھے۔

اصل نعمتیں

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! میں نے تمام نعمتوں کو تین۳ نعمتوں میں پایا اور سب نعمتوں کا کمال زُہد میں ہے۔

- (۱) البتہ! تمام نعمتوں کی اَصْل اِسلام ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر (بارگاہِ خداوندی تک رَسائی کے لیے) لوگوں نے کثیر مَقامات پر حقیقتِ توحید میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔
- (۲) اس کے بعد دوسری نِعْمَت سنّت ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر باقی سب کچھ بِدْعَت ہے اور بعض لوگوں نے سنّت کی حقیقت پانے میں غَلَطی کی ہے۔
- (۳) تیسری نِعْمَت عِلْمِ باری تعالیٰ ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت و عَظْمَت کی مَعْرِفَت کا حُصُول جہالَت ہے۔

اس کے بعد دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کی باری آتی ہے، لہٰذا جسے ان تینوں نعمتوں کے حُصُول کے بعد زُہد کی نِعْمَت بھی مِل جائے اس پر نعمتیں تمام ہو جاتی ہیں اور اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اِنْعَام ہوا یعنی نَبِیِّین، صِدِّیْقِین، شُہَدا اور صَالِحِین میں اس کا شُمار ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے عِلاوہ شُبُہات میں بہت زیادہ حِرْص اور شہوات میں بہت زیادہ رَغْبَت پائی جاتی ہے۔

اِتّباعِ سنّت کی شرط

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرج ذیل فرمانِ عالی شان کی وجہ سے زُہد کو سنّت کی پیروی کے لیے شَرط قرار دیتے:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ (پ۳، اٰل عمرٰن: ۳۱)

اِرشاد فرماتے ہیں کہ سنّت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُکمَّل پیروی کی جائے۔ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زاہِد (یعنی دنیا سے بے رَغبت) تھے۔

زاہدین کے درجات میں تفاوت

زاہِدین کے دَرَجات میں تفاوُت اس شے کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں وہ زُہد اپناتے ہیں، نیز ان کے مَقامات میں فَرق ان کے مُشاہَدات کی رِفعت کی بنا پر ہوتا ہے۔

- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِجلال واِکرام کی وجہ سے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کے سَبَب زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وَعدے پر اُمّید رکھتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی بجا آوری میں جلدی کرتے ہوئے زُہد اِختیار کرتے ہیں۔
- بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت میں زُہد اِختیار کرتے ہیں۔

زہد کا اعلیٰ و ادنیٰ درجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت میں زُہد اِختیار کرنا زُہد کا اعلیٰ دَرَجہ ہے۔ جبکہ بروزِ قِیامت طویل مدّت تک حِساب کِتاب کے لیے کھڑے ہونے کے ڈر سے زُہد اِختیار کرنا زُہد کا ادنیٰ درجہ ہے۔ جیسا کہ مَنقُول ہے کہ جس کے پاس دو[2] دِرْہَم ہوں گے اس کا حِساب بروزِ قِیامت ایک دِرْہَم والے کے حِساب سے سَخت ہو گا۔ اس لیے بھی

کہ جو شخص دنیا میں کسی چیز کے جوڑے کا مالک ہو وہ مُتَّقِین کے راستے پر نہیں چلتا۔ نیز دنیا میں جس کو بھی کچھ دیا گیا تو یہ بھی فرمایا گیا کہ اسے لے لو مگر اس کے تین حصّے کر لو یعنی ایک تہائی حصّہ فِکْر، ایک تہائی مَشْغُولِیَّت اور ایک تہائی حِساب۔ چنانچہ بَروزِ قِیامت ایک مال دار شخص کو حِساب کے لیے اتنی دیر کھڑا کیا جائے گا کہ 100 پیاسے اُونٹ اس کے پسینے سے سیر اب ہو جائیں، حالانکہ وہ جنّت میں اپنا ٹھکانا دیکھ رہا ہو گا۔ چنانچہ جب اَہْلِ وَرَع و تقویٰ کے دِلوں میں حِساب کِتاب کا یہ مُعامَلہ اس قَدْر راسِخ ہو گیا تو وہ طُولِ حِساب سے ڈر گئے اور انہوں نے جَمْع و مَنْع میں زُہد اِخْتِیار کر لیا، نیز تَخْفِیفِ سوال اور قِیامَت کی ہولناکیوں سے جَلْد نجات حاصِل کرنے کے لیے فُضُول اُمّیدوں کو بھی چھوڑ دیا۔

زہد کی علامات

زُہد کی عَلامَت یہ ہے کہ فَقْر اور فُقَرا سے مَحبَّت کی جائے، مَساکین کے ٹھکانوں پر ان کی ہم نشینی اِخْتِیار کی جائے اور ان کے لیے عاجِزی و اِنکساری کا مُظاہرہ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا مُطرِّف رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ مَساکین کی مَجالِس میں اُنہی جیسا لِباس پہن کر بیٹھتے اور اپنے رب کے قُرْب کی اُمّید رکھتے۔

حضرت سَیِّدُنا محمد بن یُوسُف اِصْفَہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ایک زاہِد عالم تھے، بعض لوگ انہیں حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی پر فضیلت دیتے ہیں، آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ گمنامی کو ترجیح دیتے تھے، عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سِوا انہیں کوئی نہ جانتا تھا۔ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے حُسْنِ رِعَایَت اور شِدّتِ بیدار مَغْزِی کا عالَم یہ تھا کہ ہر وَقْت میں وُہی عَمَل سَر اَنْجام دیتے جو اس وَقْت اَفضل ترین ہوتا۔ چنانچہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مُبارَک رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کو مَصِّیۡصَہ[1] میں تلاش کیا اور ان کے مُتَعَلِّق کسی جاننے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اس وَقْت شہر کی سب سے اَفضل جگہ کے عِلاوہ کہیں نہ ہوں گے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ اس وَقْت شہر کی جامِع مَسْجِد میں ہوں گے۔ آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے وہاں جا کر تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جامِع مَسْجِد میں بھی سب سے اَفضل جگہ پر تشریف فرما ہوں گے۔ انہوں

[1]...... ملک شام کی سرحد پر واقع ایک مشہور شہر ہے یا دِمَشْق کی ایک نواحی بستی کا نام ہے۔

نے مزید تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ فُقَرا کے پاس سَر جھکائے بیٹھے ہیں اور انہوں نے خود کو مَساکین میں چھپا رکھا ہے۔ گویا ان کے نزدیک شہر کی سب سے اَفضل جگہ جامِع مَسْجِد تھی، اس لیے کہ منقول ہے کہ جامِع مَسْجِد میں نماز ادا کرنا باقی مَساجِد میں 50 نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ نیز جامِع مَسْجِد میں فُقَرا کی جگہ چونکہ سب سے اَفضل تھی اور اَفضل حالَت گمنامی تھی، اس لیے انہوں نے جامِع مَسْجِد میں فُقَرا کے درمیان خود کو چھپا لیا تاکہ اَعمال کے تمام فضائل کو جمع کر لیں۔

زُہد کی ایک عَلامَت یہ بھی ہے کہ بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی عَظمت کا مُشاہَدہ کرنے کی بنا پر اپنے فَقْر پر رَشک کرنا چاہئے۔ نیز فَقْر کے سَلْب ہو جانے اور زُہد سے حالَت کے بدَل جانے سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ مال دار شخص اپنی مال داری پر رَشک کرتا ہے مگر اسے فَقْر میں مبتلا ہو جانے کا ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

زُہد کی حَلاوَت پانا بھی زُہد کی عَلامَت ہے یہاں تک کہ اس کے دِل میں یہ باتیں واضِح ہو جائیں:

- اسے کَثْرت سے زیادہ قِلَّت مَحْبُوب ہو۔
- عزّت سے زیادہ ذِلّت پسند ہو۔
- تنہائی کو اِجْتِماع پر ترجیح دے۔
- گمنامی شُہرت سے زیادہ پسند کرے۔

یہ عَلامات بندے کے زُہد میں اِخلاص پر دَلالَت کرتی ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام سے اور ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکی مَدَنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَرْوِی ہے کہ چار چیزیں خود پسندی کے ساتھ آتی ہیں: ﴿1﴾ خاموشی جو عِبادَت کی اِبْتِدا ہے۔ ﴿2﴾ تَوَاضُع ﴿3﴾ کَثْرتِ ذِکر اور ﴿4﴾ قِلَّتِ اشیا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ بندہ عالِم اس وَقْت شُمار ہوتا ہے جب وہ اِبْتِلا و آزمائش کو نِعْمَت اور فَراخی و کُشادَگی کو سَزا سمجھنے لگے۔

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں: بندہ اس وَقْت ہی کامِل فقیہ بنتا ہے جب وہ فَقْر کو مال داری سے زیادہ مَحْبُوب رکھے اور عاجِزی و اِنکساری کو طاقت و غَلَبہ پر ترجیح دے۔

---

[1] ......الزهد لابن المبارك، باب في طلب الحلال، ص ۲۲۲، حديث: ۶۲۹

ایک رِوایت میں ہے کہ بندہ اس وَقْت ہی ایمان کی حقیقت تک پہنچتا ہے جب وہ مَعْرُوف ہونے سے زیادہ غیر مَعْرُوف ہونا اور اَشیا کی کَثْرت سے زیادہ ان کا کم ہونا پسند کرے۔[1]

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرمایا کرتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہم پر یہ نِعْمَت فرمانا کہ ہم سے دنیا کو دُور فرما دیا اس نِعْمَت سے عظیم ہے جو اس نے ہمیں دنیا عَطا فرما کر کی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: دنیا مشکلات کا گھر ہے نہ کہ آسانی کا۔ یہ دکھ کا گھر ہے نہ کہ راحَت کا۔ جس نے اسے پہچان لیا وہ کبھی فراخی پر خوش ہوا نہ تنگی و مَحْرُومی پر غم زدہ ہوا۔

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن **عبد اللہ** تُسْتَرِی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: کسی کی عِبَادَت دُرُست ہو سکتی ہے نہ کسی کا عَمَل خالِص ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ چار چیزوں سے بھاگے نہ ان سے ڈرے:

﴿1﴾ بھوک ﴿2﴾ بے لباسی ﴿3﴾ فَقْر اور ﴿4﴾ ذِلَّت۔

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں ایک شخص نے 50 ہزار دِرْہَم پیش کیے۔ مگر آپ نے قبول نہ کیے تو عَرْض کی گئی: آپ انہیں قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ اِرشَاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں 50 ہزار دِرْہَم کے بَدلے اپنا نام فُقَرا کے دَفْتَر سے مِٹا دوں؟

دنیاوی علوم سے کنارہ کشی

اَہْلِ زُہْد کے نزدیک یہ بھی زُہْد ہے کہ ان تمام فُضُول عُلُوم کو تَرْک کر دیا جائے:

- جو دنیا کی طرف مائل کریں۔
- دنیاداروں کے ہاں جاہ و مرتبہ کا باعِث بنیں۔
- ان میں آخِرَت کا کوئی نَفْع نہ ہو۔
- وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرْب کا باعِث نہ بنیں۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبَادَت سے غافِل کر دیں۔
- بارگاہِ خداوندی میں حاضِری کے وَقْت فِکْروں کو مُنْتَشِر کر دیں۔
- ذِکْرِ الٰہی کے وَقْت دِل کی سختی کا سَبَب بنیں۔
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں اور اس کی عَظمَت میں غور و فِکْر کرنے سے حِجاب بن جائیں۔

[1] ......الزهد للمعافی بن عمران، باب فی خمول الذکر...الخ، ص ۲۱۸، حدیث: ۵۵، بتغیر قلیل

عُلُومِ جدیدہ کے بعض نقصان

بَہُت سے عُلُوم اِیجاد ہو گئے ہیں جن کا ماضی میں کوئی وُجُود نہ تھا۔

❀ غافِلین نے انہیں عِلْم بنالیا ہے۔ ❀ بے کار لوگ انہیں اپنی مَصروفیت کا بہانہ سمجھتے ہیں۔

❀ لوگوں نے ان عُلُوم کو دنیا کے حُصُول کا ذریعہ بنالیا ہے۔

❀ وہ دنیاداروں کو ان عُلُوم کی مُعَاوَنَت سے اپنے گرد اِکٹھا کر لیتے ہیں۔

❀ انہوں نے ان عُلُوم کو شہوات کے حُصُول کی سیڑھی بنالیا ہے۔

❀ ایسے لوگوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تعلّق مُنْقَطَع ہو چکا ہے۔

❀ وہ مُشاہَدۂ آخِرَت سے حِجاب میں ہیں۔ ❀ انہیں حقیقت تک رَسائی سے روک دیا گیا ہے۔

❀ ان کا رُخ خالِق سے موڑ کر مَخْلوق کی طرف کر دیا گیا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم ان عُلُوم کے جاننے والوں کی کَثْرت کی وجہ سے ان کے مُتَعَلِّق مزید کچھ ذِکْر نہ کریں گے مگر یہ سوال ضَرور کریں گے:

❀ کیا یہ حقیقی عِلْم ہیں یا مَحض باتیں؟ ❀ کیا یہ حَق ہیں یا اس کی تشبیہ؟

❀ صِدْق و حِکْمَت پر مَبْنِی ہیں یا خُوبصُورَت اور دِل فریب باتوں کا مجموعہ؟

❀ سنّت ہیں یا بِدْعَت؟ ❀ قدیم ہیں یا نئی و فُضُول باتیں؟

اگر ہمیں اپنے سوالات کا جواب مِل گیا تو ہم ان عُلُوم کے صحیح ہونے کے مُتَعَلِّق ضَرور کلام کریں گے۔

حکمرانی اور زہد

دَرْج ذَیل صُورَتیں بھی اَفضل زُہد ہیں:

❀ لوگوں پر حکمرانی میں زُہد اِختیار کرنا۔

❀ لوگوں کے ہاں جاہ و مرتبے میں زُہد اِختیار کرنا۔

❀ لوگوں کی مَدح و تعریف میں زُہد اِختیار کرنا۔

ان اُمور میں زُہد اِختیار کرنے کے اَفضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اُمور عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک دنیا کے حُصُول کے بہُت بڑے دروازے ہیں۔ لہٰذا ان میں زُہد کا اِختیار کرنا صِرف عُلَمائے کِرام ہی کا کام ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حکمرانی اور مخلوق کی تعریف میں زُہد اِختیار کرنا دِرْہم و دینار میں زُہد اِختیار کرنے سے زیادہ سَخْت ہے۔ اس لیے کہ دِرْہم و دینار تو بَسا اَوقات ان اُمور کے حُصُول میں خَرْچ کئے جاتے ہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک مَخْفِی دروازہ ہے جسے صِرف ماہِر عُلَمائے کِرام ہی دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عِیاض رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: پہاڑوں کی چٹانیں ایک جگہ سے دوسری جگہ مُنْتَقِل کرنا جاہِل شخص کے دِل میں سمائی حکمرانی کو خَتْم کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

سَیِّدُنا اُوَیس قرنی کا زہد

حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: زُہد یہ ہے کہ جو شے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے ذِمَّۂ کَرَم پر ہے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا جائے۔

حضرت سَیِّدُنا ہَرِم بن حَیّان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں دریائے فُرات کے کنارے پر حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی سے ملا، آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه اس وَقْت پانی سے روٹی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا صاف کر رہے تھے جو انہیں کہیں سے ملے تھے، یہی آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا کھانا اور لِباس تھا۔ میں نے ان سے زُہد کے مُتَعَلِّق عَرْض کی کہ یہ کیا شے ہے؟ تو مجھ سے پوچھنے لگے: کس شے کی تلاش میں گھر سے نکلے ہو؟ میں نے عَرْض کی: طَلَبِ مَعاش کے سلسلے میں۔ فرمانے لگے: جب زاہِد رِزْق کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس سے زُہد رُخصت ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام احمد بن حنبل عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: زُہد تو حضرت سَیِّدُنا اُوَیس قَرَنی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَنِی کا تھا کہ (بَسا اَوقات) لِباس نہ ہونے کے سبَب آپ کھجوروں کے بڑے تھیلے میں بیٹھے رہتے تھے۔

عورتوں میں زہد

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: عورتوں کے مُعامَلے میں زُہد یہ ہے کہ معمولی خاندان کی یا یتیم عورت کو خوبصورت اور خاندانی عورت پر ترجیح دی جائے۔ حضرت سَیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبداللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عورتوں کے مُعامَلے میں زُہد اِختیار کرنا دُرُست نہیں کیونکہ عورتیں تمام زاہِدوں کے سردار یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحْبُوب بنائی گئی ہیں۔

اس رائے میں حضرت سَیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی رائے بھی حضرت سَیِّدُنا سَہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی رائے کے مُوافِق ہے۔ آپ فرماتے ہیں: صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سب سے زیادہ امیرالمؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم زُہد کے پیکر تھے مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بھی چار اَزْوَاج اور 10 سے زائد لونڈیاں تھیں۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: میں اِبتِدائی مَرْحلے میں مُرید کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے دِل کو تین چیزوں میں مشغول نہ کرے ورنہ اس کا حال بدَل جائے گا:

﴿1﴾ رِزْق کی طَلَب ﴿2﴾ حدیث کی طَلَب اور ﴿3﴾ نِکاح۔

ایک بار آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: میں صُوفی کے لیے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ لکھنے پڑھنے میں مشغول نہ ہو تاکہ اسے یکسوئی حاصِل رہے۔

زہد کے متعلق اَقوالِ مشائخ

﴿1﴾ ایک رِوایت میں ہے: زُہد یہ ہے کہ جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تیرا اِعْتِماد اس سے زیادہ ہو جو تیرے پاس ہے۔[1] یہ توَکُّل کا مقام ہے۔

﴿2﴾ ایک جَماعَت کی رائے ہے کہ زُہد ترکِ جَمع کا نام ہے، یعنی ان کے نزدیک دنیا جَمع نہ کرنے کا نام ہے۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/ ۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

﴿3﴾ کسی کا قول ہے کہ دنیا وہ ہے جو دِل میں گھر کر لے اور دل کو اس طرح اپنے اِہتمام میں لگا دے کہ اس کا تعلّق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مُنقَطَع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن دُنیاوی مَشاغِل تَرْک کرنے اور نَفْس کو اَحْکامِ خداوندی کے تَصَرُّف میں کر دینے کو زُہد قرار دیتے کہ یہ مَقامِ تفویض ورِضا ہے۔

﴿4﴾ حضرت سَیِّدُنا امام اَحمد بن ابوالحَوارِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی سے عَرض کی کہ حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دِینار عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْغَفَّار نے حضرت سَیِّدُنا مُغِیرہ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے فرمایا: آپ گھر کے اندر جاکر وہ برتن لے لیں جو آپ نے مجھے تحفے میں دیا تھا کیونکہ شیطان مجھے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اُسے چور لے گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: یہ صُوفیا کے دِلوں کی کمزوری ہے، اگر انہوں نے دنیا سے بے رغبتی اِختیار کر لی تھی تو پھر برتن کے چوری ہونے میں ان کا کوئی نقصان نہیں تھا۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی کا مَقْصُود یہ تھا کہ اَحکام جارِی ہونے کی وجہ سے بندہ حقیقتِ رِضا کے مَقام پر فائز ہو اور حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْغَفَّار کا مَقْصُود زُہد کی حقیقت پانا تھا، وہ اس طرح کہ وہ اپنے قَلْب کو اس برتن کے اِہتمام سے ہی فارِغ کر دیں۔

﴿5﴾ ایک عالِم فرماتے ہیں: اپنی رائے اور عَقْل کے مُطابِق عَمَل کرنا دنیا ہے جبکہ عِلْم اور سنّت کی پیروی کرنا زُہد ہے۔ یہ طریقہ مُحَدِّثِین کا ہے اور یہ قول بظاہِر عُلَمائے ظاہِر کے قول کے مُشَابِہ ہے۔

﴿6﴾ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے مَرْوِی ہے کہ لوگوں نے حضرت سَیِّدُنا امام زُہرِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے عَرض کی: زُہد کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: حَرام بندے کے صَبْر پر غالِب آئے نہ حَلال اسے شُکْر سے روکے۔ مُراد یہ ہے کہ بندہ حَرام سے اس قَدْر دُور رہے کہ اس کی خواہش اس پر غالِب نہ آئے اور حَلال پر شُکْر ادا کرتا رہے اور حَلال کے مُعَاملے میں اس قَدْر مشغول نہ ہو کہ شُکْر سے غافِل ہو جائے۔

﴿7﴾ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: زاہد وہ ہے جو کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے اَفضل ہے۔ اس قول میں اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ عاجِزی کا نام زُہد ہے۔

﴿8﴾ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: زُہد قَناعَت کا نام ہے۔

﴿9﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: وَرَع زُہد کی اِبْتِدا ہے۔

﴿10﴾ حضرت سَیِّدُنا اِمام اَحمد بن ابو الحَواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ البَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو ہِشام مَغَازِلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَالِی سے عَرض کی: زُہد کیا شے ہے؟ انہوں نے اِرشَاد فرمایا: اُمِّیدوں کو خَتْم کرنا، اپنی محنت کی کمائی دوسروں کو دے دینا اور راحَت و آرام کو تَرْک کر دینا۔

﴿11﴾ حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو شخص تکلیفوں پر صَبْر کرے، شہوات کو تَرْک کر دے اور حلال غِذا کھائے بے شک اس نے زُہد کی حقیقت کو پالیا۔

﴿12﴾ حضرت سَیِّدُنا احمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاَحَد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو صَفْوان رُعَینی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الغَنِی سے عَرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس دنیا کی قرآنِ کریم میں مَذمَّت بیان فرمائی ہے اس سے مُراد کیا ہے؟ کیا عَقْل مند کے لیے اس سے بچنا بہتر ہے؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: ہر وہ کام جو تو دنیا میں دنیا کی خاطِر کرے وہ مَذمُوم ہے اور ہر وہ کام جس سے آخِرَت مُراد ہو وہ دنیا نہیں۔ میں نے یہ بات حضرت سَیِّدُنا مَروان عَلَیْہِ رَحمَۃُ المَنَّان کو بتائی تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: حضرت سَیِّدُنا ابو صَفْوان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان نے سمجھداری کی بات کی ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکِّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ایسا آپ نے اس لیے فرمایا تھا کہ اِخلاص کے علاوہ باقی ہر شے دنیا ہے۔ جو عِلْم کے مُوافِق ہو وہ مُباح اور جو مُخالِف ہو وہ نفسانی خواہش ہے اور نفسانی خواہش نَفْس کا حصّہ جبکہ اِخلاص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حصّہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُخْلِص بندے اس کے دشمنوں پر حُجَّت ہیں اور یہی لوگ اَہْلِ آخِرَت ہیں۔

﴿13﴾ حضرت سَیِّدُنا ابن سماک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: زاہد وہ ہے جس کے دِل سے غم اور خوشی نِکل جائیں اور وہ دنیا کی کسی شے کے مِلنے پر خوش ہو نہ کسی شے (کے نہ ملنے) پر غم میں مبتلا ہو۔ وہ یہ پروا بھی نہ کرے کہ اس نے تنگی کی حالَت میں صُبْح کی ہے یا آسانی کی حالَت میں۔

﴿14﴾ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید بن اَعرابی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اپنے صُوفی مشائخ سے رِوایت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک زُہد سے مُراد یہ ہے کہ دنیا کی اَہمیَّت دل سے نِکل جائے کیونکہ دنیا کوئی شے نہیں۔ اس اِعْتِبار سے صِرف دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے کوئی شخص زاہد شُمار نہ ہو گا، کیونکہ اس نے کسی شے کو تَرْک نہیں کیا (جبکہ زُہد کے لیے کسی شے کو تَرْک کرنا ضروری ہے) اس لیے کہ دنیا تو شے ہی نہیں۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میری زِنْدگی کی قسم! یہ تو زُہد میں زُہد اِخْتیار کرنا ہے، اس لیے کہ بندے نے زُہد اِختیار کیا، پھر اپنے زُہد کی طرف دیکھا تک نہیں تو گویا وہ زاہِد ہے جس نے کسی شے کو نہیں دیکھا، اس لیے وہ اس شے میں بھی زُہد اِخْتیار کرنے والا ہو گا جو کوئی شے نہیں (یعنی اس کے دِل میں دنیا کی کوئی اَہمیَّت نہ ہو گی)۔ یہ قول ہمارے اس قول کے مُشَابِہ ہے کہ زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ نَفْس میں زُہد اِختیار کیا جائے کیونکہ بعض اَوقات مُعاوَضے کی خواہش میں اپنے نَفْس کے لیے دنیا میں زُہد اِختیار کیا جاتا ہے تاکہ زاہدوں والے اَوصاف کی طرف رَغْبت ہو۔ لہٰذا جب بندے نے اس نَفْس میں زُہد اِختیار کیا جس کے لیے زُہد کا عِوض طَلَب کیا گیا ہے تو یہ حقیقی زُہد ہو گا۔

یہ قول اس قول کی مِثْل ہے کہ فَنا میں زُہد اِختیار کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ بَقا میں زُہد اِختیار کیا جائے کیونکہ بندہ بعض اَوقات فَنا میں زُہد اِختیار کرتا ہے مگر بَقا میں زُہد اِختیار نہیں کرتا، اس طرح بَقا میں اس کی رَغْبت پائی جاتی ہے، چنانچہ جب بَقا میں زُہد اِختیار کیا جائے گا تو یہ فَنا میں بھی حقیقی زُہد اِختیار کرنا ہو گا، کیونکہ فَنا سے مُراد بَقا ہے۔

زھد کے متعلق ایک اور فصل

نفس میں زہد اختیار کرنا

خواہشِ نَفْس میں رَغْبت رکھنا دنیا کی حقیقت ہے، اگرچہ بندہ مال میں زُہد اِختیار کرنے والا ہو، اس طرح کہ اسے مال میں تو زُہد کی دولت عَطا ہو مگر وہ نفسانی خواہش میں زُہد سے مَحْرُوم ہو۔ اس لیے کہ بعض اَوقات بندے کو ایک شے میں تو زُہد کی دولت ملتی ہے مگر دوسری شے میں نہیں ملتی۔ جیسا کہ بندہ بنیان کے مُعامَلے

میں تو بے رغبتی برتے مگر لباس کے مُعامَلے میں بے رغبتی کا مُظاہَرہ نہ کرے۔ اسی طرح تعریف میں زُہد اِختیار کرے مگر مال میں زُہد کا مُظاہَرہ نہ کرے۔

بعض اَوقات اسے مال میں زُہد عَطا ہوتا ہے مگر نفسانی خواہش کے غَلَبہ کی وجہ سے اس کے مَنْصَب میں زُہد عَطا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب اسے نفسانی خواہش میں زُہد عَطا ہوا خواہ وہ کیسی ہی ہو تو گویا اسے دنیا میں زُہد کی حقیقت مل گئی۔ اسے ہی نَفْس میں زُہد اِختیار کرنا کہتے ہیں۔ کیونکہ نَفْس رَغْبَت کی اَصْل ہے اور اسی کی وجہ سے زُہد اپنایا جاتا ہے اور فِطری طور پر اس کی مَحَبَّت مَرغُوب ہوتی ہے جبکہ نفسانی خواہش نَفْس کی رُوح ہے، گویا یہ ایک مُردار نَفْس ہے جس میں کوئی رُوح نہیں، ایسا اِیمان کے داخِلے کے وَقْت ہوتا ہے کہ وہ اس خواہشِ نَفْس کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور یوں نَفْس کی رُوح اس سے جُدا ہو جاتی ہے، اس کی شہوتیں خَتْم ہو جاتی ہیں اور اس کی موت میں دل کی حَیات مُضْمَر ہوتی ہے، یہی عظیم زِنْدَگی ہے اور یہی مَقامِ فَنا ہے جس کی جانِب صِدِّیقین نے اِشارہ کیا ہے۔

مَحَبَّتِ باری تعالیٰ میں عیب

مَروِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو وَحِی فرمائی کہ بَرخ (یعنی حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سِیاہ فام خادِم) نے بنی اسرائیل کے لیے بارِش کی دُعا کی ہے۔ وہ بندہ تو بہُت اَچھّا ہے مگر اس میں ایک عَیب ہے۔ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عَرْض کی: اے میرے مالِک! وہ عیب کیا ہے؟ اِرشاد ہوا: وہ بادِ نسیم کو پسند کرتا ہے اور اس سے راحَت پاتا ہے اور جو شخص مجھ سے مَحَبَّت رکھتا ہے وہ کسی شے کو پسند کرتا ہے نہ کسی شے سے سُکُون پاتا ہے۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا یہاں پُر سُکُون فضا سے نَفْس کے راحَت پانے کو عیب شُمار کیا گیا ہے۔

سَیِّدُنا یونس بن میسرہ کے نزدیک زہد

شامی عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے حضرت سَیِّدُنا یُونُس بِن مَیْسَرہ جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کا مَطْلَب یہ نہیں کہ حَلال کو حَرام جانا جائے اور مال کو برباد کر دیا جائے،

بلکہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تیرا بھروسا اس شے سے زیادہ ہو جو تیرے پاس ہے۔[1] تیرا حال مصیبت میں اور غیر مصیبت میں برابر ہو، حق کے معاملے میں تیرے نزدیک مذمت بیان کرنے والے اور تعریف کرنے والے دونوں کی حیثیت یکساں ہو۔

سَیِّدُنا سلام بن ابی مطیع کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا سَلام بن ابی مطیع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ السَّمِیع فرماتے ہیں: زُہد کی تین(۳) صورتیں ہیں:

﴿1﴾ اپنے قول و عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے خالص کر لو کہ اس سے دنیا کی کوئی چیز مقصود ہو نہ مخلوق سے کسی شے کی توقُّع۔

﴿2﴾ ہر وہ کام چھوڑ دو جو دل اور دین کے لیے بہتر نہ ہو اور صرف وہی عمل کرو جو بہتر و صالح ہو۔

﴿3﴾ حلال اشیا میں بھی زُہد اِختیار کرو کہ یہ فضیلت کا باعث ہے۔

سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم کے نزدیک زہد

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس عِلْم میں ہمارے اِمام حضرت سَیِّدُنا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم فرماتے ہیں کہ زُہد کی تین(۳) قسمیں ہیں:

﴿1﴾ فرض زُہد۔ اس سے مُراد حرام میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔

﴿2﴾ نفل زُہد۔ اس سے مُراد حلال میں زُہد اِختیار کرنا ہے۔

﴿3﴾ سلامتی والا زُہد۔ اس سے مُراد شُبہات کو ترک کرنا ہے۔

سَیِّدُنا ایّوب سختیانی کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا ایّوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ زُہد یہ ہے:

❁ آدمی گھر بیٹھ جائے، اگر اس کا بیٹھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہو تو ٹھیک، ورنہ باہَر نکل جائے۔

❁ اگر باہَر نکلے تو دیکھے اس کا باہَر نکلنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہے تو ٹھیک، ورنہ گھر لوٹ جائے۔

---

[1] ...... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/ ۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً

❁ ⇐ اگر اس کا گھر واپس لَوٹنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے ہو تو ٹھیک، ورنہ سَفَر کرے۔

❁ ⇐ مال خَرچ کرے تو دیکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے ہے تو ٹھیک، ورنہ خَرچ نہ کرے۔

❁ ⇐ اگر مال خَرچ نہ کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہو تو ٹھیک، ورنہ پھینک دے۔

❁ ⇐ بات کرے تو دیکھے کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہے تو ٹھیک، ورنہ چُپ رہے۔

❁ ⇐ اگر اس کے چُپ رہنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا ہو تو ٹھیک، ورنہ باتیں کرے۔

عَرض کی گئی: یہ تو بہُت مُشکِل کام ہے۔ اِرشَاد فرمایا: یہ بار گاہِ خداوندی تک پہنچانے والا راستہ ہے، (اگر عَمَل کروگے تو پہنچو گے) ورنہ اسے کھیل مَت بناؤ۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ اس کا حال ہے جو اِخلاص کا پیکر اور صَاحِبِ مُراقَبہ ہو، اس کا مَقام وَرَع ہو۔ گویا حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے نزدیک زُہد سے مُراد بندے کا اپنے عِلْم کی اِنتہا اور وسیع کوشِش کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کی مُوَافَقَت حاصِل کرنا اور اپنی ہر حَرَکَت و سُکُون میں اس کی مَحبَّت کا دَم بھرنا ہے۔ یہ نفسانی خواہش میں زُہد اِختیار کرنے کا مَقام ہے اور اُس زاہِد کی صِفَت ہے جس نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی رِضا چاہنے کے لیے اپنے نَفْس سے منہ موڑ لیا ہو۔ گویا آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک زُہد مُراقَبہ کا نام ہے اور مُراقَبہ حقیقت میں اِخلَاص کا نام ہے۔

سَیِّدُنا حاتم اَصَم کے نزدیک زہد

حضرت سَیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے شاگرد حضرت سَیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَکرَم سے زُہد کے مُتَعَلِّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: زُہد کی اِبْتِدَا بھروسے و یقین سے ہوتی ہے، وَسْط صَبْر پر ہوتا ہے اور اِنتہا اِخلَاص پر ہوتی ہے۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جب بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن کے نزدیک زُہد کی اِنتہا اِخلَاص ہے تو یہ کیسے دُرُسْت ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ زُہد کی اِبْتِدَا سے قبل اِنتہا تک پہنچ جائے؟ یا وہ اِخلَاص سے تجاوُز کر کے مَقاماتِ مَعرِفَت تک رَسائی حاصِل کر لے؟ گویا ان کے نزدیک زُہد کی اِنتہا مَعرِفَت کی اِبْتِدَا ہے۔

زہد مؤمنین پر فرض ہے

ایک طبقے کا خیال ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنا مؤمنین پر فَرض ہے، اس لیے کہ ان کے نزدیک اِخلاص کی حقیقت ہی زُہد کا اپنانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے فَرض قرار دیا اس اِعْتِبار سے کہ مؤمنین پر اِخلاص فَرض ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت میں اِخلاص اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ سنّت سے بھی ثابت ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحیم بن یحییٰ اَسْوَد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اسی قول کی طرف مائل ہیں۔

اسی مفہوم میں حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے مَروِی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا: صِدْق کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اِخلاص۔ پھر پوچھا گیا: اِخلاص کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: زُہد۔ پھر سوال ہوا کہ اے ابو عبد اللہ! زُہد کیا ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سر جھکا دیا اور اِرشَاد فرمایا: زاہدین سے پوچھو، حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے اس کے مُتعلّق پوچھو۔

ایک قوم کا کہنا ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد حلال طَلَب کرنا ہے اور ہمارے زمانے میں اشیا کے اِختلاط اور شُبہات کے غَلَبہ کی وجہ سے یہ فَرض ہو چکا ہے۔ لوگوں نے عَرض کی: گویا زُہد کا فَرض ہونا مُتَعَیَّن ہو چکا ہے۔ یہ مذہب حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم، حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد اور حضرت سَیِّدُنا سلیمان خوّاص رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے عِلاوہ اہلِ شام کے صُوفیائے کِرام کی ایک جَماعَت کا ہے۔

سب سے بڑا زاہد

حضرت سَیِّدُنا سہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: لوگوں میں سب سے زیادہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے والا وہ شخص ہے جس کا کھانا سب سے زیادہ صاف ہے۔ ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا: وَرَع کا اِنْتِہائی مقام زُہد کا اَدنیٰ مقام ہے۔

زہد میں احتیاط

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سَیِّدُنا وَکیع عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّفِیْع فرماتے ہیں: اگر ہمارے زمانے میں کوئی شخص زُہد اِختیار کرے یہاں تک حضرت سَیِّدُنا ابو دردا اور حضرت سَیِّدُنا ابو ذر

غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسا ہو جائے تب بھی ہم اسے زاہِد نہ کہیں گے کیونکہ ہمارے نزدیک زُہد اب حَلالِ مَحْض میں مُعْتَبَر ہے اور آج کل تو حَلالِ مَحْض کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔

تَرکِ دنیا

اسی طرح اِمامُ الائمّہ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تَرْکِ دنیا سے اَفضل کوئی شے نہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن ثَور رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ سے عَرض کی: اے ابو سعید! دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک حَلال دنیا طَلَب کرتا ہے اور اسے پاکر صِلہ رِحمی کرتا ہے اور اپنی ذات پر بھی خرچ کرتا ہے جبکہ دوسرا شخص تارِکُ الدُّنیا ہے (ان میں سے بہتر کون ہے؟)۔ اِرشاد فرمایا: مجھے ان دونوں میں تَرْکِ دنیا کرنے والا زیادہ پسند ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: اے ابو سعید! اس شخص نے حَلال رِزْق تلاش کیا اور اسے پاکر صرف اپنی ہی ذات پر خَرْچ نہیں کیا بلکہ صِلہ رِحمی بھی کی ہے۔ اِرشاد فرمایا: اس کے باوُجُود مجھے تَرْکِ دنیا کرنے والا ہی پسند ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا اِمام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے تَرْکِ دنیا کو پسند فرمایا، کیونکہ مَقامِ زُہد تَوَکُّل اور رَضا کا جامِع ہے۔ کیا آپ نے دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا: زُہد یہ ہے کہ جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے اس پر تو اس سے زیادہ بھروسا کرے جو تیرے پاس ہے۔[1] یہ تَوَکُّل ہے۔ پھر اِرشاد فرمایا: اور یہ کہ تو مصیبت پر حاصِل ہونے والے اَجر و ثواب پر زیادہ خوش ہو اور چاہے کہ کاش! یہ تجھ پر باقی رہتی۔[2] یہ مَقامِ رَضا ہے۔

دنیاداروں کا انجام

زُہد پر مَعرِفت و مَحبَّت کے مَقام بھی آتے ہیں اور یوں جو مَقام چار مَقامات کا جامِع ہو کیا اس سے بھی اعلیٰ کوئی مَقام ہو سکتا ہے، یہی مَقام طَالِبِینِ حق کی اِنتہا ہے۔ میری زِندگی کی قسم! ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، بتغیر قلیل

حضرت سَیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعالٰی عَنْهُمَا سے مَرْوِی ہے کہ بروزِ قِیامَت دنیا کو ایک سفید بالوں والی بوڑھی عورت کی شَکْل میں لایا جائے گا جس کی آنکھیں نیلی ہوں گی، دانت باہَر کو نکلے ہوں گے، وہ اِنْتِہائی بَدْصُورت ہو گی، جب وہ لوگوں کے سامنے آئے گی تو کہا جائے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ سب عَرْض کریں گے: ہم اس کی پہچان سے **الله** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس پر کہا جائے گا: یہ وُہی دنیا ہے جس پر تم باہَم فَخْر کرتے تھے، قَطْعِ رِحْمی کرتے، ایک دوسرے سے حَسَد کرتے، بُغْض رکھتے اور دھوکا دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اسے جہنّم میں پھینک دیا جائے گا تو وہ پکارے گی: اے میرے رب! میری پیروی کرنے والے اور میری جَماعَت کے لوگ کہاں ہیں؟ **الله** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرمائے گا: اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کی جَماعَت کے لوگوں کو بھی اس کے ساتھ ہی جہنّم میں ڈال دو۔[1]

دنیادار عبادت گزاروں کا انجام

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی نے حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے رِوایت کی ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بَروزِ قِیامَت کئی قومیں اس حال میں لائی جائیں گی جن کے اَعمال تِہامہ پہاڑ کی مِثْل ہوں گے مگر انہیں جہنّم میں ڈالنے کا حُکْم دیا جائے گا۔ صحابۂ کِرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے عَرْض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! کیا وہ نمازی ہوں گے؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! وہ نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور رات کے بس تھوڑے سے حصّے ہی میں آرام کرتے ہوں گے۔ مگر جب ان پر دنیا کی کوئی چیز پیش کی جاتی ہو گی تو وہ اس پر جھپٹ پڑتے ہوں گے۔[2]

دنیا کی قدر و قیمت

حضرت سَیِّدُنا حارِث بن اَسَد مُحاسبی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: زُہْد سے مُراد یہ ہے کہ دِل میں دنیا کی قَدْر و قیمت خَتْم ہو جائے اور دل میں کسی بھی دُنْیاوِی شے کی کوئی اَہمِیَّت باقی نہ رہے۔ جب اَشیا کی قَدْر و قیمت خَتْم ہو جائے گی اور دِل میں ان کی مَوجُودَگی و غیر مَوجُودَگی یَکْساں ہو گی تو یہ زُہْد ہے۔

---

[1] ......موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۷۲، حدیث: ۱۲۳

[2] ......معجم لابن الاعرابی، باب الدال، الجزء الثالث، ص ۸۹۳، حدیث: ۱۸۶۵

حضرت سَیِّدُنا بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی فرمایا کرتے تھے کہ زاہِد وہ نہیں جو کسی شے کا مالِک نہ ہو بلکہ زاہِد وہ ہے جس کی مالِک کوئی شے نہ ہو۔

اسی طرح کسی عالِم کا قول ہے: زاہِد وہ ہے جو اشیا کا مالِک بنے نہ ان سے راحَت پائے۔ مَزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ زاہِد وہ ہے جس کی خوراک وُہی ہو جو اسے مُیَسَّر ہو، لِباس اِتنا ہو جس سے وہ سَتْر چھپالے، گھر اِتنا ہو جس میں اسے پناہ مِل جائے اور اس کا حال ہی اس کا وَقْت ہو۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ زُہد سے مُراد تدبیر و اِخْتِیار کا تَرْک کر دینا اور تنگی ہو یا کُشادگی ہر حال میں تسلیم و رَضا کا مُظاہرہ کرنا ہے۔ یہ طریق حضرت سَیِّدُنا خوّاص، حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری اور حضرت سَیِّدُنا ذُو النُّون مِصری رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی کا ہے۔

زاہد کون قادر یا عاجز؟

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی نے اِرشاد فرمایا: زاہِد صِرف وُہی ہے جو کسی شے کا مالِک ہو نہ کوئی شے اس کی مالِک ہو۔ مزید اِرشاد فرمایا: زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کسی چیز پر قُدْرَت رکھنے کے باوُجُود اس سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کرے اور جو قُدْرَت ہی نہ رکھے اس کا زُہد دُرُست نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ بندے کو کلمۂ کُن کا مرتبہ حاصِل ہو اور اسے اِسْمِ اَعْظَم سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہو، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اِظْہارِ کَون کے سَبَب اشیا پر قُدْرَت عَطا فرمادے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حَیا کے باعِث اس مُعامَلے میں زُہد اِخْتِیار کرے اور اس کی مَحبَّت میں سب کچھ چھوڑ دے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اِظْہارِ قُدْرَت کے 24 مَقامات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طَلَب کیا کرتے تھے۔

کیا دنیا زہد اختیار کرنے کے لائق ہے؟

حضرت سَیِّدُنا عبدُ الرَّحیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَرِیْم نے حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: کس شے کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: زُہد کے بارے میں۔ پھر پوچھا: کس شے کے مُتعلِّق

بات ہو رہی تھی؟ بولے: دنیا کے بارے میں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: میں سمجھا تھا کہ کسی شے میں زُہد اِختیار کرنے کے مُتعلّق باتیں کر رہے ہیں، جبکہ دنیا تو کوئی شے ہی نہیں کہ جس میں زُہد اِختیار کیا جائے۔

مَعْرِفَت کے 17 مقامات میں سے کم تر مقام

یہی مَذہب حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا بھی ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَعْرِفَت کے 17 مَقامات ہیں، ان میں سب سے کم تر پانی پر چلنا، ہَوا میں اُڑنا اور زمین کے خزانے ظاہر کرنا ہے۔ یہ سب باتیں دنیا کی ظاہری زِیْنَت ہیں۔

چار اَبدال اور چار نیتیں

اسی مفہوم میں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے ایک حِکَایَت مَنْقُول ہے کہ چار اَبدال شَبِ عید (بغداد شریف کی) جامِع مَسْجِد اَلْمَنْصُور میں جَمْع ہوئے۔ جب سَحَری کا وَقْت ہوا تو ایک فرمانے لگے: میں نَمازِ عید بَیْتُ الْمُقَدَّس میں پڑھنا چاہ رہا ہوں۔ دوسرے نے فرمایا: میرا اِرادہ طَرسُوس میں نَمازِ عید پڑھنے کا ہے۔ تیسرے نے بتایا کہ میں مکّہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں نَمازِ عید پڑھنے کی نِیَّت رکھتا ہوں۔ چوتھے اَبدال خاموش رہے اور وہ ان میں زیادہ مَعْرِفَت رکھتے تھے۔ جب عَرض کی گئی کہ آپ نے کہاں نَمازِ عید پڑھنے کی نِیَّت فرمائی ہے؟ تو فرمایا: میں نے آج نِیَّت کی ہے کہ اپنے نَفْس کی تمام خواہشات چھوڑ دوں گا اور جس مَسْجِد میں رات بتائی ہے وہیں نَمازِ عید اَدا کروں گا۔ تو سب نے عَرض کی: آپ واقعی ہم سب سے زیادہ عِلْم رکھتے ہیں۔ یوں وہ سب بھی اسی اَبدال کے ساتھ اسی مَسْجِد میں نَمازِ عید ادا کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔

آزمائش مرتبے کے مُطابق ہوتی ہے

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا ان اَبدالوں نے ہماری ذِکْر کردہ تمام عَلامات کو شَہوت شُمار کیا کیونکہ یہ عَلامات مَقامات کی ضَرورت نہیں بلکہ دنیا کی شَہوت ہیں۔ اس لیے کہ یہ نَفْس کی خواہش ہیں اور ان میں تدبیر و اِختیار مُضْمَر ہیں۔ جبکہ مَحبَّت و مَعْرِفَت کے مَقام پر فائز

زاہد حضرات ان باتوں کو دھوکا و فریب سمجھتے ہیں کہ جس سے بندوں کو آزمایا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے یہ کیسا عمل کرتے ہیں؟ کیونکہ ہر شخص کو اس کے مرتبے اور حال کے اِعْتِبار سے آزمایا جاتا ہے، لہٰذا اس شخص پر لازِم ہے کہ وہ اس شے میں زُہد کا مُظاہرہ کرے۔

مَنْقُول ہے کہ ایسا مَعْرِفَت کے 17ویں مَقام پر ہوتا ہے اور ان باتوں کا مُشاہَدہ وُہی کرتا ہے جو ان راہوں پر چلتا ہے، جبکہ اس مَقام سے بُلَند تقریباً 70 مَقام ہیں۔

زہد کے ظاہری وباطنی دو مفہوم

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے زُہد کے مُتعلِّق پوچھا گیا تو اِرشَاد فرمایا: اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری یہ ہے کہ جو چیزیں بندے کے قبضے میں ہوں یعنی جن کا وہ مالِک ہو انہیں پسند نہ کرے اور جو چیزیں اس کے پاس نہیں انہیں طَلَب نہ کرے۔ جبکہ باطنی معنیٰ یہ ہے کہ دل سے ان چیزوں کی رَغْبَت خَتْم ہو جائے اور وہ ان کی یاد تک سے جُدا اور دُور ہو جائے۔ جب ایسا ہو جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے آخِرَت دیکھنے اور دل سے اس کی جانِب مُتوجّہ ہونے کی توفیق عَطا فرما دیتا ہے۔ اس وَقْت بندہ موت کو قریب جانتا ہے اور مَغْفِرَت کی اُمّید کم ہونے کے باعث نیک اَعمال میں خوب کوشِش کرتا ہے کیونکہ اَسباب اس کے دِل سے دُور ہو چکے ہوتے ہیں اور دِل صِرف آخِرَت کے ساتھ ہی مشغول ہوتا ہے۔ نیز زُہد کی حقیقت اس کے دِل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ اپنے رب کے خالِص ذِکْر سے بھر جاتا ہے۔

اَلْغَرَض اِیمان کی حقیقت اور مُشاہَدۂ آخِرَت سے حاصِل ہونے والا زُہد اسی وَقْت نصیب ہوتا ہے جب بندہ عام زُہد اپنا لے اور اس کے نزدیک تمام دُنیاوِی اشیا کی حَیثِیَّت یکساں ہو جائے، چنانچہ دِل میں ان کی حَیثِیَّت کے یکساں ہونے کی وجہ سے مُشاہَدہ کے بعد ان کا ہونا نہ ہونے جیسا ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں مَدح وذَم کی حَیثِیَّت بھی یکساں ہو جائے گی کیونکہ اس کی آنکھوں میں نَفْس کی کوئی اَہَمِیَّت باقی رہے گی نہ اسے مخلوق کے دِکھاوے کی کوئی پَروا ہو گی۔ یوں زُہد کی پاکیزگی کے باعِث اس کے دل میں اِخلاص پیدا ہو گا اور نَفْس کی اَہَمِیَّت خَتْم ہو جانے کی وجہ سے زُہد پختہ ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص سے دَرْیافْت فرمایا: کیا تو مَقامِ یکسانیت

پر ہے؟ عَرض کی: نہیں! مگر میں یہ مَقام کیسے پاسکتا ہوں؟ اِرشَاد فرمایا: جب تیرے نزدیک مَدح وَذَم یکساں ہو جائیں۔ اسی طرح جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِیمان کی حقیقت کے مُتعلِّق دَرْیافت فرمایا تو انہوں نے عَرض کی: میرا نَفس دنیا سے جُدا ہو گیا۔ [1] یہ زُہد کی اِبتدا ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پتّھر اور سونے کا یکساں ہونا بیان کیا۔ پھر اپنے مُشاہدہ کا ذِکر کیا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ سب زُہد کے مَقامات ہیں اور جس شخص نے دنیا کو اپنے عِلْم کی اِنتِہا اور اپنے مُشاہَدے کی بُلَندی کے مُطابِق کوئی شے قرار دیا گویا اس نے زُہد کو اس کی ضِد بنا دیا۔

ایمان و زہد کے دو دو مقام

اَہْلِ مَعْرِفَت نے دل میں اِیمان کے دو مَقام قرار دیئے ہیں، پھر ہر مَقام کے لیے دو زُہد بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: جب اِیمان دل کے ظاہِر سے مُتعَلِّق ہو تو بندہ دنیا و آخِرت دونوں سے مَحبَّت کرتا ہے اور دونوں کی بہتری کے لیے عَمَل کرتا ہے۔ مگر جب اِیمان دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے تو بندہ دنیا سے نَفرت کرنے لگتا ہے، اس کی طرف دیکھتا ہے نہ اس کے لیے کوئی عَمَل کرتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جو شخص اپنے نَفْس کے ساتھ مَصروف ہو وہ لوگوں سے غافِل ہو جاتا ہے۔ یہ عَامِلین یعنی عِبَادَت گزاروں کا مَقام ہے اور جو اپنے رب کی یاد میں مَشْغُول ہو وہ اپنے نَفْس سے غافِل ہو جاتا ہے، یہ عارِفین کا مَقام ہے۔

سنّت سے ثبوت

مذکورہ قول میں بیان کردہ دونوں مَقام سنّت سے ثابِت ہیں۔ چنانچہ مَرْوِی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرض کی گئی: لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جو دنیا سے نَفرت کرے اور آخِرت سے مَحبَّت۔ [2]

---

[1] ......الجامع فی آخر المصنف، باب الایمان والاسلام، ١٠ /١٥٧، حدیث: ٢٠٢٨٣

[2] ......مکارم الاخلاق للخرائطی، باب الحث علی الأخلاق الصالحۃ والترغیب فیھا، الجزء الاول، ص ١٨٠، حدیث: ٥٤، بتغیر

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے نَفرَت کو اس کی ضِد یعنی آخِرَت کی مَحبَّت کے حُصُول کا ذریعہ قرار دیا۔ جبکہ اعلیٰ مَقام کی دلیل یہ حدیثِ پاک ہے جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس نے اپنی تمام سوچوں کو ایک ہی سوچ میں ضَم کر لیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دنیا و آخِرَت کے اُمُور کے لیے کافی ہو گا۔

سوچ کی انفرادیت اور قلب کی یکسوئی

ربِ واحِد کے لیے یہ مُنفَرِد سوچ اسی ذاتِ واحِد کے وِجدان سے حاصِل ہوتی ہے اور وُہی بندہ اسے حاصِل کرتا ہے جو ذاتِ واحِد کے وَصفِ توحید سے مُتَّصِف ہوتا ہے اور اسی کی خاطِر کلام کرتا ہے تو اسے اَخلاقِ رَبُوبِیَّت سے نوازا جاتا ہے۔ یوں خالق اپنی صِفَتِ وَحدَانِیَّت کی وجہ سے ذاتِ واحِد اور بندہ مخلوق کے درمیان اس صِفَت کے وِجدان کی وجہ سے وَصفِ توحید سے مُتَّصِف ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی سوچ کو اِنفرادِیت اور دِل کو یکسُوئی نصیب ہوتی ہے۔ مگر یہ سوچ کی اِنفرادِیَّت نفسانی خواہش مِٹانے کے بعد ملتی ہے اور نفسانی خواہش اس وَقت ہی خَتم ہوتی ہے جب دِل کو تقویٰ سے آزما لیا جاتا ہے۔ جبکہ دِل کی یکسوئی اِطمینانِ نَفس کے ساتھ پائی جاتی ہے اور نَفس کو اِیمان سے اِطمینان حاصِل ہوتا ہے یا اسے تزکیہ و رَضا سے فَلاح ملتی ہے جیسا کہ سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نَفس کا اِطمینان بھی ایک نِعْمَت ہے۔[1] اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ (پ۳۰، الشمس: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مُراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ (پ۳۰، الفجر: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: تُو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

اس وَقت بندہ اِطمینانِ نَفس کی بنا پر مَقامِ توحید پر فائز ہو گا اور اَخلاقِ اِیمان سے مُتَّصِف ہونے اور مُشاہَدۂ یقین حاصِل ہونے کے باعِث قَلب کی مُوافَقَت کرنے والا ہو گا۔

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ۳/۷، حدیث: ۲۱۴۱

حضرت سَیِّدُنا وَھْب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازِل کردہ باتوں میں ایک بات یہ پائی کہ جو دنیا سے مَحبَّت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند نہیں فرماتا اور جو دنیا سے نَفرت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے پسند فرماتا ہے۔ جو دنیا کی عزّت کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رُسوا کرتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عزّت عطا فرماتا ہے۔[1]

عُلَمائے ظاہِر کے نزدیک زہد کی تعریف

عُلَمائے ظاہر کا قول ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ عِلْم کی مُوافقت کرے اور اَحکامِ شَرْع پر عَمَل کرے، ہر شے کو اس کے دُرُست طریقے سے حاصِل کرے اور اسے اس کی مُناسِب جگہ رکھے، مگر جو شخص عِلْم کی مُخالَفت کرے تو اس کا سَبَب نفسانی خواہش ہے۔

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) عُلَمائے ظاہر نے زُہد کا فَرْض ہونا اور اس کا ظاہری مفہوم تو بیان کیا مگر انہوں نے زُہد کی باریکیوں اور باطنی اَحکام کو نہیں پہچانا۔

دولت کی موجودگی میں زہد

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنہ اور حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا دونوں سے عَرض کی گئی: کیا وہ شخص زاہِد ہو سکتا ہے جس کے پاس مال و دولت ہو؟ تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: ہاں! مگر شَرْط یہ ہے کہ جب اس پر کوئی آزمائش آئے تو صَبْر کرے اور جب کسی اِنعام سے نوازا جائے تو شُکْر کرے۔

حضرت سَیِّدُنا ابن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سُفْیان بن عُیَیْنہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عَرض کی: اے ابو محمد! جس نے اِنْعام پر شکر ادا کیا، مصیبت پر صَبْر کیا اور نِعْمت کو روکے رکھا وہ کیسے زاہد ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹھوکا دیتے (کہنی مارتے) ہوئے فرمایا: خاموش رہو! جس کو نعمتیں شُکْر سے روکیں نہ مصیبتیں صَبْر سے تو وہ زاہِد ہی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا اِمام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی اس مُعاملے میں ان دونوں ہستیوں کے ساتھ ہیں۔ اس کی تفصیل حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے ذِکْر کی ہے۔ چنانچہ ابن ابی حَواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی

---

[1] ....المتفق والمفترق خطیب بغدادی، باب العین، ۳/۱۵۵۷، حدیث: ۹۹۷

مزید فرماتے ہیں کہ میں نے عَرض کی: کیا حضرت سَیِّدُنا داود طائی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی زاہد ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! تو میں نے عَرض کی: مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہیں اپنے والدِ ماجِد کی میراث میں سے 20 دینار ملے تھے جو انہوں نے 20 سال میں خرچ کئے تو وہ ان دیناروں کو اپنے پاس رکھنے کے باوُجُود زاہد کیسے ہو سکتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: تم یہ جان کر زُہد کی حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہو؟ میری زِندَگی کی قسم! دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: نیک مال نیک شخص کے لیے بہُت بہتر ہے۔[1]

شرحِ حدیث

نیک مال سے مُراد حَلال مال ہے جبکہ نیک شخص سے مُراد وہ بندہ ہے جو اپنا مال رات دِن ظاہِری و پوشیدہ طور پر راہِ خدا میں خَرچ کرتا رہے اور مَقصُود صِرف رب کی رَضا ہو جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی صِفَت بیان فرمائی اور اس کی تعریف کی ہے۔

دین کسے ملتا ہے؟

حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا اسے بھی عَطا فرماتا ہے جسے پسند فرماتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے پسند نہیں فرماتا مگر دین صِرف اسے ہی دیتا ہے جسے پسند فرماتا ہے۔[2] جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے اسے دنیا بھی عَطا کرے تو وہ شخص اپنی نفسانی خواہش کی خاطِر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مُخالَفت کرتا ہے نہ اپنے نَفْس کو اپنے رب کی مَحبَّت پر ترجیح دیتا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ اسے عَطا فرمایا ہے وہ اس میں اسے ہی اپنا ولی و کارساز سمجھتا ہے۔

شاکر صابر کی طرح ہے

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کھا کر شُکر ادا کرنے والا روزہ رکھ کر صَبْر کرنے والے کی طرح ہے۔[3]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ۵/۲۵۹، حدیث: ۹

[2] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۳۳، حدیث: ۳۶۷۲

[3] ......ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فیمن قال الطاعم الشاکر کالصائم الصابر، ۲/۳۵۵، حدیث: ۱۷۶۴

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) مذکورہ حدیثِ پاک میں کھا کر شُکر اَدا کرنے والے سے مُراد وہ شخص ہے جو کھانے سے اپنے رب کی عِبادت پر مَدد حاصِل کرے اور شُکر اَدا کرتے ہوئے اس کی عِبادت کرے کہ اس نے اسے اس نِعْمت سے نوازا ہے۔

زہد کی دو۲ صفات

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: زُہد کی دو۲ صِفات تمام اَحوالِ قُلُوب کی جامِع ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا مَضاء بن عیسٰی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سباع مَوصِلی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے عَرض کی: اے ابو محمد! زُہد زاہِد کو کہاں تک پہنچاتا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت تک۔

حضرت سَیِّدُنا عثمان بن عمّارہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مَنقُول ہے کہ وَرَع بندے کو زُہد تک پہنچاتا ہے اور زُہد اسے مَحبَّتِ باری تعالٰی تک لے جاتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی دونوں حال طَالِبانِ حَق کا مَقْصُود ہیں یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت اور اس کا اُنس۔ جسے زُہد حاصِل نہ ہو وہ مَقامِ مَحبَّت تک رَسائی حاصِل کر سکتا ہے نہ اُنس کا حال پا سکتا ہے۔ اس کے بعد مَحبَّت و خِلّت کے مَقام اور اُنس و قُربت کے حال میں عالَمِ غیب کے بے شُمار اَسرَار پائے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور آپ سب کو ہر اس بات کی توفیق عَطا فرمائے جو اسے پسند ہے اور ہمیں اپنے فَضْل و کَرَم اور رَحْمت سے اس مَقام پر فائز فرمائے جس کی ہم اُمّید کرتے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَدد و نُصرت کے بغیر یہ کِتاب مُکمَّل کرنے کی کوئی قوّت تھی نہ کوئی طاقت۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

مقاماتِ یقین میں سے ساتواں مقام

مقامِ توَکُّل کی شَرح اور مُتوَکِّلین کے اَحوال واَوصاف

مُتوَکِّل خدا کا پیارا ہے

توَکُّل کا تعلّق اَعلیٰ مقاماتِ یقین اور اَشْرف اَحْوالِ مُقرَّبین سے ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک توَکُّل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتوَکِّل کو اپنا پیارا اور دوست بنایا اور اسے اپنی مَحبّت کا شَرف عطا فرمایا ہے۔

متوکل کے فضائل

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُتوَکِّلین کو اپنی نِسبت عَطا فرما کر رِفْعَت بخشی اور ان پر کَرَم میں اِضافہ فرمایا جیسا کہ ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اُسے کافی ہے۔ (پ۲۸، الطلاق: ۳)

یعنی وُہی اسے کافی ہے اور جس کی کِفَایَت کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہو تو وہ اسے شِفا دینے والا اور عَافِیَّت عَطا فرمانے والا بھی ہوتا ہے۔ وہ بندے کو جس حال میں بھی رکھے اس سے اس کے مُتَعَلِّق نہیں پوچھا جا سکتا۔ لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھنے والوں کا شُمار اُن بندوں میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت کی نسبت ان کی جانب فرمائی اور ان خاص بندوں کا ذکر فرمایا جن کے لیے کِفَایَت کی ضمانت دی۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ان کے اَوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۳ تا ۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب بے شک اس کا عذاب گلے کا غُل (پھندا) ہے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اس آیتِ مُبارکہ میں غور فرمایئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کو کس قدر شان عطا فرمائی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی ضروریات کے لیے اس جہانِ فانی میں کِفَایَت کی ضمانت دی اور ان کے جُملہ اُمور کو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر دینے کی وجہ سے انہیں بُرائیوں سے بچایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (پ ۲۴، الزمر: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا (پ ۲۴، المؤمن: ۴۴، ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے۔

یہ لوگ گنتی میں شُمار ہونے والوں میں سے نہیں ہیں کہ جن کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ (پ ۱۶، مریم: ۹۳، ۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حُضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے بے شک وہ ان کا شُمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور تابعین عُظّام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ توکُّل توحید کا نِظام اور اُمور کا جَمع کرنے والا ہے۔ چنانچہ ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اَہلِ بصرہ کے کسی عابِد کو (مرنے کے بعد) خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیسا سُلُوک فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مَغۡفِرت فرما کر مجھے جنّت میں داخِل فرما دیا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ نے وہاں کِن اَعمال کو فضیلت والا پایا؟ فرمایا: توکُّل اور اُمّیدوں کی کمی کو میں نے یہاں اَفضل اَعمال میں سے پایا ہے، لہٰذا ان دونوں اَعمال پر قائم رہئے گا۔

ایمان کی چوٹی

حضرت سَیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ فرماتے ہیں ایمان کی چوٹی اِخلاص، توکُّل اور حُکمِ خداوندی پر سرِ تسلیم خَم کر دینا ہے۔

توکُّل سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہۡل تُسۡتَری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ توکُّل سے بڑھ کر کوئی مَقام نہیں، انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کو حقیقی توکُّل عطا ہوا اور جو باقی بچا وہ صِدّیقین اور شُہدا کے حصّے میں آیا، چنانچہ جو توکُّل سے کچھ بھی تعلّق رکھے تو وہ صِدِّیۡق یا شَہِیۡد ہے۔

سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی کا توکل کے متعلق فرمان

عارِفِ رَبّانی، حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوۡرَانِی فرماتے ہیں: توکُّل کے سِوا مجھے ہر مَقام میں رَسائی ملی مگر توکُّل مجھے صِرف خوشبو سونگھنے کی حد تک ہی نصیب ہوا۔

سَیِّدُنا لقمان کے توکل کے متعلق ۲ فرامین

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اپنے بیٹے کو وَصِیَّت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان کی عَلامت اس پر توکُّل رکھنا ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل بندے کو اس کا مَحۡبُوب بنا دیتا ہے، اپنا ہر مُعامَلہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دینے کا تعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہِدایت سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہِدایت سے

بندے کو رِضائے اِلٰہی کی مُوافَقَت نصیب ہوتی ہے اور یوں رِضائے اِلٰہی کی مُوافَقَت سے بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم کا مُستَحِق بن جاتا ہے۔

یہ قول بھی حضرت سَیِّدُنا لُقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہی ہے کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کرے اور قضائے باری تعالیٰ کو تسلیم کرے، اپنا ہر مُعامَلہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو اس کی تقدیر میں لکھا ہے اس پر راضی رہے تو بے شک اس نے دین کو قائم کیا، اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کو نیکیاں کمانے کے لیے ہر کام سے فارِغ کر لیا اور ان نیک کاموں کے بجالانے میں مَصروف کر لیا جو بندے کے مُعامَلے کی اِصلاح کرتے ہیں۔

سَیِّدُنا سہل تُستَری کے توکُّل کے متعلّق چند اقوال

❁ اَبدالوں کے عالِم یعنی حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں:

❁ تمام عِلْم عِبادَت کا دروازہ ہے۔ ❁ تمام عِبادَت وَرَع کا دروازہ ہے۔

❁ تمام وَرَع زُہد کا دروازہ ہے۔ ❁ اور تمام زُہد توکُّل کا دروازہ ہے۔

❁ توکُّل کی کوئی حد ہے نہ کوئی اِنتِہا کہ جہاں یہ خَتم ہو۔

❁ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ **لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا** ﴾(پ ۱۲، ھود:۷) ترجمۂ کنز الایمان: کہ تمہیں آزمائے تم میں کس کا کام اچھّا ہے۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے ہیں کہ ﴿ **اَحْسَنُ عَمَلًا** ﴾ سے مُراد ﴿ **اَصْدَقُ تَوَكُّلًا** ﴾ ہے یعنی تم میں سے کس کا توکُّل زیادہ سچّا ہے۔

❁ تقویٰ اور یقین ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں جبکہ توکُّل اس ترازو کا کانٹا ہے جس کے ذریعے ان کی کمی اور زیادَتی جانی جاتی ہے۔

❁ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ** (پ۲۸، التغابن:۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ ﴾ کے مُتعلّق سوال کیا گیا (کہ ڈر اور تقویٰ کیسے حاصِل کیا جائے؟) تو اِرشاد فرمایا: فَقْر و فاقہ کا اِظہار کر کے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ **اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ** (پ۴، ال عمران:۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** سے ڈرو جیسا

اس سے ڈرنے کا حق ہے۔﴾ کے مُتعلِّق آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا گیا (کہ یہ کیسے ممکن ہے؟) تو اِرشَاد فرمایا: تَوَکُّل رکھ کر اس کی عِبادَت کرو۔

توکل یا متوکل پر طعن

حضرت ابو یعقوب سُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: تَوَکُّل والوں پر طَعْن نہ کیا کرو، اس لیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے ہیں جنہیں خُصُوصِیَّت سے نوازا گیا ہے، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں راحت پالی ہے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کو اپنا کِفایَت کرنے والا سمجھتے ہیں اور اب وہ دنیا و آخِرَت کے غموں سے بے پرواہو چکے ہیں۔ مزید اِرشَاد فرماتے ہیں کہ جس نے تَوَکُّل پر طَعْن کیا گویا اس نے اِیمان کے مُعَامَلے میں طَعْن کیا، کیونکہ یہ بَاہَم مِلے ہوئے ہیں اور جس نے مُتَوَکِّلِین کو مَحْبُوب جانا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مَحْبُوب جانا۔

توکل کی ابتدا

تَوَکُّل کی اِبتِدا وکیل عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت حاصِل کرنا ہے، اس لیے کہ وہ عزیز اور حکیم ہے جو اپنی بڑائی و عزّت کی بنا پر کسی کو نوازتا ہے تو اپنی حِکْمَت سے کسی کو نہیں نوازتا۔ لہٰذا بندہ اسی کے عزّت و غَلَبہ عطا فرمانے سے عزّت و غَلَبہ پاتا ہے اور اس کی حِکْمَت پر راضی رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے مُتَوَکِّلِین کو اس کے مُتعلِّق آگاہ کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۹﴾ (پ۱۰، الانفال: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ غالب حِکْمَت والا ہے۔

وہی عزّت پاتا ہے جسے وہ عزّت کا تاج پہنائے اور جسے وہ اپنی حِکْمَت سے کچھ عطا نہ فرمائے وہ بَس دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو اپنی عزّت و جَلَالَت کی بنا پر عِبادَت کی عاجِزی سے نوازتا ہے اور اپنی حِکْمَت سے اسے ایسی باتیں سکھاتا ہے کہ اسے مخلوق سے کچھ بھی سیکھنے کی حاجَت باقی نہیں رہتی۔

بندے کا مشاہدہ کے بعد اسباب کو اختیار کرنا

ایک عاجِز بندہ جب ذاتِ باری تعالیٰ کے مُتعلِّق دَرْج ذیل مُشاہَدات حاصِل کر لیتا ہے:

☜ وہی تدبیر و تقدیر کا مالک ہے۔ ☜ وہی عَدل فرمانے والا ہے۔

☜ اسی کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں۔ ☜ ہر شے اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔

☜ وہی ہر شے کو اس کی مُقرّرہ مِقدار کے مُطابِق نازِل فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ جب وہ یہ مُشاہدہ بھی کرتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اَسباب پر بھروسا کرنے والے بندوں کا مالِک و مختار ہے اور دیکھتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اسی کے پاس ہیں تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تک رَسائی کے لیے اَسباب کو اِختیار کرتا ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کفّار کو اَسباب میں مگن کر رکھا ہے مگر یہاں مُراد اس کے نیک بندے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ تمہارے رب کی رَحمت کے خزانچی ہیں وہ عزّت والا بہُت عطا فرمانے والا کیا ان کے لیے ہے سَلْطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تو رسیاں لٹکا کر چڑھ نہ جائیں۔ (پ۲۳، ص: ۹، ۱۰)

خزانے قسمت کے مطابق ملتے ہیں

مَعْلُوم ہوا لوگ اَسباب کو اِختیار کر کے رَبُّ الاَرْبَاب تک رَسائی چاہتے ہیں، مگر زمین کے خزانے یعنی لوگوں کے ہاتھوں اور دِلوں میں جو کچھ ہے اور دیگر جس قَدْر ظاہِری اَسباب ہیں وہ سب آسمان کے خزانوں یعنی اَقدار و اَحکام میں غائب ہیں اور آسمان کے خزانے مَلَکُوت و قُدْرَت کی عزّت میں غائب ہیں، آسمانوں کے یہ خزانے بندوں کو ان کی قِسْمَت اور حِصّے کے مُطابِق ملتے ہیں جبکہ زمین کے خزانے وہ ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لیے نِشانیاں بنادیا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رِزْق ہے اور جو تمہیں وَعدہ دیا جاتا ہے۔ (پ۲۶، الذّٰرِیٰت: ۲۲)

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو۔ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۰)

ایک مقام پر ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ (پ۲۸، المنافقون: ۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

یقین کے بعد عزت کا تاج سجتا ہے

جب بندے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اسی کے قبضۂ قُدرت میں ہر شے کی مِلکِیّت ہے اور وُہی سماعت و بَصارت کا مالک ہے، وہی دِن رات کے بدلنے کی طرح ہاتھوں اور دِلوں کو پھیرنے والا ہے، وہی اَہْلِ یقین کیلئے حُسنِ تدبیر کرنے والا ہے، وُہی اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِیۡن اور خَیۡرُ الرَّازِقِین ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۠﴿۵۰﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۵۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

ایک مقام پر ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ (پ۱۱، یونس: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: پھر عَرش پر اِسْتِوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی سِفارِشی نہیں مگر اس کی اِجازت کے بعد۔

تو اس وَقْت اس کی نِگاہیں اپنے مالِک و مولا عَزَّوَجَلَّ کی طرف اُٹھتی ہیں اور اس طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی نِگاہوں کا مرکز بنالینے کی وجہ سے قوّت و توانائی مَحْسُوس کرتا ہے، یوں اس کی عَطا کردہ قوّت و توانائی کی بَرَکت سے اس کے سر پر عزّتوں کا تاج سجتا ہے اور وہ اس کا قُرب پا کر ہر شے سے مُسْتَغْنِی ہو جاتا ہے اور یوں بارگاہِ خداوندی میں حُضوری کے سَبَب اس کا شُمار اَشْراف میں ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: غِنا کے لیے یقین ہی کافی ہے۔[1]

---

[1] ......معجم لابن الاعرابی، ۲/۵۱۲، حدیث: ۹۹۲
شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۶

توکل کب حاصل ہوتا ہے؟

جب بندے کی نِگاہوں کا مرکز اس کا پروردگار بنتا ہے تو اس کی تجلّیاں اسے ہر شے میں دِکھائی دیتی ہیں، اس کا اپنے رب پر بھروسا قائم ہو جاتا ہے اور وہ ہر شے سے منہ موڑ کر صرف اسی پر توکُّل کرنے لگتا ہے، اس سے جو ملے اس پر قَناعت کرتا ہے، یہاں تک کہ اَدنیٰ شے ملنے پر بھی خوش ہوتا ہے اور صَبر کرتا ہے، ہر حال میں اس سے راضی رہتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے سِوا اس کا چارہ ساز کوئی نہیں، اگر کوئی شے عَطا نہ ہو تو اسے اس کی حِکمت جانتا ہے اور فراخی و تنگی کے اَحوال میں اس کی قُدرت کا مُشاہَدہ کرتا ہے۔ اس وَقت اس کی عِبادَت دُرُست قرار پاتی ہے، اس کا اپنے رب کی جانِب مُتوجّہ ہونے میں مُخلِص ہونا ظاہِر ہو جاتا ہے، وہ اپنے خالِق کی مَعْرِفَت سے مَخلوق کی مَعْرِفَت پاتا ہے اور رِزْق صِرف اپنے مَعْبُود و رازِق سے ہی طَلَب کرتا ہے۔ نیز وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کو ہمیشہ پیشِ نَظر رکھتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۹، الاعراف: ۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔

ایک مَقام پر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ (پ۲۰، العنکبوت: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رِزْق ڈھونڈو اور اس کی بَندگی کرو۔

غیر کی تعریف و توصیف کا سبب

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس مَقام پر فائز بندہ مَخلوق کی تعریف اس لیے کرتا ہے کہ اس نے اسے کچھ دیا ہے نہ اس کی مَذمَّت اس لیے کرتا ہے کہ اس نے اسے کچھ نہیں دیا، بلکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سب سے پہلے عَطا فرمانے والا ہے، اگر وہ کسی کی تعریف کرتا ہے یا شکریہ ادا کرتا ہے تو اس کا سَبَب یہ ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے ایسا کرنے کا حُکم دے رکھا ہے،

چنانچہ وہ اپنے رب کے اَحکام کی بجاآوری اور اس کے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّت کی پیروی میں ایسا کرتا ہے۔ نیز اگر وہ کسی کی مَذمّت بیان کرتا ہے یا اُس سے ناراض ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر اس شخص کا اَحکامِ خُداوندی کی مُخالَفت کرنا ہوتا ہے، اگر کسی کو اس کی نفسانی خواہش کی بنا پر وہ کچھ عطا کرتا ہے تو اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے خَرْچ کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور بُخْل کرنے والوں کی مَذمّت۔

حمد سے مُراد

حَمد مُفْرَد ہے جو صِرف **اللہ** **وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ** کے ہی شایانِ شان ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ رَضائے خداوندی کے حُصُول کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عَطا کردہ نعمتوں کو اچھے طریقے سے اِسْتِعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اِعْتِراف کیا جائے کہ یہ تمام نعمتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں اور کوئی ان نعمتوں کے عَطا کرنے میں اس کا شریک نہیں۔ اسی لیے اِرشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ (پ ۱، الفاتحۃ: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: سب خوبیاں **اللہ** کو جو مالِک سارے جہان والوں کا۔

مُراد یہ ہے کہ ہر قِسْم کی حَمد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے اور اسی کو زیبا ہے کیونکہ وہ تمام جہانوں کا مالِک ہے اور عِبادت کے مُتَعَلِّق جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص **اللہ** ہی کی بندگی ہے۔

مَعلُوم ہوا جس طرح مَعْبُودِ حقیقی کے سِوا کسی کی عِبادت دُرُسْت نہیں اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی کی حَمد بجالانا بھی لازِم نہیں۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: حَمد رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی رِدا ہے۔ [1]

شکر سے مُراد

شُکر سے مُراد کسی کی تعریف کا اِظْہار کرنا اور ان لوگوں کے لیے دُعا کرنا ہے جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

[1] ....تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/ ۲۶، حدیث: ۱۱

دین و دنیا کے اَسباب کی پناہ گاہ بنایا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکَرَم سے وَالِدَین بھی اس معنٰی ومفہوم میں شریک ہیں، شُکْر کا تعلّق خاص لوگوں سے ہے اور یہ انہی لوگوں کو زیبا ہے جو اس کے اَہْل ہیں۔ یعنی وہ لوگ کسی کو کچھ دیتے وَقْت اپنے نَفْس کی طرف دیکھتے ہیں نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ نعمتیں بانٹ کر کسی پر اِحسان جَتاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بِن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اِرشَاد فرمایا: شُکْر صِرف اسی کا ادا کرنا چاہئے جو مَقامِ شُکْر کی مَعْرِفَت رکھتا ہو۔ فرماتے ہیں میں نے عَرْض کی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: جب میں تجھ پر کوئی اِحسان کروں اور ایسا کرنے سے مجھے تجھ سے زیادہ خوشی ہو اور میں تجھ سے زیادہ حیا مَحْسُوس کروں تو میرا شکریہ ادا کرنا ورنہ نہیں۔

اَسلاف کس کا مال لیتے؟

سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم کس کا مال لیتے؟

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّحِیم نے اپنے اَحباب میں سے کسی سے دُو دِرْہَم مانگے، اس کے پاس نہ تھے تو ان کی مَحْفِل میں شریک ایک نوجوان نے فوراً ایک تھیلی نکالی جس میں 200 دِرْہَم تھے اور آپ کی خِدْمَت میں پیش کرنا چاہی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی بلکہ اِرشَاد فرمایا: کیا ہم ہر اس شخص سے قبول کرلیں جو ہم پر کچھ خَرْچ کرے؟ (ایسا نہیں کیونکہ) ہم صِرف اسی سے کچھ لیتے ہیں جس کے مُتَعَلِّق جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ ہمیں دے رہا ہے وہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی نِعْمَت ہے جو ہمیں دی گئی نِعْمَت سے بڑھ کر ہے۔

سَیِّدُنا حسن بصری کس کا مال لیتے؟

ایک طویل قِصّہ میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خِدْمَت میں ایک شخص نے بہُت کثیر مال پیش کیا مگر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قبول نہ فرمایا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت سَیِّدُنا ہاشِم اَوقَص رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عَرْض کی: اے ابو سعید! میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ نے ایک شخص کا مال قبول نہ کرکے اس کی عزّت افزائی نہیں فرمائی اور وہ غم زدہ لوٹ گیا، حالانکہ آپ نے حضرت سَیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سَیِّدُنا محمد بن واسِع عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّافِع کا مال کئی بار وُصول کیا ہے۔ تو

آپ نے اِرشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رَحم فرمائے! (میں نے اس شخص کا مال اس لیے قبول نہ کیا کیونکہ) مالِک بن دینار اور اِبنِ واسع سے جب ہم کچھ لیتے ہیں تو ان کا مقصود اپنے رب کی رَضا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہم پر لازِم ہے کہ ان کا مال قبول کرلیں جبکہ یہ شخص جو کچھ دے رہا تھا اس کا مقصود ہماری رَضا تھی، اس لیے ہم نے اس کا مال قبول نہ کیا۔

مُتوکِّل کی رضا و ناراضی

مُتوکِّل کسی کی مَذمَّت بیان کرتا ہے نہ کسی سے اس وجہ سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کی عطاوبَخشِش میں رُکاوٹ کا سَبَب بنا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی نعمتوں کو روکنے والا ہے اور جس طرح کوئی نِعمَت عَطا کرنے میں اس کی حِکمَت کار فرما ہوتی ہے اسی طرح عَطا نہ کرنے میں بھی اسی کی حِکمَت کار فرما ہے۔ البتہ! مُتوکِّل کسی کی مَذمَّت بیان کرتا ہے یا اس پر ناراض ہوتا ہے تو صِرف اسی صُورَت میں جب اس بندے پر خَرچ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لازِم ہو چکا ہو اور وہ نہ کرے، یوں اس کی ناراضی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے مُوافِق ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ خَرچ کرنے والے کی سَخاوَت دیکھ کر اپنے بے اِنتِہا کَرَم کی وجہ سے اس کی تعریف فرماتا ہے اور مُتوکِّل کو نِعْمَت عَطا کرنے اور ناپسندیدہ اُمور سے دُور رکھنے میں اپنی کار فرما مَشِیَّت کے مُشاہَدے کی توفیق عَطا فرماتا ہے، جبکہ بُخل کرنے والوں اور نافرمانوں کی مَذمَّت بیان کرتا ہے تاکہ اس کی حِکمَت کی قُدرَت کا اِظْہار ہو اور تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ بھی ظاہِر ہو جائے اور اس کی وجہ سے اَحکام اور حلال و حَرام کی تفصیل مَعلُوم ہو جائے، نیز لوگوں پر ثواب و عَذاب کے اَحکام بھی مُرتَّب ہوں۔ اس طرح وہ اپنے اَمر کو ظاہِر فرماتا ہے مگر تقدیر کے راز کو اپنے ساتھ خاص کرلیتا ہے، چنانچہ مومِن اس کے اَمر پر عَمَل کرتا ہے اور جس بات کو اس نے اپنے ساتھ خاص کرلیا ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتا ہے۔

سَیِّدُنا جنید بغدادی کی تائید

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) مجھے میرے مشائخ میں سے کسی نے یہ بات بتائی کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی سے عَرض کی کہ آپ

کے چند اَحباب پر جب ہم کچھ خَرچ کرتے ہیں تو وہ ہماری بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں مگر جب ہم کچھ خِدمت بجا نہیں لاتے تو وہ ہماری پَرواتک نہیں کرتے۔ پوچھا: وہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ فلاں فلاں ہیں، یعنی انہوں نے آپ کے جلیلُ القدر اَحباب کے نام لیے کہ جن کے عارِف ہونے کا آپ کو یقین تھا اور ان کے سچّے ہونے میں بھی کوئی شک نہ تھا، چنانچہ اِرشَاد فرمایا: وہ بالکل اَچھّا کرتے ہیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر عَرض کی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ جب تم ان پر کچھ خَرچ کرتے ہو تو تم اپنی نفسانی خواہش کی مُخالَفت اور اپنے رب کے حُکم کی مُوافَقَت کرتے ہو، لہٰذا ان پر تمہاری عزّت کرنا لازِم ہو جاتا ہے مگر جب تم ان سے پہلُو تَہی کرتے ہو اور اپنی نفسانی خواہش کی مُوافَقَت اور اپنے رب کے حُکم کی مُخالَفت کرتے ہو تو ان پر تمہاری طرف سے منہ موڑنا لازِم ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کے اپنے اَحباب کے نام پوچھنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ ایسا آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لیے کیا تھا تاکہ جان سکیں کہ ایسا کرنے والوں کا مرتبہ کیا ہے کیونکہ آپ کے اَحباب میں عام لوگ بھی تھے اور خاص بھی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ بعض اَوقات ایسی باتیں کمزور دلوں میں داخِل ہو کر زُہد کا خاتِمہ کر دیتی ہیں اور پھر وہاں ہَوَائے نَفْس اپنا ڈیرہ جما لیتی ہے، مگر جب آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان لوگوں کے نام جان کر ان کے عَمَل پر رَضامندی اور اِعتِماد کا اِظْہار کیا تو ان کے عَمَل کے دُرُست ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی۔ اس لیے کہ اس صُورت میں عارِفین کے لیے یہی حُکم تھا، لہٰذا یہ عَمَل ان کے لیے مزید اِنْعامات کا باعث بن گیا اور انہیں حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی سے زاہِد اور عارِف ہونے کی سَنَد بھی مِل گئی۔

اگر اِبنِ آدم ربّ کے سِوا کسی سے نہ ڈرے تو

ایک عالِم یہ حدیثِ قُدسی نَقْل فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے: اگر اِبنِ آدم کو میرے عِلاوہ کسی کا خوف نہ ہو تو میں بھی اسے اپنے عِلاوہ کسی کا خوف نہ دوں گا اور اگر اِبنِ آدم میرے سِوا کسی سے کوئی اُمّید نہ رکھے تو میں اسے اپنے سِوا کسی کے سُپُرد نہ کروں گا۔

بندہ قبر میں کن اشیا سے ڈرے گا؟

اس سے بھی سخت رِوایت یہ ہے کہ بندہ جب اپنی قبر میں جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر وہ شے جس سے وہ ڈرا کرتا تھا مِثالی صُورت میں اسے قِیامَت تک ڈراتی رہتی ہے۔[1]

کس سے ہر شے ڈرتی ہے؟

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرتی ہے۔

مخلوق کا خوف

مَنْقُول ہے کہ مخلوق کا خوف خالق کے خوف میں کمی کی سزا ہے، جس کا سَبَب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کم مَعْرِفَت رکھنا اور اس پر تَوَکُّل کا کمزور ہونا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَاَ اَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَهۡبَةً فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۱۳﴾ (پ۲۸، الحشر: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ان کے دِلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

جب بندہ کامِل طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے لگتا ہے تو مخلوق کا خوف اس کے دِل سے خَتْم ہو جاتا ہے اور یہ خوفِ مخلوق کے دِلوں میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس سے ڈرنے لگتی ہے لیکن شَرْط یہی ہے کہ وہ اس سے نہ ڈرتا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جب بندے کا مُشاہَدہ کامِل ہوتا ہے اور وہ اپنے مُشاہَدے پر قائم رہتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلیوں کا مُشاہَدہ کرتے وَقْت مخلوق کا وُجُود خَتْم ہو جاتا ہے اور اس وَقْت وہ اپنے ربّ کے سِوا کچھ نہیں دیکھتا، یوں جب اس کا دِل مالکِ حقیقی کے مُشاہَدے کے سَبَب ہر شے سے خالی ہو جاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی سَلْطَنَت میں اس کے لیے مَخْصُوص حصّہ اسے عَطا فرماتا ہے۔

وہ شخص ملعون ہے جو

حضرت سَیِّدُنا سُنَید بن داود عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن ابی کثیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَبِیْر سے

---

[1] ....حلیۃ الاولیاء، احمد بن الحواری، ۱۰/ ۱۲، الرقم: ۱۴۳۱۸

رِوایَت کرتے ہیں کہ تورات میں ہے: وہ شخص مَلْعُون ہے جو اپنے جیسے شخص پر بھروسا کرے۔

حضرت سَیِّدُنا سُنَیْد بن داود عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَدُوْد فرماتے ہیں: مُراد یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتا۔ ایک قول کے مُطابِق کسی شخص کا یہ کہنا کہ اگر ویسا نہ ہوتا تو ایسا بھی نہ ہوتا، شِرک ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر کہنے سے بچو کہ یہ شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

شیطان کا لشکر

ایک عالم فرماتے ہیں کہ سَوف (یعنی یہ کہنا کہ عنقریب میں یہ کام کر لوں گا) شیطانی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو ویسا نہ ہوتا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے جبھی شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں ہے کہ (ان کے شِرک کرنے سے مُراد یہ ہے کہ خشکی پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے پہنچتے مگر) وہ کہتے کہ مَلّاح بہُت تیز بھاگنے والے تھے۔ اسی کی مِثل ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

مَنْقُول ہے کہ (انہیں مُشرِک اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ) وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کتّے نہ بھونکتے اور مُرغ بانگ نہ دیتے تو ہم ضَرور چور پکڑ لیتے۔

بندوں سے عزّت کی خواہش

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جو بندوں سے عزّت چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل کرتا ہے۔[1]

توکُّل کا حق ادا کرنے کی برکت

سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح توکُّل کرو جیسا کہ توکُّل کا حَق ہے تو وہ تمہیں ضَرور رِزْق عَطا کرے گا جیسا کہ پَرِندے کو عَطا کرتا ہے کہ وہ صُبْح خالی پیٹ نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتا ہے[2] اور تمہاری دُعا سے پہاڑ بھی لَرَز جائیں گے۔[3]

ایسا ہی ایک قول یہ بھی مَرْوِی ہے کہ اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت کا حَق پہچان لو تو وہ تمہیں ضَرور یقین کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔ چنانچہ یہ قول بھی اس بات کی دلیل ہے کہ توکُّل کی حقیقت حُسْنِ مَعْرِفَت اور صِدْقِ یقین میں ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: پَرِندے کو دیکھو، فَصْل بوتا ہے نہ کاٹتا ہے اور نہ ذخیرہ کرتا ہے پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ہر دِن نیا رِزْق عَطا فرماتا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ پرندوں سے بڑے ہیں تو جانوروں کو دیکھ لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کس طرح اس مَخلوق (کے تم سے بھی بڑے پیٹ) کے لیے رِزْق مُقَرَّر کر رکھا ہے۔

خوراک ذخیرہ کرنے والے تین۳ جاندار

مَنْقُول ہے کہ صِرف تین۳ جاندار ہی خوراک ذخیرہ کرتے ہیں: چیونٹی، چُوہا اور انسان۔[4]

مُتَوَکِّلِین کا رزق کن کے ہاتھوں میں ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو یعقوب سُوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مُتَوَکِّلِین کے رِزْق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم اور

---

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد عبید بن عمیر، ص ۳۸۵، حدیث: ۲۳۰۸

[2] ......ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین، ۴/۴۵۲، حدیث: ۴۱۶۴

[3] ......نوادر الاصول، الاصل الرابع والاربعون، ۱/۱۸۰، حدیث: ۲۶۹

[4] ......عیون الاخبار، کتاب الطبائع، الحشرات، ۲/۱۱۵

اِخْتِیار کے مُطابِق خاص لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور انہیں مَشَقَّت نہیں کرنا پڑتی جبکہ عام لوگ مَصروف رہتے اور مَشَقَّت اُٹھاتے ہیں۔

توکل کب درست ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو یعقوب سُوسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مُتَوَکِّل جب سَبَب پر نِگاہ رکھے یا مَذَمَّت و مَدح کے مُتَعَلِّق خَیال کرے اور تَوَکُّل کا دعویٰ کرے تو اس کا تَوَکُّل دُرُست نہیں۔

تَوَکُّل کی اِبتِدا اپنی پسند کو چھوڑ دینا ہے، لہٰذا مُتَوَکِّل کا تَوَکُّل اسی صُورت میں دُرُست ہو سکتا ہے کہ اس کی تکلیف مَخلوق سے دُور ہو جائے، وہ کسی سے اپنی تکلیف کی شِکایَت کرے نہ ان میں سے کسی کی مَذمّت بیان کرے، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ نعمتیں دینے اور نہ دینے والی صِرف ایک ہی ذات ہے، چنانچہ وہ سب سے منہ موڑ کر صِرف اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

توکل کا ادنیٰ، درمیانی اور بلند درجہ

حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کسی نے عَرض کی: تَوَکُّل کا اَدنیٰ دَرَجَہ کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: تَمَنّائیں چھوڑنا تَوَکُّل کا ادنیٰ دَرَجَہ اور اِخْتِیارات چھوڑنا درمیانہ دَرَجَہ ہے۔ عَرض کی گئی: پھر تَوَکُّل کا بُلَند دَرَجَہ کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اس کی مَعرِفَت صِرف اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو تَوَکُّل کے درمیانی دَرَجے پر فائز ہو اور اس نے اپنے اِخْتِیارات کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کے بعد آپ نے ایک طویل کلام کیا۔

رزق پانے کے اعتبار سے لوگوں کی چار اقسام

ایک بُزرگ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ **اللہ** کا رِزْق کھاتے ہیں مگر سب کے مُشاہَدات میں فَرْق ہے:

(1) بعض لوگوں کو اپنا رِزْق پانے کے لیے ذِلَّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(2) بعض کو حُصُولِ رِزْق کے لیے کافی مَشَقَّت اٹھانا پڑتی ہے۔

(3) بعض کو رِزْق پانے کی خاطر اِنتِظار کرنا پڑتا ہے۔

(4) بعض کو رِزْق عزّت سے پیش کیا جاتا ہے، انہیں اس سلسلے میں مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے نہ اِنتِظار کرنا پڑتا

ہے اور نہ اس کی خاطِر کسی قِسْم کی ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ چار قسم کے لوگ کون ہیں؟

﴿1﴾ جن لوگوں کو رِزْق پانے کے لیے ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ لوگوں سے اسے مانگتے ہیں، ان کی نِگاہیں مخلوق کے ہاتھوں پر رہتی ہیں، اس لیے وہ ان سے ذِلّت پاتے ہیں۔

﴿2﴾ جن لوگوں کو حُصُولِ رِزْق کے لیے کافی مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے ان سے مُراد وہ مزدور پیشہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک حُصُولِ رِزْق کے لیے محنت و مَشَقَّت کرتا ہے۔

﴿3﴾ جن لوگوں کو رِزْق پانے کی خاطِر اِنتِظار کرنا پڑتا ہے ان سے مُراد تاجِر حَضْرات ہیں، یہ لوگ اپنا سامان فَروخت کرنے کے اِنتِظار میں رہتے ہیں، گویا ان کے دل مَشَقَّت کا شِکار اور اِنتِظار کے عَذاب میں مبتلا ہیں۔

﴿4﴾ جن لوگوں کو رِزْق عزّت سے پیش کیا جاتا ہے، انہیں اس سلسلے میں مَشَقَّت اُٹھانا پڑتی ہے نہ اِنتِظار کرنا پڑتا ہے اور نہ اس کی خاطِر کسی قِسْم کی ذِلّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان سے مُراد صُوفِیائے عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہیں، ان کی نِگاہیں صِرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر رہتی ہیں، لِہٰذا یہ لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنا حِصّہ عزّت سے وُصُول کرتے ہیں۔

مخلوق سے چھپا کر کسی سے کچھ لینا یا دینا

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن حمّاد عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْجَوَّاد کی خِدْمَت میں حاضِر ایک شخص نے صِلہ رِحمی کرتے ہوئے کوئی شے آپ کو پیش کرنا چاہی مگر وہ حاضِرین سے اسے چھپا رہا تھا تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اپنی گود پھیلا دی اور اِرشاد فرمایا: جو دینا چاہتے ہو سب کے سامنے دو، کیونکہ جو شخص مخلوق سے کچھ رِزْق لیتے وَقْت اسے چھپاتا ہے وہ رِزْق و عَطا میں اپنے خالِق کا مُشاہَدہ نہیں کر سکتا۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) واقعی یہی بات ہے، کیونکہ چھپا کر دینا اس کے حَق میں اَفْضَل ہے جس کا حال آپ پر مَخْفِی ہو، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کِتاب میں نیکی

اور تقویٰ کے ہر کام میں تعاوُن کا حکم دیا ہے اور اس میں مَوجُود دیگر لوگوں کے دِل کی اِصلاح بھی ہے، اس لیے کہ چھپا کر دینے سے بد گمانی اور حَسَد پیدا ہونے کا خَدْشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کو یہ تمام آداب سکھائے اور پوشیدہ طور پر مُعَامَلات سَر اَنْجام دینے کی وَصیَّت کی۔ چنانچہ اِرشَاد فرمایا: اپنے اُمُور کو پوشیدہ رکھو، کیونکہ ہر صَاحِبِ نِعْمَت سے حَسَد کیا جاتا ہے۔

ذِلّت ورُسوائی کے شکار لوگ

مذکورہ چار قِسم کے لوگوں کے علاوہ ایک پانچویں قِسم بھی ہے جو اَربابِ سلاطین سے اپنے رِزْق کا حِصّہ وُصُول کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی رُوح اور ضمیر ان سَلَاطِین کے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں، یہ حد دَرَجہ خَسارے میں مبتلا اور ذِلّت ورُسوائی کے شِکار ہیں۔

اللہ کے عیال کون؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **مخلوق اللہ کے عَیال ہیں، اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو وہ شخص سب سے زیادہ مَحْبُوب ہے جو اس کے عَیال یعنی مَخلوق کو زیادہ نَفْع پہنچائے۔ [1]

اس حدیثِ پاک کے مُتَعَلّق کسی عالِم سے پوچھا گیا کہ یہاں عَیال سے مُراد کون لوگ ہیں تو انہوں نے اِرشَاد فرمایا: یہ خاص لوگ ہیں یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال اس کے خواص ہیں۔ عَرض کی گئی: وہ کیسے؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ لوگ چار طرح کے ہیں: تاجِر، مَزدور، کاریگر اور کَاشْت کار۔ لہٰذا جو شخص ان چاروں میں سے نہ ہو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال میں سے ہے اور مَخلوق میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو وُہی شخص سب سے زیادہ مَحْبُوب ہے جو اِن لوگوں کو سب سے زیادہ نَفْع پہنچائے۔

زکاۃ وصدقات کس کے لیے ہیں؟

حقیقت بھی یہی ہے جیسا انہوں نے اِرشَاد فرمایا۔ اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بندوں پر جو بعض مالی حُقُوق لازِم قرار دیئے اور ان کے اَمْوَال میں جو زکاۃ فَرض کی ہے وہ انہی لوگوں کے لیے ہے، کیونکہ یہ اس

---

[1] ....مسند بزار، مسند انس بن مالک، ۱۳ / ۳۳۲، حدیث: ۶۹۴۷

کے عَیال ہیں، ان کی کوئی تِجارَت ہے نہ کوئی صَنْعَت۔[1] چنانچہ ان کی مَعاش کی ذِمّہ داری تاجِروں اور کاریگروں پر ڈال دی۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ زکاۃ لینا کسی تاجِر کے لیے جائز ہے نہ کسی کاریگر کے لیے، کیونکہ دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: صَدَقَہ (یعنی زکاۃ) کسی مال دار کے لیے جائز ہے نہ کسی طاقتور کمائی کرنے والے کے لیے۔[2]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہاں سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کمائی کرنے کو مال داری کے قائم مَقام قرار دیا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝٢٠ (پ ۱۴، الحجر: ۲۰)[3] ﴾ یعنی ہم نے بنا دیئے تمہارے لیے بھی اس میں رِزْق کے سامان اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔ اس آیتِ مُبارَکہ میں غور کرنے سے مَعْلُوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ روزی پہنچانے والے نہیں ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کا زمین میں کوئی ذریعۂ مَعاش نہیں کہ جس سے وہ کما سکیں۔ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عَیال ہیں، ان کا شُمار اس کے اَہْل میں ہوتا ہے نہ کہ دنیا کے اَہْل میں، کیونکہ دنیادار دنیا کی خاطِر کمائی کرتے اور اس کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔

تین۳ آیات سے اپنے حال پر مدد طلب کی

حضرت سَیِّدُنا عامر بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآنِ کریم میں تین۳ آیاتِ مُبارَکہ

---

[1] .... بہارِ شریعت میں زکاۃ کے سات مَصارِف میں فقیر و مسکین کی تعریف یوں مذکور ہے: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نِصاب کو پہنچ جائے یا نِصاب کی قدْر ہو تو اُس کی حاجتِ اَصلِیہ میں مُسْتَغْرَق ہو، مثلاً رہنے کا مَکان پہننے کے کپڑے خِدْمَت کے لیے لونڈی غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کِتابیں جو اس کی ضَرورت سے زیادہ نہ ہوں جس کا بیان گزرا۔ یوہیں اگر مدیُون ہے اور دَین نکالنے کے بعد نِصاب باقی نہ رہے، تو فقیر ہے اگرچہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نِصابیں ہوں۔ جبکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدَن چھپانے کے لیے اس کا مُحتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حَلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدَن چھپانے کو ہو اُسے بغیر ضَرورت و مجبوری سوال حَرام ہے۔ (بہارِ شریعت، مالِ زکاۃ کے مصارف، ۱/ ۹۲۴)

[2] .... ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، ۲/ ۱۶۶، حدیث: ۱۶۳۴، ۱۶۳۳

[3] .... ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کر دیں اور وہ کر دیئے جنہیں تم رِزْق نہیں دیتے۔

پڑھیں تو ان سے اپنے حال پر مدد طلب کی۔ چنانچہ،

پہلی آیتِ مُبارکہ: جب میں نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ پڑھا:

وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (پ ۱۱، یونس: ۱۰۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فَضْل کا رَدّ کرنے والا کوئی نہیں۔

تو خود سے کہا: اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے کوئی نُقصان پہنچانا چاہے تو کوئی مجھے نَفْع دینے پر قادِر نہیں ہو سکتا اور اگر وہ مجھے کوئی نِعْمَت عطا فرمانا چاہے تو کوئی اسے مجھ سے روک نہیں سکے گا۔

دوسری آیتِ مُبارکہ: جب میں نے یہ آیتِ مُبارکہ پڑھی:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

تو اس کے سِوا ہر ایک کی یاد سے منہ موڑ کر صِرف اسی کی یاد میں مگن ہو گیا۔

تیسری آیتِ مُبارکہ: جب سے میں نے یہ آیتِ مُبارکہ پڑھی ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رِزْق اللہ کے ذِمّۂ کَرَم پر نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قَسَم! اپنے رِزْق کا اِہتمام نہیں کیا بلکہ آرام میں ہوں۔

اَسباب پر نظر

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مُتَوَکِّل جب سَبَب پر اپنی نِگاہ رکھے تو وہ محض تَوَکُّل کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: اِیمان کے ساتھ اَسباب کا کوئی تعلّق نہیں بلکہ اَسباب تو اِسلام میں ہوتے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ اِیمان کی حقیقت میں اَسباب پر نَظَر ہوتی ہے نہ ان سے سُکُون حاصِل ہوتا ہے بلکہ اَسباب پر نَظَر رکھنا اور مخلوق میں طَمَع کا پایا جانا مقامِ اِسلام میں پایا جاتا ہے۔

اسی لیے حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے جگر گوشے سے اِرشاد فرمایا: اِیمان کے چار اَرکان ہیں، اِیمان ان کے بغیر دُرُست نہیں ہو سکتا جیسا کہ جِسْم دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے بغیر دُرُست نہیں ہوتا۔

(وہ اَرکان یہ ہیں:) ﴿1﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل رکھنا ﴿2﴾ اس کی قضا کو تسلیم کرنا ﴿3﴾ اپنا ہر مُعاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کر دینا اور ﴿4﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر راضی رہنا۔

مُتوکّل کا حال

مُتوکّل کا حال یہ ہے:

- اس کا دِل بندوں کی طرف دیکھنا خَتْم کر دیتا ہے۔
- مخلوق کے قبضے میں مَوجُود اَشیا میں طَمَع کی فِکْر سے آزاد ہو جاتا ہے۔
- اس کا دِل دِلوں کو پھیرنے والی اور تدبیر فرمانے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لگ جاتا ہے۔
- اس کی فِکْروں کا مرکز تقدیر بنانے اور اُمُور میں تَصرُّف کرنے والی ہستی کی قُدْرَت بن جاتا ہے۔
- اَسباب کی عَدَم مَوجُودَگی اسے کسی ایسے کام پر مَجْبُور نہیں کرتی جس سے عِلْم مَنْع کرے اور اسے مَذمُوم قرار دے۔
- کوئی اسے حَق بات کہنے اور اس پر عَمَل کرنے سے روک نہیں سکتا۔
- کوئی اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر دوستی اور دشمنی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔
- کوئی اسے مخلوق پر اَسباب کے نَفاذ سے مَنْع نہیں کر سکتا۔
- ایسا مُمکِن نہیں کہ وہ اس بنا پر حَق بات کہنا چھوڑ دے کہ لوگوں سے حَیا محسوس کرتا ہے یا ان میں طَمَع رکھتا ہے یا اسے ڈر ہے کہ ان سے حاصِل ہونے والے فوائد خَتْم ہو جائیں گے۔
- حاجات کا پیدا ہونا اور فاقوں کی نَوبَت آجانا بھی اسے اس بات پر مَجْبُور نہیں کر سکتا کہ وہ لوگوں کی نفسانی خواہشات کے سامنے جھک جائے، باطِل کی طرف مائل ہو یا حَق بات پر خاموشی سادھ لے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی دشمن کو دوست بنالے یا اس کے کسی دوست سے دشمنی کرنے لگے۔
- وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے اس کا حال لوگوں کے نزدیک بہتر ہو۔
- وہ لوگوں کا شکریہ اس لیے اَدا نہیں کرتا کہ انہوں نے اسے اپنا مال دیا حالانکہ وہ ان سے دُور رہا۔
- وہ کسی مَعْرُوف صَنْعَت کی نگہداشت نہیں کرتا کیونکہ اس کی نِگاہیں صانِع یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہوتی ہیں۔

❁ ⇐وہ کسی مَصْنُوع یعنی شاہکار پر اپنی نِگاہیں نہیں جَماتا کیونکہ اسے دائمی مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور وہ اس شے کے ایسا ہونے کے اَزَلی فیصلے کو جانتا ہے۔

❁ ⇐وہ مخلوق کی کسی عادَت پر مطمئن ہوتا ہے نہ اس کی کسی بات پر بھروسا کرتا ہے، اس لیے کہ اسے یقین ہے کہ اسے رِزْق دینے اور نَفْع ونُقْصان پہنچانے والی ہستی **اللّٰہُ الْوَاحِد** عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔

یہ مذکورہ باتیں فَرْض تَوَکُّل سے تعلّق رکھتی ہیں، اگر کسی شخص میں یہ سب باتیں پائی جائیں مگر وہ مُسْتَحَب تَوَکُّل پر عَمَل کرنے کے بجائے تَوَکُّل کی حُدُود سے ہی نِکَل جائے تو وہ ضُعْفِ اِیمان کا شِکار ہے۔

توکل کے منافی فساد کا حملہ اور اس کا علاج

بعض اَوقات بُلَند ہِمَّت لوگوں پر ان کے تَوَکُّل کو فاسِد کرنے والی نفسانی خواہشات حَملہ آور ہوئیں تو انہوں نے اَسباب سے ناطہ توڑ کر ان نفسانی خواہشات کی جڑوں کو ہی خَتْم کر دیا، ان کے تَرْک پر پختہ یقین کیا، شہروں سے دُور ہو گئے اور دیس سے پردیس (یعنی آبادی کے بجائے ویرانوں) کو اِخْتیار کیا اور ہزاروں کا مال اور مَحْبُوب اَشیا کو چھوڑ دیا، اس طرح انہوں نے جہاں سے فساد پیدا ہوا تھا اسے وہاں سے نِکال باہَر کیا، انہوں نے اس کا عِلاج یہ کیا کہ جس راستے سے یہ فساد ان تک پہنچا تھا انہوں نے وہاں اس کی ضِد کو کھڑا کر دیا یہاں تک کہ اس سلسلے میں بَسا اَوقات وہ ظاہِرِ عِلْم کے بھی بر عَکس کر گئے اور انہوں نے ظاہِری عِلْم کو چھوڑ کر باطِنی عُلُوم، اپنے مُشاہَدے کے تقاضے اور اپنے حال کے وِجدان کے مُطابِق عَمَل کیا۔ اس لیے کہ اَہْلِ ظاہِر کسی بھی شے میں ان پر حُجّت نہیں بلکہ یہ لوگ ان پر حُجّت ہیں، کیونکہ اِیمان کا ظاہِر بھی ہے اور باطِن بھی، جبکہ عِلْم مُحْکَم بھی ہوتا ہے اور مُتَشَابِہ بھی۔ نیز اَہْلِ حَق توفیق کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور انہیں حقیقت تک رَسائی کی زیادہ توفیق حاصِل ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ انہیں اس لیے ملا کیونکہ ان کا تَوَکُّل صحیح ہوتا ہے، وہ اپنے وَعدے کو اَچھّی طرح پورا کرتے اور اپنے حال کے اَحْکام کے مُطابِق عَمَل کرتے ہیں تاکہ ان کے دِل **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی سے راحَت پائیں نہ ان کی سوچوں کا مَحْوَر اس کے سِوا کوئی اور ذات بنے۔

ان کے نَفْس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کسی پر مطمئن ہوتے ہیں نہ وہ اس کے عِلاوہ کسی کو اپنی پناہ گاہ بناتے ہیں۔ وہ لوگوں کی خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتے کہ ان کے دِل دھوکے میں مبتلا ہوں، ان کا یقین

پَراَگندہ ہو اور ان کا اِیمان جو کہ اَصل کی حَیثِیَّت رکھتا ہے وہ کمزور ہو جائے۔ وہ اپنے دِل کی حِفاظَت کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ کَشف و مُشاہَدہ کا مَحَل ہے تاکہ اپنا راسُ الْمال برباد کر کے اپنے حال کی حقیقت سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ کس سے نَفع حاصِل کریں گے اور کیا اَعمال سَر اَنجام دیں گے؟ یہ باتیں عَقل والے ہی سمجھتے ہیں مگر ظاہِری آنکھیں انہیں دیکھ نہیں سکتیں۔

توکل سے فرار

مُقَرَّبین میں سے کسی سے جب تَوَکُّل کی حقیقت کے مُتعلّق پوچھا گیا تو انہوں نے اِرشاد فرمایا: تَوَکُّل کی حقیقت تَوَکُّل سے فَرار ہے۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس قول سے مُراد یہ ہے کہ بندہ مَقامِ تَوَکُّل سے راحَت نہ پائے، یعنی تَوَکُّل کرے مگر اپنے تَوَکُّل پر نَظر نہ رکھے کیونکہ اسی تَوَکُّل کے باعِث اسے کِفایَت وعَافِیَّت دی گئی اور اس کی حِفاظَت فرمائی گئی۔ لہٰذا تَوَکُّل پر نَظر رکھنا تَوَکُّل میں بیماری کی حَیثِیَّت رکھتا ہے اور اس سے چھٹکارا حاصِل کرنا لازِم ہے یہاں تک کہ بندے کی نِگاہیں ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمَت پر لگی رہیں اور کبھی بھی وہاں سے نہ ہٹیں، وہ بغیر تھکے ہر لمحہ اس کے مُشاہَدہ میں مَصروف رہے، (اگر ایسا ہو جائے تو) کوئی شے بندے اور اس کے مَعبُود کے درمیان حائل نہ ہو گی کہ جس کی جانِب وہ دیکھے یا اس پر اِنْحِصار کرے یا اس سے رہنمائی حاصِل کرے یہاں تک تَوَکُّل جو کہ اس کا طریق ہے وہ بھی اس کے اور اس کے مَعبُود کے درمیان حائل نہ ہو گا۔

لاچار و مُضطَر کون؟

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ترجمۂ کنز الایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے۔ (پ۲۰، النمل: ۶۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تفسیر میں ایک عارِف فرماتے ہیں: یہاں مَجبُور و لاچار سے مُراد وہ شخص ہے جو بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہو کر دَستِ سوال دراز کرے تو اپنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان

اپنی کسی نیکی کی طرف نہ دیکھے کہ جس کے سَبَب وہ کسی شے کا مُستَحِق بن سکتا ہو بلکہ یوں عَرض کرے: اے میرے پروردگار! مجھے بغیر کسی عِوَض کے وہ شے عَطا فرما جس کی کوئی اَہَمِیَّت نہ ہو۔ اس صُورت میں اس کے پروردگار کے ہاں اس کا کل مال و مَتاعِ اِفلاس ہو گا اور تمام اَعمال میں اس کا حال اِفلاس بن جائے گا۔ یہی شخص مُضطَر اور لاچار و مَجبُور ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہی لوگوں کی صِفَت تقویٰ و خوف سے بیان فرمائی، انہیں اپنے دین کی دعوت دینے اور لوگوں کو ڈرانے کا اہل قرار دیا اور ان کے مُتعلّق خَبَر دی کہ وہ اپنے مَعبُود اور لوگوں کے درمیان کسی سَبَب پر نظر رکھتے ہیں نہ کسی کی سِفارِش پر۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انہیں کلامِ اِلٰہی سے ڈرانے کا حکم اِرشاد فرمایا، اس طرح انہیں اپنے کلام کا مُخاطَب بنایا اور لوگوں کا رُخ ان کی طرف کر دیا جس طرح کہ ان کا رُخ اپنے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان سے کلام کرنے والا بنایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ (پ۷، الانعام: ۵۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی حمایتی ہو نہ کوئی سِفارِشی اس اُمّید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

پھر ہم جیسوں یعنی لَہو ولَعِب اور فریب وغَفلَت کا شِکار لوگوں کو ڈراتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (پ۷، الانعام: ۷۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اور اُنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔

حَول اور قوت سے بَری ہونا

کسی عالِمِ رَبّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی (یعنی حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی) سے عَرض کی گئی: تَوَکُّل کیا ہے؟ تو انہوں نے اِرشاد فرمایا: تَوَکُّل حَول اور قوّت سے بَری ہونا ہے، جبکہ حَول قوّت سے زیادہ سخت ہے۔ حَول سے مُراد حَرَکت اور قوّت سے مُراد حَرَکت پر ثابِت قَدمی ہے کہ حَرَکت ہی کسی فعل کی اِبتِدا ہے، مَطلَب

یہ ہے کہ تَوَکُّل کی بنا پر اپنی کسی حَرَکت کی طرف بھی مَت دیکھ، کیونکہ سب سے پہلے حَرَکت پیدا کرنے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے اور اسی طرح حَرَکت کے بعد اس پر ثابِت قَدَم رہنے کو بھی مَت دیکھ کہ حَرَکت کے بعد اس پر ثابِت قَدَمی عَطا فرمانے والا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، اس طرح اَوَّلِیَّت و آخِرِیَّت تیرے عَینُ الیقین کی بنا پر اس مُشاہَدے کی حقیقت بن جائے گی کہ وہی اَوَّل و آخِر ہے، یوں حقیقتِ توحید کی وجہ سے تیرے دِل سے مَخفِی شِرک تک نکل جائے گا اور یہی مُشاہَدۂ یقین ہے یعنی اس وَقت تیرا مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کی بنا پر تَوَکُّل دُرُست ہو گا۔

توکل اور ترکِ تدبیر

ایک مرتبہ آپ (یعنی حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَرِی) عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِرشاد فرمایا: تَوَکُّل تَرکِ تدبیر کا نام ہے، ہر تدبیر کی اصل رَغبت ہے اور ہر رَغبت کی اَصل لمبی اُمّید ہے، جبکہ لمبی اُمّید کا تعلّق مَحَبَّتِ بقا سے ہے اور یہ شِرک ہے۔ مُراد یہ ہے کہ ایسا چاہنے والا گویا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وَصفِ بقا میں شریک ہونا چاہتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن اپنے آپ کو حِجاب میں نہ رکھا، البتہ! ان کی تدبیر کو ہی ان کا حِجاب بنا دیا۔

ترکِ تدبیر سے مُراد

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) تَرکِ تدبیر کے مُتَعَلِّق حضرت سَیِّدُنا سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے کثیر اَقوال مَنقُول ہیں، بہتر یہ ہے کہ (انہیں بیان کرنے سے پہلے) تَرکِ تدبیر کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ تَرکِ تدبیر سے ان کی مُراد یہ نہیں کہ بندے کو جو کچھ عَطا ہوا اور اس کے لیے مُباح کیا گیا اس میں تَصَرُّف کرنا چھوڑ دے اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ان کا قول ہے: جس نے کمائی کرنے پر طَعن کیا اس نے سُنّت پر طَعن کیا اور جس نے کمائی نہ کرنے پر طَعن کیا اس نے توحید پر طَعن کیا۔ گویا تَرکِ تدبیر سے ان کی مُراد خواہشوں کا تَرک کرنا ہے، یعنی جب کوئی کام ہو جائے تو اس وَقت بندے کا یہ کہنا کہ یہ کام ایسے کیوں ہوا؟ اس طرح کیوں نہ ہوا؟ یا یہ کہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ نہ ہوتا وغیرہ باتیں نہ کرنا تَرکِ تدبیر ہے، اس لیے کہ ایسی باتیں تقدیر کے لکھے پر جہالَت کا مُظاہَرہ کرنے اور اس پر اِعتِراض کرنے کا باعِث

بننے کے علاوہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَتِ کاملہ اور حِکمت کے مُشاہدے کے خاتِمہ کا سَبَب بنتی ہیں۔

نیز یہ باتیں مَشِیَّتِ باری تعالیٰ کی رُؤیَت اور اس کی وجہ سے حُکم کے جاری ہونے سے غَفلَت پر بھی دَلالَت کرتی ہیں۔ مَطلَب یہ ہے کہ جو باقی ہے اس میں اور جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے اس میں تدبیر اِختیار نہ کی جائے، یعنی تم ان مُعامَلات میں عَقل و عِلم کے ذریعے اپنی فِکر و سوچ کو مَصروف نہ کرو، کہیں ایسا کرنا تمہارا تمہارے مَوجُودہ حال سے تعلّق خَتم نہ کر دے کہ جسے اِختیار کرنا تم پر لازِم و ضَروری تھا یہاں تک کہ اگر مستقبل میں پیش آنے والے اَحکام، کمی بیشی کی بنا پر تَرکِ تدبیر و تقدیر یا تقدیم و تاخیر کی بنا پر ایک وَقت سے دوسرے وَقت میں یا ایک بندے سے دوسرے بندے کی طرف مُنتَقِل ہونے میں کسی قِسم کی کوئی کوتاہی پائی گئی تو اس وَقت بھی آپ کا حال ماضی کی طرح ہو گا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انسان ماضی کی تدبیر نہیں کر سکتا؟

ترکِ تدبیر کے متعلق سَیِّدُنا سہل تستری کے اَقوال

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں:

❁ بہتر یہ ہے کہ بندہ مستقبل میں پیش آنے والے مُعامَلات کی تدبیر بھی چھوڑ دے۔

مُراد یہ ہے کہ جو باتیں ہم نے ذِکر کی ہیں ان سے اپنی اُمّیدوں کو وابَستہ نہ کرے تو اس کا مستقبل بھی ماضی کی طرح ہو جائے گا اور یوں اس کے نزدیک دونوں حال یَکساں ہوں گے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اَحکَمُ الْحَاکِمِیْن اور بندہ اپنے اَنجام سے بے خَبَر ہونے کے باوُجود اس کے اَحکام و اَفعال کو تسلیم کرنے والا اور اپنے پروردگار کی تقدیر پر راضی رہنے والا ہوتا ہے۔ اس مفہوم کے اِعتِبار سے تَرکِ تدبیر سے مُراد یقین ہے اور یقین ہی مَقامِ مَعرِفت ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَہلِ یقین کے دِل کو ایک ایسا مَقام بنا دیا ہے جس میں وہ کسی شے کو اس کی شان کے مُطابِق ہی قُدرَت دیتا ہے۔

❁ اے مسکین بندے! اللہ عَزَّوَجَلَّ پہلے بھی تھا مگر تو نہ تھا اور وہ اس وَقت بھی ہو گا جب تو نہ ہو گا، لہٰذا آج تو یہ کیوں کہتا ہے کہ میں میں ہوں۔ بلکہ تو بھی آج اس طرح بن جا جیسے کبھی تھا ہی نہیں، کیونکہ وہ آج بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

❁ زُہد تَرکِ تدبیر کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ ہر اس سبَب سے دُور ہو جائے یا اسے چھوڑ دے جو تدبیر کو لازِم کرے یا اس کا باعث بنے۔ یہ مُراد نہیں کہ بندہ ان اَسباب پر یقین رکھنے والا اور ان کا مُسبِّب بن جائے۔ یہی تَرْک ِ تدبیر کا مفہوم ہے، کیونکہ اس مقام پر تدبیر سے تمیز، اَحْکام کی بجاآوری اور اشیا کو ان کی مُناسِب جگہ رکھنا مُراد ہے۔ چنانچہ اَشیا کی مَوجُودَگی میں بندہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ وہ عَقْل مند، صاحبِ تمیز، عِلْم کا شیدائی اور اَحْکام پر عَمَل پیرا بھی ہو؟

﴾ ان اَشیا کو تَرْک کر دو جن کی تدبیر کی گئی ہے اور ان اَسباب میں زُہد سے کام لو جن میں تمیز سے کام لیا گیا ہے یہاں تک کہ تم سے تدبیر و تقدیر کا حکم ساقِط ہو جائے، چنانچہ ان اَسباب کے تَرْک کرنے سے تم تارِکِ تدبیر بن جاؤ گے۔ اس لیے کہ ان کے اَحْکام تم سے ساقِط ہو گئے ہیں اور تم نے ان پر عَمَل کرنے اور انہیں پیشِ نَظَر رکھنے کی وجہ سے راحَت پالی ہے۔

تَرْک تدبیر کی یہی تفصیل ہے اور یہ مُتَوَکِّلین کا حال ہے، اس لیے کہ مُتَوَکِّل بَقَدْرِ کِفَایَت چیزوں کا اِہتِمام نہیں کرتا جیسا کہ ایک تَنْدُرُسْت شخص بیماری سے شِفایاب ہونے کے بعد دوائی کا اِہتِمام نہیں کرتا۔ البتہ! ایک مُتَوَکِّل بعض اَوقات لَغْزِش سے قبل پرہیز کرتا ہے جس طرح ایک تَنْدُرُسْت شخص بعض اَوقات مَرَض آنے سے پہلے پرہیز کا اِہتِمام کرتا ہے۔

مُتَوَکِّل کا یقین

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رِزْق اللہ کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں۔

اَلْغَرَض مُتوَکِّل اپنے یقین کی بنا پر جان لیتا ہے کہ اسے جو کچھ ملتا ہے خواہ وہ ایک ذرّہ ہو یا اس سے زائد کوئی چیز، بلکہ اس کا رِزْق بھی اس کے خالق عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔ نیز اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ اس کا رِزْق اور جو کچھ اس کے نصیب میں ہے یقیناً اسے ملے گا خواہ وہ کسی بھی حال میں ہو اور جو کچھ اس کا ہے وہ کسی اور کو کبھی نہ ملے گا، اسی طرح جو کچھ کسی کا ہے وہ اسے کبھی نہ ملے گا۔

متوکل کے تین۳ مشاہدات

مُتوَکِّل اپنے پروردگار کی طرف سے عَطا کردہ اپنے نصیب اور اپنی قِسْمَت کو یقین کی اُس آنکھ سے دیکھتا ہے جو اسے تین۳ مُشاہَدات میں سے کسی ایک سے حاصِل ہوتی ہے۔

پہلا مشاہدہ

اگر اس کا مُشاہَدہ قریب ہوا تو اس کی نِگاہیں عَطا و بَخْشِش میں سے اپنی قِسْمَت کے اس صحیفے پر رہتی ہیں جو اس کی پیدائش کے مَوْقَع پر صُورَت بننے کے وَقْت لکھا گیا، جس میں اس کا رِزْق، موت، کام اور بدبخت یا سَعادَت مند ہونا سب لکھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اگر اس کی قِسْمَت میں بدبخت ہونا لکھا گیا ہے تو مخلوق میں سے کوئی بھی اسے سَعادَت مند بنانے پر قادِر نہیں اور اگر اس کی قِسْمَت میں سَعادَت مند ہونا لکھا گیا ہے تو مخلوق میں سے کوئی بھی اسے بدبخت نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح اگر اس کی قِسْمَت میں وَسیع رِزْق لکھا گیا ہے تو کوئی اس کا رِزْق کم نہیں کر سکتا اور اگر اس کا نصیب ہی کم ہے تو کوئی اس کی قِسْمَت میں وُسْعَت نہیں پیدا کر سکتا۔ اسی طرح اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے کچھ عَطا کرے تو کوئی اس سے روک نہیں سکتا کہ وہ اپنی قِسْمَت سے مَحْرُوم ہو جائے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی حقیقی عَطا فرمانے والا ہے اور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اپنی کسی حِکْمَت کی بنا پر اسے کچھ عَطا نہ کرے تو کوئی اسے کچھ دے نہیں سکتا کہ وہ مَرزُوق (یعنی جسے رِزْق دیا گیا ہو) بن جائے۔ اسی طرح کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تخلیق کو بھی نہیں بدَل سکتا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا خالق ہے جس طرح کہ کوئی اس کا رِزْق تبدیل نہیں کر سکتا کیونکہ رِزْق دینے والا وُہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ تقدیر لکھنے والا وُہی ہے جو صُورَت بنانے والا ہے، اس لیے کہ یہ سب کچھ ایک ہی بار لکھ دیا گیا اور سب مُقَرَّر ہو چکا ہے۔

دوسرا مشاہدہ

اگر اس کے مُشاہدے نے بُلندی حاصِل کی تو اس کی نِگاہیں لوحِ محفُوظ کو دیکھیں گی کہ جس پر سب کچھ لکھ دیا گیا ہے، یہی اُمُّ الکتاب ہے جس سے اس کی قِسْمت کا صحیفہ نَقْل کیا گیا تھا، چنانچہ اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا رِزْق لوحِ محفُوظ پر لکھ دیا گیا ہے اور اس میں کسی قوّت سے کوئی زیادتی ممکن ہے نہ کسی حیلے سے، عاجِزی سے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے نہ مسکینی سے، جیسا کہ یہ لکھا ہوا دیکھ کر کہ وہ جنّتی ہے، اسے یقین کا یہ مرتبہ حاصِل ہوتا ہے کہ وہ یقیناً جنّت میں جائے گا، اب لوحِ محفُوظ میں جنّتیوں میں نام لکھے جانے کے بعد اس پر ہے جیسے چاہے عَمَل کرے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے زَبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارِث میرے نیک بندے ہوں گے۔

(پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۵)

(صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوی فرماتے ہیں کہ) آثار اور ہر شے کا رِزْق تین مَقامات میں ایک ہی بار لکھ دیا گیا تا کہ عِلْم پختہ ہو اور قِسْمت میں لکھے پر دِل کو تسکین ملے۔ چنانچہ سب سے پہلے ذِکْرِ اوّل یعنی لَوحِ محفُوظ میں یہ سب کچھ لکھا گیا، اس کے بعد زُبُرِ اُولیٰ یعنی صحائف میں لکھا گیا اور پھر ہماری اس کِتاب میں نازِل کیا گیا کہ جس کی بنا پر ہم نے گزشتہ اُمُور کو پہچانا۔

تیسرا مشاہدہ

ہر بندہ اپنے مَقام کے اِعْتِبار سے اپنے مَعْبُود کا مُشاہدہ کرتا ہے اور اپنے مرتبے کے اِعْتِبار سے اپنے مَعْبُود کے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اگر بندے کا مُشاہدہ اپنے مرتبے کی بُلندی، عِلْم کے نَفاذ اور یقین کی قوّت کی بنا پر ذاتِ باری تعالیٰ تک رَسائی حاصِل کرلے تو وہ ہر اس شے کا بھی مُشاہدہ کرلیتا ہے جس کا ذِکْر ہم نے کیا ہے اور اسے لَوحِ محفُوظ کی تخلیق سے بھی پہلے کی باتیں مَعْلُوم ہو جائیں گی جو صِرف عِلْمِ باری تعالیٰ میں ہیں، یوں اس کا دِل پُر سُکُون ہو جائے گا اور وہ عِلْمِ باری تعالیٰ جان کر اور اپنے مُتعلّق کئے گئے اَزَلی فیصلے پر مطمئن ہو

جائے گا۔ اسی لیے مَروِی ہے کہ دنیا میں زُہد اِختیار کرنے سے مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جو کچھ ہے اس پر تو اپنے پاس مَوجُود اَشیا سے زیادہ بھروسا کرے۔[1] نیز تجھے مصیبت پر حاصِل ہونے والا اَجر و ثواب زیادہ پسند ہو اور چاہے کہ کاش! یہ تجھ پر باقی رہتی۔[2] یعنی تیرے مُشاہَدے کے وُقُوع کی وجہ سے تیری حِرص خَتْم ہو جائے اور مخلوق میں تجھے کوئی طَمع نہ رہے کہ یہی مَقامِ رَضا و زُہد ہے۔ گویا تَوکُّل نے رَضا و زُہد کے دُو۲ مقامات کو ایک ساتھ جَمْع کر دیا ہے۔

بندے کا رزق کون سا ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس جو کچھ ہے وُہی تیرا رِزْق ہے اور وہ ہر حال میں تجھ تک پہنچے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہ وُہی رِزق ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے مُقدّر میں لکھا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم میں مَعْلُوم ہے اس میں کوئی تبدیلی مُمکِن نہیں۔ چنانچہ اس رِزق کی تین۳ صُورتوں میں سے کوئی ایک صُورَت ہو گی: ﴿1﴾... وہ رِزق تو نے کھا کر خَتْم کر دیا ہو گا ﴿2﴾... یا پہن کر بوسیدہ کر دیا ہو گا ﴿3﴾... یا صَدَقہ کر کے آگے بھیج دیا ہو گا۔ اس لیے سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ابنِ آدم کی جہالَت و غَفْلَت پر تَعَجُّب کا اِظْہار کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: اِبْنِ آدم (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال کے مُتعلّق) کہتا ہے کہ وہ میرا مال ہے۔ (حالانکہ ایسا نہیں) بلکہ اے اِبْنِ آدم! تیرا مال وہ ہے جو تو نے کھا کر خَتْم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صَدَقہ کر کے آگے بھیج دیا، اس کے علاوہ جو مال ہے وہ وارِث کا ہے۔[3]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین۳ طرح کے مال کا ذِکْر فرمایا اور ہر مال کے ساتھ اس کے اَنْجام کو مَشْرُوط ٹھہرایا یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مال کو فنا کرنے، بوسیدہ کرنے اور آگے بھیجنے کے ساتھ مَشْرُوط قرار دیا، مُراد یہ ہے کہ جس مال میں یہ تین۳ شرطیں پائی جائیں گی وہ بندے کا رِزْق ہے جو اس

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الزهادة فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷

[2] ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الزهادة فی الدنیا، ۴/۱۵۲، حدیث: ۲۳۴۷، بتغیر قلیل

[3] ......مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ص ۱۵۸۲، حدیث: ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، بتغیر قلیل
عیون الاخبار، کتاب الحوائج، الترغیب فی قضاء الحاجة واصطناع المعروف، ۳/۲۰۰

کے ربّ کے پاس ہے اور اس تک ضَرور پہنچے گا، مگر جو مال بندے کے پاس ہوتا ہے بَسا اَوقات وہ اس کا اپنا مال نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے پاس بَطورِ اَمانَت ہوتا ہے خواہ وہ اس کا مالِک ہونے کا دعویٰ کرے اور 50 سال تک اپنے پاس رکھے، کیونکہ بندہ صِرف اسی مال کا قَصد کرتا ہے جو اس کی قِسْمَت میں لکھا ہو۔

یہ سب تفصیل قرآنِ کریم میں بیان کر دی گئی ہے کہ وہ مال بندے کو پورا پورا ملے گا اور اس میں کوئی کمی نہ ہو گی، جیسا کہ کیا آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا۔

(پ۸، الاعراف:۳۷)

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ۠ ﴿۱۰۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کا حصّہ انہیں پورا پھیر دیں گے جس میں کمی نہ ہو گی۔

(پ۱۲، ھود:۱۰۹)

اب اگر کوئی شخص اپنے حصّے کے سِوا کسی اور مال کا مالِک ہونے کا دعویٰ کرے اس بنا پر کہ وہ مال اس کے خزانے میں اور اس کے قبضے میں ہے تو اس کے دعوے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت کے مُتَعَلِّق کچھ نہیں جانتا، وہ ناسمجھ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت سے بھی غافِل ہے، اس لیے کہ اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت و قُدْرَت کی مَعْرِفَت رکھتا تو اسے مَعْلُوم ہوتا کہ زمین میں اس کے پاس جس قَدْر خزانے ہیں اور جو کچھ اس کے قبضے میں ہے سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ہے جو وہ جسے چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے عَطا فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ خزانے اس کی مَرضی و مَنْشا کے مُطابِق بندے کے پاس رہتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌؕ (پ۷، الانعام:۹۸) ترجمۂ کنزالایمان: پھر کہیں تمہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں اَمانت رہنا۔

ایک مَقام پر اِرشَاد ہوتا ہے:

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ٘ (پ۷، الانعام:۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: ہر خَبَر کا ایک وَقت مُقرّر ہے۔

ایک مقام پر ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔ (پ۲۸، المنافقون: ۷)

رزق بندے کی تلاش میں رہتا ہے

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اسی طرح مَرْوِی ہے کہ بے شک رِزْق بندے کی تلاش میں رہتا ہے جیسا کہ موت اس کی تلاش میں ہوتی ہے۔[1]

رزق میں برکت

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بے شک ہر بندے کا رِزْق ہر صُورَت میں اسے ملے گا، اب جس نے اس پر قَناعَت کی اور راضی رہا اس کے لیے اسی رِزْق میں بَرَکت ڈال دی جاتی ہے اور جس نے قَناعَت کی نہ راضی رہا تو اس کے لیے اس رِزْق میں بَرَکت ڈالی جاتی ہے نہ کوئی وُسْعَت۔[2]

بندہ رزق سے نہیں بھاگ سکتا

مَنْقُول ہے کہ اگر بندہ اپنے رِزْق سے اس طرح بھاگے جیسا کہ وہ موت سے بھاگتا ہے تو بھی وہ اسے پکڑ لے گا۔[3]

رزق صرف اپنے پروردگار سے مانگو

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اِبْنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو وصیَّت فرمائی کہ جب بھی مانگو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگو، جب مَدَد طَلَب کرو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی سے طَلَب کرو اور یاد رکھو! اگر تمام

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب رقم: ۱۵، ص ۱۲، حدیث: ۲۷۱

[2] ......مسند الشامیین للطبرانی، ۴/۶۷، حدیث: ۲۷۴۷

[3] ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، ۵/۴۰، الرقم: ۳۹۹/۶۴۶۹: عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر

لوگ مل کر تجھے کوئی ایسا نَفْع پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمَت میں نہیں لکھا تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے اور اگر وہ تجھے کوئی نُقْصان پہنچانے کی کوشش کریں کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمَت میں نہیں لکھا تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ صحیفے لپیٹ دیئے گئے ہیں اور قلم خشک ہو چکے ہیں۔ [1]

خالق کی طرف رُجوع کا اثر

جس شخص کو اپنی قِسْمَت میں لکھے گئے رِزْق کا مُشاہَدہ حاصِل ہو جائے اس سے تمام غم دُور ہو جاتے ہیں، اسے مَخلوق کی طرف دیکھنے کی حاجَت نہیں رہتی، بلکہ مَخلوق بھی اس کی طرف سے ملنے والی تکالیف سے بے فِکْر ہو جاتی ہے، وہ لوگوں سے منہ موڑ کر اپنے ربّ کی عِبادَت میں مَصروف ہو جاتا ہے اور کلامِ خداوندی کو سمجھنے لگتا ہے، یوں اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جو دَعْوَتِ حَق سن کر اس پر لبیک کہتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف مُتَوَجّہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ ایک شخص روزانہ صُبْح کے وَقْت امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فارُوقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازے پر آ کر بیٹھ جاتا۔ جب امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کو روزانہ حاجَت براری کے لیے آتے ہوئے دیکھا تو اس سے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تم نے ہِجرت عُمَر کے لئے کی ہے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے؟ جاؤ اور قرآن سیکھو کہ یہ کام تمہیں عُمَر کے دروازے سے بے نیاز کر دے گا۔ وہ شخص چلا گیا اور کافی عرصے تک نَظَر نہ آیا، یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے تلاش کیا، پوچھنے پر مَعْلُوم ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کے پاس تشریف لائے اور دیکھا کہ اس نے لوگوں سے جُدائی اِخْتیار کر لی ہے اور عِبادَت میں مَشْغُول رہتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے اِرشَاد فرمایا: میں نے تجھے (جب کئی روز تک اپنے دروازے پر) مَفْقُود پایا تو تجھ سے ملنے کا شوق ہوا، کس شے نے تجھے ہم سے دُور کیا؟ اس نے عَرْض کی: میں نے (آپ کی نصیحت کے مُطابِق) قرآن پڑھا تو مجھے آپ کی حاجَت رہی نہ آپ کی اولاد کی۔ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رَحْم کرے، تم نے قرآن میں کیا پایا؟ عَرْض کی: میں نے یہ آیَتِ مُبارَکہ پڑھی:

---

[1] ....ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۵۹، ۴/ ۲۳۱، حدیث: ۲۵۲۴، بتغیر قلیل
الدعاء للطبرانی، باب الحث علی الدعاء فی الرخاء، ص ۳۴، حدیث: ۴۲

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ (پ ۲۶، الذّٰرِیٰت: ۲۲)

تو (خود کو مَلامَت کرتے ہوئے) کہا: میرا رزق آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین پر ڈھونڈ رہا ہوں۔ (یہ سن کر) امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھیں اَشک بار ہو گئیں، اس شخص کے اس واقعے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے نصیحت کے مَدَنی پھول تھے، چنانچہ اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے اپنے دوستوں میں شُمار کیا کرتے اور اس کے پاس تشریف لا کر اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔

زادِ راہ کے بغیر سفر کرنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَارِث کی خِدْمَت میں ایک شخص حاضِر ہوا اور عَرض کی: میں نے مُلکِ شام کے سَفَر پر جانے کا اِرادہ کیا ہے مگر میرے پاس زادِ راہ نہیں، آپ کا اس کے مُتعلِّق کیا خَیال ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اے شخص! جہاں جانے کا تو نے قَصد کیا ہے نِکَل کھڑا ہو، کیونکہ جو رِزْق تیری قِسْمَت میں نہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے عَطا نہیں کرے گا اور جو کچھ تیری قِسْمَت میں ہے وہ تجھ سے روکے گا نہیں۔

لوگوں سے شکایت کرنا

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خِدْمَت میں ایک شخص نے اپنی حالَت کی شِکایَت کی تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: اے شخص! تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا دوسروں کو (اپنی حالَت کے سنوارنے کی) تدبیر کرنے والا بنانا چاہتا ہے۔

آئندہ کے اَعمال کا مُطالَبہ

حضرت سَیِّدُنا حسن رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **تَوَکُّل ہی رَضا ہے۔** آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مُقرَّر کیں۔ ﴾ کی تفسیر میں اِرشَاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَجْسَام کی تخلیق سے 2000 سال قبل ان کے رِزْق پیدا فرمائے۔ لہٰذا مُتوکِّل اپنے آنے والے کل کے رِزْق کا مُطالَبہ اپنے پروردگار سے نہیں کرتا

جیسا کہ اس کا پروردگار آج کے دن اس سے یہ مُطالبہ نہیں کرتا کہ وہ آنے والے کل کے دن میں سَر اَنْجام دیئے جانے والے اَعمال آج ہی کرلے۔

قسمت میں لکھے رزق پر توکل کرنا

قِسْمَت میں لکھے ہوئے مَعْلُوم اور ضَمَانَت شُدہ رِزْق میں تَوَکُّل کرنا عوام کا کام ہے جس کے ذِکْر سے بھی خواص کو حَیا آتی ہے، بلکہ وہ اسے پھیلانے سے بھی بچتے ہیں، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قَسَم یاد فرماتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے کہ ان کا رِزْق آسمان میں ہے اور یہ بات حَق ہے جیسا کہ اس نے یہ قَسَم یاد فرمائی ہے کہ اس کا کلام حَق ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قَسَم یاد فرمانے میں ان دونوں باتوں کو حَق ہونے کے اِعْتِبار سے جَمْع فرمایا جبکہ دیگر قَسَمیں اَفعال کے ساتھ یاد فرمائیں تاکہ مخلوق کے دِل اَسباب کو دیکھ کر راحَت پائیں اور ان دونوں باتوں میں انہیں کوئی شک نہ رہے اور ان کے حَق ہونے کا بھی انہیں یقین ہو جائے۔ جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (پ ۲۶، الذّٰرِیٰت: ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو آسمان اور زمین کے ربّ کی قَسَم بے شک یہ قرآن حَق ہے۔

ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ (پ ۱۱، یونس: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم سے پوچھتے ہیں کیا وہ حَق ہے تم فرماؤ ہاں میرے رب کی قَسَم بے شک وہ ضَرور حَق ہے۔

قرآنِ کریم میں قسم بالذات کی مثالیں

قرآنِ کریم میں صِرف پانچ مقامات پر قَسَم بِالذَّات آئی ہے۔ چنانچہ،

﴿1﴾ سورۃُ النسآء میں جو قَسَم ہے وہ تسلیمِ اَحکام پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد ہوتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قَسَم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (پ۵، النسآء:۶۵)

﴿2﴾ سورۃُ التَّغَابُن میں کافروں اور ان کی اولاد (مع پیروکاروں) کو دوبارہ زندہ کرنے پر قسم یاد فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (پ۲۸، التغابن:۷) ترجمۂ کنز الایمان: کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے ربّ کی قسم تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔

﴿3﴾ سورۃُ الْمَعَارِج یعنی ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌ ﴾ میں ایک مخلوق کو اس سے بہتر مخلوق کے ساتھ بدل دینے کے متعلّق اس طرح اپنی ذات کی قسم یاد فرمائی:

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ (پ۲۹، المعارج:۴۰، ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب پُوربوں سب پچھموں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جاسکتا۔

چوتھی اور پانچویں قسم کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ جس قدر قسمیں ہیں وہ افعال پر یاد فرمائی گئی ہیں۔

قسم بالذّات کی وجہ

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کا رزق اس شخص کے سپرد کر دیا ہے جو مخلوق میں سے اس کی ذِمّہ داری اُٹھا سکتا ہے، اگر اسے اس بندے کے کسب کی وجہ سے رزق نہ ملے تو کسی اور کے ہاتھوں اور کسب کے ذریعے اس تک اس کا رزق پہنچ جائے گا۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خواص اُمورِ آخرت اور قُربِ خداوندی کا سبب بننے والے نیک اعمال کی بجاآوری اور عبادت میں مشغول ہو گئے کیونکہ انہیں عبادتِ خداوندی بجالانے کا ہی پابند بنایا گیا، اگر وہ عبادت نہ کریں گے تو ان کی جگہ کوئی دوسرا بھی نہ کرے گا اور نہ ایسا ہے کہ دنیا کی کوئی اور چیز ان کا بدل نہ بنے گی۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿ۙ۳۹﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

ایک مقام پر ہے:

وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ ﴿ۙ۸﴾ لِّسَعۡیِہَا رَاضِیَۃٌ ﴿ۙ۹﴾ (پ۳۰، الغاشیۃ: ۸، ۹) ترجمۂ کنز الایمان: کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں اپنی کوشش پر راضی۔

اس لیے بھی کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿ؕ۱۷﴾ (پ۳۰، الاعلی: ۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

ایک مقام پر ہے:

وَ اللّٰہُ یُرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ ؕ (پ۱۰، الانفال: ۶۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

آخرت کی کھیتی میں اضافے سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَۃِ نَزِدۡ لَہٗ فِیۡ حَرۡثِہٖ ۚ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کے رِزق میں اِضافے کے مُتعلِّق کچھ اِرشاد نہیں فرمایا۔ جبکہ زِیادَتی سے مُراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں بندے کو جو کچھ عَطا کرے گا اس کا اس سے حِساب نہ لے گا، اس لیے کہ قِسْمت میں اِضافہ نہیں ہوتا۔

آخِرت کی نِیَّت پر دنیا تو ملتی ہے مگر

مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آخِرت کی نِیَّت پر دنیا تو عَطا کرتا ہے مگر دنیا کی نِیَّت پر آخِرت عَطا نہیں فرماتا۔[1] جس کا سَبَب آخِرت کا اعلیٰ اور دنیا کا گھٹیا ہونا ہے۔

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب ھوان الدنیا علی اللہ، ص ۱۹۳، حدیث: ۵۴۹

دنیا و آخِرت کی کھیتی سے مُراد

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: یاد رکھو! دنیا کی کھیتی سے مُراد مال اور آخِرت کی کھیتی سے مُراد نیک عَمَل ہے۔

آخِرت میں زِیادَتی سے مُراد

ایک قول کے مُطابِق آخِرت میں زِیادَتی سے مُراد اس شخص کے دَرَجات کی بُلَندی ہے جس کی نِیَّت اور اِرادہ آخِرت کا ہو اور وہ اس کی خاطِر عَمَل بھی کرے۔

کون کس کی خاطِر پیدا ہوا؟

خواص ان کاموں میں مَصروف ہو گئے جو ان کے سُپُرد کیے گئے تھے اور وہ ان کاموں کو بھی خود ہی کرنے لگے جن کی ذِمّہ داری دوسروں کو دی گئی تھی مگر انہوں نے منہ موڑ لیا اور کوئی کام نہ کیا، چنانچہ کَسْب میں دوسروں کو اور ان کی مِثْل دیگر اَسبابِ دنیا کو ان خواص کا نائب اور قائم مقام بنا دیا گیا۔ جیسا کہ اَخبارِ داودی میں مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: میں نے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی خاطِر، آدم کو محمد کی خاطِر اور باقی سب کچھ آدم کی خاطِر پیدا کیا، اب جو شخص اس شے میں مَصروف ہو گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے تو وہ شے اسے مجھ سے دُور کر دے گی مگر جو شخص (سب سے منہ موڑ کر) میری یاد میں مَشْغُول ہو گا میں ہر اس شے کا رخ اس کی طرف کر دوں گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے۔

اَذِیت پر صبر

خواص کا تَوَکُّل یہ ہے کہ وہ کسی کے قول و فعل سے ہونے والی اَذِیَّت پر صَبْر کریں۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مَحْبُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایسا کرنے کا حُکْم دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صَبْر فرماؤ۔

(پ ۲۹، المزمل: ۹، ۱۰)

اس کے عِلاوہ دیگر رسولوں کا یہ قول بھی قرآنِ کریم میں یوں ذِکْر فرمایا:

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَاؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۠ﮒ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ حُکم بھی اِرشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْؕ (پ۷، الانعام: ۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

مَعْلُوم ہوا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دو۲ جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس مُعامَلے میں دیگر انبیاو رُسُل کی پیروی کرنے کا حُکم اِرشاد فرمایا۔ چنانچہ ایک جگہ اِرشاد فرمایا:

وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا کرو۔

ایک مَقام پر اِرشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (پ۲۶، الاحقاف: ۳۵) ترجمۂ کنز الایمان: تو تم صبر کرو جیسا ہمّت والے رسولوں نے صبر کیا۔

کسی عارِف کا قول ہے کہ کسی کے لیے تَوَکُّل میں اس وَقْت ہی کوئی مَقام ثابِت ہو سکتا ہے جب اس کے نزدیک مخلوق کی طرف سے کی گئی مَدح و ذَم کی حَیثِیَّت برابر ہو کر ان کا اَثر خَتْم ہو جائے، یہاں تک کہ اسے اَذِیَّت بھی دی جائے تو وہ اس پر صَبْر کرے، اس طرح اس کا مخلوق سے راحَت پانا خَتْم ہو جائے گا اور اس کی نِگاہیں اپنے خالِق عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم پر رہیں گی۔

حُسْنِ مُعامَلہ پر صبر

حُسْنِ مُعامَلہ پر اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنے پر صَبْر کا مُظاہَرہ کرنا اور مخلوق سے باہَم سامنا ہونے کے وَقْت اپنی خواہش کو تَرْک کر دینا بھی تَوَکُّل ہے، اس لیے کہ اس صُورَت میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا محسُوس کرتا ہے، اس کی بُزرگی و عَظَمَت کا لِحاظ رکھتا ہے، اس کے خوف اور مَحبَّت کو بھی پیشِ نَظر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کے ظاہِر و باطِن کی تعریف فرمائی ہے۔

ظاہِر کے مُتعلّق ارشادِ خداوندی

مذکورہ لوگوں کے ظاہِر کے مُتعلِّق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اچھا اَجْر کام والوں کا وہ جنہوں نے صَبْر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

مُراد یہ ہے کہ جب انہوں نے عَمَل کیا تو اپنے عَمَل پر صَبْر کا دامَن ہاتھ سے نہ چھوڑا، اس کے بعد اپنے صَبْر کے مُعامَلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا تو اس نے انہیں بہترین اَجْر و اِنعام سے نوازا۔

باطِن کے مُتعلّق ارشادِ خداوندی

ان کے باطِن کے مُتعلِّق آگاہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں خاص **اللہ** کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شُکْر گزاری نہیں مانگتے۔

آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر

مَعْلُوم ہوا خوفِ الٰہی نے ان کی خواہش ہی خَتْم کر دی، اس آیتِ مُبارَکہ میں ﴿ مِنْكُمْ ﴾ ایک عجیب اور عُمدہ صُورَت ہے، لُغَوی اِعْتِبار سے یہ آیتِ مُبارَکہ کے باطِنی مَفْہوم سے مُتعلِّق ہے۔ اس لیے کہ بسا اَوقات اس آیتِ مُبارَکہ سے یہ مُراد بھی لی جاسکتی ہے کہ ہم تم سے عِوَض میں کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور یہ بھی مُراد لی جاسکتی ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ جو حُسْنِ سُلُوک کیا ہے اس کے بدلے میں کوئی عِوَض نہیں چاہتے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىٕكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بساتے۔ ﴾ یہاں یہ مُراد نہیں ہے کہ اِنسانوں میں سے کسی کو فرشتہ بناتے بلکہ مُراد یہ ہے کہ تمہارے بدلے فرشتوں کو زمین میں بسایا جاتا۔

یہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کی دو توجیہوں میں سے ایک توجیہ ہے جو دوسری سے اعلیٰ و عُمدہ ہے۔ جبکہ

ظاہری توجیہ یہ ہے کہ ﴿ کُمْ ﴾ میں کاف اور میم کھلانے والوں کے نام ہوں، یعنی ہم ﴿ کُمْ ﴾ کے پاس جو جزا یعنی بدلہ ہے وہ چاہتے ہیں نہ اس کی شُکْر گزاری یعنی حُسْنِ تعریف کے طَلَب گار ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے کوئی عِوَض طَلَب نہ کیا، اس لیے کہ انہوں نے یہ کام اس کی رِضا کے حُصُول کے لیے کیا تھا اور اس کے علاوہ لوگوں سے کوئی عِوَض یا کوئی بَدَل بھی نہ چاہا، بلکہ عَرْض کی: ﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا (پ ۲۹، الدھر: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہمیں اپنے ربّ کا ڈر ہے۔ ﴾ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بہترین جزا سے نوازا اور ان پر اپنی عطا اور کَرَم کی خوب بارِش برسائی۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۱، ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

جب انہوں نے جزا طَلَب کی نہ شکر گزاری کے طالِب ہوئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شَرابِ طَہور کو ان کی جزا بنا دیا اور ان کی کوشِش کو اپنے ہاں شَرْفِ قَبولِیَّت سے نوازا۔

راضی برضا رہنا

اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھنے کا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم کے سامنے سَر کو جھکا دے اور اس پر راضی رہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھتے ہوئے اس کے حُکْم کے سامنے سرِ تسلیم خَم کر دیا تو یوں فرمایا:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ (پ ۱۳، یوسف: ۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: حُکْم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا۔

اس لیے کہ بندہ جب اپنے نَفْس کی کسی پسندیدہ شے کو چاہتا ہے تو بَسا اَوقات وہ ہر شے میں اپنی چاہت نہیں پاتا، البتہ اسے یہ یقین ضَرور ہوتا ہے کہ ہر شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ جب اس کی نِیَّت اپنے پروردگار کے اِرادے کے مُوافِق نہ ہو تو وہ اپنی نِیَّت کو اپنے ربّ کی مَشِیَّت کے مُطابِق بنا

لے، بلکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ اسے اپنے پروردگار کی مَشِیَّت زیادہ محبوب ہو اور وہ اسی کو بہتر جانے، اس لیے کہ اس کا پروردگار جس شے کا اِرادہ فرماتا ہے اس سے بندے پر کوئی سزا لازِم ہوتی ہے نہ اس کا ربّ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبُوب و مُختار ہوتی ہے۔ اس لیے بندے کو چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت کو اپنی پسند پر مُقدّم رکھے کیونکہ تمام اُمُور کا اَنجام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ اس نے مُتَّقِین کو شَرَف بخشا اور انہیں دُنیاوِی اُمُور سے دُور رکھتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ (پ ۲۰، قصص: ۸۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور عاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔

ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وَحی فرمائی: جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مُطابِق نہ ہو تو اس بات پر راضی رہنا جو ہو کر رہے گی، اگر تم اس پر راضی نہ ہوئے بلکہ اپنی مرضی کے مُطابِق ہی کام کرنا چاہا تو میں تمہیں تمہاری مرضی (کے کام) میں تھکا دوں گا اور ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں۔

سَیِّدُنا حسن بصری کے توکل کی انتہا

حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ تمام بصرہ والے میرے عِیال ہوتے اور میرے پاس دینار کا ایک دانہ ہو (تو بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل سے ان میں کوئی بھوکا نہ رہے گا)۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ قول **تَوَکُّل کی اِنتِہا** ہے اور یہ حال اسی وَقْت حاصِل ہوتا ہے جب بندہ اَحکامِ خداوندی کے سامنے اپنا سَر جھکا دے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جیسی بھی رَضا ہو اس پر راضی رہے، اس لیے کہ یہ کلام عَقْل سے بالاتر ہے۔

اسلاف کے نزدیک اپنے رزق کا اہتمام کرنا

حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ اگر سارا آسمان تانبے کا اور ساری زمین سیسے کی ہو جائے، پھر بھی میں اپنے رِزْق کا اِہتمام کروں تو میرے خَیال کے مُطابِق میں مُشْرِک ہوں گا۔

مَنْقُول ہے کہ جس نے آنے والے کل کی روزی کا اِہتِمام کیا اور آج اس کے پاس آنے والے کل کی

خوراک مَوجُود ہو تو اس پر ایک گناہ لکھا جائے گا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اگر روزہ دار دن کے آغاز میں ہی رات کے کھانے کا اِہتِمام کرنے لگے تو اس پر ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔ حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن عبد اللہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا روزہ دار کے روزے میں نقص پیدا کر دے گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ میں بصرہ میں ایک بہُت بڑے قبرستان کو جانتا ہوں جس کے مُردوں کو صبح شام جنّت سے ان کا رِزق دیا جاتا ہے، وہ اپنے جنّتی گھروں کو بھی دیکھتے رہتے ہیں، مگر ان پر غم و کَرب کی ایک ایسی کَیفِیَّت طارِی ہے کہ اگر وہ غم اور کَرب تمام بصرہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب مر جائیں۔ عَرض کی گئی: اور وہ غم کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: جب وہ صُبْح کا کھانا کھالیتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ شام کو کیا کھائیں گے؟ اور جب شام کا کھا لیتے تھے تو کہتے کہ صُبْح کو کیا کھائیں گے؟ اور ایک مرتبہ اِرشَاد فرمایا کہ انہیں تَوَکُّل میں سے کچھ حاصِل نہ تھا۔

مقاماتِ توکل

یہ مَقاماتِ تَوَکُّل کی فضیلت پر مُشْتَمِل ہیں اور ان سے بُلَند تر جو مَقام ہیں ان کا کسی کِتاب میں تحریر کرنا مُناسِب نہیں کیونکہ ان کا تعلّق صِدّیقین کے مُکاشَفے اور عارِفین کے مُشاہَدے سے ہے۔ مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اِسْمِ اَعْظَم سے آگاہ فرما کر کلمہ "کُن" کا مَقام عطا فرمایا (یعنی وہ آنے والے زمانے میں جس شے کے ہونے کا اِرادہ کرتے ہیں وہ فوراً ہو جاتی ہے)، مگر انہوں نے "کان" (یعنی تقدیر کے لکھے پر یقین ہونے) کی وجہ سے "کُن" کے اِستِعمال میں کوئی رَغبَت نہ رکھی، اس لیے کہ ان کا اپنے پروردگار پر کامل بھروسا تھا، نیز انہیں اس بات سے بھی حَیا آئی کہ وہ اس کلمے کی طاقت کا قُدرَتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مُقابلہ کریں اور اپنے رب کی تقدیر سے غافِل ہو جائیں یا اس کے کلمہ "کُن" کہنے میں اس کی مُشابَہت اِختیار کریں، کیونکہ ان کے نزدیک ان کے رب کی تدبیر زیادہ پختہ اور یقینی تھی اور وہ اَنجام سے بھی خوب آگاہ و باخبر تھے۔ یہ لوگ ہماری اِستِطاعت اور عِلْم سے حد دَرَجہ زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و بُزرگی سے آگاہ ہیں۔

---

[1] ......الزھد لاحمد بن حنبل، زھد محمد بن سیرین، رقم: ۱۹۰۳، ص ۳۲۸

توکل کی مزید ۲ صورتیں

غِذا اور خوراک کے مُعاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھنا بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے نزدیک فَرض ہے، بلکہ اَسلاف تو بارگاہِ خداوندی میں اپنی غِذا کا ذِکْر کرنے سے بھی حیا مَحْسُوس کرتے تھے۔

اسی طرح شیریں و تلخ اور اچھی و بُری تقدیر کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت اور عَدل جانتے ہوئے اس کے سامنے سرِ تسلیم خَم کرنا بھی تَوَکُّل ہی کی ایک صُورَت ہے۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ہر شے کا تعلّق قضا و قدَر سے ہے یہاں تک کہ عِجز و دانائی بھی اسی سے ہے۔ [1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جان لو کہ جو شے تجھے (ابھی تک) ملی نہیں وہ کبھی نہ ملے گی اور جو مل چکی وہ چھوڑ کر نہ جائے گی۔ [2]

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(پ۲۷، القمر: ۵۳)

اِیمان کے چند فرائض

ان اَشیا کا عِلْم اور ان کے حُصُول پر قلبی اِطمینان اور عَقْلی سُکُون کا پایا جانا، رائے اور عَقْل میں اِضْطِراب کا اور تشبیہ و تمثیل کے ذریعے نِزاع (جھگڑے) کا نہ پایا جانا ایسی باتیں ہیں جو سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے نزدیک اِیمان کے فرائض سے تعلّق رکھتی ہیں اور کسی بھی بندے کا اِیمان اس وَقْت تک دُرُسْت نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان تمام باتوں کو تسلیم نہ کرلے۔ مگر ان باتوں کا کوئی تعلّق تَوَکُّل سے نہیں۔

ایمان و تقدیر کا باہمی تعلق

حضرت سَیِّدُنا اِبْنِ عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مَنْقُول ہے: تقدیر نِظامِ توحید ہے، جس نے توحیدِ باری

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر، ص ۱۴۲۸، حدیث: ۲۶۵۵

[2] ......ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی القدر، ۱/ ۵۹، حدیث: ۷۷، بتقدم وتاخر

تعالیٰ کا تو اِقرار کیا مگر تقدیر کو جھٹلایا تو اس کا تقدیر کو جھٹلانا اس کی توحید میں عیب کا باعث ہو گا۔ [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہر قِسْم کی تقدیر پر اِیمان لانے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور اس کا حُکْم قرار دیا کہ یہ اس دھاگے کی مَانِنْد ہے جس میں موتی پَرَوئے گئے ہوں۔ مزید فرماتے کہ توحید کا موتی بھی تقدیر کے دھاگے میں پرویا ہوا ہے۔ جب دھاگہ ٹوٹتا ہے تو اس کے موتی گر پڑتے ہیں اسی طرح جب بندہ تقدیر کو جھٹلاتا ہے تو اس کا اِیمان ضائع ہو جاتا ہے۔

فرض اور مستحب توکل

توکُّل فَرْض بھی ہوتا ہے اور مُسْتَحَب بھی، فَرْض توکُّل اِیمان سے مَربُوط ہے اور اس سے مُراد یہ ہے کہ ہر قِسْم کی تقدیر کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مان کر سرِ تسلیم خَم کر دیا جائے اور اس بات کا پختہ یقین ہو کہ یہ سب اس کی قضا و قَدَر ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ذات کی قَسم یاد فرما کر اس شخص کے اِیمان کی نَفی بیان فرمائی ہے جو اپنے اِخْتِلافی اُمُور میں اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حُکْم نہیں مانتا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قَسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپَس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حُکْم فرما دو اپنے دِلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (پ۵، النسآء: ٦٥)

اب جو شخص حاکمِ اَوَّل اور قاضیِ اَجَل کے حُکْم کی نافرمانی کرے اس کا حال کیسا ہو گا؟

مُسْتَحَب توکُّل مُشاہدۂ باری تعالیٰ سے حاصِل ہوتا ہے، کیونکہ اس وَقْت مُتوکِّل مَقامِ مَعْرِفَت پر فائز ہوتا ہے اور عَینُ الیقین سے دیکھتا ہے جیسا کہ ایک صالِح شخص کا قول قرآنِ کریم میں کچھ یوں مذکور ہے:

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: تم سب مل کر میرا بُرا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ (پ ١٢، ھود: ٥٥)

---

[1] ......السنة لعبد اللہ بن احمد، سئل عن القدرية والصلاة خلفهم وما جاء فيهم، ۲/۴۲۲، حديث: ۹۲۵

اس صالح شخص نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم قوت و قُدرت عیاں تھی اور وہ اپنے رب کے ہر شے پر غالب ہونے کی خبر دے رہا تھا، گویا کہ اس سے کہا گیا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تو بھی ہماری طرح ایک کمزور بندہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: میں نے اللہ پر بھروسا کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب۔ (پ ١٢، ھود: ٥٦)

گویا اس سے اس کے توکُّل کی وَضاحت طَلَب کی گئی کہ اس کا سَبَب کیا ہے؟ تو اس نے مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کی بنا پر یہ خَبَر دی کہ زمین کے ہر جاندار کی پیشانی اس کے ربّ کے قبضے میں ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد فرمایا:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قُدرت میں نہ ہو۔ (پ ١٢، ھود: ٥٦)

اس کے بعد اس شخص نے اس مُعاملے میں اپنے ربّ کی حِکمت اور عَدل کی خَبَر دی کہ اگرچہ خَیر و شَر اور نَفْع و نُقصان کے ہر مُعاملے میں بندوں کی پیشانیاں اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قُدرت میں ہیں تو یہ بات اس کے عَدل میں ٹھیک ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٥٦﴾ (پ ١٢، ھود: ٥٦) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک میرا ربّ سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

فَرضِ توکُّل کے مُتَعَلِّق قرآنِ کریم میں کچھ یوں اِرشَاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿٢٣﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ (پ ٦، المآئدۃ: ٢٣)

اسی طرح ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿٨٤﴾ (پ ١١، یونس: ٨٤) ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔

مُسْتَحَب توکُّل کے مُتَعَلِّق اِرشَاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بھروسا کرنے والوں کو **اللہ** ہی پر بھروسا چاہیے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک توکّل والے **اللہ** کو پیارے ہیں۔

اَسباب و اَواسِط کا بیان[1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) جان لیجئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قُدْرَت و حِکْمَت والا ہے، اس نے اَشیا کو اپنے وَصْفِ قُدْرَت سے ظاہِر کیا اور اپنی حِکْمَت کے مَعانی سے انہیں جاری کیا، اب جو بات اس کی حِکْمَت سے ثابِت ہو چکی ہو مُتَوکِّل اسے ساقِط نہیں کر سکتا، اس لیے کہ وہ اس کی قُدْرَت کا یہ مُشاہَدہ پہلے ہی کر چکا ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حکیم ہے اور حِکْمَت اس کی صِفَت ہے۔

اسباب کے متعلق متوکل کا طریقہ

پہلا طریقہ

مُتَوکِّل کبھی یہ نہیں سمجھتا کہ اَشیا حُکْم دینے، سَبَب پیدا کرنے اور نَفْع و نُقْصان دینے والی ہیں، اس لیے کہ اسے مَعْلُوم ہے ایسا سمجھنا توحید میں شِرک کرنا ہے، کیونکہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی قادِرِ مُطْلَق ہے اور قُدْرَت اس کی صِفَت ہے، وُہی حاکِم اور سَبَب پیدا کرنے والا اور نَفْع و نُقْصان کا مالِک ہے، اس کے اَسمائے حسنیٰ میں کوئی شریک ہے نہ اس کے اَحکام (کے نفاذ) میں کوئی مَدد گار ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (پ۷، الانعام: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: حُکْم نہیں مگر اللہ کا۔

ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ (پ۱۵، الکہف: ۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنے حُکْم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

---

[1] ...... صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے یہاں فَصْل کا جو نام ذِکْر کیا ہے طَوالَت کے باعِث اس کی مین ہیڈنگ نہیں بنائی جا رہی جبکہ ان کی ذِکْر کردہ عِبارَت کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے: اَسباب و اَواسِط کا حِکْمَت کے مَعانی کے لیے ثُبوت اور ان کے حاکِمِ اوّل کے لیے ثُبوتِ حُکْم و قُدْرَت کا باعِث بننے کی نَفی کا بیان۔

اسی طرح ایک مقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿۲۲﴾ (پ۲۲، سبا:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصّہ اور نہ **اللہ** کا ان میں سے کوئی مدد گار۔

دوسرا طریقہ

مُتَوَکِّل کو مُشاہَدۂ باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ یہ بھی مَعْلُوم ہو جاتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام اَشیا پر قُدْرَت رکھتا ہے، وہ تقدیر و تدبیر کے اُمُور میں یکتا ہے، مُلک و مَمْلُوک پر اَحکام نافِذ کرنے والا ہے۔ وہ تصریف و تقلیب میں حِکْمَت کی تمام وُجُوہ اور ظُہُورِ اَشباح (اَمثال) و اَشخاص کی خاطِر اَسباب و اَوَاسِط کے اِظْہار کو بھی خوب جانتا ہے، تاکہ بندوں پر اَحکام نافِذ کرے اور انہیں ثواب و عِقاب سے نوازے، اس طرح کہ مُتَوَکِّل شَرْعی اَحکام پر قائم اور عِلْم کے تقاضوں سے وابستہ رہے۔ نیز وہ یہ بھی تسلیم کرے کہ سب سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حُکْم ہے، پھر اس بات کا بھی اِعْتِراف کرے کہ ہر شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدْرَت سے ہے، کیونکہ اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان سن رکھا ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اس کے عِلاوہ اس بات کا بھی اِعْتِراف کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی پیدا کردہ تمام اشیا میں اپنی قُدْرَت کو اپنی حِکْمَت کی بِنا پر مَخْفِی رکھا ہے، اب جن اَشیا میں اس کی حِکْمَت کا ظُہُور ہوتا ہے تو مَحْض اس لیے کہ جن لوگوں کے لیے حِکْمَت کا ظُہُور ہوا ہے ان پر اَحکام نافِذ ہو سکیں مگر اس کی قُدْرَت اَشیا میں مَخْفِی رہتی ہے تاکہ ہر مُعامَلے کی نِسبَت اس کی جانِب ہو اور اس کی باطِنی صِفَت کی وجہ سے ظاہِری صِفَت مزید پختہ ہو۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ (پ۲۰، النمل:۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ کام ہے اللہ کا جس نے حِکْمَت سے بنائی ہر چیز۔

مُراد یہ ہے کہ اس کے مَخْفِی کام نے ظاہِری کام کو مَضْبُوط کیا۔ چنانچہ ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ (پ۱۲، ھود: ۱۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اسی کی طرف سب کاموں کی رُجوع ہے۔

خواہ وہ کام ظاہری ہوں یا باطنی۔ پھر اِرشاد فرمایا:

فَاعۡبُدۡهُ وَ تَوَكَّلۡ عَلَیۡهِ ؕ (پ۱۲، ھود: ۱۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اسکی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو۔

مُراد یہ ہے کہ اپنے تمام کاموں میں اپنے ربّ پر بھروسا رکھو۔

تیسرا طریقہ

ایک عارِف ربّانی مُتوکّل کو باطنی صَنعت کا مُشاہدہ ہوتا ہے تو وہ اس پر قائم رہتا ہے، حِکمتِ ظاہِرہ میں اسے عِلمِ شَرْع حاصِل ہوتا ہے اور وہ سرِ تسلیم خَم کرتے ہوئے اس پر عَمَل کرتا ہے، یہی فضیلت والی عِبادَت میں توحید کا مُشاہدہ ہے اور یہ عُلَمائے رَبّانِیّین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا مَقام ہے۔ اگرچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان رکھنے والا ہر شخص اس پر توکُّل کرنے والا بھی ہوتا ہے مگر ہر شخص کا توکُّل بَقدرِ یقین ہوتا ہے، چنانچہ خواص کا توکُّل جیسا کہ مُشاہدہ اور مَعانیِ رَضا کے تذکرے میں اور عام لوگوں کے تَوکُّل کا تذکرہ اچھی و بُری تقدیر پر اِیمان لانے کے ضِمن میں بیان ہو چکا ہے۔

چار اوصافِ باری تعالیٰ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ خَبَر دے رکھی ہے کہ وُہی رازِق ہے جیسا کہ وہ خالِق ہے اور جیسا کہ وہ زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ لہٰذا جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان چاروں اَوصاف کو قرآنِ کریم میں حِکمت و قُدرَت کی ترتیب کے ساتھ اِکٹھا ایک ہی جگہ ذِکر فرمایا ہے تو یہ کیسے مُمکن ہے کہ ان سب کا حُکم مختلف ہو یا اَسباب کے ظُہور اور واسِطوں کے پائے جانے کی وجہ سے ان کے اَوصاف ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ؕ (پ۲۱، الروم: ۴۰) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جِلائے (زندہ کرے) گا۔

جس طرح باقی تین کام کرنے والا ایک ہی ہے تو چوتھے کام یعنی رِزق کا ذِمّہ دار بھی وُہی ہو گا۔

حقیقی خالق کون؟

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کبھی یہ نہیں کہتے کہ مجھے میرے باپ نے پیدا کیا ہے اگرچہ وہ آپ کی پیدائش کا سَبَب ضَرور بنا ہے؟ اور نہ کبھی یہ کہتے ہیں کہ اس نے مجھے زِنْدَگی دی اور فلاں نے موت، اگرچہ زِنْدہ کرنے اور موت دینے میں وہ واسِطہ ہوں۔ اس لیے کہ یہ ظاہِر شِرک ہے جس کا بُرا ہونا مَشْہُور ہے، لہٰذا ایسا نہیں کہا جاتا۔ اسی لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۷، الواقعة: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

اسی طرح اِرشَاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ (پ۲۷، الواقعة: ۶۳، ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔

ان آیاتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نطفہ ڈالنے اور کھیتی بونے کی نِسْبَت ہماری جانِب فرمائی ہے، کیونکہ یہ اَعمال ہیں اور ہم ان اَعمال پر عَمَل کرنے والے بندے۔ نیز یہ ہماری صِفات ہیں اور ان کے اَحْکام ہم پر عائد ہوتے ہیں، جبکہ پیدا کرنے اور کھیتی اُگانے کی نِسْبَت اپنی جانِب فرمائی، کیونکہ یہ اس کی قُدْرَت و حِکْمَت کی نِشانیاں ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قادِر و حکیم ہے۔

عمل اور وصف کی نِسْبَت کس کی جانِب؟

قرآنِ کریم میں مذکور تمام اَعمال اور کَسب پر مُشْتَمِل باتوں کی نِسْبَت کام کرنے والے اَعضا و جوَارِح اور آلاتِ کَسب کی طرف کی گئی ہے جبکہ قُدْرَت واِرادے پر مُشْتَمِل تمام اَوصَاف کی نِسْبَت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی جانِب فرمائی ہے، اس لیے کہ وُہی سب سے پہلے اَشیا کا اِرادہ کرنے والا اور قادِرِ اعلیٰ ہے۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خِطاب کو خوب سمجھ لو تا کہ تمہارا دل مُتَشَابِہات میں نہ بھٹکتا رہے۔

کچھ دینے یا نہ دینے والا کون؟

کبھی بندہ یہ کہتا ہے کہ فلاں نے مجھے دیا اور فلاں نے نہ دیا (دُرُست نہیں)، کیونکہ یہ مَخْفِی شرک ہے، اس لیے کہ اَسباب لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے اور واسِطوں کے ذریعے جاری ہوتے ہیں، لہٰذا ان واسِطوں کے اِختیار کرنے کی وجہ سے وہ مُسَبِّبُ الاَسباب عَزَّوَجَلَّ سے حِجاب میں ہو گئے اور اَلْمُعْطِی وَ الْمَانِع بھی ان سے مَخْفِی ہو گیا۔ اہلِ یقین کے نزدیک یہ بات بھی پہلی بات کی طرح قبیح ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے سِوا کسی دوسرے کے رازِق ہونے کی نفی فرما دی ہے جیسا کہ اس نے کسی اور کے خالق ہونے کی نفی بیان کی ہے۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ (پ۲۲، فاطر: ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا اللہ کے سِوا اور بھی کوئی خالق کہ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دے۔

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں لَفْظ کے مُطابِق لَفْظ ذِکر نہیں کیا گیا، اگر وہ بہتر ہوتا تو یوں مذکور ہوتا: ﴿ هَلْ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ يَخْلُقُكُمْ وَيَرْزُقُكُمْ ﴾ مُراد یہ ہے کہ خَالِق کی جگہ يَخْلُقُكُمْ ہوتا، مگر یہاں اس لَفْظ کے ذِکر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کلام کی فضیلت سے ہمارا فائدہ چاہا اور ہمیں بتایا کہ رِزق کا تعلّق مخلوق سے ہے اور یہ دونوں قُدرت کے اَسباب ہیں۔

کیا کسی کی کوشش اس کے کام آسکتی ہے؟

مُتَوَکِّل کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اسے پیدا کرنا لازِم نہ تھا، لیکن جب اس نے اسے پیدا کر دیا تو اب اس کا رِزْق اسی کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے۔ چنانچہ حدیثِ قُدسی ہے: کیا (ایسا ہو سکتا ہے کہ) میں ایک مخلوق کو پیدا کروں اور اسے رِزْق نہ دوں؟[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس کو تو عطا فرمائے اس

[1] ......معجم کبیر، ۱۲/۳۰، حدیث: ۱۲۴۰۲

سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو ہی عطا نہ فرمائے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری بارگاہ میں کسی محنت و کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش کام نہ آئے گی۔[1] یہ جواب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کو دیا تھا جب ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ میری کوشش فلاں شے میں ہے اور کسی نے کہا کہ میری کوشش فلاں شے میں ہے۔ یعنی اُنہوں نے اَسباب مُراد لیے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کلمات مُبارَکہ سے دُعا مانگ کر اُن کے اس نظریئے کی نفی فرما دی، اس اندیشے کی بنا پر کہ کہیں یہ شرکِ خفی میں مبتلا نہ ہو جائیں، یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بتایا کہ بندے کی محنت و کوشش کچھ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْــٴًـا ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (پ۲۷، النجم: ۲۸)

اسی مفہوم میں ایک عالِم (حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی) فرماتے ہیں کہ جس نے کسی شے کی طَلَب میں کوشش کی اور اسے پانے کی حِرْص میں مبتلا ہوا اگر اسے پانے کی کوشش میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے کوئی رُکاوٹ ہو تو اس کی طَلَب وحِرْص میں اس کی کوئی کوشش اسے کچھ نَفْع نہ دے گی۔

اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ۚۖ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے۔ (پ۱۳، الرعد: ۳۹)

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے دِلوں سے اَسباب مِٹا کر اپنی قُدْرَت ثابِت کر دیتا ہے اور غافِلین کے دِلوں سے مُشاہَدہ خَتْم کر کے ان کے سینوں میں اَسباب ثابِت کر دیتا ہے۔

[1] ......بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوۃ، ۱/ ۲۹۴، حدیث: ۸۴۴

نفس کی آزمائش

آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه مزید اِرشاد فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نَفْس کو مُتَحَرِّک پیدا کیا، پھر اسے ساکن رہنے کا حکم دیا اور یہی اس کی آزمائش ہے۔ اب اگر یہ گناہوں سے محفوظ رہا تو سُکون پا جائے گا کہ یہ خاص ہے، لیکن اگر نَفْس نے سُکون کو تَرْک کر کے اپنی طبیعت و فطرت کے مُطابِق حَرَکت کرنا شروع کر دی تو یہ بات رُسوائی و ذِلَّت کا باعِث ہو گی۔

کیا حیلے سے رزق میں اِضافہ ممکن ہے؟

حضرت سَیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے جِگَر گوشے کو وَصِیَّت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اپنی رَغبت کا رُخ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف رکھنا، اگر وہ چاہے گا تو تجھے عطا فرما دے گا اور اگر چاہے گا تو عطا نہ فرمائے گا، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تیری قِسْمت میں جو لکھ دیا ہے اس میں تیرا کوئی بھی حیلہ اِضافہ کر سکے گا نہ کسی قِسْم کی کمی کا باعِث ہو گا، نیز جان لے کہ تیرا رِزْق تیری پیدائش کے ساتھ ہی تیری قِسْمت میں لکھ دیا گیا ہے، اب اگر تو کسی حیلے سے اپنی پیدائش میں کوئی اِضافہ کر سکتا ہے تو اپنے رِزْق میں بھی اِضافہ کر لے گا، ورنہ یاد رکھ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی مخلوق میں عَدل کرنے والا اور رِزق تقسیم کرنے والا ہے، تو ہرگز ان دونوں باتوں میں سے کسی میں بھی اِضافہ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ بعض لوگ بڑے مَضْبُوط و توانا حیلہ گر ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان کا فَقْر بڑھتا ہی رہتا ہے اور بعض لوگ کمزور و عاجِز ہوتے ہیں مگر ان کا مال بڑھتا رہتا ہے، اگر کسی حیلے سے رِزْق میں اِضافہ ہو سکتا تو طاقتور کمزور سے آگے بڑھ جاتا، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی پیدا کرتا اور رِزْق دیتا ہے اور بندے ان میں سے کسی بھی چیز کے مالِک نہیں۔

کیا رزق کا تعلق عقل سے ہے؟

ایک حِکایت میں ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے زمانے کے کسی حکیم سے پوچھا: یہ کیسی بات ہے کہ میں عَقْل مند کو مَحْرُوم اور اَحْمَق کو دولت مند دیکھتا ہوں؟ اس نے بتایا کہ (ایسا کر کے) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی ذات کی طرف ہماری رہنمائی کرنا چاہتا ہے، اگر ہر عَقْل مند دولت مند اور ہر بے وُقُوف مَحْرُوم ہوتا تو عقلوں میں یہ

بات آتی کہ عَقْل مند خود اپنے رِزق کا اِہتِمام کرتا ہے اور بے وُقُوف خود اپنے آپ کو مَحرُوم رکھے ہے، مگر جب لوگوں نے مُعَامَلہ اس کے بر عکس جانا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہی رِزق بھی دینے والا ہے۔

مال میں آزمائش

حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ کسی کو مال دینے میں بھی فتنہ ہے اور کسی کو نہ دینے میں بھی فتنہ ہے، اگر کسی شخص کو مال دیا جائے تو وہ مال دینے والوں کے عِلاوہ دوسروں کی بھی تعریف کرنے لگتا ہے اور اگر کسی کو نہ دیا جائے تو وہ نہ دینے والوں کے عِلاوہ دیگر لوگوں کی بھی مَذَمَّت بیان کرنے لگتا ہے۔[1]

قسمت کے سوا کچھ نہیں ملتا

حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جان لو! مال کے دینے میں بھی فتنہ ہے اور نہ دینے میں بھی فتنہ ہے۔[2] (وہ اس طرح کہ) ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کے پاس صُبْح کے وَقْت جاتا ہے اور اس سے اپنی اس حاجَت کا سوال کرتا ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قِسْمَت میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے پاس چونکہ اسے اس کی حاجَت سے روکنے کا کوئی اِخْتِیار نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اسے اس کی قِسْمَت میں لکھی ہوئی چیز دیدیتا ہے، یوں وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور خیر و بھلائی کے ساتھ اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر اگلے سال دوبارہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے اپنی ایک ایسی حاجَت کا تذکرہ کرتا ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قِسْمَت میں نہیں لکھی۔ (اِمسال) اس کے پاس چونکہ اس کی حاجَت پوری کرنے کا کوئی اِخْتِیار نہیں ہوتا جیسا کہ گزشتہ سال اسے اس کی حاجَت سے روکنے کا کوئی اِخْتِیار نہ تھا، لہٰذا وہ اسے وہ چیز نہیں دیتا جو اس کی قِسْمَت میں نہیں لکھی گئی۔ چنانچہ وہ (خالی ہاتھ) واپس

---

[1] ......مسند احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۷/۳۴۸، حدیث: ۲۰۶۰۹

[2] ......مسند احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۷/۳۴۸، حدیث: ۲۰۶۰۹

لَوٹنے پر اپنے بھائی کو کَوستا ہے اور بُرے اَلفاظ میں اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ لہٰذا یاد رکھو! اس مال کے دینے میں بھی فتنہ ہے اور نہ دینے میں بھی فتنہ ہے۔

مال کے فتنہ ہونے سے کیا مُراد ہے؟

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میں نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کیا ہے اس کے اَلفاظ بیان نہیں کیے۔ نیز یہاں فتنے سے مُراد آزمائش ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے واقعی سچ فرمایا ہے کہ مال کے ذریعے نیکی پر یقین رکھنے والوں اور اس سے غافِل لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو وہ کیسے عَمَل کرتے ہیں؟ لہٰذا اہلِ یقین اَسباب سے عِبرَت حاصِل کرتے ہیں اور واسِطہ وسَبَب بننے پر خوش ہوتے ہیں، یوں ان کی ہِدایَت اور اِیمان میں اِضافہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس بات کا مُشاہَدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ انہیں کچھ دینے اور نہ دینے والی ذات **اَللّٰہُ الْوَاحِد** عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔ نیز وہ اس بات کی بھی مَعرِفَت رکھتے ہیں کہ شَرعی اُمُور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکمَت کار فرما ہوتی ہے، چنانچہ ان کے لیے دو۲ مَقام ثابت ہوتے ہیں: مال ملنے پر شُکر ادا کرنا اور نہ ملنے پر صَبر کرنا۔ جبکہ غافلین اس مُعامَلے میں مُضطَرِب و پریشان رہتے ہیں، ان کی نِگاہیں اَسباب اور لوگوں کے ہاتھوں پر جمی رہتی ہیں، وہ دینے والوں کی تعریف اور نہ دینے والوں کی مَذمَّت بیان کرتے ہیں، لہٰذا یہ مال ان کے دَرَجات میں کمی کا باعِث بن جاتا ہے۔ اس طرح مال دونوں قِسم کے لوگوں کے لیے آزمائش کا سَبَب بنتا ہے اور ان کا اِیمان خوب ظاہِر ہو جاتا ہے اور ان کے قُلُوب کا تقویٰ بھی آزما لیا جاتا ہے۔

بندے کا رحمتِ خداوندی کا نہ پہچاننا

مَرْوِی ہے کہ بندہ رات کے وَقت اپنے ایسے دُنیاوِی اُمُورِ تجارَت وغیرہ کا اِرادہ کرتا ہے کہ اگر (صُبح کے وَقت) وہ اُمُور سَر اَنجام دے لے تو ہَلاکَت کا شِکار ہو جائے، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی جانِب نِگاہِ کَرَم فرماتا ہے اور اسے اس کام سے روک دیتا ہے، لہٰذا وہ صُبح رنجیدہ اور غمگین ہوتا ہے اور اپنے چچازاد یا پڑوسی کی نَحوسَت سمجھتا ہے کہ کون میرے آگے آیا؟ کس نے مجھ پر مصیبت ڈال دی؟ حالانکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس پر رَحمَت ہے۔

اِخلاص کی علامت

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اِخلاص میں سے ہے کہ تو یہ پسند نہ کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرنے پر لوگ تیری تعریف کریں اور جو رِزْق تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دیا ہے اس پر تو لوگوں کی تعریف نہ کرے۔ حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وغیرہ سے مَروِی ہے کہ یہ بات یقین میں سے ہے کہ تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ عطا کرے اس پر تو کسی کی تعریف نہ کرے اور جو چیز نہ دے اس پر تو کسی کی مَذمَّت نہ کرے۔[1] مزید فرماتے ہیں کہ صَبْر نِصْفِ اِیمان ہے اور شُکْر بھی نِصْفِ اِیمان ہے جبکہ یقین کامِل اِیمان ہے۔[2]

حدیثِ اِفک[3] میں مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں:

---

[1] ......معجم کبیر، ۱۰/ ۲۱۵، حدیث: ۱۰۵۱۴ بتغیر قلیل

[2] ......الشکر لابن ابی الدنیا، ص ۹۳، حدیث: ۵۷

[3] ......اس سے مُراد وہ واقعہ ہے جس میں اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تُہمَت لگائی گئی۔ چنانچہ صَدْرُ الاَفاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیر خزائنُ العرفان میں سورۂ نور کے حاشیہ نمبر 15 کے تحت لکھتے ہیں: ۵ ہجری غزوۂ بنی مُصطَلِق سے واپسی کے وقت قافِلہ قریبِ مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ضَرورت کے لیے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں، وہاں ہار آپ کا ٹوٹ گیا، اس کی تلاش میں مَصروف ہو گئیں، اُدھر قافِلہ نے کُوچ کیا اور آپ کا مَحْمَل (کجاوہ) شریف اُونٹ پر کَس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین اس میں ہیں، قافِلہ چل دیا آپ آ کر قافِلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضَرور واپس ہو گا۔ قافِلہ کے پیچھے پڑی گری چیز اٹھانے کے لیے ایک صاحِب رہا کرتے تھے، اس مَوقَع پر حضرت صَفْوان اس کام پر تھے، جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" پکارا، آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا، انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ مُنافقین سیاہ باطن نے اَوہام فاسِدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بد گوئی شروع کی۔ بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بے جا سَرزَد ہوا۔ اُمُّ الْمُؤمِنِین بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں اس زمانہ میں انہیں اِطّلاع نہ ہوئی کہ ان کی نِسبَت مُنافقین کیا بک رہے ہیں، ایک روز اُمِّ مِسطح سے انہیں یہ خَبَر معلوم ہوئی اور اس سے آپ کا مَرَض اور بڑھ گیا اور اس صَدمہ میں اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا اور نہ ایک لمحہ کے لیے نیند آتی تھی، اس حال میں سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر

(قرآنِ کریم میں میری براءت کے بعد) میرے وَالِدَین میرے پاس تشریف لائے اور مجھے اپنے سینے سے لگا کر بوسہ دیا تو میں نے ان سے عَرض کی: میں آپ کی تعریف کروں گی نہ آپ کے آقا کی، بلکہ میں اس پروردگار کی تعریف کروں گی جس نے مجھے عزّت عَطا فرمائی اور میری براءت فرمائی۔[1] ایک رِوایَت میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہا سے کھڑے ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سرِ اَقْدَس کو بوسہ دینے کا فرمایا۔ مگر آپ نے عَرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ایسا نہ کروں گی اور سِوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی کی تعریف نہ کروں گی۔[2] چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے

وَحی نازِل ہوئی اور حضرت اُمُّ الْمُؤمِنِین کی طَہارَت میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ کا شَرَف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کی بہُت سی آیات میں آپ کی طَہارَت و فضیلت بیان فرمائی گئی، اس دوران میں سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بر سرِ مِنْبَر بقَسَم فرما دیا تھا: مجھے اپنے اہل کی پاکی وخوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حَق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون مَعْذِرَت پیش کر سکتا ہے؟ حضرت عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں اُمُّ الْمُؤمِنِین بالیقین پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جِسْم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے! حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی اس طرح آپ کی طَہارَت بیان کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تاکہ اس سایہ پر کسی کا قَدَم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔ حضرت علی مرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ ایک جُوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالَم نے آپ کو نعلین اُتار دینے کا حُکْم دیا جو پروردگار آپ کی نعل شریف کی اتنی سی آلُودَگی کو گوارا نہ فرمائے مُمکِن نہیں کہ وہ آپ کے اَہْل کی آلُودَگی گوارا کرے۔ اس طرح بہُت سے صحابہ اور بہُت سی صحابیات نے قسمیں کھائیں، آیَت نازِل ہونے سے قبل ہی حضرت اُمُّ الْمُؤمِنِین کی طرف سے قُلُوب مطمئن تھے، آیَت کے نُزول نے ان کا عزّ و شَرَف اور زیادہ کر دیا تو بدگویوں کی بدگوئی اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کِبار کے نزدیک باطِل ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لیے سَخْت ترین مصیبت ہے۔ صَدْرُ الاَفَاضِل مزید فرماتے ہیں کہ حضرت اُمُّ الْمُؤمِنِین کی شان اور ان کی براءت میں اللہ نے اٹھارہ آیتیں نازِل فرمائیں۔ (کنزالایمان، پ۱۸، النور: ۱۱، حاشیہ ۱۵)

[1] ......بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث للھیثمی، کتاب المناقب، باب فی فضل عائشۃ، الجزء الثانی، ص ۹۱۳، حدیث: ۹۹۸

[2] ......ابوداود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل ولدہ، ۴/۴۵۵، حدیث: ۵۲۱۹، بتغیر قلیل

معجم کبیر، ۲۳/۶۹، حدیث ۱۳۸

حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اے ابو بکر! اسے رہنے دو۔

یقین کی کمزوری اور مَعْرِفَت کی کمی کا نقصان

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) اَلْغَرَض ہم نے جس قَدْر مَعانی و مَفاہیم ذِکْر کیے ہیں وہ سب یقین کی کمزوری اور مَعْرِفَت کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا جب کسی بندے کے دِل میں یہ مَعانی و مَفاہیم سَرایَت کر جائیں اور وہاں قرار پکڑ جائیں اور بندے کے قول و فعل میں کَثْرت سے نَظَر آنے لگیں تو اس کے دِل سے حَقیقتِ اِیمان خَتْم کر دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا اِیمان اس کے ساتھ ہوتا ہے مگر گھر واپَس لَوٹتا ہے تو اس کا اِیمان اس کے ساتھ نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ ایک ایسے شخص سے ملتا ہے جو اس کے نَفْع و نُقْصان کا مالِک نہیں ہوتا اور اس سے کہتا ہے: تو ایسا ہے، تو ویسا ہے۔ اسی طرح کسی اور سے ملتا ہے تو اسے بھی کچھ ایسا ہی کہتا ہے یہاں تک کہ اپنے گھر لوٹ جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس نے ان لوگوں سے کچھ بھی حاصِل نہ کیا ہو مگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خود پر ناراض ضَرور کر لیتا ہے۔

ایمان تین[۳] باتوں کا مجموعہ ہے

کسی عالِم سے پوچھا گیا کہ تورات میں مَنْقُول اس قول سے کیا مُراد ہے کہ جس نے کسی مال دار کے لیے تواضُع کی اس کا دو[۲] تہائی دین خَتْم ہو جائے گا؟ اِرشَاد فرمایا: اس لیے کہ اِیمان عقیدے، فعل اور قول (تین[۳] باتوں) کا مجموعہ ہے، جب بندہ کسی مال دار کے لیے اس کی دنیا کی وجہ سے تعریف و حَرَکَت سے تَوَاضُع کرتا ہے (یعنی زبان سے تعریف کرتا ہے اور دیگر اَعْضَا سے اس کی خِدمَت بجالاتا ہے) تو اس کا دو[۲] تہائی دین خَتْم ہو جاتا ہے اور صِرف ایک تِہائی یعنی عقیدہ باقی رہ جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں سَبَب کی نِسْبَت کی مثالیں

اگر آپ نے رِزْق میں واسِطوں کو ان کے ثابِت ہونے کے باعِث تخلیق میں اَوّل سمجھا تو یہ بھی جان لیجئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہی ان واسِطوں کو اَسباب بنا کر ظاہِر فرمایا اور ان میں اپنی قُدْرَتِ کامِلہ کا ظُہُور بھی فرمایا۔

پہلی مثال

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ۲۱، السجدۃ:۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرّر ہے۔

پھر ایک مقام پر موت کی نِسبت اپنی جانِب کرتے ہوئے اپنی قُدرَتِ کامِلہ کا اِظہار یوں فرمایا:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (پ۲۴، الزمر:۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وَقْت۔

دوسری مثال

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۶۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

یہاں واسطے کا ذِکر فرمایا۔ پھر اِرشاد فرمایا:

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ (پ۳۰، عبس:۲۵، ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان: کہ ہم نے اَچھی طرح پانی ڈالا پھر زمین کو خوب چِیرا۔

تیسری مثال

اس بات کی (یعنی سَبَب اور واسِطوں کی) وَضاحَت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهَا رُوْحَنَا (پ۱۶، مریم:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کی طرف ہم نے اپنا رُوحانی بھیجا۔

پھر سَبَب کی نِسبَت اپنی جانِب کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (پ۲۸، التحریم:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی رُوح پھونکی۔

حالانکہ پھونکنے والے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔

چوتھی مثال

اسی طرح مزید اِرشاد فرمایا:

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ (پ۲۹، القیامۃ: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: توجب ہم اسے پڑھ چکیں اس وَقت اُس پڑھے ہوئے کی اِتّباع کرو۔

مُفَسِّرِینِ کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ اے مَحْبُوب! جب جبرائیل آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآنِ کریم کی آیات پیش کریں تو انہیں لے لیجئے۔ حالانکہ یہ آیات دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ کے بعد کی ہیں:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حَرَکت نہ دو۔ (پ۲۹، القیامۃ: ۱۶)

پانچویں مثال

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول بھی ہے:

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾ (پ۱۶، مریم: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو یہ بیٹا دیا تھا تاکہ وہ حضرت سَیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کو دیدیں، مگر انہوں نے صِرف اپنا ذِکْر کیا جبکہ انہیں اپنے ربّ کا مُشاہَدہ بھی حاصِل تھا (پھر بھی انہوں نے نِسْبَت اپنی جانِب کی)۔ دوسرے اَلفاظ میں گویا کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یوں کہا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو ایک ستھرا بیٹا دے۔

چھٹی مثال

اسی کی مِثل حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول ہے:

لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ (پ۶، المآئدۃ: ۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے اِختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا۔

اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا تھا:

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ (پ۱۶، مریم: ۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی رَحمت سے اسے اس کا بھائی عطا کیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے نَفْس کے مالِک تھے نہ اپنے بھائی کے نَفْس کے، اس لیے کہ حقیقت میں اَصل مالِک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔ یہ اس آیتِ مُبارکہ کا ایک قراءت کے مُطابِق ایک معنیٰ بنتا ہے یعنی جب ﴿ وَ اَخِیْ ﴾ کو مَنْصُوب پڑھا جائے، لیکن اگر اسے مَرْفُوع پڑھا جائے تو معنیٰ بالکل دُرُست ہو گا کہ میرا بھائی بھی اپنے نَفْس کا مالِک نہیں ہے۔

ساتویں مثال

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک مَقام پر اس بات کو وَضاحَت کے ساتھ یوں ذِکْر فرمایا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ (پ۱۰، التوبۃ: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو مُشْرِکوں کو مارو۔

اسی طرح واسطہ کا ذِکْر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔ (پ۱۰، التوبۃ: ۱۴)

پھر ان سے لڑنے اور انہیں مارنے کی نِسْبَت اپنی جانِب کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اُنہیں قتل کیا۔ (پ۹، الانفال: ۱۷)

آٹھویں مثال

اَسباب کے ثُبُوت اور ان کی حقیقت سے پَردہ کُشائی کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (پ۹، الانفال: ۱۷)

نویں مثال

واسِطوں کا ذِکْر کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا (پ۱۰، التوبۃ:۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تَعَجُّب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے ان پر وَبال ڈالے۔

دسویں مثال

اسی کی مِثل اِرشَاد فرمایا:

اَلَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ (پ۳۰، العلق:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے قَلَم سے لکھنا سکھایا۔

پھر اِرشَاد فرمایا:

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۱، ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

گیارہویں مثال

پھر اِرشَاد فرمایا:

عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ﴿۴﴾ (پ۲۷، الرحمٰن:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مَاکَانَ وَمَایَکُوۡن کا بیان اُنہیں سکھایا۔

اور ایک مَقام پر اِرشَاد فرمایا:

ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾ (پ۲۹، القیامۃ:۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہِر فرمانا ہمارے ذِمّہ ہے۔

بارہویں مثال

اَملاک کے ثُبُوت اور عِوَض کے بدلے ان کی فَروخت کو اپنے فَضل وکَرَم سے یوں بیان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

یہ فَروخت اس لیے مُمکِن ہوئی کہ پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں چیزوں کا مالِک بنا دیا تھا۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ (پ۵، النسآء: ۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آجائیں۔

حقیقی فاعل کون؟

اَہلِ مَعرِفَت کے نزدیک حقیقی فاعِل صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، اس لیے کہ حقیقی فاعِل وہ ہوتا ہے جو کسی آلہ یا سَبَب کی مَدَد حاصِل نہ کرے، نیز ان کے نزدیک کسی بھی کام کو کرنے والے دو نہیں ہو سکتے ورنہ یہ شِرْکَت ہوگی، اس لیے کہ دوسرا فاعِل اُس فعل کا ظاہِر کرنے والا ہے جو اس کے ہاتھوں وُقُوع پذیر ہوا اور اس کے واسطے سے جاری ہوا، گویا اس کی حَیثِیَّت ثانَوِی ہے اور یہ ایک نیا فعل ہے گویا کہ یہ مَفْعُول (یعنی اس پر فعل واقع ہوا) ہو، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اَوَّل و قدیم ہے اور وُہی اَصْلی فاعِل ہے۔ جیسا کہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے نزدیک حقیقی مالِک وُہی ہے جو اَشیا کو پیدا کرنے والا ہے اور جو اَشیا کو پیدا کرنے کے بعد انہیں فنا کرنے پر بھی قادِر ہے اور جس کے قبضے میں اَشیا دی گئی ہیں اسے تو مَحْض مالِک بنایا گیا ہے، اس لیے کہ اس نے اپنے قبضے میں مَوجُود اَشیا کو پیدا نہیں کیا جیسا کہ اس کے ہاتھوں سے سَر اَنجام پانے والا فعل اَصل میں مَفْعُول ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اَلْاَوَّلُ الْقَیُّوْمُ بِنَفْسِہٖ ہے وہ کسی غیر کی مَدَد نہیں لیتا، البتہ! اس نے اپنی حِکْمَت اور بڑائی کی بنا پر مخلوق اور زِندَگی کے لیے واسطے مُقَرَّر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ،

صورت کون بناتا ہے؟

مَرْوِی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورت کے رِحْم پر مُقَرَّر فِرِشتے کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ فِرِشتہ رِحْم میں داخِل ہو کر نُطْفَہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اس کی جسمانی صُورَت بناتے وَقْت بارگاہِ الٰہی میں عَرْض کرتا ہے: اے میرے ربّ! یہ مُذَکَّر ہے یا مُؤَنَّث، اسے سیدھا بناؤں یا عیب دار۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہتا ہے وہ فرماتا ہے اور فِرِشتہ ویسے ہی بنا دیتا ہے۔[1]

جسم میں روح کون ڈالتا ہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ فِرِشتہ صُورَت بناتا ہے پھر اس میں سَعادَت یا شَقاوَت کی رُوح پھونک دیتا

---

[1] ....مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی . . . الخ، ص ۱۴۲۲، حدیث: ۲۶۴۵، بتغیر قلیل

ہے۔[1] ایک قول کے مُطابِق جس فِرِشتے کو رُوح کہا جاتا ہے وہی اَجسام میں رُوح ڈالتا ہے۔ مَنْقُول ہے کہ یہ فِرِشتہ اپنے مَخْصُوص انداز پر سانس لیتا ہے تو اس کا ہر سانس رُوح بن کر جِسْم میں داخِل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اس کا نام رُوح ہو گیا۔

زِندگی کے چار واسطے

اس طرح بندے کی پیدائش میں چار واسطے کار فرما ہوتے ہیں جو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت کی حَد ہیں۔ ان میں سے دو واسطے ظاہِری ہیں یعنی بندے کے ماں باپ اور دو واسطے باطِنی ہیں یعنی عورت کے رِحْم پر مُقرَّر فِرِشتہ اور رُوح پھونکنے والا فرشتہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا:

اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (پ۲۸، الحشر: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا۔

جیسا کہ اپنے مُتَعلِّق اس سے پہلے اِرشَاد فرمایا کہ وہ **اَلْخَالِقُ** ہے۔ پھر ایک مقام پر اِرشَاد فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (پ۲۹، الملک: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: جس نے موت اور زِندگی پیدا کی۔

موت کا واسطہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس طرح زندوں کے لیے واسطے بنائے اسی طرح موت کے لیے بھی حضرت سَیِّدُنا اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کو واسطہ بنایا ہے جو کہ صَاحِبِ صُور بھی ہیں، جب وہ اس میں دوسری بار پھونکیں گے تو ہر مَرا ہوا زندہ ہو جائے گا، اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اُٹھائے گا، جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ (پ۲۰، النمل: ۸۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور جس دن پھونکا جائے گا صور۔

مُحْیِی اور مُمِیت سے مُراد

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا کہ وہی "اَلْمُحْیِیْ" یعنی زندہ کرنے والا اور وہی "اَلْمُمِیْتُ" یعنی موت دینے والا ہے۔ (پھر اس نے اپنے ان اَفعال کا واسطہ دو فِرِشتوں کو بنا دیا) جیسا کہ

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی . . . الخ، ص ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، حدیث: ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، بتغیر قلیل

حدیث پاک میں ہے: زِنْدَگی اور موت کے فِرِشتے میں مُناظرہ ہوا، موت کے فرشتے نے کہا: میں زندہ کو موت دیتا ہوں۔ زِنْدَگی کے فرشتے نے کہا: میں ہر مُردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں اپنا کام کرتے رہو، میں نے تم دونوں کو اس کام کا پابند کر دیا ہے، اس لیے کہ زِنْدَگی اور موت دینے والا میں ہی ہوں اور میرے عِلاوہ کوئی زندہ کرنے والا ہے نہ کوئی موت دینے والا۔

سب سے بڑا رہنما

اسی طرح مَنْقُول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: میں خود اپنی ذات پر رہنمائی کرنے والا ہوں کہ مجھ سے بڑھ کر میری ذات کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔

واسطے کا پایا جانا شرک نہیں

واسطوں کا پایا جانا اس بات کے مانِع نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہر شے میں اَوّل ہو اور ہر شے کا فاعِل بھی وُہی ہو کہ جو یکتا ہے اور کوئی بھی اس کے ساتھ کسی شے میں شریک نہیں۔

- کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ فرشتے نے مجھے پیدا کیا ہے۔
- نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عِزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے موت دی۔
- نہ کوئی یہ کہے گا کہ حضرت سَیِّدُنا اِسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے دوبارہ زندہ کیا۔
- نہ کسی صَاحِبِ یقین توحید کا مُشاہدہ کرنے والے شخص کے لیے یہ کہنا دُرُست ہے کہ فلاں نے مجھے عَطا کیا یا فلاں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ جیسا کہ یہ کہنا دُرُست نہیں کہ فلاں نے مجھے رِزْق دیا اور نہ یہ کہنا دُرُست ہے کہ فلاں مجھ پر قادِر ہے، اگرچہ اسے واسِطہ بنایا گیا ہے تاکہ اس کے ہاتھوں یہ کام پورا ہو، کیونکہ کسی کو کچھ دینا رِزْق کی اور نہ دینا قُدْرَت کی عَلامَت ہے۔

کوئی اس کی سلطنت میں شریک ہے نہ تخلیق و رزق میں

اَسمائے باری تعالیٰ میں کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مُعْطِی، مَانِع، ضَارّ اور نَافِع ہے جیسا کہ وہ مُحْیِی و مُمِیْت ہے، کوئی اس کی سَلْطَنَت میں شریک نہیں اور نہ بندوں میں سے کوئی تخلیق و رِزْق میں اس کا

مدد گار ہے۔ عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کے نزدیک ایسا سمجھنا بندے کے مُوَحِّد ہونے میں عیب کی عَلامَت ہے اور یہ شِرکِ خَفی ہے جس کے مُتعلِّق مَرْوِی ہے کہ شِرک میری اُمَّت میں تاریک رات میں چلنے والی چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مَخْفِی ہے۔[1]

اَفعال کی نِسبَت اَسباب کی طرف کرنا شرک ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں کسی کا قول ہے کہ یہاں زبان سے اِقرار کرکے اِیمان لانا مُراد ہے، یعنی انہیں یہ یقین نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تقدیر و تدبیر کا مالک ہے، چنانچہ وہ اَسباب پر اِعْتماد کرکے اور اَفعال کی نِسبَت ان اَسباب کی جانِب کرکے شِرک کے مُرتَکِب ہوتے ہیں۔ حالانکہ مُخلِصِین کے نزدیک اِخْلاص کی عَلامَت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کوئی مَعْبُود ہے نہ کوئی اس کے سِوا مُعْطِی و مانِع ہے اور نہ اس کے سِوا کوئی ہِدایَت دینے والا اور گمراہ کرنے والا ہے۔

بندوں کا ہادی، ضالّ اور معطی و مانع ہونا

عارِفین کے نزدیک یہ سب ایک ہی زمانے اور ایک ہی مُشاہَدے میں ہوتا ہے کہ یہ توحید کی اِبْتِدا ہے اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کو بھی ہِدایَت دینے والا، گمراہ کرنے والا اور مُعْطِی و مانِع بنایا ہے مگر وہ سب اس کے اِذْن اور اس کی مَشِیَّت و حُکْم کے بعد یہ کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ایک مَقام پر ہے:

خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۷۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: سب سے بہتر روزی دینے والا۔

---

[1] ....نوادر الاصول، الاصل السادس والسبعون والمائتان، ۲/۱۱۹۴، ۱۱۹۷، حدیث: ۱۴۹۲، ۱۴۹۶

اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہی انہیں اور ان کی تخلیق کو پیدا کیا، انہیں اور ان کے رِزْق کو رِزْق دیا، انہیں ہِدایت دی اور انہیں ہِدایت کاذریعہ بنایا، انہیں گمراہ کیا اور دوسروں کی گمراہی کا سَبَب بنایا، اَلْغَرَض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہِدایت پاکر یہ لوگ ہِدایت پانے والوں میں شُمار ہوئے اور اس کے انہیں گمراہ کرنے کے اِرادے کے بعد یہ گمراہ ہوئے جیسا کہ اس کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے اور اس کے رِزْق دینے سے رِزْق دیئے گئے، ایسا کیوں نہ ہو کہ گزشتہ آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں بات بیان ہو چکی ہے۔ چنانچہ پیدا کرنے کے مُتعلّق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تو مٹّی سے پرند کی سی مُورت میرے حکم سے بناتا۔

ہِدایت دینے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** ہمیں ہِدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے۔

گمراہ کرنے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا کہ ہم خود گمراہ تھے۔

اَلْغَرَض مذکورہ باتوں کے مُشاہَدہ سے بندہ شِرکِ خَفی سے دور ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کے اس قول کی حقیقت ظاہر کرتی ہے جو اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیّت کی تصدیق کرتے ہوئے کہی:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

کلمہ کی وضاحت

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی جس نے دِل سے اسے اپنا مَعْبُودِ حقیقی مان کر یہ کہا کہ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی قُدْرَت و وَحْدَت میں اکیلا ہے، مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی سَلْطَنَت میں

اس کا شریک نہیں۔ پھر اپنے قول کو مزید پختہ کرنے کے لیے یہ کہا: لَهُ الْمُلْكُ یعنی جو کچھ اس نے پیدا فرمایا ہے وہ سب کچھ اسی کا ہے، لَهُ الْحَمْدُ یعنی وہ دے یا نہ دے ہر صُورت میں حَمد اسی کے لیے ہے، وُہی ہر قِسْم کی حَمد کا مُستَحِق ہے، اس کے عِلاوہ کوئی بھی حَمد کا حَق نہیں رکھتا، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی وہ تخلیق اور اپنی مَخلوق کے ہر مُعَاملے پر قُدرَت رکھتا ہے، لہٰذا اقْدَرَت و تخلیق کا مُکَمَّل طور پر مالِک وُہی ہے، وُہی ہے جو اپنی مَخلوق میں جو چاہتا ہے جیسا چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔

واسطوں کی مثال

واسطوں کی مِثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کاریگر کے ہاتھ میں کوئی آلہ و اَوزار ہو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کبھی یہ نہیں کہا جاتا کہ موچی کے چمڑا کاٹنے والے اَوزار (رانپی) نے جُوتا بنایا نہ یہ کہا جاتا ہے کہ کوڑے نے بندے کو مارا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ موچی نے جوتا بنایا اور فلاں نے کوڑے کے ساتھ بندے کو مارا۔ اگرچہ یہ دونوں چیزیں فعل کے واقِع ہونے کا واسِطہ ضَرور ہیں مگر یہ صانِع کے ہاتھ میں ایک آلے اور اَوزار کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں۔ اسی طرح مَخلوق بھی ظاہِری چیزوں میں ان اَسباب کو اِختیار کرتی ہے مگر حقیقت یہ ہے:

وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌۚ (۲۰) (پ۳۰، البروج: ۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

یعنی وہی ہر شے پر قُدرَت رکھتا ہے اور اپنی مَخفِی قُدرَت و مَشِیَّت سے یہ اَفعال سَر اَنجام دیتا ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حاکم نے مجھے یہ دیا، اس نے مجھ کو یہ خِلعَت بخشی۔ اگرچہ حاکم نے اسے اپنے ہاتھ سے یہ اَشیا نہ دی ہوں (بلکہ اس کے خادِم نے دی ہوں، پھر بھی وہ یہی کہتا ہے کہ حاکم نے دیں)۔ مگر یہ کہنا دُرُست نہ ہوگا کہ حاکم کے خادِم نے مجھے یہ سب دیا ہے کیونکہ فعل اس کے ہاتھ سے واقِع ہوا اور عَطا کا براہِ راست تعلّق بھی اسی سے تھا، اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ خادِم کسی شے کا مالِک ہوتا ہے نہ حاکم کی مِلکِیَّت میں اس کی اِجازَت کے بغیر کسی قِسْم کا تَصَرُّف کر سکتا ہے۔ البتہ! یہ ہو سکتا ہے کہ بندے سے جب یہ پوچھا جائے کہ اسے حاکم نے کس کے ذریعے نوازا ہے؟ یا کس کے ہاتھ یہ چیزیں بھیجی ہیں؟ تاکہ پوچھنے والا

جان سکے کہ کون سا خادِم یہ لے کر آیا، تو اس صُورت میں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ فُلاں خادِم کے ہاتھ یہ چیزیں بھیجی گئی ہیں۔ رہی یہ صُورت کہ محض حاکم کی عطا وبخشش کا اِظْہار مقصود ہو تو بن کسی کے پوچھے ہی یہ کہہ دے کہ حاکم نے مجھے اپنے فلاں خادِم کے ذریعے نوازا ہے۔ تو یہ کلام بھی لَغْو ہے اور حاکم کا نام لینے کے بعد خادِم کا نام لینے کی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ مقصود حاکم کی عَطا کا اِظہار ہے، لہٰذا خادِم کا تذکرہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ جو اس عَطا وبَخشش کا سَبَب بنا۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو کھجور دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اسے لے لو، اگر تم اس کے پاس نہ آتے تو یہ تمہارے پاس آجاتی۔[1] اس سے بھی معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اِرشاد نہ فرمایا کہ یہ کھجور لے کر کوئی شخص تمہارے پاس آجاتا۔ اس لیے کہ اس کے تذکرے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

اسی طرح جب ایک شخص نے (توبہ کرتے ہوئے) یہ کہا کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں نہ کہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں۔[2] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

---

[1] ......صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الحرص ومایتعلق بہ، ۵/۹۸، حدیث: ۳۲۲۹

[2] ...... بظاہر اس رِوایت سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ توبہ صِرف بارگاہِ خداوندی میں کرنی چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ دیگر روایات سے بارگاہِ خداوندی کے عِلاوہ بارگاہِ رسالت میں بھی توبہ کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی **مراۃ المناجیح، جلد6، ص197** پر ایک حدیث پاک کے جز اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ کے تحت فرماتے ہیں: توبہ اور دوسری عِبادات میں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے ساتھ حُضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو راضی کرنے کی نیّت کرنا بالکل جائز ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (پ۱۰، التوبۃ: ۶۲، ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے۔) اور فرماتا ہے: وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِہٖ مُہَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (پ۵، النسآء: ۱۰۰، ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا **اللہ** ورسول کی طرف ہجرت کرتا۔) صُوفیا فرماتے ہیں کہ ہر گناہ میں **اللہ** تعالیٰ کی بھی ناراضی ہوتی ہے اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بھی: عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸، ترجمۂ کنزالایمان: جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔) ہر گناہ سے دو حق تلفیاں ہوتی ہیں، لہٰذا ہر گناہ کی توبہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی کرے اور حُضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی بارگاہ میں بھی، دونوں ذاتوں سے مُعافی چاہیے۔ مزید نقل فرماتے ہیں کہ دونوں ذاتوں کی طرف رُجُوع کرنا مستقل ہے، کوئی کسی کے تابع نہیں۔

اس نے حَق دار کا حَق پہچان لیا۔[1]

تذکرۂ اَسباب کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَسباب کا ذِکْر فرمایا تاکہ اَشیا کا تعلّق ان کے ساتھ قائم ہو اور ان اَشیا پر ثواب وعِقاب کے اَحْکام نافِذ ہوں، یہ مُناسِب نہ تھا کہ ان کا تذکرہ نہ کیا جاتا، ورنہ اَحْکام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانِب لوٹتے حالانکہ وُہی ہر شے کو پیدا کرنے والا اور ہر شے پر موت وارِد ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔ (لہٰذا یاد رکھئے) حاکم حکم دیتا ہے اور **مَحکُوم** پر اس کے اَحْکام نافِذ ہوتے ہیں، یہی وہ سَبَب ہے جو مُردوں اور زندوں کے مَقام ومرتبہ کو ظاہر کرتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حاکم کے بجائے **مَحکُوم** ہے اور نہ کوئی یہ سمجھے کہ وہ آمِر (حکم دینے والے) کے بجائے مَامُور (حکم بجالانے والا) ہے۔

سارے خزانے اسی کے ہیں

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) معلوم ہوا اَحْکام **مَحکُوم** ومَامُور پر نافِذ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ (پ ۱۴، النحل: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو **اللہ** کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔

معلوم ہوا سب کچھ اس کے پاس اور اس کے خزانے میں ہے، البتہ! اس نے دنیا کی نِسْبَت ہماری طرف کر دی تاکہ ہم پر اَحْکام نافِذ ہوں اور ہم اس سے بے رَغْبَت ہو جائیں، جبکہ آخِرَت کی خُصُوصِیَّت اور فضیلت کی وجہ سے اس کی نِسْبَت اپنی جانِب کی تاکہ ہم اس میں رَغْبَت رکھیں۔

خلق ورزق کی نسبت

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خَبَر دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ (پ ۷، المآئدۃ: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تو مٹّی سے مُورت بناتا۔

---

[1] ....مسند احمد، مسند الکوفیین، حدیث الاسود بن سریع، ۵/ ۳۰۲، حدیث: ۱۵۵۸۷

ایک مقام پر اِرشاد فرمایا:

وَّارۡزُقُوۡهُمۡ فِيۡهَا (پ ۴، النسآء: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اس میں سے کِھلاؤ۔

پہلی آیتِ مُبارَکہ میں بندے کو خالق کہا گیا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ہاتھ پر تخلیق کا فعل جارِی کرتا ہے اور دوسری آیتِ مُبارَکہ میں انہیں رِزْق دینے والا کہا گیا ہے کیونکہ بندوں کے ہاتھ پر ان کے گھر والوں کا رِزْق جارِی ہوتا ہے۔ چنانچہ (صاحِبِ کتاب اِمام اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) میرے نزدیک یہ بات ایسے ہی ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حضرت سَیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے یہ اِرشاد فرمانا ہے: ﴿ وَهُزِّيۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۟ (پ ۱۶، مریم: ۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہِلا تجھ پر تازی پکّی کھجوریں گریں گی۔ ﴾ حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جانتی تھیں کہ محض ان کے ہِلانے سے کھجوریں نہ گریں گی اور نہ ان کا دَرَخْت کو ہِلانا کچھ اَثر رکھے گا، مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چونکہ ان کی کَرامت کا اِظْہار چاہتا تھا لہٰذا اس نے ان کے ہاتھ کو آلہ بنا دیا۔

پانی کے دونوں چشمے کیسے پھوٹے؟

اسی کی مِثْل فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ‌ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۟ (پ ۲۳، ص: ۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

چنانچہ دو۲ چشمے پھوٹے، ان میں سے ایک سے حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام نے پانی پیا اور دوسرے سے غُسل فرمایا، مگر ان دونوں چشموں کو ظاہِر کرنے میں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاؤں مُبارَک کا عَمَل دخل نہ تھا۔

اللہ کے سوا ہر شے باطل ہے

لَبید نے اپنے شِعْر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر شے کی نفی کچھ یوں کی:

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ

ترجمہ: جان لو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سِوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ شِعر پڑھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: شاعِر کی یہ بات سب سے سچی ہے: **اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ**۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو معلوم تھا کہ اَشیا میں واسطے اور اَسباب حَق اور سچ ہیں، پھر بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مذکورہ فرمان کے باوُجُود اَسباب کو اِختیار کرنے سے منع نہ فرمایا، تاکہ توحید کو ترجیح دی جائے اور مُتَوحِّد کی توحید کا اِظْہار ہو سکے۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ انبیا و رُسُل کو جھٹلانے اور آسمانی کتابوں کو نہ ماننے کے قریب کا دَور تھا، جب اَشیا کو ان کے مَعْدُوم ہونے کے بعد وُجُود کی دولت ملی اور وُجُود پانے کے بعد پھر ایک وَقْت ایسا آئے گا کہ وہ مَعْدُوم ہو جائیں گی تو گویا یہ اَشیا اس باطِل کے مُشابِہ ہیں جس کی اِبْتِدا میں کوئی حقیقت تھی نہ اِخْتِتام میں اس کا کوئی نِشان ہو گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اَوّل و آخِر اور اَزَلی و اَبَدی ہے، وہی حَق ہے اور اس کے سِوا کوئی بھی اس جیسا نہیں۔

اسباب کا مُسبِّب کے مقابل ہونا

جب اَسباب واسِطہ ہونے کے اِعْتِبار سے مُسَبِّبُ الْاَسْباب عَزَّوَجَلَّ کے مُقابِل ہوں تو ان کی مِثال یوں دی جاسکتی ہے کہ قرآن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یوں فرماتا ہے، حالانکہ آپ اس کے بعد حضرت سَیِّدُنا نُوح عَلَیْہِ السَّلَام کا قول ذِکْر کریں یا حضرت سَیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کا یا کسی اور نبی کا۔ دونوں باتیں دُرُسْت ہیں۔ چنانچہ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا" تو اس سے مُراد یہ ہو گی کہ اس نے یہ بات سب سے پہلے کہی، وہ اپنے اَوصاف کے اِعْتِبار سے یہ بات کہنے والا اور اپنے عِلْم کی خَبَر دینے والا ہے، اس کا کلام وَقْت کے ساتھ خاص ہے نہ کسی جگہ میں مَحْدُود و حادِث۔ لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ "حضرت سَیِّدُنا صالِح عَلَیْہِ السَّلَام نے اِرشاد فرمایا" یا کہتے ہیں کہ "حضرت سَیِّدُنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ اِرشاد فرمایا" تو اس سے مُراد یہ ہو گی کہ یہ حَضْرات اس بات کو دوسری بار کرنے کا واسِطہ بنے ہیں اور ان کا یہ کلام حُدُوثِ اَوقات وظُہُورِ اَسباب کی وجہ سے ہے، اسی طرح واسطوں کے مُعامَلہ میں اَسباب کی بھی حَیْثِیَّت ہے، یعنی یہ ثانَوی حَیْثِیَّت کے حامِل ہیں جبکہ اَوّل و مُبْدِی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کا شُبہ

یہی وجہ ہے کہ بدعتی لوگوں پر ایک شُبہ وارِد ہوا (کہ وہ اپنی جہالت کے باعث صِفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کر بیٹھے)۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ قرآن بھی مخلوق ہے۔ وہ اس شُبہ میں مبتلا نہ ہوتے مگر انہوں نے احکمُ الحاکمین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول سے قبل مخلوق کا قول تسلیم کیا اور ثابت کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول سے پہلے قِیْلًا یعنی مَنْقُول ہے، مَحْذُوف ہے۔ (ایسا انہوں نے اس لیے کیا) کیونکہ وہ کلام کے قدیم ہونے کو نہ مانتے تھے، لہٰذا وہ اپنی جہالت کے باعث جس بات سے بھاگ رہے تھے اس سے بھی بڑی مصیبت کا شِکار ہو گئے، کیونکہ وہ اپنے گمان کے مُطابِق اس بات سے بھاگ رہے تھے کہ کہیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی اور کو بھی قدیم نہ مان لیں، مگر وہ اپنے زُعمِ باطِل کی وجہ سے اس مصیبت کا شِکار ہو گئے کہ انہوں نے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا حادِث ہونا ثابت کیا، پھر اس کے قدیم ہونے کو حادِث قرار دیدیا۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان باتوں سے بُلند و بَرتر ہے جو ظالِم و مُلْحِد لوگ اس کے اَسمائے حسنیٰ و صِفاتِ حَمیدہ کے مُتَعَلِّق کرتے ہیں اور صُبح و شام اسی کی پاکیزگی ہے۔ وہ لوگ اپنی جہالت کے باعث یہ نہ جان پائے کہ ان کا قول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول کے بعد ہے، گویا ان کا قول اس کے قول سے پیدا ہوا اور وُہی اس قول میں اوّل ہے اس اِعْتِبار سے کہ وُہی عِلم و قِدَم میں اَوّل ہے اور یہ لوگ اس قول میں ثانَوِی حَیثِیَّت رکھتے ہیں اس لِحَاظ سے کہ ان کے اَفعال حادِث ہیں۔

اَسمائے باری تعالیٰ میں شرک کا شُبہ

یقین کی کمزوری کے باعث غافلین بھی شُبہ کا شِکار ہو گئے، اس لیے کہ انہوں نے رِزْق دینے اور نہ دینے والوں کو فعل میں اوّل سمجھ لیا، اس طرح کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے ہاتھ میں انہیں رِزْق دینے یا نہ دینے کے حُکم کو ظاہِر فرمایا تو وہ انہیں ہی مُعْطِی و مانِع سمجھنے لگے، کیونکہ (وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو واحِد و یکتا ماننے میں دَرَجۂ کَمال پر فائز نہ تھے بلکہ) ان کی توحید میں کمی تھی، لہٰذا انہوں نے اَسمائے باری تعالیٰ میں شرک کیا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ بدعتی لوگوں نے صِفاتِ باری تعالیٰ میں شرک کیا کہ وہ عِلمِ باری تعالیٰ کے اَزَلی ہونے کا مُشاہَدہ نہ کر سکے جیسا کہ کَجی والے لوگ وَحْدتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کا مُشاہَدہ نہ کر سکے، مگر یاد رکھئے جن کے دِلوں

میں کجی اور کھوٹ ہے ان کا شرک ایک ایسی گمراہی ہے جو انہیں مِلَّت سے خارِج کر دیتی ہے، یعنی یہ شرکِ جَلی ہے جبکہ کمزور یقین والوں کا شرک مِلَّت سے غَفْلَت اور جَہَالَت کا باعث ہے، کیونکہ یہ شرکِ خَفی ہے۔

ایک حِکایَت میں ہے کہ ایک عالِمِ ربّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے کسی شخص کے پیچھے نماز پڑھی، جب اِمام نے فَراغَت کے بعد انہیں نامُناسِب لِباس میں دیکھا تو پوچھا: حضرت! کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ٹھہرو! پہلے میں نے جو نماز تمہارے پیچھے ادا کی ہے اسے دوبارہ پڑھ لوں، پھر تمہیں جواب دوں گا (کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں)۔

اسی مفہوم میں ایک واقعہ یہ مَنْقُول ہے کہ ایک شخص مَسْجِد میں اِعتِکاف بیٹھ گیا، اس کا کوئی ذریعہ مَعاش بھی نہ تھا تو اس سے مَسْجِد میں نماز پڑھانے والے اِمام صَاحِب نے کہا: اگر تو کچھ کمائی کر کے زِنْدَگی گزارے تو یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ مگر اس شخص نے کوئی جواب نہ دیا، دوسرے وَقْت میں اِمام صَاحِب نے دوبارہ اس سے یہی بات کہی تو وہ شخص بولا: مَسْجِد کے پڑوس میں رہنے والے ایک یہودی نے مجھے روزانہ دُو روٹیاں دینے کی ضَمانَت دی ہے، مجھے وُہی کافی ہیں اس لیے مجھے کام کاج کی حاجَت نہیں۔ اِمام مَسْجِد بولے: اگر وہ اپنی ضَمانَت میں سچا ہے تو تیرا مَسْجِد میں اِعتِکاف کرنا تیرے لیے اچھا ہے۔ اس پر وہ شخص بولا: جناب! اگر آپ مسلمانوں کے اِمام نہ ہوتے کہ جو ان کے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان واسِطہ ہے تو یہ آپ کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ اس لیے کہ آپ اپنی توحید میں کامِل نہیں۔

فطانت کا لطف اور مخفی لطف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک صِدّیق کو اِلْہَام فرمایا: میری خاطِر فَطانَت کا اور مَخْفِی لُطف اِخْتِیار کر، کیونکہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ عَرض کی: اے میرے رب! فَطانَت کے لُطف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اگر تجھ پر کوئی مکھی بھی گرے تو جان لینا کہ یہ میں نے گرائی ہے، لہٰذا مجھ سے ہی سوال کرنا کہ میں اسے تجھ سے دُور کروں۔ عَرض کی: اور مَخْفِی لُطف سے کیا مُراد ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اگر گُھن لگا ہوا لوبیا تیرے پاس آئے تو جان لینا کہ میں نے تجھے اس کے ذریعے یاد کیا ہے۔

عام مومنین کے عقائد اور ان کا طرزِ عمل

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ ذِکر کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مُعْطِی، مَانِع، ضَارّ اور نَافِع ہے اور وُہی خالِق ورازِق ہے کہ جیسے چاہتا ہے، جب چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے نوازتا ہے، تو یہ بات عام مؤمنین کے عقائد وعِلْم میں ہے مگر ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت جانتے ہیں نہ حاکم عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت رکھتے ہیں بلکہ ان باتوں کو اپنی عادات کی جانِب منسوب کرنے لگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا رِزْق انہیں ان کی عادات کے مُطابِق ملے یا اس ذریعے سے ملے جس کو ان کی عقلیں پسند کریں، یعنی وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ انہیں ان کا رِزق عزّت وفخر، طُولِ اَمَل اور تکبُّر کے ساتھ ملے اور ذِلّت کے ساتھ، عاجِز جان کر اور ان کے فقیر ومسکین ہونے کی بنا پر نہ ملے۔ یہ لوگ اپنے اُمُور کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سُپُرد کرتے ہیں نہ اس کی تدبیر وتقدیر پر راضی رہتے ہیں کہ وہ انہیں جیسے چاہے رِزْق دے اور جس کے ہاتھوں چاہے دے، لہٰذا وہ اس سلسلے میں مؤمنین کے اَخلاق اپنانے کے بجائے جابِر لوگوں کے اَخلاق اپنانے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے کہ وہ مُشاہَدۂ یقین سے دُور ہیں اور ان پر ان کا نَفْس غالب آچکا ہوتا ہے، یہ بات جاننے کے باوُجُود کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تمام مَخلوق اور زمین کا مالِک ہے اور اسی کے لیے حمد وسَلْطَنَت ہے، ان کے نُفُوس اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کو دوسروں سے اپنی اُمّیدیں باندھتے ہیں اور ان میں طَمَع رکھتے ہیں، بعض اَوقات مَضبُوط حَقائق کی بنا پر فطری طور پر ان میں اِضطِراب پیدا ہوتا ہے مگر ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے بلکہ مَصائب وفاقے کا شِکار ہو کر وہ مزید پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنے خالق کی خاطِر صَبْر اِختیار نہیں کرتے، چنانچہ اَسباب دیکھتے ہیں تو ان کی زبانوں پر مَدح وخوشی کے تَرانے جاری ہو جاتے ہیں اور اگر کچھ نہ ملے تو مَذَمّت وغم سے بھرپور باتیں کرتے ہیں، کیونکہ وہ غافِل ہیں اور انہیں اپنے عِلْم کا مُشاہَدہ حاصِل نہیں، جو ان کے توحید میں ناقِص ہونے اور ان کے یقین کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ ان کی مَعرِفت سنی سنائی باتوں پر مُشْتَمِل ہوتی ہے اور وہ مُشاہَدہ کی مَعْرِفت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔

اہلِ یقین کا طرزِ عمل

اہلِ یقین بھی عام مؤمنین کی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عِلْم اور اس کی قُدْرَت کو تسلیم کرتے ہیں، اس کی حِکْمَت کے جارِی ہونے اور مَخْلوق پر ثواب و عِقَاب کے اَحْکام نافِذ ہونے کی وجہ سے واسِطوں اور اَسباب کو بھی مانتے ہیں، مگر وہ حُسْنِ یقین، قوّتِ مُشاہَدہ، صَبْرِ جمیل اور حقیقتِ رَضا پانے کی وجہ سے عام مؤمنین سے بَرتَر ہیں، مصیبتوں اور فاقوں کے نُزول کے وَقْت ان کے دِل پُر سُکُون اور نُفُوس مطمئن رہتے ہیں، وہ اِبتلا و آزمائش میں ثابِت قَدَم رہتے ہیں، اس لیے کہ انہیں مُشاہَدۂ باری تعالیٰ حاصِل ہوتا ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ وُہی جیسے چاہتا ہے مَخْلوق کی تدبیر فرماتا ہے، چنانچہ وہ مَقامِ یقین پر فائز ہو جاتے ہیں اور ان کا حال تَوَکُّل اور نصیب رَضائے خداوندی ٹھہرتا ہے، یہ لوگ مَعانی کے حقائق سے نِکَل کر ان کے عُمُوم میں داخِل ہو جاتے ہیں۔

عام مؤمنین و اہلِ یقین کے دَرَجات میں فرق

عام مؤمنین فَرْض تَوَکُّل میں اَہْلِ یقین کے ساتھ شامِل ہیں، مگر اَہْلِ یقین ان سے آگے بڑھ کر ان سے بُلَند دَرَجات حاصِل کر لیتے ہیں اور یوں وہ تَوَکُّل کی فضیلت کے باعِث بُلَند مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں جبکہ عام مؤمنین اپنے مَقام پر ٹھہرے رہتے ہیں اور یوں اپنے یقین میں ٹھہراؤ اور اَسباب کے حِجاب میں ہونے کی وجہ سے بُلَندیوں پر فائز ہونے سے مَحْرُوم رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (پ ۱۱، ھود: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر فضیلت والے کو اس کا فَضْل پہنچائے گا۔

ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ (۱۶۳) (پ ۴، آل عمران: ۱۶۳) ترجمۂ کنز الایمان: وہ **اللہ** کے یہاں دَرَجَہ دَرَجَہ ہیں اور **اللہ** ان کے کام دیکھتا ہے۔

کسی عالِم کا قول ہے کہ عام لوگوں پر اَسباب کا حِجاب پڑا ہوا ہے وہ بَس اسے ہی دیکھتے رہتے ہیں جبکہ خواص پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا آپ ظاہِر فرما کر اَسباب کو ان سے دُور کر دیا ہے، وہ اب اَسباب کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے۔

یقین ظاہر کرنے والی تین۳ چیزیں

حضرت سَیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تین۳ چیزوں سے یقین ظاہِر ہوتا ہے:

﴿1﴾ مقاماتِ ہَلاکت میں حق پر قائم رہنے سے۔

﴿2﴾ نُزولِ آزمائش کے وَقت اَحکامِ الٰہی کو تسلیم کرنے سے۔

﴿3﴾ زوالِ نِعمت کے وَقت قضائے الٰہی پر راضی رہنے سے۔

اِیمان کامل کرنے والی تین۳ باتیں

حضرت سَیِّدُنا یُوسُف بن اَسباط رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مَنقُول ہے جس میں تین۳ باتیں ہوں اس کا اِیمان کامل ہوتا ہے:

﴿1﴾ جب راضی ہو تو اس کی رَضامندی اسے باطِل کی طرف نہ لے جائے۔

﴿2﴾ جب غضب ناک ہو تو اس کا غَضَب اسے حق سے رُوگردانی کی طرف نہ لے جائے۔

﴿3﴾ جب کسی شے پر قادِر ہو تو وہ شے نہ لے جو اس کی نہیں۔

کسب و معاش کا تذکرہ

کسب توکل کے مَنافی نہیں

کَسب اس شخص کے لیے نُقصان دہ نہیں جس کا توکُّل دُرُشت ہو اور اس شخص کے لیے بھی نُقصان دہ نہیں جسے اس کے مَقام و مرتبے سے گرائے نہ اس کے حال میں کسی قِسم کی کمی کا باعث بنے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ (پ۳۰، النبا: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

ایک مَقام پر اِرشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيلًا مَّا ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے اس میں زِندَگی کے

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۸، الاعراف: ۱۰) اَسباب بنائے بہُت ہی کم شُکر کرتے ہو۔

سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی اور دھوکا و خیانت سے پاک تجارت سے کھائے۔[1]

مزدور تاجر سے افضل ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن اپنے ہاتھ سے کام کرنے والے کو تاجر سے زیادہ اور تاجر کو بیکار اور فارِغ شخص سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص فارِغ رہے، یعنی اپنے دُنیاوِی مُعامَلات میں مَصروف ہو نہ آخِرت کے مُعامَلات میں مشغول ہو۔

شرطِ ایمان اور وصفِ اسلام

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ تَوَکُّل اِیمان کی شَرْط اور اِسلام کا وَصْف ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ (پ۱۱، یونس: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم اللہ پر اِیمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر اِسلام رکھتے ہو۔

اس آیتِ مُبارَکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اِیمان لانے اور اِسلام لانے میں تَوَکُّل کو شَرْط ٹھہرایا گیا ہے، چنانچہ اگر مُتَوَکِّل کا حال یہ ہو کہ جو مُیَسَّر آئے اس میں تَصَرُّف کرلے اور اَسباب میں داخِل ہو جائے:

- مگر اس تَصَرُّف میں اس کی نِگاہیں مُسَبِّبُ الْاَسْباب عَزَّوَجَلَّ پر مَرْکُوز رہیں۔
- وہ اس پر اِعْتِماد کرتا ہو۔

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع، باب فی الکسب، ۵/۲۷۴، حدیث: ۲، مفہوماً

- اس کا اپنی ہر حَرَکت (کی تکمیل) میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل یقین ہو۔
- پروردگار اسے جس حالَت میں رکھے، اس میں اپنے پروردگار کو ہی اپنا سَبَب جانے۔
- ہر اس حالَت میں زِنْدَگی بَسَر کرے جس میں اس کا پروردگار اسے رکھے اور اس کے لیے زِنْدَگی گزارنے کا سَبَب بنادے۔
- وہ اس بات سے بھی خُوب آگاہ ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَشیا کو اپنی مخلوق کے لیے نَفْع بخش بنایا اور انہیں اپنی حِکْمَت کے خزانے اور رِزْق کی کنجیاں قرار دیا ہے۔
- اسے قَلْب کی یکسُوئی حاصِل ہو۔
- اس کی سوچیں مُنْتَشِر نہ ہوں۔
- وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتوں کی پیروی کرنے والا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صَحابہ و بُزرگانِ دین کے نقشِ پا پر چلنے والا ہو۔
- وہ عَیْش و نعمتوں سے بھرپور زِنْدَگی کو چھوڑ چکا ہو۔

جس شخص میں مذکورہ باتیں پائی جائیں وہ کَسْب و تَصَرُّف میں اس شخص سے اَفضل ہے جس کے تَوَکُّل میں کوئی خرابی آئے اور وہ اس کے پاس ہی ٹھہر جائے۔

ترکِ کسب میں آفت کے نزول کے وقت کیا کرے؟

کسی عالِم کے مُتعلّق مَرْوِی ہے کہ انہوں نے 40 سال تک کوئی کام کاج نہ کیا پھر ایک بار انہیں پاؤں سے (چکّی چلا کر) آٹا پیستے دیکھا گیا تو عَرْض کی گئی: آپ نے تو کام کاج چھوڑ دیا تھا، اب یہ کمائی کیوں کرنے لگے؟ اِرشَاد فرمایا: اے شخص! جب ہم تَوَکُّل کی عزّت سے دُور ہوئے تو دوسروں کے پاس مَوجُود مال کی طرف دیکھنے کی ذِلّت پر صَبْر نہ کر سکے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہر وہ شخص جس پر تَرْکِ کَسْب کی صُورَت میں کسی آفَت کا نُزول ہو تو اسے چاہئے کہ کوئی پیشہ اِخْتیار کرلے مگر جو شخص مقامِ یقین پر فائز ہو وہ اس آفَت کا ڈٹ کر مُقابَلہ کرے اور کَسْب میں مَصروف نہ ہو۔

کسب کیوں بہتر اور توکل کس کے لیے جائز و افضل ہے؟

کَسب مخلوق کی جانِب دیکھنے اور ان میں طَمَع رکھنے یا مانگنے کا عادی بن جانے سے بہتر ہے کہ کسی راستے پر چلنے والا شخص آخرِ منزِل تک پہنچ ہی جاتا ہے اگرچہ راستہ طویل ہی ہو۔ تَوَکُّل اسی شخص کے لیے جائز ہے جو اپنے پروردگار پر بھروسا کر کے بیٹھ رہے اور اس کے کَرَم کو دیکھتا رہے، بلکہ ایسے شخص کے لیے تَوَکُّل اَفضل ہے جو اپنے تَوَکُّل میں دُرُست ہو یعنی اس کا دِل مخلوق کی یاد سے خالی اور خالق کی یاد میں مَشْغُول ہو، یہ قُربِ خداوندی کے حُصُول کا (بڑا آسان) راستہ ہے اور اس راستے پر چلنے والا ہی مُقرَّب کہلاتا ہے۔

البتہ! جو شخص (بظاہر تَوَکُّل کا دامَن تھام کر) کَسب کو چھوڑ دے لیکن

❁ ⇐ مخلوق کے مال میں طَمَع رکھے ❁ ⇐ نَفْس کی آسودگی چاہے

❁ ⇐ لوگوں سے مانگنا پسند کرے اور ❁ ⇐ نفسانی خواہش کی پیروی کرے

تو ایسا شخص تَوَکُّل کے راستے پر نہیں بلکہ وہ جس راستے پر چل رہا ہے وہ راستہ اسے مَنْزِل سے قریب لے جائے گا نہ اس سے دُور، اس لیے کہ وہ شخص راہِ حَق پر ثابِت قَدَم رکھنے والے اُصولوں اور قوانین کی خِلاف وَرْزِی کرنے والا ہے۔

کما کر کھانا مانگنے سے بہتر ہے

مَرْوِی ہے کہ حُضور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: تم میں سے کسی کا اپنا کلہاڑا اور رسی لے کر لکڑیاں کاٹنے کے لیے پہاڑ پر جانا تاکہ کچھ (کما کر) کھائے اور صَدَقہ بھی کرے اس شخص سے بہتر ہے جو لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرے اور وہ چاہے اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔ [1]

مخلوق سے مستغنی ہونے کا حکم

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا:

---

[1] ......بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۱/۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۱، بدون: فاسه

بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ: "لا یسالون الناس الحافا" وکم الغنی، ۱/۴۹۹، حدیث: ۱۴۸۰، بدون: فاسه

لوگوں سے مُسْتَغْنِی ہو جاؤ، خواہ مِسْوَاک چبا کر ہی ہو۔[1]

جنّت کی ضمانت

سرورِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص مجھے ایک وَصْف کی ضَمانَت دے میں اسے جنّت کی ضَمانَت دیتا ہوں، (اور وہ وَصْف یہ ہے کہ) وہ لوگوں کے سامنے دَستِ سوال دراز نہ کرے۔[2]

ترکِ کسب پر طعن کی مذمّت

ہمارے ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جو شخص کَسْب کو پسند نہ کرے تو گویا اس نے سُنّت پر طَعْن کیا اور جو کچھ کمانے کے بجائے ویسے ہی بیٹھ جائے تو گویا اس نے توحید پر اِعْتِراض کیا۔

سرکار نے کسی کو منع نہ فرمایا

مزید فرماتے ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لوگوں کے پاس بھیجا تو اس وَقْت بھی آج کی طرح کئی قِسْم کے لوگ تھے: ✿☜ ان میں سے بعض تاجِر تھے تو بعض کاریگر اور بعض کچھ بھی نہ کرتے تھے ✿☜ بعض لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے والے بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو لوگوں سے کچھ نہ مانگتے تھے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی تاجِر کو تِجارت تَرْک کرنے کا حکم اِرشَاد فرمایا نہ کسی کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جانے والے شخص کو کمائی کرنے اور محنت مَزْدُوری کرنے کا حکم دیا۔ بلکہ مانگنے والے کسی شخص کو دستِ سوال دراز کرنے سے بھی نہیں روکا، البتہ! آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ان کے تمام اَحْوَال میں اِیمان ویقین کو پیشِ نظر رکھنے کی دَعْوَت دی اور ان کے تدبیر والے مُعامَلات کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے رَحْم وکَرَم پر چھوڑ دیا۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے حال کے مُطابِق عَمَل کیا۔

---

[1] ......مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۱۰۶، حدیث: ۴۸۲۴

[2] ......مسند احمد، حدیث ثوبان، ۸/۳۲۸، حدیث: ۲۲۴۶۸

کس کے لیے ترکِ کسب منع ہے؟

کسی مُتوکِّل کا قول ہے کہ جو شخص بھوک پر تین۳ دن تک صَبر نہیں کر سکتا مجھے ڈر ہے کہ جب وہ کمائی کا کوئی ذریعہ پائے گا تو کام کاج چھوڑنے پر مزید قُدرَت نہ رکھ پائے گا۔

مزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ جس نے (کَسب کے) اَسباب کو تو خَتم کر دیا مگر اس وجہ سے اس کا دل کمزور ہو جائے یا اس کا دل اَسباب کی عَدَم مَوجُودَگی سے زیادہ ان کی مَوجُودَگی سے راحت پائے تو ایسے شخص کے لیے کَسب چھوڑ کر بیٹھ جانا دُرُست نہیں، اس لیے کہ اس صُورت میں وہ غَیرُ اللہ کا مُنتَظِر رہے گا۔

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جو شخص نو۹ دن تک فاقے کا شِکار ہو اور پھر اس کے دِل میں مَخلوق میں طَمَع کا خَیال پیدا ہو یا وہ کسی بندے کی طرف مائل ہو تو ایسے شخص کے لیے بازار (میں کمائی کرنا) مَسجد (میں بیٹھ کر عِبادَت کرنے) سے اَفضل ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو (بظاہر توکُّل کر کے) گھر میں بیٹھ جائے مگر اس کا دل دروازے کی دستک پر لگا رہے کہ کب کوئی کسی سَبَب سے دروازے پر دستک دے (یعنی کوئی کچھ لے کر آئے)۔

کس کے لیے ترکِ کسب جائز ہے؟

ہمارے ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جب کسی بندے کے نزدیک سَبَب کا پایا جانا اور نہ پایا جانا یکساں حَیثِیَّت اِختیار کر جائیں۔ بلکہ سَبَب کے نہ پائے جانے پر اس کا دِل زیادہ مطمئن ہو اور یہ بات اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافِل کرے نہ اس کی سوچوں میں اِنتشار کا باعث بنے تو ایسے شخص کے لیے کَسب نہ کرنا اور (اپنے رب پر توکُّل کر کے) بیٹھ جانا اَفضل ہے تاکہ وہ اپنے حال میں مشغول رہے اور زادِ آخِرت جَمع کرتا رہے۔ اس شخص کا توکُّل میں مَقام دُرُست ہے۔

توکل کب درست ہوتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عَرض کی گئی: بندے کے لیے توکُّل کب

دُرُشت ہوتا ہے ؟اِرشَاد فرمایا: جب اس کے جِسم میں کوئی تکلیف پیدا ہو اور اس کے مال میں کمی واقع ہو جائے مگر وہ اس کی طرف توَجُّہ دے نہ اس پر غم زدہ ہو، بلکہ اپنے حال میں مَشغُول رہے اور اَحکامِ خداوندی کی بجاآوری کو پیشِ نظر رکھے۔

توکل کے آداب

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خوّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ مُتاَخِّرِین میں سے مُتوَکِّلین کے اِمام ہیں، اِرشَاد فرماتے ہیں: تین۳ مَقامات پر زادِ راہ ساتھ رکھنا آدابِ تَوَکُّل میں سے ہے: مَسْجِد میں بیٹھنا، کشتی میں سوار ہونا اور قافلے کے ساتھ سَفَر کرنا۔

جب ذریعہ معاش نہ ہو تو

حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

- جب عالِم کا کوئی ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ تاریکی کا نُمائندہ بن جاتا ہے۔
- جب عابِد کا کوئی ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ اپنے دین کو بیچ کر کھاتا ہے۔
- اور جاہِل کے پاس ذریعہ مَعاش نہ ہو تو وہ فاسِقوں کا سفیر بن جاتا ہے۔

لوگوں کی تین۳ اَقسام

حضرت سَیِّدُنا یحیٰی بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگ تین۳ طرح کے ہیں:

﴿1﴾ وہ لوگ جن کی فِکرِ آخرت انہیں دُنیاوِی مَعاش سے غافِل کر دیتی ہے، یہ کامیاب ہونے والوں کا دَرَجہ ہے۔

﴿2﴾ وہ لوگ جن کی دُنیاوِی مَعاش فِکرِ آخرت کی خاطر ہوتی ہے، یہ نجات پانے والوں کا حال ہے۔

﴿3﴾ وہ لوگ جن کی دُنیاوِی مَعاش انہیں فِکرِ آخرت سے غافِل کر دیتی ہے، یہ ہَلاک ہونے والوں کی صِفَت ہے۔

فرمانِ شیرِ خدا اور اس کی وضاحت

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ رِزْق دو۲ طرح کا ہوتا ہے:

❀☜ ایک رِزْق وہ ہے جو تمہیں تلاش کرتا ہے۔

❀☜ اور دوسرا رِزْق وہ ہے جسے تم تلاش کرتے ہو۔

کسی عالِم نے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس فرمان کی وَضَاحَت کچھ یوں کی ہے کہ وہ رِزْق جو تمہیں تلاش کرتا ہے اس سے مُراد تمہاری غِذا و خوراک ہے اور وہ رِزْق جسے تم تلاش کرتے ہو اس سے مُراد تملیک کا رِزْق ہے یعنی وہ رِزْق جو خوراک سے زائد طَلَب کیا جاتا ہے۔

توکل کے تین۳ مقام

حضرت سیِّدُنا ابو یَعْقُوب سُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی تَوَکُّل میں ایک خاص مَقام کے حامِل ہیں، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِرشَاد فرماتے ہیں: (تَوَکُّل میں تین۳ مقام ہیں) عام، خاص عام اور خَاصُ الخاص۔ چنانچہ،

﴾1﴿ ⇚ جو شخص اَسباب میں داخِل ہو کر عِلْم کا اِستِعمال کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل بھی رکھے مگر یقین میں پختہ نہ ہو تو یہ مَقام عام ہے۔

﴾2﴿ ⇚ جس نے اَسباب کو چھوڑ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل کیا اور یقین میں بھی پختہ ہو تو یہ مَقام خاص عام ہے۔

﴾3﴿ ⇚ جس نے یقین کے پائے جانے کی بنا پر اَسباب سے دُوری اِختیار کی، پھر اَسباب میں داخِل ہو کر دوسروں کی خاطِر تَصَرُّف کیا تو یہ مَقام خَاصُ الْخَاص ہے۔

دوسروں کی خاطِر اسباب اِختیار کرنے والے

یہ طبقہ اُولیٰ کے صحابہ کِرام یعنی عَشَرۂ مُبَشَّرہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وغیرہ کا وَصف ہے۔ یقین نے انہیں دنیا سے دُور کیا تو عِلْم نے انہیں دوسروں کی خاطِر اَسباب اِختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور یوں عِلْم کے سَبَب انہوں نے یقین کی حقیقت کا اِحاطہ کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا کہ

خواص[1] کا دوسروں کی خاطِر اَسباب اِختیار کرنا ان پر دوسروں کے اَحوال وارِد کرتا ہے اور یوں انہیں ان کا رِزق پہنچانے والا بنا دیا جاتا ہے، لہٰذا وہ ان کی خاطِر اَسباب میں تَصَرُّف کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ان اَسباب سے کوئی تعلّق نہیں رکھتے۔

شیخ ابو جعفر حدّاد کا توکل

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی کے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد کا شُمار بھی مُتوکِّلین میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے 20 سال تک اپنا توکُّل چھپائے رکھا اور بازار سے بھی جُدا نہ ہوا، میں روزانہ ایک دینار یا 10 دِرْہَم کماتا مگر رات ایک دانِق (یعنی دِرْہَم کے چھٹے حصّہ) کے ساتھ بَسَر کرتا نہ قِیراط[2] سے راحت پاتا، بلکہ اتنا بھی نہ بچتا کہ حمّام چلا جاتا اور رات ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ خود سے جُدا کر دیتا۔

شیخ کی مَوجُودَگی میں کلام کرنا

حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی اپنے شیخ حضرت سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد کی مَوجُودَگی میں توکُّل کے بارے میں کوئی کلام نہ کیا کرتے تھے، بلکہ اِرشَاد فرماتے: مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حَیا آتی ہے کہ میں ان (یعنی اپنے شیخ سَیِّدُنا ابو جعفر حدّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْجَوَّاد) کی مَوجُودَگی میں توکُّل کے مُتَعَلِّق کلام کروں۔

بھیک مانگنا کیسا؟

سرورِ کائنات، فَخرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فُقَرا کے نُفُوس کو پاک کرنے اور ان کا رُخ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف کرنے کے لیے انہیں کچھ دینے میں اس بات کو شَرْط قرار دیا ہے کہ وہ خود کچھ مانگیں نہ کسی کی طرف اس غَرَض کے لیے دیکھیں۔ اس لیے کہ کسی فقیر شخص کے مانگنے میں ذِلَّت اور دنیا کی حِرْص

---

[1] .... خَواص اصل میں خاص کی جَمْع ہے، چنانچہ اُردو لُغَت میں ہے کہ خَواص سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہیں عِلْم و فَضْل یا اَثَرو اِقْتِدار وغیرہ کی بنا پر عام لوگوں سے اِمْتِیاز حاصِل ہو، خاص لوگ یا بندے (جو عوام سے ممتاز ہوں)۔ (اردو لغت، ۸/ ٣٦٧)

[2] .... عموماً دینار کے بیسویں حصّے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصّے کو، بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصّے کو قیراط کہتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴٦٨)

پائی جاتی ہے اور جب وہ بندوں کی طرف اپنی حاجت بر آری کے لیے دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اُس شے کا طَمَع پیدا ہوتا ہے جو طَمَع کے قابِل نہیں ہوتی، نیز اس کی نِگاہ کا مرکز **غیرُ الله** بن جاتا ہے، گویا وہ گھر میں دروازے سے داخِل نہیں ہوا (یعنی اس نے غَلَط راہ اِختیار کی ہے)۔ جیسا کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرَت نشان ہے: لوگوں سے مانگنا فَوَاحِش (یعنی بُری باتوں) میں سے ہے، اس کے عِلاوہ کسی فُحش بات کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔[1]

جو جیسا چاہتا اسے ملتا ہے

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: جو غِنا چاہتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے غَنی کر دیتا ہے، جو پاک دامَنی چاہتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے عِفَّت و پاک دامَنی عَطا فرماتا ہے[2] اور جو اپنے نَفْس پر سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر فَقْر کا دروازہ کھول دیتا ہے (یعنی پھر وہ مانگتا ہی رہتا ہے)۔[3]

ہدیہ قبول کرنے کے آداب

سچّے فُقَرا کو ہدیہ و تُحفہ قبول کرنے کی اِجازَت دی گئی ہے، اس لیے کہ جب انہوں نے اپنے تزکیہ نَفْس اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل کی خاطِر دوسروں سے مانگنا اور ان کی طرف دیکھنا چھوڑا تو اس کے بدلے میں ان کے لیے ہدیہ و تُحفہ قبول کرنا مُسْتَحَب بنا دیا گیا۔ جیسا کہ اَہلِ بَیْت کے لیے مالِ غنیمت میں سے خُمس لینا تو جائز ہے مگر ان کی عَظَمت و شَرافت اور فضیلت کے باعِث صَدَقہ ان پر حَرام ہے۔

نفس کی خاطر کچھ نہ لینا

حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل نے حضرت سَیِّدُنا ابو بکر مَرْوَزی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کو کسی (مزدور) فقیر کو کچھ رَقم دینے کا حُکم اِرشاد فرمایا جو اس کی اُجرَت سے زائد تھی مگر اس نے قبول نہ کی۔ لیکن

---

[1] ......الحاوی للفتاوی، کتاب الادب والرقاق، آخر العجاجة الزرنبية فی السلالة الزينبية، ۲/ ۴۲

[2] ......نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف، ص ۴۲۷، حدیث: ۲۵۹۲

[3] ......ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ۴/ ۱۴۵، حدیث: ۲۳۳۲

جب وہ مڑ کر چل دیا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سَیِّدُنا مَرْوَزِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے اِرشَاد فرمایا: اس کے پیچھے جا کر اسے یہ دے آؤ، اب یہ یقیناً لے لے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے جالیا اور رَقَم پیش کی تو اس نے قبول کرلی، واپَس آکر انہوں نے حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے اس بارے میں عَرض کی کہ اس نے پہلے اِنکار کر دیا تھا، پھر دوسری بار پیش کرنے پر کیوں قبول کی؟ تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: پہلی بار اس کی نِگاہیں اس رَقَم کی طرف مائل ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے قبول کرنے سے اِنکار کر دیا اور ایسا کر کے اس نے اچھّا کیا مگر جب واپَس مڑ کر چلا اور اس کا نَفْس اس رَقَم سے مایُوس ہو گیا تو بعد میں اس لیے اس نے رَقَم لے لی۔

صوفی پیشہ ور نہیں ہوتا

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خوّاص رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ خود کو جب کسی بندے کی عَطا کی طرف مائل پاتے یا آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس بات کا خَدْشہ مَحْسُوس کرتے کہ نَفْس اس کا عادِی ہو جائے گا تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کچھ بھی قبول نہ کرتے، بلکہ اِرشَاد فرماتے: صُوفی پیشہ وَر نہیں ہوتا۔

یہ سب باتیں اس صُورَت میں اَچھّی ہیں جب بندہ اکیلا ہو اور شادی شُدہ نہ ہو۔ البتہ! جو شخص بال بچوں والا ہو اس کے لیے اس مُعامَلے میں گنجائش ہے اور اس کے اپنے اَہْل و عَیال کے لیے کسی سے کوئی چیز لینے میں کوئی حَرَج نہیں جیسا کہ وہ دوسروں کے لیے لے لیتا ہے، اس لیے کہ اس کے اَہْل و عَیال اس کے پاس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَیال ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اس کے سُپُرد کر کے ان کے رِزْق کو اس کے ہاتھ پر جاری فرمایا ہے، اب اگر اس نے ان کی خاطِر رِزْق تلاش کیا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے جو حُقُوق اس پر لازِم کیے ہیں ان کی ادائیگی کے لیے کوشش کی تو اس کے حال میں کوئی کمی نہ ہو گی بلکہ ایسا کرنا اس کے حال میں اِضافے کا باعِث بنے گا۔

کاروبار توکل کے مَنافی نہیں

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا سَعد بن رَبیع اَنصاری

اور حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الرَّحْمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے درمیان مُواخات قائم فرمائی تو حضرت سَیِّدُنا سَعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے مُہاجِر بھائی یعنی حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عَرض کی: میں آپ کو اپنے مال اور اہل میں نِصف کا حصّے دار بناتا ہوں۔ مگر حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: (اے میرے بھائی!) اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو آپ کے اہل اور مال میں بَرَکتوں سے نوازے، مجھے آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ [1]

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس دن کام کیا اور شام کو گھی اور کچھ پنیر لے کر واپس آئے۔ اگر بازاروں میں کام کرنا توَکُّل میں کمی کا باعِث بنتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کبھی ایسا نہ کرتے تاکہ ان کے توَکُّل میں کوئی کمی نہ ہو، حالانکہ آپ مُتَوَکِّلِین کے اِمام بھی ہیں۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نَفْس کو مَشَقَّت میں ڈالنا پسند کیا اور عَیش والی زِندَگی پسند نہ کی۔ جیسا کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اِرشَاد فرمایا: نعمتوں سے بھرپور زِندَگی سے بچنا! کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے نعمتوں سے لُطف اندوز ہونے والے نہیں ہوتے۔ [2]

ننگے پاؤں چلنا

حضرت سَیِّدُنا فَضَالَہ بِن عُبَید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مِصر کے گَوَرنَر تھے، ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پراگندہ بال، پریشان حال اور ننگے پاؤں دیکھا گیا تو عَرض کی گئی: آپ اس حالَت میں کیوں ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں آرام دہ زِندَگی بَسَر کرنے سے منع فرمایا اور حکم اِرشَاد فرمایا کہ بعض اَوقات ہم ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔ [3]

---

[1] ......مسند بزار، مسند انس، ۱۳/ ۲۸۸، حدیث: ۶۸۶۳

بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ: فاذا قضیت الصلاۃ...الخ، ۲/ ۴، حدیث: ۲۰۴۹

[2] ......مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/ ۲۵۷، حدیث: ۲۲۱۶۶

[3] ......ابو داود، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ ۴/ ۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۰

ایثار کرنا

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اَنصاری بھائی کے اِیثار پر اس بات کو ترجیح دی کہ جس سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے بھائی کے حَق کی دیکھ بھال سے بَری ہو جائیں۔ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِیثار کو پسند فرماتا ہے اور اس نے اِیثار کرنے والوں کے اَوصاف بھی بیان کئے ہیں۔

حقوق کی ادائیگی میں کچھ پروانہ کرنا

حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی بُلَند مرتبے والے، اِماموں کے اِمام یعنی امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے کپڑوں کی گٹھڑی بَغَل میں دبائی اور بازار میں جا کر بیچنے کے لیے آوازیں لگانے لگے، خِلافت کا اہل ہونے کی بنا پر یہ مُعامَلہ ان کے کامِل حال پر دَلالَت کرتا ہے، یہاں تک کہ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جَمْع ہو گئے اور انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس طرح تِجارَت میں مَشْغُول ہونے کو اچھّا نہ جانا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: مجھے میرے اہل وعَیال سے غافِل نہ کرو، اگر میں ان کا حَق ادا نہ کر سکا تو دیگر لوگوں کے حُقُوق کو ان سے زیادہ ضائع کرنے والا بن جاؤں گا۔ (مگر صحابہ نہ مانے) بلکہ انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لیے ایک عام مسلمان گھرانے کے برابر وَظیفہ مُقرّر کر دیا، نہ اس سے زیادہ نہ کچھ کم، جب تمام لوگ اس بات پر راضی ہو گئے اور سب کا اِتّفاق ہو گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسلمانوں کے مَصالح میں مَصروفیَّت کے سَبَب تِجارَت تَرْک کر دی۔

دیکھا آپ نے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر ان کے اہل وعَیال کے جو حُقُوق لازِم کئے تھے، انہوں نے کس طرح ان کی ادائیگی کو ترجیح دی؟ اور اپنے مرتبے کی بُلندی کے باوُجود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے حُصُول کے لیے تَواضُع سے کام لیا اور اپنی نِگاہوں میں مخلوق کو کوئی اَہَمِیَّت نہ دی، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے اس بات کو اَچھّا نہ جانا (اور ماہانہ وَظیفہ مُقرّر کر دیا) تو ایک نئے حکم کی وجہ سے تِجارَت تَرْک کی۔

توکل کا تعلق کب تک کسی حکم سے قائم رہتا ہے؟

یاد رکھیے کہ تَوَکُّل کا تعلّق پہلے حُکْم کے ساتھ اس وَقْت تک بر قرار رہتا ہے جب تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کے لیے کوئی اور راہ نہ کھول دے، (اور جب کوئی دوسری راہ کھل جائے تو) اس پر دوسری راہ کو اپنانا لازِم ہو جاتا ہے۔

اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنا

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن میں سے ایک عالم کے پاس لوگ جمع ہو جاتے تا کہ وہ انہیں وَعظ کریں تو وہ فرمایا کرتے: اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے اہل وعَیال کو سبزی کی ضَرورت ہے تو میں تمہیں وَعظ نہ کروں۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ نفسانی خواہشات کو پسند کرنے والے لوگ اپنے کام نہ کرنے کا عُذْر اور اپنے نَفْس (کی تن آسانی) کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ مُتَوَکِّلین کام کرنا پسند نہیں کرتے۔ (چنانچہ ضَرورت اس اَمر کی ہے کہ) عُلَمائے کِرام دین کی باتیں خوب کھول کر اور عِلْم کی حقیقت کو دلائل کے ساتھ خُوب واضِح کریں۔

کسب اور اَسبابِ کسب کی حیثیت

کَسْب اور اَسبابِ کَسْب ہی وہ راستے ہیں جن کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی عطاؤں کی بارِش اور رِزق سے نوازتا ہے، یہ دونوں یعنی کَسْب اور اسبابِ کَسْب بذاتِ خود کسی کو نوازتے ہیں نہ رِزْق پہنچاتے ہیں، ان کی حَیْثِیَّت وُہی ہے جو لوگوں میں سے کسی واسطہ بننے والے شخص کی ہوتی ہے۔ چنانچہ،

- اَسباب کا اِسْتِعمال کرنے والا مُتَوَکِّل شخص اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اسے (اپنی نعمتوں سے) نوازنے والا اور (اپنی حِکْمت کی بنا پر) نعمتوں کو روکنے والا ہے۔
- اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی مُسَبِّبُ الاَسْباب اور رازِق ہے، وُہی اَوّل، وُہی آخر ہے، وُہی دلوں کو ایک حالَت سے دوسری حالَت میں پھیرتا ہے۔
- اس کے دل کی نِگاہیں رِزْق بانٹنے والے کے مُشاہدے میں مَصروف رہتی ہیں۔

⇐ اس کا نَفْس قِسْمَت پر مطمئن ہوتا ہے۔

⇐ دل قَناعَت کرنے والا اور جو کچھ قِسْمَت میں لکھ دیا گیا ہے اس پر راضی رہتا ہے۔

⇐ جِسْم اس مَعْلُوم شے میں مُتَحَرِّک رہتا ہے جس کی جانِب اس کی تَوَجُّہ مَبْذول کرائی گئی اور جسے اس کا سَبَب بنایا گیا۔

⇐ وہ اپنے مَقام و مَرتبے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت کو خوب جانتا ہے۔

⇐ اپنے حال پر اور جن باتوں کی تکمیل کا اس سے مُطالَبہ کیا گیا اور جو اس پر لازِم کی گئیں وہ ہر حال میں ان کی ادائیگی پر راضی رہتا ہے۔

مُتَوَکِّل کے لیے عیب کا باعث باتیں

دَرج ذیل باتیں مُتَوَکِّل کے لیے عیب کا باعِث بنتی اور اسے تَوَکُّل کی حَد سے باہَر نِکال دیتی ہیں:

⇐ کَثْرَتِ مال کے حُصُول کے لیے شُبُہات والی کمائی کرنا۔

⇐ ذخیرہ کرنے اور بڑائی ظاہِر کرنے کے لیے مال کمانے کی کوشش کرنا۔

⇐ عِلْم جس شے سے مَنْع کرے اس کی یا ناپسندیدہ شے کی طَلَب میں حریص ہونا۔

⇐ اپنی مرضی کے نامُوافِق تقدیر پر ناراض ہونا۔

⇐ باہم لین دین کے مُعامَلات میں دھوکا و فریب سے پیش آنے والے شخص کو نصیحت نہ کرنا۔

⇐ مخلوق کی طرف مائل ہونا۔ ⇐ کسی سَبَب میں طَمَع رکھنا۔

یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کی مَوجُودَگی میں تَوَکُّل دُرُسْت نہیں۔

وہ تجارت میں مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں

ایک عالِم فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بازار میں کمائی کے لیے داخِل ہو اور اسے اپنا دِرْہَم دوسروں کے دِرْہَم سے زیادہ مَحْبُوب ہو تو وہ تِجارَت میں مسلمانوں کا خَیر خواہ نہیں۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا یہ بات ان کے نزدیک اسے تَوَکُّل سے نِکال دے گی۔

بندے پر آفات و مصیبتوں کا نزول

عِلْم کی کمی یا نَفْسانی خواہش کے غَلَبہ کی وجہ سے بندے پر آفات و مصیبتوں کا نُزول اسے توَکُّل سے نِکال دیتا ہے۔ مثلاً

- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) لوگوں پر بھروسا کرنے لگتا ہے یعنی ان میں طَمَع رکھتا ہے یا ان کے سامنے تَصَنُّع اور بَناوٹ سے کام لیتا ہے۔
- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) اپنی جِسْمانی صِحَّت اور دائمی تَنْدُرُسْتی پر بھروسا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسے محنت و کوشِش کے بغیر رِزْق نہیں ملے گا۔
- وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے) اپنے مال پر زیادہ بھروسا کرتا ہے، اس طرح کہ اسے اپنے مال پر اس قَدْر یقین و اِعْتِماد ہوتا ہے کہ وہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اگر وہ فقیر ہو گیا تو اس کا رِزْق بھی خَتْم ہو جائے گا۔ اس کی عَلامَت یہ ہے کہ وہ مال پر بُخْل سے کام لیتا ہے اور اس لیے جَمْع کرتا رہتا ہے کہ یہ مال فلاں کام کے لیے اور یہ مال فلاں کام کے لیے ہے۔

یہ باتیں بندے کو توَکُّل سے نِکال دیتی ہیں اور بَسا اَوقات یہ باتیں اس قَدْر مَخْفِی اور دقیق ہوتی ہیں جنہیں صِرف دائمی مُشاہَدے پر اِسْتِقامَت والے اور یقین کے مرتبے پر فائِز عُلَمائے راسخین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن ہی پہچان سکتے ہیں۔

اَسباب کی مَوجُودَگی و عدم مَوجُودَگی پر دل کی حالت

جس شَخْص نے مذکورہ اَسباب و اَشخاص پر نِگاہ رکھی یا ان سے مَانُوس و مطمئن ہوا تو ان اَسباب کے پائے جانے کے وَقْت اس کے دل کو قوّت حاصِل ہو گی اور نہ پائے جانے پر اس کا دِل مُضْطَرِب اور وَحْشَت زدہ یا کمزور ہو گا، لہٰذا یہ بات اس کے توَکُّل میں عیب کا باعث ہے۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْوَارِث فرماتے ہیں: بیشک بندہ جب یہ آیت پڑھتا ہے ﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ۴ ﴾ (پ۱، الفاتحہ: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مَدَد چاہیں۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشاد فرماتا ہے: تو نے

جھوٹ بولا ہے، تو صِرف میری پُوجا کرتا ہے نہ مجھ سے مَدَد چاہتا ہے، اگر تو صِرف میری عِبادَت کرتا تو اپنی نَفْسانی خواہش کو میری رَضا پر ترجیح نہ دیتا اور اگر مجھ سے ہی مَدَد چاہنے والا ہوتا تو اپنی طاقت و قُدرَت اور مال و نَفْس سے مانُوس نہ ہوتا۔

تجارت ترک کرنا کب اَفضل ہے؟

جب بندہ بَقَدْرِ ضَرورت وکِفایَت مال رکھے اور اسے صَبْر و قَناعَت کی مُعاوَنَت بھی حاصِل ہو تو ہمارے آج کے زمانے میں ایسے شخص کا بازاروں میں جاکر کاروبار نہ کرنا کاروبار کرنے والے اس شخص سے اَفضل ہے جسے اندیشہ ہو کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے بغیر مال نہیں کما سکے گا اور واضِح طور پر کسی شُبہ میں مبتلا ہو جائے گا یا اپنے مسلمان بھائیوں سے خِیانَت کا مُرتَکِب ہو گا۔

فضیلت کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اَسبابِ مَعاش کے ساتھ ساتھ شرائطِ عِلْم پر عَمَل کرنا بَہُت مُشکِل ہو گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تِجارَت میں کثیر آفات و فَساد ہیں، لہٰذا اس ناپسندیدہ وَصْف کی بنا پر بازار والوں سے میل جول کا تَرْک کرنا سلامتی کے زیادہ قریب ہے تاکہ وہ ان اشیا کو دیکھے نہ براہِ راست ان میں مُلَوَّث ہو، اس لیے کہ حُکْم کا تعلّق رُویَت یعنی دیکھنے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مِثل مَشْہُور ہے کہ حَرام اس بُرائی کی مِثل ہے کہ جب تو اسے نہ دیکھے گا تو اسے روکنے کا حُکْم بھی تجھ پر نہ ہو گا۔ نیز خَبَر آنکھوں دیکھے حال کی طرح ہوتی ہے نہ پاس بیٹھا ہونا خود کام کرنے کی طرح ہوتا ہے اور نہ دیکھنے والا خَبَر دینے والے کی طرح ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک شخص کعبہ شریف زَادَھَا اللهُ شَرَفًاوَّتَعْظِيْمًا سے دُوری کی بنا پر مُکَمَّل طور پر سَمْتِ کعبہ نہ پاسکے مگر اس کا رُخ (اپنے غالِب گمان کے مُطابِق) کعبہ کی طرف ہی ہو تو اس کی نَماز جائز ہو گی مگر جو شخص کعبہ شریف زَادَھَا اللهُ شَرَفًاوَّتَعْظِيْمًا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اگر اس کا رُخ کامِل طور پر کعبہ شریف کی طرف نہ ہوا تو اس کی نَماز نہ ہو گی۔

تجارت کب فرض ہے؟

تِجارَت اگرچہ فَرْض نہیں مگر ۲ صُورَتوں میں یہ فَرْض ہے، یعنی جب اہل و عِیال ہوں اور اس کے پاس

ان کی کَفالَت کے لیے کوئی جائز ذریعہ نہ ہو یا کاروبار کا نہ ہونا کسی فَرض کی ادائیگی کو ساقِط کر دے اور اس میں کمزوری واقع ہو جائے تو اس صُورت میں اس پر کاروبار کرنا فَرض ہو جاتا ہے (ورنہ فَرض نہیں)۔ چنانچہ،

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے کاروبارِ حیات تَرْک کر دیا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حلال رِزْق کی ترغیب دِلایا کرتے اور اس میں شِدّت سے کام لیتے تھے، چنانچہ عَرْض کی گئی: اے ابو نصر! آپ کہاں سے کھاتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: جہاں سے تم کھاتے ہو، مگر جو روتے ہوئے کھاتا ہو وہ اس شخص کی طرح نہیں جو ہنستے ہوئے کھاتا ہو۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِرشَاد فرمایا: (میرا) ہاتھ اور لُقْمَہ دوسروں کی نِسْبَت چھوٹے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا سُفْیَان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس 50 دِینار تھے جن سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تِجارَت کیا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تمام دِینار لے کر انہیں اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دیا اور کاروبار تَرْک کر دیا۔ ایک قول کے مُطابِق آپ نے ایسا اس وَقْت کیا جب آپ کے گھر والے فوت ہو گئے۔

اہل و عیال کے لیے ترکِ کسب کی جائز صورت

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اہل و عَیال کے حال کو اپنا حال بنالے، البتہ! اگر ان کی پسند بھی اس کی پسند جیسی ہو جائے تو کوئی حَرَج نہیں، یعنی وہ بھی فَقْر پر صَبْر کریں اور اس کی فضیلت سے اسی طرح آگاہ ہوں جیسا کہ وہ آگاہ ہے تو اس وَقْت اس کے لیے جائز ہے کہ وہ انہیں بھی اپنے طریقے پر چلائے، اس صُورت میں اس پر اپنے اہل و عَیال کی خاطِر کمائی کرنے کا حُکْم ساقِط ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اب وہ بھی حال میں اس کی مِثْل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے حُقُوق کا مُطالَبہ خود ساقِط کر دیا ہے۔ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک جَمَاعَت نے ایسا ہی کیا ہے۔

معلوم افضل ہے یا غیر معلوم؟

بعض عارِفین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن غیر مَعْلُوم کو مَعْلُوم سے اَفْضَل قرار دیتے اور تَرْکِ کَسْب کو اَفْضَل نہ سمجھتے، کیونکہ یہ بھی ایک مَعْلُوم ہے۔ چنانچہ یہ لوگ مَعْلُوم کے پائے جانے پر دل کے سُکُون کو مَرَض شُمار

کرتے اور اگر غیر مَعْلُوم کے پائے جانے پر بھی دل پُر سُکون رہے، فِکْر و سوچ کو یکسوئی ملے اور مَعْدُوم کے حال میں طَمَع نہ رہے تو یہ مَقام فضیلت کا ہے۔

(صَاحِبِ کِتَاب اِمَامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس مَقام کی وَضَاحَت میرے نزدیک یہ ہے کہ صِرف مَعْلُوم کا نہ ہونا فضیلت کا باعث نہیں جیسا کہ کاروبار چھوڑ کر مَحض بیٹھ جانا فضیلت کا باعث نہیں، بلکہ بندے کو اپنے مَقام کے حال کے اِعْتِبار سے فضیلت حاصِل ہوتی ہے، لہٰذا صاحبِ مَعْلُوم اپنی بہترین مَعْرِفَت اور مَضْبُوط یقین کی بنا پر اس شخص سے اَفضل ہے جس کے پاس مَعْلُوم نہ ہو۔ البتہ! مَقام و مَرتبے کے مُطابِق مَعْلُوم کے پائے جانے پر اِطمینانِ نَفْس اور سُکُونِ قَلْب فِی الْحَال مَرَض شُمار نہ ہو گا، بلکہ یہ کوئی ایسا مَقام نہیں جس کی وجہ سے اسے کوئی رِفْعَت ملے اور نہ یہ کوئی ایسا حال ہے کہ اس کے سَبَب اسے کوئی فضیلت ملے۔ چنانچہ میرے اور سب کے نزدیک مَخلوق میں طَمَع اور بَقَدْرِ کِفَایَت مَعْلُوم کے پائے جانے پر قلبی اِنْتِشَار نُقْصَان دہ ہے۔ جبکہ مَخلوق میں طَمَع کا نہ ہونا اور مَعْلُوم کے نہ پائے جانے پر قَلْب کو یکسوئی حاصِل ہونا ایک جَمَاعَت کے نزدیک اَفضل اور اعلیٰ دَرَجہ ہے۔

رزق سے مایوس مت ہونا

مَرْوِی ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا خالِد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو صاحبزادوں سے اِرشَاد فرمایا: جب تک تم دونوں کے سر حَرَکَت میں ہیں رِزْق سے مایُوس مَت ہونا، اس لیے کہ انسان کو اس کی ماں جنتی ہے تو وہ سرخ ہوتا ہے، اس پر چھلکا نہیں ہوتا، پھر اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رِزْق دیتا ہے۔[1]

رزق آخر بندے تک پہنچ ہی جاتا ہے

ایک شخص کو محبوب ربِّ داور، شَفِیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک کھجور عَطا کی اور اِرشَاد فرمایا: اگر تو اس کے پاس نہ آتا تو یہ تیرے پاس آجاتی۔[2] ایک قول میں ہے کہ اگر بندہ اپنے رِزْق سے

[1] ......ابن ماجه، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ۴/۴۵۲، حديث: ۴۱۶۵، حية وسوا ابني خالد بدله حبّة وسواء

[2] ......صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب ماجاء في الحرص وما يتعلق به، ۵/۹۸، حديث: ۳۲۲۹

بھاگے تو وہ اسے پکڑ لیتا ہے جیسا کہ اگر وہ موت سے بھاگے تو وہ اسے آلیتی ہے۔[1]

دنیاوی واخروی رزق

رِزْق اس وَقْت تک بندے کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ اس کے سامنے موت کا فرشتہ ظاہِر نہیں ہوتا، چنانچہ اس وَقْت اس کا دُنْیاوِی رِزْق خَتْم ہو جاتا ہے اور اُخْرَوِی رِزْق شُروع ہو جاتا ہے، یوں اس کے اُخْرَوِی رِزْق کی اِبْتِدا اور دُنْیاوِی رِزْق کی اِنتِہا ہوتی ہے مگر اُخْرَوِی رِزْق کی کوئی اِنتِہا نہیں۔

رزق اس کے ذِمّہ ہے جس نے پیدا کیا

حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن عبد اللّٰہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ سے یہ دُعا مانگے کہ وہ اسے رِزْق نہ دے تو اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ اس کی یہ دُعا قبول نہیں فرماتا بلکہ اس سے اِرشَاد فرماتا ہے: اے جاہِل! میں نے تجھے پیدا کیا ہے اور یہ ضَروری ہے کہ تجھے ہمیشہ رِزْق بھی دیتا رہوں۔

کسی شے میں ہونے والی خرابی کو اس کا بنانے والا ہی درست کرتا ہے

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا سَہْل بن عبد اللّٰہ تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے قُوت (یعنی غذا) کے مُتَعَلِّق چند سوالات پوچھے گئے۔ چنانچہ،

عَرض کی گئی: قُوت (یعنی غِذا) سے کیا مُراد ہے؟ تو اِرشَاد فرمایا: (اس سے مُراد اس ذات کا ذکر ہے جو) ھُوَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ہے یعنی وہی زِندہ ہے جسے موت نہیں۔

عَرض کی گئی: ہم نے آپ سے (موت کے مُتَعَلِّق نہیں بلکہ) قِوام (یعنی بقائے حیات کے لیے ضَروری روزی) کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: قِوام تو عِلْم ہے (کہ جس سے اُخْرَوِی حیات کی بقا کے لیے نیک اَعمال کیے جاتے ہیں)۔

عَرض کی گئی: ہم نے جِسْم کی غِذا کے مُتَعَلِّق پوچھا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: غِذا تو ذِکْرِ خُداوندی کا نام ہے۔

عَرض کی گئی: ہم نے جِسْم کی کھائی جانے والی خوراک کے مُتَعَلِّق سوال کیا ہے۔ اِرشَاد فرمایا: تمہیں کیا ہے

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب القناعۃ والتعفف، ۲/۲۵۸، حدیث: ۵۸

کہ اپنے جِسْم کی فِکْر میں مبتلا ہو؟ اسے چھوڑ دو! اس لیے کہ جو پہلے اس کا والی تھا بعد میں بھی وہی اس کا والی ہوگا۔ کیونکہ جب جِسْم پر کوئی بیماری آتی ہے تو اس کو بنانے والی ہستی کی طرف ہی رُجُوع کیا جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب کسی شے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اسے اس کے بنانے والے (یعنی کاریگر) کے پاس لے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے دُور کر دیتا ہے۔

خواص بندوں کا رزق

مزید اِرشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے خواص بندوں کو فاقے میں مبتلا کر کے انہیں مخلوق کا حاجَت مند بنا دیتا ہے تاکہ وہ ان میں طَمَع رکھیں اور مخلوق کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ انہیں کچھ نہ دے۔ اس طرح لوگوں کو جن نعمتوں سے اس نے نواز رکھا ہے، اپنے خواص بندوں کو مَحْرُوم رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف اپنا رُخ کر لیں۔ چنانچہ جب وہ لوگوں سے مَایُوس ہو کر اس کی بارگاہ میں حاضِر ہوتے ہیں تو وہ انہیں ایسی جگہ سے رِزْق عطا فرماتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

خواص کی علامت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خواص بندوں کی عَلامَت یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کی طرف اپنا مَیلان پاتے ہیں تو اس شے کو خود پر حَرام ٹھہرا لیتے ہیں اور جب کسی بندے سے راحَت پاتے ہیں تو اس بندے کو ان پر مُسَلَّط کر دیا جاتا ہے یا ان کے اور اس بندے کے درمیان جُدائی پیدا کر دی جاتی ہے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے اس کے سِوا کسی اور سے سُکُون پائیں نہ کسی سے طَمَع رکھیں۔ بعض بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے پاس کوئی چیز کافی اِنتِظار کے بعد آتی تو وہ اسے قبول نہ کرتے۔ بعض اسے قبول کر لیتے مگر فوراً صَدَقَہ کر دیتے اور اپنے نَفْس کو سزا دیتے ہوئے اس میں سے کچھ بھی پاس نہ رکھتے۔

اَدَب صوفیائے کِرام کی خِدْمَت میں حاضری سے ملتا ہے

حضرت سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی اپنے مسلمان بھائیوں سے عِلْمِ توحید و مَعْرِفَت کی باتیں

کیا کرتے تھے، ایک دن کسی نوجوان لڑکے نے روٹی کے مُتَعَلِّق سوال کیا کہ یہ کہاں سے آتی ہے؟ اِرشَاد فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر صُوفِیا کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اسے اَدَب سکھائیں۔

سَیِّدُنا معروف کرخی اور توکل

مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو محفوظ مَعْرُوف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عَرْض کی گئی کہ حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث پر جب اَسبابِ مَعاش کے دروازے کھلتے ہیں تو وہ بڑے کبیدہ خاطِر (رنجیدہ دل) ہو جاتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: میرے بھائی بِشْر کو وَرَع و تقویٰ نے باندھ رکھا ہے جبکہ مجھے مَعْرِفَت نے تازگی بَخْش رکھی ہے۔ مگر اس کے باوُجُود حضرت سَیِّدُنا مَعْرُوف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بغیر کسی حاجَت کے کوئی سَبَب اِخْتِیار نہ فرماتے بلکہ بَقَدْرِ ضَرورت ہی لیتے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کوئی شے ذخیرہ کر کے رکھتے نہ طویل اُمّیدیں باندھتے، بلکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو تو ایک نَماز کے بعد دوسری نَماز تک زندہ رہنے کی اُمّید نہ ہوتی، جب ظُہر کی نَماز پڑھ لیتے تو اپنے ہمسایوں سے فرماتے اپنے لیے کوئی ایسا شخص تلاش کر لو جو تمہیں نَمازِ عَصْر پڑھائے۔

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں مہمان ہوں، اگر اس نے مجھے کھلایا تو کھالوں گا جب وہ کھلائے گا اور اگر اس نے بھوکا رکھا تو صَبْر کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھے کھلائے۔

متوکل تین ۳ کام نہیں کرتا

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ مُتَوَکِّل درج ذیل کام نہیں کرتا:

﴿1﴾ (اگر کچھ پاس نہ ہو تو) کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔

﴿2﴾ (اگر کوئی کچھ دے تو) کسی شے کو واپس نہیں کرتا۔

﴿3﴾ (اگر کچھ ملے تو) کچھ جَمْع کر کے نہیں رکھتا۔

ذخیرہ اندوزی اور توَکُّل کا بیان

کس کے لیے ذخیرہ اندوزی نقصان دہ نہیں؟

جس کا توکّل دُرُست ہو اس کے لیے ذخیرہ اندوزی نُقصان دہ نہیں بشرطیکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے ذخیرہ کر رہا ہو اور اس کا مال رِضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے وَقْف ہو، اس نے اپنی نفسانی تسکین اور خواہش کی وجہ سے مال جَمْع نہ کیا ہو، اس صُورَت میں (یہ سمجھا جائے گا کہ) جَمْع شُدہ مال ان حُقُوق کی ادائیگی کے لیے ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر واجِب کیے ہیں۔ چنانچہ جب یہ ان حُقُوق میں سے کسی حَق کو دیکھے تو اس پر مال خَرْچ کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُقُوق کی ادائیگی بندے کے مَقامات میں کمی کا باعِث نہیں بنتی بلکہ اسے مزید بُلَند مَقام پر فائز کرتی ہے۔

حکایت

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْوَارِث کے ایک شاگرد (حضرت سیِّدُنا حسین مَغالِی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الوَالِی) فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دِن چڑھے حضرت سیِّدُنا بِشْر حافی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْکافی کی خِدْمَت میں حاضِر تھا کہ آپ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس گندمی رَنگت اور پتلے رُخساروں والے ایک عمر رسیدہ بُزرگ تشریف لائے۔ آپ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے، حالانکہ میں نے پہلے کبھی آپ کو کسی کی خاطِر کھڑے ہوتے نہ دیکھا تھا، پھر مجھے چند دِرْہَم دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: بہترین قِسْم کا کھانا خرید لاؤ، حالانکہ اس سے پہلے کبھی یہ نہ کہا تھا۔ بہرحال میں کھانا لے آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس بُزرگ کے ساتھ کھانا تناوُل فرمایا حالانکہ پہلے کبھی میں نے آپ کو کسی کے ساتھ مِل کر کھانا تناوُل کرتے نہ دیکھا تھا۔ ہم نے بَقَدْرِ ضَرورت کھانا کھایا لیکن پھر بھی کافی بچ گیا۔ پھر اس بُزرگ نے باقی کھانا جَمْع کر کے کپڑے میں لپیٹا اور اُٹھا کر چل دیئے۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی اور اسے بالکل اَچھّا نہ جانا، اس لیے کہ آپ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا نہ اِجازَت دی، (لہٰذا میری حیرانی دیکھ کر) آپ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه گویا ہوئے: شاید تمہیں یہ انداز پسند نہیں آیا؟ میں نے عَرْض کی: جی ہاں! وہ باقی کھانا بغیر اِجازَت لے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟

عَرض کی: جی نہیں! تو آپ نے بتایا کہ یہ ہمارے بھائی حضرت فتح مَوْصِلی (عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَلِی) تھے جو ہماری ملاقات کے لئے مَوْصِل سے تشریف لائے تھے اور ہمیں یہ بات سکھانا چاہتے تھے کہ جب تَوَکُّل دُرُست ہو تو مال جمع کرنے میں کوئی حَرَج نہیں۔

ذخیرہ اندوزی نہ کرنا اس شخص کا حال ہے جس کا مقام اُمّیدوں کی کمی ہو، بسا اَوقات طویل زِنْدَگی کی خواہش پائے جانے پر بھی تَوَکُّل دُرُست ہوتا ہے، کیونکہ زِنْدَگی کی اُمّید اپنے رب کی عِبادَت کرنے اور راہِ خُدا میں جہاد کرنے کے لیے ہوتی ہے، یہ اہلِ رِجا اور اہلِ اُنْس و مَحبَّت کی ایک جَماعَت کا طریقہ ہے، لیکن اگر کوئی نفسانی لذّت اور دُنْیاوِی فوائد کے حُصُول کی خاطِر طویل زِنْدَگی کی اُمّید رکھے تو یہ بات اس کے زُہْد میں عیب کا باعِث بن جائے گی اور یوں اس کے تَوَکُّل میں بھی عیب سرایَت کر جائے گا، اس لیے کہ جو بات زُہْد میں کمی کا باعِث بنتی ہے وہ اسی حِساب سے تَوَکُّل میں بھی کمی کا سَبَب بنتی ہے اور اس سے یہ مُراد نہیں کہ جو بات زُہْد میں زِیادَتی کا باعِث بنتی ہے وہ اس حِساب سے تَوَکُّل میں بھی زِیادَتی کا سَبَب بنے، کیونکہ زُہْد خاص تَوَکُّل کے لیے شَرْط ہے مگر تَوَکُّل عام زُہْد کی شرط نہیں۔

زہد اور توکل کا باہمی تعلق

ہر مُتَوَکِّل تو یقیناً زاہِد ہوتا ہے مگر ہر زاہِد مَقامِ تَوَکُّل پر فائز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ تَوَکُّل ایک مَقام ہے اور زُہْد ایک حال ہے۔ مَقامات مُقَرَّبین کے ہوتے ہیں اور اَحْوال اَصحابِ یمین کے، البتہ! جسے زُہْد کی حقیقت سے نوازا جاتا ہے اسے لامحالہ تَوَکُّل کی دولت سے بھی مالا مال کیا جاتا ہے، اس لیے کہ اَحْوال کی حقیقت، ان کا ثابِت رہنا اور اَہلِ اَحْوال کا اپنے اَحْوال میں ہمیشہ اِسْتِقامَت اِخْتِیار کرنا اور ان کے قُلُوب کا ان کے اَحْوال سے ہر صُورَت میں وابَستہ رہنا مَقامات کہلاتا ہے۔

طُولِ اَمَل اور توکل کا باہمی تعلق

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) جب مُتَوَکِّل کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایک یا دو ماہ کے لیے زِنْدَہ رہنے کی اُمّید رکھے تو اتنی مُدّت کے لیے اسے ذخیرہ کرنا بھی جائز ہے۔

البتہ! خواص کے نزدیک طُولِ اَمَل (لمبی اُمّید) اسے تَوَکُّل کی حقیقت سے دُور کر دیتی ہے جبکہ میرے نزدیک بندہ تَوَکُّل کی حَد سے باہَر نہیں نکلتا۔

متوکل کا خوراک جمع کرنا کیسا؟

مُتَوَکِّل کے لیے 40 دن سے زائد کی خوراک جَمْع کرنا اچھّا نہیں جیسا کہ اس کے لیے 40 دن سے زیادہ زندہ رہنے کی اُمّید رکھنا اچھّا نہیں۔ چنانچہ جس شخص کو مَعْلُوم کے پائے جانے پر راحَت ملے وہ اپنے قَلْب کی اِصلاح، نَفْس کے سُکُون اور لوگوں کی طرف مائل نہ ہونے کی غَرَض سے کچھ جَمْع کرے تو اس شخص کا مال (یعنی خوراک) جَمْع کرنا اَفضل ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے گھر والوں کے لیے کچھ جَمْع کرے تاکہ ان کے قُلُوب راحَت پائیں، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا حاصِل ہو اور اس کے ذِمّہ ان کے جو حُقُوق ہیں وہ ساقِط ہو جائیں تاکہ وہ اپنے رب کی عِبادَت کے لیے فارِغ ہو جائے تو ایسے شخص کا مال جَمْع کرنا بھی فضیلت کا باعث ہے اور اس پر سب کا اِتّفاق ہے۔ اس لیے کہ اس صُورَت میں بندہ اپنے رب کے حُکْم کو بجالانے والا اور اپنی اس رَعِیّت کا خَیال رکھنے والا شُمار ہوتا ہے کہ جس کے مُتعلِّق اس سے پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک رِوایَت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اہلِ بَیْت کے لیے سال بھر کی خوراک کا اِنتِظام فرمایا[1] تاکہ یہ سنّت بن جائے۔ اُدھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو آنے والے کل کے لیے کچھ بچا کر رکھنے سے منْع فرمایا،[2] اسی طرح حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بھی کچھ جَمْع کر کے رکھنے سے منْع فرمایا[3] تاکہ اہلِ مَقامات اس مُعامَلے میں ان کی اِقتِدا کریں اور خود جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جہانِ فانی سے کُوچ فرمایا تو آپ کے پاس صِرف دو چادَریں تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ کم اُمّیدیں باندھنے والے تھے، بلکہ طَبعی حاجَت سے فَراغَت کے بعد پانی تک پہنچنے سے پہلے پہلے تَیَمُّم فرمالیتے، جب عَرْض کی

---

[1] ......بخاری، کتاب النفقات، باب حبس نفقة الرجل قوت سنة علی اھلہ وکیف نفقات العیال، ۳/۵۱۳، حدیث: ۵۳۵۷

[2] ......نوادر الاصول، الاصل العاشر، ۱/۵۶، حدیث: ۶۹

[3] ......معجم کبیر، ۱/۳۴۱، حدیث: ۱۰۲۱

جاتی کہ پانی قریب ہی ہے تو اِرشَاد فرماتے: میں پانی تک پہنچنے کی اُمّید نہیں رکھتا۔[1]

سال بھر کی خوراک کا انتظام فرمانے کی وجہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سال بھر کی خوراک کا اِنتِظام فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اُمَّت اپنی لمبی اُمّیدوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے، لہٰذا ان کی نجات کے لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کام کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذخیرہ اندوزی میں عارِفین کے مُشاہدات کے اِعْتِبار سے وُسعَت و تنگی پائی جاتی ہے، کیونکہ شَریعَت میں رُخصت و عَزِیمت دونوں ہیں۔ دین کی عزیمتیں ان قوِی لوگوں کے لیے ہیں جو ان کا بوجھ بَرداشت کر سکتے ہیں اور رخصتیں کمزور لوگوں کے لیے ہیں۔

چار چیزیں اُمورِ دین میں سے ہیں

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خوّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اَحْوالِ تَوَکُّل میں بڑی گہری باتیں کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ مال کا جَمْع کرنا بندے کو توکُّل کی حَد سے باہَر نِکال دیتا ہے، اس کے باوُجود چار چیزیں ہمیشہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس رہتیں اور اِرشَاد فرمایا کرتے کہ ان چار اَشیا کا پاس ہونا مُتوکِّل کے حال کو مُکمَّل کر دیتا ہے کیونکہ یہ اُمورِ دین میں سے ہیں اور وہ چار چیزیں یہ تھیں: ڈَول، رَسّی، سُوئی دَھاگہ اور قینچی۔

طُولِ اَمَل اور قصرِ اَمَل میں مال جمع کرنے والے کی مثال

حضرت سَیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی طُولِ اَمَل اور قصرِ اَمَل میں مال جَمْع کرنے والے کی مِثال یوں دیا کرتے تھے کہ جو شخص مال جَمْع کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کی مِثال اس شخص کی ہے جو یہ کہے کہ میں اَیلَہ (نامی ایک قریبی جگہ) جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ (بطورِ زادِ راہ) اپنے ساتھ ایک روٹی لے لو۔ لیکن اگر وہ کہے کہ میں (ایلہ سے مزید کچھ دُور واقع شہر) عَبّادان جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ دو روٹیاں ساتھ لے لو۔ لیکن اگر وہ کہے کہ میں (اس سے بھی دُور) عَسکر جانا چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ چار روٹیاں لے لو۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح اُمّیدوں کی کمی اور طَوالَت کے مُطابِق خوراک کا جَمْع کرنا تَرک کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، ١ / ٦٥٠، حدیث: ٢٧٦٥، ٢٧٦٤

اُمّیدوں سے پیچھا چھڑانے والی ایک عجیب روایت

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اُمّیدوں سے پیچھا چھڑانے والی اس سے بھی عجیب رِوایَت میں نے یہ سنی ہے کہ ایک بار (دورانِ سفر) حضرت سَیِّدُنا موسیٰ اور حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِمَا السَّلَام کہیں اِکٹھے ہوئے تو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے بھوک کا تذکرہ کیا، چنانچہ انہوں نے عَرض کی: بیٹھ جائیے۔ وہ بیٹھ گئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے کچھ پڑھا، اتنے میں ایک ہَرن بھاگتا ہوا آیا اور ان دونوں ہستیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا، پھر اچانک اس کے دو برابر برابر ٹکڑے ہو گئے، جو آدھا ٹکڑا حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے گرا وہ بھنا ہوا تھا جبکہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے سامنے گرنے والا ٹکڑا کچا تھا، حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا بُھنا ہوا حِصّہ لے کر کھانا شروع کر دیا اور حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرض کی: اٹھئے! آگ جلا کر اپنے حصّے کو پکا لیجئے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنا حِصّہ بُھون کر کھایا، پھر پوچھا: یہ آدھا حِصّہ جو آپ کی طرف گرا تھا بھنا ہوا کیوں تھا؟ عَرض کی: اس لیے کہ دنیا میں مجھے کوئی اُمّید باقی نہیں۔

اسی بِنا پر کہا جاتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی زاہِدین کے فضائل میں اسی قَدْر کمی کا باعِث بنتی ہے جس قَدْر وہ حقیقتِ زُہد میں کمی کرتی ہے۔

کاش! یہ عادَت نہ ہوتی

حضرت سَیِّدُنا شہر بن حَوشَب رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایَت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا اِنتقال ہوا تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سَیِّدُنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اسے غُسل دینے کا حکم اِرشاد فرمایا۔ دونوں حضرات نے اسے غُسل دیا اور اسی کی چادَر سے کَفَن پہنایا۔ جب اسے دَفنا چکے تو مدینے کے تاجدار، بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اسے قِیامت کے دن یوں اُٹھایا جائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور اگر اس میں ایک عادَت نہ ہوتی تو اس کا چہرہ

سُورج کی طرح روشن ہوتا۔ صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ عادت کیا تھی؟ اِرشاد فرمایا: یہ شخص بہُت زیادہ روزے رکھنے والا، رات رات بھر عِبادت کرنے والا اور کثرت سے ذِکرِ الٰہی کرنے والا تھا مگر جب سردی آتی تو گرمیوں کے کپڑے (اگلی گرمیوں کے لئے) جمع کرلیتا اور جب گرمی آتی تو سردیوں کے کپڑے (اگلی سردیوں کے لئے) جمع کرلیتا تھا۔ پھر اِرشاد فرمایا: جو چیز تمہیں سب سے کم دی گئی ہے وہ یقین اور صبر کی عزیمت ہے اور جسے ان میں سے کچھ حِصّہ مِل جائے تو وہ یہ پَروا نہیں کرتا کہ اس سے کس قدر رات کی عِبادت اور دن کا روزہ رہ گیا ہے۔

فقیر کے پاس کسی بھی شے کا جوڑا ہونا عیب ہے

ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی ہے اور لوگ گروہ در گروہ مُختلف طَبقات میں جنّت کی طرف جارہے ہیں، میں نے ایک طبقے کی طرف دیکھا جو اپنی حالت کے اِعْتِبار سے سب سے زیادہ اچھی صُورت میں بُلند دَرَجات پر فائز تھا اور بڑی تیزی سے جارہا تھا، میں نے سوچا کہ یہ سب سے بہتر گروہ ہے میں بھی ان میں سے ہی ہوں گا۔ چنانچہ جب میں نے ان کی طرف قدم بڑھائے اور راستے میں ان کے ساتھ شریک ہونے لگا تو ان کے گرد موجود فرشتوں نے مجھے روک دیا اور کہنے لگے کہ اپنی جگہ کھڑے رہیے یہاں تک کہ آپ کے ساتھی آجائیں اور آپ ان کے ساتھ شامل ہوجائیں۔ میں نے کہا: تم مجھے ان میں شامل ہونے سے کیوں روک رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن کے پاس صِرف ایک قمیص تھی اور اس کے عِلاوہ باقی چیزیں بھی ایک ایک ہی تھیں جبکہ آپ کے پاس دو ۲ قمیصیں ہیں اور اسی طرح ہر شے کی تعداد دو ۲ دو ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد میری آنکھ کھلی تو میں رورہا تھا اور غم میں مبتلا تھا، لہٰذا میں نے اپنے نَفْس پر یہ بات لازم کرلی کہ ہر شے میں سے صِرف ایک ایک ہی کا مالِک رہوں گا۔

اَسلاف کا طریقہ

حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ مَرعَشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں 40 سال تک صِرف ایک ہی قمیص کا مالِک رہا۔ سَلَف صالِحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین کی ایک کثیر تعداد ایسی تھی کہ جب وہ نیا کپڑا یا کوئی چیز حاصِل کرتے

توپہلے سے موجود کپڑے یا چیز کو صَدَقہ کر دیتے اور ایک ہی شے کو کئی اَشیا کے لیے اِستعمال کیا کرتے۔ یہ سب باتیں زُہد کی حقیقت میں شامِل ہیں اور مُتوکِّلین کے فضائل میں سے ہیں۔

حقیقی فقیر کے لیے مال جمع کرنا عیب ہے

ایک مَشْہور رِوایت میں ہے کہ اَصحابِ صُفّہ میں سے کسی صحابی کا اِنتِقال ہوا اور کَفَن کے لئے کپڑا نہ مل سکا تو مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اس کے کپڑوں کی تلاشی لو۔ راوی فرماتے ہیں: ہم نے تلاشی لی تو تہہ بند سے دُو دِینار ملے۔ یہ دیکھ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یہ دونوں داغ ہیں۔[1] حالانکہ اس صحابی کے عِلاوہ بہُت سے مسلمان فوت ہوئے اور انہوں نے اپنے پیچھے کثیر مال چھوڑا مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے مُتعَلِّق یہ اِرشَاد نہ فرمایا، کیونکہ ان کا حال زُہد کا تھا اور ان پر فَقْر ظاہر تھا، لہٰذا ان کے مال جَمْع کرنے کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عَیب قرار دیا۔

مُتوکِّل کے لیے عِلاج کرنے اور نہ کرنے کا بیان

عِلاج معالجہ توکل کے منافی نہیں

عِلاج مُعالَجہ بندے کے توَکُّل میں کمی کا باعِث نہیں بنتا، اس لیے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اس بات کا حُکْم دیا ہے اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت کی خَبَر دی ہے۔ چنانچہ،

صرف موت کا عِلاج نہیں

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: کوئی بیماری ایسی نہیں جس کی دَوا نہ ہو، اس کی پہچان وُہی رکھتا ہے جو اسے جانتا ہے اور نہ جاننے والا وُہی ہے جو پہچان نہیں رکھتا، البتہ! موت کی کوئی دَوا نہیں۔[2]

---

[1] ......مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الوضوء فی المسجد، ۱/۳۱۷، حدیث: ۱۶۵۱
مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۷۰، حدیث: ۳۸۴۳

[2] ......معجم اوسط، ۱/۴۲۶، حدیث: ۱۵۶۴
مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطب، باب من رخص فی الدواء والطب، ۵/۴۲۱، حدیث: ۵

عِلاج کروانے کا حکم

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! (بیمار ہو جاؤ تو) عِلاج کیا کرو۔ [1]

دم اور دوا کا تعلّق تقدیر سے ہے

بارگاہِ رِسَالَت میں کسی نے سوال کیا: کیا دَم اور دَوا تقدیر کا فیصلہ بدَل سکتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ان کا تعلّق بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے ہی ہے۔ [2]

پچھنوں کے ذریعے عِلاج کا حکم

ایک مشہور رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: میں ملائکہ کے جس گروہ کے پاس سے گزرا اُس نے مجھے یہی کہا: اپنی اُمَّت کو پچھنے لگانے کا حُکْم دیجئے۔ [3] ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کا حُکْم دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: (چاند کی) 17، 19 اور 21 تاریخ کو پچھنے لگوایا کرو کہیں خون جَوش مار کر تمہیں ہلاک نہ کر دے۔ [4]

مخصوص دنوں میں خون کا جوش مارنا حجاز کے ساتھ خاص ہے

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) خُون کے مَخْصُوص دنوں میں جوش مارنے کا ذِکْر اس بات کی دلیل ہے کہ اِنہی مَخْصُوص اَیّام میں پچھنے لگوائے جائیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ حُکْم اہلِ حِجاز کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہاں گرمی شدید ہوتی ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دھوپ میں پڑے ہوئے پانی کے مُتعلِّق فرمان ہے کہ اس سے بَرَص پیدا ہوتی ہے،

---

[1] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء، ۴/۸۷، حدیث: ۳۴۳۶

[2] ......ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقی والادویة، ۴/۱۶، حدیث: ۲۰۷۲

[3] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحجامة، ۴/۱۰۸، حدیث: ۳۴۷۹

[4] ......ابن ماجه، کتاب الطب، باب فی ای الایام یحتجم؟، ۴/۱۱۰، حدیث: ۳۴۸۶ بتغیر قلیل
مسند بزار، مسند ابن عباس، ۱۱/۱۷۷، حدیث: ۴۹۱۷

مگر میں نے سنا ہے کہ یہ خاص حِجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے۔

پچھنے کب اور کتنی بار لگوائیں

سَلَف صَالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن ہر ماہ میں ایک بار پچھنے لگواتے یہاں تک کہ ان کی عُمْر 40 سال سے تجاوُز کر جاتی اور وہ عام طور پر ہر ماہ کے آخِر میں پچھنے لگوانا مُسْتَحَب سمجھتے تھے۔ ایک رِوایَت میں ہے کہ جس نے چاند کی 17 تاریخ بَروز مَنگل پچھنے لگوائے تو یہ اس کے لئے سال بھر کی بیماری کا عِلاج ہے۔[1]

اہلِ بَیْت سے مَرْوِی ایک رِوایَت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہر رات سُرمہ لگاتے، ہر مہینہ پچھنے لگواتے اور ہر سال دَوا پیا کرتے۔[2]

عِلاج کروانا رخصت ہے عزیمت نہیں

عِلاج مُعالجے کا اِہتِمام کرنا وُسْعَت و رُخْصَت ہے جبکہ اسے تَرْک کرنا تنگی و عَزِیمت ہے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے کہ اس کی رُخْصَت پر بھی اسی طرح عَمَل کیا جائے جیسا کہ اس کی عزیمتوں پر عَمَل کیا جاتا ہے۔[3] چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

(پ ۱۷، الحج: ۷۸)

عِلاج کی دو۲ فضیلتیں

بعض اوقات عِلاج مُعالَجہ کرنے والا عِلاج کرنے کی وجہ سے دو۲ صورتوں میں فضیلت حاصِل کر لیتا ہے۔

پہلی فضیلت

وہ سُنّت کی پیروی کی نِیّت کرلے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی دی ہوئی رُخْصَت پر عَمَل کر کے دِینِ حَنیف کی دی

---

[1] ......معجم کبیر، ۲۰/۲۱۵، حدیث: ۴۹۹

[2] ......الکامل لابن عدی، ۴/۵۰۴، الرقم: ۸۵۰: سیف بن محمد ابن اخت سفیان الثوری کوفی

[3] ......صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابها، ۱/۲۸۴، حدیث: ۳۵۵

ہوئی وُسعت کو قبول کرلے۔ جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو عِلاج اور پرہیز کا حکم اِرشاد فرمایا۔[1] بعض (یعنی حضرت سیِّدُنا سَعد بن مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کی رَگ سے خود فاسِد خون نِکالا اور بعض (یعنی حضرت سیِّدُنا سَعد بن زرارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کا جِسم داغ کر عِلاج فرمایا۔[2]

دُکھتی آنکھوں کا عِلاج

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی دُکھتی آنکھوں کو دیکھ کر اِرشاد فرمایا: کھجور مَت کھاؤ۔ بلکہ جَو کے آٹے میں پکے ہوئے ساگ کی جانِب اِشارہ کرکے فرمایا: اسے کھاؤ، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔[3]

مہندی سے عِلاج

مَرْوِی ہے کہ کئی مرتبہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بچھو وغیرہ کے کاٹنے کا عِلاج بھی کروایا۔[4] ایک رِوایَت میں ہے کہ جب وَحی نازِل ہوتی تو سَر مبارک میں کچھ تکلیف محسوس ہوتی، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے سرِ اَقدس میں مہندی لگوایا کرتے۔[5] اور ایک رِوایَت میں ہے کہ جب کبھی زَخم لاحِق ہوتا تو اس پر مہندی لگاتے۔[6] حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ توکُّل رکھنے والے اور سب سے زیادہ قَوِی تھے۔

ایک اِعتِراض اور اس کا جواب

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اگر کوئی شخص یہ اِعتِراض

---

[1] ......ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء، ۴/۸۷، حديث: ۳۴۳۶
ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاء في الحمية، ۴/۳، حديث: ۲۰۴۳
[2] ......مسلم، كتاب السلام، باب لكل داء دواء... الخ، ص ۱۲۱۱، ۱۲۱۰، حديث: ۲۲۰۷، ۲۲۰۸
[3] ......ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاء في الحمية، ۴/۳، حديث: ۲۰۴۳
[4] ......مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الطب، باب في رقية العقرب ماهي؟ ۵/۴۴۰، حديث: ۱
[5] ......مسند بزار، مسند ابی هريرة، ۱۴/۲۶۳، حديث: ۷۸۵۲
[6] ......ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاء في التداوي بالحناء، ۴/۱۱، حديث: ۲۰۶۱

کرے کہ دوجہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر وبَر صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عِلاج مُعالَجہ کا اِہتمام دوسروں کی خاطِر فرمایا تھا تاکہ یہ آپ کی سُنّت بن جائے تو ہم اسے کہیں گے کہ ہم سرورِ کائنات صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنّت سے اِعراض کرسکتے ہیں نہ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خواہش سے بے رغبتی کا مُظاہرہ کرسکتے ہیں، اس لیے کہ ایسا آپ نے ہمارے لیے کیا، لہٰذا ہم اس کا اِنکار نہیں کرسکتے تاکہ کوئی آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل کو لغو قرار نہ دیدے اور یوں شَرْع میں طَعْن کرنے لگے اور توَکُّل کی حقیقت کے گُمان میں سُنّت سے ہی منہ موڑ لے۔

یاد رکھئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظاہِری اَفعال اس لیے ہیں کہ لوگ ان پر عَمَل کریں۔ مثلاً ایک بار آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَخْت گرمی کے مَوْسَم میں دورانِ سَفَر روزہ رکھ لیا، سرِ اَقْدَس پر پانی ڈالتے[1] اور دَرَخْت کے سائے میں رہتے تاکہ پانی سے ٹھنڈک حاصِل کرنے کی یہ رُخْصَت روزہ دار کے لیے سُنّت بن جائے، لیکن جب آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عَرْض کی گئی کہ بہُت سے لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے مگر وہ تکلیف میں ہیں تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور پانی پی لیا (یعنی روزہ اِفطار کرلیا) تو دیگر کئی لوگوں نے بھی روزہ اِفطار کرلیا۔ اس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کی خاطِر اپنا حال تَرْک کردیا، پھر جب یہ عَرْض کی گئی کہ بعض لوگوں نے روزہ اِفطار نہیں کیا تو اِرشَاد فرمایا: یہ لوگ نافرمان ہیں۔[2]

دوسری فضیلت

عِلاج کرنے والے کو دوسری فضیلت یہ حاصِل ہوتی ہے کہ وہ جَلْدی جَلْدی صِحَّت یاب ہونا پسند کرتا ہے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عِبادَت کرسکے، اپنے رب کی بَنْدَگی بجالائے اور اس کے اَحکام کی بجا آوری کی کوشِش

---

[1] ابوداود، کتاب الصوم، باب الصائم یصب علیہ الماء... الخ، ۲/۴۵۰، حدیث: ۲۳۶۵

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شھر رمضان... الخ، ص ۵۶۳، حدیث: ۱۱۱۴
ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراھیۃ الصوم فی السفر، ۲/۱۶۸، حدیث: ۷۱۰

کرے۔ کیونکہ بیماریاں عَمَل میں رُکاوَٹ پیدا کرتی اور نَفْس کو اَعمالِ آخِرت میں مَشْغُول ہونے سے روکتی ہیں۔

پہلے عِلاج سے اِنکار پھر اِقرار

مَنْقُول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بیمار ہو گئے تو بنی اسرائیل آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس (عِیادَت کے لیے) حاضِر ہوئے اور انہوں نے مَرَض پہچان کر عَرْض کی: اگر فُلاں دَوائی سے عِلاج کروائیں گے تو صِحَّت یاب ہو جائیں گے۔ اِرشَاد فرمایا: میں عِلاج نہیں کرواؤں گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے عِلاج کے بغیر ہی شِفا دیدے گا۔ مگر مَرَض بڑھتا گیا تو لوگوں نے پھر عَرْض کی: فُلاں دَوا اس مَرَض کے لئے آزْمُودہ اور مَشْہُور ہے، اس سے عِلاج کریں گے تو صِحَّت یاب ہو جائیں گے۔ آپ نے پھر وُہی جواب دیا کہ میں عِلاج نہیں کرواؤں گا۔ اس طرح مَرَض دائمی شکل اِخْتیار کر گیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: میری عزّت وجلال کی قَسَم! میں شِفا نہ دوں گا جب تک کہ اس دوائی سے عِلاج نہ کروائیں گے جس کے مُتَعَلِّق لوگوں نے آپ کو کہا ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں سے فرمایا: جس دوائی کا ذِکْر تم نے کیا تھا اس سے میرا علاج کرو۔ انہوں نے عِلاج کیا تو آپ صِحَّت یاب ہو گئے، مگر اطمینانِ قلبی حاصِل نہ ہوا۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: آپ اپنے تَوَکُّل کے ذریعے میری حِکْمَت (یعنی طریقۂ کار) کو بدلنا چاہتے ہیں! میرے عِلاوہ کون ہے جو جڑی بوٹیوں میں فوائد رکھتا ہے؟

انڈوں میں بھی شِفا ہے

مَرْوِی ہے کہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے کسی نبی نے بارگاہِ اِلٰہی میں بیماری میں مبتلا ہونے کی فریاد کی تو حُکْم اِرشَاد ہوا: اَنڈے کھائیں۔

طاقت حاصِل کرنے کا نایاب نسخہ

اِسی طرح مَرْوِی ہے کہ کسی نبی نے بارگاہِ الٰہی میں کمزوری کا ذِکْر کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: گوشت کو دودھ کے ساتھ ملا کر کھائیں کہ ان دونوں میں طاقت ہے۔[1] [2]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطب، باب دواء الضعف، ۵/ ۴۶۸، حدیث: ۳

[2] ......یہاں کچھ عبارت کا ترجمہ نہیں دیا گیا، اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

انجیر کے پانی سے علاج

حضرت سَیِّدُنا وَہب بِن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا، وہ بادشاہ اپنی رَعایا کے لیے نیک سِیرت تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سَیِّدُنا شَعْیَا عَلَیْہِ السَّلَام کو وَحی فرمائی کہ اس بادشاہ سے فرمایئے کہ وہ اِنجیر کا پانی پئے، اس لیے کہ اس میں اس کی بیماری کی شِفا ہے۔[1]

خوبصورت اولاد کے حصول کا نسخۂ کیمیا

اس سے بھی عجیب رِوایت یہ ہے کہ ایک قوم نے اپنے نبی کی خِدمَت میں بد صُورَت اولاد پیدا ہونے کی شِکایَت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی کہ انہیں حکم دیجئے اپنی حامِلہ عورتوں کو بِہی دانہ[2] کھلائیں تاکہ اولاد خُوبصُورَت پیدا ہو۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی عورتوں کو حالَتِ حَمل میں بِہی دانہ اور بچے کی پیدائش کے بعد کھجور کھلایا کرتے۔ جبکہ بِہی دانہ حَمل کے تیسرے چوتھے مہینے میں کھلانا چاہئے۔

قَوِی لوگوں کے لیے افضل کیا ہے؟

ان سب باتوں کے باوُجود قَوِی لوگوں کے لیے اَفضل یہی ہے کہ وہ عِلاج نہ کریں، یہ بات دین کے عزائم میں سے ہے اور اُولُو الْعَزْم صِدِّیقِین کا طریقہ ہے، کیونکہ دین پر چلنے کے دو راستے ہیں:

﴿1﴾ تَرکِ دنیا اور عَزِیمت کا راستہ۔ ﴿2﴾ وُسعَت و رُخصَت کا راستہ۔

اب جو قَوِی ہو وہ مُشکِل راستے کو اپناتا ہے، یوں وہ اَقرب و اَعلیٰ مَقام پر فائز ہو جاتا ہے، یہ مَقام مُقَرَّبین کا ہے جن کا شُمار سابِقون میں ہوتا ہے مگر جو کمزور ہو وہ آسان راستہ اِخْتیار کرتا ہے، یہ مُعْتَدِل و درمیانی راستہ ہے لیکن پہلے راستے سے کچھ طویل ہے، اس راہ پر اَصحابِ یمین چلتے ہیں جن کا شُمار مُقْتَصِدون میں ہوتا ہے۔

مؤمنین کی بعض اَقسام

مؤمنین میں قَوِی و کمزور اور نَرم و سَخْت ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ

---

[1] ......تفسیر طبری، سورۃ الاسراء، تحت الآیۃ: ۴، ۸/۲۱، حدیث: ۲۲۰۵۸، بتغیر قلیل

[2] ......ایک پھل کا نام جو ناشپاتی اور سیب کے مشابہ ہے۔ (لغت)

کائنات، فَخرِ موجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: قَوِی مومِن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو کمزور مومِن سے زیادہ مَحبُوب ہے، حالانکہ ہر ایک میں خیر ہے۔[1]

ایک رِوایَت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: بعض مؤمنین ایسے ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں پتّھر سے بھی سخت ہیں اور بعض دودھ سے بھی نَرم ہیں۔[2]

بعض مؤمنین کے اَوصاف

ایک رِوایَت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قَوِی لوگوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا: مومِن کی مِثال کھجور کے دَرَخت کی طرح ہے کہ جس کے پتے نہیں گرتے۔[3]

اسی مَفہوم میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

(پ ۱۳، ابراھیم: ۲۴)

ایک مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: مومِن کی مِثال (گندم کی) اُس بالی کی طرح ہے جسے ہوائیں دائیں بائیں اُڑاتی پھرتی ہیں۔[4]

سرورِ کائنات، فَخرِ موجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھانا کِھلانے والے مومِن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشَاد فرمایا کہ ایسے مومِن کی مِثال اس کھجور کی مِثْل ہے جسے کھایا جائے تو بھی عمدہ ہوتی ہے اور رکھ دیا جائے تو بھی عمدہ ہی رہتی ہے۔[5] جبکہ کھانا مانگنے والے کے اَوصاف کو یوں بیان فرمایا کہ ایسے مومِن کی مِثال اس چیونٹی کی طرح ہے جو گرمیوں میں سَردِیوں کا کھانا جَمع کرتی رہتی ہے۔[6]

---

[1] ......مسلم، کتاب القدر، باب فی الأمر بالقوة . . . الخ، ص ۱۴۳۲، حدیث: ۲۶۶۴

[2] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۲۴، حدیث: ۳۶۳۲

[3] ......بخاری، کتاب الادب، باب ما لا یستحیا من الحق للتفقه فی الدین، ۴/ ۱۳۲، حدیث: ۶۱۲۲

[4] ......مسند بزار، مسند انس، ۱۳/ ۴۵۰، حدیث: ۷۲۱۸

[5] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/ ۶۳۹، حدیث: ۶۸۸۹

[6] ......فردوس الاخبار، باب المیم، ۲/ ۳۴۲، حدیث: ۶۷۳۶

مَعْلُوم ہوا ضُعْف و قوّت، بُزدِلی و بَہادُرِی اور صَبْر و بے صَبْری میں مؤمنین کے اَوصاف مُخْتَلِف ہیں، فَرْق بالکل واضِح ہے کہ ایک شخص قوّت و بُلَندی میں کھجور کے دَرَخْت کی مِثْل ہو، اس کا قَلْب ثابِت ہو اور ہِمَّت و عزم آسمان کی وُسْعَتوں کو چھو رہا ہو جو اپنا پھل دوسروں کو کِھلا دے اور کچھ جَمْع کر کے نہ رکھے، جبکہ دوسرا شخص چیونٹی کی طرح کمزور ہو، کھانا تلاش کرتا ہے اور ملنے پر اپنے پاس جَمْع کر لے۔

سرکار کی نظر کیمیا اثر

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قوم کے فضائل بیان کیے اور ان کی تعریف فرمائی کہ وہ (اپنی بیماری دُور کرنے کے لیے) دَم کرواتے ہیں نہ داغتے ہیں،[1] بلکہ اپنے رب پر تَوَکُّل رکھتے ہیں۔ نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے مُتعلّق اِرشَاد فرمایا کہ وہ بغیر حِساب کے جنّت میں داخِل ہوں گے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کے حِساب کے بغیر جنّت میں داخلے کا سَبَب تَوَکُّل سے وَابَستہ ہونا بتایا اور اس بات کی بھی خَبَر دی کہ وہ بیماریوں کا عِلاج تَوَکُّل کی بنا پر نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عَرض کی: **یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامِل فرما دے۔[2] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے حَق میں دُعا فرما دی، اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیکھ لیا تھا کہ وہ اسی راستے پر گامزن ہیں، ان کے پاس زادِ راہ بھی مَوجُود ہے اور وہ اس راستے پر چلنے کی قوّت بھی رکھتے ہیں، لہٰذا انہیں اہل جانتے ہوئے ان کے حَق میں دُعا فرما دی مگر جب ایک اور صَحابی نے حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (پر کَرَم کی بارش ہوتے دیکھ کر ان) کی پیروی کرتے ہوئے عَرض کی کہ میرے لیے بھی ان لوگوں میں شامِل ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔[3] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اس راہ کا مُسافِر پایا نہ اس کے پاس کوئی زادِ راہ دیکھا

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف...الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۱۸

[2] ......المرجع السابق

[3] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف...الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۱۸

اور نہ اس راہ کا اہل جانا، اس لیے کہ مَقامات میں کسی کی پیروی کی جاسکتی ہے نہ کسی کی مُشابہت اِختیار کی جاسکتی ہے جیسا کہ کوئی ان کے حُصُول کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کیونکہ ان مَقامات کا تعلّق دِلوں کے وِجدان اور مُشاہَدۂ حبیب کے باعِث حاصِل ہونے والے غیب کے مُشاہَدات سے ہوتا ہے، لہٰذا جو ان مَقامات کی بُلندی تک رَسائی کی قوّت نہ رکھتا ہو وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ہی اَوندھے منہ گر پڑتا ہے، لہٰذا جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس صَحابی کے مَوجُودَہ مَقام کو دیکھا اور مزید آگے بڑھنے کی قوّت نہ پائی تو اسے اس کے مَقام کی حد پر ہی ٹھہرنے کی تاکید کی اور اس کی کمزوری کو پیشِ نَظر رکھتے ہوئے بڑا ہی خُوبصُورَت جواب دیا کہ عُکّاشہ تم سے سَبْقَت لے گیا ہے۔[1] اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَرَم فرمانے والے اور سب کے حبیب ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک عقل مند حاکم جب دو گواہوں میں سے ایک کو کمزور پائے تو کہے کہ ایک گواہ مزید لاؤ اور وہ اس بات کی صراحت نہ فرمائے کہ گواہ مَجْرُوح ہے، کیونکہ اگر وہ گواہ عادِل ہوتا تو وہ اسی کی گواہی قبول کرلیتا اور مزید گواہ لانے کا مُطالَبہ نہ کرتا۔

ہم ہی اس قابل نہیں

یاد رکھئے! مَقامات اپنی طرف آنے والوں کے لیے تنگ نہیں ہوتے اور نہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان مَقامات پر کسی کو فائز کرنے میں بخیل ہیں، جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کسی بھی مُعَاملے میں بُخل نہ فرمانے کے مُتعلّق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ (پ۳۰، التکویر: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس صَحابی میں قوّت کا مُشاہَدہ نہ کیا اور اس میں واضح کمزوری کو دیکھا کہ وہ اس مَقام کے قابِل نہیں تو اسے اس مَقام پر فائز نہ فرمایا۔

زخم کو داغ کر علاج کرنا

کئی احادیثِ مُبارکہ میں زَخْم کو داغ کر عِلاج کرنے کی مُمانَعت بھی مَرْوِی ہے۔[2] چنانچہ،

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف . . . الخ، ص ۱۳۶، حدیث: ۲۱۸

[2] ......بخاری، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث، ۴/ ۱۷، حدیث: ۵۶۸۱

دوا کو شِفا کا سبب ماننا شرک ہے

مَروِی ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا عِلاج کرنا چاہا مگر (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے داغنے کی اِجازت نہ دی اور) وہ اسی بیماری میں مر گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اگر وہ تَندُرُست ہو جاتا تو تم کہتے کہ میں نے اسے ٹھیک کر لیا۔ ایسا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لیے فرمایا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بعض نُفُوس میں یہ وَسْوَسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شِفا اور نَفْع دَوا سے ہوا ہے اور یہ شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مُحَقِّقِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے اس خدشے کے پیدا ہونے کی وجہ سے عِلاج مُعالَجہ کو پسند نہیں کیا۔

شِفا کون دیتا ہے؟

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ خداوندی میں عَرض کی: اے میرے رب! دوا اور شِفا کا تعلّق کس سے ہے؟ اِرشَاد فرمایا: مجھ سے۔ عَرض کی: پھر طبیب کیا کرتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: وہ اپنا رِزْق کھاتے ہیں اور میرے بندوں کے دِل بہلاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں میری طرف سے شِفا یا موت مل جاتی ہے۔

مُتوکّل کے لیے عِلاج نہ کرنا بہتر ہے

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرمایا کرتے تھے: مجھے یہ بات پسند ہے کہ جو شخص توکُّل کا عقیدہ رکھے اور اس راہ پر چلنے والا بھی ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ عِلاج کے مُعامَلہ میں دوائی وغیرہ اِسْتِعمال نہ کرے۔

فرشتوں کی سلامی سے محرومی

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہو گئے، لوگوں نے آپ کو جِسْم پر داغ لگوانے کا مشورہ دیا مگر آپ نے مَنْع کر دیا۔ لوگوں کے اِصرار اور حاکِم وَقْت زِیاد کے مَجْبُور کرنے پر آپ نے اپنے جِسْم پر داغ لگوا لیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: پہلے میں نُور دیکھا کرتا تھا، آوازیں سنا کرتا تھا، فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے مگر جب میں نے داغ کے ذریعے عِلاج کیا تو یہ سب چیزیں مجھ سے جُدا ہو گئیں۔

ایک رِوایت میں ہے کہ فرشتے آپ سے مُلاقات کے لیے آیا کرتے اور آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ ان سے بڑے مَانُوس تھے، مگر داغ لگوانے کے بعد فرمایا کرتے تھے: میں نے کئی مرتبہ جِسْم پر داغ لگوائے مگر خدا کی قَسم! کچھ فائدہ ہوا نہ اس مَرَض سے چھٹکارا ملا۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کے ساتھ پہلے والے مُعاملات آپ پر ظاہِر فرما دیئے۔

فَرِشتوں سے ملاقات ایک اِعزاز ہے

حضرت سَیِّدُنا عِمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف بن عبد اللّٰہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرشتوں سے مُلاقات خَتْم ہو جانے کے مُتَعَلِّق بتا دیا تھا، پھر (مُعامَلات کی بحالی پر) ان سے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کے مُعامَلات دوبارہ لوٹا کر مجھے پھر سے یہ اِعزاز بَخْش دیا ہے؟ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اگر حضرت سَیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کے نزدیک داغ کے ذریعے عِلاج کروانا گناہ نہ ہوتا تو آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ اس پر شَرْمِندہ ہوتے نہ اس سے توبہ کرتے، نیز اگر یہ بات باعِثِ نُقصان نہ ہوتی تو فرشتوں کو آپ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ سے دُور نہ کیا جاتا۔

سلف صالحین کے عِلاج نہ کروانے سے متعلق چند واقعات

سَیِّدُنا ابو بکر صدیق کا عِلاج نہ کروانا

ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صِدِّیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہوئے تو ان کی خِدمت میں عَرض کی گئی: کیا ہم آپ کے لئے کوئی طبیب بُلوائیں؟ اِرشاد فرمایا: میرا طبیب مجھے دیکھ چکا ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ میں جو چاہوں کر لینے والا ہوں۔

سَیِّدُنا ابو دَرْدَا کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سَیِّدُنا ابو دَرْدَا رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کی بیماری میں کسی نے عَرض کی: آپ کو کیا بیماری ہے؟ اِرشاد فرمایا:

مجھے گناہوں کا مَرَض ہے۔ عَرض کی گئی: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنے گناہوں کی مغفِرت۔ لوگوں نے عَرض کی: کیا ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو بُلائیں؟ فرمایا: طبیب (یعنی رب عَزَّوَجَلَّ) نے ہی مجھے بیمار کیا ہے۔

سیِّدُنا ابو ذَرّ غِفاری کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سیِّدُنا ابو ذَرّ غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہوئے تو عَرض کی گئی: کاش! آپ اپنی آنکھوں کا عِلاج کروالیں (تو تندرُست ہو جائیں)۔ اِرشاد فرمایا: مجھے ان کی فِکر نہیں۔ عَرض کی گئی: آپ (اگر عِلاج نہیں کروانا چاہتے تو کم از کم) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کیجئے کہ وہ آپ کو اس مَرَض سے نجات عَطا فرمائے۔ فرمایا: میں دُعا میں جو مانگتا ہوں وہ ان آنکھوں سے زیادہ اَہم ہے۔

توکل کب صحیح ہوتا ہے؟

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل بن **عبد اللہ** تُستری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عَرض کی گئی: بندے کا توکُّل کب صحیح ہوتا ہے؟ فرمایا: جب اس کے جِسم میں کوئی تکلیف ہو اور مال میں نُقصان ہو تو اپنے توکُّل کی بنا پر ان کی طرف نہ دیکھے بلکہ اَحکامِ خُداوندی کی بجا آوری کو پیشِ نظر رکھے۔

سیِّدُنا رَبیع بن خُثَیم کا عِلاج نہ کروانا

حضرت سیِّدُنا رَبیع بن خُثَیم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فالِج کا مَرَض لاحِق ہوا تو ان سے عَرض کی گئی: کاش! آپ اس کا عِلاج کرواتے (تو تندرُست ہو جاتے)۔ فرمایا: میں نے اِرادہ کیا تھا پھر مجھے یاد آیا کہ قومِ عاد و ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان جو بہُت سی قومیں گزریں انہیں بھی تکالیف آئی تھیں اور ان میں طبیب بھی مَوجُود تھے، مگر عِلاج کرنے اور کروانے والے سب ہلاک ہو گئے اور انہیں کسی عِلاج نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

نماز کے لیے فالج سے شفا کی دعا

حضرت سیِّدُنا عَبْدُ الْوَاحِد بن زَید رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فالِج کا مَرَض لاحِق ہوا اور آپ نماز میں قیام سے مَعذُور ہو گئے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا کی کہ وہ انہیں صِرف نماز کے اَوقات میں شِفا عطا فرما دیا کرے اور پھر

بعد میں مَرَض کی حالت آجایا کرے۔ چنانچہ جب نماز کا وَقْت ہوتا تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اس طرح چاک و چوبند کھڑے ہو جاتے جیسا کہ پہلے انہیں رَسّی سے باندھ رکھا ہو، جب نماز پڑھ لیتے تو پھر فالِج کی حالت طاری ہو جاتی جیسا کہ پہلے تھی۔

ترکِ عِلاج خواص کا کام ہے نہ کہ عوام کا

سَلَف صَالِحِین اور صِدِّیْقِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے ایک کثیر تعداد نے عِلاج نہیں کروایا بلکہ ان کی تعداد تو شُمار سے بھی باہَر ہے، مگر یہ عِلاج نہ کروانے کا حکم خواص کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ،

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب ان 70 ہزار لوگوں کا ذِکْر کیا جو جنّت میں حِساب کے بغیر داخِل ہوں گے، پھر ان کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ وہ داغ کے ذریعے عِلاج کرتے ہیں نہ دَم کے ذریعے، تو حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ بن مِحْصَن اَسَدِی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے کھڑے ہو کر عَرْض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **الله** عَزَّوَجَلَّ سے دُعا فرمایئے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامِل فرمادے۔ لہٰذا آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے حَق میں دُعا فرمادی، مگر جب ایک اور صحابی نے حضرت سَیِّدُنا عُکّاشہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه (پر کَرَم کی بارِش ہوتے دیکھ کر) عَرْض کی کہ میرے لیے بھی ان لوگوں میں شامِل ہونے کی دُعا فرما دیجئے۔ تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: عُکّاشہ تم سے سَبْقَت لے گیا ہے۔[1]

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) **الله** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے اس صحابی کے حَق میں دُعا نہ کرنے کا سَبَب بُخْل نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ قَوِی اور خواص کا راستہ ہے جس پر عام اور کمزور لوگ نہیں چل سکتے جیسا کہ عام لوگوں کے راستے پر خواص نہیں چلا کرتے۔

بخار دل کو صاف کرتا ہے

ایک عارِف فرماتے ہیں کہ میرا دِل سب سے زیادہ صاف اس وَقْت ہوتا ہے جب مجھے بُخار ہوتا ہے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف۔۔۔الخ، ص ١٣٦، حدیث: ٢١٨

فکرِ دنیا سے بے نیازی کا انعام

عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے وِجدان میں سے ایک حِکایت یہ مَرْوِی ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا موسٰی اور حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْهِمَا السَّلَام کی مُلاقات کسی ویران و بیابان جنگل میں ہوئی تو حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْهِ السَّلَام نے حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْهِ السَّلَام سے بھوک کا تذکرہ کیا، انہوں نے عَرض کی: بیٹھ جائیے، دُعا کرتے ہیں (اللہ عَزَّوَجَلَّ کچھ بھیج دے گا)۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْهِ السَّلَام نے (زیرِلب) کچھ پڑھا تو ایک ہَرن کہیں سے آیا اور ان دونوں ہستیوں کے درمیان کھڑا ہو کر (خود بخود) دو۲ برابر برابر ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا، جو آدھا ٹکڑا حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْهِ السَّلَام کے سامنے گرا وہ بھنا ہوا تھا جبکہ حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْهِ السَّلَام کے سامنے گرنے والا ٹکڑا کچا تھا، حضرت سَیِّدُنا خضر عَلَیْهِ السَّلَام نے آپ سے عَرض کی: اٹھئے اور اسے پکانے کی فِکر کیجئے جیسا کہ اس کی فِکر میں مبتلا تھے، آگ جلا کر اپنے حصّے کو پکائیے اور تَنَاوُل فرمائیے۔ حضرت سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْهِ السَّلَام نے آگ جلائی اور اپنا حِصّہ بھون کر کھایا، پھر فارِغ ہونے کے بعد پوچھا: یہ آدھا حِصّہ جو آپ کی طرف گرا تھا بھنا ہوا کیوں تھا؟ عَرض کی: اس لیے کہ دنیا میں مجھے کوئی اُمّید باقی نہیں۔ ایک قول میں ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے مخلوق میں کوئی حاجَت باقی نہیں رہی۔

سیِّدُنا ابو محمد تستری کے نزدیک عِلاج نہ کروانا

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل بن عبد اللہ تُسْتَرِی عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی کا مَذْہَب یہ ہے کہ نیکیاں کرنے کے لیے عِلاج کروانے سے اَفضل یہ ہے کہ عِلاج نہ کروایا جائے، خواہ نیکیوں میں کمی اور فرائض میں کوتاہی ہو۔ ایک بار آپ بیمار ہو گئے مگر آپ نے عِلاج نہ کیا حالانکہ دیگر لوگ اس بیماری سے نجات کے لیے عِلاج کیا کرتے تھے۔ بلکہ جب آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے یا بیماری کے سَبَب نیک اَعمال کی طاقَت نہیں رکھتا مگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور دیگر نیک اَعمال کرنے کی خاطر عِلاج کا اِہتمام کر رہا ہے تو اس پر تَعَجُّب کا اِظْہار فرماتے اور اِرشاد فرماتے: جسمانی قوّت حاصِل کرنے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے لئے عِلاج کروانے سے بہتر ہے کہ یہ رَضائے اِلٰہی پر راضی رہے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

ضَرور پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دوا کیوں اِستِعمال کی؟

جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دوا اِستِعمال کرنے کے مُتَعَلِّق پوچھا جاتا تو اِرشَاد فرماتے: ہر وہ شخص جو دوا اِستِعمال کرے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ دَوا اِستِعمال کرنے میں کمزور یقین والوں کے لئے گنجائش ہے، البتہ جو لوگ دَوا اِستِعمال نہیں کرتے وہ اَفضل ہیں، کیونکہ جو بھی دَوا اِستِعمال کی جائے اگرچہ ٹھنڈا پانی ہو اس کے مُتَعَلِّق ضَرور پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ دَوا کیوں اِستِعمال کی؟ اور جو اِستِعمال نہ کرے گا اس سے کوئی سوال نہ ہو گا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جس نے ٹھنڈا پانی بھی دَوا کے طور پر اِستِعمال کیا اس سے اس کے مُتَعَلِّق پوچھا جائے گا۔

قلوب کے ذرّہ بھر عمل کی فضیلت

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے قول کی حقیقت یہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک اَفضل عَمَل یہ ہے کہ بندہ اپنی قوّت و طَاقت کو کمزور کرے یہاں تک کہ اس کا نَفْس رَضائے خُداوندی کے حُصُول کے لیے ذرّہ برابر کوئی (غَلَط) حرَکت نہ کرے، اس لیے کہ قُلُوب کا ذرّہ بھر عَمَل مثلاً تَوَکُّل، صَبْر اور رَضا ظاہِری اَعمال کے پہاڑ برابر اَعمال سے اَفضل ہوتا ہے۔ یہ اہلِ بصرہ کا مَذْہَب ہے کہ وہ طویل بھوک کے ذریعے اپنی قوّت کو خَتم کر دیتے تاکہ ان کے نَفْس کمزور ہو سکیں، اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ نَفْس کی قوّت میں اس کی شہوات کی قوّت اور صِفات کا غَلَبہ پایا جاتا ہے، جس سے گناہ، ہوائے نَفْس کی کَثْرت، طولِ رَغْبت، دنیا کی حِرْص اور زِنْدَگی سے مَحَبَّت پیدا ہوتی ہے۔

بیماریوں کے چند فوائد

بیماریوں کا پہلا فائدہ

حضرت سَیِّدُنا ابو محمد سَہل تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِرشَاد فرماتے ہیں: جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نَفْس پر اس جگہ سے بیماریاں نازِل کرتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا تو وہ ان بیماریوں سے شِفا پانے کے لیے کوئی

عِلاج نہیں کرتا، اس لیے کہ بیماری کمزوری کی اِنْتِہا کا نام ہے اور یہ شَہوَت کو خَتْم کرنے کا انتہائی بہتر طریقہ ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اَجسام کی بیماریاں رَحْمَت اور دِلوں کی بیماریاں سزا ہیں۔ ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا: جسمانی اَمراض صِدِّیقِین کے لیے اور قلبی اَمراض مُنَافِقِین کے لیے ہیں۔

مومن اور منافق میں فرق

حضرت سَیِّدُنا ابن مَسْعُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: تو مومِن کو پائے گا کہ اس کا دِل خوب صِحَّت مند اور جِسْم بہُت کمزور ہو گا جبکہ مُنافِق کو پائے گا کہ اس کا جِسْم خوب صِحَّت مند اور دِل بہُت زیادہ کمزور ہو گا۔

آوارہ گدھے بیمار نہیں ہوتے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا تم آوارہ گدھوں کی طرح بننا چاہتے ہو کہ کبھی بیمار پڑو نہ کبھی تمہیں کوئی تکلیف آئے؟[1]

مومن کا جسمانی یا مالی مصیبت کا شِکار رہنا

مَنْقُول ہے کہ مومِن کبھی جسمانی بیماری یا مالی قِلَّت سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک قول میں ہے کہ وہ کسی کے غَلَبہ یا ذِلَّت سے خالی نہیں ہوتا۔

عِلاج نہ کرنے والے کے فضائل

بندہ اگر عِلاج نہ کروائے تو اسے کئی نیک اَعمال کی توفیق حاصِل ہوتی ہے:

وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آنے والی اِبْتِلا و آزمائش پر صَبْر کرنے کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قضا پر راضی رہنے کی اور اس کے حُکْم کے سامنے سر جھکانے کی نِیَّت کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہے کہ یہ باتیں اس کے ربّ کے نزدیک اچھی ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ اس مُعَاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت اور آخِرَت میں اس کا بہتر ہونا خوب جانتا ہے کہ وُہی حکیم و علیم ربّ ہے۔

---

[1] ......الطبقات لابن سعد، ۷/۱۵۳، الرقم: ۴۰۲۳: ابوفاطمۃ الازدی

اس کا ربّ اس سے اچھی طرح آگاہ ہے، اس پر اس کی نگاہِ کرم ہے، وہ اس کا مُنتخب بندہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اسے بیماریوں میں مبتلا کر کے مَعاصی کا شکار ہونے سے باندھ رکھا ہے جیسا کہ حَدِیْثِ قُدْسی میں ہے کہ فَقْر میرا قید خانہ اور بیماری میری قید ہے، میں اپنی مخلوق میں سے جسے پسند کرتا ہوں اس قید خانے میں بند کر دیتا ہوں، لہٰذا اگر میرا بندہ عِلاج کر کے عَافِیَّت پالے تو وہ اس بات سے بے خوف نہیں ہو سکتا کہ اس کا نَفْس قَوِی ہو جائے اور یوں اس کی نفسانی خواہشات اسے فَساد میں مبتلا کر دیں، اس لیے کہ مَعاصی کا تعلّق عَافِیَّت سے ہے، چنانچہ سال بھر بیمار رہنا ایک گناہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

گناہ سے بڑھ کر کوئی بیماری نہیں

ایک شخص کی (کافی عرصہ بعد) کسی عارِف سے مُلاقات ہوئی تو عارِف نے اس سے پوچھا: مجھ سے جُدا ہو کر کیسے رہے؟ عَرض کی: صحیح سَلامَت رہا۔ تو اس عارِف نے اِرشَاد فرمایا: اگر تم نے (اس عرصے میں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی تو واقعی سلامتی کے ساتھ رہے اور اگر نافرمانی کر چکے ہو تو بھلا گناہ سے بڑھ کر بھی کوئی بیماری ہو سکتی ہے، کیونکہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرے اس کے لئے کوئی سلامتی نہیں۔

شیرِ خدا کے نزدیک عید کا دن

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عِید کے دِن عِراق کی ایک نَبَطی قوم کو زیب وزِیْنَت اِختیار کرتے دیکھ کر دَرْیافت فرمایا: ان لوگوں نے یہ کیا طریقہ اپنایا ہوا ہے؟ لوگوں نے عَرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ ان لوگوں کی عِید کا دن ہے۔ یہ سُن کر اِرشَاد فرمایا: ہر وہ دن جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہو وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

عافیت ومالداری بھی گناہ کا سَبَب ہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ **اللہ** تمہیں دِکھا چکا تمہاری خوشی کی بات۔

ایک قول کے مُطابِق یہاں خوشی کی بات سے مُراد عَافِیَّتیں اور مال داری ہے۔

فرعون کے خدائی کا دعویٰ کرنے کی وجہ

فِرْعَون نے جو یہ کہا تھا کہ ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ (پ۳۰، النزعت:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ طویل عرصہ تک صِحَّت مند رہا، 400 سال تک اس کے سر میں دَرْد ہوا نہ کبھی بُخار ہوا اور نہ کبھی کسی رَگ میں تکلیف ہوئی۔ چنانچہ وہ خُدائی کا دعویٰ کر بیٹھا، حالانکہ اگر روزانہ اس کے آدھے سر میں دَرْد ہوتا یا وہ بُخار کی تَپِش میں مبتلا ہوتا تو خُدائی کا دعویٰ کرنے کی اسے کبھی فُرصت نہ ملتی۔

تندرستی کے باعث نافرمانی کی وجہ

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابوطالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یاد رکھئے! انسان جس طرح مال کے ذریعے نافرمانی کرتا ہے اسی طرح صِحَّت وتَندُرُستی کے باعِث بھی نافرمانی کا مُرتَکِب ہوتا ہے، اس لیے کہ صِحَّت وعَافِیَّت کی وجہ سے وہ کسی کو خاطِر میں نہیں لاتا جیسا کہ مال کی وجہ سے وہ کسی کی پَروا نہیں کرتا، حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں فتنہ و آزمائش ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ (پ۳۰، العلق:۶، ۷)
ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: دو۲ نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں: صِحَّت وتَندُرُستی اور فَراغَت۔[1]

صِحَّت وعَافِیَّت کی حَالَت میں گناہوں سے مَحْفُوظ رہنا ایک دوسری نِعْمَت ہے جیسا کہ حَالَتِ غِنا میں گناہوں سے مَحْفُوظ رہنا نِعْمَت دَر نِعْمَت ہے اور یہ دَرْج ذیل آیتِ مُبارَکہ کی دو۲ صورتوں میں سے ایک صُورَت ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ......بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق... الخ، ۴/ ۲۲۲، حدیث: ۶۴۱۲

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ترجمۂ کنز الایمان: تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زِندَگی میں فنا کر چکے۔ (پ ۲۶، الاحقاف: ۲۰)

بیماریوں کا دوسرا فائدہ

بیماریاں گناہوں کو مِٹاتی ہیں، لیکن جب بندہ بیماری کو بُرا جانتا ہے تو اس پر اس کے گناہ کَثْرت سے باقی رہ جاتے ہیں۔

بخار کی وجہ سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ بُخار اور تَپِش میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ زمین پر چلتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ [1]

سال بھر کے گناہوں کا کفارہ

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ایک دن کا بُخار سال بھر کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔ [2]

سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہونے کی وجہ

(صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) اس رِوایَت کی تاویل میں جو سب سے بہترین بات میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دِن کے بُخار کا سال بھر کے گناہوں کا کفّارہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دِن کا بُخار سال بھر کی قوّت خَتْم کر دیتا ہے اور ایک قول میں ہے کہ انسان کے 360 جوڑ ہوتے ہیں [3] اور ایک دِن کا بُخار ہر جوڑ پر اَثَر انداز ہوتا ہے [4] لِہٰذا ہر جوڑ (کا بُخار) ایک دِن کا کفّارہ بن جاتا ہے۔

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند ابی هريرة، ۵/ ۳۶۲، حديث: ۶۱۲۴، مفهوماً

[2] ......موسوعة ابن ابی الدنيا، كتاب المرض والكفارات، الجزء الاول، ۴/ ۲۳۹، حديث: ۵۰

[3] ......ابو داود، كتاب الادب، باب في اماطة الاذى عن الطريق، ۴/ ۴۶۱، حديث: ۵۲۴۲

[4] ......مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الجنائز، باب ما قالوا في ثواب الحمى والمرض، ۳/ ۱۱۹، حديث: ۱۸

بخار میں مبتلا رہنے کی تمنا

جب سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ اِرشَاد فرمایا کہ بُخار گناہوں کا کفّارہ ہے۔[1] تو حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ خُداوندی میں ہمیشہ بُخار میں مبتلا رہنے کی دُعا کی۔ چنانچہ اِنتِقال فرمانے تک آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر بُخار کی کیفِیَّت طارِی رہی۔ اَنصار کی ایک جَماعت سے بھی ایسا ہی قول مَرْوِی ہے کہ انہوں نے بھی بُخار میں مبتلا رہنے کی دُعا کی تھی۔

نابینا ہونے کی تمنا

اسی طرح مَرْوِی ہے کہ جب سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہے تو اس کے لئے جنّت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔[2] یہ سن کر کئی اَنصاری صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نابینا ہونے کی تمنّا کرنے لگے۔

بیماری سے بچنا بھی جائز ہے

جب بُخار نے حُضُور نبی پاک، صاحِبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدْمَت میں حاضِری کے لیے اِجازَت طَلَب کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اِرشَاد فرمایا: اہلِ قبا کی طرف جاؤ۔[3]

(صَاحِبِ کِتَاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بُخار کو اپنے پاس آنے کی اِجازَت نہ دینا دَرْجِ ذَیل فرمانِ باری تعالٰی کی دو صورتوں میں سے ایک صُورَت میں مَرْوِی ہے۔ جیسا کہ اِرشَاد ہوتا ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۸)

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، الجزء الاول، ۴/۲۳۹، حدیث: ۵۰

[2] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذھاب البصر، ۴/۱۷۹، ۱۸۰، حدیث: ۲۴۰۸، ۲۴۰۹

[3] ......مسند احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/۵۴، حدیث: ۱۴۴۰۰

معجم کبیر، ۶/۲۴۶، حدیث: ۶۱۱۳

مُراد یہ ہے کہ وہ لوگ گناہوں کی بیماریوں سے صاف ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

جو مصیبت پر خوش نہ ہو، عالم نہیں

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اِرشَاد فرماتے ہیں: وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو اپنے جِسْم اور مال پر آنے والی مصیبتوں سے خوش نہ ہو۔ اس لیے کہ اس صُورت میں اس کے گناہوں کے کفّارے کی اُمّید ہوتی ہے۔

کون کیسی بیماریوں سے آزمایا جاتا ہے؟

صِدِّیْقِین جسمانی بیماریوں سے آزمائے جاتے ہیں جبکہ مُنَافِقِین قلبی بیماریوں سے آزمائے جاتے ہیں، اس لیے کہ بندہ جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر کمزوری کے سَبَب گناہوں اور سرکشی سے مَحْفُوظ رہتا ہے جبکہ قلبی بیماریوں میں مبتلا ہو کر وہ اُخْرَوِی اَعمال اور یقین کی کمزوری کا شِکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

ایک قول کے مُطابِق یہاں ظاہری عَافِیَّتیں اور باطنی اِبْتِلائیں مُراد ہیں، کیونکہ یہ بھی اُخْرَوِی نعمتیں ہیں۔

آزمائش بھی رحمت ہوتی ہے

مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایک شخص کو بڑی آزمائش میں مبتلا دیکھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عَرْض کی: اے میرے ربّ! اس پر رَحْم فرما۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وَحی فرمائی: جو رَحْم اس پر ہو رہا ہے اس سے زیادہ اور کیسے رَحْم ہوگا۔ (صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (۷۵) (پ ۱۸، المؤمنون: ۷۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر ہم ان پر رَحْم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے ٹال دیں تو ضَرور بھٹ پنا (اِحسان فراموشی) کریں گے اپنی سرکشی میں بہکتے ہوئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں یہ خَبَر دی ہے کہ ان پر رَحْمَت نہ کرنے کا سَبَب ان پر لُطف و رَحْمَت ہی ہے۔

جُذام میں مبتلا شخص کی حِکایت

حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ الْوَاحِد بن زَید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مَرْوِی ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ بصرہ کے اَطراف کی طرف نِکل گئے، چلتے چلتے وہ ایک پہاڑی غار کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں جُذام میں مبتلا ایک شخص ہے جس کے جِسْم سے پیپ اور کچ لَہُو بہہ رہا تھا، انہوں نے اس شخص سے فرمایا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے! اگر تو بصرہ چلا جائے تو اس بیماری کا عِلاج کرا سکتا ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے آسمان کی طرف اپنی نِگاہیں بُلند کیں اور عَرض کی: اے میرے مالِک! میرے کس گناہ کے سَبَب تو نے ان لوگوں کو مجھ پر مُسَلَّط فرما دیا ہے؟ کہ یہ سب مل کر مجھے تجھ سے ناراض کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں تیری قضا کو ناپسند کروں۔ اے میرے مالِک! میں تجھ سے اپنے اس گناہ کی مُعافی مانگتا ہوں، تجھے حَق ہے کہ تو مجھ پر عِتاب فرمائے، میں کبھی اس گناہ کا اِعادہ نہ کروں گا۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا، فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور واپَس لَوٹ آئے۔

آزمائش مرتبہ کے مُطابق ہوتی ہے

ایک رِوایَت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: ہم اَنبیائے کِرام کا گروہ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے، اس کے بعد دَرَجہ بدَرَجہ ہر شخص کا بقَدْرِ ایمان اِمْتِحان لیا جاتا ہے۔[1] اگر اس کا اِیمان سَخْت ہو تو آزمائش بھی سَخْت ہوتی ہے اور اگر اِیمان کمزور ہو تو آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم سونے کو آگ میں ڈال کر پَرکھتے ہو، چنانچہ ان میں سے بعض لوگ خالِص سونے کی طرح نکلتے ہیں اور بعض اس سے کم دَرَجے کے ہوتے ہیں، جبکہ بعض جلے ہوئے (کوئلے کی مانند) سیاہ نکلتے ہیں۔

آزمائش پر صبر کرنے یا خوش ہونے کا انعام

اَہْلِ بَیْت کے طریق سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶

اِرشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے مَحبَّت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، اگر وہ صَبر کا دامَن تھامے رکھے تو اسے مَقامِ مجتبیٰ پر فائز فرماتا ہے (یعنی اپنے خاص بندوں میں اسے چن لیتا ہے) اور اگر وہ اس آزمائش پر خوشی کا اِظْہار بھی کرے تو اسے مَقامِ مصطفیٰ پر فائز فرماتا ہے (یعنی اسے اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل فرمالیتا ہے)۔[1]

بیماریوں کا تیسرا فائدہ

بیماریوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرشتہ بندے کے لیے ان نیک اَعمال کی مِثْل اَعمال لکھتا ہے جو وہ حالَتِ صِحَّت میں کیا کرتا تھا اور اس کے لیے ویسا ہی اَجْر وثَواب لکھتا ہے جو عام طور پر ایسے اَعمال بجالانے والوں کے لیے لکھتا ہے،[2] بلکہ اس کے (حالَتِ صِحَّت میں کیے جانے والے) اَعمال سے بھی بہتر نیک اَعمال لکھتا ہے، اس لیے کہ بعض اوقات حالَتِ صِحَّت میں سَر اَنْجام دیئے جانے والے اَعمال میں کوئی خرابی بھی ہو جاتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندے کے لیے اس بات کو پسند فرمانا کہ وہ اسے تکلیف میں مبتلا کرے اس بات سے بہتر ہے کہ بندہ اپنے لیے یہ بات پسند کرے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر نیک اَعمال بجالائے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اَفضل عَمَل وہ ہے جسے نَفْس پسند نہ کریں۔[3]

ایک قول کے مُطابِق یہاں جان و مال پر آنے والے مَصائب مُراد ہیں، کیونکہ نَفْس اسے پسند نہیں کرتا، حالانکہ یہ مَصائب اس کے لیے بہتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی مفہوم میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَ عَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حَق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حَق میں بُری ہو۔

(پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

بعض اَوقات بندہ فَقْر، بیماری، اِفلاس، نُقْصان اور گمنامی پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ ساری چیزیں آخِرت

---

[1] ......فردوس الاخبار، ۱/ ۱۵۱، حدیث: ۹۷۶

[2] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۵۱، حدیث: ۶۴۹۲

[3] ......محاسبۃ النفس لابن ابی الدنیا، باب الحذر علی النفس... الخ، ص ۱۲۳، حدیث: ۱۱۳

میں اس کے لیے بہتر ہیں اور اَنجام کے اِعْتِبار سے بھی زیادہ عُمدہ ہیں۔ اسی طرح بعض اَوقات وہ مال داری، تَنْدُرُستی، اور شُہرت کو پسند کرتا ہے حالانکہ یہ سب چیزیں اس کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بُری ہیں اور اَنجام کے لیے لِحاظ سے بھی اس کے لیے بد تر ہیں۔

بیماری گویا ربّ کی قید ہے

حدیثِ پاک میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے (اس کی بیماری کے دوران) وُہی نیک اَعمال لکھو جو وہ (حالتِ صحّت میں کیا) کرتا تھا کہ وہ میری قید میں ہے، [1] اگر اسے آزاد کیا تو پہلے سے اچھّا خون اور گوشت دوں گا اور اگر وفات دی تو اپنی رَحمت کی جانِب بلوا لوں گا۔ [2]

اَلْغَرَض کسی صِفَت کا بدَل دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار کی وجہ سے ہے اور یہ بات بندے کے لیے دنیا و آخِرت اور نفسانی خواہشات سے حد دَرَجہ بہتر ہے۔

شِفا کب اور کیسے؟

تَوَکُّل اور تَرْکِ تَوَکُّل میں اَصل یہ ہے کہ مُتوکِّل کو اپنے تَوَکُّل کی بنا پر یہ یقین ہوتا ہے کہ بیماری کا ایک وَقت مُعَیَّن ہے، جب وہ وَقت خَتم ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے بیماری سے بھی یقیناً شِفا مل جائے گی۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بعض اَوقات یہ فیصلہ فرما دیتا ہے کہ اگر بندے نے عِلاج کیا تو وہ اسے 10 دن میں شِفا عطا فرمائے گا اور اگر عِلاج نہ کیا تو 20 دن میں اسے شِفا عطا فرمائے گا تاکہ بیمار شخص کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس شے کو مُباح قرار دیا ہے وہ یہ رُخصَت حاصِل کر سکے۔ چنانچہ وہ چاہے گا کہ جَلْدی جَلْدی 10 دن میں ہی صِحّت پالے تاکہ جَلْدی صِحّت یاب ہو جائے اور عافِیَّت پاسکے، لیکن اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ دَوا سے شِفا نہیں ملتی کیونکہ عِلاج بذاتِ خود نَفْع مند نہیں، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی شِفا و نَفْع دینے والا ہے، شِفا و نَفْع اس کے اَفعال ہیں مگر اس

---

[1] ......مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/۵۵۱، حدیث: ۶۴۹۲

[2] ......موطا امام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/۴۲۹، حدیث: ۱۷۹۸

المجروحین لابن حبان، باب الجیم، ۱/۲۶۱، الرقم: ۱۹۸: الجارود بن یزید

نے اپنی حِکمت کی بنا پر عِلاج کو ان کے حُصُول کا ذریعہ بنا دیا ہے، اس کے سِوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ جڑی بوٹیوں کو پیدا کرتے وَقْت ہی فِطری طَور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں یہ دونوں چیزیں رکھ دی تھیں۔

جڑی بوٹیوں سے شِفا

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جڑی بوٹیوں کو عِلاج کا سَبَب بنایا ہے وُہی ان کی فطرت وجِبِلَّت بنانے والا بھی ہے، کیونکہ ان میں عِلاج کا سَبَب رکھنا اور انہیں ایک خاص وَصْف سے نوازنا کسی طبیب کا کام نہیں، اگرچہ بَظاہِر ان جڑی بوٹیوں سے عِلاج طبیب ہی کرتا ہے اور شِفا و مریض کے درمیان (عِلاج کا سَبَب بننے والی) ان خاص جڑی بوٹیوں کو اِکٹھا کرتا ہے، اس لیے کہ یہ طریقۂ عِلاج اس کے ہاتھوں اس لیے ظاہِر ہوتا ہے تاکہ اس کے رِزْق کا سَبَب بن سکے۔ حالانکہ حقیقی طور پر ان جڑی بوٹیوں کو (ان کی مَخْصُوص صِفات کی بنا پر) جَمْع کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور وُہی ان کے ذریعے شِفا دینے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اَعمال کو۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)

بھوک پیاس کون مِٹاتا ہے؟

اسی طرح عارِفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے نزدیک روٹی بندے کو سیر کرتی ہے نہ پانی اسے سیراب کرتا ہے، جیسا کہ مال کا ہونا بندے کو غنی کرتا ہے نہ اس کا نہ ہونا اسے فقیر بناتا ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کِھلانے اور پِلانے والا ہے اور وُہی بندے کو سَیر ہونے اور سیراب ہونے کی نِعْمَت عَطا فرماتا ہے جیسا کہ وُہی ہے جو اپنے بندے کو جس شے سے چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے غنی و مُحتاج بناتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں سَیری و سیرابی بھی اسی کی پیدا کردہ ہیں جیسا کہ اس نے اپنی حِکمَت و رَحمَت سے نَفْس میں غنا و محتاجی ڈال رکھی ہے، اسی طرح بھوک اور پیاس کا پیدا کرنے والا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے، وُہی بھوک و پیاس کے وَقْت کھانا اور پانی عَطا فرماتا ہے جس سے بھوک و پیاس خَتْم ہوتی ہے۔ جیسا کہ وُہی دن پر رات کو اور رات پر دن کو بھیجتا ہے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے پر غالِب آکر اسے خَتْم کر دیتا ہے۔

مُوَحِّدِین کے نزدیک ان سب باتوں کی حَیثِیَّت یَکساں ہے، خواہ دِن ہو یا رات، بیماری ہو یا اس سے شِفا کا ذریعہ بننے والی دوائیاں کہ ان میں کوئی شے اپنی ضِد پر غالِب آکر اسے خَتْم کر دے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے ہے۔ عوام میں ان باتوں میں شِرک چکنے پتّھر پر چلنے والی چیونٹی کی رفتار سے بھی مَخْفِی ہوتا ہے، جبکہ اہلِ یقین اور صحیح توحید والے ان سب باتوں سے بَری ہیں۔ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دَرْج ذیل فرمانِ عالیشان کی دو صورتوں میں سے ایک صُورَت ہے۔ چنانچہ اِرشَاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝۵۰ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صُورَت دی پھر راہ دکھائی۔

(پ۱۶، طٰه: ۵۰)

مُراد یہ ہے کہ ہر رنگ اور جِنْس کو اس کی فطرت عَطا کی، یعنی ہر شے کو نَفْع و نُقْصان کے لِحَاظ سے اس کی صُورَت اور اَوصاف عَطا کئے۔

حُصُولِ عِلاج میں نِیَّت کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام

اگر مریض عِلاج کے ذریعے جَلْد صِحَّت یابی چاہے اور وہ صِحَّت یاب بھی ہو جائے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قَضا و قَدَر کی وجہ سے ہے کہ اس نے اسے جَلْدی صِحَّت عَطا فرما دی ہے۔

پہلی قسم

اگر وہ عِلاج کروانے اور جَلْد صِحَّت یاب ہونے میں یہ نِیَّتیں بھی کر لے کہ وہ اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گا اور اس کے اَحْکام کو بجالائے گا تو یہ بات اس کے لیے مزید اَجْر و ثواب کا باعث ہو گی اور اس کے مَقامِ تَوَکُّل میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

دوسری قسم

اگر اس نے عِلاج اس غَرَض سے کروایا کہ جسمانی طور پر صِحَّت مند ہو جائے اور عَافِیَّت پا کر نعمتوں سے خُوب لُطف اندوز ہو سکے تو یہ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور یوں وہ مُباح دُنْیَاوِی اَشیا میں داخِل ہو جائے گا مگر تَوَکُّل کی فضیلت نہ پا سکے گا۔ دُنْیَاوِی زِنْدَگی اور نعمتوں سے بندہ جس قَدْر کم بے رَغْبَت

ہو گا اسی قَدْر اس میں توَکُّل بھی کم پایا جائے گا۔

تیسری قسم

اگر جَلْد صِحَّت یابی پانے سے مقْصُود یہ ہو کہ نفسانی خواہشات کے حُصُول کی خاطِر اس کا نَفْس قَوِی ہو جائے اور وہ اپنے ربّ کی نافرمانی کر سکے تو وہ گناہ گار ہو گا کیونکہ اس کی نِیَّت بُری ہے اور وہ بُرائی کا عَزْم رکھتا ہے۔ یہ شخص مُباح دنیا کے حُصُول سے مَمْنُوع دنیا کے حُصُول کی طرف چلا گیا ہے اور یہ بات اسے توَکُّل کی حد بلکہ اِبْتِدا اسے ہی نِکال باہَر کرے گی۔ یہ بات قابِلِ مَذمَّت دنیا کے دروازوں میں سے ایک ہے۔

چوتھی قسم

اگر جَلْد صِحَّت یابی میں اس کی نِیَّت یہ ہو کہ کاروبارِ حَیات میں تَصَرُّف کر سکے اور کمائی کرے تاکہ خَرْچ کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مال جَمْع بھی کر لے تو اس کا مُعامَلہ مَحَلِّ نَظَر ہو گا۔ چنانچہ اگر اس نے بَقَدْرِ ضَرورت کمانے کی کوشِش کی تاکہ اپنے کمزور اہل و عَیال پر خَرْچ کر سکے اور اپنی کوئی ضَرورت و حاجَت پوری کر سکے یا کسی کا حَق ادا ہو سکے تو اس کا تعلّق پہلے گروہ سے ہو گا اور یہ بھی آخِرَت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس پر اسے اَجْر دیا جائے گا اور وہ توَکُّل کی حد سے بھی خارِج نہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ مَحْض مال کی کَثْرَت اور لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہِر کرنے کے لیے کمانے کی کوشِش کرے اور یہ پَروانہ کرے کہ مال کہاں سے کما رہا ہے اور کہاں خَرْچ کر رہا ہے تو اس کا تعلّق تیسری قِسْم کے لوگوں سے ہو گا، یعنی یہ گناہ گار ہو گا اور یہ دنیا کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو بارگاہِ خداوندی سے دُور کر دینے والا ہے۔

عِلاج میں متوکل کی نیّت

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہ نیتیں عام لوگوں کی ہیں جو وہ عِلاج میں کرتے ہیں، ان میں سے بعض اَچھی اور بعض بُری ہیں۔ جبکہ مُتوَکِّل اگر عِلاج کا اِہتمام نہ کرے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خَم کر دے، اس کے حُکْم کے تحت سُکون مَحْسُوس کرے، اس کے اِخْتیار پر راضی رہے، اس لیے کہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ بیماری کا ایک وَقْت مُعَیَّن ہے جب وہ وَقْت پورا

ہو گا تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے صِحَّت مند ہو جائے گا اور وہ دن 20 دن بعد آئے گا۔ چنانچہ وہ صَبْر کرتا اور راضی رہتا ہے اور اپنے آپ کو مزید 10 دن تکلیف بَرْداشت کرنے پر اُبھارتا ہے تاکہ قضائے باری تعالیٰ پر نَفْس راضی رہے اور اس کی طرف سے آنے والی آزمائش پر صَبْر کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ اس کے لیے پسند فرمایا ہے اس پر حُسْنِ ظَن رکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا کو بُرا نہ جانے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حُسْنِ ظَن کی ایک صُورَت یہ بھی ہے کہ اس کی قضا پر کسی بھی صُورَت میں کوئی تُہمَت نہ لگائی جائے۔ چنانچہ،

اسی مَفْہوم میں نَصّ مَرْوِی ہے کہ ایک شخص نے عَرْض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کچھ وَصِیَّت فرمائیے۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو فیصلہ تیرے خِلاف لکھا ہے اس میں اس پر کوئی تُہمَت مت لگاؤ۔[1] اس سے بھی سَخْت رِوایت وہ حَدِیْثِ قُدْسی ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرشَاد فرماتا ہے: جو شخص میری آزمائش پر صَبْر کرے نہ میری قضا پر راضی ہو اور نہ میری نعمتوں کا شُکْر اَدا کرے تو وہ میرے عِلاوہ کسی اور کو اپنا مَعْبُود بنا لے۔[2]

بیماری پر صبر کرنا

عِلاج پر صَبْر کرنا دنیا میں زُہْد اِخْتیار کرنے کا دروازہ ہے، یعنی جس قَدْر نفسانی لذّتوں میں کمی ہو گی اسی قَدْر زُہْد میں اِضافہ ہو گا، اس لیے کہ جِسْم کا تعلّق عالَمِ ظاہِر سے ہے اس میں جس قَدْر کمی ہو گی دنیا میں بھی اسی قَدْر کمی ہو گی جبکہ دِل کا تعلّق عالَمِ باطِن سے ہے اس میں جس قَدْر اِضافہ ہو گا آخِرَت میں بھی اسی قَدْر اِضافہ ہو گا۔ نیز یہ بات صَبْر کے حُصُول کا دروزاہ ہے کہ جس قَدْر نُقصان ہو اس پر صَبْر کیا جائے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَۙ(۱۵۵) (پ۲، البقرۃ: ۱۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ضَرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صَبْر والوں کو۔

---

[1] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الرِّضا عن اللہ، ۱/۳۹۳، حدیث: ۵

[2] ......معجم کبیر، ۲۲/۳۲۰، حدیث: ۸۰۷

تنبیہ الغافلین، باب الصبر علی المصیبۃ، ص ۱۴۳، حدیث: ۳۴۷

مُراد یہ ہے کہ جانوں کی آزمائش یہ ہو گی کہ انہیں بیماری میں مبتلا کر دیا جائے گا جبکہ مالوں کی آزمائش یہ ہو گی کہ ان میں کمی کر دی جائے گی یا انہیں خَتم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ (صَاحِبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ ہم نے صَبْر کو زُہد قرار دیا کیونکہ اس کا تعلّق مال سے بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندہ اس بات سے بھی بے خوف نہیں ہو سکتا کہ وہ جَلْد صِحَّت یاب ہو کر مَعاصی میں مبتلا نہ ہو۔ لہٰذا جب بیماری کا مَخْصُوص وَقْت گزر جائے گا تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے بغیر دوا کے تَنْدُرُسْت ہو جائے گا۔

حالتِ مرض میں بیمار کیا کرے؟

حَالَتِ مَرَض میں مریض کو چاہئے کہ وہ توبہ کرے، اپنے گناہوں پر دُکھ کا اِظْہار کرے، کَثْرت سے اِسْتِغْفار پڑھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر کرے، اُمّیدوں کو کم کر دے اور موت کو بہُت زیادہ یاد رکھے۔ چنانچہ،

مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرْشَاد فرمایا: لذّتوں کو خَتْم کرنے والی موت کا کَثْرت سے ذِکْر کیا کرو۔[1]

موت کا قاصد

سب سے زیادہ جو شے موت کی یاد دِلاتی ہے اور جس کی آمد پر موت کی تَوَقُّع کی جاتی ہے وہ اَمراض ہیں۔ جیسا کہ ایک قول ہے کہ بُخار موت کا قاصِد ہے۔[2] اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہر سال ایک یا دوبار آزمائے جاتے ہیں۔

یہاں ایک قول کے مُطابِق انہیں بیماریوں سے آزمانا مُراد ہے۔ جبکہ ایک قول ہے کہ بندہ جب دومرتبہ بیمار ہو اور پھر بھی توبہ نہ کرے تو مَلَکُ الْمَوت عَلَیْہِ السَّلَام اس سے کہتے ہیں: اے غافِل انسان! تیرے پاس میرا ایک کے بعد ایک قاصِد آیا لیکن تو نے کوئی جواب نہ دیا۔

---

[1] ......ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۲۶، ۴/۲۰۸، حدیث: ۲۴۶۸

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، ۷/۴۸۰، حدیث: ۳۴۹، برید: بدلہ: رائد

اَسلاف کا مصیبت نہ آنے پر طرزِ عمل

سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن پر اگر کسی سال کوئی جانی یا مالی مصیبت نہ آتی تو گھبرا جاتے تھے۔ ایک قول ہے کہ مومن کو ہر 40 دن میں کوئی نہ کوئی گھبرا دینے والا مُعَامَلہ یا آزمائش ضَرور پہنچتی ہے۔ اگر کبھی اتنے دن بغیر کسی مصیبت کے گزر جاتے تو وہ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

بیمار نہ ہونے والی زوجہ کو طلاق دیدی

مَرْوِی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمّار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک عورت سے نِکاح کیا وہ کبھی بیمار نہ ہوتی تھی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے طلاق دے دی۔

سرکار نے بیمار نہ ہونے والی عورت سے شادی نہ کی

ایک مرتبہ بارگاہِ رِسالت میں ایک عورت کے اَوصاف بیان کیے گئے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے نِکاح کا اِرادہ فرمالیا، پھر کسی نے یہ وَصف بیان کر دیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: مجھے اس کی کوئی ضَرورت نہیں۔[1]

بیمار نہ ہونا جہنمی ہونے کی علامَت ہے

ایک مرتبہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دردِ سر وغیرہ اَمراض کا تذکرہ فرمایا تو ایک شخص نے عَرض کی: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔ اِرشَاد فرمایا: مجھ سے دُور ہو جا! جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔[2] ایسا اس لیے اِرشَاد فرمایا گیا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: بُخار ہر مومن کا حِصّہ ہے جو کہ جہنّم کی آگ سے (اسے پہنچنا) تھا۔[3]

---

[1] ...... مسند احمد، مسند انس بن مالک، ۴/۳۱۱، حدیث: ۱۲۵۸۱

[2] ...... مسند احمد، مسند ابی ہریرة، ۳/۲۲۸، حدیث: ۸۴۰۳، بتغیر قلیل

[3] ...... موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/۲۷۰، حدیث: ۱۶۰
مسند احمد، حدیث ابی امامة، ۸/۲۷۵، حدیث: ۲۲۲۲۷

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ اور حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے رِوایت ہے کہ کسی نے بارگاہِ رِسالت میں عَرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قِیامت کے دن شہیدوں کے عِلاوہ بھی کوئی شہادت کے دَرَجہ پر فائز ہو گا؟ اِرشاد فرمایا: ہاں! جو شخص روزانہ موت کو 20 مرتبہ یاد کرے۔[1]

ایک رِوایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کا ذِکر فرمایا جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے غمگین ہو جائے۔

وبائی امراض میں بندہ کیا کرے؟

اگر کسی نے عِلاج نہ کیا اور بغیر دوا کے آہستہ آہستہ صِحَّت یاب ہوا تو یہ صِحَّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قضاو قدر کا نتیجہ ہے۔ البتہ! اس بات میں صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں اِختِلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ ایک سال امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ مُلکِ شام کی جانِب سَفَر کیا۔ جب جابیہ نامی ایک جگہ کے قریب پہنچے تو خَبَر آئی کہ شام میں ایک وَبا پھوٹنے کی وجہ سے کافی اَموات ہو چکی ہیں، لہٰذا صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وہیں ٹھہر گئے، (باہمی مُشاوَرت شروع ہوئی کہ اب کیا کریں؟ کیا آگے جائیں یا نہ جائیں؟ چنانچہ) اس مسئلہ میں وہ دو۲ گروہ بن گئے، ایک گروہ کی رائے تھی ہم وَبا والے مَقام پر نہیں جائیں گے کہ یہ خود کو ہَلاکَت پر پیش کرنا ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ ہم جائیں گے اور تَوَکُّل کریں گے کہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے بھاگ سکتے ہیں نہ موت سے، اگر ہم نے ایسا کیا تو کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ (پ۲، البقرۃ: ۲۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔

بالآخر مُعامَلہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعْظَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خِدمَت میں پیش کیا گیا اور آپ کی رائے مَعْلُوم کی گئی تو آپ نے ان لوگوں کی رائے کی مُوافَقَت فرمائی جن کا کہنا تھا کہ ہم واپس لوٹیں

[1]......معجم اوسط، ۵/ ۳۸۱، حدیث: ۷۶۷۶، بتغیر

گے اور وباوالی جگہ نہیں جائیں گے۔ اِختِلافِ رائے رکھنے والے گروہ نے عَرض کی: کیا ہم تقدیرِ الٰہی سے بچ کر بھاگ سکتے ہیں؟ اِرشَاد فرمایا: ہاں! (بات کچھ ایسی ہی ہے مگر) ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی جانب جارہے ہیں۔ یہ فرما کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (انہیں سمجھانے کے لیے) یہ مِثال اِرشَاد فرمائی: اگر تم میں سے کسی کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو اور اس کے پاس دو وادیاں ہوں، ان میں سے ایک سرسبز و شاداب ہو جبکہ دوسری بنجر ہو، اگر وہ اپنا ریوڑ سرسبز و شاداب حِصّہ میں چَراتا ہے تو کیا تقدیرِ اِلٰہی کے مُطابِق نہیں ہوگا؟ یونہی اگر وہ اپنا ریوڑ بنجر حِصّے میں چَرائے تو کیا تقدیرِ الٰہی کے مُطابِق نہیں ہوگا؟ یہ سن کر سب صَحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان چُپ ہو گئے، پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے جاننے کے لئے انہیں یاد فرمایا تو عَرض کی گئی کہ وہ ابھی مَوجُود نہیں ہیں کیونکہ جب ان لوگوں نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا وہ ابھی تک یہاں نہ پہنچے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر وہ تمام لوگ جن کی یہی رائے تھی، اپنی رائے پر پختہ ہو گئے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رائے کے بعد ہی حَتْمی فیصلہ ہو گا۔

صُبح کے وَقْت جب حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی آپہنچے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس مسئلہ میں ان کی رائے جاننا چاہی تو انہوں نے کہا: امیرالمؤمنین! اس مسئلہ میں میری رائے وُہی ہے جو میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرطِ خوشی سے فوراً اَللہُ اَکْبَر کہا، پھر حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِرشَاد فرماتے سنا کہ جب کسی جگہ وبا پھیلنے کی خَبَر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ مَوجُود ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو وہاں سے مَت بھاگو۔[1] حضرت سیِّدُنا عُمَر فَارُوق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ فرمان سن کر بے حد خوش ہوئے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر ادا کیا کہ ان کی رائے حدیثِ پاک کے مُطابِق تھی۔ لہٰذا جابیہ سے ہی لوگوں کے ساتھ واپَس تشریف لے آئے۔

---

[1] ......مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکهانة ونحوها، ص۱۲۱۷، حدیث: ۲۲۱۹

عِلاج اور ترکِ عِلاج کی ایک اور تمثیل

عِلاج کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں، ان میں سے ایک طریقہ طاقت ور اور صَبْر کرنے والوں کا ہے یعنی تَرْکِ عِلاج۔ اس کی مِثال کمائی کرنے اور نہ کرنے جیسی ہے۔ یعنی بندے کے لیے اپنی اُس بھوک کے وَقْت کمائی کرنا جائز ہے کہ جو جِسْم کے لیے ایک بیماری کی حَیْثِیَّت رکھتی ہے، تاکہ بندہ روٹی کے ذریعے دوا لینے میں جَلْدی کرے، اس صُورَت میں اس کا تَوَکُّل مَعْیُوب نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ یہ اَمر مُباح ہے اور اس کا حُکْم بھی دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

کمائی کرنے میں نیّتیں

﴿۱﴾ اگر بندے نے کمائی کرنے میں یہ نِیَّت کر لی کہ وہ طَاعَت وعِبَادَت پر قوّت حاصِل کر سکے، راہِ خُدا میں سَعی و کوشِش کر سکے اور نیکی و تقویٰ کے کاموں پر مُعاوَنَت کر سکے تو یہ بہتر ہے۔

﴿۲﴾ اگر کمائی کرنے میں اس کی نِیَّت یہ ہو کہ وہ نفسانی شَہْوَت کی تسکین کی خاطِر کھائے، نفسانی لذّت حاصِل کر سکے تو اس کا تَوَکُّل نہ صِرف کم ہو جائے گا بلکہ اسے حقیقتِ تَوَکُّل سے بھی خارِج کر دے گا۔ یہ طریقہ دنیا کے حُصُول کا ہے اگرچہ یہ بھی مُباح ہے۔

﴿۳﴾ اگر کمائی سے مَقْصُود مال کی کَثْرت اور جَمْع ومَنْع کی حِرْص ہو تو بندہ اپنی کمائی کے سَبَب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مُخالَفَت کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا اور یہ نفسانی خواہش کی تکمیل کا بہُت بڑا ذریعہ ہے۔

کس کے لیے کمائی نہ کرنا افضل ہے؟

اگر کسی شخص نے کمائی کرنا چھوڑ دی اور بھوک پر صَبْر سے کام لیا اور قِلَّت وفَقْر پر راضی رہا تو اس کا رِزْق وَقْت آنے پر اس کے پاس (خود ہی کسی طرح) پہنچ جائے گا۔ اگرچہ وہ بہُت تھوڑا ہی ہو اور کثیر نہ ہو، مگر یہ شخص بہترین صَبْر، حُسْنِ رَضا، سُکُونِ نَفْس اور اِطْمینانِ قَلْب کا مُحتَاج رہے گا، اگر یہ باتیں پائی گئیں تو یہی تَوَکُّل ہے اور وہ اپنے حُسْنِ یقین کی بنا پر کمائی نہ کرنے پر فضیلت کا حَق دار ہو گا کیونکہ اسے اپنے رازِق پر بھروسا ہے، وہ بہتر کام میں مَشْغُول ہے اور نَفْعِ مندِ اُخْرَوِی کام کر رہا ہے۔

کس کے لیے کمائی کرنا افضل ہے؟

حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جو اپنے رب کے کاموں میں مَصروف ہوتا ہے وہ اپنے نَفْس کے کاموں سے غافل ہو جاتا ہے، مگر جس شخص کی ہِمَّت جواب دے جائے، نَفْس مُضْطَرِب ہو اور وہ اپنے رب کی قضا کو پسند نہ کرے، بلکہ جَزْع فَزَع کرے، شِکوہ و شِکایَت سے کام لے تو اس کا کمائی کرنا اَفضل اور سَبَب کا اَپنانا عُمدہ ہے، یہ شخص کمائی نہ کرنے کی وجہ سے نُقصان کا شِکار ہو سکتا ہے، اس لیے کہ اس صُورت میں اس کا یقین کمزور اور شرک میں اِضافہ ہوتا جائے گا۔

اسی طرح جو شخص کَثْرت سے اپنی بیماری کا رونا روئے اور اپنے رب کے حُکْم پر ناراض رہے، اُکتاہَٹ و پریشانی کا شِکار ہو، مَرَض کی وجہ سے بد اَخلاق ہو جائے تو ایسے شخص کے لیے اَفضل یہی ہے کہ وہ عِلاج کا اِہتمام کرے کہ عِلاج کا اِہتِمام نہ کرنا اس کے لیے نُقصان دہ ہے۔

یقین کے کمزور ہونے کی علامت

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدْرِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَرْوِی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: یقین کے کمزور ہونے کی عَلامَت یہ ہے کہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مول لے کر لوگوں کو راضی کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رِزْق پر لوگوں کی تعریف کرے اور جو چیز تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہ دے اس پر تو دوسروں کی مَذَمَّت بیان کرے، (یاد رکھو!) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رِزْق کو کسی حریص کی حِرْص کھینچ سکتی ہے نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی دُور کر سکتی ہے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حُکْم و جلال کے باعِث اپنی رَضا و یقین میں راحَت و فَرْحَت کو اور شک و ناراضی میں غم و حُزْن کو رکھ دیا ہے۔[1]

❀❀❀❀❀❀❀

[1] ......الجلیس الصالح الکافی، المجلس السابع: الروح والفرج فی الرضا والیقین، ۱/ ۲۶۲
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، ۱/ ۳۵، حدیث: ۳۲، بتغیر قلیل عن ابن مسعود

مشاھدے کی یکسانیت

(ظہورِ اسباب کے مُختَلِف ہونے کے باوجود متوکل کا مشاہدہ یکساں ہوتا ہے)

خواص کی رزق پانے کی تین۳ کیفیات میں یکسانیت

یقین کی آنکھ نصیب ہونے کے باعث خواص کے نزدیک دَرْج ذیل باتوں میں کوئی فَرْق نہیں:

- رِزْق بندوں تک ان کے اپنے ہاتھوں اور اِن کے اَسبابِ کمائی کے ذریعے پہنچے یا دوسروں کے ہاتھوں اور اُن کے اسبابِ کمائی کے ذریعے دونوں میں کوئی فَرْق نہیں۔ اس لیے کہ انہیں یہ کامِل یقین ہوتا ہے کہ انہیں عَطا کرنے والا ایک ہی ہے اور عَطا خواہ کیسی بھی ہو رِزْق ہی شُمار ہوتی ہے، کیونکہ ہاتھ تو عَطا کرنے کا ظَرْف (یعنی برتن) ہیں جو عام طور پر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں، لہٰذا ظَرْف تیرا ہاتھ ہو یا کسی اور کا، بات تو ایک ہی ہے۔
- اسی طرح کمائی تیرے کاروبار کی ہو یا کسی اور کے کاروبار کی، بات ایک ہی ہے، اس لیے کہ یہ سب تیرا رِزْق ہے، کیونکہ ہر شے کے لیے ایک حُکْم، ہر شے میں ایک حِکْمَت اور ہر شے ایک نِعْمَت ہے۔

چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۙ﴿۸﴾ (پ۳۰، الفجر: ۷، ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ اِرَم حد سے زیادہ طول والے[1] کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

(صَاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) یہاں اس آیتِ مُبارَکہ میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ قومِ اِرَم نے اپنے ہاتھوں سے بُلَند و بالا (محلات کے اونچے اونچے) سُتون بنائے اور

---

[1] ......عِماد کا لغوی معنیٰ سُتُون ہے، یہاں صَاحِبِ قُوت نے اس آیتِ مُبارَکہ سے یہی معنیٰ مُراد لیا ہے گویا کہ آپ کے نزدیک اس آیتِ مُبارَکہ کا مفہوم کچھ یوں ہے: قومِ اِرَم اس قَدْر بُلَند و بالا سُتُونوں والی تھی کہ ان جیسے سُتُون دیگر شہروں میں نہیں بنائے گئے۔ جبکہ ایک رِوایَت کے مُطابِق قومِ اِرَم خود بھی طویل قد و قامت والے تھے، لہٰذا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے یہاں یہی معنیٰ ترجمۂ کنزالایمان میں مُراد لیا ہے، یعنی قومِ اِرَم حد سے زیادہ طویل القامت تھے کہ ان جیسے لوگ دیگر شہروں میں پیدا نہ ہوئے۔

اس کام سے فارِغ بھی ہو گئے مگر پھر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی تخلیق کی نِسبت اپنی جانِب فرمائی۔

❀ اسی طرح اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ایک چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قُدرت سے ظاہِر ہو اور اس میں تخلیق کا فعل کارفرما ہو نہ کسی دیگر واسطے کا اس کے ظُہور میں کوئی عَمَل دخل ہو اور دوسری وہ شے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمت اور ترتیبِ عُرف کے لِحاظ سے لوگوں کے ہاتھوں ظاہِر ہو۔ اس لیے کہ قُدرت بھی عَطا کے لیے ظَرف کے قائم مَقام ہوتی ہے کہ جس کے ذریعے عَطا کا ظُہور ہوتا ہے، یہ گویا بندوں کے ہاتھوں جیسی ہے یعنی انسان کے اپنے ہاتھوں ظاہِر ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھوں سے۔ اس لیے کہ قُدرت اور حِکمت مُلک و مَلَکُوت (ظاہِری و باطنی دنیا) کے دو[2] خزانے ہیں۔

اَلْغَرَض یہ تینوں مَعانی یعنی ﴿1﴾ جو رِزْق تیرے ہاتھوں اور تیری کمائی سے ظاہِر ہو ﴿2﴾ جو کسی اور کے ہاتھوں اور اس کی کمائی سے ظاہِر ہو اور ﴿3﴾ وہ رِزْق جسے قُدرت ظاہِر کرے یعنی اسے عَدَم سے اس طرح وُجُود ملے کہ اس میں کوئی مُعْتَاد طریقہ کار فرما ہو نہ عرفاً ایسا ہوتا ہو اور نہ کسی واسِطہ کا اس کے وُقُوع میں عَمَل دَخْل ہو۔ یہ سب باتیں اَہْلِ یقین کے نزدیک یکساں حَیثیَّت رکھتی ہیں۔ وہ ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے کیونکہ انہیں ایمانِ کامل، یقینِ مُحکَم اور مُشاہَدۂ تام حاصِل ہوتا ہے۔ نیز ان سب باتوں میں حکیم و قادِر عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمتِ کامِلہ اور قُدرتِ نافِذہ کار فرما ہے۔

اولیائے کِرام کا کسی سے کچھ لینا

عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک جو شے واسِطوں کے ذریعے ظاہِر ہو اور جسے قُدرت ظاہِر کرے دونوں کی یکسانیت پر یہ بات دَلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جس نے اَولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی کَرامات اور صِدِّیْقِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اِجابات کو جَمْع کیا ہے ان میں ان باتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ان کی خاطِر (بغیر واسِطہ کے) قُدرت سے ظاہِر ہوئیں اور جو (واسِطہ کے ذریعے) مخلوق کے ہاتھوں ظاہِر ہوئیں یعنی جب یہ نیک لوگ فاقوں کا شِکار ہوتے تو ان کے بِن مانگے اور نَفْس کے میلان کے بغیر ہی لوگ ان پر خَرْچ کرتے۔

چنانچہ ان لوگوں نے کَرامات میں ان دونوں باتوں کو یکساں قرار دیا اور اِجابات میں انہیں ایک ہی شے مانا اور ان میں ہر شے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نِشانی سمجھا۔ اس اِعْتِبار سے کہ عارِفین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین اس بات کا مُشاہَدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ بندے جو مُختَلِف قِسْم کا رِزْق لا کر ان کی خِدْمَت میں پیش کر رہے ہیں اَصْل میں یہ ان کے پاس ان کی اَمانت تھا اور یہ ان کا حَق ہے جو ان کے ہاتھوں تھوڑا تھوڑا کر کے انہیں اَدا کیا جا رہا ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ انہیں ان کا حَق پورا پورا ادا کر دیتے ہیں مگر عارِفین اپنے حَق کی وُصُولی کے لیے ان لوگوں سے کچھ مانگتے ہیں نہ کسی قِسْم کا مُطالَبہ کرتے ہیں۔ اگرچہ اس مُعامَلے میں وہ حُسْنِ اَدَب اور حُسْنِ اِقْتِضا کو ضَرور ملحوظ رکھتے ہیں کیونکہ مُطالَبہ نہ کرنا حُسْنِ اِقْتِضا ہی ہے، نیز انہیں اپنے رِزْق دینے والے پروردگار پر پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ انہیں ان کا حِصّہ بغیر کمی کے عَطا فرمائے گا، لہٰذا وہ اپنے حَق کی وُصُولی کے لیے اس کے اَزَلی فیصلے پر اسی طرح مطمئن ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی نِگاہیں اس کے دَسْتِ قُدْرَت کی کُشادَگی پر جمی ہوتی ہیں۔

اولیائے کرام کا کسی کو کچھ دینا

جب اَوْلِیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس بات کا مُشاہَدہ بھی کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کے حُقُوق انہیں اَدا کر رہے ہیں اور انہیں ان کی اَمانت لوٹا رہے ہیں، چنانچہ وہ ان پر خَرْچ کر کے راحَت پاتے ہیں اور حَق داروں کو ان کے حُقُوق ادا کر کے خوش ہوتے ہیں، وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اس بات پر شُکْر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں حُقُوقُ الْعِبَاد کی ادائیگی کی بہترین توفیق عَطا فرمائی اور اس سلسلے میں مُعاوَنَت بھی فرمائی۔ جیسا کہ ایک شخص پر بھاری مِقْدار میں قَرْض ہو، جب وہ اسے ادا کر دے تو قَرْض کا بھاری بوجھ خَتْم ہو جانے پر بہُت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

یہ مَقامِ مَعْرِفَت تک رَسائی حاصِل کرنے والوں کا مَقام ہے اور انہیں یقین میں سے بھی بہترین حال ملتا ہے۔ یہی توَکُّل کی دولت پانے والوں کا بُلَنْد مُشاہَدہ ہے۔

تَوَکُّل کی زُہد سے مُشَابَہَت

توکل سے رزق میں کمی ہوتی ہے نہ زہد سے

تَوَکُّل سے رِزْق میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ تَوَکُّل تو زُہد، صَبر اور یقین میں اِضافے کا باعث بنتا ہے جبکہ زُہد بھی دُنْیاوِی رِزْق میں کمی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی فَقْر، بھوک اور فاقے میں اِضافے کا باعث بنتا ہے، گویا کہ زُہد مُتَوَکِّل کا رِزْق ہے اور زاہد کا رِزْق آخِرَت ہے۔ اس مَخْصُوص صِفَت کی بنا پر بندہ دنیا پانے سے مَحْرُوم ہوتا ہے، کَثْرَتِ مال سے بچا رہتا ہے اور دُنْیاوِی وُسْعَت سے دُور رہتا ہے، گویا تَوَکُّل اور زُہد ہی ان باتوں کا سَبَب ہیں۔

اُخْرَوِی دَرَجات میں کمی بیشی کا سَبَب

دنیا جس قَدْر بندے سے دُور ہوتی ہے اس کے لیے اُخْرَوِی دَرَجات میں اسی قَدْر اِضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ موجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: دنیا کی کمی آخِرَت کا اِضافہ ہے اور دنیا کی زِیادَتی آخِرَت کی کمی ہے۔[1] جسے دنیا میں سے کچھ دیا گیا اس کا دَرَجہ آخِرَت میں اسی قَدْر کم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں مُعَزَّز ہی ہو۔[2] جبکہ ایک قول میں ہے کہ دنیا و آخِرَت دُو سوتنوں کی طرح ہیں، جس نے ایک کو راضی کیا دوسری اس سے ناراض ہو جائے گی۔[3]

کیا کوئی انسان کسی کے رزق میں کمی کر سکتا ہے؟

ایک شخص نے کسی عالِم سے عَرْض کی: میں ایک محلے میں سبزیاں بیچا کرتا تھا، جہاں میرے عِلاوہ کوئی اور سَبْزی فَروش نہ تھا، پھر ایک اور سَبْزی فروش نے میرے پاس ہی اپنی دکان کھول لی ہے، مجھے یہ خوف لاحِق ہو گیا ہے کہ وہ میرے رِزْق میں کمی کر دے گا۔ تو اس عالِم نے اِرشَاد فرمایا: وہ تیرے رِزْق میں کوئی کمی نہ کرے گا، البتہ! تیری فَراغَت کو بڑھا دے گا، یعنی تو زیادہ وَقْت تک اس طرح بیٹھا رہے گا کہ کچھ نہ بیچے گا۔

---

[1] ......مسند احمد، حدیث ابی موسی الاشعری، ۷/ ۱۶۵، حدیث: ۱۹۷۱۷، بمفہوما

[2] ......مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام ابن عمر، ۸/ ۱۷۴، حدیث: ۲

[3] ......الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، ص ۲۱۰، حدیث: ۵۹۴

جھوٹے دعویدار

اس راہ میں ایک قوم نے ٹھوکر کھائی، وہ لوگ نفسانی خواہشات کی تکمیل کی راہ پر چل پڑے اور دُنیاوِی شہوتوں سے آزمائے گئے مگر انہوں نے تَوَکُّل و زُہد اپنانے کا دعویٰ کیا لیکن خوراک و لِباس میں کُشادَگی سے کام لیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا کرنا ان کے رِزْق میں کسی قِسْم کی کمی کا باعث نہ ہو گا۔ بلکہ وہ اس کو اپنا حَق جاننے لگے، یوں سیدھے راستے سے بھٹک گئے مگر اپنے حَق پر ہونے کی دلیل دیتے اور دیگر لوگوں کے مُتَعَلِّق یہ سمجھتے کہ وہ زُہد و تَوَکُّل کی راہ سے واقِف نہیں۔

امراض کا چھپانا و ظاہِر کرنا

مرض کا چھپانا یا ظاہِر کرنا کس کے لیے افضل ہے؟

مَرَض کا عِلاج نہ کرنے والے شخص کے لیے اَفضل یہ ہے کہ اپنے مَرَض کو مَخفِی رکھے، اس لیے کہ یہ نیکی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نیز یہ اس کے اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان مُعامَلہ ہے، لہٰذا اس کو چھپانا اَفضل اور سلامتی کے زیادہ قریب ہے، البتہ! اگر مَرَض بتانے میں کوئی مَخْصُوص نِیَّت ہو یا وہ لوگوں کا اِمام ہو جس کی بات سن کر اس پر عَمَل کیا جاتا ہو تو مَرَض کے اِظْہار میں بھی کوئی حَرَج نہیں۔ بشرطیکہ وہ شخص مَعْرِفَت میں پختہ کار ہو، اپنی بیماری کو خوب جانتا ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر پر اس کا دِل راضی ہو یا اس کا شُمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جو اِبْتِلا و آزمائش کو نِعْمَت سمجھتے ہیں تو اب اس کا تحدیثِ نِعْمَت کے طور پر اپنے مَرَض کے مُتَعَلِّق دوسروں کو بتانا جائز ہے۔

اگر کسی عِلاج نہ کرنے والے شخص میں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس کا اپنی بیماری ظاہر کرنا اس کے حال میں کمی کا باعث ہو گا اور سمجھا جائے گا کہ وہ بیماری کا اِظْہار کر کے گویا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شِکایَت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ نَفْس شِکوہ و شِکایَت کر کے بھی مصیبت سے اسی طرح راحَت پاتا ہے جس طرح بیماری کا عِلاج کر کے راحَت پاتا ہے۔ کوئی بھی عالِمِ رَبّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی ایسی حَرَکَت (یعنی اپنے خالق کی شِکایَت مخلوق کے سامنے) نہیں کرتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے رب نے جو اس کے لیے دَوا کا اِسْتِعمال مُباح کیا ہے اس سے راحَت

پانا لوگوں کے سامنے اپنے مالِک کی شِکایَت کر کے راحَت پانے سے زیادہ بہتر ہے۔ اس بنا پر کہ اس کے مَرَض کے اِظْہار سے بعض آفات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، یعنی اِظْہارِ مَرَض میں وہ تَصَنُّع اور بناوَٹ سے کام لے یا بیماری کو بڑھا چڑھا کر بیان کرے۔

صبر جمیل سے مُراد

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ؕ (پ۱۲، یوسف:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: تو صَبر اچھّا۔

اس آیتِ مُبارَکہ کی تفسیر میں مَنْقُول ہے کہ یہاں کسی آزمائش و مصیبت پر ایسا صَبْر کرنا مُراد ہے جس میں کوئی شِکوہ و شِکایَت نہ ہو۔ کسی کا قول ہے کہ جس نے شِکوہ کیا وہ صابِر نہیں۔ ایک قول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے عَرْض کی گئی: آپ کی بینائی خَتْم ہونے کا سَبَب کیا ہے؟ اِرشَاد فرمایا: مُرورِ زمانہ (یعنی عُمْر کی زِیادَتی) اور غموں کی طَوالَت (میری بینائی خَتْم ہونے کا سَبَب ہیں)۔ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وَحی فرمائی: کیا آپ میری شِکایَت مخلوق سے کر رہے ہیں؟! عَرْض کی: (نہیں) اے میرے رب! (پھر بھی) میں اپنے اَلفاظ پر توبہ کرتا ہوں۔ [1]

مریض کا کراہنا کیسا؟

حضرت سَیِّدُنا طاؤس اور حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے مَرْوِی ہے کہ حالَتِ مَرَض میں مریض کے کراہنے کی آواز بھی لکھی جاتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ سَلَف صَالِحِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین مریض کے کراہنے کی آواز کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ بھی مَعْنَوِی طَور پر اِظْہارِ شِکوہ کا ایک طریقہ ہے۔ چنانچہ مَنْقُول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اَیُّوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مَرَض سے شیطان کو صِرف ان کے کراہنے کی آواز ہی ملی تو وہ اسے ہی اپنا حِصّہ جاننے لگا۔ [2]

---

[1] ......مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، کلام لقمان، ۸/۱۲۳، حدیث: ۸، بتغیر قلیل

[2] ......المجالسة وجواھر العلم، الجزء الثانی، ۱/۱۳۸، حدیث: ۲۵۲

بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو

حدیثِ پاک میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے دو فرشتوں کو وَحی فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو وہ اپنے تیمار داروں سے کیا کہتا ہے؟ اگر وہ اپنے مَعْبُود کی حمد وثنا کرے تو اس کے لیے دُعا کرنا اور اگر وہ شِکوہ وشِکایَت کرے اور بیماری کو بُرا جانے تو کہنا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہو۔[1]

بیماری اور تیمار داری

بعض عابِدین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن بیمار کی بیمار پُرسی (یعنی تیمار داری) کو پسند نہیں کرتے تھے مَبادا (خدانخواستہ) ان کی زبان پر شِکوہ وشِکایَت آجائے یا وہ بیماری کو اس کی مِقْدار سے بڑھا چڑھا کر بیان کر بیٹھیں اور یوں یہ تیمار داری دو آزمائشوں کے درمیان نِعْمَت کی ناشکری بن جائے۔ چنانچہ بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی بُزرگ بیمار ہو جاتے تو وہ دروازہ بند کر لیتے اور کوئی بھی ان کے پاس نہ آتا یہاں تک کہ وہ تَنْدُرُسْت ہو کر خود ہی گھر سے باہَر تشریف لاتے۔ ایسے بُزرگانِ دین میں حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض، حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکّی اور حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم بھی شامل ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے: میں چاہتا ہوں کبھی بیمار پڑوں تو کوئی میری تیمار داری کے لیے نہ آئے۔ مزید فرماتے: مجھے بیماری صِرف تیمار داروں کی وجہ سے پسند نہیں۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ہم نے بہُت سے سَلَف صالِحِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کو دیکھا ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے حالانکہ وہ سالکینِ راہِ طریقت کے اِمام ور ہنما تھے۔

کس کے لیے مرض کا اِظہار جائز ہے؟

مَرَض کا اِظْہار مُتَوَکِّل کے تَوَکُّل میں کمی نہیں کرتا، اس مفہوم کے اِعْتِبار سے کہ اِظْہارِ مَرَض سے نَفْس

---

[1] ......موطا امام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/۴۲۹، حدیث: ۱۷۹۸، مختصرا
موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/۲۳۸، حدیث: ۷۴، بتغیر قلیل

آفات کا شِکار نہ ہو۔ مطلَب یہ ہے کہ اس کا دِل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شُکْر ادا کرنے والا ہو، اس کی قضا پر راضی ہو اور اِظہارِ مَرَض سے مَحْض اپنے رب کے سامنے عِجز و اِنکساری ظاہر کرنا مقصود ہو یا اہلِ اِیمان کی دُعائیں لینا چاہے یا بیماری کو نِعْمَت جان کر زبان سے شُکْر بجالانے کی غَرَض سے اس کا اِظہار کرے۔ چنانچہ،

بغرضِ علاج اظہارِ مرض

حضرت سَیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَارِث کے مُتعَلّق بتایا جاتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عبد الرحمٰن نامی طبیب کو اپنی تکالیف بتایا کرتے تاکہ وہ (عِلاج کی خاطِر) آپ کے لیے بعض اَشیا کے طِبّی اَوصاف بیان کرے۔ اسی طرح حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل کے مُتعَلّق مَنْقُول ہے کہ آپ بھی اپنی بیماری بتادیتے اور اِرشاد فرماتے: میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر قادِر ہے۔

بغرضِ تحدیثِ نعمت اظہارِ مرض

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب مریض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرتا ہے اور اس کا شُکْر ادا کرتا ہے، اس کے بعد اگر وہ اپنی بیماری کا تذکرہ بھی کرے تو یہ شِکوہ نہ ہو گا۔

حضرت سَیِّدُنا احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے جب آپ کی بیماری کے مُتعَلّق پوچھا جاتا تو آپ کچھ نہ بتاتے تھے، پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مذکورہ قول کو اِختیار کر لیا اور اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد اپنی بیماری کے مُتعَلّق بتادیا کرتے تھے کہ میری یہ کیفِیَّت ہے۔

بغرضِ اظہارِ عجز اظہارِ مرض

مَرْوِی ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے بیماری کی حالَت میں عَرْض کی گئی کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اِرشاد فرمایا: بہُت بُری۔ یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے گویا انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس قول کو اچھا نہ سمجھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا: کیا میں بارگاہِ خداوندی میں بہادُری دِکھاؤں؟ گویا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ خداوندی

میں اپنے عاجِز ہونے کا اِظہار کیا (حالانکہ آپ کی بہادُری اور شُجاعت مشہور تھی) اور یہ بھی بتانا چاہا کہ ایسا کہنے میں کوئی حَرَج نہیں۔ کیونکہ بہُت سے لوگوں سے جب خَیرِیَّت پوچھی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ خَیرِیَّت سے ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہوتا)۔ اسی طرح حضرت سَیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے: عِلْم دَرحقیقت ثِقہ عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے حاصِل ہونے والی رُخْصَت کا نام ہے اور باقی رہا سختی کا مُعامَلہ تو اسے ہر کوئی اَچھّی طرح جانتا ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) گویا کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے چاہا کہ آپ لوگوں کو بارگاہِ نبوّت کا اَدَب سکھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِظْہارِ قوّت سے منع فرمایا ہے، کیونکہ مَرْوِی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہوئے تو دُعا کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس مصیبت پر صَبْر عطا فرما۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مصیبت طَلَب کی ہے، اس کے بجائے عَافِیَّت طَلَب کرو۔[1]

عافیت پر شکر مصیبت پر صبر سے افضل ہے

یہی وجہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا مُطَرِّف بن عبد **اللہ** رَحمَۃُ اللّٰہ فرماتے ہیں: مجھے عَافِیَّت عطا فرمائی جائے اور میں اس پر شُکر ادا کروں یہ بات مجھے مصیبت میں مبتلا ہو کر صَبْر کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

(صَاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں) اِبْتِلا و آزمائش قَوِی لوگوں کا طریقہ ہے اور اہلِ خوف اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے اپنی قوّت و بہادُری کا اِظْہار کریں۔ جیساکہ مَرْوِی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الکَافِی ایک بار شدید بیمار ہو گئے تو آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر اس بیماری میں تو راضی ہے تو اس میں مزید اِضافہ فرما۔ ایک بُزرگ عالِم (یعنی شہر کے اَطراف سے حضرت سَیِّدُنا اِدرِیس بن یحیٰی مَعافِری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) نے انہیں ایک مَکْتُوب اِرْسَال فرمایا: اے ابو عبد **اللہ**! آپ کا شُمار مصیبت زدہ اَفراد میں نہیں ہوتا، لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ......ترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۹۳، ۵/ ۳۱۲، حدیث: ۳۵۳۸، بتغیر قلیل

سے اس کی نَرمی اور عَافِیَّت مانگئے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا اِمام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے اپنے قول سے رُجُوع کر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ و اِسْتِغْفار کیا اور پھر یوں دُعا کیا کرتے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَتِیْ فِیْمَا اَحْبَبْتَ۔ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری بھلائی ان اُمُور میں رکھ دے جنہیں تو پسند کرتا ہے۔

ترکِ کسب کی فضیلت

عبادت میں مصروفیت کی بنا پر ترکِ کسب کی فضیلت

بسا اَوقات عِبَادَت میں مَصروفیت کی بنا پر تَرْکِ کَسْب کرنے والا اَفضل ہوتا ہے اس اِعْتِبار سے کہ مُتَقَدِّمِیْن زاہِدین نے اسے حَلال مال کما کر راہِ خدا میں خَرْچ کرنے والے سے اَفضل قرار دیا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ان دو ۲ اَفراد کے مُتعلِّق پوچھا گیا جن میں سے ایک کاریگر تھا اور دوسرا عِبَادَت میں مَصروف رہنے والا کہ ان دونوں میں سے اَفضل کون ہے؟ تو اِرشَاد فرمایا: سُبْحٰنَ اللّٰہ! یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، عِبَادَت کی خاطِر کام کاج سے فارِغ رہنے والا شخص اَفضل ہے۔

اسی طرح ایک رِوایَت میں ہے کہ حُضُور نبی پاک، صاحِبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: موت بطورِ واعِظ، تقویٰ بطورِ غنا اور عِبَادَت بطورِ مَصروفیت کافی ہے۔ [1]

دُنیاوی و اُخروی کاموں میں فرق

کام کاج نہ کرنے والا

- اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھتا ہے۔
- اسی پر بھروسا کرتا ہے
- مَقامِ تَوَکُّل کو ہمیشہ پیشِ نَظَر رکھتا ہے۔
- فَقْر پر صَبْر کا مُظاہرہ کرتا ہے۔
- مَعاش کو چھوڑ کر آخِرَت کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔
- اور اس راہ میں ہر قِسْم کی اِبْتِلا و آزمائش کا سامنا بھی کرتا ہے۔

اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا میں اس کے رِزْق کا ضامِن اس کا ربّ ہے اور اسی نے اسے اُخْرَوِی

---

[1] ......معجم لابن الاعرابی، ۲/۵۱۲، حدیث: ۹۹۲، بالتقوی بدله بالیقین

اَعمال بجالانے میں لگایا ہے۔ اب اگر وہ انہی اُخرَوِی کاموں میں مصروف رہے جو اس کے سُپُرد کیے گئے ہیں تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دُنیاوِی اُمور کی اَنجام دہی کے لیے کسی اور کو اس کے قائم مقام بنادے گا یعنی اگر مُتوکِّل نے تَصرُّف نہ کیا تو وہ اس کی جگہ تَصرُّف کرے گا، لیکن اگر اس نے اُخرَوِی کاموں کی اپنی ذِمّہ داری پوری نہ کی تو کوئی دوسرا اس کی جگہ کام نہ کرے گا۔ اسی طرح اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی خاطر اس کے دُنیاوِی کاموں کی کَفالَت کا وعدہ فرما رکھا ہے چنانچہ اگر اس نے کوئی دُنیاوِی عَمَل نہ کیا تو کوئی اور شخص اس کے دُنیاوِی کام سر اَنجام دیدے گا جیسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا۔

اَلغَرَض وہ دُنیاوِی عَمَل جس کی کَفالَت کا وعدہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے اس کے اور اس اُخرَوِی عَمَل کے درمیان یہی بنیادی فَرق ہے کہ جس کی ذِمّہ داری اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے سُپُرد کی ہے۔ چنانچہ،

وہ دُنیاوِی رِزْق جس کی کَفالَت کا ذِمّہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے لیا ہے، اس کے مُتعلِّق اس کا فرمان ہے:

وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ۖ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللّٰہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں۔

اور اُخرَوِی رِزْق کے مُتعلِّق اِرشاد فرمایا:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

چار چیزیں

توحید کے بعد مُتوکِّل یہ یقین رکھتا ہے کہ دَرْج ذیل چار اَشیا ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں گویا ایک ہی شے ہوں اور یہ یکے بعد دیگرے واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ چار اَشیا یہ ہیں:

﴿1﴾ تقسیم شُدہ رِزْق کہ جس میں کبھی اِضافہ نہ ہو گا۔

﴿2﴾ یہ رِزْق ایک مَعْلُوم وَقْت میں ملے گا۔

﴿3﴾ کسی بھی سَبَب کے ذریعے یہ اپنے وَقْت سے پہلے ملے گا نہ بعد میں۔

﴿4﴾ لوحِ مَحفُوظ میں لکھا ہونے کی بنا پر اس میں کوئی تَغَیُّر وتَبَدُّل نہ ہو گا۔

مَعلُوم ہوا رِزق رازِق کے فَضل سے ملتا ہے اور جس وَقت میں عَطا و بَخشِش کا فَضل ظاہِر ہوتا ہے وہ اس کے لیے ظَرف کی حَیثِیَّت رکھتا ہے جبکہ سَبَب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکمَت ہے اور لوحِ مَحفُوظ میں لکھا ہونا بندے کی حَد ہے۔ چنانچہ مُتوَکِّل اس بات کا یقین ہونے کے بعد اگر تَصَرُّف سے کام لے تو وہ حُکم کی وجہ سے تَصَرُّف کرے گا اور اگر بیٹھا رہا تو عِلم کی وجہ سے بیٹھے گا۔ لِہٰذا اس کا تَصَرُّف کرنا اور بیٹھے رہنا یَکساں حَیثِیَّت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے حال کے عِلم کا تَقاضَا پورا کرنے والا اور اپنے تَصَرُّف و بیٹھنے کی جگہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ اب اگر اس کے رَبّ نے اسے دوسروں سے غافِل فرما کر اپنی خِدمَت میں مَصروف کر دیا یعنی اسے بندوں کے مُعامَلات سے ہٹا کر اپنے مُعامَلات میں لگا دیا تو اس کا رِزْق بھی اس تک پہنچائے گا جہاں سے چاہے گا، بندوں میں سے جس کے ہاتھوں سے چاہے گا اور اسے حُدود سے تجاوُز کرنے سے بھی مَحفُوظ فرما دے گا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: خاوند کے پیچھے حِفَاظَت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حِفَاظَت کا حُکم دیا۔ (پ۵، النسآء: ۳۴)

مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی وِلایَت کی دولت عَطا فرما کر اس کی حِفاظَت فرماتا ہے اور اسے مَمنُوعات سے بچنے کی توفیق بھی وُہی دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے اَولِیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے مُتَعَلِّق خَبَر دیتے ہوئے اِرشَاد فرمایا ہے:

وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اَولِیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام تک حَلال رِزْق ہی پہنچاتا ہے اور انہیں صِرف حَلال کی ہی توفیق دیتا ہے اور جیسا پسند کرتا ہے ان کے لیے کوئی سَبَب پیدا فرما دیتا ہے۔ لِہٰذا بندہ تَرْکِ کَسب میں فضیلت کا باعِث بن جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خالِق سے لَو لگا کر مخلوق سے منہ موڑ لیتا ہے، مالِک کے مُعامَلہ میں مَصروف ہو کر مَملُوک یعنی مخلوق کے مُعامَلات سے جُدا ہو جاتا ہے اور اپنی فِکْر کا رُخ دنیا سے پھیر کر آخِرَت کی طرف کر لیتا ہے۔ اس کا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا ہے کہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: جس شخص نے اپنی تمام (دُنیاوی)

فِکْروں (کو چھوڑ کر) ایک ہی فِکْر بنالیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی آخِرَت کے لیے کافی ہے۔[1]

اس وَقْت یہ ان لوگوں کی صَف سے نِکَل جاتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنا ناطہ توڑ کر غیرُ اللہ سے تعلّق قائم کر لیتے ہیں اور یوں (غیر اللہ کی) فِکْروں میں مگن ہو کر خود کو ہَلاکَت کے لیے پیش کر دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے صُبْح اس حال میں کی کہ اس کی فِکْر کا مَرْکَز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی اور ہو تو اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی تعلّق نہیں۔[2]

ایک رِوایَت میں ہے کہ جس کے نظریات مُنْتَشِر ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی پَروا نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہو۔[3]

اپنا رزق خود کمانا

اگر مُتَوَکِّل کا حال یہ ہو کہ اس کا رِزْق اس کے اپنے ہاتھ میں ہو یعنی اس کی اپنی کمائی کے ذریعے اسے رِزْق ملے تو یہ مالِک کے خَزانوں میں سے ایک خَزانہ ہے اور وہ اس کے خاص بندوں میں سے ایک ایسا بندہ ہے جس کا رِزْق اس تک دوسروں کے ہاتھوں پہنچنے کے بجائے اس کے اپنے ہی ہاتھ سے پہنچ رہا ہے۔ اب یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہے کہ اس کی قِسْمَت میں رِزْق لکھنے کے بعد اسے رِزْق تک پہنچادے یا رِزْق اس تک پہنچادے، کیونکہ جس رِزْق کو آپ پالیتے ہیں وہ بھی یقیناً آپ کو پالے گا۔ چنانچہ (رِزْق بندے تک پہنچے یا بندہ رِزْق تک) دونوں حالتوں میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر تَوَکُّل رکھتا اور اسی کی جانِب دیکھتا ہے، دونوں اُمُور میں اپنے حال کے مُطابِق اَحْکام بجالاتا ہے اور دونوں حُکموں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُسْنِ اِخْتِیار سے آگاہ ہوتا ہے۔

وہ کمائی کرے یا نہ کرے

جس نے کمائی اس لیے تَرْک کی کہ اس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کامِل تھا اور وہ اس (کے عطا کردہ رِزْق) پر مطمئن تھا یا اس لیے چھوڑی کہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے اور اَحکامِ خداوندی کی بجا آوری نہ کر سکنے کا

---

[1] ......ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۷، حدیث: ۲۵۷

[2] ......الکامل لابن عدی، ۸/۳۴۰، الرقم: ۱۹۹۲: وھب بن راشد

[3] ......ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۷، حدیث: ۲۵۷

اندیشہ تھا تو اس کی نیکی اس شخص جیسی ہو گی جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر کوئی عمل کیا، اس لیے کہ کسی کام کا تَرْک کرنا بھی ایک عَمَل ہی ہے جو اَچھّی نِیَّت کا مُحتاج ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اَفضَل وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ مُتَّقِی ہو اور جو ان میں سب سے زیادہ مُتَّقِی ہو گا وُہی ان میں سے زیادہ عارِف ہو گا خواہ کمائی کرے یا نہ کرے۔

وصیتِ باری تعالیٰ

حضرت سَیِّدُنا عبدالله بن دِینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْغَفَّار حضرت سَیِّدُنا عَمْرو بن میمون رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ سے رِوایَت کرتے ہیں کہ حُضُور نبی پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِرشَاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا اِرشَاد فرمایا ہے؟ انہوں نے عَرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رَسول صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ اِرشَاد فرمایا: جب اس نے عَرش پر اِسْتِوا فرمایا تو اپنی مخلوق کی جانِب دیکھ کر اِرشَاد فرمایا: اے میرے بندو! تم میری مخلوق ہو اور میں تمہارا ربّ ہوں، تمہارے رِزْق میرے قبضے میں ہیں، لہٰذا میں نے تمہاری جس شے کی کَفالَت کا ذِمَّہ لیا ہے اس میں اپنے نَفْسوں کو مَت تھکانا اور اپنے رِزْق مجھ سے ہی طَلَب کرنا، اپنے نَفْسوں کو میری بارگاہ میں حاضِر رکھنا، اپنی حاجتیں میری بارگاہ میں پیش کرنا، میں تم پر تمہارے رِزْق اُنڈیل دوں گا۔ (دوبارہ پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دَرْیافت فرمایا) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ربّ نے کیا اِرشَاد فرمایا؟ انہوں نے پھر یہی عَرض کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: اے میرے بندے! میری راہ میں خَرْچ کر، میں تجھ پر خَرْچ کروں گا، دوسروں کے لیے وُسْعَت پیدا کر میں تجھ پر وُسْعَت پیدا کروں گا اور تنگی سے کام نہ لے کہ میں بھی تجھ پر تنگی نہ کروں، بے شک رِزْق کے دروازوں کا تعلّق عَرش سے ہے، جو رات کو بند ہوتے ہیں نہ دِن کو۔ میں لوگوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کی نِیَّت، صَدَقہ و خیرات اور خَرْچ کے مُطابِق رِزْق نازِل کرتا ہوں، لہٰذا جو ان کاموں میں کَثْرت سے کام لیتا ہے میں اسے کثیر رِزْق عَطا فرماتا ہوں اور جو کمی کرتا ہے میں بھی اس کے رِزْق میں کمی کر دیتا ہوں اور جو رِزْق کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے (اور خَرْچ نہیں کرتا) میں بھی اس سے رِزْق کو روک لیتا ہوں۔

اے زُبیر! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ خَرچ کرنے کو پسند اور جَمع کرنے کو ناپسند کرتا ہے، چنانچہ خود بھی کھا اور دوسروں کو بھی کِھلا، تنگی نہ کر، ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تجھ پر تنگی کر دے گا، مُشکِل پیدا نہ کر، ورنہ اللہ بھی تجھ پر مشکلیں پیدا کر دے گا، اپنے بھائیوں کو کِھلا، نیک لوگوں کی عزّت کر، پڑوسیوں سے صِلہ رِحمی کر اور فاجِروں کے نَقشِ قَدَم پر مَت چل، (اگر تو نے ایسا ہی کیا تو) جنّت میں بلاحِساب داخِل ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یہ وَصِیَّت کی ہے اور میں اے زُبیر بن عوّام تمہیں کر رہا ہوں۔

بازار

بازار بھاگے ہوئے غُلاموں کا دَسْتَر خَوان ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اس بندے کو ان بازاروں سے کِھلاتا ہے جو اس کی عِبَادَت سے بھاگتا ہے، اس کی بارگاہ میں حاضِری سے راہِ فَرار اِختیار کرتا ہے، اس کے مُعاملہ میں سُستی کا مُظاہَرہ کرتا ہے اور اس کی تِجارَت کی جگہوں میں بُزدِلی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶، ۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رِزْق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

مُتَقَدِّمِین اَہْلِ عَرَب میں سے کسی کا قول ہے کہ یہاں ﴿ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ میں ان سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ میری مخلوق کو رِزْق دیں کیونکہ اس کے بعد اِرشَاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ ہی بڑا رِزْق دینے والا ہے۔

مَطْلَب یہ ہے کہ وہ ان سے یہ مُطالَبہ نہیں کرتا کہ جب وہ اس کی خِدْمَت بجالائیں تو اپنے رِزْق کا اِہتمام بھی خود ہی کریں۔ چنانچہ مذکورہ آیتِ مُبارَکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تین صورتوں کا ذِکْر فرمایا ہے:

ایک صُورَت اپنے لیے پسند فرمائی یعنی عِبَادَت وخِدْمَت کو پسند فرمایا اور اس پر کِفَایَت کا ذِمَّہ لیا۔

دوسری صُورَت کو اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا یعنی ان کا عِبَادَت گزار ہونا پسند کیا۔

تیسری صُورَت سے وہ پاک اور عظیم تر ہے یعنی بندے اسے کِھلائیں، البتہ! اس نے اپنے عام بندوں کو اس تیسری صُورَت میں مصروف کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو کھانا کِھلائیں یعنی کمائی کریں اور زمین میں اپنے اور

اپنی مخلوق کے درمیان قائم تعلّق کو بیان کرنے کے لیے کچھ یوں اِرشاد فرمایا:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (پ ۲۱، الروم: ۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اُسی کے لیے ہے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں۔

اب بندے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ قائم تعلّق دو حکموں کی بنا پر ہے: پہلا یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عِبادَت کو اپنے لیے پسند فرمایا اور یہی (اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان تعلّق قائم رکھنے والا) مُعاملہ ہے اور اس صُورَت میں اسی کے ذِمّۂ کَرَم پر ہے جیسے چاہے اور جب چاہے بندوں کو رِزْق دے کہ یہ سب اس کے بندے ہیں دنیا کے نہیں۔ دوسرا حکم بندے کے ساتھ خاص ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے نَفْس کے لیے کمائی کرنے کا حکم دیا اور رِزْق کے حُصُول کا ذریعہ اس کے اعضا کو بنایا اور اس وَصْف پر اس کی تعریف فرمائی۔ یہ عام بندے ہیں، ان میں سے بعض دنیا کے غلام ہیں اور بعض خواہشِ نَفْس کے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ان تینوں صورتوں میں بندوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لیے مُباح قرار دی ہیں اور جن کی خاطِر اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان قائم تعلّق کو مِثال سے بیان فرمایا۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ ان کے لیے کیا پسند فرماتا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے:

پہلی صورت کی وضاحت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے بندوں سے تعلّق ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے سے یہ اِرشَاد فرمائے کہ جا (کمائی کر کے لا) اور مجھے کِھلا، کیونکہ تو میرا بندہ اور میری مِلْکِیَّت ہے، میں تیری کمائی کا بھی اسی طرح مالِک ہوں جس طرح کہ تیری جان کا مالِک ہوں۔ (صاحِبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں) یہی وہ صُورَت ہے کہ جس کا ہم نے پہلے بھی تذکرہ کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک اور بُلَند و بَرتر ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ (پ ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۷) ترجمۂ کنز الایمان: نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

جیسا کہ دنیادار آقا اپنے غلاموں سے اس بات کی خواہش رکھتے ہیں۔

دوسری صورت کی وضاحت

اگر آقا اپنے کسی غلام سے کہے: جا اور اپنے نَفْس کو کھانا کِھلا، اپنی غذا کو وسیع کر، میں نے تیرے لیے یہ سب کچھ مُباح کر دیا ہے اور تجھے تیری کمائی بخش دی ہے۔ یہ رِزْق میں نے تجھے دیا اور یہ میرا تجھ پر فَضْل ہے۔ (گویا آقا نے غلام سے مکاتبت کر لی) اس کے ساتھ ہی غلام مُکاتَب بن جائے گا اور آقا کی حَیْثِیَّت غلام کو آزادی دینے میں مُعْتِق یعنی آزاد کرنے والے شخص جیسی ہو جائے گی، اس طرح کہ اسے اس کی ولایت کا حَق حاصِل ہو گا اور اس کا میراث میں بھی حِصّہ ہو گا، کیونکہ اس نے اس پر مُکاتَبَت کر کے اِحْسان کیا ہے، جیسا کہ آزاد کرنے والا شخص غلام کو آزاد کر کے اس پر اِحْسان کرتا ہے، اگرچہ مُکاتَبَت کی صُورَت میں غلام کو اپنی آزادی کی خاطِر خود ہی کمائی کی کوشش کرنا پڑتی ہے مگر آقا پہلے ہی اس کے جان ومال کا نہ صِرف حَق رکھتا ہے بلکہ اس کا مالِک بھی ہے، لیکن جب وہ غلام کو ان چیزوں کا مالِک بنا دیتا ہے تو گویا وہ اس پر اِحْسان کرنے والا بن جاتا ہے، یہ عام لوگوں کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تعلّق ہے، کیونکہ وُہی ان کا حقیقی مولا ہے اور وہ اسی کے مَمْلُوک وبندے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں فرماتا ہے: جاؤ! کمائی کرو اور اپنے آپ کو کِھلاؤ، میں نے تمہارا رِزْق تمہیں دیدیا اور بخش دیا ہے۔

اس دوسری صُورَت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے خواص بندوں کو ان کی فضیلت کی بنا پر دُور رکھا، ان سے ان کی بَنْدَگی کے حِساب سے کام نہ لیا بلکہ ان کا تعلّق کام کاج سے ختم کر دیا اور انہیں ان کے نَفْسوں اور دیگر مخلوق سے فارِغ کر کے اپنی خِدْمَت میں مَشْغُول کر دیا۔ ان کی بَقَدْرِ کِفَایَت کارسازی فرمائی اور ان کاموں کی ذِمّہ داری انہیں نہ دی جو دیگر لوگوں کو دی، بلکہ ان کے رِزْق کی ذِمّہ داری بھی اپنے بندوں میں سے جسے چاہا اس کے سُپُرد کر دی، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ﴾ سے یہی مُراد ہے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ خود اپنے رِزْق کا اِہتمام کریں۔ اس کی دلیل اس سے اگلی آیتِ مُبارکہ میں کچھ یوں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ۲۷، الذّٰریٰت:۵۸) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک **اللہ** ہی بڑا رزق دینے والا ہے۔

یعنی اپنے خواص بندوں کے رِزْق کا دوسروں کے ذریعے اِہتمام کرنے والا ہے اور اس بات کا اِظْہار اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہو رہا ہے:

مَآ اُرِیۡدُ اَنۡ یُّطۡعِمُوۡنِ ﴿۵۷﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس آیتِ مُبارکہ میں یائے مُتَکَلِّم اِسْمِ باری تعالٰی کا کِنایہ ہے اور یہاں خاص اِرادہ مُراد ہے نہ کہ عام۔ یعنی یہاں اِبْتِلا و مَحبَّت مُراد ہے۔ چنانچہ مَطلَب یہ ہو گا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ نیز یہ حُکْم اس کے خاص بندوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

یہ آیتِ مُبارکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے اس کی عِبادت کی اور یہاں جنوں اور انسانوں میں سے اَہْلِ اِیمان مُراد ہیں، عام مخلوق مُراد نہیں۔

تیسری صورت کی وضاحت

آقا اپنے کسی غُلام سے کہے کہ میری خِدمت کر اور تیرا کھانا میرے ذِمّۂ کَرَم پر ہے۔ تیرا میری خِدمت کرنا گویا کہ ایسے ہی ہے کہ تو اپنے لیے کمائی کرے۔ یہ صُورت سب سے اعلیٰ ہے کہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پسند فرمایا ہے، پھر اس نے اپنے جن بندوں کے لیے چاہا اس صُورت کو پسند فرمایا، اس نے اپنے ان خاص عُلَمائے رَبّانِیّین کے لیے اس صُورت کو اِخْتِیار فرمایا، ان سے مُراد وہ لوگ نہیں ہیں جنہیں اس نے اپنے نَفْسوں کی خاطِر رِزْق کمانے میں لگایا ہے، جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِیۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۶، ۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رِزْق نہیں مانگتا۔

مَطلَب یہ ہے کہ اپنے نَفْسوں کو اس کمائی کے ذریعے رِزْق مُہَیّا کرو جو میں نے ان کے لیے مُباح کیا ہے، تاکہ ان کا شُمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے جن سے میں نے کہا ہے: جا اور کما کہ میں نے تجھ سے یہی چاہا ہے کہ تو اپنی کمائی کے ذریعے اپنے نَفْس کو رِزْق مُہَیّا کرے اور میں نے تجھے یہ رِزْق بَخْش دیا ہے۔ یعنی میں نے ان لوگوں سے صِرف عِبادَت چاہی ہے اور اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔

ہر ایک کا مقصدِ حیات

ہر ایک کے لیے وُہی بات آسان ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، اب جس کا کام عِبَادَت ہو اور وُہی اس کی تخلیق کا مَقْصَد بھی ہو تو وہ کام اس کے لیے آسان ہو گا اور جس کا کام دنیا ہو اور اسے پیدا بھی دنیا کے لیے ہی کیا گیا ہو تو دنیا اس پر آسان ہوتی ہے۔ جیسا کہ مَرْوِی ہے کہ سرورِ کائنات، فَخْرِ مَوجُودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر صَانِع اور اس کی صَنْعَت کو پیدا کیا ہے۔[1]

ہر ایک نے اپنا کام خود پسند کیا

مَنْقُول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب عَدَم میں مخلوق کو ظاہر فرمایا تو ان کے لیے ہر قِسْم کے صَانِع کو ظاہِر فرما کر انہیں اِخْتِیار دیا، لہٰذا ہر ایک نے اپنی صَنْعَت پسند کر لی۔ چنانچہ جب وہ انہیں وُجُود کی دولت عَطا فرماتا ہے تو ہر ایک پر اس کی پسند کردہ صَنْعَت کے مُطابِق حُکْم جارِی فرماتا ہے۔ مگر (عَدَم میں) ایک گروہ نے کوئی چیز پسند نہ کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس گروہ کے لوگوں سے اِرشَاد فرمایا: تم بھی کچھ پسند کر لو۔ انہوں نے عَرْض کی: ہم نے جو چیزیں دیکھی ہیں ان میں سے کوئی بھی شے ہمارے دِل کو اَچھّی نہیں لگی کہ ہم اسے پسند کر لیتے۔ لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں پر عِبَادَت کے مَقامات ظاہر فرمائے تو انہوں نے عَرْض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری عِبَادَت و خِدْمَت کو پسند کرتے ہیں۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِرشَاد فرمایا: مجھے میری عِزّت و جلال کی قَسَم! میں ان دوسرے لوگوں کو تمہاری خِدْمَت پر لگا دوں گا اور انہیں تمہارے لیے مُسَخَّر کر دوں گا۔

دنیا کس کی خادم ہے؟

ایک رِوایَت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشَاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کی طرف وَحِی فرمائی: جو میری خِدْمَت کرے تو اس کی خِدْمَت کر، مگر جو تیری خِدْمَت کرے تو اسے تھکا دے۔[2]

---

[1] ......السنة لابن ابی عاصم، باب رقم: ۸۰، ص ۸۱، حدیث: ۳۶۲

[2] ......موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، ۵/ ۱۸۳، حدیث: ۴۳۹

عِبادت و خدمت کا باہمی تعلق

عِبادت ہی خِدمت ہے اور اسی سے بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِین کا یہ قول ہے: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ، وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ یعنی ہم تیری ہی عِبادت کرتے ہیں، تیرے لیے ہی نَماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف ہی سَعی کرتے اور جَلدی کرتے ہیں۔ مَطلَب یہ ہے کہ ہم تیری خاطِر عَمَل کرتے ہیں اور ہم تیری ہی خِدمت بجالاتے ہیں۔

یہ قول ایک تفسیر کے مُطابِق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی طرح ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَةً ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے۔ (پ ۱۴، النحل: ۷۲)

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے بیٹوں اور پوتوں، نواسوں کو تمہاری خِدمت گاری کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ عِبادت کا مَطلَب بھی عاجِزی و اِنکساری کے ساتھ خِدمت کرنا ہے۔ چنانچہ جس راستے کو لوگ کَثْرت سے اپنے پاؤں تلے رَوندیں اور وہ ہموار ہو گیا ہو تو عَرَب اس راستے کو طَرِیْقٌ مُّعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح جو اُونٹ بہُت زیادہ سَفَر کرنے اور بوجھ اُٹھانے کی وجہ سے کمزور ہو جائے اسے بَعِیْرٌ مُّعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں یہ لَفْظ کچھ یوں مَذْکُور ہے:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بَندگی کررہی ہے۔ (پ ۱۸، المؤمنون: ۴۷)

قِبطیوں کے اس قول سے ان کی مُراد بنی اِسرائیل تھے، یعنی انہوں نے یہ کہا کہ بنی اِسرائیل ہمارے خادِم ہیں، ہم انہیں ذلیل کرتے ہیں اور ان سے مزدوری و مَشَقَّت کے کام لیتے ہیں۔

جو جس کے لائق تھا اس کے سپرد وہی کام ہوا

کسی عارِف کا قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کے دِلوں کو دیکھا تو انہیں اپنی مَعرِفت کے لائق پایا نہ اپنے مُشاہَدے کے قابِل انہیں جانا تو ان پر رَحْم فرمایا اور انہیں عِبادات اور نیک اَعمال

کی توفیق عطا فرمادی۔ پھر ایک دوسرے گروہ کے دِلوں کو دیکھا تو ان کے ظاہری اَعْضَا کو اپنی خِدْمت کے لائق پایا نہ اپنے مُعامَلہ کا اَہْل جانا تو انہیں دنیا کے کاموں میں لگا دیا اور انہیں دنیا والوں کا خادِم بنا دیا۔ (صاحِبِ کِتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سَیِّدُنا شیخ ابُو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے **حبیب** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے کہ دِرْہَم و دِینار کا غُلام (یعنی خادِم) ہلاک ہوا، بیوی کا غُلام بھی ہلاک ہوا، دھاری دار جُبے کا غُلام (یعنی آرائشی لِباس پہننے والا) بھی ہلاک ہوا۔ [1]

مُراد یہ ہے کہ یہ لوگ ان اَشیا کے حُصُول کے لیے ذِلّت اٹھاتے اور خوب سعی و کوشش کرتے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام سے مَرْوِی رِوایات میں ہے (کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں وَحِی فرمائی): میں نے اپنے مَحْبُوب محمد کو اپنی خاطِر پیدا کیا اور آدم کو اپنے حبیب محمد کی خاطِر پیدا کیا اور باقی ساری مخلوق اولادِ آدم کی خاطِر پیدا کی۔ لہٰذا جو شخص اس شے میں مَصروف ہو گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے تو وہ شے اسے مجھ سے دُور کر دے گی مگر جو شخص (سب سے منہ موڑ کر) میری یاد میں مَشْغُول ہو گا میں ہر اس شے کا رخ اس کی طرف کر دوں گا جو میں نے اس کی خاطِر پیدا کی ہے۔

تمت المجلد الثاني بحمد الله تعالٰی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ......بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، ۲/ ۲۷۷، حدیث: ۲۸۸۷، بدون: عبد الزوجة

متروکہ عبارات

پہلی عبارت

وھجر أیضاً یحیی بن معین فی کلمة تکلم بھا وھو قوله: لو أعطانی الشیطان شیئًا أخذته۔ ①

دوسری عبارت

ولقد بلغنی أنه استطعم من بیت فطر دو بزقت امرأة فی وجھه، وفی روایة قال: فأخرجت إلیه عجوز جرة فیھا بول فصبته علی رأسه۔ ②

تیسری عبارت

قد عظم الذکر بقوله: (وَلَذِکْرُ اللهِ أَکْبَرُ) فصار الشکر أکبر لاقترانه به ورضا الله تعالی بالشکر مجازاة من عبادہ لفرط کرمه لأن قوله تعالی: (فَاذْکُرُونِی أَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوا لِی) البقرة: 152، خروج من لفظ المجازاة لتحقیق الأمر وتعظیم الشکر لأن الفاء للشرط ولاجزاء والکاف المتقدمة للتمثیل، فقوله تعالی: فاذکرونی متصل بقوله: (کَمَا أَرْسَلْنَا فِیکُمْ رَسُولاً مِّنْکُمْ) (فَاذْکُرُونِی) (وَاشْکُرُوا لِی) البقرة: 151 - 152، والمعنی کمثل ما أرسلت فیکم رسولاً منکم فاشکروا لی، والعرب تکتفی من مثل بالکاف کما اکتفت من سوف بالسین فی قوله تعالی: (سَنُؤْتِیھِمْ) (سَنَسْتَدْرِجُھُمْ) الأعراف: 182۔ ③

چوتھی عبارت

فالأسباب مع صحتھا والأواسط مع ثبوتھا إنما ھی حکمه وأحکامه، فظروف العطاء وآثار المعطی لا تؤثر فی الحکم بھا والجعل لھا حکماً ولاجعلاً یعنی لاتحکم ولا تجعل لأنھا محکومات فکیف تحکم ومجعولات فکیف تجعل لاحاکم إلا الله وحدہ ولایشرك فی حکمه أحداً وھذا الحرف فی مقرأ أھل الشام أبلغ وأوکد

---

① ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ذکر تفصیل العلوم ومعروفھا وقدیمھا ومحدثھا ومنکرھا، ۱/ ۳۴۲

② ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، ذکر فروض التوبة وشرح فضائلھا ووصف التوابین، ۱/ ۳۴۲

③ ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الشکر ووصف الشاکرین وھو الثالث من مقامات الیقین، ۱/ ۴۱۰، ۴۱۱

لأنه يخرج على الأمر لأنهم قرؤوه بالتاء وجزم الكاف ولا تشرك فى حكمه أحدًا، فالأسباب أحكام حق وأواسط حكمه۔ [1]

پانچویں عبارت

فلم يذكر له نعمته عليه بنبوته وعرضه للكفر، وجوز دخوله عليه بعد النبوة، فاعترف النبى بذلك، ورضى به واستعصم۔ [2]

ثم أشارها، بقوله تعالى ذلك فذا إشارة إلى الكاف والكاف كناية عن المذكور المتقدّم المنسوق واللام بين ذا والكاف للتمكين والتوكيد۔ [3]

ساتویں عبارت

وهذا من الكلام المضمر، فلذلك أشكل والبقاء والحياة اسمان لمعنى، ولذلك جعل الله تعالى الدنيا وصفًا للحياة فتكون الدنيا هى الحياة ونعتها بالدنيا نعت مؤنث لدخول الهاء فى الإسم الى هى إحدى علامات التأنيث، فصارت الحياة هى الدنيا وصار قوله الدنيا نعتها بالدناءة، ولو كان الإسم مذكرًا مثل البقاء نعته بمذكر فقال: الأدنى، وقد قال فى مثله: (يَأْخُذُونَ عَرَضَ هذا الأَدْنَى) الأعراف: 169 فالأدنى تذكير الدنيا، والدنيا تأنيث أدنى كالأعين والأقنى والأشعث؛ تذكير عيناء وقنواء وشعثاء، والعرض اسم لما يعرض ويقل بقاؤه فمن أحبّ ذلك فقد أحبّ الدنيا بحبه الأدنى، وهذا يرجع إلى حبّ حياة الأصل لأنه إنما يريد العرض الأدنى لأجل الحياة فصار حبّ البقاء الذى لأجله يريد عرض الأدنى هو الدنيا وصار حبّ العرض لأجل البقاء من الدنيا۔ [4]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، شرح مقام الشكر ووصف الشاكرين وهو الثالث من مقامات اليقين، ۱/۴۱۳

[2] ......قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، شرح مقام الخوف . . . الخ، ۱/۴۵۸

[3] ......قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، شرح مقام الزهد . . . الخ، ذكر ماهية الزهد، ۱/۴۹۱

[4] ......قوت القلوب، الفصل الثانى والثلاثون، شرح مقام الزهد . . . الخ، ذكر ماهية الزهد، ۱/۴۹۴، ۴۹۵

آٹھویں عبارت

وزھید کأنہ معدول من زاھد للمبالغۃ فی الوصف بالزھد کما عدل شھید من شاھد ومجید من ماجد وکما عدل علیم وقدیر ورحیم من عالم وقادر وراحم للمبالغۃ فی العلم والقدرۃ والرحمۃ۔ [1]

نویں عبارت

فغابت السبع سبعاً فی السبع العلی والسبع السفلی لما طوی نفس الھوی وغابت العلیا والسفلی فی ملکوت العرش والثری لما طوی طیّ النفس وغاب العرض والثری فی جبروت الأعلی لما محی طیّ الطی وحضر الأزلی الأول إذا غاب الحدثان الثانی وظھر الباطن الآخیر حین بطن الظاھر الساتر۔ [2]

دسویں عبارت

ھکذا حدثنا بہ قال الشیخ: بإسنادہ یذیل بالذال فمعناہ تجمع بین ذیلیھما فیتفق ذیل الأعلی علی ذیل الأسفل من طول البرد الأعلی وأنا أحسب أن معناہ تدیل بالدال أی تبدّل أحدھما بآخر دولۃ ذا ودولۃ ذا ویصلح أن یکون بالذال من الإذالۃ أی الوضع یقال: أشل ھذا وأذل ھذا مثل قول الناس من إذالۃ العلم أن یجیب العالم عن کلّ ما یسأل عنہ کأنہ: أرادتضعھما عندك معًا وھو راجع إلی معنی تدیل من الدولۃ۔ [3]

گیارہویں عبارت

قال الشیخ أحسبہ الضعف عن الجماع۔ [4]

---
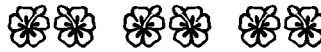
[1] ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد . . . الخ، ذکر بیان آخر مستنبط من الکتاب، ۱/۴۹۹

[2] ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد . . . الخ، ذکر وصف الزاھد وفضل الزھد، ۱/۵۰۶

[3] ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الزھد . . . الخ، ذکر وصف الزاھد وفضل الزھد، ۱/۵۱۴

[4] ......قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام التوکل . . . الخ، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ۲/۴۵

قوت القلوب کی تیسری

جلد کی چند جھلکیاں

- صاحبِ گھر مُتوکِّل کا حُکم
- مُتوکِّل کے اَحکام
- مقامِ رَضا کے اَحکام اور اہلِ رَضا کے اَوصاف کا بیان
- بندے کا رب کے ہاں مرتبہ
- بندہ کب اپنے رب سے راضی کہلاتا ہے؟
- بسا اَوقات مصیبت بھی نِعْمت ہوتی ہے
- سیدنا سری سَقَطی کو مقامِ رضا کیسے ملا؟
- اللہ کی خاطر مَحبَّت و نَفْرت سے مُراد
- اللہ کے مَحْبُوب اور مَبْغُوض بندے
- اہلِ سُنّت سے مَحبَّت کی علامَت
- آدابِ مَعْرِفَت
- اہلِ بغداد کے مُتَعَلِّق بُزرگانِ دین کی کچھ باتیں
- محبوب کی شان
- مَحبَّتِ باری تعالیٰ کا فرض ہونا
- خدا اور رسول کی مَحبَّت میں فَرْق
- دل میں مَحبَّت کب پیدا ہوتی ہے؟
- اللہ کی بندے سے مَحبَّت کی حقیقت
- نفسانی اَمراض اور ان سے بچاؤ کا طریقہ
- بُزرگانِ دین سے مَنْقُول مَحبتِ باری تعالیٰ کی باتیں
- مُتوکِّل کا مال چوری ہونے کی سات صورتیں
- مُتوکِّل کے توکُّل میں کمی نہ ہونے کا بیان
- ذِکْر کی برکتیں
- رَضا کی مُخْتَلِف صورتیں
- اہلِ رَضا کی فضیلت
- ان باتوں کا بیان جو اہلِ رَضا کے لیے مُضِر نہیں
- ایمان کا سب سے مَضْبُوط حلقہ
- کافِروں اور فاسِقوں سے مَحبَّت کا اَنْجام
- اللہ کا محبوب بندہ بننے کا طریقہ
- نیک یا بُرا کام کرنے پر کیا کہے؟
- رَشک کس پر جائز ہے؟
- مقامِ مَحبَّت کے اَحکام اور اہلِ مَحبَّت کے اَوصاف کا بیان
- دَرَجاتِ مَحبَّت میں فَرْق
- خدا کے بعد کس کی مَحبَّت اَفضل؟
- ذِکرِ اِلٰہی اور اس کی اَہَمیَّت
- فَرْض مَحبَّت کیا ہے؟
- مَحبَّت کے فرائض و فضائل
- بِکے ہوئے نُفُوس کی چند علامات
- مُقرَّبِین و اَبرار میں فَرْق

❀☜ حج کا بیان ❀☜ اسلام و ایمان کی تفصیل ❀☜ معاملاتِ اہلِ سنت

❀☜ اعتقاداتِ قلب ❀☜ ارکانِ اسلام و ایمان کا تذکرہ ❀☜ اسلام و ایمان کا باہمی تعلق

❀☜ قلوب و عمل کا باہمی تعلق ❀☜ اسلام اور ایمان میں فرق ❀☜ ایمان میں استثناء

❀☜ نفاق اور اس سے بچاؤ کے طریقہ ❀☜ سنت اور اس کی فضیلت ❀☜ آدابِ شریعت

❀☜ 16 عقائد اہلسنت کی تشریح ❀☜ قرآنِ کریم کا غیر مخلوق ہونا ❀☜ صحابۂ کرام کی افضلیت

❀☜ امامت کا بیان ❀☜ اہلِ قبلہ کی تکفیر کا بیان ❀☜ تقدیر پر ایمان

❀☜ نکیرین کے سوالوں پر ایمان ❀☜ عذابِ قبر پر ایمان ❀☜ میزان پر ایمان

❀☜ پل صراط پر ایمان ❀☜ حوضِ کوثر پر ایمان ❀☜ رؤیتِ باری تعالیٰ پر ایمان

❀☜ حساب و کتاب پر ایمان ❀☜ ایمان و شریعت کا تذکرہ ❀☜ مسلمان ہونے کی شرط

❀☜ اہلِ توحید کے جہنم سے نکالے جانے پر ایمان ❀☜ بدعتیوں کا اہلِ سنت سے خروج

❀☜ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق کا تذکرہ ❀☜ مسلمانوں پر حرمتِ اسلام کا واجب ہونا

❀☜ بدن کی سنتوں کا بیان ❀☜ داڑھی کے احکام

❀☜ نوافل کی زیادتی اور ان میں کمی کی کراہت کا تذکرہ ❀☜ کبیرہ گناہوں کی تفصیل اور محاسبۂ کفار کا بیان

❀☜ غیبت کا بیان ❀☜ ریاکاری کا بیان ❀☜ اخلاص کا بیان

❀❀ ❀❀ ❀❀

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀ ❀❀ ❀❀

ماخذ و مراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	❄ ❄ ❄

❄ ... ❄ ... ❄ ... ❄ ... ❄

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1.	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
2.	التفسیر من سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور بن شعبۃ الخراسانی المروزی متوفّٰی ۲۲۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
3.	تفسیر الطبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفّٰی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
4.	تفسیر ابن ابی حاتم	امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفّٰی ۳۲۷ھ	مکتبۃ نزار مصطفی الباز ۱۴۱۷ھ
5.	مفرداتُ الفاظ القرآن	ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی متوفّٰی ۵۰۲ھ	دار القلم، دمشق ۱۴۱۶ھ
6.	تفسیر البغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفّٰی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۴ھ
7.	تفسیر الکشاف	جار اللہ محمود بن عمر زمخشری معتزلی متوفّٰی ۵۲۸ھ	مکتبۃ الاعلام الاسلامی ۱۴۱۴ھ
8.	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
9.	تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ بن احمد انصاری قرطبی متوفّٰی ۶۷۱ھ	دار الفکر ۱۴۲۰ھ
10.	تفسیر غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری متوفّٰی ۷۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۶ھ
11.	تفسیر الخازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی متوفّٰی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۱۷ھ
12.	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
13.	تفسیر روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی متوفّٰی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ
14.	تفسیر مظہری (مترجم)	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفّٰی ۱۲۲۵ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۲۳ھ
15.	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفّٰی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
16.	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
17.	تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
18.	الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی متوفّٰی ۱۵۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
19.	الموطأ	امام مالک بن انس اصبحی حمیری متوفّٰی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
20.	الزہد	امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
21.	الزهد	امام ابوسعود المعافی بن عمران الازدی الموصلی متوفّٰی ۱۸۵ھ	دارالبشائر الاسلامیة ۱۴۲۰ھ
22.	الدعاء	ابوعبدالرحمٰن محمد بن فضیل بن جریر الضبی مولاهم الکوفی متوفّٰی ۱۹۵ھ	مکتبة الرشد ریاض ۱۴۱۹ھ
23.	الزهد	امام وکیع بن جراح بن ملیح متوفّٰی ۱۹۷ھ	الدار المدینة المنورة ۱۴۰۴ھ
24.	مسند الطیالسی	امام حافظ سلیمان بن داود طیالسی متوفّٰی ۲۰۴ھ	دارالمعرفة بیروت
25.	المصنف	امام حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن همام متوفّٰی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۱ھ
26.	سنن سعید بن منصور	امام حافظ ابوعثمان سعید بن منصور خراسانی جوزجانی متوفّٰی ۲۲۷ھ	دارالصمیعی ۱۴۲۰ھ
27.	الطبقات الکبری	امام حافظ محمد بن سعد بن منبع بصری متوفّٰی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۸ھ
28.	المسند	ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید الجوهری البغدادی متوفّٰی ۲۳۰ھ	مؤسسة نادر ۱۴۱۰ھ
29.	المصنف	حافظ عبدالله محمد بن ابی شیبة عبسی متوفّٰی ۲۳۵ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
30.	المسند	امام ابوعبدالله احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
31.	الزهد	امام ابوعبدالله احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالکتب العلمیة
32.	فضائل الصحابة	امام ابوعبدالله احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	مؤسسة الرساله ۱۴۰۳ھ
33.	علل ومعرفة الرجال	امام ابوعبدالله احمد بن محمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالخانی ریاض ۱۴۲۲ھ
34.	سنن الدارمی	امام عبدالله بن عبدالرحمٰن دارمی متوفّٰی ۲۵۵ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
35.	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۹ھ
36.	الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
37.	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۲ھ
38.	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفّٰی ۲۶۱ھ	دارابن حزم ۱۴۱۹ھ
39.	سنن ابن ماجه	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجه متوفّٰی ۲۷۳ھ	دارالمعرفة بیروت ۱۴۲۰ھ
40.	سنن ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفّٰی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
41.	الزهد	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفّٰی ۲۷۵ھ	دارالمشکاة قاهره ۱۴۱۴ھ
42.	عیون الاخبار	ابومحمد عبدالله بن مسلم قتیبه دینوری متوفّٰی ۲۷۶ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۱۸ھ
43.	سنن الترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی متوفّٰی ۲۷۹ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
44.	الموسوعة	حافظ ابوبکر عبدالله بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبة العصریة ۱۴۲۶ھ
45.	الشکر	حافظ ابوبکر عبدالله بن محمد ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دارابن کثیر دمشق ۱۴۰۷ھ
46.	مکارم الاخلاق	حافظ ابوبکر عبدالله بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دارالکتب العلمیة ۱۴۲۱ھ

47.	محاسبۃ النفس	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا متوفّٰی ۲۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
48.	مسند الحارث	امام حافظ حارث بن ابی اسامہ متوفّٰی ۲۸۲ھ	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۳ھ
49.	سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی متوفّٰی ۲۸۵ھ	ملتان پاکستان
50.	السنۃ	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ
51.	الزھد	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۸ھ
52.	الآحاد والمثانی	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ	دار الرایۃ ریاض ۱۴۱۱ھ
53.	السنۃ	امام عبداللہ بن أحمد بن حنبل الشیبانی متوفّٰی ۲۹۰ھ	دار ابن القیم ۱۴۰۶ھ
54.	مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
55.	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
56.	السنن الکبرٰی	امام احمد بن شعیب نسائی متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
57.	المسند	امام ابویعلی احمد بن علی موصلی متوفّٰی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
58.	الکنی والاسماء	امام ابوبِشْر محمد بن احمد بن حماد الانصاری الدولابی الرازی متوفّٰی ۳۱۰ھ	دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۱ھ
59.	کتاب التوحید واثبات صفات الرب	امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ الشافعی متوفّٰی ۳۱۱ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۸ھ
60.	مساوئ الاخلاق	حافظ ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی متوفّٰی ۳۲۷ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیہ ۱۴۱۳ھ
61.	اعتلال القلوب	حافظ ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی متوفّٰی ۳۲۷ھ	مکتبۃ نزار مصطفی الباز ۱۴۲۰ھ
62.	العقد الفرید	ابوعمرو احمد بن محمد بن عبد ربہ متوفّٰی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
63.	المجالسۃ وجواھر العلم	حافظ ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی متوفّٰی ۳۳۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
64.	المعجم	امام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد ابن الاعرابی متوفّٰی ۳۴۰ھ	دار ابن الجوزی ۱۴۱۸ھ
65.	صحیح ابن حبان	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
66.	کتاب الثقات	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
67.	المجروحین	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی، ریاض ۱۴۲۰ھ
68.	الفوائد الشھیر بالغیلانیات	ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراھیم بن عبدوَیْہ الشافعی البزّاز متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ
69.	نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی متوفّٰی ۳۶۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری
70.	المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
71.	المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ

72.	کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
73.	مسند الشامیین	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۹ھ
74.	عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی متوفّٰی ۳۶۴ھ	دار الکتاب العربی، بیروت
75.	الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی متوفّٰی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
76.	اخلاق النبی وآدابہ	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبھانی متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۸ھ
77.	کتاب العظمۃ	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبھانی متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
78.	طبقات المحدثین باصبھان	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبھانی متوفّٰی ۳۶۹ھ	المکتبۃ الشاملۃ
79.	تنبیہ الغافلین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفّٰی ۳۷۳ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۰ھ
80.	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن علی مکی متوفّٰی ۳۸۶ھ	مرکز اہل سنت برکات رضا ہند
81.	الجلیس الصالح الکافی	ابو الفرج المعافی بن زکریا بن یحیی الجریری النھروانی متوفّٰی ۳۹۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
82.	المستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم متوفّٰی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
83.	شرح اصول اعتقاد	علامہ ابو القاسم ھبۃ اللہ بن الحسن البصری لالکائی متوفّٰی ۴۱۸ھ	دار البصیرۃ مصر
84.	حلیۃ الاولیاء	امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبھانی متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
85.	معرفۃ الصحابۃ	امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
86.	امالی ابن بشران	ابو القاسم عبد الملک بن محمد بن بشران البغدادی متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الوطن ریاض ۱۴۱۸ھ
87.	اَعلام النبوۃ	امام ابو الحسن علی بن محمد الشھیر بالماوردی متوفّٰی ۴۵۰ھ	دار الکتاب العربی ۱۹۸۷ء
88.	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
89.	السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
90.	دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ھ
91.	البعث والنشور	امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ ۱۴۰۶ھ
92.	الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ۱۴۱۷ھ
93.	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
94.	المتفق والمفترق	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار القادری دمشق ۱۴۱۷ھ
95.	جامع بیان العلم وفضلہ	حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ھ
96.	التمھید	حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
97.	الرسالۃ القشیریۃ	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفّٰی ۴۶۵ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
98.	فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی متوفّٰی ۵۰۹ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
99.	شرح السنۃ	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفّٰی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
100.	العلل المتناھیۃ	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
101.	ذم الھوی	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	پشاور پاکستان
102.	صفۃ الصفوۃ	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفّٰی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ھ
103.	النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر	امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری متوفّٰی ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیۃ ۲۰۱۱ء
104.	عوارف المعارف	امام ابو حفص شہاب الدین السہروردی متوفّٰی ۶۳۲ھ	دارالمعارف
105.	التذکرۃ	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفّٰی ۶۷۱ھ	دارالسلام قاہرہ ۱۴۲۹ھ
106.	وفیات الاعیان	ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان متوفّٰی ۶۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
107.	نہایۃ الارب فی فنون الادب	شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب النویری متوفّٰی ۷۳۳ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
108.	بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث للہیثمی	امام نور الدین علی بن سلیمان الہیثمی الشافعی متوفّٰی ۷۳۵ھ	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۳ھ
109.	مشکوۃ المصابیح	علامہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی متوفّٰی ۷۴۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
110.	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفّٰی ۷۴۸ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
111.	الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی متوفّٰی ۷۶۴ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
112.	جامع العلوم والحکم	عبد الرحمن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی متوفّٰی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیہ مکۃ المکرمہ
113.	حیاۃ الحیوان	علامہ کمال الدین محمد بن موسی دمیری متوفّٰی ۸۰۸ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
114.	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفّٰی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
115.	تہذیب التہذیب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفّٰی ۸۵۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ
116.	المقاصد الحسنۃ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی متوفّٰی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی ۱۴۲۵ھ
117.	جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
118.	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
119.	شرح الصدور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	مرکز اہل سنت برکات رضا ہند
120.	الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی متوفّٰی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۲۵ھ
121.	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفّٰی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
122.	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری متوفّٰی ١٠١٤ ھ	دارالفکر بیروت ١٤١٤ھ
123.	فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی متوفّٰی ١٠٣١ ھ	دارالکتب العلمیہ ١٤٢٢ھ
124.	اتحاف السادۃ المتقین	علامہ سید محمد بن محمد مرتضی زبیدی متوفّٰی ١٢٠٥ ھ	دارالکتب العلمیۃ ١٤٣٠ھ
125.	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ١٣٤٠ھ	رضافاؤنڈیشن لاہور پاکستان
126.	فضائل دعا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ١٣٤٠ھ۔	مکتبۃ المدینہ کراچی
127.	بہارشریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفّٰی ١٣٦٧ھ	مکتبۃ المدینۃ کراچی پاکستان
128.	مرأۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفّٰی ١٣٩١ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
129.	معمولات الابرار	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی متوفّٰی ١٤٠٥ ھ	مکتبہ جمال کرم مرکز الاولیا لاہور
130.	نزھۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفّٰی ١٤٢٠ھ	فرید بکسٹال لاہور
131.	تیسیر مصطلح الحدیث	الدکتور محمود الطحان	کراچی پاکستان
132.	مَدَنی قاعدہ	مجلس مدرسۃ المدینہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
133.	غیبت کی تباہ کاریاں	امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی
134.	تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ	مجلس المدینۃ العلمیہ	مکتبۃ المدینہ کراچی
135.	فتاوٰی بحر العلوم	بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی	شبیر برادرز لاہور
136.	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لمیٹڈ
137.	اردو لغت	اردو لغت بورڈ	اردو لغت بورڈ گلشن اقبال کراچی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

فہرست

❀❀❀❀❀❀

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

❀❀❀❀❀❀

مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے پیش کردہ 332 کُتُب و رسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

﴿1﴾ حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)
﴿2﴾ کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)
﴿3﴾ ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقِ اِثْبَاتِ ہِلَال) (کل صفحات:63)
﴿4﴾ بیاضِ پاک حُجَّۃُ الْاِسْلَام (کل صفحات:37)
﴿5﴾ اولاد کے حقوق (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات:31)
﴿6﴾ اَلْوَظِیْفَۃُ الْکَرِیْمَۃ (کل صفحات:46)
﴿7﴾ ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)
﴿8﴾ حدائق بخشش (کل صفحات:446)
﴿9﴾ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات:40)
﴿10﴾ کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاہِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاہِم) (کل صفحات:199)
﴿11﴾ فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاء مَعَہٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَاءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات:326)
﴿12﴾ عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْد) (کل صفحات:55)
﴿13﴾ والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)
﴿14﴾ معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات:41)
﴿15﴾ الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)
﴿16﴾ شریعت و طریقت (مَقَالُ عُرَفَا بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَا) (کل صفحات:57)
﴿17﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:1 (کل صفحات:524)
﴿18﴾ اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْہَارُ الْحَقِّ الْجَلِی) (کل صفحات:100)
﴿19﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:2 (کل صفحات:495)
﴿20﴾ ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃ) (کل صفحات:60)
﴿21﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:3 (کل صفحات:573)
﴿22﴾ معرفۃ القراٰن علی کنز العرفان (پہلا پارہ) (کل صفحات:80)
﴿23﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:4 (کل صفحات:592)
﴿24﴾ معرفۃ القراٰن علی کنز العرفان (دوسرا پارہ) (کل صفحات:84)
﴿25﴾ تفسیر صراط الجنان جلد:5 (کل صفحات:617)
﴿26﴾ معرفۃ القراٰن علی کنز العرفان (تیسرا پارہ) (کل صفحات:88)
﴿27﴾ اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200)

عربی کُتُب:

﴿28﴾ جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں) (کل صفحات:4000)
﴿29﴾ اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ (کل صفحات:93)
﴿30﴾ اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات:458)
﴿31﴾ اَلْفَضْلُ الْمَوْہَبِی (کل صفحات:46)
﴿32﴾ کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاہِم (کل صفحات:74)
﴿33﴾ اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)
﴿34﴾ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)
﴿35﴾ تَمْہِیْدُ الْاِیْمَان (کل صفحات:77)
﴿36﴾ اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

﴿شعبہ تراجم کُتُب﴾

﴿1﴾ سایۂ عرش کس کس کو ملے گا۔۔۔؟ (تَمْہِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:88)
﴿2﴾ مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاہِرفِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاہِر) (کل صفحات:112)

{3} نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُيُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)

{4} نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظ فِي الْاَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّة) (کل صفحات:54)

{5} جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد:1) (اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:853)

{6} جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد:2) (اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْكَبَائِر) (کل صفحات:1012)

{7} جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِي ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)

{8} امام اعظم عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَكْرَم کی وصیتیں (وَصَايَا اِمَام اَعْظَم عَلَيْهِ الرَّحْمَه) (کل صفحات:46)

{9} اصلاح اعمال (جلد:1) (اَلْحَدِيْقَةُ النَّدِيَّة شَرْحُ طَرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّة) (کل صفحات:866)

{10} اللہ والوں کی باتیں (جلد:1) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:896)

{11} اللہ والوں کی باتیں (جلد:2) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:625)

{12} اللہ والوں کی باتیں (جلد:3) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:580)

{13} اللہ والوں کی باتیں (جلد:4) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:510)

{14} اللہ والوں کی باتیں (جلد:5) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:571)

{15} نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر) (کل صفحات:98)

{16} فیضانِ مزاراتِ اولیاء (كَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)

{17} دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْد وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)

{18} عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَة فِي طَلَبِ الْحَدِيْث) (کل صفحات:105)

{19} 76 کبیرہ گناہ (الکبائر) (کل صفحات:264)

{20} احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْيَاء) (کل صفحات:641)

{21} بیٹے کو نصیحت (اَيُّهَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)

{22} احیاء العلوم (جلد:1) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1124)

{23} عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ اول) (کل صفحات:412)

{24} احیاء العلوم (جلد:2) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1393)

{25} حُسنِ اَخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)

{26} احیاء العلوم (جلد:3) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1290)

{27} قوت القلوب (مترجم جلد:1) (کل صفحات:826)

{28} احیاء العلوم (جلد:4) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:911)

{29} قوت القلوب (مترجم جلد:2) (کل صفحات:784)

{30} احیاء العلوم (جلد:5) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:814)

{31} آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

{32} راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)

{33} آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِي الدِّيْن) (کل صفحات:63)

{34} اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاكَرَة) (کل صفحات:122)

{34} عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

{36} حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)

{37} شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)

{38} شاہراہِ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْن) (کل صفحات:36)

شعبہ درسی کُتب

{1} تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین (کل صفحات:364)

{2} نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175)

{3} منتخب الابواب من احیاء علوم الدین (عربی) (کل صفحات:173)

{4} تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

﴿شعبہ تخریج﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

﴿شعبہ فیضانِ صحابیات﴾

﴿شعبہ اصلاحی کُتب﴾

{19} محبوب عطار کی 122 حکایات (کل صفحات:208)
{20} ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)
{21} فیضانِ اسلام کورس (حصہ اول) (کل صفحات:79)
{22} تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
{23} نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)
{24} عشر کے احکام (کل صفحات:48)
{25} امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
{26} فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)
{27} قومِ جنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)
{28} فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
{29} تکبر (کل صفحات:97)
{30} توبہ کی روایات و حکایات (کل صفحات:124)
{31} قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)
{32} مزاراتِ اولیاء کی حکایات (کل صفحات:48)
{33} جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)
{34} کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)
{35} احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
{36} طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
{37} فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
{38} تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
{39} حج و عمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48)
{40} تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
{41} فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
{42} نام رکھنے کے احکام (کل صفحات:180)
{43} سنتیں اور آداب (کل صفحات:125)
{44} فیضان معراج (کل صفحات:134)
{45} بغض و کینہ (کل صفحات:83)
{46} نور کا کھلونا (کل صفحات:32)
{47} بد شگونی (کل صفحات:128)
{48} ریاکاری (کل صفحات:170)
{49} بد گمانی (کل صفحات:57)

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

{1} علم و حکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 5) (کل صفحات:102)
{2} گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
{3} گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب قسط پنجم (5) (کل صفحات:23)
{4} قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
{5} مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
{6} گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
{7} سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
{8} ناکام عاشق (کل صفحات:32)
{9} حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 6) (کل صفحات:47)
{10} جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
{11} اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)
{12} غافل درزی (کل صفحات:36)
{13} 25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
{14} نادان عاشق (کل صفحات:32)
{15} دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
{16} آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
{17} بلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)
{18} مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
{19} میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
{20} بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
{21} پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
{22} مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)

﴿23﴾ دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
﴿24﴾ بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿25﴾ میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
﴿26﴾ بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
﴿27﴾ مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
﴿28﴾ کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)
﴿29﴾ وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
﴿30﴾ چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
﴿31﴾ شادی خانہ بربادی کے اسباب اور ان کا حل (کل صفحات:16)
﴿32﴾ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط1) (کل صفحات:49)
﴿33﴾ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط3) (سنّتِ نکاح) (کل صفحات:86)
﴿34﴾ چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
﴿35﴾ آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
﴿36﴾ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط2) (کل صفحات:48)
﴿37﴾ نو مسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
﴿38﴾ نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
﴿39﴾ تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49)
﴿40﴾ بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
﴿41﴾ معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
﴿42﴾ قاتل امامت کے مصلے پر (کل صفحات:32)
﴿43﴾ عطاری جن کا غُسلِ میّت (کل صفحات:24)
﴿44﴾ ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
﴿45﴾ ڈانسر نعت خوان بن گیا (کل صفحات:32)
﴿46﴾ اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
﴿47﴾ ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
﴿48﴾ خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
﴿49﴾ نشے باز کی اصلاح کا راز (کل صفحات:32)
﴿50﴾ کرسچین مسلمان ہو گیا (کل صفحات:32)
﴿51﴾ جرائم کی دنیا سے واپسی (کل صفحات:32)
﴿52﴾ کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
﴿53﴾ جھگڑے باز سدھر گیا (کل صفحات:32)
﴿54﴾ ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿55﴾ شرابی، مؤذن کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
﴿56﴾ صلوٰۃ و سلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
﴿57﴾ خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
﴿58﴾ فیضانِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
﴿59﴾ میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
﴿60﴾ گلوکار کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
﴿61﴾ میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)
﴿62﴾ رسائل مدنی بہار (کل صفحات:368)
﴿63﴾ چند گھڑیوں کا سودا (کل صفحات:32)
﴿64﴾ بری سنگت کا وبال (کل صفحات:32)
﴿65﴾ کالے بچھو کا خوف (کل صفحات:32)
﴿66﴾ میں نیک کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
﴿67﴾ سینگوں والی دلہن (کل صفحات:32)
﴿68﴾ سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات:32)
﴿69﴾ حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
﴿70﴾ فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿71﴾ عجیب الخلقت بچی (کل صفحات:32)
﴿72﴾ قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
﴿73﴾ ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿74﴾ بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
﴿75﴾ اسلحے کا سوداگر (کل صفحات:32)
﴿76﴾ شرابی کی توبہ (کل صفحات:33)
﴿77﴾ بھیانک حادثہ (کل صفحات:30)
﴿78﴾ پراسرار کتا (کل صفحات:27)

﴿79﴾ کینسر کا علاج (کل صفحات:32)
﴿80﴾ اجنبی کا تحفہ (کل صفحات:32)
﴿81﴾ انوکھی کمائی (کل صفحات:32)
﴿82﴾ چمکدار کفن (کل صفحات:32)
﴿83﴾ خوفناک بلا (کل صفحات:33)
﴿84﴾ سنگر کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿85﴾ ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر (کل صفحات:32)
﴿86﴾ مفلوج کی شفایابی کا راز (کل صفحات:32)
﴿87﴾ جھگڑالو کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
﴿88﴾ عمامہ کے فضائل (کل صفحات:517)
﴿89﴾ باکردار عطاری (کل صفحات:32)
﴿90﴾ خوشبودار قبر (کل صفحات:32)
﴿91﴾ بدچلن کیسے تائب ہوا؟ (کل صفحات:32)
﴿92﴾ ڈانسر بن گیا نعت خواں (کل صفحات:32)
﴿93﴾ پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں (کل صفحات:32)
﴿94﴾ میٹھے بول کی برکتیں (کل صفحات:32)
﴿95﴾ والدین کے نافرمان کی توبہ (کل صفحات:32)
﴿96﴾ جنتیوں کی زبان (کل صفحات:31)
﴿97﴾ اصلاحِ امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار (کل صفحات:28)
﴿98﴾ بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
﴿99﴾ جوانی کیسے گزاریں؟ (بیان2) (کل صفحات:32)
﴿100﴾ غریب فائدے میں ہے (بیان1) (کل صفحات:30)
﴿101﴾ ڈاکوؤں کی واپسی (کل صفحات:32)
﴿102﴾ اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟ (کل صفحات:32)
﴿103﴾ نام کیسے رکھے جائیں؟ (کل صفحات:44)
﴿104﴾ ولی کی پہچان (کل صفحات:36)
﴿105﴾ مساجد کے آداب (کل صفحات:32)

﴿شعبہ اولیا و علما﴾

﴿1﴾ فیضانِ محدثِ اعظم پاکستان (کل صفحات:62)
﴿2﴾ فیضانِ خواجہ غریب نواز (کل صفحات:32)
﴿3﴾ فیضانِ سید احمد کبیر رفاعی (کل صفحات:33)
﴿4﴾ فیضانِ عثمان مروندی (کل صفحات:43)
﴿5﴾ فیضانِ پیر مہر علی شاہ (کل صفحات:33)
﴿6﴾ فیضانِ داتا گنج بخش (کل صفحات:20)
﴿7﴾ فیضانِ علامہ کاظمی (کل صفحات:70)
﴿8﴾ فیضانِ سلطان باہو (کل صفحات:32)
﴿9﴾ فیضانِ حافظِ ملت (کل صفحات:32)

﴿شعبہ بیاناتِ دعوتِ اسلامی﴾

﴿1﴾ باطنی بیماریوں کی معلومات (کل صفحات:352)
﴿2﴾ گلدستۂ درود و سلام (کل صفحات:660)